Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

748

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम पालिमेन्ट का इकलदार

आला

लेखक मौलवी फिदा हुसैन साहब बी.ए

प्रकाशन वर्ष.....

आगत संख्या...748.....

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

748

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

748

ج

مقننین (شاہی) مرافق کے متعلق جو رائے رکھتے تھے وہ ان قانونی اور انتظامی خیالات سے بہت زیادہ مشابہ ہیں جو اس زمانہ کی تیسری جمہوری حکومت میں بھی 'فرانس' کے انتظامی قانون کو چلا رہے ہیں' اور اس کے مؤید ہیں۔ اپنے دوست اور ساتھی مسٹر 'فریمین' کا دوسری طرح زیر بار احسان ہوں' ان کی کتاب 'انگریزی دستور کی ترقی' سے (جسکی تعریف آسان اور تتبع دشوار ہے) مجھے وہ نمونہ ملا جسکے ذریعہ سے خشک اور بارد مضامین کا بھی دلچسپ اور عام فہم طریقہ پر ادا ہونا ممکن ہے۔ کتاب مذکور میں ہمارے تحریری قوانین' اور ہمارے مفروضہ دستورات کا جو فرق نہایت توضیح اور تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے' ابتداءً وہی اس سوال کا جواب تلاش کرنے کا محرک ہوا کہ دستوری مفروضات جو قانون کا حکم نہیں رکھتے کس طرح قابل پابندی ہیں۔ کتاب مذکور میں جو پرزور بیانات اس امر کے متعلق کئے گئے ہیں کہ دستور کی نشو و نما پر ایک مورخ کی نظر کس طرح پڑتی ہے انھی نے میری توجہ اس اہم فرق کی طرف مبذول کی جو ہمارے دستور کو تاریخی اور قانونی نظر سے دیکھنے میں پایا جاتا ہے؛ اور مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ میں غور کروں کہ کیا دستور کی ترقی کے صرف تدریجی مراتب اور مدارج کو پیش نظر رکھنے کی عادت ایک طالب علم کو دستوری قانون پر' جیسا کہ وہ فی الحقیقت اس وقت موجود ہے' کافی توجہ کرنے سے باز نہیں رکھتی۔ تاریخی طریقہ سے جب دستور کی تدریجی ترقی کی بحث میں کام لیا جاتا ہے تو اسمیں کم سے کم یہ نقص ضرور پایا جاتا ہے کہ وہ لوگونکو زیادہ تر ان طریقوں کی طرف متوجہ کر لیتا ہے جسکے ذریعہ سے دستور موجودہ حالت تک پہنچا' اور کافی احتیاط کے ساتھ اسپر غور کرنا چھوڑ دیتے ہیں کہ دستور کی موجودہ حالت کیا ہو گئی ہے۔

اے' وی' ڈائسی
آل سوس کالج
اکسفورڈ ۱۸۸۵ء

748;U

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خلاصہ دیباچہ طبع ہشتم

یہ اس کتاب کی آٹھویں طبع ہے، بلکہ یوں کہنا زیادہ ترصحیح ہوگا کہ جو دستوری قانون ۱۸۸۵ء میں طبع ہوا تھا اس کی ساتویں طبع کی نقل ہے۔ البتہ اسمیں ایک مقدمہ کا مزید اضافہ کردیا گیا ہے۔ یہ مقدمہ دو مقاصد سے لکھا گیا ہے۔ پہلا مقصد اس امر کی دریافت اور توضیح ہے کہ دستور سلطنت کے اہم اصول جنھیں میں نے پیش کیا ہے قانون کی تبدیلی یا دستور کی عمل آوری سے گزشتہ تیس سال (۱۸۸۴-۱۹۱۴) میں کس طرح متاثر ہوئے ہیں۔ دوسرا مقصد اس مقدمہ کا ان اہم دستوری خیالات کی توضیح اور تجزی ہے جسکو جدید کہنا نادرست نہ ہوگا، یا تو اس وجہ سے کہ وہ گزشتہ تیس سال کے اثنا میں پیدا ہوئے ہیں یا اسوجہ سے (جیساکہ اکثر ہوتا ہے) کہ انھوں نے 'انگلستان' میں جدید اور قابل لحاظ اثر پیدا کرلیا ہے۔

مجھے اس کتاب کے لکھتے وقت بھی، جیساکہ ہر کتاب کے لکھنے کے وقت ہوا، 'انگلستان' اور غیر انگلستان کے دوستوں کے مشورہ سے بیحد مدد ملی۔ خصوصاً متوفی 'سر ولیم انسن' سے جو کہ 'انگلستان' کے دستور کے تفصیلی عملوں کے معاصرین میں سب سے زیادہ واقف کار تھے۔

میں نے اپنے دوست پروفیسر 'بریڈلی لیتہ' کو اس مقدمہ کے وہ اجزا سنائے ہیں جن کا تعلق نوآبادیوں کی حکومتوں سے ہے، وہ اپنی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کتاب 'نوآبادیوں کی ذمہ دار حکومت' کی تصنیف کی بنا پر اس مضمون کے متعلق مستند اور معتبر شخص متصور ہوتے ہیں۔

اے، وی، ڈائسی

آکسفورڈ - ۱۹۱۴ء

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فہرست مضامین

	صفحات	
مقدمہ طبع ہشتم	۵	xvii
مضامین کا خاکہ		
دستوری قانون کی حقیقی نوعیت	۱۰۹	I
جزاول		
پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ	۱۴۱	35
فصل اول		
پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی نوعیت	۱۴۳	37

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

پارلیمنٹ اور غیر مقتدر قانون ساز جماعتیں ۱۸۸ 83

فصل سوم

پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ اور وفاقیت ۲۳۵ 134

جزو دوم

قانون کی حکومت ۲۷۶ 177

فصل چہارم

قانون کی حکومت، اسکی نوعیت، اور عام استعمال ۲۷۸ 179

فصل پنجم

شخصی آزادی کا حق ۳۰۰ 202

فصل ششم

حق آزادی بحث (مذاکرہ، کلام، گفتگو) ۳۳۳ 234

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہفتم

عام جلسوں کے انعقاد کا حق ۳۶۵ 266

فصل ہشتم

قانون حربی (مارشل لا) ۳۸۰ 280

فصل نہم

فوج ۳۹۲ 291

فصل دہم

آمدنی (ریونیو) ۴۰۹ 308

فصل یازدہم

وزرا کی ذمہ داری ۴۲۲ 321

فصل دوازدہم

قانونی حکومت کا مقابلہ انتظامی قانون کے ساتھ ۴۲۶ 324

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ اور قانونی حکومت کے باہمی تعلقات ۵۰۲ 402

جزسوم

قانون دستوری اور مقترضات (مفروضات) دستوری کا باہمی تعلق ۵۱۰ 411

فصل چہاردہم

دستور کے مقترضات کی نوعیت ۵۱۲ 413

فصل پانزدہم

وہ قوت جس سے دستور کے مقترضات کی تعمیل کرائی جاتی ہے ۵۳۲ 435

ضمیمہ

نوٹ نمبر ۱ فرانسیسی دستور کی استواری یا غیر تبدیل پذیری ۵۶۳ 469

" نمبر ۲ وفاقی ریاستوں میں تقسیم اختیارات ۵۷۳ 476

" نمبر ۳ پارلیمنٹی عہدداران انتظامی اور غیر پارلیمنٹی عہدداران انتظامی کا فرق ۵۸۰ 480

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ن

نوٹ نمبر ۴	حفاظت خود اختیاری کا حق	۵۹۳	489
" نمبر ۵	عام جلسوں کے منعقد کرنیکے حقوق کے متعلق مباحث۔	۶۰۷	497
" نمبر ۶	ان سپاہیوں کا فرض جنھیں ایک مجمع ناجائز کے منتشر کرنیکا حکم دیا گیا ہو۔	۶۳۱	512
" نمبر ۷	غیر دستوری قانون کے معنی	۶۳۸	516
" نمبر ۸	سوئٹزرلینڈ کا وفاق	۶۳۹	517
" نمبر ۹	آسٹریلیا کا وفاق	۶۵۸	529
" نمبر ۱۰	انگلستان میں قانون حربی جنگ یا بغاوت کے زمانہ میں۔	۶۷۲	538
" نمبر ۱۱	دستور و عدالت اختلاف	۷۰۰	555
" نمبر ۱۲	حکومت کے مقابلہ میں کارروائی	۷۰۲	556
" نمبر ۱۳	پارلیمنٹ کا ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۱۱	۷۰۴	557
	اشاریہ	۷۰۹	561

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فہرست مقصد مقدمہ

تشریح مقدمہ		صفحات
مقصد	۱	xvii
(الف) پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ	۳	xviii
امکانی تبدیلیاں	۴	xix
۱ - (پارلیمنٹ) کے اقتدار اعلیٰ کے دستور میں امکانی تبدیلی		
(ایکٹ پارلیمنٹ بابتہ ۱۹۱۱ء)	۴	xix
پارلیمنٹ کے ایکٹ کے نفاذ سے عین ماقبل کیحالت کا بیان -	۵	xx
پارلیمنٹ کے ایکٹ کے بلاواسطہ اثرات	۶	xxi
(۱) قانونی مسودات مالیہ		
دارالامرا کو تنسیخ کا اختیار نہیں	۹	xxi
(۲) دوسرے عام مسودات قانون کے متعلق دارالامرا		

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

		کو التوا کی رائے دہی کا
xxi	۶	حق ۔
		(۳) دارالعوام کو وضع قوانین
xxiii	۸	کے متعلق غیر محدود اختیارات ۔
		۲ ۔ (پارلیمنٹ) اقتدار اعلیٰ کے دائرہ
		میں عملی تبدیلیاں ۔
		(شاہی پارلیمنٹ کے (دو ایمنین)
		یعنی ریاستہائے ماتحت کے ساتھ
xxiv	۱۰	تعلقات)
		پہلا سوال ۔ ان تعلقات کا فرق
		۱۸۸۴ء اور ۱۹۱۴ء
xxv	۱۱	میں کیا ہے ۔
		دوسرا سوال ۔ ان تعلقات میں
		تغیر کس تبدیلی رائے
xxxii	۲۰	سے ہوا ۔
xxxvii	۲۶	(ب) قانونی حکومت
xxxviii	۲۷	۱ ۔ قانونی حکومت کی توقیر میں کمی ۔
		۲ ۔ مقابلہ انگلستان کے موجودہ قانون
		عہدداران اور فرانس کے موجودہ
xliii	۳۴	انتظامی قانون سے ۔
xlviii	۴۰	(ج) دستوری پیمان
xlviii	۴۰	پہلا سوال ۔ کیا تبدیلیاں ہوئیں ؟
		دوسرا سوال ۔ جدید مفروضات کا رجحان
lv	۴۷	کیا ہے ۔
		تیسرا سوال ۔ جو اصول مفروضات اور قانونی حکومت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

		کے باہمی تعلقات کی نسبت قایم کئے گئے ہیں کیا انکی تصدیق تیس سال
LVII	۵۰	کے تجربہ سے ہوتی ہے؟
		(د) گزشتہ تیس سال میں جدید دستوری خیالات
LVIII	۵۲	کا نشو ونما۔
LVIII	۵۲	جدید دستوری خیالات کے متعلق دو تمہیدیں۔
		تمہید اول۔ سیاسی اور دستوری جدت کی
LIX	۵۲	تدریجی ترقی۔
		تمہید دوم عمدہ قانون کے وضع کا جو
		مقصد ہوتا ہے اسے یہ جدید خیالات
LIX	۵۳	پیش نظر نہیں رکھتے۔
LXII	۵۶	چار جدید دستوری خیالات کی تنقید۔
LXII	۵۶	(۱) عورتوں کا حق انتخاب۔
LXIII	۵۷	اسباب طلب۔
		اہم طرق استدلال اور انکے
LXIV	۵۸	جوابات
		پہلی دلیل۔ ہر باشندہ ملک مستحق اظہار
LXIV	۵۸	رائے ہے
		دوسری دلیل۔ رجولیت اور نسائیت
		سے سیاسی حقوق میں کوئی
LXV	۵۹	فرق نہیں واقع ہو سکتا
LXVI	۶۱	(۲) مناسب نمایندگی
		تین امور جنپر مناسب نمایندگی
LXVI	۶۱	کے موئد دلائل کی بنیاد قایم ہے۔
LXVI	۶۱	دو اول دلائل قابل تسلیم ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

LXIX	۶۴	تیسرے امر پر اعتراض
		پہلا اعتراض ۔ نظام کی پیچیدگی سے
		سازش کرنے والوں
		کے اختیارات میں زیادتی
LXIX	۶۴	ہو جاتی ہے
		دوسرا اعتراض ۔ دارالعوام محض بحث کا
LXIX	۶۴	مقام نہیں ہے
		تیسرا اعتراض ۔ تناسب نمایندگی سے
		پارلیمنٹ کی جماعتوں کی
		تعداد اور انکے نقائص
LXX	۶۵	کے بڑھجانے کا اندیشہ ہو
LXXIII	۶۹	(۳) وفاقیت
LXXV	۷۱	وفاقی حکومت کی خصوصیات
		وفاقی حکومت کی خصوصیات
LXXX	۷۷	شاہی وفاق کے تعلق میں ۔
		پہلا اعتراض ۔ سلطنت کے لئے وفاقی
		دستور کا قایم کرنا دقتوں
LXXXII	۷۹	سے مملو ہے
		دوسرا اعتراض ۔ سلطنت کے لئے جدید
		وفاقی دستور کا قایم کرنا
LXXXV	۸۳	حقیقی ضرورت نہیں ہے
		وفاقی حکومت کی خصوصیات ہوم رول
		(یعنی انگلستان کی وفاقیت) کے
LXXXVII	۸۵	تعلق میں ۔
		انگلستان کی وفاقیت کی حکمت عملی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

		کے جو خیالات مؤید ہیں انکا مجمل
LXXXVii	۸۶	ہونا
		تمام انگلستان کے ہوم رول کے
LXXXViii	۸۶	متعلق مخصوص اعتراضات
		پہلا اعتراض - سلطنت متحدہ کے کسی
		حصہ میں وفاق کی خواہش
LXXXViii	۸۸	نہیں پائجاتی
		دوسرا اعتراض - سلطنت متحدہ کا وفاق
XC	۸۹	شاہی وفاق کا موید نہیں ہے
		تیسرا اعتراض - ایسا وفاق تمام انگریزی
		دستوری تاریخ کے متضاد
XC	۸۹	ہے
XCi	۹۰	(۴) مراجعیت یا مراجعہ
XCi	۹۱	اسکے معنی
XCii	۹۱	اسکے طلب کے اسباب
XCiv	۹۳	اسپر اعتراض
XCVii	۹۷	اسکے موافق اہم دلیل
C	۱۰۱	خاتمہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

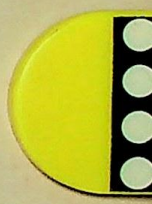

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

مقصد مقدمہ

(۱)

یہہ دستوری قانون پہلی مرتبہ ۱۸۸۵ء میں طبع ہوا تھا۔ اسکی بنیاد وہ خطبات تھے جو بحیثیت وائینیری پروفیسر کے میں نے انگریزی قانون پر دیئے تھے۔ ان خطبات کے دینے اور اس کتاب کے لکھے جانے کا، صرف یہہ مقصد تھا، کہ انگلستان کے موجودہ دستور میں جو تین اہم خصوصیتیں پائی جاتی ہیں، انکی توضیح اور تشریح کی جائے؛ یہہ اسوقت عام طور سے، پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ، قانونی حکومت، اور دستوری مفروضات، کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔ بناءً علیہ اس کتاب میں ہمارے اُس دستور کی اہم خصوصیات سے بحث کی گئی ہے، جو ۱۸۸۵ء میں نافذ تھا، جسے تیس سال ہوتے ہیں۔ اسوقت تک کتاب ہذا کی سات اشاعتیں ہوچکی ہیں؛ ہر اشاعت مابعد بشمول ساتویں اشاعت کے حسب محاورہ عام، ذریعہ ترمیم مکمل کی جاتی رہی ہے تاکہ ہر تبدیلی جو آخری اشاعت کے بعد ہمارے دستور میں ہوئی ہو یا اسپر موثر ہو، ظاہر ہوتی رہے۔ کتاب ہذا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ اب ہم کو یہہ دیکھنا ہے کہ پارلیمنٹ کو جو اقتدار اعلیٰ ۱۹۱۴ء میں حاصل ہے اسکے لحاظ سے بھی یہہ بیان صحیح ہے یا نہیں۔ اس موقع پر یہہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ میں ممکن ہے کہ کم از کم دو مختلف جہات سے تغیر و تبدل ہوا ہو، جن کے فرق کو پیش نظر رکھنا ضرور ہے۔ اولاً یہہ امر ممکن ہے کہ اقتدار اعلیٰ کی ترکیب یا نوعیت میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوئی ہو مثلاً اگر بادشاہ اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوان ایک قانون نافذ کرکے دارالامرا کو توڑ دیں اور وضع قوانین کا اعلیٰ ترین حق بادشاہ اور دارالعوام کے ہاتھ میں رہ جائے، تو ہر شخص یہہ محسوس کرے گا کہ وہ مقتدر اعلیٰ جسکی طرف یہہ اقتدار اعلیٰ منتقل ہوا ہے اس مقتدر اعلیٰ سے بالکل مختلف ہے جو ۱۸۸۴ء میں دو ایوانوں کے ساتھ اعلیٰ ترین اقتدار رکھتا تھا۔ ثانیاً یہہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۱۸۸۴ء کے بعد سے مقتدر پارلیمنٹ نہ بر بنائے کسی اصول کے بلکہ عملاً، بادشاہ کے ممالک محروسہ کے کسی حصہ میں بطور قاعدہ کے وضع قوانین کے اعلیٰ ترین اختیارات سے کام لینا چھوڑ دے۔ انھیں دونوں امکانی صورتوں پر ہم کو بہ توجہ تام غور کرنا ہے:۔

۱۔ دستور یا پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ میں امکانی تبدیلی (پارلیمنٹ کے ایکٹ ۱۹۱۱ء کا اثر)

جو امر زیر غور ہے اس کا خلاصہ یہہ ہے کہ آیا پارلیمنٹ کے ایکٹ[1] نے وضع قوانین کے اختیار کو بادشاہ[2] اور پارلیمنٹ کے دو ایوانوں سے لیکر بادشاہ اور صرف دارالعوام کی طرف منتقل کر دیا ہے یا نہیں؟ XX

اس سوال کے جواب دینے کے لئے بہترین طریقہ یہہ ہوگا کہ پہلے وضع قوانین کے ان اختیارات کی مجملاً تشریح کر دی جائے جو ۱۸ اگست ۱۹۱۱ء کی پارلیمنٹ

[1] دیکھو مخصوص طور سے پارلیمنٹ کا ایکٹ بابتہ ۱۹۱۱ء دفعات ۱ و ضمیمہ دفعہ نمبر ۱۳ ایکٹ مذکور۔

[2] پارلیمنٹ کا ایکٹ ان اقتدارات اعلیٰ میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا جو ایکٹ مذکور کے نفاذ کے پہلے سے موجود تھے اور یہہ حکم دیا گیا ہے (دفعہ ۶ پارلیمنٹ ایکٹ) کہ "اس ایکٹ کے ذریعہ سے دارالعوام کے موجودہ حقوق اور اختیارات میں نہ کسی قسم کی کمی ہوگی اور نہ وہ محدود ہو سکیں گے"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ایکٹ کے نفاذ سے عین ماقبل دارالامرا کو حاصل تھے، اور اسکے بعد ایکٹ مذکور کے اُن مخصوص اور مسلمہ اثرات کا تذکرہ کیا جائے جو علی الترتیب دارالامرا اور دارالعوام کے وسیع قوانین کے اختیارات پر موثر ہوئے۔

پارلیمنٹ کے ایکٹ کے نفاذ سے عین ماقبل کی حالت کا بیان

پارلیمنٹ سے کسی قسم کا ایکٹ نافذ نہیں ہوسکتا جب تک اس کی منظوری دارالامرا اور دارالعوام دونوں جگہہ سے نہ ہوجائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دارالامرا نے بہت ہی شاذ صورتوں میں کسی رقمی مسودہ کو بدلا یا نامنظور کیا ہے، اگرچہ امرا ہمیشہ اسکے دعویدار رہے ہیں کہ وہ ایسے مسودات کے بدلنے اور نامنظور کرنے کے مجاز ہیں، مگر انہوں نے اس اختیار سے بہت ہی مخصوص صورتوں میں کام لیا ہے۔ اسمیں بھی شک نہیں کہ کم از کم ۱۸۳۲ء سے امرا نے یہہ تسلیم کرلیا ہے کہ ہر ایسا مسودہ جو غور اور فکر کے بعد قوم نافذ کرنا چاہے، انپر لازم ہے کہ وہ اسے منظور کریں، اور کم وبیش اس مضبوط قیاس کے وجود کو بھی مان لیا ہے کہ دارالعوام عام طور سے قوم کے خیالات کا نمایندہ ہے، اور اس لحاظ سے امرا کا فرض ہے کہ وہ ہر اس مسودہ کیساتھ جو دارالعوام سے منظور ہوچکا ہو اتفاق کریں، اگرچہ وہ تجویز انکی پسند کے مطابق نہ ہو۔ وہ ہمیشہ اسپر بھی زور دیتے رہے ہیں کہ یہہ قیاس ایسا ہے جس کی تردید ہوسکتی ہے، اگر اس امر کے ثبوت میں کوئی قوی وجہہ پیش ہوسکتی ہو کہ انتخاب کنندگان فی الحقیقت یہہ نہیں چاہتے کہ مسودہ مذکور پارلیمنٹ کا ایکٹ قرار دیا جائے، مگر باوجود اس کے امرا متواتر اور مسلسل ایسے مسودات منظور کرتے رہے ہیں جن کو وہ فی الحقیقت پسند نہ کرتے تھے۔

پارلیمنٹ کے ایکٹ کے نفاذ تک یہہ مسلم تھا کہ پارلیمنٹ کا کوئی ایکٹ بغیر دارالامرا کی منظوری کے نافذ نہیں ہوسکتا؛ اور نہ دارالامرا کے اس قانونی حق یا اختیار پر کسی کو اعتراض تھا کہ وہ منظوری دینے سے انکار کرکے ایسے مسودہ کو جسے وہ ناپسند کرتا ہے رد کردے۔ یہاں دو امور قابل لحاظ ہیں ـــــ اوّل یہہ کہ اس رد کو، کم از کم ۱۸۳۲ء سے، دارالامرا نے بطور قاعدہ کے محض التوا کے لئے استعمال کیا ہے ـــ امرا نے خود اہم اصلاحی ایکٹ کے نفاذ کو تقریباً دو سال تک معرض التوا میں ڈالدیا تھا، البتہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہہ امر مشتبہ ہے کہ ۱۸۳۲ء کے بعد سے انہوں نے اپنے اس قانونی اختیار کے ذریعہ سے کسی ایسے قانون کو جسے انتخاب کنندگان جاری کرانا چاہتے ہوں دو سال کی مدت کیلئے ملتوی رکھا ہے۔ یہہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امرا نے، کم از کم ان چند سالوں میں بعض اوقات ایسے مسودات کو نامنظور کر دیا ہے جنہیں بغلبۂ آرا دار العوام منظور کر چکا تھا مگر انکی تائید میں جیسا کہ واقعات سے ثابت ہوا انتخاب کنندگان نہ تھے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دار الامرا کی کارروائی نے بعض اوقات قوم کے اختیارات کی حفاظت کی ہے۔ XXI

پارلیمنٹ کے ایکٹ کے بلا واسطہ اثرات[1]

یہہ اثرات، اصطلاحی نزاکتیں چھوڑ کر اس طرح بیان کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) اس ایکٹ سے، رقمی مسودات قانون کے متعلق دار الامرا کے تمام اختیارات وضع قوانین سلب ہو جاتے ہیں۔ دار الامرا کو یہہ اختیار ہے کہ وہ کامل ایک ماہ تک اسپر بحث کرتا رہے لیکن وہ اسکا مجاز نہیں ہے کہ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک اس مسودہ کو پارلیمنٹ کے ایکٹ ہو جانے سے روک سکے[2]

(۲) دوسرے عام مسودات کے متعلق (جن کو رقم سے تعلق نہیں ہے[3]) ایکٹ مذکور نے دار الامرا کے اختیار تنسیخ قطعی کو سلب کر لیا ہے، البتہ اس کا حق التوا باقی رکھا ہے[4]

حق التوا جو دار الامرا کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا ہے اسکی وجہہ یہہ ہے کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کی دفعہ ۱ کی رو سے کوئی ایسا مسودہ بغیر منظوری اس ایوان کے نافذ نہیں ہو سکتا جب تک کہ مسودہ مذکور نے مفصلۂ ذیل چار شرطیں نہ پوری کر لی ہوں:-

(الف) ہر مسودہ کے لئے ضرور ہوگا، کہ قبل اس کے کہ وہ بادشاہ

---

[1] اثرات بالواسطہ کے لئے دیکھو صفحہ (LI) آئندہ۔

[2] دیکھو ایکٹ پارلیمنٹ دفعات ۱ و ۳۔

[3] بہ استثنائے مسودہ توسیع انتہائی مدت قیام پارلیمنٹ زاید از پنج سال۔

[4] دیکھو دفعہ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ملاحظہ میں منظوری کے لئے پیش کیا جائے، اسے دارالعوام نے منظور کیا ہو، اور دارالامرا سے تین مسلسل اجلاسوں میں نامنظور ہوا ہو۔[1]

(ب) ہر اجلاس کے ختم ہونیکے بعد سے کم از کم ایک ماہ قبل مسودہ کا دارالامرا میں بھیجا جانا ضرور ہوگا۔[2]

(ج) ایسے مسودہ کے لئے ضرور ہوگا کہ اسپر دارالعوام کے پہلے اجلاسوں میں دوسرے بار پڑھے جانے کی تاریخ، اور اس تاریخ میں، جس میں وہ دارالعوام کے اجلاسوں میں سے تیسرے اجلاس میں منظور ہوا کم از کم دو سال کی مدت گذر چکی ہو۔[3]

XXII

(د) جو مسودہ بادشاہ کے ملاحظہ میں منظوری کیلئے پیش کیا جائے گا وہ اہم امور میں بجنسہ وہی ہوگا جو دارالامرا کے تین مسلسل اجلاسوں میں سے پہلے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا، بہ استثناء اسکے کہ خود دارالامرا نے اس میں کوئی ترمیم کی ہو یا اسکی رضامندی سے کوئی ترمیم عمل میں آئی ہو۔

پارلیمنٹ کے اس ایکٹ سے جو عجیب ضابطہ قائم ہوتا ہے اسکی توضیح آئرلینڈ کی گورنمنٹ کے ایکٹ ۱۹۱۴ء سے بخوبی ہوتی ہے، یہہ ایکٹ عام طور سے اور نیز اس مقدمہ میں، ہوم رول بل یا ایکٹ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ایکٹ مذکور دارالعوام کے تین مسلسل اجلاسوں میں سے پہلے اجلاس میں ۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء کو پیش کیا گیا: اور دارالعوام کے اسی اجلاس میں ۹ مئی ۱۹۱۲ء کو دوبارہ پڑھا گیا؛ دارالامرا نے تین مسلسل اجلاسوں میں اسکو صریحاً یا معناً نامنظور کیا۔ اسلئے

---

[1] دیکھو دفعہ ۲ (۱)۔ [2] دیکھو دفعہ ۲ (۱)۔ [3] دفعہ ۲، استثناء۔ اس ایکٹ کی رو سے دارالامرا کو یہہ حق حاصل ہے کہ وہ کم از کم دو سال اور ایک کامل ماہ کے التوا پر زور دے، اور خود دارالعوام میں قوی اختلاف اس مدت میں اور وسعت دیسکتا ہے۔ [4] معنوی نامنظوری پارلیمنٹ کے ایکٹ کی دفعہ ۲ ضمن (۳) سے پیدا ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے "ایک مسودہ کے متعلق یہہ سمجھا جائے گا کہ اسے دارالامرا نے نامنظور کیا، اگر اسے دارالامرا نے بغیر ترمیم کے منظور نہیں کیا یا ایسی ترمیم کی جس کے ساتھ دونوں ایوانوں کو اتفاق نہیں ہے"۔ ہوم رول بل تو دارالامرا نے بصراحت اپنے دوسرے اور تیسرے اجلاس میں نامنظور کیا تھا۔ ان کے تیسرے اجلاس میں بل مذکور معناً نامنظور رہا، بوجہہ اسکے کہ انہوں نے اُسے اس اجلاس میں منظور نہیں کیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ ۹ر جون ۱۹۱۴ء سے پہلے بادشاہ کے ملاحظہ میں منظوری کے لئے پیش نہیں ہو سکتا تھا؛ وہ ۱۸ر اگست ۱۹۱۴ء کو پیش ہوا، اور اسیدن قبل اسکے کہ پارلیمنٹ کا تیسرا اجلاس حقیقی طور سے برخاست ہو، بغیر دارالامرا کے اتفاق کے اس کو شاہی منظوری حاصل ہو گئی؛ اور اسطور سے وہ آئرلینڈ کی گورنمنٹ کا ایکٹ بابتہ ۱۹۱۴ء ہو گیا، جو ایکٹ بادشاہ نے منظور کیا وہ بجنسہ وہی مسودہ تھا جو منجملہ تین اجلاسوں کے، پہلے اجلاس میں دارالامرا میں ۱۶ر جنوری ۱۹۱۳ء کو بھیجا گیا تھا۔ یہاں ہم کو اس مشکل سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے جو پارلیمنٹ کے ایکٹ کی رو سے اس مسودہ کی ترمیم میں پیش آتی ہے جو ایک مرتبہ دارالامرا کے تیسرے اجلاس میں بھیجا جا چکا ہو جون ۱۹۱۴ء میں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ہوم رول بل میں السٹر کی حیثیت کے متعلق ترمیم کی جائے۔ ۲۳ر جون کو گورنمنٹ کی طرف سے دارالامرا میں ایک مسودہ اس غرض سے پیش کیا گیا کہ ہوم رول کے ایکٹ میں جو ہنوز مسودہ تھا ترمیم کی جائے۔ XXIII
اسکی نظیر ملنی مشکل ہے کہ ایک ایکٹ ایسے مسودہ کی ترمیم کیلئے نافذ کیا جائے جس نے ہنوز قانون نافذہ کا مرتبہ حاصل نہ کیا ہو۔ گورنمنٹ کی یہہ تجویز ناکام رہی ۱۸ر ستمبر ۱۹۱۴ء کو ہوم رول کا مسودہ ہوم رول ایکٹ (یا اصطلاحی طور سے آئرلینڈ کی گورنمنٹ کا ایکٹ بابتہ ۱۹۱۴ء) ہو گیا مگر بغیر ترمیم کے رہا، لیکن جسدن ہوم رول ایکٹ قطعی طور سے منظور ہوا اسیدن التوائی ایکٹ کی تاثیر سے اس میں درحقیقت ترمیم کا عمل ہو گیا اور اس بناء پر آئرلینڈ کی گورنمنٹ کا ایکٹ ۱۹۱۴ء اسوقت تک نافذ نہیں قرار پا سکتا جب تک کہ ۱۸ر ستمبر سے اسپر کسی نہ کسی طرح بارہ مہینے نہ گزر جائیں، اور ممکن ہے کہ موجودہ جنگ کے ختم تک نافذ نہ ہو سکے۔ التوائی ایکٹ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے اثر کو بیکار اور باطل کئے دیتا ہے، اور ایک جدید نافذہ قانون کے اثرات کا اسطرح باطل ہو جانا اس ضرورت کو ثابت کرتا ہے کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ سے جو ضابطہ قایم ہوا ہے اس میں کسی قسم کی ترمیم ہونی چاہئے۔

(۳) دارالعوام اس کا مجاز ہے کہ وہ کوئی مسودہ بغیر دارالامرا کے اتفاق کے بادشاہ کے ملاحظہ میں منظوری کے لئے پیش کرے، بشرطیکہ مسودہ مذکور میں پارلیمنٹ کے ایکٹ کی دفعہ ۲ کے احکام کا لحاظ رکھا گیا ہو، بلکہ یوں کہنا بہتر ہوگا کہ دارالعوام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا صدر، حسب ہدایات مندرجہ ایکٹ مذکور، اس امر کی تصدیق کرے کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کی دفعہ ۲ کی تعمیل پورے طور سے کیجا چکی ہے۔

حقیقت یہہ ہے کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ نے دارالعوام، یا یوں کہو کہ اسکی اکثریت کو مجاز کر دیا ہے کہ وہ ہر قسم کا قانون نافذ کریں، بشرطیکہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کی دفعہ ۲ کے مراتب کی تکمیل کر لی گئی ہو؛ مگر اس کے بعد بھی دارالامرا کے ہاتھ میں التوا کا اختیار رہجاتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ ایک مسودہ کو پارلیمنٹ کا ایکٹ ہونے سے یقیناً دو سال سے زیادہ، اور ممکن ہے کہ اس سے بہت زیادہ مدت تک روک سکتا ہے[1]

XIV اس صورت میں یہہ کہا جا سکتا ہے کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ نے پارلیمنٹ کے

---

[1] پارلیمنٹ کا ایکٹ دارالعوام کے حقوق اور مرافق میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کرتا (دفعہ ۶ ایکٹ مذکور) اس میں بادشاہ کے اختیار تنسیخ کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ اس کے وجوہ سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس اختیار سے کم از کم صوبوں سے بالکل کام نہیں لیا گیا ہے۔ 'برک' کے یہہ مشہور الفاظ ہمیشہ خیال میں رکھنے چاہئیں کہ "بادشاہ کا مسودہ کو منسوخ کر دینے کا اختیار ان شاہی حقوق میں سے ہے جنکی نسبت کبھی شبہہ نہیں کیا گیا ہے، اور وہ ہر حالت پر حاوی ہے۔ میں یقین کے ساتھ یہہ کہنے کیلئے تیار نہیں ہوں کہ اگر بعض ایسے قوانین جو میرے علم میں ہیں، شاہی قلم کی ایک گردش سے منسوخ کر دیئے جاتے، تو خلائق عامہ کو کوئی نقصان عظیم برداشت کرنا پڑتا۔ مگر یہاں ان اختیارات کو کام میں لانے کی مناسبت یا غیر مناسبت سے بحث نہیں ہے۔ انکو کام میں نہ لانا خود ایک دانشمندانہ عمل ہے، اور ان کا معطل رہنا ہی انکے وجود کا محافظ ہے؛ اور ان کا وجود ایسے مواقع پر کہ انکو کام میں لانے کی ضرورت ہو خود دستور کے تحفظ کا ذریعہ ہو سکتا ہے"۔ 'برک' کا خط 'بسٹل' کے صدر بلدیہ کے نام، جلد ۳ اشاعت ۸۰۸ صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱ و اشاعت ۱۸۷۲ء جلد دوم صفحہ ۲۸۔ 'برک' کی رائے کی صحت تجربہ ثابت کر رہا ہے۔ اس تنسیخی اختیار نے زمانہ حال کے ان خوشگوار تعلقات کی ترقی میں، جو انگلستان، اور اس کی خود مختار نوآبادیوں میں قایم ہیں، بیحد آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ اس نے انگلستان، اور نوآبادیوں کی سیاست کو اس قابل کر دیا ہے کہ وہ شاہی وحدت (Imperial Unity) کو اس حالت کے ساتھ جو تقریباً نوآبادیوں کی خود مختاری کے مساوی ہے، ممزوج کر کے ایسی مجموعی صورت قائم کر سکتی ہے جو بالآخر سلطنت انگلستان کے لئے موجب نجات ثابت ہو سکتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اقتدار کو بادشاہ اور دارالعوام کی بادشاہی میں تبدیل کر دیا ہے لیکن بہمہ وجوہ صحیح رائے یہی ہے کہ اقتدار اعلیٰ ابھی تک بادشاہ، اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس رائے کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔ اوّل یہ کہ بادشاہ، اور دونوں ایوان، بغیر پارلیمنٹ کے ایکٹ کی خلاف ورزی کے، ہر قسم کا قانون نافذ اور منسوخ کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ دارالامرا، دارالعوام کو اس امر سے نہیں روک سکتا کہ وہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت میں کسی دستور میں تغیر و تبدل کرے، بشرطیکہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تمام مراتب کی تکمیل کر لی گئی ہو، تاہم ایکٹ مذکور کے قیام تک، اس کا ضرور مجاز ہے کہ کسی ایسے ایکٹ کے نفاذ کو روک دے جس کا فائدہ اس کے فوری نفاذ پر منحصر ہو۔

اسلئے بہمہ وجوہ موجودہ حقیقی حالت کے متعلق صحیح قانونی بیان یہی ہے کہ اقتدار اعلیٰ ہنوز پارلیمنٹ یعنی باہم بادشاہ اور دونوں ایوانوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ نے دارالعوام کے اقتدار اعلیٰ کے حصہ میں بڑا اضافہ کر دیا ہے، اور دارالامرا کے حصہ میں بہت کمی ہو گئی ہے۔

۴۔ پارلیمنٹ کے اعلیٰ اختیارات کے رقبہ میں عملی تبدیلیاں

(مقتدر پارلیمنٹ کے تعلقات ڈومینین یعنی ماتحت حکومتوں کے ساتھ)

'ڈومینین' کی اصطلاح کے مفہوم میں اور اس میں شامل کینیڈا، نیوفاؤنڈلینڈ، XXV

---

[1] 'ڈومینین' کی اصطلاح کے استعمال کیلئے دیکھو انگریزی قومیت اور ممالک غیر کے باشندگان کی حیثیت کا ایکٹ بابتہ ۱۹۱۴ء، ۵، جارج پنجم مفصل ۱۷، ضمیمہ اول، اور مقابلہ کرو خصوصیت کے ساتھ انگریزی نوآبادیوں کا نمایندہ اور ذمہ دار حکومتوں کے ساتھ صفحات 98-116۔ آئندہ

'ڈومینین' میں اکثر وہ ممالک شریک ہیں جو ۱۸۸۴ء میں یا تو ایسا ملک تھا جسکی حکومت اسی نوآبادی کو حاصل تھی یا ایسے ممالک تھے جنکی حکومتیں انھیں نوآبادیوں کے ہاتھ میں تھیں لیکن یہ بیان کامل صحت کے ساتھ ہر 'ڈومینین' پر صادق نہیں آسکتا مثلاً مغربی آسٹریلیا، کو جو اسوقت جمہوری آسٹریلیا کی ایک ریاست ہے ۱۸۹۰ء تک کوئی ذمہ دار حکومت نہیں ملی تھی اور نیٹال کو جو اسوقت جنوبی افریقہ کے اتحاد کی ایک ریاست ہے ۱۸۹۳ء تک کوئی اختیار نہیں ملا تھا جنوبی افریقہ کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جمہوری آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، اور جنوبی متحدہ آفریقہ کی ماتحت حکومتیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک، ایک خود مختار نوآبادی ہے یعنی ہر نوآبادی میں خود اسکی پارلیمنٹ، یا نمائندہ مجلس وضع آئین و قوانین، اور ایک ذمہ دار گورنمنٹ موجود ہے، یا یوں کہو کہ ایک ایسی گورنمنٹ موجود ہے جو اس قسم کی مجلس وضع آئین و قوانین کے پاس ذمہ دار ہے۔

ہمارے مضمون کے لحاظ سے یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں:

سوال اوّل یہہ ہے کہ ۱۸۸۴ء میں جو تعلقات مقتدر پارلیمنٹ کی ایک خود مختار نوآبادی مثلاً نیوزیلینڈ کے ساتھ تھے، انمیں اور ان تعلقات میں جو ۱۹۱۴ء میں پارلیمنٹ مذکور کو نیوزیلینڈ کے ساتھ ہیں کیا فرق ہے؟

قبل اسکے کہ اس سوال کا براہ راست کوئی جواب دیا جائے یہہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو اہم امور میں مقتدر پارلیمنٹ[1] کے ان تعلقات میں جو خود مختار نوآبادیوں کے ساتھ تھے، خواہ وہ حکومتوں کے نام سے موسوم کیجائیں یا نہ کیجائیں، ۱۸۸۴ء کے بعد سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔

اولاً یہہ کہ مقتدر پارلیمنٹ کو ۱۹۱۴ء میں بھی جیسا کہ ۱۸۸۴ء میں تھا، یہہ دعوے ہے کہ اسکو سلطنت انگریزی کے ہر حصہ میں کامل اعلیٰ اختیارات حاصل ہیں؛ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اتحاد ایک بڑے درجہ تک ایسی ریاستوں سے مرکب ہے جو ۱۸۸۴ء میں اگرچہ بادشاہ کی سیادت میں تھیں مگر (قوم بور کی حکومت کے تحت میں) تقریباً خود مختار تھیں۔

اس مقدمہ میں جہانتک کہ بصراحت نہ بیان کیا جائے یا سیاق عبارت سے نہ پیدا ہو مفصلہ ذیل نوآبادیونکی حیثیت سے کوئی بحث نہیں کیگئی ہے:۔ (۱) شاہی نوآبادیاں (۲) بہامس، بارباڈوز، اور برموڈا کی تین نوآبادیاں جنمیں نمائندہ حکومت ہے مگر ذمہ دار حکومت نہیں ہے۔ (۳) برٹش انڈیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس مقدمہ میں مقتدر پارلیمنٹ کے جن تعلقات کا نوآبادیوں کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے وہ مخصوص طور سے یا تقریباً مخصوص طور سے ان تعلقات سے بحث کرتا ہے جو مقتدر پارلیمنٹ اور پانچ "ڈومنین" میں قائم ہیں۔ [1] اس اصطلاح سے مراد وہ ہے جس کو ہمارے دستور پر لکھنے والا ایک انگریز صرف "پارلیمنٹ" کے نام سے موسوم کریگا یعنی سلطنت ہائے متحدہ کی پارلیمنٹ۔ ایسے موقع پر جہاں سلطنت ہائے متحدہ اور ایسی حکومتوں کی پارلیمنٹوں کے تعلقات سے بحث کرنا ہو جہاں خود انکی نمائندہ مجالس وضع قوانین موجود ہوں، اور جو عام طور سے اور بعض اوقات پارلیمنٹ کے ایکٹوں میں بھی،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکا یہہ دعویٰ، جو ہر ریاست پر حاوی ہے، سلطنت کی ہر ایسی عدالت میں جو بادشاہ کے زیر حکم کام کرتی ہے بطور صحیح قانونی اصول کے تسلیم کیا جائے گا۔ اس میں کلام نہیں ہوسکتا کہ ہر ریاست کا دستور عام طور سے مقتدر پارلیمنٹ کے ایکٹ سے آغاز ہوتا اور اسی پر منحصر رہتا ہے، اور ان دستوری قوانین کو یقیناً مقتدر پارلیمنٹ بدل سکتی ہے۔ XXVI

ثانیاً یہہ کہ پارلیمنٹ نے ۱۸۸۴ء سے بہت قبل اس اصول کی صداقت تسلیم کر لی تھی جسے برک[1] اس قدر زور کے ساتھ اپنے معاصرین کے ذہن نشین کرانا چاہتا تھا؛ اسکا کہنا یہہ تھا کہ انگلستان کی پارلیمنٹ کی سخت غلطی ہے اگر وہ میسوچوسٹس میں اسقدر قطعی اختیارات برتنے کی کوشش کرے جتنے وہ مڈل سیکس میں برتتی ہے شاہی حقوق کے استعمال کی صحیح حد انسانی قوانین سے نہیں، بلکہ اشیا کی فطری حالت سے قایم ہوتی ہے؛ اگر کوئی پارلیمنٹی یا دوسری قسم کا بادشاہ یہہ کوشش کرے کہ اسکی وسیع سلطنت کے ہر جزو میں اس کا اختیار مساوی طور سے جاری ہو، تو اسکی یہہ کوشش محض بیکار ثابت ہوگی۔ اس مقولہ کے پورے طور سے تسلیم کرلئے جانے کا اظہار ایک قابل لحاظ واقعہ سے ہوتا ہے، اور وہ یہہ ہے کہ مقتدر پارلیمنٹ نے ۱۸۸۴ء بلکہ اسکے بہت قبل سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ پارلیمنٹ کے نام موسوم کیجاتی ہوں، 'مقتدر پارلیمنٹ' کی اصطلاح کا استعمال موجب آسانی ہے۔ 'مقتدر پارلیمنٹ' کی اصطلاح نوآبادیوں کے قوانین میں بھی استعمال ہوی ہے مثلاً جمہوری آسٹریلیا کے تعبیری ایکٹ ۲ء باتہ ۱۹۰۱ء میں۔

[1] برک کے الفاظ یہہ ہیں کہ تم کون ہو جو اسقدر غیظ و غضب کا اظہار، اور فطرت کی جکڑبند سے آزاد ہوجانے کی کوشش کرو؟ ہر ایسی قوم کو جو وسیع سلطنت کی مالک ہے اسی قسم کے حالات پیش آتے ہیں، تمہاری حالت اسسے بدتر نہیں ہے، یہہ حالت حکومت کی ہر شکل میں پیش آتی ہے خواہ وہ کوئی شکل اختیار کرے۔ بڑے اجسام میں طاقت کے دوران کا اطراف اور جوانب میں کم ہونا ایک لازمی امر ہے، یہہ فطرت کا قانون ہے۔ ترک، مصر، عرب اور ترکستان پر اسیطرح حکومت نہیں کرسکتے جسطرح وہ تھریس میں کرتے ہیں؛ اور نہ کریمیا اور الجیریا میں انکے وہ اختیارات ہیں جو برسا اور سمرنا میں ہیں۔ خود مختار بادشاہوں کو بھی داد و ستد کے اصول پر کام کرنا پڑتا ہے سلطان کو اسقدر اطاعت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

XXVII

انگریزی نوآبادیوں[1] پر، خود اپنے اختیار سے، انگلستان کے فائدہ کے لئے، کسی قسم کا ٹیکس عاید کرنا موقوف کر دیا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ کا کلی اقتدار، اگرچہ اصولاً تسلیم کیا جاتا ہے مگر اس کا استعمال پورے طور سے صرف سلطنتہائے متحدہ (برطانیہ عظمیٰ) میں ہوتا ہے۔

ایک طالب علم یہ سوال کر سکتا ہے کہ ریاستوں کے تعلقات میں پارلیمنٹ کے کلی اقتدار اعلیٰ پر زور دینے سے کیا فائدہ ہے؟ جبکہ یہ مسلم ہے کہ پارلیمنٹ سلطنتہائے متحدہ سے باہر نہ ان تقریباً فرضی اختیارات کو پورے طور سے استعمال کرتی ہے اور نہ آئندہ استعمال کرنے کا احتمال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو طالب علم پارلیمنٹ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پر قناعت کرنی پڑتی ہے جو وہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اپنی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے انھیں حکومت کی باگ ڈھیلی رکھنی پڑتی ہے، انکے مرکزی اقتدار کا تمام زور اس پر منحصر ہے کہ انہوں نے دانشمندانہ طریقہ سے اپنی جملہ سرحدات کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے۔ امپیرین کو غالباً اپنے صوبہ جات میں وہ اقتدار حاصل نہیں ہے جو تم کو اپنے صوبہ جات میں حاصل ہے۔ اسے خواہشات کی تکمیل کرنا پڑتا اور اپنے وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یہ وسیع اور متفرق سلطنتوں کی غیر تبدیل ہونے والی حالت اور غیر متغیر قانون ہے۔ برک بر مصالحت با امریکہ، جلد سوم اشاعت ۱۸۰۱ء صفحہ ۵۶ و ۵۷۔

[1] مقتدر پارلیمنٹ کا نوآبادیوں پر خواہ وہ خود مختار ہوں یا غیر خود مختار ٹیکس عاید کرنے کے اختیار سے دست بردار ہو جانا دو مراتب طے کر چکا ہے۔ ۱۷۶۳ء سے جو ٹیکس مقتدر پارلیمنٹ نے کسی نوآبادی پر عاید کیا ہے خواہ وہ شاہی نوآبادی ہی کیوں نہ ہو وہ اس نوآبادی کے فائدہ کے لئے عاید کیا گیا ہے اور اسکی آمدنی اسی نوآبادی کے حوالے کر دی گئی ہے لیکن اسوقت تک کہ قوانین جہازرانی کی تنسیخ ۱۸۴۹ء کی پارلیمنٹ سے عمل میں آئی، ہمارے مجموعی نظام جہازرانی کی تائید میں، اس سامان پر جو نوآبادی میں داخل ہو محصول لینے کا طریقہ جاری رہا، اگرچہ اسکی آمدنی انھیں نوآبادیوں کو دیدی جاتی تھی۔ ۱۸۴۹ء سے کوئی شاہی ایکٹ ایسا نہیں نافذ ہوا ہے جسکے ذریعہ سے کسی نوآبادی پر کوئی ٹیکس عاید کیا گیا ہو، اور نہ کسی نوآبادی کو مقتدر پارلیمنٹ نے مجبور کیا ہے کہ وہ سلطنتہائے متحدہ کے مصارف یا حکومت انگریزی کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے اس دعوی کو کہ اُسے تمام انگریزی حکومت میں قطعی شاہی حق حاصل ہے پیش نظر نہیں رکھے گا وہ یہہ نہیں سمجھ سکیگا کہ کس وسعت کے ساتھ یہہ اعلیٰ اختیار بعض اوقات سلطنتہائے متحدہ کے حدود سے باہر فی الحقیقت کام میں لایا گیا ہے، اور اگرچہ یہہ امر تعجب انگیز معلوم ہو مگر فی الحقیقت وہ ان قیود کا اندازہ بھی نہ کر سکے گا، جو انگلستان اور نیز نوآبادیوں کے مدبرین کے کامل اتفاق کے ساتھ، کم از کم نوآبادیوں کے متعلق، پارلیمنٹ کے ان اصولی غیر محدود اختیارات کے حقیقی استعمال میں لگا دیگئی ہیں۔ مزید براں مقتدر پارلیمنٹ کے اس اختیار کو تسلیم کر لینا کہ اس کو جملہ سلطنت کیلئے وضع قوانین کا اختیار ہے بعض اوقات خود نوآبادیوں کے لئے موجب آسانی ہو جاتا ہے۔ کم از کم ان باہوش لوگوں کی نظر میں جو مہذب سلطنتوں کے بیشتر حصہ کے اخلاقی اصول سے متفق ہیں، یہہ غنیمت معلوم ہوا ہوگا کہ ۱۸۳۳ء میں مقتدر پارلیمنٹ کو یہہ موقع ملا کہ اس نے سلطنت انگریزی کے ہر حصہ میں غلامی کی ممانعت کر دی، اور آجتک تمام سلطنت میں غلاموں کی تجارت کی تجدید یا عدالتی مقاصد کیلئے زدوضرب کی مانع ہے۔

اب ہم اس مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، کہ جو تعلقات مقتدر پارلیمنٹ کے ۱۸۸۴ء میں خود مختار نوآبادیوں کے ساتھ تھے، انہیں اور ان تعلقات میں جو مقتدر پارلیمنٹ کو ۱۹۱۴ء میں نوآبادیوں کے ساتھ ہیں، کیا فرق ہے۔

مقتدر پارلیمنٹ کے وہ تعلقات جو ۱۸۸۴ء میں ایک خود مختار نوآبادی مثلاً نیوزیلینڈ، کے ساتھ تھے۔

اسمیں شک نہیں کہ مقتدر پارلیمنٹ نے انگلستان کے سیاست داں لوگوں کے زیر ہدایت، تیس سال قبل عملاً یہہ تسلیم کر لیا کہ ایک خود مختار نوآبادی کو جیسی کہ نیوزیلینڈ ہے یہہ اجازت ہونی چاہئے کہ وہ مقامی معاملات کے قوانین خود وضع کرے۔ مگر اسپر بھی بعض اوقات پارلیمنٹ نیوزیلینڈ یا دوسری خود مختار نوآبادیوں کیلئے قوانین وضع کرتی رہی ہے۔ اسطور سے انگلستان کے ۱۸۳۳ء کے ایکٹ دیوالیہ کی رو سے XXVIII

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حفاظت کے لئے کسی قسم کا ٹیکس ادا کرے۔

مگر مقتدر پارلیمنٹ، جزیرہ مین، (Isle of Mann) پر اب بھی محصول کر درگیری عاید کرتی ہے۔ دیکھو ۳، ۴ جارج پنجم، فصل ۱۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوالیہ کی جائداد فی الحقیقت امناء دیوالیہ کی طرف منتقل ہو جاتی تھی، جیسا کہ اسوقت بھی ہوتا ہے، یہی نہیں بلکہ اسکی جائداد غیر منقولہ کا بھی یہی حال تھا، خواہ وہ انگریزی سلطنت کے کسی حصہ میں واقع ہو، اور جو برائت انگریزی دیوالیہ ایکٹ ۱۸۸۳ء کے تحت میں دیجاتی تھی، اور دیجاتی ہے، وہ اب بھی ان تمام قرضوں کی برائت متصور ہوتی ہے جو دیوالیہ نے انگریزی سلطنت کے کسی حصہ مثلاً نیوزیلینڈ یا جمہوری آسٹریلیا میں لئے ہوں۔ اسی طرح سلطنت کے حق تنسیخ سے کسی نہ کسی شکل میں ۱۸۸۳ء بلکہ اس کے بعد تک، بعض اوقات نوآبادیوں کے ایسے قوانین کے نفاذ میں مزاحمت کا کام لیا جاتا رہا جنہیں اگرچہ نوآبادیوں کے باشندوں اور وہاں کی مجالس وضع قوانین نے منظور کر لیا تھا، مگر وہ انگلستان کے باشندوں کے اخلاقی احساسات اور انکے خیالات کے خلاف تھے۔ اسی اصول پر نوآبادیوں کے ان مسودات قانون کو جو مرد کو اپنی متوفی بیوی کی بہن یا عورت کو اپنے متوفی شوہر کے بھائی کیساتھ نکاح کے جواز میں تھے، سلطنت یا یوں کہو کہ وزرا کی تحریک پر پارلیمنٹ نے نامنظور کر دیا۔ اسمیں شک نہیں کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا انگلستان کے مدبرین کا رجحان اسطرف بڑھتا گیا کہ نوآبادیوں کے ایسے قوانین میں جو ایک خود مختار نوآبادی کے اندرونی انتظام سے متعلق ہوں، اعلیٰ اختیار یا دوسرے طریقہ سے کوئی دست اندازی نہ کی جاوے؛ مگر پھر بھی اس قسم کی دست اندازیاں ہوتی رہیں۔ علاوہ اسکے ۱۸۸۴ء میں، ہر نوآبادی کی اعلیٰ عدالت کے فیصلہ جات کا مرافعہ انگلستان کی پریوی کونسل میں ہوتا تھا؛ اور ۱۸۸۴ء میں انگریزی حکومت یہہ سمجھتی ہوگی کہ نوآبادیات کے کابینہ کی ایسی انتظامی کارروائیوں میں جو انگلستان کے تصور انصاف کے خلاف ہوں، دخل دہی کی مجاز ہے۔ ۱۸۸۴ء میں انگریزی تعظم و نسق کا یہہ بھی ایک صریح اصول تھا کہ انگریزی نوآبادیات کے باشندے کسی ملک غیر کی سلطنت

۱؎ دیکھو ڈائسی کا "اختلاف قوانین" (اشاعت دوم) صفحات ۳۲۹-۳۲۳۔ ۲؎ ڈائسی کا قانون متذکرۂ بالا صفحہ ۴۴۱ و مقدمہ ایلس بنام ایم ہنری (۱۸۷۱) لا رپورٹ (۶) سی، پی ۲۲۸ و ۲۳۴-۲۳۶؛ مگر اسکا مقابلہ کرو نیوزلینڈ لون کمپنی بنام مورلیس [۱۸۹۸] اے سی ۳۴۹ متذکرہ "اختلاف قانون" صفحہ ۳۴۲۔ ۳؎ دیکھو صفحات 111-116 آئندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بتوسط یا بلا توسط کسی قسم کے عہد نامہ کی کارروائی میں حصّہ نہیں لے سکتے تھے۔ اور نہ اس سے تیس سال قبل انگلستان یا خود مختار نوآبادیاں ان کانفرنسوں کے عام فوائد سے واقف تھیں جو اسوقت انگلستان کی سیاسی زندگی کا ایک مسلم جز ہوتی جاتی ہیں، اور جن میں انگلستان اور نوآبادیوں کے وزرا نوآبادی کی حکمت عملی کے مسائل پر باہم بحث کرتے ہیں، اور اسطور سے عملاً یہہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ جو امور جملہ سلطنت کی بہبود پر موثر ہیں انکے ساتھ نوآبادیوں کو تعلق اور دلچسپی ہے۔ ۱۸۸۴ء میں انگلستان کے کسی مدبر کے ذہن میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کسی نوآبادی کے لئے اسکا امکان ہے کہ وہ ایسی لڑائی میں جو انگلستان اور کسی غیر سلطنت سے ہو رہی ہو غیر جانبدار رہے۔ XXIX

مقتدر پارلیمنٹ کے تعلقات ۱۹۱۴ء میں ایک ڈومینین[1] (ماتحت حکومت) کے ساتھ۔

یہہ تعلقات اسوقت مفصلہ ذیل سرسری قواعد میں بیان کئے جا سکتے ہیں:۔

قاعدہ اول۔ ہر ایسے معاملہ میں جسکا تعلق براہ راست شاہی ضرورتوں سے ہو، مقتدر پارلیمنٹ (روز افزوں احتیاط کے ساتھ) ایسے قوانین نافذ کرے گی جو حکومتہائے ماتحت سے متعلق ہونگے اور وہاں دوسرے طریقہ سے شاہی اختیار کام میں لائے گی۔

مگر یہہ قاعدہ محض انہیں معاملات میں برتا جاتا ہے جن کا اثر براہ راست اور بلاشک وشبہ شاہی ضرورتوں پر پڑتا ہے۔

قاعدہ دوم۔ پارلیمنٹ کسی ماتحت حکومت یا وہاں کے واضعان قانون کو یہہ حق نہیں دیتی کہ

(**الف**) وہ پارلیمنٹ کے کسی ایسے ایکٹ کو جو حکومت ماتحت سے متعلق ہو منسوخ کر دے (بہ استثنائے اس صورت کے کہ وہ خود مقتدر پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ سے منسوخ کیا جائے)۔

(**ب**) خود اپنے اختیار سے کوئی عہد نامہ کسی ملک غیر کی سلطنت کے ساتھ کرے؛

---

[1] "ڈومینین" کے معنی کے لئے دیکھو صفحہ XXIV نوٹ (۱)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ج) اس لڑائی میں جو بادشاہ اور کسی ملک غیر کی سلطنت کے ساتھ ہو، غیر جانبدار رہے، یا عام طور سے کسی ملک غیر کی سلطنت سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرے جسے سلطنت مذکور تمام انگریزی سلطنت کیلئے عام کرنا نہ چاہتی ہو[1]

یہہ ظاہر ہے کہ ان دو قاعدوں کے تحت میں مقتدر پارلیمنٹ کو اس کا حق حاصل ہے، اور وہ بعض اوقات اس کو کام میں بھی لاتی ہے کہ ایسے معاملات میں جو حکومت ماتحت کی خوشحالی پر زیادہ تر موثر ہوں قانون وضع کرے، اور اسطور سے بعض لحاظ سے حکومت ماتحت کی پارلیمنٹ کے اختیارات وضع قوانین اور اسکی کابینہ کے انتظامی اختیارات بمقدار کافی گھٹا دے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ جب تک موجودہ حالات میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا، مقتدر پارلیمنٹ ہر حکومت ماتحت کو، ایسے معاملات میں جن کا تعلق شاہی ضروریات سے ہے، اس حد تک جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں، مقتدر پارلیمنٹ کی بادشاہت کے تابع قرار دیتی ہے۔ XXX

قاعدہ سوم ۔ مقتدر پارلیمنٹ اب یہہ تسلیم کرتی ہے، اور اسپر عمل پیرا بھی ہے، کہ ہر حکومت ماتحت کو، کم از کم ان معاملات میں جو اسکے ملک کے اندر واقع ہوں، آزادی کا اتنا ہی اخلاقی حق پیدا ہو گیا ہے جتنا بلحاظ اقتضاء حالات کسی ایسے ملک کو دیا جا سکتا ہے جو ابتک انگریزی حکومت میں شامل ہے۔

اندرونی معاملات میں آزادی کی وسعت کی مفصلۂ ذیل مثالیں ہو سکتی ہیں۔

پارلیمنٹ، (بہ استثنائے اس صورت کے کہ خود حکومت ماتحت خواہش کرے) ایسے معاملات میں جن کا تعلق محض ایسی ماتحت حکومت مثلاً نیوزیلینڈ[2] کی اندرونی ضروریات سے ہوتا ہے، کوئی قانون وضع نہیں کرتی۔

ہر حکومت ماتحت کے واضعان قانون کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے ملک کے حدود ارضی کے لئے، ایسے امر کے متعلق جس کا تعلق محض انکے اندرونی ضروریات سے ہو، کوئی قانون وضع کریں۔

کسی حکومت ماتحت مثلاً نیوزیلینڈ کے نافذ کردہ قانون کی تنسیخ یا کسی طور سے

---

[1] دیکھو کیتہ کی کتاب موسومہ "حکومتہائے ماتحت میں ذمہ دار گورنمنٹ" صفحہ ۱۱۱۹ تا ۱۱۲۲۔

[2] دیکھو کیتہ کی کتاب "حکومتہائے ماتحت میں ذمہ دار گورنمنٹ" صفحہ ۱۳۱۶ تا ۱۳۲۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نامنظوری[1] کا جو شاہی، یعنی وزارت انگلستان، کا حق ہے، وہ اب نہایت احتیاط کے ساتھ کام میں لایا جاتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مطلق کام میں نہیں لایا جائے گا، جب تک کہ قانون مذکور صریحی طور سے شاہی ضروریات میں حارج نہ ہو، یا حکومت ماتحت کے واضعان قوانین کے حدود اختیارات سے زائد ہونے کی وجہ سے باطل نہ سمجھا جائے۔

اسطور سے سلطنت، یا یوں کہو کہ وزارت انگلستان اب کسی حکومت ماتحت کے نافذکردہ قانون کو، اس بنا پر کہ وہ سلطنت متحدہ کے مفاد کی بواسطہ مخالف ہے، یا ان قانونی (مثلاً آزاد تجارت) اصول سے جو عام طور سے انگلستان میں قابل قبول سمجھے جاتے ہیں، مطابق نہیں ہوتا، منسوخ یا کسی طور سے نامنظور نہ کرے گی۔

اگر حکومت ماتحت (مثلاً نیوزیلینڈ)[2] ایسے معاملات میں جو کلیتہً نیوزیلینڈ میں واقع ہوے ہوں کسی جرم کے متعلق معافی دے یا معافی دینے سے انکار کرے تو انگریزی گورنمنٹ اس ملک کی گورنمنٹ کی انتظامی کارروائی میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے گی۔

ہر حکومت ماتحت کو اب یہہ مسلّمہ اور کامل اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی حفاظت کیلئے بری اور بحری فوج مہیا کرے۔ انگلستان کی حکمت عملی کا زیادہ تر رجحان اسیطرف ہے XXXI
کہ حکومت ہائے ماتحت سے انگریزی فوج اٹھالے اور ہر حکومت ماتحت کو ترغیب دے کہ وہ اپنی حفاظت کا سامان خود کرے اور اپنے لئے بحری بیڑا تیار کرے تاکہ اسکے ذریعہ سے سلطنت انگلستان کی قوت مدافعت میں اضافہ ہوجائے۔

شاہی گورنمنٹ اب اسپر آمادہ ہے کہ حکومتہائے ماتحت کی درخواست پر اپنے نظام دستور سے، جزءاً یا کلاً اس حق کو خارج کردے جو پریوی کونسل[3] کو حکومتہائے ماتحت کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کے مرافعہ کی سماعت کے متعلق حاصل تھا۔

شاہی گورنمنٹ اب اسپر بھی آمادہ ہے کہ حکومتہائے ماتحت کی استدعا پر

---

[1] دیکھو صفحہ 111

[2] دیکھو کیتہ، کی کتاب محولہ بالا صفحہ ۱۵۸۳۔

[3] دیکھو آسٹریلیا کا جمہوری دستور، دفعہ ۷۴؛ و ایکٹ جنوبی افریقہ بابتہ سنہ ۱۹۰۹ء دفعہ ۱۰۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انکو یہ اختیار دیدے کہ وہ اپنے ملک کے دستور میں بذریعہ قانون ترمیم کرسکیں، اگرچہ دستور مذکور مقتدر پارلیمنٹ کے ایکٹ[1] کے ذریعہ سے قائم ہوا ہو۔

قاعدہ چہارم - اب یہہ عملدرآمد ہوگیا ہے کہ انگلستان میں وقتاً فوقتاً کانفرنسیں ہوتی رہیں، اور انمیں انگلستان کا وزیر اعظم اور ہر حکومت ماتحت کا وزیر شریک ہو، اور ان تمام معاملات پر جو سلطنت کے مفاد اور حکمت عملی کے متعلق ہوں مشورہ اور بحث کیجائے؛ اس بناء پر یہہ کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی کانفرنسوں کا وقتاً فوقتاً انعقاد، ہر حکومت کا اخلاقی حق متصور ہونے لگا ہے۔

ان کانفرنسوں سے، جو تیس سال قبل کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھیں، اور جن کی موجودہ تشکیل ۱۹۰۷ء سے پہلے کی نہیں ہے، نہایت صاف طریقہ سے اس تدریجی، اور اس لحاظ سے زیادہ تر اہم، تبدیلی کا پتا چلتا ہے جو انگلستان، اور اس کی خود مختار نوآبادیوں کے تعلقات میں واقع ہوئیں۔

پس اس سوال زیر بحث کا کہ انگلستان (یا زیادہ تر صحت کے ساتھ مقتدر پارلیمنٹ) کے ان تعلقات میں جو ۱۸۸۴ء میں خود مختار نوآبادیوں کے ساتھ تھے اور ۱۹۱۴ء کے تعلقات میں کیا فرق ہے، مختصراً یہہ جواب ہوسکتا ہے کہ: مقدم الذکر زمانہ میں انگلستان نے خود مختار نوآبادیوں کو اسیقدر آزادی دی جو انکے اندرونی اور مقامی معاملات کے حقیقی انتظام کے لئے ضروری تھی۔ مگر اسوقت کے انگلستان کے مدبرین کا یہہ منشا تھا کہ ہر خود مختار نوآبادی کی وزارت اور مجالس وضع قوانین کی کارروائیوں پر حقیقی اور موثر نگرانی کا اختیار اس حد تک مقتدر پارلیمنٹ اور اسکی نمایندہ کی حیثیت سے شاہی حکومت کے لئے محفوظ رکھا جائے کہ وہ نگرانی بالصراحت حقیقی مقامی معاملات کے انتظام میں انکی خود مختاری کے مخالف نہ ہو۔ ۱۹۱۴ء میں نوآبادیوں کے متعلق انگلستان کا طرز عمل یہہ ہے کہ ہر ماتحت حکومت کو قطعی، غیر محدود، اور کامل مقامی آزادی دیجائے، مگر اسی حد تک کہ حکومت ماتحت کی یہہ کامل آزادی سلطنت کیساتھ

XXXII

[1] دیکھو خصوصیت کے ساتھ جنوبی افریقہ کا ایکٹ بابتہ ۱۹۰۹ء دفعہ ۱۰۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وفاداری میں ہارج نہ ہو۔ اسپر یہہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ 'انگلستان' کے یہہ دو تعلقات اپنی خود مختار نوآبادیوں کے ساتھ، جو اسوقت حکومتہائے ماتحت کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں، فی الحقیقت ایک ہی ہیں، صرف کسی قدر لفظی اختلاف کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ یہہ اعتراض اگرچہ بظاہر وجہی معلوم ہوتا ہے، مگر فی الحقیقت صحیح نہیں ہے۔ میری کوشش یہہ تھی کہ میں ایک ہی تعلق کو دو نقطۂ نظر سے بیان کروں اور اس کا اسطور سے دو نقطۂ نظر سے دیکھا جانا عملی نتائج پیدا کرتا ہے۔ ۱۸۸۴ء میں یہہ تسلیم کیا جاتا تھا، جیسا کہ آج تسلیم کیا جاتا ہے کہ خود مختار نوآبادیوں کو خود مختار حکومتوں کے حقوق ملنے چاہئیں؛ مگر ۱۸۸۴ء میں ہر نوآبادی کا خود مختار حکومت کے اختیارات سے کام لینا 'انگلستان' کی پارلیمنٹ اور شاہی حکومت کی اس حقیقی حق نگرانی کے ماتحت سمجھا جاتا تھا جو انکو نوآبادیوں میں ایسے قوانین کے وضع کئے جانے کی نسبت حاصل تھا جو 'انگلستان' کے مفاد یا اسکی سیاسی احتیاط کے خلاف ہوسکتے تھے۔ ۱۹۱۴ء میں 'نیوزیلینڈ' کی خود مختار حکومت کے یہہ معنی ہیں کہ وہ قطعی طور سے، بغیر کسی روک ٹوک کے، کامل خود مختار حکومت ہے، اسکے لئے اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ 'انگلستان' کی آسانیوں یا اسکے اخلاقی فرایض کا کوئی خیال کرے۔ اس مقامی حکومت کی کامل آزادی کی حد یہہ ہے کہ وہ حقیقی مقامی معاملات سے آگے نہ بڑھنے پائے، اور اس سے سلطنت کے ساتھ وفاداری میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ اسوقت نوآبادیوں کی آزادی کا مفہوم یہہ ہے کہ ہر نوآبادی کی آزادی اسی حد تک مناسب ہے کہ وہ سلطنت کا ایک جزشمار ہونے سے خارج نہ ہوجائے۔

دوسرا سوال یہہ ہے کہ۔ راے کی وہ کونسی تبدیلیاں ہیں جنہوں نے 'انگلستان' اور اسکی ماتحت حکومتوں کے تعلقات کو بدل دیا ہے[1]؟

XXXIII عہد وکٹوریہ کی ابتدا، بلکہ وسط تک 'انگلستان' کے اسوقت کے مدبرین کے نزدیک اس مسئلہ کے حل کرنے کے، جسے وہ بے چینی کے ساتھ 'نوآبادیوں کے سوال' کے نام سے موسوم کرتے تھے، صرف دو ناہموار اور سرسری طریقے تھے۔

[1] ملاحظہ ہو رودید شاہی کانفرنس بابتہ سنہ ۱۹۱۱ء [سی ڈی ۵۷۴۵] صفحہ ۲۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اول مرکزیت حکومت (Centralisation) یعنی بجز خفیف معاملات کے سلطنت کے تمام دور و دراز اجزا پر بذریعہ اس دفتر کے جو ڈاؤننگ اسٹریٹ میں واقع ہے حکومت کرنا۔ دوسرے تحلیل (Disintegration) یعنی اس تدریجی اجتماع کو نہ صرف منظور کرنا، بلکہ ترغیب دینا، جس کے ذریعہ سے بغیر کسی قسم کے خطرہ یا ناخوشگوار دباؤ کے، ہر جماعت سیاسی تکمیل کے بعد امریکہ کی نوآبادیوں کا اتباع کر کے خود ایک آزاد اور شاہانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ شاہی ترقی کے ستر سالہ تجربہ کے بعد یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں تجویزوں میں سے کسی تجویز کی بھی نہ آج انگلستان، اور نہ ہماری خود مختار نوآبادیوں کے کسی حصہ میں کوئی تائید کی جاتی ہے۔ ہم کو انکے اختیار کرنے سے بچا لینا، بعض لوگ خدا کے فضل، یا (اگر زیادہ تر دل خوش کن مفروضہ سے کام لیا جائے تو) ہماری قوم کی فطری دانشمندی پر محمول کرینگے جسطرح مرکزیت کی روز بروز لغویت ظاہر ہوتی گئی اسیطرح تحلیل کے متعلق یہ محسوس ہوتا گیا ہے کہ وہ ناممکن ہے۔ ہر شخص خواہ وہ سلطنت متحدہ میں ہو، یا کسی ایسی بڑی جماعت میں جسکی نمایندگی آپ لوگ کر رہے ہیں، اپنے گھر کا مالک ہے اور مالک رہنا چاہتا ہے۔ یہی خیال یہاں اور تمام ماتحت حکومتوں میں ہمارے نظم حکومت کی جان ہے، اور یہی وہ نقطہ ہے جسپر سلطنت کا عروج و زوال منحصر ہے[۱]

ان الفاظ سے ظاہری واقعات کا پوری طرح اظہار ہوتا ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انگلستان، اور خود مختار حکومتوں کے تعلقات کی نسبت جو تبدیلی انگلستان اور حکومتوں کی رائے میں زمانۂ حال میں ہوی ہے اس میں ایسی پیچیدگیاں ہیں جو مسٹر اسکوئتھ کے خطبہ کو سرسری طور سے پڑھنے والے کے ذہن میں نہیں آسکتیں۔ انیسویں صدی کے ربع آخر، بلکہ ۱۸۸۴ء تک اکثر انگریزوں کی، جنمیں اکثر ہمارے قدیم مدبرین بھی شریک تھے، یہ رائے تھی کہ خود مختار حکومتوں کے مسئلہ کا حل اسی پر منحصر ہے کہ انگلستان، ہر ایسی صاحب حکومت نوآبادی کو جو آزادی کی آرزومند ہو سلطنت سے علیحدگی کی

XXXIV

[۱] شاہی کانفرنس بابتہ ۱۹۱۱ء میں مسٹر اسکوئتھ، صدر انجمن کا افتتاحی خطبہ صفحہ ۲۲۔ مقابلہ کرو: اس پیام شاہی کا جو خود مختار حکومتوں کی گورنمنٹوں اور باشندوں کے نام تھا۔ ٹائمس ستمبر ۱۹۱۴ء۔

[۲] دیکھو ڈائسی کا قانون دربارے، صفحات ۴۵۰ تا ۴۵۷۔

गुरुकुल कांगड़ी
CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ صرف اجازت، بلکہ ترغیب دے، بشرطیکہ یہہ علیحدگی اسطرح واقع ہو کہ انگلستان اور اسکی ماتحت حکومت کے تعلقات اور خیالات میں کوئی خرابی نہ واقع ہونے پائے۔ اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ انیسویں صدی کے وسط تک تجربہ کار عہدہ داروں کی ایک محدود جماعت ایسی موجود تھی جسکی یہہ رائے تھی کہ جب تک ہمارا نظام نوآبادیات قائم ہے اسکے یہہ معنی ہیں کہ نوآبادیات کے معاملات پر انگلستان کو اعلیٰ نگرانی کا اختیار حاصل ہے۔ ان لوگوں کو اکثر صورتوں میں اسکے متعلق شبہ تھا کہ آیا نظام نوآبادیات کے قیام سے انگلستان کو کوئی حقیقی فائدہ تھا، انکی رائے یہہ تھی کہ مقتضائے احتیاط یہی ہے کہ تمام، ورنہ کم ازکم ہر صاحب حکومت نوآبادی بحال خود چھوڑ دیجائے، جب تک ہر شخص کو یہہ نظر نہ آنے لگے کہ محبت کے ساتھ علیحدگی کا وقت آگیا ہے۔ صاحب حکومت نوآبادیاں، اسی وجہہ سے کہ وہ زیادہ تر بحال خود چھوڑ دی گئی تھیں اور اپنے انتظامات خود کرنے میں آزاد تھیں، کم ازکم ۱۸۸۴ء تک اپنے حالات سے مطمئن تھیں، اگرچہ انکو بعض اوقات اسکی شکایت ہوتی تھی کہ انگریزی گورنمنٹ کی طرف سے انکے اختیارات وضع قوانین میں دست اندازی کی جاتی ہے؛ مگر بظاہر یہہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ انکو سلطنت سے علیحدہ ہوجانے کی کوئی بڑی خواہش ہے۔ سلطنت کی حکمت عملی کے قائم کرنے، یا اسکی حفاظت کے اخراجات میں شریک ہونے کی خواہش کا عملی اظہار اس سے بھی کم درجہ میں کیا جاتا تھا۔ اس عدم مداخلت کے اصول پر ایمانداری کے ساتھ یقین رکھنے کا فطری نتیجہ ظاہر ہوا، اور وہ اپنی حد تک مفید تھا۔ اس سے بے اطمینانی کے اسباب رفع ہوگئے اور اس نے انگلستان اور اسکی خودمختار نوآبادیوں کے تعلقات کو خراب نہ ہونے دیا؛ مگر اس سے بجائے خود شاہ پسندی (Imperialism) کے خیالات نہیں پیدا ہوسکے۔ طالب علم کو جس تبدیلی پر غور کرنا ہے وہ ان خیالات کی تبدیلی ہے جو انیسویں صدی کے خاتمہ تک پورے طور سے ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اس سے مراد (اگر ایک مروجہ لفظ استعمال کیا جائے) شاہ پسندی (Imperialism) کا نشوونما ہے۔ دوسرے مروجہ اصطلاحات کی طرح اس اصطلاح کے معنی بھی غیر متعین ہیں اور اس لحاظ سے جو لوگ اسکو استعمال کرتے ہیں ان کا غلط فہمی میں مبتلا ہوجانا یقینی ہے اگر کسیقدر احتیاط کے ساتھ اسکے معنی نہ متعین کردیئے جائیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

XXXV

انگریزی حکومت کے متعلق جب یہہ اصطلاح استعمال کیجاتی ہے تو اس سے نہ کوئی تعریف مقصود ہوتی ہے اور نہ کوئی مذمت، بلکہ ایک ایسے خیال کا اظہار مقصود ہوتا ہے، جو اپنی حد صداقت تک، نہایت اہم ہے۔ وہ خیال یہہ ہے کہ انگریزی حکومت ایک ایسا ادارہ (یا نظام) ہے، جو نہ محض برنبائے وجدان بلکہ معین اور معقول دلائل کی بنا پر، ہر طرح قائم رکھے جانے کے قابل ہے۔ انگریزی حکومت سے انگلستان اور ہر ایسے ملک کو جو بادشاہ انگلستان کے زیر حکومت ہے، کم از کم دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اول، مستقل حصول امن، ایسی سلطنت کے باشندوں میں جو سب سے بڑی ہے، دوسرے، اس وسیع جماعت کا بیرونی حملہ سے قطعی طور سے محفوظ ہو جانا یا اسکی توقع رکھنا۔ یہہ امر محسوس کیا جاتا ہے کہ سلطنت مذکور کے ذرایع آمدنی غیر محدود ہیں؛ اس آمدنی کے ذریعہ سے بڑے کی تیاری اور اسکی تائید میں ایسی افواج کا جمع ہو جانا جو بادشاہ انگلستان کے ہر ماتحت ملک سے طلب ہو سکتی ہے، ایسے امور ہیں جنکی بناء پر یورپ کی بڑی سے بڑی فوجی طاقت بھی انگریزی سلطنت پر حملہ نہیں کر سکتی، بشرطیکہ خود انگلستان بھی پورے طور سے مسلح رہے۔ سلطنت کی وسعت اور اسکی قوت پر بشرطیکہ وہ یکجا رہے، نظر ڈالنے سے یہہ کافی طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ مختلف ممالک جو اس شاہی نظام کے اجزا ہیں، تنہا چھوڑ دیئے جائیں تو انپر ایسی سلطنت یا سلطنتیں جو بڑی بری اور بحری افواج رکھتی ہوں بآسانی حملہ آور ہو سکتی ہیں۔ مختصر یہہ ہے کہ انگلستان اور اس کی ہر خود مختار نوآبادی اس سے ناواقف نہیں ہے کہ ایسے نظام سلطنت کے درہم اور برہم ہو جانے کے بعد خود اصل انگریزی سلطنت، اور اسکی قوی سے قوی نوآبادی کے پاس کوئی ذریعہ اپنی آزادی اور خود مختاری قائم رکھنے کا باقی نہ رہے گا۔ پس موجودہ تاریخ کے تمام حالات نے سلطنت، اور اسکے ساتھ ساتھ بادشاہ کی وفاداری کے جذبات کو ابھار دیا ہے۔ یہہ ایک ایسا خیال یا عقیدہ ہے جو انگلستان اور نوآبادیات کے تعلقات کو ایک جدید پیرایہ میں پیش کرتا ہے۔ اسی سے کامل طور سے وہ غیر معمولی فرق ظاہر ہوتا ہے جو اس حکمت عملی میں جسے ۱۸۵۲ء اور (ایک حد تک) ۱۸۸۴ء میں انگلستان اور خود مختار نوآبادیوں نے قبول کیا تھا، اور اس حکمت عملی میں ہے جسے انگلستان اور اسکی تمام تقریباً خود مختار حکومتیں ۱۹۱۴ء میں پسند کرتی ہیں۔ انگلستان کے مدبرین

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسوقت ہر نوآبادی کو بخوشی بلکہ باصرار ہر اس قسم کی آزادی دینے کے لئے تیار ہیں جو قیام سلطنت کی مخالف نہ ہو؛ مگر ساتھ ہی اسکے وہ فلسفیانہ سکون کے ساتھ اس پر نظر نہیں ڈالتے جبکہ کوئی ماتحت حکومت سلطنت سے علیحدہ ہو جانے کی خواہش کرے گی۔ ماتحت حکومتوں کو اب خوف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی ہے، اور وہ نہیں چاہتیں کہ نوآبادیوں کے معاملات میں مقتدر پارلیمنٹ کے وضع قوانین یا اسکے ڈاونگ اسٹریٹ کے ملازمین کی انتظامی کارروائیوں میں کسی قسم کا دخل دیا جائے۔ حکومتہائے ماتحت کے مدبرین کا رجحان اسطرف بھی ہے کہ سلطنت کی حفاظت کے مصارف میں وہ بھی شریک کئے جائیں اور ساتھ ہی اسکے ہر بڑی کانفرنس میں روز افزوں صفائی کے ساتھ وہ اسکے طالب ہیں کہ شاہی حکمت عملی کے قرار دیئے جانے میں نوآبادیوں کو زیادہ ترعملی حصہ دیا جانا چاہئے۔ XXXVI

میں مقدمہ ہذا کے اس حصہ میں اسپر غور کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوں کہ معقول شاہ پسندوں کی خواہشات کی تکمیل کس حد تک ممکن ہے؛ اور آیا کوئی معقول شخص اس بارہ میں یقین کے ساتھ کوئی رائے قائم کرسکتا ہے کہ آئندہ اس شاہ پسندی میں کمی ہوگی یا اضافہ۔ بالفعل میرا مقصد صرف یہہ بتانا ہے کہ یہہ جدید شاہ پسندی تاریخی واقعات کا فطری نتیجہ ہے؛ مگر ساتھ ہی اسکے بعض امور کا ذہن میں رکھنا لازم ہے جنہیں ممکن ہے کہ زمانہ حال کے انگریز بالکل نظر انداز کردیں۔ جس دوستانہ شاہ پسندی کا اظہار شاہی کانفرنسوں میں کیا جاتا ہے وہ خود عدم مداخلت کی قدیم حکمت عملی کا بہترین نتیجہ ہے۔ خود مختار نوآبادیوں کے معاملات میں عدم مداخلت نے پہلے انکی بے اطمینانی کو رفع کردیا، اور بعدہٗ ان دوستانہ تعلقات کی بنیاد ڈالی جنکی بناء پر نوآبادیوں کے رہنے والے نہ صرف انگریز، بلکہ بعض صورتوں میں دوسرے ممالک کے لوگ بھی، ان فوائد کو تسلیم کرنے لگے جو نوآبادیات کو سلطنت سے حاصل ہوتے ہیں، اور خود 'انگلستان' کے لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ نوآبادیوں سے 'انگلستان' کی حفاظت، اور تمام سلطنت کی خوشحالی میں اضافہ ہوتا ہے[1] اس امر کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ انیسویں صدی کے بعض

[1] جیسا اسوقت (سنہ ۱۹۱۴ء) ہو رہا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مدبرین نے ان نوآبادیوں کی، دوستانہ تعلقات کے ساتھ علیحدگی کو، (گو برائے نام ہی کیوں نہ ہو) جس بے پروائی سے دیکھا تھا اب اس کا قطعی خاتمہ ہوگیا ہے۔ جو لڑائی جنوبی افریقہ میں ہوئی وہ فی الحقیقت صرف انگلستان کی نہ تھی، بلکہ اس میں نوآبادیاں بھی شریک تھیں اور ان کا مقصد یہ تھا کہ علیحدگی وقوع میں نہ آنے پائے، اور جنوبی افریقہ کے اتحاد کو، باوجود اسکے علیحدہ ہوجانے کی کوشش کی مخالفت کرنے کے، ایک خود مختار حکومت کے کامل اختیارات کا دیا جانا، اس سے زیادہ غیر موزوں اور نامناسب نہ تھا جتنا جمہوریت امریکہ کی جنوبی ریاستوں کو کامل حقوق کے ساتھ دوبارہ ریاستہائے متحدہ میں شامل کرلیا جانا۔ آخر میں یہہ بھی قابل توجہہ ہے کہ اگرچہ انگلستان اور خود مختار حکومتوں کے باشندے ہر کانفرنس میں ایمانداری کے ساتھ مشاہی یکجہتی پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، مگر اس شاہ پسندی کی ترقی کیطرف XXXVII سے بہت سے محبان وطن کو ناامیدی ہوگئی ہے۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ تمام سلطنت میں ہر انگریزی رعایا کو مساوی حقوق باشندگی کا دیا جانا، جیسا سلطنت متحدہ میں ہے، اور جسکے قیام کی امید انیسویں صدی کے وسط میں انگریزی قوم سلطنت کے ہر حصّہ کے لئے کرتی تھی سخت مشکل یا غیر ممکن ہے[1]

[1] جس قسم کی مساوات انگریز تمام انگریزی رعایا میں دانشمندی یا غیر دانشمندی کی بنا پر جملہ سلطنت میں قائم کرنا چاہتے تھے اسکی مثال اس مساوات سے ملتی ہے جو انگلستان میں اسوقت موجود ہے اور جو صدیوں مشتہر کی ہے۔ سرسری طور سے اس کا اظہار اسطرح کیا جاسکتا ہے کہ ہر انگریزی رعایا کو اسوقت انگلستان میں وہی تمام سیاسی حقوق حاصل ہیں، جو انگلستان کی پیدا شدہ رعایا، یعنی ہر ایسے انگریز کو جو انگلستان میں پیدا ہوا ہو اور ان انگریزی والدین کی اولاد سے ہو جو انگلستان میں مقیم ہوگئے ہوں، حاصل ہیں۔ اسطور سے ہر انگریزی رعایا خواہ اس کا مقام پیدائش، یا قومیت، اور (اب میں یہہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ) اس کا مذہب کچھہ ہو، انگلستان میں قیام یا تجارت کا، بہ استثنائے بہت ہی شاذ صورتوں کے، وہی حق رکھتا ہے جو انگلستان کے اصلی پیدا شدہ شخص کو حاصل ہے۔ سیاسی حقوق بھی مساوی ہیں۔ اگر وہ انگلستان کے قانون انتخاب کی شرائط کو پورا کرتا ہے، تو اس کو ارکان پارلیمنٹ کے انتخاب میں رائے دینے کا حق ہے، اور اگر وہ انگلستان کے رائے دہندگان کے کسی حلقہ انتخاب کو خوش کرسکتا ہے تو وہ خود رکن پارلیمنٹ منتخب ہوسکتا ہے۔ کوئی ایسا قانون نہیں ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ب) قانونی حکومت[1]

قانونی حکومت جسطرح اس کتاب میں بیان کی گئی ہے، آج تک انگریزی دستور کی ایک مابہ الامتیاز خصوصیت ہے۔ 'انگلستان' میں کسی شخص کو کسی ایسے عمل کی بابتہ جو صریحًا قانون میں ممنوع نہ قرار دیا گیا ہو کوئی سزا نہیں دیجا سکتی اور نہ اسکی بابتہ کوئی ہرجہ وصول کیا جا سکتا ہے؛ ہر شخص کے قانونی حقوق یا ذمہ داریوں کی دریافت ہمیشہ ملک کی معمولی عدالتوں کے ذریعہ سے عمل میں آتی ہے، اور ہر شخص کے انفرادی حقوق بجائے ہمارے دستور کے نتائج ہونے کے ان اصول پر قائم ہیں جن پر ہمارا دستور قائم کیا گیا ہے۔

قانونی حکومت اور 'فرانس' کے انتظامی قانون کے نظام (Droit administratif) کی نوعیت کے متعلق جو اصول کتاب ہذا میں مندرج ہیں ان میں تبدیلی کی بہت کم ضرورت ہے۔ میرے اس مقدمہ کا پہلا مقصد یہہ دکھانا ہے کہ موجودہ زمانہ کے انگریزوں میں قانونی حکومت کی وقعت اور عظمت میں کسقدر کمی ہوگئی ہے، اور دوسرے ان بعض تبدیلیوں کی طرف توجہہ دلانا ہے جو 'فرانس' کے قانون انتظامی کے نظام میں ہوی ہیں[2] XXXVIII

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جسکی بنا پر کوئی شخص جو انگریزی رعایا ہو خواہ وہ کہیں پیدا ہوا ہو، اور خواہ اسکی قومیت کچھہ ہو، انگریزی کابینہ کا رکن یا وزیر اعظم ہونے سے ممنوع قرار پاتا ہو۔ اسمیں شک نہیں کہ یہہ کہا جائے گا کہ بقیاس ظاہر اسکی امید نہیں کیجا سکتی کہ جن عہدوں کا میں نے نام لیا ہے انپر فی الحقیقت کسی ایسے شخص کا تقرر ہوگا جو حقیقی طور سے انگریزی قوم سے نہیں ہے۔ یہہ قول اگر کلیتہً نہیں تو ایک حد تک ضرور صحیح ہے۔ اصولی طور سے بھی مساوی سیاسی حقوق کا حاصل ہونا، انگریزی رعایا کو 'انگلستان' بلکہ سلطنتہائے متحدہ میں ایسی مساوات کا درجہ دیتا ہے جو انگریزی رعایا کو بعض خود مختار نوآبادیوں میں حاصل نہیں ہے۔ [1] دیکھو حصہ دوم اور خصوصیت کے ساتھہ فصل چہارم آیندہ۔ [2] دیکھو فصل ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۔ قانونی حکومت کی وقعت میں انحطاط

'انگلستان' میں قانونی حکومت کی جو وقعت تھی اس کو گزشتہ تیس سال کی مدت میں نمایاں صدمہ پہنچا ہے۔ اس بیان کی تصدیق 'خود وضع قوانین' اور اس بے اعتباری سے جو بعض جماعتوں میں قانون اور ججوں کی طرف سے پائی جاتی ہے، اور تمدنی اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے غیر قانونی طریقوں کو کام میں لانے کے بیّن رجحان سے ہوتی ہے۔

وضع قوانین۔ حال کے ایکٹوں نے عدالتی یا نیم عدالتی اختیارات ایسے عہدہ داروں[1] کے ہاتھ میں دیدیئے ہیں جن کا تعلق کم و بیش اس زمانہ کی برسر حکومت جماعت سے ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے اس کا اثر ان عہدہ داروں پر پڑسکتا ہے، جنکی وجہ سے قانونی عدالتوں کے اختیارات بعض صورتوں میں زائل اور بعض صورتوں میں بالواسطہ کم ہو گئے ہیں۔ قانونی حکومت کے دایرہ میں کمی کرنے کا، جو رجحان ہے اس کا اظہار ذیل کی مثالوں سے ہوتا ہے؛ سنہ ۱۹۰۲ء[2] کے تعلیمی ایکٹ کی رو سے بعض عدالتی اختیارات کمشنران تعلیمات کو دیدیئے گئے ہیں، اور اسیطرح سنہ ۱۹۱۱ء اور سنہ ۱۹۱۳ء[3] کے قومی بیمہ کے ایکٹوں کے ذریعہ سے مختلف عہدہ داروں، اور سنہ ۱۹۱۰ء[4] کے فینانس ایکٹ سے اندرون ملک کے محاصل (Inland Revenue) کے کمشنروں اور دوسرے عہدہ داروں کو عدالتی اختیارات ملگئے ہیں۔ اس رجحان کا

---

[1] دیکھو اسکے متعلق میور کی کتاب 'پیرس دبرو کریٹس' خصوصاً صفحہ ۱-۹۴-۲ دیکھو دفعہ ۷ و مقدمہ 'آر بنام بورڈ تعلیمات (سوانسی کیس) (۱۹۱۰) ۲۔ کے۔ بی، ۱۶۷؛ و بورڈ تعلیمات بنام رئیس' [۱۹۱۱] اے۔ سی، ۱۷۹، [2] دیکھو قومی بیمہ کا ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۱۱ء دفعات ۶۶، ۶۷، ۸۸ (۱) اور عام طور سے 'لاو اُپی نیین' (دوسری اشاعت) صفحات ۴۱-۴۳-۴ دیکھو خصوصیت کے ساتھ دفعہ ۲ ضمن (۳) و دفعات ۳۳ و ۹۶۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اظہار پارلیمنٹ کے ایکٹ سنہ ۱۹۱۱ء کی دفعہ ۳ سے بھی ہوتا ہے جس کا مضمون یہہ ہے کہ
"جو صداقت نامہ صدر دارالعوام (Speaker) اس ایکٹ کے تحت میں دے
وہ تمام مقاصد کے لئے قطعی متصور ہوگا اور کسی عدالت قانونی میں اسکی نسبت بحث
نہ ہوسکے گی"۔ اس حکم کی اگر صحیح طور سے تعبیر کیجائے تو اسکے ذریعہ سے ایک ایسا
صدر دارالعوام جس نے برنائے جانبداری یا اپنے ذاتی کسی مقصد کے لئے محض جھوٹا
صداقت نامہ دیا ہو کسی عدالت میں مستوجب سزا نہیں قرار پاسکتا[1] اس میں کلام نہیں XXXIX
ہوسکتا کہ زمانہ قدیم سے دارالعوام کی یہہ خواہش رہی ہے کہ جو لوگ اسکے اختیارات کے
تحت میں کام کرتے ہیں وہ عدالت کی دست اندازی سے محفوظ رہیں، اور ایک سے
زیادہ مرتبہ وہ یہہ دعوی کرچکا ہے کہ وہ ایک لحاظ سے قانون ملک سے بالاتر
ہے۔ اسکے متعلق جو کچھہ کہا جاسکتا ہے وہ صرف یہہ ہے کہ ایسے دعاوی سے دارالعوام
کو نہ کوئی فائدہ پہنچا ہے اور نہ وہ اسکی شان کے مطابق ہیں، اور نہ یہہ وقت اسکے
لئے مناسب ہے، کہ دارالعوام عدالت کے واجبی اختیارات میں تخفیف کرے۔ اسکے
ساتھ ہی انصافاً یہہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ عہدہ داروں کو عدالتی اختیارات
دیکر قانونی حکومت میں دست اندازی کرنے کی ایک حد تک یہہ بھی وجہہ ہے کہ
تمام واضعان قوانین کی رائے کا میلان اسطرف ہے کہ حکومت کے اختیارات کے
دائرہ میں توسیع ہونی چاہئے۔ گورنمنٹ کے فرائض میں اسطور سے جو کثیر اضافہ ہوجاتا ہے
اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہے کہ سلطنت کے عہدہ داروں کو خلایق کے کاروبار کا بڑا
حصہ انجام دینا پڑتا ہے۔ اسکی ایک ہی مثال کافی ہے مثلاً باشندگان ملک کے
بڑے حصے کی عام تعلیم کا انتظام۔ لیکن عدالتیں بلحاظ نوعیت اس قسم کے فرایض کی
انجام دہی کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ ایک جج کا سب سے بڑا فرض یہہ ہے کہ وہ
قانونی قواعد کے مطابق کام کرے، اور کسی شخص کے ساتھ ناانصافی نہ ہونے دے۔
یہہ مشہور اور بعض اوقات بیجا طور سے مستعملہ قول کہ "دس مجرمین کا چھوٹ جانا اس سے

[1] کیا یہ ایکٹ دارالعوام کے صدر کو دیدہ و دانستہ غلط صداقت نامہ دینے کے الزام میں بھی اسکی حفاظت کریگا؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بدرجہا بہتر ہے کہ ایک بیگناہ مجرم قرار پائے، ہم کو بتاتا ہے کہ جج کا سب سے بڑا فرض یہ نہیں ہے کہ وہ جرم کی سزا دے، بلکہ یہہ ہے کہ وہ بغیر بے انصافی کئے ہوئے جرم کی سزا صادر کرے۔ ایک کاروباری آدمی خواہ وہ کسی خانگی کارخانہ میں نوکر ہو یا سرکاری محکمہ میں، سب سے اہم مقصد یہہ ہونا چاہئے کہ جس کام کا تعلق اس سے ہے وہ اسے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے۔ یہہ فرض وہ کسیطرح انجام نہیں دیسکتا اگر اسپر ان تمام قواعد کی پابندی لازم کردیجائے جو صحیح طور سے ایک جج کی کارروائی کی روک تھام کے لئے ضروری ہے۔ انتظامی عہدہ دار کو ایسی شہادت پر عمل کرنا پڑتا ہے جو باوجود قوی ہونے کے ممکن ہے کہ قطعی نہ ہو۔ اور بعض اوقات ایسے ماتحتوں کے ساتھ سخت برتاؤ کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنی نادانی، نہ کہ دیدہ و دانستہ ارتکاب جرم کی وجہہ سے موقوفی کے مستوجب ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے جج کا زیادہ تر یہہ کام ہوتا ہے کہ وہ بجائے اشخاص کے قانون کی صحیح تکمیل کا خیال رکھے۔ مشہور مقولہ ہے کہ "مشکل مقدمات خراب قانون وضع کرتے ہیں"۔ خلاصہ یہہ ہے کہ انتظامی کام کی انجام دہی صدور فیصلہ جات سے بالکل مختلف ہے۔ جو معاملات ملازمین سول کے ہاتھ میں دیئے جاتے ہیں وہ جسقدر مختلف الاقسام ہونگے اسیقدر اسکی ترغیب اور ضرورت زیادہ تر واقع ہوگی کہ عہدہ داروں کے اختیارات تمیزی میں توسیع کی جائے، اور اسطرح عدالتیں ایسے معاملات میں دخل دینے سے باز رکھی جائیں گی جو عدالتی فیصلوں کے لئے مناسب نہ ہوں۔ XL

ججوں اور عدالتوں کی بے اعتباری

اگر دارالعوام ایسے معاملات میں جنکو وہ (بیحد مشتبہ صداقت کے ساتھ) محض دارالعوام سے متعلق سمجھتا ہے کسی قانونی عدالت کی دست اندازی کو پسند نہیں کرتا تو ہم کو کچھہ تعجب نہ ہونا چاہئے اگر اہل حرفہ عدالتی فیصلوں کو پسندیدہ نظر سے نہ دیکھیں حقیقت یہہ ہے کہ ہر شخص جو معقول اور سلیم طبیعت رکھتا ہے یہہ چاہتا ہے کہ اسکے اور اسکی جماعت کے ساتھ وہ عمل کیا جائے جسے وہ انصاف سمجھتا ہے، اور تقریباً

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہر انسان اس کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ اور اسکے پڑوسیوں کے خلاف، ایسا کچھ کیا جائے جو انصاف سے بڑھا ہوا اور اس سے مختلف ہو۔ یہہ حال لازمی طور سے ایسے لوگوں کا ہے جیسے متحدہ تجارتی جماعتوں (Trade union) کے ارکان، جو بڑی حد تک کامیابی کے ساتھ ایسے تجارتی قواعد کے نفاذ کرانیکی کوشش میں لگے ہوے ہیں جو اکثر عامہ خلایق کے ناپسند اور بعض اوقات قانون ملک کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ یہہ امر بالکل ممکن ہے کہ ایک دغاباز (ذلیل شخص ہو اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے) اپنی ذاتی منفعت کے لئے ان قواعد کی خلاف ورزی کرے جنہیں اسکے ہم پیشہ عام طور سے اس تجارت کے لئے منصفانہ اور مفید سمجھتے ہیں۔ مثلاً ایسے شخص کو اگر پورا معاوضہ ملے تو وہ ایسے اشخاص کے ساتھ معاملہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوسکتا ہے جو کسی متحدہ جماعت کے رکن نہیں ہیں؛ مگر یہہ دغاباز ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہے کہ وہ قانون کے دائرہ سے باہر نہ ہوجائے، اور کبھی ایسے عمل کے ارتکاب کا قصد نہیں کرتا جس سے عمومی قانون یا کسی ایکٹ کا کوئی مسلمہ اصول ٹوٹتا ہو۔ متحدہ تجارتی جماعت کے ارکان جن کے خلاف شخص مذکور عمل کرتا ہے بخوبی واقف ہیں کہ یہہ دغاباز قانون کی نظر میں مجرم نہیں ہے، اور اسلئے وہ عدالتوں کو اس کا محافظ سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ متحدہ تجارتی جماعتیں کسی نہ کسی طرح ججوں کی دست اندازیوں سے محفوظ رہیں۔ یہیں سے متضاد الاوصاف 'پرامن پہرہ' (Peaceful Picketing) کا خیال پیدا ہوتا ہے، جس کا حقیقی وجود 'پرامن جنگ' یا 'غیر جابرانہ جبر' سے بہتر نہیں ہوسکتا؛ اور یہیں سے اس ناجائز فعل کے جائز قرار پانے کا پتا چلتا ہے جو نزاعات تجارتی کے ایکٹ (Trade Disputes act) سنہ ۱۹۰۶ء کی دفعہ (۴) میں مندرج ہے۔ XII
اس سے یہہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ صرف اہل حرفہ ہی ایسی جماعت ہے جو جج یا واضع قانون کو ایسی حالت میں ناپسند کرتی ہے جبکہ وہ کوئی ایسا فیصلہ صادر، یا ایسا قانون نافذ کرتا ہے جو قوم کے ایک حصہ کے اخلاقی خیالات کے مخالف ہوتا ہے۔

۱؎ دیکھو "لاد اُپی نیئن" صفحات ۴۴-۴۶ اور مقابلہ کرو تجارتی ایکٹ سنہ ۱۹۱۳ء سے صفحہ ۴۸ کتاب مذکور۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے آئینی ۔ موجودہ لوگوں کی یاد میں ایک زمانہ ایسا تھا جبیں کسی ایسے مرد یا عورت کا ملنا دشوار تھا جو یہہ نہ تسلیم کرتا ہو کہ قانون ملک کی خلاف ورزی عام طور سے قانون اخلاق کی خلاف ورزی ہے ۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ ہر زمانہ میں، اس زمانہ کی طرح ایک کثیر جماعت قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کی موجود رہی ہے؛ اگرچہ دغاباز اٹھائی گیرے اور چور ہمیشہ قانون کی خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں ۔ مگر یہہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ یہہ سمجھتے ہیں کہ قانون کی خلاف ورزی کوئی قابل تعریف یا اخلاقی فعل ہے مگر گزشتہ تیس سال کے دوران میں نہ صرف انگلستان، بلکہ اکثر مہذب ممالک میں بے آئینی کے متعلق ایک جدید خیال پیدا ہو گیا ہے ۔ اس عجیب خیال کی، جس نے علمائے اخلاق اور مدبرین سلطنت کو حیرت میں ڈال رکھا ہے، حقیقت یہہ ہے کہ ایک بڑی جماعت، جو دوسرے لحاظ سے قابل وقعت ہے، اسکی معتقد اور اسپر عامل ہے کہ ایسے مقاصد کے حصول میں جو انکی رائے میں منصفانہ اور معقول ہوں قانون ملک کی خلاف ورزی نہ صرف جایز بلکہ بجد قابل تعریف و توصیف ہے ۔ اس خیال کا حامی ایک ہی فرقہ نہیں ہے؛ انگلستان کے بہت سے پادریوں نے (جو بحیثیت ایک فرقہ کے قابل وقعت ہیں) ایسے قوانین کو باطل کرنے اور توڑنے میں مطلق پس و پیش نہیں کیا ہے جنہیں وہ قانون کلیسا کے خلاف تصور کرتے تھے ۔ بلا جبر مزاحمت کرنے والے ان ٹیکسوں کے ادا کرنے سے انکار کرنے میں تردد نہیں کرتے جو ایسے اغراض کے لئے عاید کئے گئے ہیں جنہیں وہ ناپسند کرتے ہیں ۔ ضمیر کے لحاظ سے غور کرنے والے بہت کچھہ کوشش کر رہے ہیں کہ چیچک کے ٹیکہ کے قوانین کو بیکار کر دیں ۔ عورتوں کی آزادی کے جنگجو طرفدار بھی اپنی بے آئینی پر فخر کرتے ہیں، انکی نظر میں انکے مقصد کی شرافت ان ذرایع کی ناجوازی کی ذلت اور حقارت کو رفع کر دیتی ہے جنکے اختیار کرنے سے وہ عورتوں کے لئے ووٹ حاصل کرنے کی امید کرتے ہیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہہ 'بے آئینی' کا جوش کہاں سے پیدا ہوا؟ اس پریشان کن تحقیقات میں مفصلہ ذیل امور سے ایک حد تک سوال مذکور کا جواب مل جائیگا۔

'انگلستان' میں حکومت عمومی نے اگر فی الحقیقت اختیارات کلیہ نہیں، تاہم ووٹ کا حق باشندگان ملک کو دیا ہے۔ یہہ لوگ، ایک درجہ تک اسوجہہ سے کہ قانون کا عمل 'انگلستان' میں پشتہا پشت سے منصفانہ اور باضابطہ طور سے ہوتا رہا ہے، اس خطرہ اور تباہی کا بہ مشکل اندازہ کر سکتے ہیں جو قانونی حکومت کے چھوڑ دینے سے انکے سروں پر نازل ہوگی۔ علاوہ اسکے اگر عمومی اصول نہیں تو کم از کم عمومی خیالات اسکے مقتضی ہیں کہ قانون کا دارومدار عام رائے پر رہے؛ لیکن جب باشندگان ملک کا بڑا حصّہ نہ صرف کسی قانون کے مخالف ہوتا ہے، بلکہ یہہ سوال کرتا ہے کہ حکومت کو فلاں قانون کے نافذ کرنے، یا اسکو برقرار رکھنے کا کیا اخلاقی حق ہے، اسوقت ایک ایماندار عمومی پسند اس سخت خلجان میں پڑجاتا ہے کہ اسکو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔ اسکی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکو فی الحقیقت ایسی بے آئینی کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے جسکی بنیاد صریحاً رائے عامہ کے اختلاف پر مبنی ہو[1]۔ اسی قسم کے اختلاف کی وجہہ سے یہہ امر ناممکن ہوجاتا ہے کہ قانون کسی مخصوص معاملہ میں بالکل عام رائے کے مطابق رہے۔ انگریزی قوم کے اکثر ارکان ایک مدت سے ایک قوم کی آزادی کے دعوی سے اختلاف کرنے میں اخلاقی مشکلات کا احساس کر رہے ہیں، اگرچہ ایسے مطالبہ کے منظور کر لینے میں ایک قوی حکومت کے تباہ ہوجانے کا اندیشہ ہے اور خود اس حکومت کے باشندوں کی بڑی جماعت اسکے خلاف ہے۔ پس یہہ مسلمہ واقعہ کہ 'انگلستان' کی عورتوں کی ایک بڑی جماعت پارلیمنٹ کے ممبروں کے انتخاب میں راے دینے کے حق کی طالب ہے۔ بعض معقول پسند اشخاص کی نظر میں عورتوں کو یہہ فطری حق دینے کیلیے کافی ہے۔ ایسی اور اسی قسم کی دوسری صورتوں میں جو ایک سمجھدار پڑھنے والے کے ذہن میں بآسانی آسکتی ہیں، ایک 'انگلستان' کے عمومی پسند کو ایسے دعاوی سے اختلاف

XLII

[1] دیکھو خصوصیت کے ساتھ 'لوول' کی کتاب موسومۂ پبلک 'اپی نین'، دیا پولر گورنمنٹ، فصل سوم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے میں سخت مشکل پیش آتی ہے جن کے ساتھ بربنائے مصلحت یا معمولی عقل کے اسکو کوئی خاص ہمدردی بھی نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کو جو مشکل پیش آتی ہے اسکی وجہ یہہ خیال ہے کہ عمومی حکومت میں ہر ایسا قانون، جو ملک کے باشندوں کی کثیر جماعت کی حقیقی یا سوچی سمجھی ہوئی رائے کے خلاف ہو، غیر منصفانہ ہے۔ اس قسم کی رائے کا لازمی نتیجہ یہہ ہے کہ جو لوگ یہہ سمجھتے ہیں کہ اُنپر غیر منصفانہ قوانین عائد کر دیئے گئے ہیں وہ اس یقین اور رائے پر راسخ ہو جائیں، اگرچہ وہ اکثر صورتوں میں غلط ہی کیوں نہ ہو، کہ حکومت عمومی میں ہر قسم کی بے انصافی بطور جایز زور کے استعمال سے رفع کیجا سکتی ہے۔ اب اس اصول کو عام طور سے تسلیم کئے جانے کا وقت آگیا ہے کہ مقدار جبر یعنی اشخاص یا جماعتوں کو دبا کر قابو میں لانا جو کہ ایک مہذب ملت کی رفاہ یا اسکے وجود کیلئے لازمی ہے، اس کامل یقین کے ساتھ مستقل طور سے قایم نہیں رہ سکتا کہ ہر صورتمیں عام رائے حکومت عمومی کی واحد اور لازمی بنیاد ہے۔ بے اُنیتی کے جواز کا خیال، کم از کم انگلستان میں، اگر فرقہ واری حکومت کے غلط نشو و نما کا عین نتیجہ نہیں تاہم پیدا کیا ہوا سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک فرقہ کی حکومت XLIII کو مستقل طور سے قوم کے اختیارات یا جب الوطنی کا منحصر علیہ قرار دینا درست نہیں ہو سکتا۔ یہہ واقعہ حال ہی میں اسقدر صاف اور صریح ہو گیا ہے کہ ممتاز اہل رائے ایسے الفاظ استعمال کرنے لگے ہیں جن کا مفہوم یہہ ہے کہ قوی اختیار یا اس کا اقتدار اعلیٰ اور نیز قومی رضامندی کا تصور ایک قسم کا سیاسی یا علم مابعد الطبیعات کا وہمی تصور ہے جسے اگر عقلاً نظر انداز کر دیں تو بہت بہتر ہے؛ اگر خوش قسمتی سے ہر بڑی سلطنت کی تاریخ میں ایسے نازک وقت پیش آتے رہتے ہیں جنمیں قومی وجود یا قومی آزادی کے معرض خطر میں پڑ جانے سے عامہ خلایق کو یہہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ قومی اقتدار ایک صریح اور یقینی سیاسی واقعہ ہے۔ بے اُنیتی کے ان اسباب میں دیانتداری ایک اور ایسے سبب کا اضافہ کر دیتی ہے جسے وفادار باشندگان ملک مطلق نہیں چاہتے کہ وہ معرض اعلان اور امتیاز میں لایا جائے۔ کوئی معقول شخص اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتا کہ بعض اوقات، اگرچہ وہ شاذ ہی کیوں نہ ہوں، ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں جنمیں غیر منصفانہ اور ظالمانہ قوانین کے مقابلہ میں مسلح بغاوت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اخلاقاً جایز ہو جاتی ہے۔ یہہ اصول ہر ایسے دلیل کرنے والے کو تسلیم کرنا پڑے گا جو زمانہ حال کے فرقہ حامی آزادی کے ان اصول سے ہمدردی رکھتا ہے جو انہوں نے ۱۶۸۸ء کے وگس سے سیکھے ہیں۔ لیکن اس جواز کے سمجھنے میں اکثر غلط فہمی واقع ہوتی ہے، بعض اوقات اس کے معنی یہہ سمجھے جاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہہ باور کرتا ہے کہ اسکے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے اور وہ اپنی ذاتی اغراض کے درپے نہیں ہے تو اسپر بغاوت کی بابتہ کوئی الزام یا سزا عائد نہ ہونی چاہیئے۔

۲۔ انگلستان کے موجودہ قوانین متعلقہ عہدہ داران کا مقابلہ فرانس کے موجودہ قانون انتظامی سے[۱]

گزشتہ تیس سال اور خصوصاً بیسویں صدی کے آغاز سے چودہ سال کے اندر انگلستان کے ان قوانین میں جو عہدہ داروں کے قانون کے نام سے موسوم کئے جاسکتے ہیں اور فرانس کے انتظامی قانون میں قابل لحاظ مشابہت پیدا ہو گئی ہے، اگرچہ وہ مشابہت بہت خفیف ہے۔ موجودہ انگلستان میں سلطنت کے عہدہ داروں کے فرایض اور انکے اختیارات، یا بقول ایک قابل مصنف کے ہماری سرشتہ جاتی حکومت[۲] میں جو توسیع ہو گئی ہے اسکا فطری نتیجہ یہہ ہے کہ ان قوانین میں جو ہمارے افسران سرشتہ کے متعلق ہیں ایسے خدوخال پیدا ہو گئے ہیں، جو فرانس کے انتظامی قانون سے ایک حد تک تشابہ رکھتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ ہمارے سول ملازم ابتک قانونی عدالتوں کے اختیار سے کلیتہً آزاد نہیں کر دیئے گئے ہیں، مگر بعض صورتوں، اور ان معاملات میں جنکا تعلق ۱۹۱۱ء کے قومی بیمہ ایکٹ سے ہے ان عہدہ داروں کو جن کا بہت قریبی تعلق گورنمنٹ سے ہے ایسے اختیارات دیئے گئے ہیں جو قانونی اختیارات سے بہت زیادہ مشابہ ہیں[۳] اور شاید اسقدر کہنے میں مبالغہ نہ ہو کہ انگلستان کے قانون پر ایسے ایکٹوں کے ذریعہ سے جو اشتراکی XLIV

---

[۱] دیکھو فصل ۱۲ خصوصاً صفحات 364-401 و 'لاء اینڈ اوپی نین' صفحات ۳۲-۵۳۔

[۲] میور کی کتاب 'پیرس ڈبرو کریٹس'۔

[۳] دیکھو کتاب 'لاء اینڈ اوپی نین' صفحات ۳۹-۴۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خیالات کے اثر سے نافذ ہو رہے ہیں، عہدہ داری کا رنگ چڑھتا جاتا ہے۔ اور یہہ اس سے زیادہ یقینی ہے کہ فرانس کا انتظامی قانون روز بروز زیادہ تر عدالتی قانون کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ فرانس کی کونسل ڈی اٹیٹ، جسکو ہم اپنی زبان میں کونسل سے موسوم کر سکتے ہیں فرانس کی سب سے بڑی انتظامی عدالت ہے، (جیسا کہ اس کتاب کی ساتویں اشاعت کے پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں) اور تمام قانونی عدالتوں اور کونسل کا باہمی تعلق اسوقت بھی مثل سالہائے گزشتہ کے، (کورٹ آف کانفلکٹ[1]) عدالت اختلاف کے قیام پر منحصر ہے۔ اس عدالت کے ارکان مساوی تعداد میں کونسل آف اسٹیٹ اور عدالت سے منتخب ہوتے ہیں۔ یہ فرض کر لینا غلطی سے خالی نہ ہوگا کہ اب کونسل کے ایسے فیصلے جو انتظامی قوانین سے متعلق ہوتے ہیں، تقریباً قانونی نہیں ہوتے، گو پوری طرح سے ان پر قانونی ہونے کا اطلاق نہ کیا جا سکے۔ اس زمانہ میں کونسل جب بحیثیت عدالت کے کام کرتی ہے تو وزیر عدالت اس کا صدر نشین اسوجہہ سے نہیں ہو سکتا کہ وہ کابینہ[2] کا ایک رکن ہے۔ اگر انگلستان میں "قانون عہدہ داران" کے تسلیم کئے جانے، اور کونسل کے بحیثیت ایک انتظامی عدالت کے رفتہ رفتہ قانونی طریقوں کے اختیار کر لینے سے، کوئی انگلستان کا رہنے والا یہہ فرض کرے کہ انگلستان میں حقیقی انتظامی عدالتیں، یا حقیقی انتظامی قانون، موجود ہے، تو وہ سخت غلطی کرے گا۔ اسمیں شک نہیں کہ فرانس میں اس امر کا سخت اہتمام کیا گیا ہے کہ عدالت اختلاف اور کونسل کو بحیثیت انتظامی عدالت کے اعلیٰ اختیار دیئے جائیں؛ مگر باوجود اسکے کونسل کے XLV
ارکان کا موقف (Position) ایسا مضبوط اور یقینی نہیں ہوتا جیسا انگلستان میں ہائی کورٹ کے ججوں، یا (اگر انگریزی اصطلاح سے کام لیا جائے) فرانس کے عمومی قوانین کی عدالتوں کا ہوتا ہے۔ اگرچہ کونسل کا رکن بہت ہی شاذ صورتوں میں موقوف کیا جاتا ہے مگر اس کا امکان ہے۔ یہہ بھی قابل لحاظ ہے کہ وزیر عدالت اب بھی

[1] اس عدالت کی ترکیب کے لئے دیکھو صفحہ 360 و نیمیہ ۱۱ صفحہ 555 [2] دیکھو پانیکاز کی کتاب "فرانس میں کس طرح حکومت کی جاتی ہے"، ترجمہ بی میاں صفحہ ۲۷۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت اختلاف کا صدر ہے، اگرچہ وہ عام طور سے اس خدمت کو انجام نہیں دیتا، مگر جب عدالت اختلاف کے ارکان کسی معاملہ میں مساوی تعداد میں مختلف الرائے ہوجاتے ہیں اسوقت وزیر عدالت کو صدارت کا کام کرنا پڑتا اور اپنی فیصل کنندہ راے دینی پڑتی ہے۔ بے شک یہ کہا جاتا ہے کہ ایسا مقدمہ جس کا مشکل ہونا لازم، اور اہم ہونا بقیاس غالب ظاہر ہوتا ہے فی الحقیقت وزیر عدالت کے سامنے دوبارہ مسموع ہوتا اور اسکے ذریعہ سے فیصل ہوتا ہے۔ اگر غیر ملک کا ایک شخص جیسے فرانس، کے قانونی نظام سے عملی واقفیت نہ ہو اس امر کے متعلق کوئی قطعی راے قائم یا اسکا اظہار کرے کہ کونسل یا عدالت اختلاف، کے فیصلے کس حد تک اس زمانہ کی وزارت کی خواہشات یا آرا سے عملی طور سے آزاد ہیں، تو وہ سخت غیر محتاط متصور ہوگا۔ اس معاملہ میں ملک غیر کے محقق کو متردد رہنا ہی مناسب ہے، کیونکہ یہہ امر یقینی ہے کہ اگر خود ایسے فرانسیسیوں سے، جو اس معاملہ میں شخص مذکور کی طرح ایک راے قائم کرنے کے قابل ہیں، یہہ سوال کیا جائے کہ آیا کونسل اور عدالت اختلاف، کو اور زیادہ قانونی بنانا چاہیئے یا نہیں تو وہ بھی اسکا جواب مختلف دینگے۔ خود کونسل آف اسٹیٹ اور عدالت اختلاف، کی ترکیب سے ملک غیر کے محقق کی سمجھ میں یہہ آسکتا ہے کہ اگرچہ ان دونوں مجلسوں پر وزارت موجودہ کا کوئی بڑا اثر نہیں پڑسکتا تاہم بہ نسبت ہماری انگریزی عدالتوں کے ان سے سرکاری راے کا اظہار زیادہ تر قرین قیاس ہے۔ علاوہ اسکے یہہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ فرانس کی جمہوری حکومت، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ فرانسیسی حکومت کی ہر شکل میں سلطنت اور اسکے تمام ملازمین کو ایسے اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو انگلستان کی سلطنت کے ملازمین کو نہیں ہوتے، فرانس میں تمام ایسی کارروائیاں جو قانون فوجداری کی تعمیل کے متعلق ہوتی ہیں خصوصیت کے ساتھ گورنمنٹ کے اختیار میں رہتی ہیں[1]۔ ایک ملک غیر کے ناظر کی نگاہ میں کونسل کی بڑی نیک نامی، اور قانون انتظامی کی شہرت بظاہر اس کا XLVI

[1] فرانس اور انگلستان کے عہدہ داروں کے اختیارات کا فرق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرانس میں کوئی ایسا ایکٹ نہیں ہے جو انگلستان کے ہیبیس کارپس کے مماثل ہو جسکی رو سے ہر مجبوس کو تحقیقات کیلئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نتیجہ ہے کہ کونسل نے زمانہ حال میں اس اصول کو کامیابی کے ساتھ وسیع کر دیا ہے کہ نہ صرف لوگونکو جنکا کوئی ہرجہ عہدہ داروں کی خطا یا غلطی یعنی انکی غفلت سے ہوا ہو سلطنت کی طرف سے معاوضہ ادا کیا جائے، بلکہ یہہ عمل ان صورتوں میں بھی ہونا چاہئے جنمیں قانون کی تعمیل اسطرح ہوی ہو کہ اس سے بعض مخصوص اشخاص کو ایسا ہرجہ برداشت کرنا پڑا ہو، جو انکے پڑوسیوں کے ہرجہ سے بڑھا ہوا ہو۔ کونسل کے اختیارات کا مزید پتا اس سے بھی چلتا ہے کہ اس نے اس اصول کی توسیع کر دی ہے کہ اگر کوئی ایسا فعل عہدہ داروں کی طرف سے عمل میں آئے، جو قانوناً جایز نہیں ہے، تو اسکی ناجوازی ثابت ہو جانے پر کونسل اس کو کالعدم کر دیگی۔ یہہ امر پیش نظر رکھنا چاہئے کہ سلطنت کی ذمہ داری کی اس توسیع سے بظاہر عہدہ داروں کو عملاً ایک جدید ذریعہ حفاظت کا ہاتھ آگیا ہے، کیونکہ جب سلطنت اپنے ملازمین کے ان افعال کی بابت جن سے کسی شخص کو کوئی ہرجہ اٹھانا پڑا ہے معاوضہ دینے کے لئے آمادہ ہے تو ایسے لوگوں کو جنھیں ضرر پہنچا ہے یہہ ترغیب ہوگی کہ وہ مثلاً خطوط رساں اور جوان کو توالی کے مقابلہ میں ذاتی چارہ کار سے دست بردار ہو کر بجائے بلاواسطہ خطاکار کے، خود سلطنت کے مقابلہ میں چارہ جو ہوں۔

ایک مخصوص واقعہ جس کا تعلق اس اثر سے ہے جو قانون انتظامی کو 'فرانس' میں حاصل ہے 'انگلستان' کے باشندوں کی توجہہ کے قابل ہے۔ 'فرانس' کے دستوری قوانین کے متعلق جو کتابیں ایسے لوگوں نے لکھی ہیں جو بیحد عظمت کے قابل ہیں، انمیں ایک کتاب بتائید شکل جدید 'تفریق مرکزیت' (decentralisation) ہے جسے انہوں نے 'تفریق مرکزیت ملازمت' (decentralisation par service) کے نام سے موسوم کیا ہے؛ جس کا مقصد یہہ معلوم ہوتا ہے کہ سول ملازمین کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - عدالت کے سامنے لانا لازم ہے۔ مترجم)۔ اور کوتوالی کو اب بھی زیر 'انتظام کوتوالی' وسیع اور بے قید اختیارات ہیں۔ دیکھو ڈیوگی 'رسالہ قانون دستوری' جلد دوم صفحات ۲۴ - ۲۶ و ۳۳ - ۴۵ اور نیز وہ برائٹ جو بعض صورتوں میں ان عہدہ داروں کو دیجاتی ہے جو اپنے افسروں کے زیر حکم کام کر رہے ہوں۔ ۱۲ دیکھو صفحات 393-396

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہر طبقے کو ایک گونہ آزادی عطا کیجائے مثلاً جو سرکاری عہدہ دار ڈاک کے
انتظام کے ذمہ دار ہیں ڈاک کا کل انتظام انہیں پر چھوڑ دیا جائے۔ یہہ لوگ بہ نگرانی
سلطنت اپنے علم اور رائے کے مطابق سررشتہ کا انتظام کرینگے، اور جہانتک میں
اس تجویز کا مقصد سمجھتا ہوں، انکو اس فائدہ میں شرکت کی اجازت بھی دیجائے گی
جو اس حسن انتظام سے حاصل ہوگا، اور وہ ڈاکخانونکی آمدنی سے ان نقصانوں کے XLVII
معاوضے ادا کرینگے جو انکی غفلت یا بدنظمی سے لوگوں کو اٹھانے پڑے ہوں۔ دوسری
طرف، اس وجہہ سے کہ وہ سلطنت کے ایسے ملازم تھے جنہوں نے سلطنت کے
ایک فرض ادا کرنے کا ذمہ لیا تھا وہ اس امر سے ممنوع رہیں گے کہ کوئی ہڑتال
ترتیب دیں، یا کسی طرح سے ڈاکخانوں کی کارروائی میں خلل انداز ہوں۔ یہہ سمجھنا
مشکل ہے کہ یہہ تجویز تفریق مرکزیت کے نام سے کیوں موسوم کیجاتی ہے کیونکہ
ابتک اس اصطلاح کا مفہوم اس سے بالکل جدا سمجھا جاتا رہا ہے۔ ایک انگلستان
کے باشندے کے لئے یہہ مجوزہ طریقہ سخت خلجان میں ڈالنے والا ہے، مگر اس سے
دو ایک امور کا ضرور پتا چلتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تجویز جو تفریق
مرکزیت کے نام سے موسوم کی جارہی ہے فرانسیسیوں کے اس قدیم اعتقاد
کی جو انکو نظم ونسق کی خوبیوں کے متعلق تھا ایک جدید شکل ہے۔ اس قدیم
اعتقاد کے دوبارہ پیش نظر ہونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرانس کے ارباب
دانش جو پارلیمنٹی گورنمنٹ کی طرف سے سرد دل ہوگئے ہیں، یہہ خیال کرتے ہیں
کہ نظم ونسق کیلئے جدید فضا پیدا کرنے سے فرانس کو بیحد فوائد پہنچنے کی امید ہوسکتی
ہے۔ تجویز مذکور سے یہہ یقینی طور سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانس کے عقلا بھی اس
سوال کی طرف متوجہہ ہیں جس نے دوسرے ممالک کے واضعان قانون یا عقلا
کو پریشانی میں ڈال رکھا ہے یعنی یہہ کہ ایسے عہدہ دار، مثلاً ریلوے اور دوسرے
ایسے سررشتہ جات کے ملازمین جو ایسے فرائض اپنے ذمہ لیتے ہیں جنکی صحیح
تعمیل پر ایک ملک کی خوشحالی کا انحصار ہوتا ہے کس حد تک اس امر کے
مجاز کئے جائیں کہ وہ کام کرنا ایسی حالت میں چھوڑ دیں جبکہ اس عمل سے انکو
اپنی اجرت میں اضافہ کرالینے کا امکان نظر آئے؟ ناظرین کو یہہ خیال ہوسکتا ہے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

'فرانس' کے قانون انتظامی کی جدید ترقی کے مسئلہ میں پڑکر ہم اپنے مضمون سے بہت دور ہوئے جاتے ہیں۔ مگر یہہ رائے صحیح نہیں ہے کیونکہ 'فرانس' کے انتظامی قانون سے بعض ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کو ہمارے مضمون سے پورا تعلق ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کسی قدر بڑھتا ہوا تشابہ 'انگلستان' کے عہدہ داروں کے قانون اور 'فرانس' کے انتظامی قانون میں پایا جاتا ہے اس سے اس واقعہ پر پردہ نہ پڑجانا چاہئے کہ 'فرانس' کے انتظامی قانون میں اسوقت بھی ایسے خیالات موجود ہیں جو قانونی حکومت' اور خصوصاً معمولی عدالتوں کی اعلیٰ حکومت کے معاملہ میں 'انگلستان' کے باشندوں کو بالکل غیر مانوس معلوم ہوتے ہیں۔ اسسے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ 'فرانس' میں جدید مثلاً 'تفریق مرکزیت ملازمت' وغیرہ کے خیالات کے پیدا ہونے کا امکان ہے جو انگلستان کی قانونی حکومت کے مفہوم سے کسی طرح مطابق نہیں ہوسکتے۔ مزید براں اسسے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ زمانہ کے حالات نے 'فرانس' میں ایک ایسا سوال پیدا کردیا ہے
XLVIII اور 'انگلستان' میں پیدا کررہا ہے جسے 'اہل انگلستان' ابتک قابل اطمینان طریقہ سے حل نہیں کرسکے ہیں۔ وہ سوال یہہ ہے کہ وہ سول ملازمین یا دوسرے لوگ جنہوں نے ایسے فرایض اپنے ذمہ لئے ہیں جنکی حسن تکمیل پر تمام ملک کی خوشحالی کا انحصار ہے کس حد تک اسکے مجاز کئے جاسکتے ہیں کہ وہ اپنی موجودہ حیثیت کو کام میں لاکر ہڑتال یا علی سیاسی ہنگاموں کے ذریعہ سے سلطنت سے یا اسکا نقصان کرکے اپنے حق میں کسی قسم کی رعایتیں حاصل کریں۔ جب یہہ خیال ایکمرتبہ معرض وجود میں آگیا ہے' تو اس تصور کو دل سے نکالنا محال ہے کہ 'فرانس' کے تجربہ اور تقلید سے ممکن ہے کہ 'انگلستان' کو بھی کچھہ فائدہ پہنچے۔ یہہ امر یقینی ہے کہ سول ملازمین' یا بقول 'میور' کے افسران سررشتہ کے روز افزوں اختیارات کا انتظام صحیح طریقہ سے قانون عہدہ داران کی توسیع سے نہیں ہوسکتا[1] اس میں کلام نہیں کہ 'فرانس' نے براہ دانشمندی اپنی اعلیٰ ترین انتظامی عدالت کو

[1] خیال کرو، عہدہ داران راز کے ایکٹوں کا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کم وبیش قانونی کرکے بڑی حد تک اس زمانہ کی گورنمنٹ کے دباؤ سے آزاد کردیا ہے۔ یہہ ممکن ہے کہ موجودہ انگلستان کو عہدہ داروں کے قانون کی توسیع سے کوئی فائدہ پہنچے۔ یہہ امر بھی یقینی نہیں ہے کہ سول ملازمین کے جرائم یا غلطیوں کی تحقیقات کے لئے ہر صورت میں معمولی عدالتیں ہی بہتر ہیں۔ یہہ امر بھی قابل غور ہے کہ آیا عہدہ داروں کے قانون کی تعمیل کرانے کے لئے ایک ایسی جماعت جو عہدہ داری کے تجربہ کے ساتھ ساتھ قانونی معلومات بھی رکھتی ہو، اور اس زمانہ کی گورنمنٹ کے اثر سے بالکل آزاد ہو، بہ نسبت ہائی کورٹ کے کسی صیغہ کے بہتر اور زیادہ تر مفید نہ ہوگی؟

(ج) دستوری پیمان[1] (Conventions)

ہمیں تین امور قابل غور ہیں جنکا خلاصہ مفصلۂ ذیل سوال و جواب میں ہوسکتا ہے۔

سوال اول۔ کیا دستوری پیمان میں گزشتہ تیس سال کے اندر اہم تبدیلیاں ہوئی ہیں؟

جواب۔ بے شک اہم تبدیلیاں ہوئی ہیں، جو عام طور سے دو عنوانوں کے تحت میں لائی جاسکتی ہیں، اور جنہیں مزید تصریح کیلئے ایک دوسرے سے ممیز کرنا ضرور ہے: اول۔ وہ جدید قواعد یا عملدرآمد جو اب تک دستوری مسلمات یا مفروضات متصور ہوتے ہیں؛ دوسرے وہ مسلمات یا مفروضات جو ۱۸۸۴ء کے بعد سے یا قانون کی شکل میں آگئے ہیں، یا قانون کی تبدیلیوں سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ انکو قانون کے منظورہ پیمان[2] کے نام سے موسوم کرنا مناسب ہوگا۔ XLIX

محض مفروضات۔ یہہ قانون ملک میں بغیر کسی تبدیلی کے پیدا ہوگئے ہیں کیونکہ انسے زمانہ کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ انکی مثالوں کا ملنا کچھہ زیادہ دشوار نہیں ہے۔ ۱۸۶۸ء میں قدامت پسندوں کی وزارت کو جو اسوقت برسرکار تھی عام انتخابات کے موقع پر ایک صریح شکست ہوئی۔ مسٹر ڈیزریلی نے بلا انتظار

---

[1] دیکھو فصل ۱۴ و ۱۵۔

[2] دیکھو بالواسطہ اثرات پارلیمنٹ کے ایکٹ کے صفحہ (LI) پر۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس امر کے کہ پارلیمنٹ کا اجلاس ہو استعفا دیدیا ۱۸۷۴ء میں مسٹر گلیڈ اسٹون نے جو اسوقت وزیر تھے یہی طرز عمل اختیار کیا۔ اور پھر ۱۸۷۵ء میں مسٹر ڈیزریلی (جو اسوقت لارڈ بیکنسفیلڈ ہوگئے تھے) اور ۱۸۹۵ء میں مسٹر گلیڈ اسٹون نے یہی عمل کیا۔ ان استعفاؤں سے جو عام انتخابات کے نتائج تھے وہ بداہتی نظیر جو ۱۸۳۴ء میں پیل نے قائم کی تھی منسوخ ہوگئی جس قدامت پسند وزارت کا پیل سرگروہ تھا اگرچہ اسکو عام انتخابات میں مسلم طور سے شکست ہوگئی تھی، مگر اس نے اسوقت تک استعفا نہیں پیش کیا جب تک کہ اسکو جدید منتخبہ دارالعوام میں فی الحقیقت شکست نہیں ہوی۔ یہہ امر قابل بیان ہے کہ اس مخصوص موقع پر پیل نے باوجود قلت کے، نہایت قابلیت کے ساتھ پارلیمنٹ کی اس کوشش کا مقابلہ کیا کہ وہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہوجائے۔ اس نے قدامت پسندوں کے اثر اور وقعت کو بڑھادیا اور ان پارلیمنٹری مباحث میں انتخاب کنندگاں کو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ اگرچہ قدامت پسندوں کی قلت (Minority) کو انتخاب میں شکست ہوگئی لیکن اس سے انکی قوت میں معتدبہ اضافہ ہوگیا ہے۔ پیل نے یہہ بھی ظاہر کردیا کہ اگرچہ وہ اور اسکے متبعین دستور میں مزید تبدیلیوں سے اختلاف کرنے کے لئے آمادہ ہیں مگر وہ ۱۸۳۲ء کے اصلاحی ایکٹ کے پوری طرح مؤید ہیں؛ اور اگرچہ وہ مراجعیت کی حکمت عملی کو مطلق پسند نہیں کرتے مگر ملک کو روشن خیال انتظام کے فوائد پہنچانے کے لئے ہر طرح مستعد ہیں۔ یہہ جدید مفروضہ جو کہ شکست خوردہ وزارت کو اپنے عہدہ سے مستعفی ہونے پر مجبور کرتا ہے، بین طور سے اس امر کا اقرار ہے کہ سیاسی طور سے حقیقی اعلیٰ اختیارات کے مالک انتخاب کنندگان ہیں۔ اور اسی کے ذریعہ سے عام انتخاب اس فیصلہ کی صورت اختیار کرلیتا ہے کہ جدید منتخب شدہ پارلیمنٹ کے زمانہ قیام تک کون سی جماعت برسرکار رہے گی، اور بعض اوقات اس سے یہہ بھی طے ہوجاتا ہے کہ اس مدت میں کون خاص شخص وزیر اعظم رہیگا[1]۔ انکے علاوہ یہ جدید مفروضہ اور بہت سی خفیف سیاسی اور دستوری تبدیلیوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے؛ مثلاً انتخاب کنندگان کی بعض جماعتوں، اور اس طریقے سے تمام ملک کو متواتر مخاطب کرنے کا

L

[1] یہہ امر یقینی ہے کہ ۱۸۸۵ء کے عام انتخاب میں جب آزادی پسندوں کو کامیابی ہوئی تو وہ یہہ چاہتے تھے کہ لارڈ بیکنسفیلڈ استعفا دیدیں اور انکی جگہہ مسٹر گلیڈ اسٹون مقرر ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طریقہ، نہ صرف عہدہ سے علیحدگی کے بعد بلکہ عین حالت عہدہ داری میں، جس سے پٹ کے قدیم زمانہ سے قطع نظر کرکے پیل، لارڈ جان رسل یا لارڈ پامرسٹن کے زمانہ تک کے لوگ بالکل ناواقف تھے۔

ایسے سیاسی عادات یا پیمان کی تبدیلیوں پر، جن کو قانونی جدت یا تبدیلی سے کوئی تعلق نہیں ہے، بہت کم توجہ کی گئی ہے؛ اسوجہہ سے کہ وہ بتدریج ظہور میں آئیں اور بالصراحت نہ تھیں، مگر وہ اپنی ذاتی اہمیت کے لحاظ سے ایسی نہیں ہیں کہ بالکل نظر انداز کی جاسکیں۔ اسوقت یہہ دستور مسلم ہوگیا ہے کہ ہر بادشاہ یا ملکہ اپنی انگریزی رعایا کے اخلاقی احساسات میں شریک ہو اور انکا اظہار کرے۔ انگلستان کے بادشاہونکی یہہ خواہش کہ وہ اپنی رعایا کے فطری، فیاضانہ، اور حب الوطنی کے احساسات کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں، ایک جدید امر ہے۔ قومی اور شاہی سیاست میں اس جدید اور شریف خیال کا اضافہ بلا تامل ملکہ وکٹوریہ کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ بادشاہ کی طرف سے ہمدردی کے خیالات کے اظہار کا طریقہ اگرچہ مفقود نہ تھا، مگر جارج سوم اور اسکے بیٹوں کے بادشاہ ہونے تک اسپر بہت کم عمل کیا جاتا تھا[1] یہہ یقیناً عہد وکٹوریہ کی ایجاد ہے جو اب تک چلی آتی ہے۔ یہہ بھی مسلم ہے کہ وکٹوریہ کے انتقال کے بعد سے اسمیں ایسی توسیع ہوگئی ہے جو ان کی طویل حکومت کے بڑے حصہ میں نہ ہوسکی تھی۔ اس قسم کے معاملہ میں بیان کا اجمال ایک ایسے سیاسی واقعہ پر زور دینے کے لئے بہترین ذریعہ ہے جو باوجود اہم ہونیکے ناقابل صراحت ہو۔ اس موقع پر کہ سلطنتہائے متحدہ اپنی پہلی شاہی جنگ کر رہی ہیں، LI
یہہ امر ذہن نشین رکھنا مختلف وجوہ سے نہایت ضرور ہے کہ تمام سلطنت کا صحیح اور مسلمہ نمایندہ بادشاہ ہے[2]

جدید سیاسی پیمان کی دوسری مثال ان ضوابط میں پائی جاتی ہے جو دارالعوام

[1] جب یہہ مسلم ہونے لگا کہ بادشاہ کی جو اسپیچ پارلیمنٹ میں پڑھی جاتی ہے اسمیں بہ نسبت بادشاہ کی رائے کے زیادہ تر وزرا کی رائے ہوتی ہے، تو لابدی طور سے یہہ ضرورت لاحق ہوئی کہ بادشاہ اپنی رعایا کی خوشی اور خصوصاً اسکے نبج میں اپنی ہمدردی کے اظہار کیلئے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرے۔ [2] دیکھو صفحہ XCI نوٹ (۱)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے ۱۸۸۱ء سے اختیار کئے ہیں، جن کا مقصد یہ ہے کہ وہ مزاحمت روک دیجائے، اور عام طور سے وہ ذرائع کم کر دیئے جائیں جنہیں کام میں لاکر قلتوں (Minority) کو دارالعوام کے مباحث کو معرض التوا میں ڈال دینے کا موقع ملتا تھا۔ ان قواعد نے ایسے مسودات قانون کو جن سے کثیر ارکان کو اختلاف ہوتا تھا، کم سے کم وقت میں دارالعوام سے منظور کرا لینے کے امکان کو بڑھا دیا۔ یہ امر مسلم ہے کہ ان مختلف ترکیبوں نے، جو عام طور سے طلب رائے، (Closure) گلوٹائین (Guillotine) اور کانگرو (Kangroo) کے نام سے موسوم ہیں، متواتر حکومتوں کو، ایسی حالت میں کہ انکی طرفدار تربیت یافتہ کثرت تھی، اس مقدار میں قوانین منظور کرانے کے قابل کر دیا جن کا منظور کرا لینا بغیر ان ترکیبوں کے ناممکن تھا۔ یہ سوال کہ آیا جو معاوضہ اس نتیجہ کے حصول کے لئے اختصار اور فقدان بحث سے ادا کیا گیا وہ ضرورت سے زیادہ نہ تھا؟ اسوقت ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ یہاں جو کچھ بیان کرنے کے لایق ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ ضابطہ کے یہ قواعد صحیح طور سے قانون کے حدود میں داخل نہیں ہوتے، بلکہ فی الحقیقت وہ ایسے عملدرآمد اور پیمان ہیں جن کو دارالعوام نے تسلیم کر لیا ہے[۱] اور جن کا اجرا ایکٹوں کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ اس اصطلاح سے وہ سیاسی پیمان مقصود ہیں جنہوں نے پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعہ یا کسی دوسرے قانون کی تبدیلی سے قانون نافذہ کی حیثیت پیدا کر لی ہے[۲] اس قسم کے نافذہ پیمان[۳] کی بہترین مثالیں ۱۹۱۱ء کے ایکٹ کے بالواسطہ اثرات[۴] میں ملیں گی۔

(۱) پارلیمنٹ کے اس ایکٹ سے جو وضع قوانین کے متعلق، دارالامرا اور دارالعوام کے تعلقات کو متعین کرتا ہے بجائے ایک غیر مکتوب قانون یا غیر نافذہ دستور کے ایک حد تک ایک مکتوب یا اگر زیادہ صحت سے کہا جائے تو ایک نافذہ دستور LII

---

[۱] قوانین اور مفروضات دستوری میں جو حقیقی فرق ہے اسکے لئے دیکھو صفحات 23-30 [۲] دیکھو ۱۹۱۳ء کا مشروطی ایکٹ متعلقہ ٹیکس۔ [۳] معترض یہ صحیح طور سے کہہ سکتا ہے کہ جو مفروضہ بذریعہ ایکٹ کے قانون ہو گیا ہے وہ مفروضہ نہیں بلکہ دستوری قانون کا ایک جز ہے۔ اس سے مجھ کو انکار نہیں مگر ایسے نافذہ مفروضات بالواسطہ مقررہ قرار دادوں اور عملدرآمدوں پر ایسا اثر ڈال سکتے ہیں کہ انکے بالواسطہ اثرات پر دستور کے مفروضات کے ساتھ غور کرنا موجب آسانی ہوگا۔ [۴] بلاواسطہ اثرات کیلئے دیکھو صفحہ XXI

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قائم ہوتا ہے[۱]

(۲) ایکٹ مذکور بادشاہ کے اس اختیار کو اگر قطعاً منسوخ نہیں تو بڑی حد تک روکدیتا ہے، جسکے ذریعہ سے بادشاہ مجاز ہے کہ جدید امرا بنا کر دارالامرا میں کثرت پیدا کرے تاکہ ایسا مسودہ قانون دارالامرا سے منظور کرایا جاسکے جسے وہ بکثرت آرا نامنظور کرچکا ہو۔ اس اختیار سے فی الحقیقت صرف ایکمرتبہ بلکہ این کے عہد میں سنہ ۱۷۱۲ء میں کام لیا گیا تھا۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں یہ یقین کہ ولیم چہارم، دارالامرا کی مزاحمت کو رفع کرنے کے لئے اس اختیار سے کام لیگا، بڑے اصلاحی ایکٹ کی منظوری کا باعث ہوا۔ اسی طرح اس یقین نے کہ جارج پنجم اس کو کام میں لائیں گے سنہ ۱۹۱۱ء کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کو منظور کرایا۔ دونوں صورتوں میں غیر محدود تعداد میں امرا بنانے کی تجویز کی تائید میں جو دلیل بادشاہ پر موثر ہوئی وہ یہی تھی کہ امرا کو قوم کی مرضی کے قبول کرنے پر مجبور کرنے کے لئے دستور ملک میں کوئی اور ذریعہ بجز اسکے نہ تھا کہ بادشاہ اس بجا یا بیجا اختیار کو کام میں لائے۔ لیکن پارلیمنٹ کے ایکٹ نے اس دلیل کے زور کو زائل کردیا ہے۔ آئندہ اگر کسی بادشاہ سے اسکے وزرا یہہ درخواست کرینگے کہ وہ دارالامرا میں اسطور سے غلبہ پیدا کرے تو وہ یہہ جواب دیسکے گا کہ "اگر فی الحقیقت رعایا یہہ چاہتی ہے کہ کوئی ایسا مسودہ جسے دارالامرا نامنظور کرچکا ہے قانون ہوجائے تو تم بغیر دارالامرا کی رضامندی کے اسکو دو سال میں پارلیمنٹ کے ایکٹ کی شکل میں منتقل کرسکتے ہو۔" اسطور سے دارالامرا میں غلبہ پیدا کرنے کی جو وجہ سنہ ۱۸۳۲ء یا سنہ ۱۹۱۱ء میں پیش کیجاسکتی تھی اسکو پارلیمنٹ کے ایکٹ نے باقی نہیں رکھا۔

(۳) پارلیمنٹ کے ایکٹ سے غالباً یہہ عملدرآمد قائم ہوجائے گا کہ ہر پارلیمنٹ اپنی پوری قانونی مدت یعنی پانچ سال تک قائم رہے گی۔ اس ایکٹ

---

[۱] اس فرق کے لئے دیکھو صفحہ 27 آئندہ، اور خصوصیت کے ساتھ پارلیمنٹ کے ایکٹ کی دفعہ ضمن ۲ و ۳ کو جس میں "منی بل" کی قانونی تعریف کی گئی ہے اور وہ مخصوص طریقہ بتایا گیا ہے جسکے ذریعہ سے یہہ دریافت ہوسکتا ہے کہ آیا کوئی بل "منی بل" کی تعریف میں آتا ہے یا نہیں۔ [۲] دیکھو ایکٹ پارلیمنٹ دفعہ (۷) جسمیں محکوم ہے کہ "بجائے سات سال کے جو مدت سالا ایکٹ سنہ ۱۷۱۵ء میں قیام پارلیمنٹ کیلئے انتہائی مدت قرار پائی تھی (۵) سال قائم کئے جاتے ہیں"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے پڑھنے والے کو دو باتیں معروف اور مشہور واقعات کا یاد رکھنا ضرور ہے۔ ایسا دارالعوام، جسکے اکثر ارکین کا یہہ خیال ہو کہ انکی ہردلعزیزی گھٹتی جاتی ہے وہ یقیناً اسی بنا پر پارلیمنٹ کی برخاست سے ضرور اختلاف کرے گا، کیونکہ جب تک وہ برخاست نہ ہو انکا غلبہ قائم رہے گا اور جو قانون وہ چاہے گا اسے منظور کرا لے گا۔

LIII برخاست سے ممکن ہے کہ اسکی یہہ قوت زائل ہوجائے۔ پارلیمنٹ کے غیر سرکاری ارکان کو (۴۰۰) پونڈ سالانہ تنخواہ ملتی ہے، پارلیمنٹ کے اکثر ایسے ارکان کو جن کا تعلق جماعت قلیل سے ہے یہی تنخواہ بآسانی پارلیمنٹ کے قائم رہنے کی طرف مائل کردیگی کیونکہ وہ آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہے۔ ۱۶۸۸ء کے انقلاب سے لیکر ۱۷۱۶ء تک شاذ ہی صورتوں میں پارلیمنٹ کی برخاست کا عمل ہوا ہے۔ اگر ہوا تو اسکی کوئی اور وجہہ سوائے بادشاہ کی موت، یا ہفت سالہ ایکٹ کی محکومہ مدت کے اختتام کے نہ تھی۔ اب بادشاہ کی موت سے بھی پارلیمنٹ برخاست نہیں ہوتی۔ اس زمانہ میں بھی آزادی پسند جماعت اور خصوصاً برک، اس سے انکار کرتا رہا کہ بادشاہ کو حسب مرضی خود کسی پارلیمنٹ کے برخاست کردینے کا قانونی حق حاصل ہے۔ ۱۷۸۴ء کی برخاست کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ "تعزیری برخاست" تھی۔ فرانس کی پارلیمنٹ کی مدت قیام چار سال ہے، مگر پریسیڈنٹ کو بمنظوری سینیٹ (Senate) یہہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جبوقت چاہے اسکو برخاست کردے۔ گزشتہ ۳۷ سال میں اس اختیار سے صرف ایکمرتبہ کام لیا گیا ہے؛ اور پریسیڈنٹ کے اس اختیار کے استعمال کی واحد نظیر ایسی ہے جسکے اتباع کرنے پر کوئی فرانسیسی مدبر مائل نہیں نظر آتا۔ اسلئے قیاس غالب یہی ہے کہ پارلیمنٹ کو دفعۃً برخاست کرکے، دارالعوام کا براہِ راست انتخاب کنندگان کی مدد کا طالب ہونا ایسا عمل ہے جو انگلستان میں آیندہ تقریباً منسوخ ہوجائے گا۔ باوجود اسکے بیگہاٹ کہتا ہے کہ ایک وزیر اعظم کا جو اپنی ہردلعزیزی سے واقف ہو، یہہ اختیار کہ وہ دارالعوام کو توڑ کر جس نے اسے وزارت کی خدمت دلائی ہے، دارالعوام کی طرف سے قوم کی مدد کا طالب ہو، ایسی خصوصیت ہے جو انگلستان کے دستور کو ریاستہائے متفقہ امریکہ کے دستور پر مرجح کرتی ہے۔

(۴) پارلیمنٹ کے ایکٹ سے یہہ ممکن ہے کہ دارالعوام کی کثرت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انتخاب کنندگان یا دوسرے الفاظ میں قوم کی مرضی کی مزاحمت کرے یا اسکو رد کردے۔ یہہ حقیقۃً ایکٹ مذکور کا نتیجہ ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ یہہ امر مسلم ہے کہ ہوم رول کے مسودہ سے انتخاب کنندگان کی بڑی جماعت کو اختلاف تھا۔ اس میں بھی شک نہیں ہوسکتا کہ آیرلینڈ کی ایک قلیل، مگر قوی جماعت، اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ یہہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ ہوم رول کے مسودہ کا تیس سال کے اندر دو مرتبہ نامنظور ہونا انتخاب کنندگان کی رائے کے مطابق تھا۔ یہہ بھی یقینی ہے کہ اس عام خواہش پر کہ قوم سے مراجعہ کیا جائے دارالعوام کی کثیر جماعت نے مطلق توجہہ نہ کی؛ اسلئے کوئی منصف مزاج شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ ہمارے دستور میں اہم تبدیلیاں قوم کی مرضی کے خلاف بھی ہوسکتی ہیں۔

(۵) ممکن ہے کہ یہہ ایکٹ صدر دارالعوام کی حیثیت اور اسکی نوعیت پر غیر معمولی طور سے متاثر ہو۔ اسوقت تک دارالعوام کا بڑا فخر یہ تھا کہ اسکے صدر نے، جو اسکے مباحث کا انتظام کرتا ہے، باوجود اسکے کہ وہ ایک جماعت کا انتخاب کردہ ہوتا ہے، ایک صدی بلکہ اس سے زیادہ سے نہایت کامیابی کے ساتھ یہہ کوشش کی ہے کہ وہ بجائے کسی ایک جماعت کا سرگروہ یا ملازم سمجھا جانے کے، تمام مجلس کا نمائندہ اور ہادی سمجھا جائے۔ پارلیمنٹ کے جو مشہور صدر گزرے ہیں وہ ایسے ہی لوگ تھے جن کا یہہ مقصد تھا کہ وہ اپنی قانونی یعنی غیر طرفدارانہ حیثیت قائم رکھیں اس کوشش میں انکو جو کامیابی ہوئی وہ بجز انگلستان کے کسی اور ملک کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس اخلاقی کامیابی کی جو قدر کی گئی اس کا پتا اس دستوری علد رآمد سے جسے شاید دستوری قاعدہ کہنا بیجا نہ ہو، چلتا ہے کہ جو رکن ایک مرتبہ مجلس کا صدر منتخب ہوجائے وہ ہر پارلیمنٹ کے آغاز میں دوبارہ منتخب ہوسکتا ہے، خواہ اس ایوان کی سیاسی حیثیت کچھہ ہو۔ اسطور سے ایسے صدر جو آزادی پسند جماعت کی کثرت سے منتخب ہوے تھے، ایسی پارلیمنٹ میں جسمیں قدامت پسندوں کی کثرت تھی اپنے عہدوں پر قائم رہے ہیں اور اسیطرح پارلیمنٹ کی ایک قدامت پسند جماعت کا منتخبہ صدر، عام رائے کی تائید کے ساتھ، صدارت پر قایم رہا اگرچہ ایوان میں آزادی پسند لوگوں کی کثرت تھی اور وہ آزادی پسندوں کی ایک کابینہ کے زیر ہدایت کام LIV

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر رہا تھا۔ پارلیمنٹ کے ایکٹ نے صدر دارالعوام کے اختیارات ان مسودات کے متعلق جو ایکٹ مذکور کے تحت نافذ ہوں اور زیادہ بڑھا دیئے ہیں۔ اسطور سے کوئی مسودہ اسوقت تک منظور نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ وقتاً فوقتاً بذریعہ تحریر و دستخط اسکی تصدیق نہ کرے کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تمام مراتب کی پورے طور سے تکمیل ہوگئی ہے۔ یہہ ایک ایسا معاملہ ہے جو بالکل اسکے علم اور ضمیر کے حوالے کردیا جاتا ہے۔ اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ صریح ایسی صورتیں پیش آسکتی ہیں جنمیں اس سوال کے متعلق اختلاف آرا ہوسکتا ہے کہ آیا یہہ ممکن ہے کہ ہر صورت میں صدر ایمانداری اور دیانت کے ساتھ مطلوبہ تصدیق کرسکے گا۔ اور کیا یہہ یقینی نہیں ہے کہ دارالعوام میں جس جماعت کی کثرت ہوگی وہ آیندہ سے یہہ نہ چاہے گی کہ صدر ایسا شخص ہونا چاہئے جو ان کی جماعت کا ہم رائے ہو؟۔ اسکے یہہ معنی نہیں ہیں کہ انگلستان کے شرفا کی ایک جماعت کسی بدمعاش کو اپنا صدر بنانا منظور کرلے گی؛ بلکہ اسکا مقصد صرف یہہ ہے کہ وہ ایسے صدر کی خواہش کرے گی جو انکی جماعت کا ایک ایماندار شریک ہو نہ کہ اسکا جج۔ پارلیمنٹ کے ایکٹ سے ضرور اسکا اندیشہ ہوسکتا ہے کہ وہ صدر کی قانونی LV
حیثیت قایم نہ رہنے دے۔ امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کی کانگریس میں نمایندوں کی مجلس کا صدر ہمیشہ صائب الرائے اور قوی الخیال شخص ہوتا ہے؛ لیکن وہ مسلمہ طور سے نہ صرف شریک، بلکہ اس جماعت کا جس کی مؤید مجلس نمایندگان کی کثیر جماعت ہوتی ہے، پارلیمنٹی سرگروہ ہوتا ہے۔

دوسرا سوال - ان جدید پیمانوں کا عام رجحان کسطرف ہے؟

جواب - یقیناً اسطرف ہے کہ جس جماعت کی پارلیمنٹ میں کثرت ہو، یعنی دارالعوام میں خواہ وہ کثرت کسی طرح حاصل کی گئی ہو، اس جماعت کی قوت میں اضافہ کردے؛ اور نہ صرف وضع قانون کے تمام اختیارات، بلکہ تمام ملک کی حکومت اس کابینہ کے ہاتھ میں دیدے جو انگلستان میں جماعت کثیر کے اختیارات کو کام میں لانے کا واحد ذریعہ ہے؛ اور ملک میں وہی ایک ایسی جماعت ہے جو پارلیمنٹ کی اس کثرت کی ہدایت اور رہبری کرتی ہے جس کا آلۂ عمل کابینہ ہے۔ جن لوگوں نے انگلستان کے نافذہ اور موجودہ سیاسی ادارات کی پورے طور سے جانچ کی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انکا یہہ عقیدہ ہے کہ فرقہ واری نظام (یا بقول امریکہ والوں کے) اس کل کی اصابت اور قوت انگلستان میں نسلاً بعد نسلٍ بڑھتی گئی ہے[1]

تقریباً تمام امور کا رجحان اسی ایک جانب نظر آتا ہے۔ پارلیمنٹ کا ہر سرگروہ اپنی جماعت کی ترکیب اور تنظیم کا اہتمام کرتا ہے، اور ہر زمانہ میں کابینہ فی الحقیقت ایسے ارکان سے مرکب ہوتی ہے جو برسرکار جماعت کے ہادی اور رہبر ہوتے ہیں۔ اور فریق مقابل کے ارکان اس جماعت کی رہبری اور ہدایت کرتے ہیں جو برسرکار آنا چاہتی ہے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ انگلستان میں فرقہ واری جنگ وہ سربرآوردہ ارکین پارلیمنٹ جاری رکھتے ہیں جن سے اسوقت کی کابینہ مرکب ہے، یا آئندہ مرکب ہونے والی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ برائے نام انتخاب کنندگان سب سے قوی ہیں، کیونکہ وہ عام انتخاب کے وقت ملک کی حکومت ایک جماعت سے دوسری جماعت میں منتقل کردینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ بظاہر یہہ معقول طور سے کہا جاسکتا ہے کہ پارلمنٹ کے ایکٹ کی رو سے جو پنجسالہ پارلیمنٹ قایم ہوتی ہے اس پانچ سال کی مدت میں انتخاب کنندگان بجز اسکے کچھہ نہیں کرتے
LVI کہ ایک ایسی جماعت یا وزیر کو منتخب کرلیں جو پانچ سال تک ملک پر حکومت کرتا رہے۔ پارلیمنٹ کی ایسی کابینہ کو، جو ایک جماعت کی مستقل تائید حاصل کرلیتی ہے، اگرچہ وہ کثیر بھی نہ ہو، اپنے اختیارات میں کسی بڑی مزاحمت کا مقابلہ کرنا نہیں پڑتا۔ پارلیمنٹ کے ارکان، بہ نسبت پچاس برس پہلے کے اب دارالعوام میں زیادہ تر بولتے ہیں، مگر باوجود اس نطق یا یوں کہو کہ اسی نطق کی وجہہ سے ایسے انفرادی ارکان کے اختیار میں ضعف پیدا ہوگیا ہے جو نہ کابینہ میں شریک اور نہ فریق مقابل کے سرگروہ ہوتے ہیں۔ 'پامرسٹون' کے عہد میں اس قسم کے لوگوں میں بعض افراد ایسے ہوتے تھے جو پارلیمنٹ کے اندر اور اسکے باہر

[1] دیکھو 'لوول' کی کتاب 'انگلستان کی گورنمنٹ'، حصہ دوم فصل ۲۴ - ۳۷؛ اور 'لو' کی کتاب 'انگلستان کی گورنمنٹ'، فصل اتا ۷۔ 'رامزے میور' نے اپنے اس مضمون میں جو عہدہ داروں کے ذریعہ سے حکومت پر لکھا ہے (دیکھو 'پیرس ویو کریٹس' صفحہ ۱ - ۹۴) بظاہر 'لوول' اور 'لو' کے ساتھہ اتفاق کیا ہے مگر اسکی یہ رائے ہے کہ 'انگلستان' کے دستور کا فی الحال اسطرف رجحان ہے کہ زمام اختیارات پارلیمنٹ کی کابینہ کے ہاتھہ سے نکل کر مستقل طور سے ملازمین سول کے ہاتھہ میں آجائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسا اثر رکھتے تھے جس کا دعویٰ آجکل کوئی ایسا رکن نہیں کرسکتا جو نہ کابینہ میں اسوقت شریک ہے اور نہ کسی کابینہ میں اسکے شریک ہونے کی امید کیجاسکتی ہے۔ ہر ناظر کو، جس کا سیاسی حافظہ جنگ کریمیا یعنی ساٹھ سال قبل کے واقعات پر حاوی ہوگا، وہ مواقع یاد ہونگے جنہیں روبک، راونڈل پامر، کابڈن اور سب سے زیادہ، خاص مشکلات کے وقت 'برائٹ' کے الفاظ ایسے ہوتے اور ہوسکتے تھے جنہیں کوئی گورنمنٹ یا مخالف جماعت ناقابل لحاظ قرار دینے کی جرأت نہیں کرسکتی تھی۔ وضع قوانین کا کام اسوقت یہہ کہنا چاہئے کہ بالکل کابینہ کے ہاتھ میں ہے۔ جہانتک ایک بیرونی شخص دیکھہ سکتا ہے اسکو یہی معلوم ہوتا ہے کہ شاذ ہی ایسے مواقع ہوتے ہیں جنمیں کوئی ایسا معمولی رکن جسکی تائید میں وزارت وقت نہ ہو کوئی مسودہ پارلیمنٹ سے منظور کراسکتا ہے۔ ہر رکن مجاز ہے کہ وہ پارلیمنٹ کو مخاطب کرے، مگر وزیر اعظم کو یہہ اختیار حاصل ہے کہ وہ وضع قانون کی کسی بحث کو طویل نہ ہونے دے جبکہ اسکی رائے میں ایسی بحث غیر مناسب اور بے موقع ہو۔ دارالعوام کو آزادی کے ساتھ بحث کا نہ اختیار ہے اور نہ وہ اس کا دعویٰ کرتا ہے، اور نہ اسکے پاس مقتدر الوقت وزارت سے ایسے سوالات کے جوابات حاصل کرنے کا کوئی یقینی ذریعہ ہے جو قوم کی بہبودی سے متعلق ہوں، دستوری نقطۂ نظر سے یہہ کوئی خوشنما اور اطمینان بخش منظر نہیں سمجھا جاسکتا؛ مگر کھلی ہوی حقیقت یہہ ہے کہ ہمارے موجودہ دستور کے قیام میں 'انگلستان' میں عمومی حکومت چلانے کے لئے اس اقتدار کا قایم رکھنا جو کابینہ کے ہاتھ میں آگیا ہے ممکن ہے کہ ضروری ہو۔ بہرحال بے اطمینانی کی ایک وجہہ موجود ہے۔ اور یہہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر دستور کے قانون میں نہیں، تو کم از کم اسکے پیمان میں اہم تبدیلیوں کی ضرورت پائی جاتی ہے۔ جو خوف ہے وہ اس بنا پر نہیں ہے کہ 'انگلستان' کے عمال ضرورت سے زیادہ قوی ہوگئے ہیں، کیونکہ کمزور حکومت کا لازمی نتیجہ بدنظمی ہے، بلکہ خوف کی بنا یہہ ہے کہ ہمارے 'انگلستان' کے عمال، عام طور سے، بجائے قوم کے رہبر ہونے کے زیادہ تر ایک فرقہ کے نمایندہ ہوتے جاتے ہیں۔ کوئی منصف مزاج شخص، خصوصاً اسوقت، اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ قومی آزادی کی خواہش فرقہ واری حکومت کو ایسی

LVII

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حکومت میں منتقل کردیگی جس کے پیش نظر یہہ ہوگا کہ وہ قوم کی عزت اور عافیت کو قایم رکھے، مگر اس اہم واقعہ سے یہہ امر نظرانداز نہ کردینا چاہئے کہ فرقہ واری حکومت کا فطری رجحان یہہ ہے کہ وہ اپنے شرکا کو ایسے اختیارات عطا کرے جو فی الحقیقت قوم کے لئے مخصوص ہیں[1]

تیسرا سوال - کیا تیس سال کا تجربہ کتاب ہذا کے اس مندرجہ اصول کی توثیق کرتا ہے کہ دستور کے پیمانوں کا تعمیل کرانے والا وہ قریبی تعلق ہے جو ان پیمانوں (Conventions) اور قانونی حکومت میں پایا جاتا ہے؟

جواب - جس اصول پر میں قایم ہوں اسکی تشریح اور توضیح اسطرح کیجاسکتی ہے - ہر پارلیمنٹ بغاوت کے ایکٹ (Mutiny act) کو کیوں قائم رکھتی ہے، اور کیوں کوئی ایسا سال نہیں گزرنے پاتا کہ پارلیمنٹ ولیٹ منسٹر میں نہیں طلب کی جاتی؟ اسکی وجہہ صرف یہی ہے کہ اگر ان پیمانوں پر، جنہوں نے قواعد کی حیثیت پیدا کرلی ہے، عمل نہ کیا جائے، تو ہر شخص کو جو کوئی خدمت رکھتا ہے اس کا نہ صرف اندیشہ بلکہ ضرورت لاحق ہوگی کہ وہ قانون ملک کی خلاف ورزی

[1] حال کے چند واقعات ایسے ہیں جن سے ایسے خیالات یا عملدرآمد کا پتہ چلتا ہے جنہیں فرقہ واری نظام کی سختی میں بجائے اضافہ کے ایک حد تک کمی نظر آتی ہے۔ مقدمہ سر ہسٹورٹ سموئیل [1913] اے۔ سی۔ ۱۴۰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جوڈیشل کمیٹی کے ایکٹ ۱۸۳۳ء کی دفعہ (۴) کے تحت میں ایسا قانونی مسئلہ جسپر ایک رکن کے شریک پارلیمنٹ ہونے کا حق منحصر ہو، پرایوی کونسل کے سپرد کیا جاسکتا ہے، اور اس کا بے لاگ اور منصفانہ فیصلہ سربرآوردہ مقننین کی ایک جماعت کرسکتی ہے۔ اس سے یہہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ارکین پارلیمنٹ کے طرز عمل اور چال چلن کے متعلق ایسے سوالات، جن کی بے لاگ تحقیقات دارالعوام کی کوئی کمیٹی نہیں کرسکتی، اسی عدالت کے سپرد کئے جاسکتے ہیں۔ لارڈ کچنر کے اس عام اعلان نے، کہ انہوں نے جو خدمت اختیار کی ہے وہ کسی جماعت کے شریک کی حیثیت سے نہیں ہے، بلکہ محض ایک ایسے جنرل کی حیثیت سے ہے جس کا فرض ہے کہ وہ ایسی جنگ کا اہتمام کرے جس پر قوم کی عزت اور عافیت کا انحصار ہے، ایک ایسی نظیر قائم کردی ہے، جس کا اتباع علاوہ فوجی حلقہ کے دوسرے حلقوں میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ کیا اسمیں کوئی امر ناقابل یقین ہے کہ ایک ذی فہم وزیر خارجہ بغیر کسی قسم کی سُبکی اور بدنامی کے سالہاسال آزادی پسند اور قدامت پسند

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

LVIII

کرے۔ اگر فوجی قانون جو کہ فی الحقیقت ایک سالانہ ایکٹ ہے ہر سال نہ نافذ کیا جائے، تو بغیر قانون کی خلاف ورزی کے فوجی نظام قایم رکھنا محال ہو جائے۔ اگر کسی سال پارلیمنٹ ویسٹ منسٹر میں نہ جمع ہو تو اکثر ٹیکسوں کی ادائی موقوف ہو جائے، اور آمدنی کا جو حصہ شاہی خزانہ میں داخل ہو چکا ہے اسکے متعلق قانونی طور سے کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔ حال کا تجربہ صاف طور سے بتا رہا ہے کہ دستوری پیمانوں یا قانون کی خلاف ورزی تکلیف دہ اور خطرناک ہے، کیونکہ رواج نے کارروائی کا ایک خاص طریقہ معین کر دیا ہے، گو کہ اسکی کوئی قانونی بنیاد نہ تھی۔ ۱۹۰۹ء میں دارالامرا نے پارلیمنٹ برخاست کرنے کی غرض سے موازنہ نامنظور کر دیا۔ امرا کی یہہ کارروائی اسوقت انکے قانونی اختیارات کے اندر تھی، مگر اس سے بیحد تکلیف ہوئی اور اسکا چارہ کار یہی اختیار کرنا پڑا کہ ایک جدید پارلیمنٹ منتخب کی گئی۔ سالہا سال سے انکم ٹیکس، کسی ایکٹ کی رو سے نہیں، بلکہ محض دارالعوام کے ایک رزولیوشن پر، جو کہ سال آیندہ کے انکم ٹیکس کے وجود میں آنے سے پہلے منظور ہو چکا تھا، وصول کیا جاتا تھا۔ ایک چالاک شخص نے، گورنمنٹ کی کارروائی میں مشکلات پیدا کرنے کی غرض سے ان رقوم کی واپسی کا دعوی کیا جو انگلستان کے بینک نے اس کی آمدنی کے اس حصہ سے وضع کر لی تھیں جو اس کو بینک کے ذریعہ سے وصول ہوتا تھا۔ اس جری مدعی کو ٹیکس کا وہ حصہ جو بغیر قانونی منظوری کے وصول کیا گیا تھا بلا تامل واپس دلایا گیا۔ مسٹر گبسن بولس کو جو کامیابی[1] ہوئی اس سے بہتر کوئی مثال قانونی حکومت کی قوت کی نہیں ہو سکتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دونوں جماعتوں کی کابینوں میں شریک رہے ہے؟ کیا یہہ مفروضہ مہمل معلوم ہوتا ہے کہ ایک لارڈ چانسلر، جو اپنی قانون دانی اور رائے کی وجہہ سے ممتاز ہو بحیثیت ملک کے اعلی ترین جج کے اپنے ملک کی خدمت کرتا رہے اور اپنے قانونی علم سے ایسی کابینہ کو فائدہ پہنچاتا رہے جسکے سیاسی خیالات کے ساتھ اسکو اتفاق نہ ہو؟ اگر فرقہ واری نظام کی روز افزوں قوت کی روک تھام کی جائے تو انگریزی قوم کو بجائے کسی نقصان کے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۲ دیکھو صفحات 441-450 آیندہ۔

[1] بولس بنام بنک آف انگلنڈ [۱۹۱۳] اچانسری ۵۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(د) گزشتہ تیس سال میں جدید دستوری خیالات کا نشو و نما

یہہ حسب ذیل خیالات ہیں۔ (۱) عورتوں کو حق انتخاب (Women suffrage)
(۲) تناسب نمایندگی (Proportional Representation)
(۳) وفاقیت (Federalism) (۴) مراجعیت (Referendum)
(قوانین کے متعلق پارلیمنٹ سے منظور ہو جانے کے بعد بھی انتخاب کنندگان کی رائے کا لیا جانا)۔

دو عام تمہیدیں

ان جدید خیالات پر، جو مختصر بحث اس مقدمہ میں ہو سکتی ہے، اس میں ان دو عام تمہیدوں سے بہت آسانی ہو جائے گی جن کا تعلق کم و بیش ان چاروں مجوزہ اصلاحوں یا جدتوں سے ہے۔ LIX

تمہید اول۔ مہذب اور ترقی کرنے والی ریاستوں کے باشندوں نے جس جدت کا اظہار دوسرے امور میں کیا ہے وہ سیاسیات کی جدت سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ زمانہ حال کے عقلا نے جو غیر معمولی اہمیت نیابتی یا نمایندہ حکومت کو دی ہے وہی ایک ایسی دستوری دریافت یا ایجاد سمجھے جانے کے قابل ہے جس سے ایتھنز یا روما کے باشندے ناواقف تھے[1] مگر ساتھ اسکے یہہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ نہ نیابتی حکومت اور نہ اہل روما کی شاہی اور نہ ان اہم دستوری تبدیلیوں پر جو دنیا کے سامنے لائی گئی ہیں صحیح طور سے ایجاد یا دریافت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اگر وہ امور تقلید کا نتیجہ نہیں ہیں تو یہہ سمجھنا چاہئے کہ وہ عام طور سے بجائے ایجاد

[1] یہہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہو کہ (بہ استثنائے نیابتی حکومت کے) زمانہ موجودہ کا کوئی سیاسی خیال ایسا نہ تھا جس سے ارسطو کی ذہانت نے بحث نہ کی ہو۔ مگر یہہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ عظیم الشان انتظامی نظام جو حکومت روما کے نام سے موسوم ہے اس سے خارج تھا یا یوں کہو کہ وہاں تک کسی یونانی فلسفی کا خیال نہ پہنچا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کئے جانے کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں؛ انمیں سے ہر ایک ایسے شخص کا پیدا کیا ہوا ہے جو کوئی جدید سیاسی خیال پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ یہہ کوشش کرتا تھا کہ اپنے زمانہ کی مشکلات اور ضروریات کا عملی انتظام کرے۔ انگریزی تاریخ کے کسی حصّہ میں جدید سیاسی خیالات کا تدریجی نشو و نما وکٹوریہ کے عہد حکومت (۱۸۳۷-۱۹۰۱) سے زیادہ تر نمایاں اور بعید القیاس نہیں رہا ہے۔ یہہ عہد ذہنی ترقیوں کا تھا؛ جسمیں علوم و فنون اور خیالی مضامین کی بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں؛ اور علم تاریخ کا میدان ہر طرف وسیع ہوگیا؛ مگر اس نے دنیا کے سیاسی اور دستوری خیالات کے کم مایہ ذخیرہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ ایک لحاظ سے یہی حال اِس عرض مدت کا ہے جو بیسویں صدی کے آغاز سے گزری ہے۔ میں نے جن خیالات کو جدید دستوری خیالات سے موسوم کرنے کی جرأت کی ہے انکا بڑا حصّہ جدید نہیں ہے؛ انکی جدت اسپر مشتمل ہے کہ گزشتہ چودہ سال سے انکے ساتھ جدید دلچسپی لی جانے لگی ہے۔

تمہید دوم۔ یہہ جدید خیالات، وضع قوانین کے ان مقاصد میں سے ہے، جو ہر طرح صحیح وضع قانون کو بشرط امکان حاصل کرنے چاہئیں، ایک مقصد کا بہت کم یا یوں کہنا چاہئے کہ مطلق لحاظ نہیں کرتے، لیکن یہہ ایسا امر ہے کہ اسکی تشریح کی ضرورت ہے۔

LX ہر عمومی گورنمنٹ، اور یقیناً اس کم و بیش عمومی دستور میں جو اسوقت انگلستان میں نافذ ہے، وضع قوانین کے کم از کم دو مختلف مقاصد ہونے چاہئیں۔ یہہ دونوں مقصد اگرچہ اہم ہیں، مگر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ پہلا مقصد یہہ ہے کہ مفید اور دانشمندانہ قوانین نافذ کئے جائیں یا قایم رکھے جائیں؛ یعنی ایسے قوانین کہ اگر انکی تعمیل کرائیجائے تو انسے فی الحقیقت ایک مخصوص ملک کی خوشحالی یا عافیت میں اضافہ ہو؛ اور بجائے خود کارآمد اور فطرت اشیا کے مطابق ہوں۔ ایسے قوانین کا وضع کیا جانا مفید ہے، اور اس سے کوئی ذیعقل انکار نہیں کرسکتا۔ مثلاً اگر تجارت کی آزادی سے انگلستان میں لوگوں کو عمدہ اور ارزاں غذا بہم پہنچتی ہے، اور اس سے کوئی خاص خرابی نہیں پیدا ہوتی، تو کوئی معمولی عقل کا شخص بھی اس سے انکار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں کرسکتا کہ غلہ کے قانون کو منسوخ کر دینا واضعان قانون کا ایک دانشمندانہ فعل تھا۔ متذکرۂ بالا دو مقاصد میں سے دوسرا مقصد اس امر کا اطمینان ہے کہ ملک یعنی انگلستان میں کوئی ایسا قانون نہ نافذ کیا جائے، اور نہ قائم رکھا جائے جو انگریزوں کی عام رائے کے خلاف ہو۔ ہر محتاط شخص اسکو تسلیم کریگا کہ اگر ممکن ہو تو ایسا کیا جانا مناسب اور مفید ہے۔ جو قانون ایک ملک کے باشندوں کی خواہشات اور احساسات کے بالکل خلاف ہو، اور جسکو ہر شخص ناپسند کرتا ہو، اور کوئی اسکی تعمیل نہ کرے، وہ معطل ہے اور فی الحقیقت اسکو قانون ہی نہیں کہہ سکتے۔ جہاں بادشاہ اپنے اختیارات کے زور سے ایسے قوانین نافذ کر دیتے ہیں جو انکی رعایا کی خواہشات کے مخالف ہوتے ہیں تو انکی ایک حد تک ضرور تعمیل ہوتی ہے، مگر انکی تعمیل سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ اچھے قوانین کی خوبیوں پر بھی غالب آکر انکو نیست و نابود کر دیتی ہیں۔ یہی وہ خیال ہے جو انگریزی حکومت کو اسبارہ میں قابل معافی قرار دیتا ہے کہ اس نے تمام ہندوستان میں ایسے ادارات مثلاً ذات وغیرہ کو قائم رکھا ہے جسکی تائید میں ہندوستانیوں کی رائے ہے، اگرچہ وہاں کی عام رائے اور نیز انگلستان کے دانشمندوں کی رائے اسکے بالکل خلاف ہے۔ اسی قسم کے خیالات سے اس امر کی ایک حد تک توضیح ہوتی ہے کہ انگریزی مدبرین نے ستی کی رسم کی ممانعت میں اسقدر پس و پیش کیوں جائز رکھا۔ اسلئے انسانوں کی کثیر جماعت کو اس سے اتفاق ہوگا کہ صحیح وضع قوانین کو فطری امور کے ساتھ مطابق ہونا لازم ہے، یا مختصر الفاظ میں یوں کہو کہ وہ دانشمندانہ ہونے چاہئیں۔ اسکے لئے یہہ بھی ضرور ہے کہ وہ عام رائے کے LXI
مطابق یعنی عموم پسند ہو یا کم از کم عوام کو ناپسند نہ ہو۔ لیکن انگلستان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو کافی طور سے یہہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان دونوں مقاصد کا ہمیشہ حاصل ہونا مشکل ہے، اور بہت کم ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جنمیں یہہ دونوں مقاصد مساوی طور پر حاصل ہو سکتے ہیں جس مشکل کی طرف اسوقت ہم کو زور دینا ضرور ہے اسکی تمثیلوں سے انگلستان کے وضع قانون کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ مثلاً سنہ ۱۸۳۲ء[1]

[1] دیکھو جے۔ آر۔ ایم بٹلر کی کتاب بڑے اصلاحی ایکٹ کا نفاذ (لونگمین گرین کمپنی سنہ ۱۹۱۴ء) یہہ موخرالذکر بیان اور تحقیقات کا ایک عمدہ مجموعہ ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا اصلاحی ایکٹ اکثر انگلستان، کے مورخین اور عقلا کی رائے میں ایک دانشمندانہ قانون تھا، اور نفاذ کے وقت عام طور سے پسند کیا جاتا تھا۔ قدامت پسندوں کی طرف سے اس ایکٹ کا جسقدر اختلاف کیا گیا اسکا صحیح اندازہ غالباً جدت پسند لوگ نہیں کر سکے تھے، مگر موجودہ تاریخ کے واقعات میں سے یہہ واقعہ قوی شہادتوں سے ثابت ہے کہ اصلاحی ایکٹ کا نفاذ عام طور سے پسندیدہ نظر سے دیکھا گیا تھا۔ 'انگلستان' اور 'اسکاٹ لینڈ' کو ملا دینے کا جو ایکٹ ۱۷۰۷ء میں نافذ ہوا، اسکے نتیجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا دانشمندانہ ایکٹ تھا کہ اس سے بہتر آج تک کوئی ایکٹ نہیں نافذ ہوا ہے۔ اس سے 'انگلستان' اور 'اسکاٹ لینڈ' دونوں کے رہنے والونکو بیحد فائدہ پہنچا۔ اس سے 'برطانیہ عظمیٰ' کا وجود ہوا، اور متحدہ ممالک کو وہ قوت حاصل ہوئی جسکے ذریعہ سے وہ ایک زمانہ میں 'لوی چہاردہم' کے اندیشہ ناک غلبہ کا مقابلہ کر سکے، اور دوسرے عہد میں 'نپولین' کی بیحد قوت کو روک کر اسکو توڑ دینے میں کامیاب ہوے۔ اس ایکٹ کی کامل کامیابی کا کافی ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۸۳۲ء میں آزادی پسند، قدامت پسند یا انتہائی جدت پسند فرقوں میں سے کسی فرقہ نے بھی اسکی تنسیخ نہ چاہی۔ باوجود اسکے ایکٹ مذکور بروقت نفاذ 'اسکاٹ لینڈ' میں ناپسند کیا جاتا تھا، اور 'انگلستان' کے انتخاب کنندگان میں بھی یقینی طور سے پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ ۱۸۳۴ء کے جدید قانون غربا نے اندرونی ملک کے اضلاع کو تباہی سے بچا لیا، اسکا نفاذ نہایت دانشمندانہ اور فرقہ آزادی پسند کا بڑا عمل حب الوطنی تھا، مگر خود اس ایکٹ کو ملک کے فروری پیشہ لوگ جنکے حق میں وہ سب سے زیادہ مفید تھا ناپسند کرتے اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اصلاحی ایکٹ نے اپنے نفاذ سے دو سال کے اندر ہی اصلاح کنندگان کی وہ شہرت زائل کر دی جسکی ہمیشہ قایم رہنے کی وہ امید کرتے تھے، اسوقت یعنی ۱۹۱۴ء میں دستوری نظام میں اصلاح یا جدت کرنے والوں کا سب سے زیادہ عزیز خیال یہہ ہے کہ وضع قوانین کے معاملہ میں ایسی کم و بیش با اثر تجویز اختیار کیجانی چاہئے LXII
جس سے عام رائے کا پوری طرح اظہار ہوتا ہو: یعنی اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ جو قانون پارلیمنٹ سے نافذ ہوگا وہ عام پسند ہوگا، یا کم از کم عام طور سے ناپسند

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ کیا جائیگا؛ مگر اس تجویز میں اس امر کا عام طور سے کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے کہ وہ قوانین دانشمندانہ بھی ہونگے، یا یوں کہو کہ انسے ملک کی خوشحالی میں کوئی اضافہ بھی ہوگا۔ یہہ وہم پرستی کا مقولہ کہ "آوازۂ خلق نقارۂ خدا" ہے اس زمانہ میں، جو غلطی سے علم وفن کے زمانہ سے موسوم کیا جاتا ہے، غیر متوقع طریقے سے پھر زندہ ہوگیا ہے۔ عوام کی نمایاں دانشمندی کی نسبت جو عقیدہ ازسرنو زندہ ہوگیا ہے، اسکو غالباً عمومی احساسات کی ہم جنسی سے جدید تقویت پہنچی ہے۔ کیا اس سے ہم یہہ نہیں قیاس کرسکتے کہ اس عام غلطی کا دوبارہ زندہ ہوجانا ایک حد تک اور بواسطہ اصول سودمندی کے اثرات کے زایل ہوجانے کا نتیجہ ہے؟ خلق اللہ کی آواز کے عقیدہ کو 'فطری حقوق' کے مسئلہ سے بہت زیادہ تعلق ہے۔ 'انگلستان' میں 'ہابتھم' اور اسکے شاگردوں[1] نے فطری حقوق کے مسئلہ کا ابطال اور اسکی تردید کی تھی؛ اسلیئے اصول سودمندی کے اثرات کے زوال کے ساتھ اس عقیدہ میں جدید قوت پیدا ہوگئی؛ اور لوگ یہہ بھول گئے کہ فطری حقوق کے مسئلہ کی تردید نہ صرف 'ہابتھم' نے کی تھی، بلکہ اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے ایسے بڑے بڑے حکما بھی اسکے خلاف تھے جن کو اصول سودمندی سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔

چار جدید دستوری خیالات[2] پر تنقید

۱۔ عورتوں کی رائے دہی۔ عورتوں کا یہہ مطالبہ، کہ اُن کو پارلیمنٹ کے ارکان کے انتخاب میں رائے دینے کا حق دیا جائے؛ یا جیسا کہ اب کہا جاتا ہے کہ وہ سیاسی معاملات میں بالکل مردوں کے مساوی کردی جائیں، کوئی جدید مطالبہ نہیں ہے۔ 'انگلستان' میں وہ اٹھارھویں صدی[3] سے پیشتر کیا گیا تھا لیکن

---

[1] دیکھو کتاب 'لا اینڈ اوپی نین' صفحات ۳۰۹ و ۱۷۱ و ۱۷۲۔ [2] اس مقدمہ میں نہ میرا یہہ مقصد ہے اور نہ یہہ ممکن ہے کہ ہر خیال کی تائید اور تردید میں وہ تمام دلائل جو پیش کئے جاتے ہیں لکھے جائیں یا انکا خلاصہ بھی درج ہوسکے۔ میرا مقصد صرف اسقدر ہے کہ ان نمایاں خیالات یا احساسات پر روشنی ڈالوں جو انکی تائید یا تردید میں پیش ہوتے ہیں دیکھو صفحہ LVIII گزشتہ [3] دیکھو میری ولسٹن کرافٹ کی کتاب موسومہ حفاظت حقوق زناں، مطبوعہ ۱۷۹۲ء فرانس کے انقلاب عظیم میں عورتوں کے حقوق کے متعلق کوئی بحث نہیں ہوئی۔ یہہ فرض کرنیکی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ 'میڈم رولینڈ' نے کبھی پارلیمنٹ میں رائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

LXIII

'انگلستان' کی عورتوں کے لئے ارکان پارلیمنٹ کے انتخاب میں رائے دینے کے حق کا باضابطہ یا کم از کم قابل لحاظ مطالبہ ۱۸۶۶-۶۷ء سے آگے نہیں بڑھتا ہے' اسوقت دارالعوام میں' جے۔ ایس۔ مل' نے اسکی تائید کی تھی۔

میرے قارئین کو اولاً تھوڑی دیر کیلئے ان اسباب پر غور کرنا چاہئے جنہوں نے ایک ایسی تحریک کو' جو ۱۸۶۶ء میں ناقابل لحاظ متصور ہوئی تھی' اسقدر قوی کردیا ہے' اور بعدہٗ ان خاص دلائل یا احساسات پر جو ان لوگوں پر موثر ہیں جو عورتوں کی رائے دہی کی تائید یا تردید کرتے ہیں[1]

اسباب - انکا خلاصہ یہہ ہے کہ انیسویں صدی کے آغاز سے سلطنت متحدہ میں غیر منکوحہ اور ایسی عورتوں کی تعداد میں جو اپنے مصارف خود چلاتی ہیں بہت اضافہ ہوگیا ہے' اور یہہ جماعت علمی اور دوسرے میدانوں میں کامیابی حاصل کرنے کی وجہہ سے سال بسال زیادہ تر وجاہت پیدا کرتی جاتی ہے۔ سلطنت متحدہ کی حقیقی آبادی میں بہ نسبت مردوں کے عورتوں کی تعداد بڑھی ہوئی ہے اور اس زیادتی میں انگریزوں کی نوآبادیات یا دوسرے مقامات پر جاکر آباد ہوجانے سے اور اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جن خدمتوں پر مرد اور عورت دونوں بالمقابل مقرر ہوتے ہیں انمیں عورتوں کو بہ نسبت مردوں کے کم تنخواہ کا دیا جانا ایسا امر ہے جسپر بہت زیادہ توجہہ کی گئی ہے۔ یہہ عام یقین یا غلط فہمی' (جیسی کہ وہ ایک زمانہ میں سمجھی جاتی تھی) کہ وضع قانون کے ذریعہ سے اجرت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے فطری طور سے اس نتیجہ کے اخذ کی طرف منجر ہوتی ہے کہ عورتوں کو انتخاب ارکان پارلیمنٹ میں رائے دینے کا حق نہ ہونے کی وجہہ سے ان کا سخت مالی نقصان ہورہا ہے۔ حکومت کے اختیارات کی توسیع' اور تمدنی احکام کے ناکافی ہونے کی وجہہ سے روزانہ ایسے قوانین نافذ ہوتے رہتے ہیں جن کا تعلق ان امور سے ہوتا ہے جنمیں ہر عورت کو ذاتی دلچسپی اور غرض ہوتی ہے۔ امن اور تمدنی اصلاح کے زمانہ میں خود انتخاب کنندگان'

بقیہ صفحہ گزشتہ - دینے کے حق کا اپنے یا اپنے ہم جنسوں کے لئے دعویٰ کیا تھا۔

[1] دیکھو ان خاص دلائل کے لئے جو ہر فریق کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں ڈائسی کا خط ایک دوست کے نام عورتوں کی رائے دہی کے متعلق'۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان مباحث میں جن کو کم از کم انکے طرفدار بیحد اخلاقی یا مذہبی قرار دیتے ہیں، عورتوں کی ہمدردی اور انکی عملی تائید کا اظہار کرتے ہیں۔ اسطور سے عورتوں کے رائے دینے کے حق کی تائید میں مذہبی سرگروہ اور 'انگلستان' کے پادری اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں؛ ان لوگوں کا خیال ہے، خواہ وہ صحیح ہو یا غلط، کہ عورتوں کے سیاسی اختیارات سے سیاسی دنیا میں 'انگلستان' کے کلیسا کی قوت بڑھجائے گی۔

LXIV یہہ اور دوسرے اسی قسم کے حالات جو ناظرین کے ذہن اور حافظہ میں ہوں گے، اس توضیح کے لئے کافی ہیں کہ عورتوں کو پارلیمنٹ کے متعلق حق دینے کا سوال کیوں اسقدر وقیع اور اہم ہوگیا ہے۔

اہم طرق استدلال - یہہ دو عنوانوں کے تحت میں آسکتے ہیں؛ اگر ہر عنوان کے تحت میں مؤیدین آزادی کے دلائل اور انکے وہ دلائل یا جوابات جو وہ مخالفین آزادی کو دیتے ہیں درج کردیئے جائیں تو اس سے صاف اور مختصر طور سے معاملہ سمجھ میں آجائے گا۔

پہلی دلیل - ہر باشندۂ ملک، یا جیسا کہ عام طور سے کہا جاتا ہے، ہر ایسا شخص جو حسب قانون سلطنت متحدہ ٹیکس ادا کرتا ہے وہ بطور حق کے اسکا مستحق ہے کہ پارلیمنٹ کے ارکان کے انتخاب میں رائے دے۔ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ صاف ہے، 'انگلستان' کی ہر عورت سلطنت متحدہ کے قانون کے تحت میں مختلف اقسام کے ٹیکس ادا کرتی ہے اسلئے بظاہر وہ رائے دینے کا حق رکھتی ہے۔

جواب - یہہ طریقہ استدلال ضرورت سے زیادہ ثابت کرتا ہے۔ اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر عمومی گورنمنٹ کی بنیاد قطعی کلی آزادی (Universal suffrage) پر مبنی ہے۔ آزادی رائے کا ایک انتہائی طرفدار یہہ کہے گا کہ یہہ نتیجہ خلاف عقل امر پر منتہی نہیں ہوتا لیکن 'انگلستان' کے باشندوں میں ہزار ہا سمجھدار عورتیں اور مرد ایسے ہیں جو 'انگلستان' میں مردوں کے رائے دینے کے طریقہ کے اجرا کے فوائد کے بھی پوری طرح طرفدار نہیں ہیں؛ وہ بھی ایسی رائے کی اصابت تسلیم کرنے سے منکر ہیں جس کا نتیجہ یہہ ہو کہ 'انگلستان' کے ہر بالغ مرد اور عورت کو پارلیمنٹ کی رکنیت کے متعلق رائے دینے کا حق لازمی طور سے حاصل ہوجائے۔ مخالفین آزادی کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جواب کی قوت کا اسوقت تک کوئی شخص اظہار نہیں کرسکتا جب تک وہ اس معاملہ کی نوعیت میں کسیقدر اور گہرا نہ جائے۔ جو منصف مزاج اس کے لئے تیار ہوگا اسکو یہہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ عمومی حکومت کے بہت سے مقولے، مثلاً یہہ کہ ٹیکس کا وجوب حق نمایندگی کا حامل ہے، لفظاً عورتوں کے پارلیمنٹ کی رکنیت کے متعلق رائے دینے کے حق پر حاوی ہیں؛ مگر اس کا صحیح جواب یہہ ہوگا کہ عمومی اور قدامت پسند حکومت کے بہت سے ایسے اصول فی الحقیقت اصول نہیں ہیں بلکہ نعرہائے جنگ یا زبان زد مقولے ہیں جنمیں ایک بڑی حد تک عارضی اور وقتی صداقت پائیجاتی ہے مگر انمیں بمقدار کثیر غلطیاں بھی شریک ہیں۔ اور آخر کار اسکو کہنا پڑے گا کہ یہہ خیال کہ رائے دینے کا حق ایک ذاتی حق ہے محض دھوکا ہے۔ بلکہ فی الحقیقت وہ ایک عام فرض کی ادائی ہے، جو غلطی سے حق کے نام سے موسوم کرلی گئی ہے۔ عورتوں کو پارلیمنٹ کے
LXV معاملات میں رائے دینے یا نہ دینے کے حق کا فیصلہ اس امر پر منحصر ہے کہ آیا وہ 'انگلستان' کی عافیت اور خوشحالی کے لئے مفید ہوگا یا نہیں۔

دوسری دلیل - اختلاف جنس لازمی اور ضروری طور سے اسکا مقتضی نہیں ہے کہ 'انگلستان' کی عورتوں کو ان سیاسی حقوق کے دینے سے انکار کیا جائے جو 'انگلستان' کے مردوں کو حاصل ہیں۔ وہ عورتیں جو اس حق کی طالب ہیں یہہ کہہ سکتی ہیں کہ تجربہ یہہ بتا رہا ہے کہ بعض عورتوں میں حکومت کا مادّہ بعض مردوں سے بدرجہا بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہی دلیل اگر سوال کی شکل میں پیش کیجائے، جیسا کہ عموماً ہوتا ہے تو اسکی قوت اور زیادہ ہوجاتی ہے کیا یہہ قرین انصاف تھا کہ 'فلارنس نائیٹ انگیل' کو پارلیمنٹ کے رکن کے انتخاب میں اظہار رائے کا حق نہیں دیا گیا، درانحالیکہ اسکے زمانہ میں اسکے سائیس اور کوچمین کو، اگر وہ دس پونڈ کے قیمتی مکان کے مالک یا چالیس شلنگ کے پٹہ دار تھے، اس حق کے استعمال کی اجازت تھی جس سے ایک ایسی شریف عورت محروم رکھی گئی تھی جسکی سوانح عمری سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں مدبران ملک کے بہت سے اوصاف موجود تھے، اور جس نے بعض کارروائیوں میں اکثر ارکان پارلیمنٹ سے زیادہ تر سیاسی قوت سے کام لیا اور اس قوت کو ہمیشہ بے غرضانہ اور عام طور سے ملک کے مسلمہ فائدہ کے لئے برتا تھا؟ اسمیں مطلق شک نہیں ہوسکتا کہ اس تفتیش میں، خواہ وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی شکل اختیار کرے، جو دلیل پیش کیجاتی ہے وہ اکثر عورتوں، اور پارلیمنٹ کے انتخاب کنندگان، اور خود ارکان پارلیمنٹ کی نظروں میں مسکت، اور عورتوں کو پارلیمنٹ کے ارکان کے انتخاب میں حق دیئے جانے کی پورے طور سے مؤید ہے۔

جواب۔ ارکان پارلیمنٹ کے انتخاب میں رائے دینے کا جو حق عورتوں کے لئے اسوقت 'انگلستان' میں طلب کیا جاتا ہے وہ فی الحقیقت اسکا دعویٰ ہے کہ سیاسی حیثیت سے دونوں اصناف بالکل مساوی ہیں۔ معلوم نہیں کہ اسکے طرفدار اس امر سے واقف ہیں یا نہیں کہ عورتوں کا یہہ مطالبہ پارلیمنٹ اور کابینہ میں شرکت کا مطالبہ ہے۔ اسکے معنی یہہ ہیں کہ عورتیں جوری اور حکام عدالت کے زمرہ میں شریک کی جائیں۔ اس سے وہ فرق جو دونوں اصناف میں پایا جاتا ہے، (گو اسکے چھپانے کی کیسی ہی کوشش کیوں نہ کیجائے) اور جو انسانوں کی ایک جماعت کو دوسری جماعت سے تمیز کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے، اکثر مقاصد میں بالکل ناقابل لحاظ ٹھہرتا ہے۔ ان دلائل کا جن پر انگلستان کے ہر انتخاب کنندہ اور ناظر کی توجہہ گزشتہ تیس سال یا زیادہ سے برابر مبذول کرائی جارہی ہے، بار بار اعادہ کرنا بیکار محض ہے۔ یہہ امر یقینی ہے کہ عورتوں کے مطالبۂ رائے کے خلاف جو دلیل قدامت پسند پیش کرتے ہیں، اسکی حقیقی قوت (اور وہی سب سے اہم ہے) اس واقعہ پر منحصر ہے کہ یہہ طریقہ استدلال بیّن اور ظاہری طور سے اشیا کی نوعیت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ جو لوگ عورتوں کے مطالبہ کی تحریک کے خلاف ہیں وہ 'برک' کے قول سے ایسی بحث میں کام لے سکتے ہیں جس بحث سے خود 'برک' واقف نہ تھا اور جو اسکے زمانہ میں بالکل پردۂ خفا میں تھی: LXVI

> "وہ جو اصول سرکاری اور خانگی معاملات میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں وہ چونکہ ہمارے بنائے ہوئے نہیں ہوتے، بلکہ حالات کی فطرت اور روح کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں اسلئے وہ قیام ماموجہر تک قایم رہیں گے، جدت اور قدامت پسند اسٹورٹ، اور رنسوک، [عورتوں کے حق رائے کے مؤیدین اور مخالفین وغیرہ] اور اس قسم کے تمام وقتی بیہودہ کھیل تماشوں کے معدوم اور فراموش ہوجانے کے بعد بھی انکا وجود عرصہ دراز تک اسیطرح باقی رہے گا۔"[1]

[1] 'برک' کی خط و کتابت جلد اوّل صفحات ۳۳۲ - ۳۳۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۲۔ **تناسب نمایندگی**[1]۔ انگلستان میں تناسب نمایندگی کے طریقہ کے اجرا کی تائید تین امور کی صحت پر منحصر ہے۔

پہلا امر۔ اکثر صورتوں میں دارالعوام صحت اور احتیاط کے ساتھ اظہار رائے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ مثلاً یہہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ عورتوں کے حق رائے دہی کے مطالبہ کی نسبت انتخاب کنندگان کے کیا خیالات ہیں۔ یا یوں کہو کہ دارالعوام جیسا کہ عام طور سے کہا جاتا ہے "قومی خیال کا آئینہ نہیں ہوتا" یا انتخاب کنندگان کی خواہشات کو پوری طرح منعکس نہیں کرتا۔

دوسرا امر۔ تناسب نمایندگی کا کوئی ایسا طریقہ ممکن العمل ہے جس کے ذریعہ سے دارالعوام اسطرح ترکیب پاسکے کہ اس سے بہ نسبت حال کے قومی یا یوں کہو کہ انتخاب کنندگان کی رائے کا بہتر طریقہ سے اظہار ہوسکے۔

تیسرا امر۔ یہہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہر رائے جو مسلم طور سے انتخاب کنندگان یا قوم میں پائی جاتی ہے اسکی نمایندگی دارالعوام میں حتی الامکان اس رائے کے مؤیدین کے تناسب سے ہونی چاہیئے۔

ان تین امور میں سے اوّل اور دوم کی صداقت میری رائے میں قابل تسلیم ہے مثال کے طور سے عورتوں کے مطالبہ کو لیجئے۔ اگر اسکے متعلق اسوقت پارلیمنٹ کے اراکین کی رائے لیجائے تو نہ صرف ممکن بلکہ قیاس غالب یہ ہے کہ آدھے سے زیادہ LXVII
ارکان اسکے طرفدار پائے جائیں گے، لیکن انتخاب کنندگان میں نصف کی رائے بھی اسکی موافقت میں نہ ہوگی۔ برخلاف اسکے یہہ صورت بھی واقع ہوسکتی ہے کہ کسی دوسرے وقت عورتوں کی رائے دہی کی تائید میں نصف انتخاب کنندگان پائے جائیں، مگر دارالعوام کے نصف ارکان بھی اسکی تائید نہ کریں۔ علاوہ اسکے میرے خیال میں کوئی شخص بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ تناسب نمایندگی کی جو مختلف تجویزیں قوم کے سامنے پیش کی گئی ہیں انہیں سے کوئی ایک، اور غالباً ایک سے زیادہ

[1] دیکھو ہمفری کی کتاب "تناسب نمایندگی" فشر ولیمس کی کتاب "تناسب نمایندگی و سیاست انگلستان" اور لوول کی کتاب "عام رائے و عمومی حکومت" صفحہ ۱۲۲-۱۲۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسی تجویزیں ہوسکتی ہیں جو بہ نسبت موجودہ دارالعوام کے زیادہ تر صحت کے ساتھ قومی خیالات کا آئینہ ثابت ہوں۔ اس امر کا یاد رکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ اقرار ہذا سے اس یقین کی تائید نہیں ہوتی کہ عمومی حکومت کی کسی شکل میں بھی اسکا امکان ہے کہ نمائندوں کی ایسی جماعت مہیّا ہوسکتی ہے جو ہر وقت انگلستان کی مختلف جماعتوں کی رائے کامل اور صحیح طریقہ سے ظاہر کرتی ہو۔ چونکہ میں منجملہ تین امور متذکرۂ بالا کے اول اور دوم کی حقیقی صداقت کا قائل ہوں اسلئے مجھکو، کم از کم اس مقدمہ میں، اسکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ان شرائط پر غور کروں جن کے لزوم کے ساتھ انکی کامل صحت تسلیم کیجانی چاہئے کم از کم بحث کی غرض سے میں انکی صحت تسلیم کئے لیتا ہوں۔ تناسب نمایندگی کے نظام پر میرا اصلی اعتراض اس بنا پر ہے کہ منجملہ تین امور متذکرہ بالا کے تیسرے کی صحت کی نسبت مجھکو بہت شبہ ہے: یعنی یہہ کہ جو خیال انتخاب کنندگان کی کسی بڑی جماعت میں رائج ہو اس کی حتی الامکان اسی تناسب سے دارالعوام میں نمایندگی لازم اور ضرور ہے۔

قبل اسکے کہ میں ان اعتراضات کی تفصیل کروں جو میرے خیال میں انگلستان کے دستوری نظام میں تناسب نمایندگی کے نفاذ پر عائد ہوتے ہیں یہہ امر لازمی ہے کہ ان دو مختلف خیالات میں امتیاز کیا جائے جو تناسب نمایندگی کے واحد مطالبہ میں باہم مخلوط کردیئے گئے ہیں۔ ان خیالات میں سے ایک خیال یہہ ہے کہ انگلستان کے باشندوں کی ایک قابل لحاظ جماعت کی جو رائے ہو اسکا اظہار دارالعوام میں کیا جانا لازم ہے؛ یا اگر ایک سیاسی بازاری مگر معنی خیز جملہ استعمال کیا جائے تو یوں کہنا چاہئے کہ اسکے ساتھ پارلیمنٹ کے کسی رکن یا ارکان کی ہم آہنگی ضرور ہے۔ LXVIII اسی بنا پر جماعت آزادی پسند کے ایک سرگروہ کا قول ہے کہ:-

> "یہہ امر دارالعوام کے لئے بیحد مفید ہے کہ وہ قومی خیالات کا حقیقی آئینہ ہو، اور کوئی ایسا خیال جو بادشاہ کی رعایا کی قابل لحاظ جماعت میں فی الحقیقت شایع ہو بغیر نمایندگی اور اظہار کے نہ رہنے پائے"[1]

[1] دیکھو مسٹر اسکوئتھ کی تقریر پریسنٹ انڈر وزیں بتاریخ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۰۶ء جسکو فشر ولیمس نے اپنی کتاب تناسب نمائندگی، صفحہ ۱، پر نقل کیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو لوگ لاک ہنتھم، اور مل، کے خیالات سے متاثر ہیں انکو اس اصول سے اتفاق کرنے میں مطلق دقت نہ ہوگی؛ کیونکہ یہہ انکا مسلمہ اصول ہے کہ ہر ملک اور خصوصًا ایسے ملک میں جہاں عمومی حکومت ہو رعایا کے بُرے سے بُرے اور خراب سے خراب خیالات کا بھی واضعان قانون کو علم ہونا ضرور ہے۔ میرا مقصد ایک انتہائی تمثیل سے اچھی طرح ظاہر ہو جائے گا۔ اگر کسی ملک میں یہودی یا ان کا مذہب نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو یقینًا یہہ امر مناسب ہے کہ اس ملک کی پارلیمنٹ میں ایسے لوگ شریک ہوں جو اس قابل نفرت تعصب کی نمایندگی اور تائید کرتے ہوں؛ کیونکہ منصفانہ اور دانشمندانہ انتظام ملک کے لئے عوام کی غلطیوں اور دھوکوں سے واقف ہو جانا بھی مفید نہایت ہوتا ہے۔ تناسب نمایندگی کے طرفدار جو دوسرا خیال یا معنی تناسب نمایندگی کے قرار دیتے ہیں وہ یہہ ہے کہ دارالعوام میں ہر یا اثر رائے کا نہ صرف اظہار بلکہ سب سے زیادہ اسکی نمایندگی انتخاب کنندگان کی تعداد کے تناسب سے لازم ہے۔ اسطور سے اس سر برآوردہ شخص نے جو دارالعوام میں ہر رائے کے سماعت کئے جانے کا طرفدار تھا ایک دوسرے موقع پر یہہ الفاظ استعمال کئے:

"ہماری حکومت عملی کی یہہ ایک لازمی اور حقیقی خصوصیت ہوگی کہ ہم دارالعوام کو نہ صرف قوم کی زبان بلکہ قوم کے خیالات کا حقیقی آئینہ بنانے کی کوشش کریں گے"۔[1]

جب تناسب نمایندگی کی تعبیر اس طرح کیجاتی ہے تو وہ ایک اعتقاد ہو جاتا ہے جس سے ایک منصف مزاج شخص ممکن ہے کہ متفق نہ ہو۔ وہ بظاہر صحیح بھی نہیں معلوم ہوتا اور اسپر منجملہ اور اعتراضات کے مفصلۂ ذیل ایسے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جو صاف طور سے معرض بیان میں آسکتے ہیں۔

LXIX

[1] مسٹر اسکوبیتھ، بمقام برنلے، ۵ دسمبر ۱۹۱۰ء جسکی نقل جے فشر ولیمس نے اسی کتاب تناسب نمایندگی صفحہ ۱ پر کی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیسرے امر پر اعتراضات

پہلا اعتراض - عمومی انتخاب کا نظام جسقدر زیادہ پیچیدہ کر دیا جائیگا اسیقدر زیادہ اختیارات، انتخاب کے انجینٹوں اور سازش کرنے والوں کے ہاتھ میں آجائیں گے۔ اس سے خود بخود فرقہ بندی کے عمل (Party machine) میں زیادہ قوت اور اسکی نوعیت کی وقعت میں کمی ہو جائیگی۔ اسوقت 'انگلستان' کو جس سیاسی پیچیدگی کا سب سے زیادہ اندیشہ ہے وہ فرقہ بندی کا غیر مناسب اثر ہے۔ غرضکہ ہوا کہ 'بیگہاٹ'[1] نے اسپر بہت زیادہ زور کے ساتھ اعتراض کیا تھا۔ 'جان برائٹ' نے خیالی حقوق رائے دہی کے مسئلہ سے جو اختلاف کیا تھا اسکی توضیح اسی اعتراض سے ہوتی ہے گو کہ کامل طور سے اسکی صحت نہ ثابت ہوتی ہو۔

دوسرا اعتراض - دارالعوام محض دارالمناظرہ نہیں ہے، بلکہ وہ ایک ایسی جماعت ہے جسکے تفویض، گو براہ راست نہ ہوں، اہم انتظامی اختیارات کئے گئے ہیں، اس کا فرض یہہ ہے یا ہونا چاہئیے کہ وہ کابینہ کا تقرر اور اسکا تبصرہ کرے۔ بحث کے لئے فرض کر لو کہ دارالعوام میں ہر بااثر رائے کے اظہار کا موقع دیا جانا چاہئیے؛ اس مقصد کیلئے دارالعوام میں ایک یا دو ایسے اشخاص کا موجود ہونا کافی ہے کہ جب وہ کسی خاص رائے کی تائید میں تقریر کریں تو وہ اپنی طرف لوگونکو متوجہہ کر سکیں۔ عورتوں کے رائے دینے کے حق کا معاملہ کبھی دارالعوام میں اس زور کے ساتھ نہیں پیش ہوا جس طرح 'مل' نے پیش کیا تھا جبکہ وہ 'ویسٹ منسٹر' کی نمایندگی کر رہا تھا جسقدر توجہہ اسکے تائیدی دلائل پر مبذول کی گئی، جہانتک کہ انکا تعلق بحث سے تھا، اتنی توجہہ اس حالت میں بھی ممکن نہ تھی اگر سو ایسے ارکان موجود ہوتے جو اسکے ہم خیال ہوتے، مگر جنمیں 'مل' کی منطقی اور بیانیہ قوت

[1] دیکھو 'بیگہاٹ' کا 'انگلستان کا دستور' صفحات ۱۴۸ - ۱۵۹ -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ پائیجاتی۔ جب کسی ایسی جماعت کا نمبر ہی کہ دارالعوام کی جماعت ہے، حکومت سے تھوڑا سا بھی تعلق ہوتا ہے تو اسکو متنوع رائے سے زیادہ تر اتحاد عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ حقیقت یہہ ہے کہ نمایندگی کے خیال میں مبالغہ کی گنجایش ہے اور بعض اوقات اسمیں حد سے زیادہ مبالغہ کیا جاتا ہے۔ ایک ایسی کابینہ جسمیں ہر قسم کی رائے کے لوگ شریک ہوں ایک ایسی وزارت ہوگی جو کچھہ نہیں کر سکتی۔ فی الحقیقت کوئی شخص یہہ فرض نہیں کر سکتا کہ معمولی حالات میں کوئی ایسی گورنمنٹ قایم ہو سکتی ہے جسمیں دو مخالف فریق بہ تعداد مساوی موجود ہوں؛ اور نہ مثلاً عام طور سے یہہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو رائے ایک تہائی طرفداران وزارت کی ہو، وہی رائے لازمی طور سے ایک تہائی کابینہ کی بھی ہونی چاہئے۔ یہہ امر بھی اشتباہ سے خالی نہیں جو کمیشن تحقیقات کیلئے مقرر کئے جاتے ہیں انمیں بھی مختلف الرائے اشخاص کا مقرر کیا جانا مفید اور قابل لحاظ متصور ہو سکتا ہے۔ جس کمیشن نے سنہ ۱۸۳۴ء LXX
میں قانون غربا کی اصلاح کی داغ بیل ڈالی اس نے 'انگلستان' کی بڑی خدمت کی ہے۔ کیا اس کمیشن میں ایسے لوگوں کے مقرر کئے جانے سے کوئی فائدہ متصور ہو سکتا تھا جو موجودہ قانون غربا میں ہر قسم کی تبدیلی ناپسند کرتے تھے؟

تیسرا اعتراض۔ چونکہ تناسب نمایندگی کا مقصد اشخاص کی نہیں بلکہ مختلف آرا کی نمایندگی ہے، اسلئے اس سے دارالعوام میں متعدد فرقہ واری جماعتوں کے پیدا ہو جانے کی ترغیب ہوگی، اور سیاسی مقاصد حاصل کرنے کیلئے ناجائز طریقوں سے کام لینے کا مسلمہ نقص اور زیادہ ہو جائے گا۔ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کی حکومت کی کامیابی کا راز یہہ ہے کہ اسمیں صرف دو نمایاں اور مختلف فرقے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔ میں انکو حسب اصطلاح قدیم، جو ابھی تک عام فہم ہے 'ٹوری' (قدامت پسند) اور 'وگ' (جدت پسند) کے ناموں سے موسوم کرونگا[1]۔ ان دو جماعتوں کا فرق، اگر بہت عام الفاظ میں بیان کیا جائے، تو یہہ ہے کہ ایک فریق یہہ چاہتا ہے کہ

[1] میں ان قدیم اصطلاحوں کو جو کم از کم سنہ ۱۶۸۹ء سے اسوقت تک رائج ہیں پسند کرتا ہوں، کیونکہ انکی بنا پر سنہ ۱۹۱۴ء کے سخت مباحث سے علیحدہ رہنا آسان ہو جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شریف خاندان، مرفہ الحال، اور اس لحاظ سے بہتر وجوہ سوسائٹی کے تعلیم یافتہ ارکان کی حکومت کی تائید کرے؛ دوسرا فریق کثرت تعداد کی قوت پر زور دیتا ہے اور اس لحاظ سے یہ چاہتا ہے کہ بالمقابلہ غربا یعنی کم تعلیم یافتہ لوگوں کے سیاسی اختیارات میں اضافہ ہو۔ انہیں سے ہر رجحان میں فوائد اور نقائص موجود ہیں اگر تھوڑی دیر کے لئے موجودہ اصطلاحات 'لبرل' اور 'کنزرویٹیو' اختیار کر لئے جائیں اور ان سے تعریف یا مذمت کا مفہوم جدا کر کے دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہیں سے ہر ایک ایسے ملک کی خوشحالی کے بڑھانے میں جہاں عمومی حکومت موجود ہے اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ اس سے مطلق انکار نہیں ہو سکتا کہ 'انگلستان' میں صرف دو نمایاں اور سربرآوردہ جماعتوں کی موجودگی انگریزی دستوری حکومت کے نشو و نما میں بہت کچھ معین ہوئی ہے۔ اسمیں بھی کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ انیسویں صدی میں 'انگلستان' کی سیاسی زندگی کا رجحان اسطرف ہو گیا کہ دارالعوام میں ایسے فرقے یا گروہ پیدا ہو جائیں جو کم و بیش قدامت اور جدت پسند دونوں جماعتوں سے الگ رہکر ہمہ تن ایک مخصوص تبدیلی یا اصلاح کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ تنسیخ خواہ (Repealers) جن کا سرگروہ 'اوکانل' تھا، اور طرفداران آزادی تجارت جو 'کابڈن'[1]، کے زیر ہدایت تھے، اس قسم کے فرقوں کی ابتدائی مثالیں ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک اس مقصد میں کامیابی، جسکے لئے وہ لڑ رہے تھے، قدامت یا جدت پسندوں کی حکومت کے قایم رکھنے سے زیادہ تر اہم تھی۔ ۱۸۴۵ء ہی میں انہوں نے ہمارے دستوری نظام کی تعمیل میں پیچیدگی ڈال دی تھی؛ اور اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ اس مفید قاعدہ کے عمل کو کہ جو فریق پارلیمنٹ کو اپنی رائے کے مطابق لے چلنا چاہتا ہے اسے قبول عہدہ اور اس رائے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے LXXI

[1] 'کابڈن' ہر ایسے وزیر کی تائید کیلئے مستعد تھا، خواہ وہ قدامت پسند ہو یا جدت پسند، جو غلہ کے قوانین کی تنسیخ کا وعدہ کرے۔ 'اوکانل' بھی اسی طرح اس وزیر کا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا جو اتحاد آئرلینڈ کے قانون کی تنسیخ کا حامی ہو۔ 'اوکانل' کی ایک مخصوص حیثیت تھی، اسکو 'انگلستان' کی سیاسیات کے ساتھ دلچسپی تھی اور منتظم کا جدت پسند متبع تھا اور اپنے زمانہ میں ایک عرصہ تک 'وگ' کا ساتھ دیتا رہا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیار رہنا چاہئیے، محدود کر دیا تھا۔ تجارتی آزادی کی طرفدار جماعت اگرچہ قدیم نہیں تاہم اس قسم کی جماعت کی بہترین مثال ہے جو اس غرض سے قایم ہوئی تھی کہ انگلستان کی پارلیمنٹ کو ایسی رائے، مسئلہ، یا اصول کے اختیار کرنے پر مجبور کرے جس کی طرفدار جماعت مذکور تھی۔ جو لوگ گزشتہ ساٹھ سال کی رفتار واقعات کو دیکھتے رہے ہیں انکو معلوم ہوگا کہ دارالعوام میں اس قسم کے فرقے برابر بڑھتے جاتے ہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ 'طرفداران وزارت' اور 'اتحادی' (جو قدیم 'وگ' اور 'ٹوری' کے تقریباً مترادف ہیں) اور 'آیرلینڈ' کے قوم پرستوں اور مزدوری پیشہ لوگوں کے طرفداروں کے فرقے قایم ہیں، انہیں سے ہر ایک فرقہ کا ایک جداگانہ نظام ہے۔ لیکن، اگر غور کیا جائے تو ایسے چھوٹے چھوٹے گروہ بھی پائے جائیں گے جو خاص خاص امور پیش نظر رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو قانون مسکرات میں اصلاح چاہتے ہیں، یا عورتوں کے حق رائے دہی کے طرفدار ہیں، یا اس جماعت کے ارکان ہیں جو یہہ سمجھتی ہے کہ اسوقت سب سے زیادہ اہم سوال کلیسا کی برخاست کا ہے۔ اس حالت نے ہمارے دستوری رواجوں میں خلل ڈال دیا ہے۔ اسمیں مطلق شک نہیں کیا جاسکتا کہ متناسب نمایندگی کا کوئی معقول طریقہ ایسا نہیں ہوسکتا، جس سے دارالعوام کے موجودہ فرقوں کی تعداد میں اور اضافہ نہ ہوجائے، کیونکہ متناسب نمایندگی کے طرفداروں کا مقصد ہی یہہ ہے کہ 'انگلستان' کے انتخاب کنندگان کے قابل احساس حصّہ کی ہر ایک رائے کے دارالعوام میں اسیقدر ارکان ہونے چاہئیں جتنی رائیں بروقت انتخاب ان کے لئے آئی تھیں۔ مثلاً اگر انتخاب کنندگان کا دسواں حصّہ چیچک کے ٹیکہ کے مخالف لوگوں کا ہو، تو کامل نمایندگی کے لحاظ سے چیچک کے ٹیکے کے مخالف ارکان کی تعداد دارالعوام میں (۶۷) ہونی چاہئیے۔ اگر یہہ (۶۷) مخالفین ٹیکہ اتفاقیہ طور سے بحیثیت قدامت یا جدت پسندوں کے دارالعوام کے رکن ہوجائیں تو وہ ان (۶۷) ارکان سے بالکل مختلف ہونگے جو محض ٹیکہ کی مخالفت کی نمایندگی کرنے کے لئے دارالعوام میں بھیجے گئے ہوں۔ فرق یہہ ہوگا کہ مقدم الذکر اشخاص میں سے ہر شخص اکثر یہہ محسوس کریگا کہ بہت سے ایسے معاملات ہیں جو مخالفت ٹیکہ سے زیادہ تر اہم ہیں، لیکن وہ (۶۷) اشخاص، جو متناسب نمایندگی کے نظام کے تحت میں محض ٹیکہ کے

LXXII

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قوانین کی کامل تنسیخ کی غرض سے منتخب ہوے ہیں، یقیناً اس تنسیخ کو اپنی دارالعوام کی کارگزاری کا اہم مقصد قرار دیں گے۔ اور قیاس غالب یہی ہے کہ فرقوں کی زیادتی ہماری پارلیمنٹ کی حکومت کے نظام کو کمزور کردیگی۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ اس تناسب نمایندگی سے ناجائز کارروائیوں کا مضرت رساں دائرہ اور زیادہ وسیع ہوجائے گا۔ فرض کرو کہ یہہ (۶۷) اشخاص موجود ہیں اور نیز یہہ کہ انکا انتخاب اسی بنا پر ہوا ہے کہ وہ ٹیکہ کے سخت مخالفین میں ہیں، اور وہ اپنے عقیدہ اور اپنی حیثیت کے لحاظ سے یہہ محسوس کرتے ہیں کہ ٹیکہ کے قوانین منسوخ کرادینا ہر نیک نیت شخص کا مقصد ہونا چاہئیے؛ مگر انکو بہت جلد معلوم ہوجائے گا کہ ان کی (۶۷) رائیں، اگرچہ بہت اہم ہیں، لیکن ملک کو اس بلا سے بچانے کے لئے کافی نہیں ہوسکتیں ایسی حالت میں یہہ محبان وطن جو طرز عمل اختیار کریں گے وہ ظاہر ہے۔ ان لوگونکو 'ہوم رول' کلیسا کی برخاست' اور مزدوروں کی طرفدار جماعت کے مقاصد سے کچھہ زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ فرض کرو کہ وہ ہر فرقہ سے جو انمیں سے کسی ایک مقصد کا طرفدار ہے اپنی تائید کا وعدہ اس شرط پر کرتے ہیں کہ وہ انکو اُن قوانین کی تنسیخ میں مدد دیں جو بقول انکے 'جبینر' کے خبط سے نافذ ہوگئے تھے۔ یہہ ایک سیاسی معجزہ ہوگا، اور ٹیکہ کے خلاف کثرت رائے ہوکر چند متعصبین کا شور وغل قوم کے عمومی فہم وادراک پر غالب آجائے گا۔ جو کچھہ میں کہہ رہا ہوں، اسکی تائید میں میں لوگوں کی توجہہ ایک ایسے واقعہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جسے غالباً وہ بھول گئے ہیں۔ چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ وہ مدعی، جو اب صرف 'ارتھر اورٹن' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، بیحد مشہور اور ہر دلعزیز تھا۔ اس کو جو چودہ یا پندرہ سال کی سزا دیگئی تھی اسپر سخت ناراضی کا اظہار کیا گیا، مگر اس کو اپنی شکایات کے اظہار کے لئے دارالعوام میں صرف ایک نمایندہ ہاتھ آیا، لیکن تناسب نمایندگی کے صحیح طور سے مرتب شدہ نظام میں، بشرکت ہماری موجودہ عورتوں کی آزادی کے، اس کو بیس نمایندوں کا مل جانا بھی دشوار نہ تھا۔ کیا کوئی شخص یہہ کہہ سکتا ہے کہ ان بیس اشخاص کی رائے کا برسراقتدار جماعت کے ناظروں (Whips) پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ یہہ امر یقینی ہے کہ اس تائید سے اگر LXXIII

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکے مقدمہ کی دوبارہ تحقیقات نہ ہوسکتی، تو اس کی سزا میں ضرور تخفیف ہو جاتی۔ یہہ عوام کی حماقت کی انتہائی مثال ہے؛ اور اسی وجہہ سے وہ ایک منطقی نظریہ کا بہترین معیار ہے۔ میں اسکا منکر نہیں ہوں کہ متناسب نمایندگی کی تائید میں باوقعت دلائل نہیں پیش ہوسکتیں، میرا کہنا صرف اسقدر ہے کہ اسپر چند ایسے سخت اعتراض وارد ہوتے ہیں جن کا ابتک کوئی کافی جواب نہیں ملا ہے[1]

۳۔ وفاقیت[2] (Federalism) ۱۸۶۷ء تک وفاقی حکومت کی خصوصیات اور اسکے فوائد کی طرف 'انگلستان' کے لوگوں کی توجہہ مبذول نہ ہوئی تھی۔ بعض مدبرین کو، جن کے خیالات 'انگلستان' اور اسکی نوآبادیوں کے تعلقات کی طرف گئے تھے، یہہ محسوس ہوا تھا کہ اگر بعض خود مختار نوآبادیاں وفاقی دستور اختیار کرلیں تو انکے حق میں مفید ہوگا۔ ۱۸۶۷ء میں پارلیمنٹ بآسانی اسپر رضامند ہوگئی کہ 'کنیڈا' کی حکومت قایم کی جائے اور 'امریکہ' کے 'ترا عظم پر انگلستان' کی جو نوآبادیاں تھیں وہ اس وفاقی حکومت کی طرف منتقل کردی گئیں۔ حقیقت یہہ ہے کہ 'امریکہ' کی جمہوری حکومت کی شمالی ریاستوں کو جو جنگ علیحدگی میں کامیابی ہوی اس سے پہلی مرتبہ 'انگلستان' کے باشندوں کو یہہ یقین ہوا کہ ایک عمومی اور وفاقی حکومت کو خانہ جنگی میں بمقابلہ ان ریاستوں کے جو جمہوری حکومت کے اجزا ہونے کے بعد اس سے جدا ہوجانے کے حق کا اظہار کرتی تھیں کامیابی ممکن ہے۔ اسپر بھی ۱۸۸۴ء تک کسی ایسے مدبر نے جو 'انگلستان' میں وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا 'انگلستان' کے موجودہ دستوری نظام کی اصلاح یا ان

---

[1] متناسب نمایندگی کا نام مل، کے زمانہ میں قلت کی نمایندگی تھا۔ نام میں جو تبدیلی ہوئی ہے وہ بے معنی نہیں ہے۔ ۱۸۷۰ء میں قلت کی نمایندگی کا مطالبہ اس بنا پر کیا گیا تھا کہ اسکے ذریعہ سے قلیل ذی فہم لوگوں کی رائے معلوم ہوسکے جنکی دھیمی آوازیں غیر ذی فہم کثیر التعداد لوگوں کے شور و غل سے دبی جاتی تھیں۔ ۱۹۱۴ء میں قلت کی نمایندگی کی سفارش اس بنا پر کی گئی کہ اسکے ذریعہ سے قوم کی اصلی آواز سنی جاسکتی ہے۔ ایک زمانہ میں وہ عمومی حکومت کی مزاحم سمجھی جاتی تھی مگر اب اسکی تائید یہہ کہکر کیجاتی ہے کہ وہ عمومی حکومت کی مرضی کے اظہار کا صحیح ترین ذریعہ ہے۔

[2] اسکا مقابلہ کرو وفاقی حکومت کے تعلق فصل ۳ صفحہ (134) کے ساتھ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دور و دراز ممالک کو جن سے 'انگلستان' کی سلطنت مرکب ہے باہم ملانیکے لئے کسی وفاقی
LXXIV نظام حکومت کے قائم کرنے کی رائے نہیں دی۔ 'انگلستان' کے زمانہ حال کے دستوری
مصنفوں میں سب سے زیادہ سربرآوردہ 'والٹر بیگہاٹ' تھے اور ہیں۔ انہوں نے
'انگلستان' کے دستور کا 'امریکہ' کی ریاستہائے متحدہ کے دستور سے مقابلہ کیا ہے،
جس کا نتیجہ یہہ ہے کہ 'انگلستان' کے دستور کی تقریباً ہر صورت میں ایسی خوبیاں پائی گئیں
جو ابتک نامعلوم تھیں اور جن سے 'امریکہ' کا دستور بالکل عاری ہے۔ 'سر ہنری مین'
اپنے زمانہ میں ان مصنفین میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں جنہوں نے ضمنی طور سے دستوری
مسائل پر توجہہ مبذول کی ہے۔ 'مین' کی کتاب موسومہ 'عمومی گورنمنٹ' سے جو ۱۸۸۵ء
میں شایع ہوئی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ 'امریکہ' کی وفاقیت کی سختی اور استقلال کے
بیحد معترف ہیں؛ مگر انہوں نے نہ کہیں اسکی طرف اشارہ کیا اور نہ غالباً وہ اس کے
قائل تھے کہ سلطنتہائے متحدہ یا انگریزی سلطنت کو وفاقی ریاست کی شکل میں تبدیل
کر دینا کسی طرح مفید ہوگا۔ تیس سال ہوے کہ 'انگلستان' میں وفاقیت کی نوعیت
کی غیر کافی طور سے تحقیقات ہوئی تھی[1] اس معاملہ میں دوسرے معاملات کی طرح
۱۸۸۴ء اور ۱۹۱۴ء میں تفاوت عظیم پایا جاتا ہے۔ اسوقت یہہ خیال عام ہے
کہ وفاقیت کے ذریعہ سے وہ تمام دستوری مسائل جنہوں نے 'انگلستان' کے مدبرین
کو پریشان کر رکھا ہے بآسانی طے ہوسکتے ہیں۔ کہا یہہ جاتا ہے کہ کیوں ایک ایسا
جدید اور عظیم الشان شاہی وفاق قائم کرکے ان تعلقات کو جو سلطنتہائے متحدہ
اور اسکی نوآبادیوں میں امن اور دوستی کے ضامن ہیں، زیادہ تر قریب اور مضبوط
نہیں کر لیا جاتا؟ اس شاہی وفاق پر ایک حقیقی مقتدر پارلیمنٹ کی حکومت ہونی چاہئے،
جس میں بشمول 'انگلستان' کے ہر ایسی ریاست کی نمائندگی ہونی چاہئے جو شاہی
حکومت کے ماتحت ہو۔ یہہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ سلطنتہائے متحدہ کو ایک ایسی
وفاقی حکومت کی شکل میں لاکر جسمیں انگلستان، اسکاٹ لینڈ، آیرلینڈ، ویلز،

[1] دیکھو فصل سوم آئندہ۔ ۱۸۸۵ء میں وفاقیت پر بحث ہوئی تھی اور اسکا مقابلہ انگلستان کی پارلیمنٹ کی
حکومت سے کیا گیا تھا جسکی بدولت 'انگلستان' منفرد حکومت کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور جہانتک میں سمجھتا ہوں، جزائر برطانیہ فرنگ، اور جزیرہ عمین کی مختلف ریاستیں ہوں، انگلستان، اور آیرلینڈ میں کیوں مستقل صلح نہیں کرلی جاتی ہے؟ وفاقیت کی ذاتی خوبیوں کے متعلق جو دستوری خیال پیدا ہوگیا ہے وہ ایک جدید عقیدہ ہے یا محض دھوکا ہی دھوکا ہے؟ اسی پر ہم کو غور کرنا ہے۔ اس غرض سے میں دو مختلف امور سے بحث کرونگا: یعنی اوّل وفاقیت کی عام خصوصیات سے، دوسرے LXXV اس سے کہ ان خصوصیات کا ان تجاویز پر جو عام طور سے شاہی وفاق اور ہوم رول کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں کیا اثر ہے۔ 'شاہی وفاق' کا مقصد یہہ قرار دیا جاتا ہے کہ 'انگلستان'[1] اور پانچ خود مختار نوآبادیاں ایک وفاقی دستور کے تحت کردیجائیں اور 'ہوم رول' سے مراد سلطنتہائے متحدہ کی وفاقیت ہے۔[2]

وفاقی حکومت کی نمایاں خصوصیات

وفاق، ان متعدد ریاستوں کا جو اتفاق (Union) کی خواہشمند ہوں، مگر متحدالوجود (Unity) نہ ہونا چاہتی ہوں، ایک فطری دستور (آئین) ہے۔ جو ریاستیں اس خیال کے متبع ہیں انہیں 'امریکہ' کی ریاستہائے متحدہ، 'انگلستان کی وفاقی نوآبادیاں'، 'سوئٹزرلینڈ کا اتحاد'، اور 'جرمنی' سلطنت شمار ہوسکتی ہے۔ اس مخصوص خیال کے برخلاف 'اٹلی' کے محبان وطن کا خیال قابل لحاظ ہے جنہوں نے وفاق کو بالکل نامقبول قرار دیا ہے، اگرچہ 'اٹلی' کو بظاہر اس سے بہت کچھہ فوائد پہنچ سکتے تھے۔ یہی کیفیت 'سوئیڈن' اور 'ناروے' کی ہے، جو مطلق باہمی اتحاد کے خواہشمند نہیں ہیں، بلکہ مسلسل سیاسی تعلقات بھی رکھنا نہیں پسند کرتے۔ اگرچہ یہہ دونوں 'اسکینڈی نیویا' کے ممالک بلحاظ قومیت، مذہب اور زبان کے بہت کم

---

[1] شاہی وفاقیت کی بحث میں میں اس کتاب کے دوسرے حصوں میں بلحاظ عام زبان کے 'انگلستان' کا لفظ دیدہ و دانستہ اکثر سلطنتہائے متحدہ کی جگہ استعمال کروں گا۔ [2] دیکھو مخصوص طور سے فصل (۳) صفحہ 134 آئندہ۔ یہہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس فصل کا خلاصہ 'آئرلینڈ' کے لئے 'گلیڈ اسٹون' کے پہلے مسودہ 'ہوم رول' کے پیش کرنے سے قبل شائع ہوچکا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مختلف ہیں، اور دونوں اس مشترکہ غرض میں شریک ہیں کہ اپنے ملک کی آزادی کو اپنے قوی ہمسایوں کے ہاتھوں سے بچائیں۔

وفاقی حکومت کی کامیابی کے لئے ان ممالک کی، جو ایسی حکومت قایم کرنا چاہتے ہیں، جغرافی قربت یقینی طور سے مفید اور غالباً ضروری ہے۔

وفاقی حکومت کی کامیابی میں اس امر کو بڑا دخل ہے، اگرچہ وہ قطعی طور سے لازمی نہ ہو، کہ جو مختلف ممالک اسمیں شریک ہوں وہ دولت، آبادی اور تاریخی حیثیت میں مساوی ہوں۔ اسکے وجوہ صاف ہیں۔ ہر وفاقی حکومت کی بنیاد اس پر قایم ہوتی ہے کہ ہر ریاست کو جو اسمیں شریک ہے تقریباً مساوی حقوق حاصل ہو جائیں، اور اس ذریعہ سے وہ اپنی 'محدود آزادی' (اگر یہہ الفاظ استعمال ہو سکتے LXXVI
ہیں) جو اسکو وفاقی اتحاد کے شرایط سے حاصل ہوگی قایم رکھہ سکے گی۔ اسی بنا پر 'امریکہ' کی ریاستہائے متحدہ کے دستور میں ہر ریاست کو دو سیناتی (Senator) سے زیادہ نہیں دیئے گئے ہیں، اگرچہ ایک ریاست 'نیویارک' کی طرح آباد، بڑی، اور دولتمند، اور دوسری 'جزائر روڈ' کیطرح مختصر اور کم آباد ہو۔ 'بیگہاٹ' نے البتہ یہہ بتایا ہے کہ سینات (مجلس رفقا) میں چھوٹی اور بڑی ریاستوں کو مساوی اختیارات کا دیا جانا بعض لحاظ سے سخت مُضر ہے، مگر یہہ مساوات ایسا انتظام ہے جو بظاہر وفاقی خیالات کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ اگر وفاق کی ایک ریاست، تعداد، اور ذرایع آمدنی میں وفاق کی ہر ایک ریاست سے بڑھی ہوئی ہے، یا حسب محاورۂ حال، ایسا 'شریک غالب' آبادی اور دولتمندی میں مجموعی وفاق سے بڑھا ہوا ہے، تو اس سے وفاق کو دو بڑے اندیشے ہیں۔ ممکن ہے کہ 'شریک غالب' کے ہاتھ میں ایسے اختیارات آجائیں جو وفاقی مساوات کے منافی ہوں۔ برخلاف اسکے دوسری ریاستیں، اگر انکو دستور کی رو سے اتنے ہی حقوق یا سیاسی اختیارات حاصل ہوں جو 'شریک غالب' کو حاصل ہیں تو وہ سب باسانی ملکر ٹیکس وغیرہ عاید کرکے قوی ترین ریاست پر ناواجبی بار ڈال سکتی ہیں۔

وفاقی حکومت جب کامیابی کے ساتھ چلتی ہے تو وہ عام طور سے منفرد (Unitary) حکومت کی ایک منزل ہو جاتی ہے، یا یوں کہو کہ وفاقیت میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قومیت کی طرف منجر ہو جانے کا میلان ہوتا ہے۔ وفاقیت کے جو دو سب سے زیادہ کامیاب تجربے ہوئے ہیں انکا یہی نتیجہ ہوا ہے۔ 'امریکہ کی ریاستہائے متحدہ' کے باشندوں کی کم از کم موجودہ حالت کی نسبت یہہ صحیح طور سے کہا جاتا ہے کہ وہ وفاقیت کے پردہ میں ایک قوم ہیں۔ اور یہی الفاظ زیادہ ترصحت کے ساتھ 'سوئٹزرلینڈ' کی نسبت استعمال کئے جاسکتے ہیں، اگرچہ کوئی ملک ایسا نہ تھا جسمیں قومی اتفاق کا پیدا ہونا اتنا دشوار نظر آتا ہو۔ 'سوئٹزرلینڈ' کے اضلاع، قومیت، زبان، اور مذہب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ تقریباً انیسویں صدی کے نصف حصّہ تک 'سوئٹزرلینڈ' کے باشندوں میں یہی امور ایک حد تک تفرقہ انداز تھے، جو ۱۹۱۴ء میں بالکل ناقابل یقین معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں تفرقوں کی وجہہ سے کسی عام سکہ کا رواج نہ ہو سکا، اور اسی وجہہ سے ہر ضلع اپنے باشندوں کے مالی اغراض کو دوسرے ضلع کے باشندوں کے مقابلہ سے بچاتا رہا۔ ۱۸۴۷ء میں 'سونڈربنڈ' سے یہہ اندیشہ ہو گیا کہ وہ 'سوئٹزرلینڈ' کے اتحاد، قومیت، اور آزادی کے خیال کو فنا کر دے گا۔ LXXVII اسمیں شک نہیں کہ محبان وطن پشتہا پشت سے یہہ سمجھے ہوئے تھے کہ 'سوئٹزرلینڈ' کا وفاقی اتحاد ہی واحد ذریعہ ہے جو انکے ملک کی بقا کا ضامن ہو سکتا ہے؛ مگر حصول اتحاد کے لئے جو متواتر کوششیں کیجاتی تھیں وہ سب ناکامیاب ہوتی رہیں۔ 'سونڈربنڈ' کی لڑائی میں جو کامیابی 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی جماعت کو ہوئی اس نے البتہ 'سوئٹزرلینڈ' میں نئی جان ڈالدی، اور یہہ نمایاں کامیابی بلاواسطہ ۱۸۴۸ء کی تحریکات کا نتیجہ تھی، خوش قسمتی سے وفاقی افواج کی کامیابی 'فرانس' کی بادشاہی کے زوال سے قبل واقع ہوئی، اور وہانکے فروری کے انقلاب اور دوسری تحریکوں نے جو یورپ کو تہلکہ میں ڈالے ہوئے تھیں 'سوئٹزرلینڈ' کو یہہ موقع دیا کہ وہ اپنے معاملات کا انتظام بطور خود کر سکے۔ 'سوئٹزرلینڈ' سے جس محب وطنی اور اعتدال کا اظہار ہوا اسکا ثمرہ اس کو ملا، اور ملک مذکور اپنی قسمت کا خود مالک ہو گیا۔ اس جدید وفاقی حکومت کی ترقی مابعد کا ہر قدم وفاقی شراکت سے اتحاد قومی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

وفاقی حکومت بمقابلہ منفردہ حکومت کے یقیناً کمزور ہوتی ہے۔ بہت کم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے عقلا ہونگے جو ۱۸۸۴ء میں اسکی صداقت سے انکار کرسکتے ہیں، مگر ۱۹۱۴ء میں متواتر ایسے الفاظ استعمال ہورہے ہیں جن کا مفہوم یہہ ہے کہ وفاقی حکومت بجائے خود 'انگلستان' اور 'فرانس' کی منفردہ حکومت سے بہتر اور اولیٰ تر ہے۔ لیکن وفاقی حکومت کی بالمقابلہ کمزوری کوئی اتفاقی امر نہیں ہے۔ ایک حقیقی وفاقی حکومت کی بنیاد تقسیم اختیارات پر ہوتی ہے، جسکے یہہ معنی ہیں کہ مدبران ملک کو وفاق کی ایک ریاست کا دوسری ریاست کے ساتھ توازن قایم رکھنا پڑتا ہے۔ 'سوئٹزرلینڈ' کی کونسل یا (اگر ایسی اصطلاح استعمال کیجائے جس سے 'انگلستان' کے لوگ زیادہ تر مانوس ہیں) 'سوئٹزرلینڈ' کی کابینہ جس کامیابی کے ساتھ ایک پیچیدہ نظام کو چلارہی ہے اسکا مداح مجھہ سے زیادہ کوئی اور شخص نہیں ہوسکتا، مگر باوجود اسکے میں یہہ کہونگا کہ تمام 'سوئٹزرلینڈ' کے انتظام میں یہہ امر صاف طور سے نظر آتا ہے کہ مختلف ریاستوں میں فواید کا توازن قائم کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ کونسل کے ارکان کی تعداد سات ہے اور یہہ امر لازم ہے کہ ہر رکن ایک مختلف ضلع سے لیا جائے۔ وفاقی پارلیمنٹ کا اجلاس 'برن' میں ہوتا ہے، وفاقی عدالت 'لاسین' ضلع 'واڈ' میں قایم ہے۔ وفاقی یونیورسٹی ایک تیسرے ضلع یعنی 'زورچ' میں واقع ہے۔ اس قسم کے قواعد یا عملدرآمدوں کا لازمی نتیجہ یہہ ہے کہ 'سوئٹزرلینڈ' کے بہترین سیاست داں اشخاص کا کابینہ میں اجتماع ایک حد تک مشکل اور محدود ہوجاتا ہے۔ اگر یہہ نظام 'انگلستان' یا 'فرانس' کی کابینہ کیلئے قرار دیا جائے، تو وہ تقریباً ناقابل عمل ثابت ہوگا۔ علاوہ اسکے ان ممالک میں جہاں انگریزی خیالات رائج ہیں، وفاقیت کے معنی یہہ ہونگے کہ قانون کو غلبہ ہوجائے، یا یوں کہو کہ قانونی عدالتوں کے اختیارات کے تسلیم کئے جانے پر عام رضامندی پائی جائے۔ 'امریکہ' کی عام رائے، ریاستہائے متحدہ کی اعلیٰ عدالت کے فیصلوں کو جس وقعت کی نظر سے دیکھتی ہے وہ قابل دید، اور ایک غیر متعصب غور کرنے والے کی نگاہ میں بیحد قابل تعریف ہے۔ یہہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے امور کے فیصلوں میں بھی جنمیں سیاسی خیالات جوش پر ہوتے ہیں، جو وقعت وہ لوگ اپنے ججوں کے فیصلوں کی کرتے ہیں وہ 'امریکہ' کی ہر ریاست کے باشندوں کی خصوصیات LXXVIII

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں داخل ہے۔ ایک اعلیٰ عدالت مثلاً عدالت 'میساچوسٹس' سے یہہ درخواست کیجاسکتی ہے کہ وہ اس امر کا فیصلہ کرے کہ آیا وہ قانون جو 'میساچوسٹس' کے واضعان قوانین نے نافذ کیا ہے، دستوری اصول کے مطابق ہے یا نہیں؛ اور عدالت جو کچھہ فیصلہ کردیگی اسکا یقیناً اتباع کیا جائے گا۔ اسمیں جو امر قابل لحاظ ہے وہ یہہ ہے کہ اس قسم کی قانونیت کا اظہار، جو قانونی حکومت کی مؤیّد اور اسکی پیدا کرنے والی ہے، یکساں طور سے ہر ملک میں نہیں ہوتا۔ کسی 'فرانس' یا 'بلجیم' کی عدالت نے کسی ایسے قانون کو جو انکے واضعان قانون نے نافذ کیا ہو آج تک ناجایز نہیں قرار دیا ہے۔ یہہ امر مشتبہ ہے کہ آیا 'انگلستان' کے انتخاب کنندگان اس جانب سختی کے ساتھہ مایل ہیں کہ ایسے مسایل کا تصفیہ جن کی نسبت سیاسی خیالات جوش پر ہوں ججوں کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے۔ یہہ بھی پیش نظر رہنا چاہیئے کہ ہر وفاقی نظام میں یہہ امر لابد اور ضروری ہے کہ ایک ایسی جماعت موجود رہے جو اسکا فیصلہ کرسکے کہ آیا معاہدہ وفاق کے شرائط کی پورے طور سے تعمیل ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر یہہ اختیار عہدہ داران انتظامی کے ہاتھہ میں دیدیا جائے تو اس امر کا اندیشہ ہے کہ قانون ہر ایسی سیاسی جماعت کی مرضی کا تابع ہوجائے گا جو اسوقت برسر اقتدار ہوگی؛ برخلاف اسکے اگر یہہ اختیار ججوں کے ہاتھہ میں رہے، جو بلا رو و رعایت قانونی کارروائی کرنے کے مقرر ہیں اور غالباً کرتے بھی ہیں، تو ایسے فیصلوں کی، جو سربرآوردہ جماعت کے مقاصد اور اصول کے خلاف ہوں، عام وقعت قایم رکھنا سخت دشوار ہوگا۔ مزید براں وفاقیت منقسمہ اتباع پیدا کرتی ہے۔ اور یہہ حکومت کی، ایسی صورتوں میں کہ ایک شخص کی اپنی ریاست کے ساتھہ وفاداری اس کی تمام
LXXIX وفاقی قوم کی وفاداری کے مخالف پڑتی ہو، بیحد قابل لحاظ اور لابدی کمزوری ہے۔ 'انگلستان'، 'اسکاٹ لینڈ'، اور 'آیرلینڈ' کے رہنے والوں نے بحیثیت سپاہیوں کے ایک جھنڈے کے نیچے کام کیا ہے 'سونڈربنڈ'، واقع 'سوئٹزرلینڈ'، اور ریاستہائے متحدہ میں علحدگی کی تمام تاریخ اس روحانی کشمکش کی شہادت دے رہی ہے جو ان شریف ترین سپاہیوں کو برداشت کرنی پڑی، جن کو اپنے ملک اور اپنے ضلع یا ریاست کی وفاداری میں سے ایک کو انتخاب کرنا پڑا تھا۔ میرے مقصد کے لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس تکلیف کی صرف ایک مثال بالکل کافی ہے۔ 'جنرل اسکاٹ' اور 'جنرل لی' دونوں نے 'امریکہ' کی فوج کی افسری کے لئے تعلیم پائی تھی اور دونوں 'ورجینیا' کے رہنے والے تھے؛ 'امریکہ' کی خانہ جنگی کے شروع ہوتے ہی دونوں نے یہہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے ضمیر کا اتباع کرینگے۔ دونوں ایک ایسی مشکل میں آگئے تھے جو ایک ذی عزت اور بہادر سپاہی کے لئے سخت تکلیف دہ تھی، دونوں دوہرے اتباع اور تابعداری کی بلا میں پھنسے ہوے تھے جو وفاقیت کا لازمی جز ہے۔ 'جنرل اسکاٹ' نے اتحاد کے ساتھ وفاداری کے رجحان کا اتباع کیا' اور 'جنرل لی' نے 'ورجینیا' کے ساتھ وفاداری کرنا اپنا فرض سمجھنا' اور اسکی پیروی کی۔

وفاقی حکومت کے فوائد اور نقایص کے اندازہ کرنے میں یہہ امر نہایت ضروری ہے' اگرچہ عام طور سے اسمیں کامیابی نہیں ہوتی' کہ وفاقیت اور قومیت باہم مخلوط نہ کر دی جائیں۔ ایک حقیقی وفاقی حکومت میں ہر ایسی ریاست سے جو اس میں شریک ہے قومی خود مختاری کا سلب ہو جانا لازمی ہے۔ 'امریکہ' کی جمہوری حکومت میں سے کوئی ریاست علٰحدہ قومیت نہیں رکھتی؛ اور نہ کسی ریاست مثلاً ریاست 'نیو یارک' کو اتنی مقامی آزادی حاصل ہے جتنی 'نیوزیلینڈ' یا منجملہ پانچ ڈومینین (انگریزی نوآبادیوں) کے کسی ایک کو حاصل ہے[1]۔ جو ریاستیں ایک اتحاد میں شریک ہیں' انہیں قومی روایات اور قومی احساسات کا پیدا کرنا ایک مخصوص مفہوم اور حقیقی معنی رکھتا ہے۔ 'کیوبک' کے فرانسیسی باشندے پورے فرانسیسی ہیں مگر انکی وفاداری انگریزی حکومت کے ساتھ یقینی ہے۔ انکی شاہی وفاداری کی ایک یقینی بنیاد یہہ ہے کہ انگریزی سلطنت کے ٹوٹ جانے کے بعد بحالت موجودہ' یہہ قیاس ہو سکتا ہے کہ کینیڈا' امریکہ کی سلطنتہائے متحدہ میں شامل ہو جائے گا۔ اگر 'کیوبک' ریاستہائے متحدہ میں شریک ہو گیا اور ڈومینین کا ایک جز نہ باقی رہا تو فرانسیسیوں کو اپنی فرانسیسی حیثیت کا قایم رکھنا دشوار ہو گا۔ فی الحقیقت قومی حیثیت کو ایک معنی میں سیاسی انتظامات سے ویسا ضروری تعلق LXXX

[1] 'ڈومینین' کے معنی کے لئے دیکھو صفحہ XXIV (۱) آئندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہے جیسا کہ عام طور سے انگریز سمجھتے ہیں۔ یہہ کہنا سراسر لغو ہوگا کہ سر والٹر اسکاٹ کو اسکاٹ لینڈ، کے قومی احساس سے کوئی بہرہ نہ تھا، اگرچہ ان کی جودت ذہن کے جو اثرات تمام یورپ میں ظاہر ہوئے اسکی تائید انگلستان، کے اتحاد سے ہوی، بلکہ ایک لحاظ سے اسے اس اتحاد کا ثمرہ قرار دینا بیجا نہ ہوگا لیکن ایک حقیقی قومی خود مختاری کی خواہش اور کوشش کو ایک وفاقی حکومت کے ساتھ ویسی ہی نامناسبت ہے جیسی کہ منفردہ حکومت کے ساتھ ہے۔ اس رائے کے ساتھ اتفاق کرنے میں ہر ایسے شخص کو کوئی دقت نہ ہوگی جو یہہ خیال کرتا ہے کہ ایک ایسے اتحاد کے قایم کرنے کی کوشش کرنا جسمیں اٹلی، آسٹریا کی حکومت کی ایک ریاست قرار پائے، بجائے خود صریحاً غلط تھا۔ تاریخی واقعات سے بھی اسکی تائید نہیں ہوتی کہ وفاقیت سے، جو کہ یقیناً قومی اتحاد کے بڑہانے کا ایک ذریعہ ہوسکتا ہے، بتدریج سیاسی اتحاد کے فنا کردینے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

وفاقی حکومت کے خصوصیات، شاہی وفاق کے تعلق میں

آجکل اکثر، انگلستان، کے باشندے اسکے طرفدار ہیں کہ ایک ایسا عظیم الشان وفاقی نظام قایم کیا جانا چاہئے جسمیں سلطنتہائے متحدہ (یا بقول عام، انگلستان،) اور کم از کم اسکی پانچ خود مختار نوآبادیاں شریک ہوں۔ 'انگلستان' اور اسکی خود مختار نوآبادیوں میں اتحاد عمل کے اضافہ سے جن فوائد کے حاصل ہونے کی امید کی جاتی ہے انکا خیال بیّن اور اہم واقعات سے پیدا ہوتا ہے۔ 'انگلستان' اور اس کی نوآبادیوں کے تعلقات میں جو امر باہمی ربط وضبط کے بڑھانے میں (اگرچہ وہ کافی طور سے بڑھا ہوا ہے) مؤید ہے اسپر دانشمندانہ عمل ہونا ہر شاہی کانفرنس کی کامیابی سے پایہ ثبوت کو پہنچ رہا ہے۔ 'انگلستان' کے باشندوں اور اسکے باہر تمام انگریزی حکومت میں رہنے والوں کو صاف طور سے نظر آرہا ہے، اور زیادہ تر صفائی سے نظر آتا جائے گا، کہ سلطنت کے وجود سے یہہ فائدہ ہونا چاہئے کہ 'انگلستان' اور اسکی نوآبادیاں بیرونی حکومت کے نہ صرف حملوں بلکہ اس کے امکان سے بھی محفوظ رہیں۔ اسوقت فی الحقیقت ایسے تمام ممالک میں جنمیں انگریزی رعایا آباد ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندرونی امن وامان اسی وجہہ سے قایم ہے۔ مزید براں ممکن ہے کہ تھوڑے عرصہ
کے بعد یہہ امر لابدی ثابت ہو کہ سلطنت کا ہر جز شاہی حفاظت کے مصارف
میں بمقدار مناسب شریک ہو، اور یہہ ہر لحاظ سے نہایت مناسب ہے۔
'انگلستان' کے اقتدار اعلیٰ سے جو مادی فایدہ لاکھوں انگریزی رعایا کو پہنچے گا LXXXI
اس سے ممکن ہے کہ اس وفاداری اور اتحاد میں مزید اضافہ ہو جائے جو سنہ ۱۹۱۴ء
میں 'انگلستان' اور اسکی نوآبادیوں کے تعلقات کی شاندار خصوصیت ہے۔ اس
شاہی حب الوطنی پر یہہ باور کرکے جایز طور سے فخر کیا جا سکتا ہے کہ جو سلطنت
'انگلستان' نے قایم کی ہے وہ تمام انگریزی رعایا کی آسایش اور خوشحالی کو بڑھاتی
ہے[1] لیکن اس اقرار کے بعد بھی (جسکی خواہش اقتدار اعلیٰ کا سخت سے سخت

[1] "لیکن ہماری سلطنت دوسری سلطنتوں سے مخصوص اور نمایاں خصوصیات کی بناء پر
ممتاز ہے۔ بظاہر وہ ایسے ممالک سے مرکب ہے جو جغرافی لحاظ سے متصل یا مسلسل بھی نہیں
کہے جا سکتے، اور جنمیں مختلف موسم، مختلف قسم کی زمین، مختلف لوگ اور مختلف مذاہب
پائے جاتے ہیں۔ ہماری سلطنت میں ایسی جماعتیں بھی ہیں جنہوں نے اپنی کامل خود مختاری
حاصل کرلی ہے، اور جنکے نمایندے آج اس کمرہ میں جمع ہیں انکے اتحاد اور یکجہتی کی وجہہ
محض اتحاد قومی اور لسانی نہیں ہے۔ تمہارے سامنے ایک ایسا سیاسی نظام ہے جس کا
وجود اس آبادی میں جو انسانی آبادی کا تقریباً ایک تہائی حصہ ہے جنگ کے امکان
کو محال کردیتا ہے۔ ایسی جماعتوں میں جو اس طرح ایک دوسرے سے مختلف مقام اور
مختلف حالات میں رہتی ہوں، طرز حکومت، تمدنی اور سیاسی دستوروں اور خیالات
میں بیحد اختلافات کا پایا جانا ایک لازمی امر ہے۔ میں اسوقت سلطنت کے اسی جز سے
بحث کرنا چاہتا ہوں جو آج یہاں جمع ہے، اور یہہ دریافت کرتا ہوں کہ اس ظاہری
اور مادی حالات کے اسقدر اختلافات کے باوجود وہ کیا چیز ہے جو ہم کو ایک کئے رہی ہے؟
'انگلستان' کی خود اختیار سلطنت میں دو ایسی چیزیں ہیں جو عظیم الشان سے عظیم الشان
سیاسی اتحادوں کی تاریخ میں نظر نہیں آتیں۔ اول حکومت قانون ہے، یعنی جہاں
بادشاہی حکم نافذ ہوتا ہے وہ بیقاعدہ اختیارات کا پیامبر اور نشان بردار نہیں ہوتا، بلکہ ان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرفدار کرسکتا ہے) کہ 'انگلستان' کے اقتدار اعلیٰ کا وجود دنیا کے ہر حصہ میں مختلف ممالک کے باشندوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے، یہہ بالکل ممکن ہے کہ ایک خاموش غور کرنیوالے کو یہہ شبہ ہو کہ آیا سلطنت 'انگلستان' کی وفاقیت ایسی چیز ہے جسکے حاصل کرنیکے لئے 'انگلستان' یا خود مختار نوآبادیوں کے مدبرین کو کوشش کرنی چاہئے۔ وفاقیت کے عقیدہ پر ان معنوں میں کہ اسکا مقصد سلطنت یا 'انگلستان' اور اسکی خود مختار نوآبادیوں کے لئے ایک وفاقی دستور قایم کرنا ہے، جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں انکا خلاصہ اسطرح کیا جاسکتا ہے کہ اس جدید مغالطہ آمیز وفاق کی تہ میں دھوکا ہی دھوکا ہے، اور یہہ ایسا دھوکا ہے کہ نہ صرف 'انگلستان' بلکہ تمام انگریزی سلطنت کے لئے نہایت خوفناک ہے مگر اس عام بیان کی تصدیق کا بہترین ذریعہ یہی ہوسکتا ہے کہ ہر دو اعتراضات متذکرۂ بالا سے بحث کیجائے۔

LXXXII

اول۔ اسوقت سلطنت میں ایک وفاقی دستور کے قایم کرنیکی کوشش کرنا 'انگلستان' اور خود مختار نوآبادیوں، بلکہ تمام انگریزی سلطنت کے قیام کے حق میں سخت خوفناک ہے۔

جو کام 'انگلستان' اور نوآبادیوں کے مدبرین کے ذمہ ہیں وہ بیحد مشکل ہیں۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ 'امریکہ' کی تیرہ خود مختار ریاستوں کے لئے ایک متحدہ حکومت کے قیام کی ضرورت لازمی تھی؛ مگر ایک ملک کے قابل سے قابل رہنما کے تدبر سے یہہ امر خارج تھا کہ وہ تیرہ مختلف ریاستوں کو ایک متحدہ قوم بنا سکے۔ ایسی ریاستوں میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حقوق کی خبر دیتا ہے جنمیں ہر باشندہ سلطنت شریک ہے اور جو اس قابل ہوتا ہے کہ ملک کی عدالتیں اسکی تائید کریں اور اسکو نافذ قرار دیں۔ دوسرا امر مقامی آزادی کے ساتھ ساتھ جو مطلق، مسلم اور کامل ہوتی ہے مشترکہ اعلیٰ سرگروہ کے ساتھ وفاداری، اور مشترکہ مقاصد اور اغراض کے لئے غیر جبری اور آزاد معاونت؛ اور ہماری ایسی ہمجنس رعایا کے اغراض اور قسمتوں کی مشترکہ امینی ہے جن کو ابتک خود مختار حکومت نہیں ملی ہے یا جو غالباً کسی وقت میں بھی کامل خود مختاری کے قابل ثابت نہ ہوں خواہ وہ امانت ہندوستان کے متعلق ہو یا شاہی نوآبادیوں یا حکومت ہائے مستحفظہ، یا خود ہمارے حدود کے متعلق"

دیکھو تقریر رائٹ آنریبل ایچ ایچ اسکوئتھ (صدر انجمن) روئداد شاہی کانفرنس ۱۹۱۱ء [سی ڈی ۵۷۴۵] صفحہ ۲۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی جنہیں بلحاظ قومیت، مذہب، اور تاریخ کے بہت تھوڑا سا اختلاف تھا مختلف ریاستوں کو انکے حقوق کے ساتھ ایک مضبوط مرکزی اور قومی حکومت کا قائم کرنا غیر ممکن ثابت ہوا۔ اگر کوئی شخص ان ممالک کے بیحد اختلافات پر نظر کریگا، جن سے انگریزی سلطنت مرکب ہے، اور نیز اسپر کہ انمیں ایسی قومیں آباد ہیں جن کے رسم و رواج اور جن کی تہذیب کے ماخذ ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں، اور سلطنت کے مختلف ممالک متصل نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات 'انگلستان' اور نیز ایک دوسرے سے اسقدر فاصلہ پر ہیں کہ ہزاروں میل کا سمندر انکے درمیان میں حائل ہے، تو اسکو ان لوگونکی جرأت پر سخت تعجب ہوگا جو شاہی وفاق کے خواب دیکھ رہے ہیں، اور اسکو یقین ہو جائے گا کہ سلطنت کو وفاقی نظام میں لانے کی امید پوری ہونے والی نہیں ہے۔ یہہ کہا جا سکتا ہے، اور یہہ کہنا سچ ہوگا، کہ جو شاہی وفاق اسکے سب سے زیادہ پر امید مجوز تجویز کرتے ہیں وہ یہہ نہیں ہے کہ ایک ایسا دستور قائم کرنے کی کوشش کیجائے جس کے ارکان 'سلطنتہائے متحدہ' خود مختار نوآبادیان' شاہی نوآبادیاں' اور برٹش انڈیا قرار پائیں۔ ہمارے شاہی وفاق کے طرفداروں کا اصلی مقصد یہہ ہے کہ وہ تعلقات نہیں جو 'انگلستان' اور اسکی بقیہ سلطنت میں ہیں، بلکہ وہ تعلقات جو انمیں اور پانچ خود مختار نوآبادیوں میں قائم ہیں، وہی وفاقی کر دیئے جائیں؛ اور یہہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ انمیں کلام نہیں کہ اس اقرار سے ایک حد تک اس حکمت عملی کی دقتیں رفع ہو جاتی ہیں جو غلطی سے 'شاہی وفاق' کے نام سے موسوم کیجاتی ہے؛ مگر اسکے ساتھ ہی انمیں بہت سے مشکل اور ناقابل جواب سوالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو پر امید مصلح تمام قابل توجہ اور اہم دستوری مسایل کو گفتگو میں نہایت آسانی کے ساتھ وفاق سے حل کرنا چاہتے ہیں، انکو ان چند سوالات کا جواب دینے دو۔ اس جدید وفاق کا (جو سلطنتہائے متحدہ اور نوآبادیوں سے مرکب ہوگی) 'ہندوستان' سے کیا تعلق ہوگا؟۔ کیا 'ہندوستان' کے لکھوکھا آدمی آسانی سے ایک جدید اور ناآشنا فرمانروا کے تابع ہو جائیں گے؟ اور کیا اس جدید اتحاد کی دوسری ریاستیں اسپر راضی ہو جائینگی کہ بقیہ سلطنت پر صرف 'انگلستان' کی پارلیمنٹ اور گورنمنٹ کی حکومت قایم رہے؟ LXXXIII

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور کیا اس شاہی تحفظ کے تمام اخراجات متحدہ ریاستوں پر عائد ہونگے، یا جدید اتحاد کو یہہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اپنے فایدہ کے لئے بطور خود 'ہندوستان' اور شاہی نوآبادیوں پر ٹیکس لگائے؟ کیا وہ عہدہ تعلقات جو 'انگلستان' اور اسکی خود مختار نوآبادیوں میں قایم ہیں فی الحقیقت اور یقینی طور سے وفاقیت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟ - اسمیں کوئی شک نہیں کہ 'انگلستان' اور وہ ریاستیں جو شاہی کانفرس میں شریک ہوتی ہیں حقیقی طور سے اور بدل یہہ چاہتی ہیں کہ انگریزی سلطنت قوی اور اس قابل رہے کہ وہ بیرونی اشخاص، بلکہ علیحدہ ہو جانے والے لوگوں کے مقابلہ میں بھی، تمام سلطنت کے ذرائع سے کام لیکر اپنے آپکو محفوظ اور قایم رکھ سکے۔ یہہ مسلم ہے کہ ہر ریاست کی یہہ خواہش ہے کہ اسکی آزادی میں بجائے کسی قسم کی کمی کے اضافہ ہوتا جائے۔ کیا اسکی کوئی ادنیٰ علامت بھی پائیجاتی ہے کہ کوئی ریاست، مثلاً 'نیوزلینڈ'، باوجود سلطنت کے ساتھ کامل وفاداری کے، اپنے اندرونی معاملات میں کسی مقتدر پارلیمنٹ یا کانگریس کی ایسی مداخلت بھی منظور کرے گی جو اس مداخلت سے ذرا سا بھی مشابہ ہو جو کانگریس، نیویارک میں یا 'کینیڈا' کی پارلیمنٹ 'کیوبک' کے معاملات میں کرتی ہے؟۔ اگر کوئی خود مختار آبادی اپنے معاملات میں کسی ایسی پارلیمنٹ کی جو ویسٹ منسٹر میں اجلاس کرتی ہو، خواہ وہ کسی نام سے موسوم کیجائے، مداخلت پسند نہیں کرے گی؛ تو کیا اسکی موہوم امید بھی ہوسکتی ہے کہ موجودہ مقتدر پارلیمنٹ اسپر راضی ہوگی کہ وہ سلطنت کی ایسی پارلیمنٹ ہو جائے جسمیں 'انگلستان'، یا یوں کہو کہ سلطنتہائے متحدہ اور پانچ ریاستوں کے نمایندے بمقدار کافی شریک ہیں؟ اس مقام پر پہنچکر ایک دوسرا سوال پیش آتا ہے جسکی طرف ہمارے جدید وفاقیوں کا مطلق خیال نہیں گیا ہے؛ اور وہ یہہ ہے کہ وہ اس قدیم پارلیمنٹ کو کیا کرینگے LXXXIV
جو 'انگلستان' کی تمام تاریخی روایات کی حامل ہے اور جس نے اکثر مواقع پر حقیقی اعلیٰ اختیارات استعمال کیے ہیں؟ کیا اس جدید وفاق میں مقتدر پارلیمنٹ ایسی وفاقی کانگریس کی شکل میں منتقل کر دیجائے گی جسمیں ہر ریاست کے نمایندے بمقدار کافی شریک ہونگے؟ اور کیا یہہ وفاقی کانگریس انگریزوں کے لئے انگریزی پارلیمنٹ کا کام دیگی، یا اس قدیم پارلیمنٹ کے علاوہ یا اسکی جگہہ کوئی جدید مقامی انگریزی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پارلیمنٹ قایم کیجائے گی اور صرف 'انگلستان' کا انتظام اسکے ذمہ رہیگا؟ خود یہی سوال بیشمار دقتوں سے مملو ہے؛ اور اس سے دو تین ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جنکے جواب اگر ملیں بھی تو وہ تمام 'انگلستان' اور انگریزی سلطنت میں بیحد اختلاف پیدا کردینے کے لئے کافی ہونگے۔ شاہی وفاق کی تجویز میں جو دقتیں ہیں، اور جس سبک خیالی کے ساتھ انکا مقابلہ کیا جاتا ہے اسکی یہی ایک مثال نہیں ہے کہ ہمارے وفاقیوں نے ابتک کوئی صاف اور معقول تصور اس امر کے متعلق نہیں قائم کیا ہے کہ وفاقی حکومت کے تحت میں سلطنتہائے متحدہ کی نہیں بلکہ اس چھوٹے سے ملک کی جو باوجود قلت رقبہ کے کثیر قوت رکھتا ہے اور جو 'انگلستان' کے عظیم الشان نام سے پکارا جاتا ہے کیا حیثیت ہوگی۔ 'آیرلینڈ' کے قدیم مناقشے، ویلز کی کلیسائی شکایتیں، 'اسکاٹ لینڈ' کے قومی مطالبات کی طرف مزید توجہ، جن سے کوئی معقول پسند انگریز مطلق چشم پوشی نہیں کرسکتا، ایسے امور ہیں جو خاص طور سے قابل لحاظ ہیں، اور جن پر پورا لحاظ کیا جارہا ہے؛ لیکن اسوجہ سے کہ انگریزوں نے 'انگلستان' کی عظمت کو سلطنتہائے متحدہ کی خوشحالی اور سلطنت کی عظمت اور خوش نظمی کا مرادف قرار دیدیا ہے وہ 'انگلستان' اور اپنے انگریزی اغراض اور مقاصد کی طرف اسقدر متوجہ نہیں ہیں جتنا ہونا چاہئے۔ میں اپنے تمام ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ 'انگلستان' کی طرف سے یہہ عدم توجہی ایک ایسا عمل ہے جو معمولی عقل اور معمولی انصاف کے خلاف ہے، اور مثل ان تمام امور کے جو فطرت کے خلاف کئے جاتے ہیں بالآخر بے نتیجہ ثابت ہونیوالا ہے[1] اس موقع پر 'انگلستان'،

[1] 'سر جوزف وارڈ' نوآبادی کے ایک مشہور مدبر اور مدبران نوآبادی کی طرح شاہی کے بیحد طرفدار ہیں۔ انہوں نے شاہی کونسل یا یوں کہو کہ ایسی مقتدر پارلیمنٹ کی ترکیب میں جسمیں سلطنتہائے متحدہ یا ان تمام ممالک کے جن سے سلطنت مذکور مرکب ہے اور نوآبادیوں کے نمایندے شریک ہوں، یہہ نہایت آسانی کے ساتھ مان لیا ہے کہ انگریز بغیر کسی وقت کے اسپر رضامند ہوجائیں گے کہ سلطنت متحدہ توڑکر چار ممالک میں تقسیم کردیجائے اور انپر چار مقامی پارلیمنٹ حکمراں رہیں۔ صاحب موصوف نے یہہ بھی فرض کرلیا ہے کہ انگریز بلحاظ نوعیت معاملہ 'انگلستان' کی حکومت میں ایسی کایا پلٹ تبدیلی پر راضی ہوجائیں گے جو کوئی سمجھ دار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

LXXXV

سے میری مراد وہ ملک ہے جو قانونی طور سے 'برطانیہ عظمیٰ' یا 'سلطنتہائے متحدہ' قرار پانے سے پہلے 'انگلستان' کے مشہور نام سے روشناس تھا۔ جو سوالات میں نے پیش کئے ہیں وہ متعدد اور بہت پیچیدہ ہیں۔ مجھکو اس موقع پر اتنا اور کہنا چاہئے کہ جدید وفاقی اور شاہی دستور نافذ کرنے کے لئے یہہ وقت بالکل ناموزوں ہے۔ سلطنتہائے متحدہ کی پارلیمنٹ اور حکومت میں بہت سے نقایص بتائے جاسکتے ہیں اور ان سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں؛ مگر وہ اس سے ناواقف نہیں ہیں، اور نہ اُمید کی جاتی ہے کہ وہ آیندہ بھی ناواقف رہیں گے، کہ

> وہ اپنی ایسی ہمجنس رعایا کے مقاصد اور قسمتوں کے مشترکہ امین ہیں جن کو ابتک خود اختیاری حکومت نہیں دیجاسکی ہے، یا جن کو ممکن ہے کہ کسی وقت بھی نہ دیجاسکے، خواہ امانت مذکور 'ہندوستان' یا شاہی نوآبادیوں، یا ریاست ہائے مستحفظ، یا خود اپنے حدود کے متعلق ہو[1]

یہہ امر باور کیا جاسکتا ہے کہ بعض لوگ مثلاً 'ہندوستان' کے باشندے اسکو پسندیدہ نظر سے نہ دیکھیں گے کہ یہہ امانت ایسی مقتدر پارلیمنٹ کے ہاتھ سے نکل کر (جسکے خیالات میں کم وبیش شاہانہ شان پیدا ہوگئی ہو، اور جس نے 'انگلستان' میں تمام انگریزی رعایا کے مساوی حقوق قایم رکھے ہوں) ایک جدید قایم شدہ شاہی کانگریس کے ہاتھ میں آجائے جسمیں ایک حد تک نوآبادیوں کے ایسے نمایندے شریک ہوں جو لازمی طور سے انگریزی رعایا کے وسیع تصور سے کام نہ لے سکتے ہوں[2]۔

دوسرے سلطنت کے اتحاد کے لئے یہہ ضرور نہیں ہے کہ ایک وفاقی یا کوئی بالکل جدید دستور قایم کیا جائے۔

میں انگریزی سلطنت کی عظمت، قوت، شان وشوکت، اور اسمیں اخلاقی اتحاد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: 'انگلستان' کا وزیر ایسی خودمختار نوآبادیوں کی پارلیمنٹوں کے لئے بھی تجویز نہیں کرسکتا تھا جو اسوقت 'کینیڈا' یا 'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومتیں کہلاتی ہیں۔ دیکھو کارروائی شاہی کانفرنس ۱۹۱۱ء [سی ڈی ۵۴۰۵] صفحات ۵۹-۶۱

[1] دیکھو مسٹر اسکوتھ کی تقریر مندرجہ صفحہ LXXXI نوٹ ۱ گزشتہ۔

[2] دیکھو صفحہ XXXVII اور نوٹ ۱ گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے چاہنے والونمیں کسی سے کم نہیں ہوں[1] میں ان ہزاروں انگریزونمیں تھا اور ہوں جنہوں نے جنوبی افریقہ کی لڑائی کو اِس بناء پر پسند کیا کہ وہ مانع علٰحدگی تھی مگر انگریزی دستور کے ایک طالبعلم کی حیثیت سے میرا بلا تامل یہہ عقیدہ ہے کہ سلطنت کے دستور میں اسطرح LXXXVI
اصلاح اور ترقی ہونی چاہئے اور فی الحقیقت ہو رہی ہے جسطرح 'انگلستان'[2] کے دستور میں ہوئی ہے جو 'تعلقات انگلستان' اور اسکی خود مختار نوآبادیوں' اور 'انگلستان' اور ایسی نوآبادیوں میں قایم ہیں جو ہنوز خود مختاری کے مرتبہ کو نہیں پہنچی ہیں ان میں ترقی اور اصلاح حتی الامکان دقت طلب قوانین کے وضع سے نہیں ہے؛ بلکہ رفتہ رفتہ باہمی معقول مفاہمت اور منصفانہ رسم و رواج سے ہونی چاہئے۔ ہر شاہی طرفدار کے دو امر پیش نظر رہنے چاہئیں جن کی طرف میں قبل ازیں اشارہ کر چکا ہوں[3] اول یہہ کہ ہر ایسے ملک کے لئے جو سلطنت کا ایک جز ہے لازم ہے کہ وہ سلطنت کی حفاظت کے اخراجات میں شریک ہو۔ دوسرے یہہ کہ 'انگلستان' اور نوآبادیوں میں متواتر مشورے ہوتے رہیں۔ شاہی حفاظت کے تمام مصارف کا بار 'انگلستان' کی ٹیکس ادا کرنے والی رعایا پر نہ ہمیشہ ڈالا جا سکیگا اور نہ ڈالا جانا چاہئے۔ نوآبادیاں بھی ایک غیر محدود زمانہ تک شاہی لڑائیوں کے خطرات برداشت نہیں کر سکتیں جب تک انکو اس امر کے تصفیہ میں کوئی دخل نہ ہو کہ ایسی لڑائیاں کب شروع کیجانی چاہئیں اور کب اور کن شرائط پر انکو ختم کر دینا مناسب ہوگا۔ شاہی سیاست داں لوگ جس روش پر چل رہے ہیں وہ درست اور صحیح ہے۔ شاہی کانفرنسوں کے سلسلہ[4] اور 'انگلستان' اور نوآبادیوں میں تبدیل خیالات کے دوسرے

---

[1] دیکھو 'احمق کی بہشت' صفحہ ۲۴۔ [2] میرے اس عقیدہ کی تائید ان واقعات سے ہو رہی ہے جو روزانہ ہماری آنکھوں کے سامنے آرہے ہیں (ستمبر ۱۹۱۴ء) [3] دیکھو صفحہ LXXX, LXXXI اور 'احمق کی بہشت' صفحہ ۲۵۔ [4] ان کانفرنسوں کی تدریجی 'پرامید' اور بجد کامیاب ترقیوں پر غور کرو جو ۱۸۸۷ء سے لیکر ۱۹۱۱ء تک منعقد ہوتی رہیں۔ ۱۸۸۷ء میں ایک طرح کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور ۱۸۹۷ء اور ۱۹۰۲ء میں جو کانفرنسیں ہوئیں وہ دوسرے مواقع پر منعقد ہوئیں پہلی باضابطہ کانفرنس جس کا مقصد بجز مشورہ کے کچھہ اور نہ تھا ۱۹۰۷ء میں واقع ہوئی جسمیں بذریعہ ایک رزولیوشن کے شاہی کانفرنس کا ایک مخصوص دستور قرار پایا ۱۹۱۱ء میں جو کانفرنس ہوئی وہ ۱۹۰۷ء کی کانفرنس کی قرارداد کے مطابق تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ذرایع سے یہہ امید کیجا سکتی کہ سلطنت کی حفاظت میں نوآبادیوں کی شرکت، اور کسی ایسی جنگ کے مصالح کی نسبت جو شاہی حیثیت پیدا کرلے نوآبادیوں کی رائے کی فراہمی کے مناسب طریقے پیدا ہوجائیں گے۔ مجھ کو کامل یقین ہے کہ چند سال میں ایک شاہی دستور جس کی بنا باہم رضامندی اور انصاف پر قایم ہوگی، فی الحقیقت موجود ہوجائے گا، قبل اس کے کہ 'انگلستان' کے اکثر لوگ اس سے واقف ہوں کہ شاہی اتحاد کی ضروری بنیاد مضبوطی کے ساتھ قایم ہوگئی ہے۔ میرے یقین کی بنیاد یہہ ہے کہ سلطنت کا دستور، 'انگلستان' کے دستور کی طرح، بجائے پارلیمنٹ کے قوانین کے، صرف رسم و رواج کے تدریجی اور نامعلوم نشو و نما پر قایم ہوسکتا ہے۔

وفاقی حکومت کی خصوصیات بہ تعلق عام 'ہوم رول' کے

LXXXVII جو لوگ اس تدبیر کے حامی ہیں جو 'وفاقی حل' کے نام سے موسوم ہے انکا بظاہر یہہ خیال ہے کہ سلطنتہائے متحدہ کی موجودہ منفردہ حکومت کا کسی وفاقی حکومت کی شکل میں تبدیل کردیا جانا بہمہ وجوہ اسکے حق میں مفید ہوگا۔ 'انگلستان' کے ایک ایسے باشندے کو، جو ابتک اسکا قائل ہے کہ 'انگلستان' اور 'اسکاٹ لینڈ' کا اتحاق انگریزی مدبرین کا سب سے بڑا دانشمندانہ اور بیحد مفید کام تھا، اور جس کے ساتھ ۱۸۰۰ء کے ابتدائی حصہ تک 'انگلستان' کا ہر مدبر متفق تھا، اس جدید عقیدہ کے سمجھنے میں بیحد دقت واقع ہوگی کہ سلطنتہائے متحدہ کی وفاقیت سے 'انگلستان' کے کسی باشندے کو بھی کوئی فائدہ پہنچے گا[1] ایک منصف مزاج لکھنے والا

[1] 'آئرلینڈ' کے 'ہوم رول' کی حکمت عملی مندرجہ آئرلینڈ ایکٹ ۱۹۱۴ء کا تذکرہ دیدہ و دانستہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس ایکٹ کی نوعیت اور اسکے اثرات اسوقت تک ظاہر نہیں ہوسکتے جب تک اسپر چند سال نہ گزر جائیں۔ اسکی حیثیت ایسی ہے جو کسی اہم ایکٹ کی نہ تھی۔ ممکن ہے کہ اسکا نفاذ غیر محدود عرصہ تک ملتوی رہے۔ اسکے بانی اسکے نفاذ سے قبل ہی اسکی ترمیم پر غور کررہے ہیں۔ 'السٹر' کے 'پروٹسٹنٹ' اسکو اسوقت بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور ایک مبہم اگرچہ قابل ایفا وعدہ کرلیا گیا ہے کہ ایکٹ مذکور اہل السٹر پر انکی مرضی کے خلاف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی سیاسی عقیدہ کے وجود کے اسباب بیان کرسکتا ہے اگرچہ وہ خود اس کا قایل نہ ہو۔

'آئرلینڈ' کے لئے 'ہوم رول' کی حکمت عملی پر جو بحث تیس سال بلکہ اس سے زیادہ عرصہ سے ہو رہی ہے اسی نے 'ہوم رول' کے عقیدہ کو اگر پیدا نہیں کیا، تو اس کو ابھارا ضرور ہے۔ 'انگلستان' کے 'ہوم رول' کے طرفدار ہمیشہ اس امر سے چشم پوشی کرتے رہے ہیں کہ 'آئرلینڈ' کے لئے ایک جداگانہ پارلیمنٹ کا قیام اور ایسے کابینہ کی ترتیب جس کا وجود اس پارلیمنٹ پر منحصر ہو فی الحقیقت اس ایکٹ کی تنسیخ ہے جسکے ذریعہ سے 'برطانیۂ عظمیٰ' اور 'آئرلینڈ' کا الحاق ہوا تھا۔ اس صریح واقعہ سے چشم پوشی کو ایک بیحد مبہم لفظ کے استعمال یعنی 'ہوم رول' سب کے لئے نے بہت آسان کردیا ہے۔ اسمیں کلام نہیں کہ وفاقیت نے گزشتہ تیس سال نہیں بلکہ پچاس سال میں جدید اور معقول وقعت حاصل کرلی ہے۔ وفاقیت کے طرفدار 'امریکہ' کی خوشحالی اور سلطنت جرمنی کے فوجی اقتدار کو وفاقی حکومت کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ اگرچہ حقیقت میں تفصیل اور نشاء کے لحاظ سے یہہ دونوں دستور ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ امریکہ کا دستور جمہوری اور بہہ وجوہ غیر فوجی ہے اور جرمنی کا دستور خود مختارانہ شاہی اور بالکل فوجی ہے۔ 'انگلستان' کی بعض نوآبادیوں کے لئے بھی وفاقی حکومت مناسب اور موزوں ثابت ہوئی ہے۔ 'کنیڈا' کی نوآبادی میں اسکی کامیابی مسلم ہے۔ 'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت میں اگرچہ ہنوز اسکا پورا تجربہ نہیں ہوا ہے تاہم یہہ کہا جاسکتا ہے کہ وہاں بھی وہ ناکامیاب ثابت نہیں ہوا۔ 'جنوبی افریقہ' کے اتحاد میں جو ریاستیں شریک ہیں انکے لئے بھی ممکن ہے کہ حکومت کی یہی شکل موزوں سمجھی جائے؛ انگریزوں کا تو یہی خیال ہے کہ وہ موزوں اور مناسب ہے؛ مگر تھوڑے سے غور کرنے کے بعد یہہ معلوم LXXXVIII

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نافذ نہ کیا جائے گا۔ 'انگلستان' کے لوگ اسپر زور دینگے کہ اس وعدہ کا ایفا کیا جائے۔ ایک دستوری کے نزدیک یہہ ایکٹ بجائے نکتہ چینی کے حیرت کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اگر کسی شخص کو میری رائے 'ہوم رول' کے متعلق معلوم کرنی ہو تو اسکو عام شکل میں میری کتاب موسومہ انگلستان کا مقدمہ بمقابلہ 'ہوم رول' مطبوعہ ۱۹۱۰ء دیکھنی چاہیئے اور میری رائے آخری 'ہوم رول' کی نسبت 'احمق کی بہشت' مطبوعہ ۱۹۱۳ء میں ملیگی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوسکتا ہے کہ انمیں سے کوئی وفاقی مجموعہ بھی ایسا نہیں ہے جس کو تاریخی یا حقیقی حالات کے لحاظ سے 'انگلستان' کے دستور سے کوئی تشابہ ہو۔ علاوہ اسکے یہہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ 'انگلستان' کے مدبرین کو جو دقتیں 'انگلستان' اور 'آئرلینڈ' کے تعلقات کے سنبھالنے میں پیش آتی ہیں وہ ایک درجہ تک رفع ہوجائیں گی اگر وہی مدبرین کسی سیاسی شعبدے سے سلطنتہائے متحدہ کو وفاقی حکومت میں بدل دیں جسمیں کم ازکم چار مختلف ریاستیں ہوں۔ آخر میں یہہ بھی فرض کیا جاتا ہے، اگرچہ اسکے وجوہ غیر ظاہر ہیں، کہ شاہی وفاق کی ترقی کے لئے سلطنتہائے متحدہ کی وفاقیت ضرور یا اسکی معین ہے۔

خلاصہ یہہ ہے کہ اسوقت وفاقیت کو وہ مجہول، اور اس بنا پر قوی اور خیالی دلکشی حاصل ہے جو ایک زمانہ میں 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کے دستور، اور دوسرے زمانہ میں 'فرانس' کی انقلابی جمہوریت کو حاصل تھی۔ اس لئے کسیقدر یقین کے ساتھ یہہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے وفاقی حکومت کی خصوصیات پر غور کیا ہے اسکے نزدیک عام 'ہوم رول'، یا 'وفاقی حل' کا سلطنتہائے متحدہ کے کسی جز کے لئے بھی مفید ہونا بقیاس غالب بہت ہی مشتبہ ہے۔

LXXXIX (۱) تمام سلطنتہائے متحدہ میں وفاقی رجحان کے آثار مطلق نہیں نظر آتے۔ 'انگلستان'، جو سلطنت کا جز اعظم ہے وفاقیت کے خیال سے بالکل ناآشنا ہے۔ سیاسی لوگ ممکن ہے کہ اسکو اپنے فرقہ واری مقاصد کیلئے معرض بحث میں لائے ہوں، مگر خلایق عامہ وفاقیت کے تصور سے ناواقف تھی اور میں بجرأت کہہ سکتا ہوں کہ اسوقت تک ناواقف اور اسکے سمجھنے کے ناقابل ہے۔ بعض اوقات 'اسکاٹ لینڈ' کے باشندے اسکی شکایت کرتے ہیں کہ اکثر 'برطانیہ عظمیٰ' صرف 'انگلستان' کے نام سے موسوم کیجاتی ہے، اور بعض اوقات اسطرح گفتگو کرتے ہیں جس سے یہہ پایا جاتا ہے کہ وہ کسی غیر معلوم طریقہ سے ان فوائد کے منصفانہ حصے سے محروم کردیئے گئے ہیں جو 'برطانیہ عظمیٰ' کے اتحاد سے حاصل ہونے چاہئے تھے۔ جس شخص نے 'انگلستان' کے سیاسی واقعات، اور زیادہ تر انیسویں صدی کے آغاز سے 'انگلستان' کی تمدنی رفتار پر غور کیا ہے اسکے نزدیک یہہ شکایتیں محض بے بنیاد ہیں۔ جو تعصبات مثلاً 'ڈاکٹر جانسن'

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے زمانہ میں، 'انگلستان' اور 'اسکاٹ لینڈ' کے باشندوں کو ایک دوسرے سے علٰحدہ کر رہے تھے وہ فی الحقیقت مفقود ہو گئے ہیں۔ اس تفرقہ کے معدوم ہو جانے کی ایک نظیر یہہ ہے کہ پارلیمنٹ میں بہت سے سربرآوردہ انگریز 'اسکاٹ لینڈ' کی مخصوصہ نشستوں پر، اور بہت سے 'اسکاٹ لینڈ' کے باشندے 'انگلستان' کی مخصوصہ نشستوں پر نامزد ہیں۔ حقیقت یہہ ہے کہ زمانہ کی رفتار، ریل اور تار کا دنیا کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دینا، اس امتیاز کے مٹانے میں مؤید ہے جو ہر ملک میں ایک زمانہ میں کسی خاص مقام، یا ایسی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو حاصل ہو جاتا تھا جو عام قومی زندگی کے راستہ سے علٰحدہ رہتی تھیں۔ اس تبدیلی میں بھی، دوسری تبدیلیوں کی طرح بعض کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ اگر دیانت سے کام لیا جائے تو اس زمانہ کے گزر جانے پر افسوس کیا جا سکتا ہے جبکہ 'ایڈنبرا' تمام 'برطانیہ عظمٰی' یا 'آئرلینڈ' میں بلحاظ علمی صحبتوں کے سب سے زیادہ ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ اسیطرح دیانتداری کے ساتھ یہہ آرزو بھی کیجا سکتی ہے کہ 'لچفیلڈ' اور 'ناروچ' میں ویسی ہی چھوٹی چھوٹی اور نامور مقامی ادبی جماعتیں قایم ہوں جیسی کہ انیسویں صدی کے آغاز میں قائم تھیں۔ اسکی معقولیت میں کچھہ کلام نہیں ہو سکتا کہ بڑی ریاستوں کا پیدا ہو جانا چھوٹی جماعتوں کی انفرادی حیات کے لئے مضر ہے۔ 'روما' کی جمہوری اور شاہی حکومت نے جو عقلا اور مصنف پیدا کئے انہوں نے انسانی ترقی کے لئے اسقدر نہیں کیا جتنا کہ 'یونان' کے فلسفیوں، مورخین، اور شعرا نے کیا تھا، اور یونانیوں کا یہہ تمام علم و فضل خاص طور سے 'ایتھنز' کی دماغ سوزیوں کا نتیجہ تھا جو اس نے ایک صدی کے اندر کی تھیں۔ 'آئرلینڈ' کے باشندوں کا بڑا حصہ الحاق سے ناراضمند ہے۔ یہہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ 'آئرلینڈ' کے باشندے کسی وقت بھی اس مفہوم میں وفاقیت کے خواہشمند تھے جن معنوں میں ان نوآبادیوں کے باشندے تھے، جو ابتداءً 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کی جز تھیں، یا ان ممالک کے باشندے تھے جن سے اسوقت 'کینیڈا' کی نوآبادی مرکب ہے۔ 'اوکانل' تھوڑے عرصہ کے لئے بجائے تنسیخ کے وفاقیت کی طرف مائل رہا، مگر اسکو اپنی غلطی معلوم ہو گئی اور وہ پھر اس تنسیخ کا طرفدار ہو گیا جو اسکے XC

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انقلاب پسند تبعین کے نزدیک قومیت کے مترادف تھی۔ جن لوگوں نے 'پارنل' کی اخیر اور سب سے زیادہ عجیب سوانح عمری پڑھی ہے انکو مطلق شبہ نہیں ہوسکتا کہ 'آئرلینڈ' ایک قوم' کا شور اسکے فطری احساس اور اسکے تبعین کی خواہشات کے مطابق تھا بہ استثنائے اسکے کہ انکی خواہشات کا رجحان بجائے قومی آزادی کے دعوے کے، زیادہ تر حیثیت ارضی میں انقلابی تبدیلیوں کی طرف تھا۔

(۲) سلطنتہائے متحدہ کی وفاقیت سے اس امر کا اچھا خاصہ اندیشہ ہے کہ وہ مقامی قومیت میں تفریق ڈال دینے والی تحریک کو ابھار کر منقسمہ اتباع کے احساسات پیدا کردے۔ یہہ ایک ایسا مضمون ہے کہ اس کے متعلق میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا، مگر کوئی ایسا ذی فہم شخص اسے بھول نہیں سکتا جو 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کی علیحدگی، یا 'سوئٹزرلینڈ' میں 'سونڈربنڈ' کی تاریخ پر غور کرتا ہے، یا سلطنت 'آسٹریا' کے مختلف حصوں کے دائمی ناملایم تعلقات' اور 'ناروے' کے 'سوئیڈن' سے بہرطور علیحدہ رکھنے کی خواہش سے چشم پوشی نہیں کرلیتا۔ اس کا سمجھنا بھی کچھ آسان نہیں ہے کہ سلطنتہائے متحدہ کی وفاقیت سے شاہی وفاقیت کے نشو ونما میں کس طرح آسانیاں پیدا ہوں گی۔

(۳) ایسی وفاقیت جو سلطنتہائے متحدہ کی شکل قایم نہ رکھے 'انگلستان' کی تاریخ اور اس لحاظ سے 'انگلستان' کے دستوری پسندوں کی جبلی حکمت عملی کے خلاف ہے ایڈورڈ اول کے زمانہ سے اسوقت تک ہر آنے والی نسل اس کامل سیاسی اتحاد کے لئے کوشاں رہی ہے جس کا اظہار اس پارلیمنٹ کے قطعی اقتدار اعلیٰ سے ہوتا ہے جو 'ویسٹ منسٹر' میں اجلاس کرتی ہے۔ یہہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی دستوری قرارداد یا مفروضہ اس واقعہ کو نہیں بدل سکتا کہ 'انگلستان' اپنے ذرائع، اور آبادی کے لحاظ سے ہر جگہ 'ہوم رول' کے قایم ہوجانے کے بعد بھی متحدہ حکومتوں میں اسیطرح شریک غالب رہے گا جیسا کہ اسوقت ہے، اور یہہ شریک ایسا شریک ہوگا جس کو اعلیٰ اختیار کسی قانون یا دوسری دستاویز کے الفاظ سے نہیں بلکہ حالات کی نوعیت اور فطرت کے لحاظ سے حاصل ہونگے۔ ایسی حالتیں 'انگلستان' کی اس پارلیمنٹ کو، جو 'ویسٹ منسٹر' میں منعقد ہوتی ہے، اعلیٰ اختیار کے نہ صرف دعویٰ بلکہ اسکے حقیقی استعمال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے روکنا مشکل ہوگا۔ اور ان سب مشکلات کے علاوہ ایک بدشگونی کا خیال نمایاں طور سے پیش نظر ہو جاتا ہے، اور وہ یہہ ہے کہ 'برطانیہ عظمیٰ' کی وفاقیت، ہر ملک میں خواہ وہ ہمارا دوست ہو یا رقیب 'انگلستان' اور انگریزی حکومت کی زوال پذیر قوت کی علامت سمجھی جائے گی[1]

۴ - مراجعیت[2] - لفظ مراجعیت (Referendum) ایک بیرونی اصطلاح ہے، جو 'سوئٹزرلینڈ' سے لی گئی ہے۔ تیس سال قبل اس سے 'انگلستان' کا کوئی باشندہ بھی واقف نہ تھا، اگرچہ انکو سیاسی اصول سے کافی دلچسپی ہوگئی تھی۔ بیس سال قبل تک 'انگلستان' کے انتخاب کنندگان کو اسکی مطلق خبر نہ تھی۔ اسوقت یہہ لفظ عام طور سے رائج ہوگیا ہے مگر اس کے معنی سمجھنے میں اکثر غلطی کیجاتی ہے، اسلئے لفظ مراجعیت کی ان معنوں میں جنمیں وہ اس مقدمہ میں استعمال ہوا ہے یا 'انگلستان' میں مستعمل ہوتا ہے تعریف یا توضیح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ میری مراد لفظ مراجعیت سے وہ اصول

---

[1] 'انگلستان' کے دستور کی شکل میں کسی قسم کی عظیم تبدیلی مثلاً محدود شاہی کی جگہ جمہوریت، 'انگلستان' کی تمام نوآبادیوں کی وفاداری پر بڑا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیا کوئی شخص اسکا یقین کرسکتا ہے کہ 'نیوزیلینڈ' یا 'کینیڈا' سلطنتہائے متحدہ کی پارلیمنٹ کے حکم پر سلطنتہائے متحدہ کے انتخاب کردہ پریسیڈنٹ کے ساتھ اسیطرح کی وفاداری کا اظہار کرے گا جیسا کہ وہ 'جارج پنجم' کے ساتھ کر رہا ہے، گو کہ یہہ تبدیلی بہ اتباع قانون ہوئی ہو، اور اسکے لئے خود بادشاہ کی رضامندی حاصل کرلی گئی ہو، اور اگرچہ اس جدید جمہوری حکومت کا پہلا پریسیڈنٹ خود بادشاہ منتخب ہوا ہو؟ کیا اسکا یقین کیا جاسکتا ہے کہ 'انگلستان'، 'آئرلینڈ'، 'اسکاٹ لینڈ'، اور 'ویلز' کا وفاقی اتحاد ہماری نوآبادیوں میں اسی وقعت کی نظر سے دیکھا جائیگا جس نظر سے اسوقت سلطنتہائے متحدہ دیکھی جاتی ہیں؟ یہہ مسائل ممکن ہے کہ عجیب سمجھے جائیں مگر وہ غیر اہم نہیں کہے جاسکتے۔ اسوقت بادشاہ سلطنت کے ہر حصہ میں اتحاد کا نمایندہ سمجھا جاتا ہے جو مرتبہ مقتدر پارلیمنٹ کو کبھی حاصل نہیں ہوا۔

[2] 'لوول' کی کتاب موسومہ 'عام رائے و جمہوری حکومت' حصہ سوم فصل ۱۱ تا ۱۵، خصوصاً فصل ۱۲ و ۱۳ (جو اس مضمون پر سب سے بہتر ہیں)۔ اور 'لوول' کی کتاب 'موسومہ حکومت انگلستان' حصہ اول صفحہ ۴۱۱۔ اور اے ڈی ڈائسی کی کتاب 'مراجعیت اور اسکے نکتہ چیں'۔ وکوارٹرلی ریویو ۴۲۳ اپریل ۱۹۱۰ء اور 'ہابسن' کی کتاب 'جدت پسندی کی نازک حالت' اور 'لو' کی کتاب 'حکومت انگلستان' کا دیباچہ صفحہ ۲۷ اور 'ڈائسی' کی کتاب 'کیا مراجعیت کو انگلستان میں جاری کرنا چاہئے'۔ وکنٹم پورری ریویو بابتہ ۱۸۹۰ء و نیشنل ریویو بابتہ ۱۸۹۴ء۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے جسکی بنا پر وہ قوانین بھی جو بیت العوام اور بیت الامرا[1] سے منظور ہو جاتے ہیں،
قانون کی حیثیت نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ وہ انتخاب کنندگان کے سامنے
پیش ہو کر انکی یا انکی بڑی جماعت کی منظوری نہ حاصل کریں۔ مراجعیت بعض اوقات،
XCII عمائد خلایق کے حق تنسیخ، کے نام سے بھی موسوم کیجاتی ہے اور عام مقاصد کے لحاظ
سے یہ نام اسکے لئے موزوں بھی ہے، کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مراجعیت کا صحیح
استعمال یہہ ہے کہ وہ کسی ایسے اہم قانون کو منظور نہ ہونے دے جسپر انتخاب
کنندگان راضی نہ ہوں۔ لفظ تنسیخ، سے یہہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ جو لوگ مراجعیت
کو، انگلستان، میں رائج کرنا چاہتے ہیں وہ فی الحقیقت اس کے خواہشمند ہیں کہ انتخاب
کنندگان کو، جو کہ اسوقت حقیقی طور سے، انگلستان، کی سیاسی حکومت کے مالک
ہیں، وضع قوانین کے اختیارات بھی حاصل رہیں جس طرح ملکۂ الزبتہ، کو عام رائے
کی تائید کے ساتھ ایسے زمانہ میں حاصل تھے جبکہ، انگلستان، کے بادشاہ یا ملکہ
سلطنت کے خود مختار فرمانروا نہیں بلکہ اقتدار اعلیٰ یعنی پارلیمنٹ[2] کے اہم ترین
اجزا متصور ہوتے تھے۔ اس مقدمہ میں مراجعیت یا عوام کے اختیار نامنظوری سے
ان مسودات قانون کے ضمن میں بحث کی گئی ہے جن کو پارلیمنٹ کے دونوں
ایوان منظور کر چکے ہوں، مگر جو ہنوز شاہی منظوری کے محتاج ہوں۔ اس مضمون
پر جسقدر لکھا گیا ہے وہ کسی طرح بھی مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ یہاں صرف مقصد اسقدر ہے
کہ ان اسباب کا اظہار کیا جائے جن کی بنا پر، انگلستان، میں مراجعیت کا مطالبہ کیا جاتا
ہے، اور اسکو، انگلستان، میں نافذ کرنے کے متعلق جو قوی سے قوی دلائل اسکی موافقت
یا مخالفت میں پیش کئے جاتے ہیں انپر احتیاط کے ساتھ عمیق نظر ڈالی جائے۔

اسباب ۔ گزشتہ چالیس سال میں پارلیمنٹ کی حکومت کے
اعتماد میں غیر معمولی کمی نظر آرہی ہے یا جیسا کہ بعض لوگ کہنا پسند کریں گے،
کہ وہ عارضی خسوف میں آگئی ہے۔ یہہ تبدیلی ہر مہذب ملک میں نظر آتی ہے نتیجہ

---

[1] اور بدرجہ اولیٰ اس حالتمیں کہ وہ زیر ایکٹ پارلیمنٹ بغیر منظوری بیت الامرا کے جاری ہوا ہو۔

[2] مراجعیت کا استعمال وضع قوانین میں مختلف طریقوں اور مختلف مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے۔ مثلاً ممکن ہے کہ اس سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

XCIII واضعان قانون کی وقعت اور عزت میں جو کمی ہو رہی ہے وہ فرانس کی جمہوری اور پارلیمنٹی حکومت، اور اتحاد سوئٹزرلینڈ یا امریکہ کے وفاقی اور جمہوری دستور اور جرمنی کی حقیقی فوجی مگر ظاہری پارلیمنٹی سلطنت، حتیٰ کہ انگلستان کے شاہی اور تاریخی دستور میں، صاف طور سے عیاں ہے۔ عامۂ خلایق کی رائے کی یہہ حالت، خواہ وہ عارضی ہو یا مستقل، طرفداران دستور کی اس جماعت کو جو اب مختصر رہگئی ہے، حیرت زدہ کر رہی ہے؛ یہہ جماعت ابتک وسط عہد وکٹوریہ کے اس خیال اور اسکے اس رائج یقین کو نہیں بھولی ہے کہ کسی مہذب ملک کے باشندوں کا انگلستان کے دستور کی نقل کرنا، یا اسکے اصول کو اختیار کرنا امن و امان اور ترقی کی برکتوں کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ عام رائے میں تبدیلی کے وجوہ کسی قدر بھی تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہوگی جو اس کتاب سے غالباً زیادہ تر ضخیم اور یقیناً زیادہ تر دقیق ہوگی جس کے لئے میں یہہ جدید مقدمہ لکھ رہا ہوں۔ تاہم دو ایک واقعات ایسے پیش کئے جا سکتے ہیں، جن سے اگرچہ مسئلہ زیر بحث حل نہیں ہوتا، مگر اس راستہ کا کچھہ نہ کچھہ پتا چل جاتا ہے جسپر چلنے سے اسکے حل ہو جانے کی امید کیجا سکتی ہے۔ پارلیمنٹی حکومت سے، اگر حالات موافقت کریں، ذاتی آزادی اور آزادی رائے کی برکتیں ایک بڑی حد تک ضرور حاصل ہوتی ہیں؛ لیکن نہ پارلیمنٹی حکومت اور نہ دستور کی کوئی دوسری شکل، جو ابتک دریافت ہوئی ہے یا ہو سکتی ہے بجائے خود کل یا نصف انسانی مصیبتوں کو دور کرنے پر قادر ہو سکتی ہے۔ جو دنیا خیال میں قائم کر لی جاتی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ محض ایک ایسے قانون کے متعلق کام لیا جائے جس سے دستور میں اہم تبدیلیاں واقع ہوتی ہوں، جیسے قانون متعلقہ وجود بادشاہ، یا کوئی ایسا قانون جو عام طور سے اصلاحی قانون کہا جاتا ہے، اور ایسے قانون کے متعلق جو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور ہو چکا ہو۔ اس صورتمیں مراجعیت کا مقصد یہہ ہوگا کہ کوئی ایسا قانون جو اہم ہے بغیر انتخاب کنندگان کی صریح مرضی کے نافذ نہ ہو سکے گا۔ علاوہ اسکے مراجعیت کا استعمال اس غرض سے بھی ہوتا ہے کہ وہ ایجاد جو پارلیمنٹ کے ایک ایوان کے سودۂ قانون کو منظور اور دوسرے کے متواتر نامنظور کرنے سے پڑ جائے وہ رفع ہو جائے، جیسا کہ آسٹریلیا میں ہوتا ہے۔ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۱ مقابلہ کرو کتاب قانون رائے، کی طبع دوم صفحات ۴۴۰-۴۴۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کا نتیجہ مایوسی کے سوائے کچھہ نہیں ہوتا۔ خود دستوری حکومتوں کی توسیع کے ساتھ جو امیدیں وابستہ کی گئی تھیں ان میں ناکامیابیاں ہوچکی ہیں، کیونکہ محض تقلید کی بنا پر وہ دستور ایسے ممالک میں نافذ کردیئے گئے تھے جو جمہوری حکومت کے لئے بالکل موزوں نہ تھے۔ اس سے اہم اور قابل لحاظ یہہ امر ہے کہ پارلمنٹی حکومت کے مسلسل قیام سے دو ایسے نقایص کا اظہار ہوتا ہے جن کا سان گمان بھی یورپ یا کم از کم 'انگلستان' کے آزادی پسند اور مصلح فرقہ کو سنہ ۱۸۳۲ء اور سنہ ۱۸۶۷ء کی درمیانی مدت میں نہ تھا۔ اب یہہ امر مسلم ہے کہ جمہوری حکومت دانشمند رہنماؤں کی مدد سے صرف موجودہ نقایص کو دور کرنے کا ایک عمدہ ذریعہ ہو سکتی ہے، مگر جدید دستور اور نئے خیالات کے پیدا کرنے میں اس سے زیادہ مدد نہیں ملتی — ہم کو یہہ بھی معلوم ہے کہ فرقہ واری حکومت سے، جو زمانہ حال کے عقلمند سے عقلمند دستوری کی رائے میں 'انگلستان' کے مشہور و معروف دستور کی جان ہے، تفرقہ کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے، اور اس سے آخر کار سیاسی خرابیوں کے پیدا ہوجانیکا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہہ اندیشہ بھی نہ ہو تو یہہ عجیب اور مسلمہ نتیجہ تو ضرور نکلتا ہے کہ مقننین کی ایک باضابطہ منتخب کردہ جماعت کو منتخب کنندگان کی مستقل رائے کے خلاف رائے دینے کا موقع حاصل رہتا ہے۔ اس خیال کا 'انگلستان' اور 'امریکہ' کی سیاسی رائے پر بڑا اثر ہے۔ یہی سب خیالات مل ملا کر اس مراجعیت کے مطالبہ کی ایک حد تک توضیح کرتے ہیں جو اگرچہ 'سوئٹزرلینڈ' میں پیدا ہوی، مگر فی الحقیقت 'امریکہ' کی ہر جمہوری حکومت میں پائیجاتی ہے، گو کہ وہاں اسکا یہہ نام نہیں ہے۔

XCIV

مراجعیت پر خاص اعتراض۔ مراجعیت پر جو خاص اعتراض عائد ہو سکتا ہے اس سے تقریباً 'انگلستان' کا ہر باشندہ واقف ہے، اور ایک منصف مزاج شخص کے نزدیک اسکی صحت قطعی ہے، اسلئے ضرور ہے کہ اعتراض مذکور پوری قوت اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا جائے تاکہ ناظرین اس امر کا تصفیہ کرسکیں کہ اگر ہمارے دستور میں یہہ عظیم تبدیلی کی جائے تو اس سے کن فوائد کے حاصل ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔ یہہ اعتراض بطریق ذیل بیان ہو سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہا یہہ جاتا ہے کہ "انگلستان" میں مراجعیت کے نفاذ کے یہہ معنی ہیں کہ سیاسی قوت علم کے ہاتھ سے چہین کر جہل کے ہاتھ میں دیدیجائے۔ اس موقع پر حقیقی مثال کا لینا زیادہ تر مناسب ہوگا۔ دارالعوام کے (۶۷۰) اور دارالامرا کے تقریباً (۶۰۰) اراکین[1] میں جتنے تعلیم یافتہ، ذی عقل اور اعلیٰ درجہ کے سیاسی خوبیاں رکھنے والے آدمی پائے جائیں گے اتنے (۱۲۷۰) آدمیوں میں ہرگز نہیں پائے جاسکتے جو اسی لاکہہ انتخاب کنندگان کی جماعت میں سے سرسری طور سے منتخب کرلئے جائیں۔ اس بیان کی صداقت سے انکار کرنا مشکل ہے، اور اس سے جو نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ یہہ ہے کہ دارالعوام اور دارالامرا کے اقتدار کی جگہہ انتخاب کنندگان کے اقتدار کو قایم کرنا ملک کی عنان حکومت کو عقل کے ہاتھ سے لیکر جہل کے ہاتھ میں دیدینا ہے یہہ بحث مختلف شکلوں میں پیش کیجاسکتی ہے لیکن مراجعیت کے سخت سے سخت مخالف بھی اسی دلیل سے کام لیتے ہیں۔ یہہ عجیب بات ہے (اگرچہ اسکی توضیح ممکن ہے) کہ "مین" سا محتاط قدامت پسند، اور وہ جدت پسند لوگ جو جبریہ وضع قوانین کے ذریعہ سے اجتماعی خیالات "انگلستان" میں شایع کرنا چاہتے ہیں، یہی طریقہ استدلال اختیار کرتے ہیں۔ "مین" کے نزدیک مراجعیت تمام معقول اصلاحات کی مانع ہے۔ وہ اپنے ناظرین کو سمجھاتا ہے کہ جمہوری حکومت بجائے خود حکومت کی ترقی کرنے والی شکل نہیں ہے، وہ یہہ خیال ایسے الفاظ میں ظاہر کرتا ہے جو قابل توجہہ اور اعادہ ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ

XCV

"ایک مخصوص سیاسی جماعت کا یہہ خیال کہ جب جمہوریت پوری طرح ہر چیز پر غالب ہوجائے تو وہ حکومت کی بہترین شکل ہے بالکل غلط ہے، اور اس سے زیادہ کوئی اور چیز لغو نہیں ہوسکتی جس نے "انگلستان" کو اسقدر مشہور اور دولتمند بنا دیا ہے وہ ایسی جماعتوں کی کارگزاری تھی جو قلیل اور بعض اوقات بالکل ہی قلیل تھیں۔ مجہہ کو اسکا کامل یقین ہے کہ اگر اس ملک میں چار سو برس سے رائے دینے کا حق وسیع تر پیمانہ پر ہوتا اور انتخاب کنندگان کی بڑی جماعت موجود ہوتی تو نہ مذہب میں

[1] صحیح تعداد ۶۳۰ ہے دیکھو "ویٹکر المینک" بابتہ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۲۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی اصلاح ممکن تھی، اور نہ خاندان شاہی میں کسی قسم کی تبدیلی ہو سکتی تھی اور نہ کسی قسم کی رواداری کا رواج ہو سکتا تھا، بلکہ جنبرتی کی صحت بھی مشکل تھی غلہ صاف کرنے اور کپڑا بننے کی کلوں اور اسٹیم انجن کی مخالفت ہو گئی ہوتی۔ خود ہمارے زمانہ میں چیچک کا ٹیکہ اندیشہ ناک مخالفتیں ہو گیا ہے، اور عام طور سے یہہ کہا جا سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ تمام اقتدار کا عامۂ خلایق کے ہاتھ میں آجانا ایسے وضع قوانین کے حقیقی سم قاتل ہے جو فنی رائے پر مبنی ہوں، اور جن کے سمجھنے کے لئے دماغ کو تکلیف اٹھانی پڑے، اور جن کے اتباع کیلئے بے نفسی سے کام لینا لازم ہو۔"[۱]

ان حالات میں لنکا یہہ خیال ہے کہ 'انگلستان' میں اسوقت جس قسم کی جمہوریت قایم ہے اگر اس میں مراجعیت شریک ہو جائے گی تو اس سے معقول اصلاح کا کلیتہً خاتمہ ہو جائے گا۔[۲] خلاصہ یہہ ہے کہ 'ڈین' کی رائے میں جمہوریت کی ترقی میں آخری درجہ مراجعیت ہے، اور اس کا مراجعیت کو ناپسند کرنا اس قومی حملہ کا ایک جز ہے جو ایک ذی فہم قدامت پسند اس جمہوری حکومت پر کرتا ہے جسے وہ بے اعتباری کی نظر سے دیکھتا اور اس سے نفرت کرتا ہے۔ جدت پسند بھی جو کہ غالباً اپنے آپکو جمہوریت پسند خیال کرتے ہیں چند سال سے ان وجوہ کی بنا پر، جو 'ڈین' کی کتاب کے صفحات سے مستنبط ہو سکتے تھے مراجعیت پر معترض ہیں۔ اجتماعی مصنفین
XCVI کا قول یہہ ہے کہ مراجعیت کا بڑا اثر رفتہ رفتہ آزادی پسند فرقہ پر پڑیگا[۳] اور وہ یہہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ اخبار جو اصلاح کے خلاف ہیں لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اپنی تمام قوت نہ صرف کر دیں گے؟ یہی اور اسی قسم کے دوسرے اعذار اس دلیل میں جمع کئے جا سکتے ہیں جو اجتماعی نقطۂ نظر سے بہت قوی سمجھی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عامۂ خلایق اسقدر باشعور نہیں ہے کہ مراجعیت اسکے تفویض کی جا سکے۔ جن سوالات کا تصفیہ برائے نام انتخاب کنندگان کی رائے پر چھوڑا

---

۱ دیکھو 'ڈین' کی کتاب 'پولیٹر گورنمنٹ' صفحات ۹۷-۹۸۔

۲ " " " " صفحات ۹۶-۹۷۔

۳ دیکھو 'مراجعیت کی مخالفت' اور کوارٹلی ریویو اپریل سنہ ۱۹۱۰ء ۴۲۳ صفحہ ۵۵۱-۵۵۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتا ہے وہ ہمیشہ اس شکل میں پیش کئے جانے چاہئیں کہ انکو صاف اور صحیح طور سے
ان نتائج کا پتہ نہ چلنے پائے جو انکے تصفیہ سے مرتب ہونے والے ہیں۔ ہمارے
جدید جمہوریت پسندوں کا یہہ خیال ہے کہ فرقہ بندی کے ذریعہ سے 'انگلستان'
کے لوگوں میں وہ خیالات شائع کئے جاسکتے ہیں جن کو انتہائی جدت پسند یا پرجوش
لوگ اصلاح کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لیکن اگر انکے صحیح مفہوم سے انتخاب
کنندگان واقف ہوجائیں تو انکا بڑا حصہ ان اصلاحوں کو بغاوت اور رجعت
قرار دے گا۔ قدامت پسند اور اجتماعی جمہوریت پسندوں کے حملے ایک دوسرے
پر تقریباً مساویانہ وزن رکھتے ہیں مگر انمیں صداقت کا ایک جز مشترک ہے
مراجعیت بجز محض نامنظوری کے اور کچھہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اکثر صورتوں
میں معقول اور مفید اصلاحوں میں مانع ہو مگر ساتھ ہی اسکے وہ ایسی جدتوں
کو جو 'انگلستان' کے تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی رائے کے
خلاف ہوں معرض تعویق اور التوا میں ڈال سکتی ہے جو رتوں کی طرف سے
جو حق رائے دینے کا طلب کیا جاتا ہے اگر وہ مراجعیت کے ذریعہ سے موجودہ
انتخاب کنندگان کی رائے کے لئے پیش کیا جائے تو قیاس غالب یہی ہے کہ
اس سے انکار کیا جائے گا' اور یہہ انکاری جواب عورتوں کی آزادی کے مسئلہ
کو سالہا سال کے لئے کامیاب نہ ہونے دیگا۔ خلاصہ یہہ ہے کہ قوانین کی نامنظوری
کا اختیار، خواہ بادشاہ کے ہاتھ میں ہو یا دارالعوام یا دارالامرا یا اسّی لاکھہ انتخاب
کنندگان کے ہاتھ میں ہو لازمی طور سے بعض اوقات مفید اور بعض اوقات مضر
ثابت ہوگا۔ مثلاً ممکن ہے کہ مراجعیت 'انگلستان' میں ٹیکہ کے قانون کی تعمیل
یا اسکی توسیع کو روک دے' یا 'انگلستان' کی عورتوں کو پارلیمنٹی ووٹ کا حق
دینے سے انکار کرے؛ یہہ امر یقینی ہے کہ وہ آئرلینڈ کے ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۱۴ء کا
نفاذ، اور سلطنتہائے متحدہ میں غلہ کی درآمد پر ٹیکس عاید کرنا منظور کرتی۔ اب
'انگلستان' کے کسی مرد یا عورت کو لے لو تو اسکی غالباً یہی رائے ہوگی کہ انمیں سے XCVII
بعض صورتوں میں مراجعیت سے مفید نتیجہ نکلے گا اور بعض صورتوں میں مضر۔ پس
مراجعیت کے خلاف جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں انسے جو قطعی نتیجہ نکلتا ہے وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صرف اسیقدر ہے کہ عامۂ خلائق کا اختیار نامنظوری دوسرے لوگونکے اختیار نامنظوری کی طرح کبھی مفید اور کبھی مضر طور سے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ مراجعیت کے منصف مزاج مخالف اسپر ضرور زور دیسکتے ہیں کہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ جو سوال مراجعیت کے ذریعہ سے جماعت منتخب کنندگان کے سامنے پیش کیا جائے اسکے جواب میں اسقدر قانونی قابلیت نہ پائیجائے جسقدر دارالعوام اور دارالامرا کے مشترکہ عمل میں پائیجاتی ہے۔ اسکے جواب میں مراجعیت کا معقول طرفدار یہ کہہ سکتا ہے کہ جو قیاس قائم کیا گیا ہے اُس سے انکار نہیں کیا جاتا مگر اسکی اہمیت کم ہے۔ پارلیمنٹ کے ایکٹ نے دارالعوام کی کثرت کو غیر محدود اختیارات دے رکھے ہیں اور اسکی بنا پر مستقل وضع قوانین کے معاملہ میں دارالامرا کی تمام دانشمندی اور تجربہ کا کوئی اثر نہیں پڑنے پاتا اور دارالعوام کی کثرت کلیتہً جماعتی مقاصد کے زیر اثر کام کرتی ہے۔ یہ امر بہت آسانی سے ممکن ہے کہ اگر مراجعیت 'انگلستان' میں جاری ہو جائے تو ان انتخاب کنندگان کے اقتدار میں اضافہ ہو جائے گا جو کسی ایک جماعت کے اصول کے سختی کے ساتھ پابند ہونگے۔ یہ امر ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ مراجعیت جس سے میں نے بحث کی ہے کبھی کسی ایسے قانون کو نافذ نہیں کرا سکتی جسے کسی طور سے بھی دارالعوام نے منظور نہ کیا ہو۔ پس اس میں وہی تمام خوبیاں اور نقائص موجود ہیں جو ایک نامنظوری کے اختیار میں پائی جاتی ہیں۔ اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے فرقہ واری نظام کی اس غیر معمولی قوت کی روک تھام ہو سکتی ہے جو اسوقت اسے حاصل ہو گئی ہے۔

مراجعیت کی تائید میں مخصوص دلیل۔ مراجعیت ایک ایسا نظام ہے کہ اگر وہ 'انگلستان' میں نافذ ہو جائے تو کافی طور سے اس جماعت کی خودمختاری کو روک سکتا ہے جو بربنائے کثرت پارلیمنٹ میں سب سے زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔ 'انگلستان' میں اسکے رواج سے یہ امید بھی ہو سکتی ہے کہ فرقہ واری حکومت کے جو نمایاں نقائص ہیں وہ بڑی حد تک گھٹ جائینگے، مگر پہلے ہمیں مراجعیت کی قوت کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ اسکی قوت کا تمام تر انحصار اس امر پر ہے کہ عامہ خلائق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو نامنظوری کا جو اختیار ہے وہ ایک جمہوری اصول ہے اور چونکہ اسکی نوعیت محض منفی ہے اس لئے وہ کلیتہً قدامت پسندی کا اصول بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کا جمہوری ہونا اس بنا پر ہے کہ وہ فی الحقیقت اور نیز ظاہری طور پر عامۂ خلائق سے استدعا ہے، اور اس کا قدامت پسند ہونا اسوجہ سے ہے کہ وہ ایسے قوانین اور دستوروں کے برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ ہے جنھیں انتخاب کنندگاں کی بڑی جماعت مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنا چاہتی ہے جس شخص نے انگلستان کی سوسائٹی کی موجودہ حالت پر غور کیا ہے وہ کبھی اسپر یقین نہیں کرسکتا کہ جس امر کو انگلستان کے باشندے ایک زبان ہوکر ناپسند کرتے ہیں وہ کسی نظام میں بھی عرصہ دراز تک قائم رہ سکتا ہے۔ پس مراجعیت اپنی منفی شکل میں قوم کی اس شاہی قوت کا صریح اقرار ہے جسکے وجود سے جمہوری نظام حکومت میں کوئی سربرآوردہ مدبر انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن ایک انتظام کا کسی مسلمہ اصول مثلاً عامہ خلائق کے اقتدار اعلیٰ سے محض مطابق ہونا ایک غور کرنیوالے شخص کی رائے میں کوئی زیادہ وقعت نہیں رکھتا تاوقتیکہ اس تطابق سے کسی مجوزہ اصلاح یا مفید ادارہ کے استقلال کی امید وابستہ نہو۔ اسکے بعد ہم کو اسپر غور کرنا چاہیے کہ مراجعیت فرقہ واری (پارٹی) سسٹم کے نقائص کو کس حد تک کم کرنے میں کامیاب ہوسکتی ہے۔ یہ امر ممکن ہے کہ واضعان قوانین کی ایک منتخبہ جماعت کی قوم کی مرضی کی پوری نمایندگی نہ کرے۔ اس کا متواتر تجربہ 'سوئٹزرلینڈ' اور 'امریکہ' کی متفقہ ریاستوں میں ہر ریاست میں ہوچکا ہے، مگر یہ اندیشہ کہ قوم کی مرضی کی پوری نمایندگی نہ کیجائیگی ایسا اندیشہ ہے جو واضعان قوانین کی ایسی جماعت کیساتھ بھی لگا ہوا ہے جو نہایت ایمانداری اور انصاف کیساتھ منتخب کیجائے۔ اس قسم کی غلط نمایندگی کا امکان 'انگلستان' سے ملک میں نہ صرف قرین قیاس بلکہ یقینی ہے، جہاں عام انتخاب کی شکل اسکے قریب قریب ہوتی جاتی ہے کہ ایک مخصوص شخص یا ایک مخصوص فرقہ پانچ سال کے لئے ادائے خدمت کے لئے مقرر کیا جائے۔ اس نوعیت کے نظام میں جماعت کی طرفداری کا حب الوطنی پر غالب آجانا لازم ہے۔ مراجعیت کی عدم موجودگی میں انتخاب کنندگاں کو جن مزید تدابیر پر غور کرنا ہوگا

XCVIII

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ امتداد زمانہ سے اور زیادہ پیچیدہ ہوتے جائینگے۔ اور سیاسی دنیا میں پیچیدگی فطری طور سے سازش کا موجب ہوتی ہے جو بعض اوقات فریب کی حد تک پہنچ جاتی ہے منتخبہ و اضعان قوانین پر اعتبار ہر جمہوری حکومت میں جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں، روز بروز کم ہوتا جاتا ہے۔ امریکہ کے پرجوش باشندے فرقہ واری نظام کو مشتبہ اور اکثر نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مرکب وزارتیں سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے باہمی مدد کے وعدے اور پارٹیٹی سازشیں انگلستان میں پارلیمنٹ کے اخلاقی اور سیاسی اعتبار کو گھٹاتی جاتی ہیں۔

XCIX بہت سے انگلستان کے باشندوں کی یہ رائے ہے کہ ان خرابیوں میں کمی کرنے کے لئے جو انتخاب کے وسیع دائرہ کی وجہ سے ہمارے فرقہ واری نظام کا فطری (گو لازمی نہ ہو) نتیجہ ہے کوئی ذریعہ تلاش کیا جانا چاہیے۔ بظاہر اس کا علاج یہی نظر آتا ہے کہ عامہ خلائق کو نامنظوری کا اختیار دیدیا جائے جس سے پارلیمنٹ کی جماعت کثیر کے غیر محدود اختیارات کی روک تھام ہوسکتی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ مراجعیت کے استعمال میں احتیاط اور عقل سے کام لینا پڑیگا۔ صحیح طور سے جمہوری حکومت کو قائم رکھنے کے لئے تمام دیانتدار باشندوں کو ہمیشہ احتیاط اور ہوشیاری سے کام کرنا لازم ہے اور یہی اس کا معاوضہ ہے۔ علاوہ اسکے مراجعیت سے ہماری جماعت انتخاب کنندہ کی اس ذہنی دیانت میں ترقی ہوگی یا ترقی کی طرف رجحان پیدا ہوگا جسے ہمارا موجودہ سیاسی طرز عمل نہایت تیزی کے ساتھ زائل کر رہا ہے۔ کیونکہ مراجعیت کے ذریعہ سے یہ ممکن ہوجائیگا کہ ہم ان دو سوالوں کو ایک دوسرے سے جدا کرسکیں کہ آیا ایک قانون مثلاً قانون اصلاح محصولات درآمد و برآمد جاری ہونا چاہیے، اور آیا زید یا عمرو کو پانچ سال کیلئے انگلستان کا وزیر رہنا چاہیے یا نہیں۔ مراجعیت کے نفاذ سے ایک انتخاب کنندہ کو یہ محسوس ہونے لگا کہ ایک مخصوص قانون کی عمدگی یا غیر عمدگی کے لحاظ سے اسکی موافقت یا مخالفت میں اپنی حقیقی رائے دینا ممکن ہے، بلا لحاظ اس پریشان کن خیال کے کہ اگر وہ ایک ایسے قانون کے خلاف رائے دیتا ہے جسے اسکا ضمیر اور اسکی رائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناپسند کرتی ہے تو اسکی رائے زنی کے بھی خلاف پڑیگی اور وہ اپنے عہدہ پر قائم نہ رہ سکیگا اور وہ ایسکو انگلستان میں وزارت کے لئے سب سے بہتر شخص خیال کرتا ہے، اور اسکی جگہ عمر و جسے وہ ناقابل اعتبار تصور کرتا ہے وزیر ہو جائیگا۔ اسمیں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ اگر انگلستان میں کبھی مراجعت کا نفاذ ہو گیا تو اسکا وہی اثر ہوگا جو سوئٹزرلینڈ میں ہوا اور یہ امر ممکن ہو جائے گا کہ ایک وزیر یا کابینہ جسکی تائید میں بہمہ وجوہ تمام انتخاب کنندے ہوں دیانت اور صفائی کے ساتھ اپنے عہدہ پر قائم رہے، اگرچہ وزیر اعظم اور اسکے ساتھیوں کی کوئی تجویز جسکی منظوری پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے ہو چکی ہو انتخاب کنندگاں مراجعت کے ذریعہ سے نامنظور کر دیں۔ یہ امکانی نتائج اُن لوگوں کو سخت ناپسند ہیں جن کے نزدیک ہماری جماعت بندی کے نظام میں کوئی امر قابل گرفت نہیں ہے۔ پس مراجعت کا سب سے بڑا فائدہ جیسا کہ میں متواتر بتا تا رہا ہوں یہ ہے کہ وہ جماعتی حکومت کے بدترین اور مسلم نقائص کو دور یا کم از کم انہیں تخفیف کر دینے میں مؤید ہے۔

مراجعت کی تائید یا مخالفت میں جو دلائل پیش ہو سکتے ہیں ان سب کو ظاہر کر دینے کی میں نے کوشش نہیں کی ہے۔ اس مقدمہ میں میں نے صرف وہی دلائل اپنے ناظرین کے سامنے پیش کئے ہیں جو انگلستان کے دستور میں مراجعت کو نافذ کرنے یا نکرنے کے متعلق قوی سے قوی خیال کئے جاتے ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ جو لوگ ہمارے موجودہ فرقہ واری نظام کے عملدرآمد سے حقیقی طور پر مطمئن ہیں وہ کبھی ایسے دستور کا اجرا پسند نہیں کر سکتے جسکا مقصد فرقہ واری حکومت کے نقائص کو دور کرنا ہو۔ برخلاف اسکے جو لوگ اسکا اندازہ کر سکتے ہیں کہ پارلیمنٹ کی حکومت فرقہ واری نظام کے روز افزوں اقتدار کے ساتھ ضرورت سے زیادہ تعلق رکھنے کی وجہ سے بے اعتبار ہوتی جاتی ہے وہ اگر یقیناً نہیں تو بقیاس غالب میری اس رائے سے متفق ہونگے کہ مراجعت بشرطیکہ اسکا استعمال صحیح طور سے کیا جائے فرقہ واری ہمہ گیر اقتدار کو روک کر اس پارلیمنٹی حکومت پر دوبارہ اعتماد قائم کرا سکتی ہے جو انگلستان کی دستوری تاریخ میں ایک قابل فخر چیز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمجھی جاتی رہی ہے۔

خاتمہ

(۱) پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ اسوقت تک 'انگلستان' کے دستوریوں کا اصل اصول ہے، مگر ساتھ ہی اس کے پارلیمنٹ کے دارالامرا کے اقتدار میں غیر معمولی طور سے کمی ہوگئی ہے، اور ہر پارلیمنٹ میں دارالعوام یا یوں کہو کہ کثرت کی قوت نمایاں طور سے بڑھ گئی ہے۔ ان بڑھے ہوئے اقتدار اعلیٰ کو کامل طور سے وہی کابینہ کام میں لاسکتی ہے جسکے ہاتھ میں فرقہ واری نظام کی رہنمائی کی باگ ہو۔ اور اس فرقہ کا جسکی تائید میں پارلیمنٹ کی کثیر جماعت ہوتی ہے، وزیر اعظم ہی قانونی سرگروہ، اور اگر اسمیں قابلیت ہے تو حقیقی رہنما بنجاتا ہے[1]۔ 'انگلستان' کے دستور کی عمل آوری میں کابینہ اور وزیر اعظم کے اقتدارات میں جو بتدریج ترقی ہوئی وہ ایک قسم کی تبدیلی ہے، اور اسکے دو اسباب ہیں جو ایک دوسرے سے قریب کا تعلق رکھتے ہیں۔ اول سبب جمہوریت کی ترقی ہے جو اس 'خاندانی حق رائے دہی' (Household suffrage) کا نتیجہ ہے۔ جو ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء کے درمیان میں قائم ہوا۔ دوسرا سبب فرقہ واری نظام کی روز افزوں عصبیت ہے۔ اس حالت کا، جو اسوقت تک پارلیمنٹ کے اندر اور باہر غیر مسلم ہے، نتیجہ یہ ہے کہ کابینہ، ایک ایسے رہنما کے تحت میں جو زمانہ حال کی پارلیمنٹی جنگ و جدال کے طریقے سیکھ کر انمیں ماہر ہوگیا ہو اہم سے اہم معاملات میں قوم کی امکانی یا یقینی مرضی کے خلاف کارروائی کرسکتی ہے۔ جسقدر اضافہ ان لوگونکے اقتدار میں ہوتا جاتا ہے جو فرقہ واری نظام کو اپنے قابو میں لے آتے ہیں، اسیقدر وہ قوی تر ہوتا جاتا ہے، بشرطیکہ ہم اس شخص کے ہمراے ہوجائیں جو 'انگلستان' کی حکومت پر بہترین لکھنے والا ہے، اور 'لوول' کیطرح یہ تسلیم کرنے لگیں کہ ہمارے دستوری نظام میں فرقہ واری حکومت

[1] 'لوول' کی 'انگلستان' کی حکومت فصل ۲۴-۲۷، اور خصوصیت کیساتھ فصل ۱ صفحات ۴۴۱-۴۴۷۔ و عام رائے اور جمہور کی حکومت حصہ ۲ صفحات ۵۷-۱۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی جدید امر، یا کسی قسم کی خرابی نہیں، بلکہ فی الحقیقت اسکی حقیقی بنیاد ہے[1] انگلستان کی پارلیمنٹی حکومت کے طرز عمل میں جو غیر محسوس تبدیلی ہوی ہے اس کا اندازہ کرنیکے لئے بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ اسکا مقابلہ 'پامرسٹن' کے زمانہ کے اس طرز عمل سے کیا جائے جسکی نسبت یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ اسمیں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے یعنی ۱۸۵۵ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک جسکو کچھ کم ساٹھ سال کا زمانہ ہوتا ہے 'پامرسٹن' ۱۸۵۵ء میں وزیر ہوا۔ ۱۸۵۸ء میں وہ سب سے زیادہ ہر دلعزیز وزیر سمجھا جاتا تھا۔ ایک ایسی جماعت سے نزاع واقع ہونے کے بعد جسمیں اسکے تمام مخالفین شریک تھے، اس قدیم پارلیمنٹی مشاق کو ایک پارلیمنٹ کی تحلیل کیوجہ سے قطعی کثرت حاصل ہوگئی جس نے اسکا دماغ بگاڑ دیا، اور وہ فی الوقت دارالعوام میں ناپسند کیا جانے لگا۔ انتخاب کنندگان کی جماعت میں اسکے خلاف ایک ایسا ہنگامہ برپا کردیا گیا جسکی اصلیت کچھ نہ تھی ۱۸۵۸ء میں وہ اپنی خدمت سے سبکدوش ہوگیا، مگر ۱۸۵۹ء میں ایک دوسری پارلیمنٹ کی درخاست نے پھر رعایا کے اس ہر دلعزیز وزیر کو خدمت پر قائم کردیا، اور وہ انتخاب کنندگان کی بڑی جماعت کی تائید کے ساتھ ۱۸۶۵ء یعنی مرتے دم تک اس خدمت پر قائم رہا۔ 'پامرسٹن' کے زمانہ تک یہ واقعات، جو ۱۹۱۴ء میں بمشکل واقع ہوسکے ہیں، بالکل معمولی اور عام تھے۔ 'پامرسٹن' اور 'گلیڈسٹون' کسی نظام کیوجہ سے بااقتدار نہ تھے۔ فرقہ واری حکومت کی سب سے بڑی اور آخری کامیابی پارلیمنٹ کے ایکٹ کا اجرا ہے۔

(۲) یہ عجیب بات ہے کہ نہ صرف 'انگلستان' بلکہ تمام انگریزی سلطنت میں فرقہ واری نظام کی روزافزوں قوت اس اخلاقی قوت کے ساتھ ساتھ بڑھی ہے جس سے بادشاہ کام لے سکتا ہے۔ 'وکٹوریہ' کی تخت نشینی سے لیکر اسوقت تک جو اخلاقی اقتدار بادشاہ کو حاصل ہے اسمیں برابر اضافہ ہوتا رہا ہے۔ کھلی ہوی حقیقت یہ ہے کہ آج 'انگلستان' کے بادشاہ کے پاس اخلاقی اقتدار کے

[1] دیکھو نوٹ مندرجہ صفحہ گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دو ذریعے موجود ہیں جسکے متعلق دستوری حکومت پر لکھنے والوں نے
بہت کم توجہ مبذول کی ہے۔ بادشاہ خواہ کوئی شخص ہو، تمام انگریزی سلطنت
میں منفرد ایسا شخص ہے جو فرقہ واری نظام سے اگر بالاتر نہیں ہے تو اس سے
CII خارج ضرور ہے۔ اور سلطنتہائے متحدہ کے باہر وہی سلطنت انگریزی کا مسلمہ
اور تنہا نمایندہ اور مرکز سمجھا جاتا ہے[1]

(۳) انیسویں صدی کے آخری پچیس سال اور بیسویں صدی کے ابتدائی
چودہ سال میں زیادہ تر صاف طور سے اس قانونی حکومت کے اعتبار میں کمی
ہونی شروع ہوی جو ۱۸۸۴ء میں حسب مفہوم انگلستان دستوری حکومت کے دو
مخصوص اصول میں سے ایک اصول سمجھا جاتا تھا، جیساکہ میں قبل ازیں بیان کرچکا ہوں۔

(۴) اسوقت جو لوگ دستور کی اصلاح یا تجدید چاہتے ہیں انکے خیالات
کا یہی رجحان ہے کہ واضعان قانون کی طرف سے جو بے اعتباری پیدا ہورہی
ہے وہ دور ہوجائے، بظاہر انکا مقصد یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مجالس وضع قوانین کی
دانشمندی میں کوئی اضافہ ہو؛ اسمیں شک نہیں کہ بعض انکی تجویزوں کا بالواسطہ یہ
نتیجہ ہوسکتا ہے کہ بے اصول قوانین کا اجرا ایک حد تک رک جائے۔ ممکن ہے کہ
مناسب نمایندگی بعض اوقات دارالعوام کو ان آرا کی سماعت، کی طرف متوجہ
کرسکے جن پر باوجودیکہ انمیں بڑی حد تک صحت اور صداقت موجود ہوتی ہے،
بہت کم توجہ کیجاتی ہے۔ مراجعیت سے توقع کیجاتی ہے کہ وہ ہمارے فرقہ واری
نظام کی مسلمہ اور روزافزوں خرابیوں کو دور کردیگی۔ باوجود ان تمام امور
کے جو لوگ ہمارے سیاسی نظام میں تبدیلی کے طرفدار ہیں، انکا بڑا مقصد، جیساکہ
میں بارہا کہہ چکا ہوں، یہ ہے کہ وضع قانون عام رائے کے مطابق ہونا چاہئے[2]

جو نتائج میں نے مستنبط کئے ہیں ان سے انگلستان کے ذی فہم اور محب
وطن لوگ، ضرور متردد ہونگے، اور ملک کے سیاسی کاموں میں دلچسپی لینے والے
لوگوں کے دلمیں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ اس جمہوری نظام کا جو اسوقت

---

[1] دیکھو صفحہ ۱ گزشتہ۔ [2] دیکھو صفحات LXII-LIX گزشتہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انگلستان، میں قائم اور پھلا پھولا ہے بالآخر کیا نتیجہ ہوگا؟ انکو یہ امر پیش نظر رکھنا لازم ہے کہ مایوسی بھی امید کی طرح ایک معاصر نقاد کو غلطی میں ڈال سکتی ہے۔ جو سوال کیا جاتا ہے اسکا اگر کسیقدر جواب مل سکتا ہے تو اس نصیحت یا پیشین گوئی سے ملسکتا ہے جو ۱۷۷۰ء میں ایک ایسے دستوری شخص نے کی تھی جو اسوقت بھی ان اندیشوں اور خطروں سے آگاہ تھا جن سے بیالیس سال قبل ہمارے سربرآوردہ مدبر بالکل غافل تھے۔ 'والٹر بیگہاٹ' کے الفاظ سننے کے قابل ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"ابھی ہمارے مدبرین کو وہ تمام عمدہ مواقع حاصل ہیں جو انکو سالہا سال سے حاصل رہے ہیں، اور یہی انکا سب سے بڑا فرض بھی ہے۔ انکو چاہیے کہ وہ جدید انتخاب کنندگان کو بتائیں کہ حق رائے دہی کا استعمال کسطرح ہونا چاہئے، یہ تعلیم خاموشی کے ساتھ دیجائے۔ CIII
یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم تعلیم دے رہے ہیں، تاہم مقصد اسکا تعلیم ہی ہونا چاہیئے۔ آزاد ملکوں میں ممتاز اور سربرآوردہ مدبرین کو فی الوقت بڑی قوت حاصل ہوتی ہے۔ وہ انسانی گفتگو کے موضوع پیدا کر دیتے ہیں۔ وہی ایک یا دو پرزور تقریروں سے اسکا تعین کر دیتے ہیں کہ آئندہ عرصۂ دراز تک کیا لکھا اور کیا کہا جائیگا۔ اور وہی اپنے مشیروں کی شرکت میں اپنی جماعت کا لائحہ عمل مرتب کرتے ہیں، جو امریکہ میں 'پلیٹ فارم' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور سیاسی نبرد میں وہ اور انکے شرکا اسی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اسی لائحہ عمل کو دوسرے مدبرین کے لائحہ عمل سے مقابلہ کر کے دنیا ان کی نسبت رائے قائم کرتی ہے۔ معمولی دل و دماغ اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ اسکا تصفیہ کر سکیں کہ انکو کس خاص سیاسی مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔ البتہ جو مسائل ان تک پہنچتے یا انکے سامنے لائے جاتے ہیں انکی نسبت وہ ایک معقول حد تک رائے قائم کر سکتے ہیں۔ مضامین کا تعین تقریباً انکے احاطہ امکان سے باہر ہے وہ صرف ان مضامین کے نتائج پر فیصلہ کرتے ہیں۔ ان مضامین کا تعین کرنا مدبرین کے اہم ترین فرائض میں داخل ہے۔ اگر وہ ایسے سوالات اٹھاتے ہیں جو ادنی درجے کے انسانوں کو جوش میں لانیوالے ہیں، یا جنہیں وہ بقیاس غالب غلط راستہ اختیار کرینگے، یا جنہیں ان لوگوں کے مقاصد تمام سلطنت کے مقاصد کے غیر مطابق یا مخالف ہیں تو یہ سمجھا جائے گا کہ ان مدبرین نے سلطنت کو سخت سے سخت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نقصان پہنچایا۔ اس ملک کا مستقبل ایک نازک تجربہ کو خوبی کے ساتھ عمل میں لانے پر منحصر ہے، اگر وہ اسکو خوبی کے ساتھ انجام نہ دیکے تو یہ سمجھا جائے گا کہ انھوں نے اپنے مقدور بھر اس تجربہ کو بیکار کر دیا۔ جب جاہل اور سیاست کے مبتدیوں کے سامنے صرف عمدہ نتائج پیش ہونے چاہیے تھے ان مدبروں نے برے نتائج پیش کئے، اور ایسے مضامین کی طرف رہنمائی کی جو مفلس طبقہ کو متفق کرنے اور امرا کے خلاف بھڑکانیوالے ہیں، اور جن پر بحث جس شکل میں کہ انکے کانوں تک پہنچ سکتی ہے انکو یہ خیال دلانے کے لئے کافی ہوگی کہ جدید قانون سے انکو راحت پہنچے گی اور موجودہ قانون ہی انکی مصیبت کا باعث ہے، اور حکومت کے قبضہ میں ایک ایسا غیر محدود خزانہ ہے جس سے وہ ایسے لوگونکی مدد کر سکتی ہے جنھیں اسکی اسوقت ضرورت ہے بغیر اسکے کہ اسکے صرف سے کسی دوسری جگہ ایسی ضرورتیں پیدا ہو جائیں جو انکی ضرورتوں سے بڑھی ہوئی ہوں۔ اگر مفلس انتخاب کنندگاں کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ ایسی غربا کی بہشت قائم کرنیکی کوشش کریں جیسی انکے خیال میں ہے، اور جس کے قائم کرنے پر وہ اپنے خیال میں قادر ہو سکتے ہیں تو جو بڑا سیاسی تجربہ اسوقت ہو رہا ہے اسمیں کسیطرح کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور ووٹ رائے دہی کے حق کا عطیہ تمام قوم کے حق میں ایک مصیبت ہو جائیگا، اور جو لوگ اسکو حاصل کرینگے انکے لئے بھی وہ ویسا ہی مصیبت کا باعث ہوگا جیسا کہ دوسرونکے لئے۔"

CIV

یہ ایک ایسے طباع شخص کے الفاظ ہیں جو مرنیکے بعد بھی بول رہا ہے۔ جو پیشین گوئی اسکے الفاظ سے یقینی طور سے مستنبط ہوتی ہے وہ غیر ضروری تھی یا جن خرابیوں کے پیش آنے کا اندیشہ اس نے بتایا ہے وہ ایک حد تک اس وقت پیش نہیں آرہی ہیں، یا آیندہ کسی وقت پورے طور سے پیش نہیں آئیں گی، ایسے سوالات ہیں جن کا جواب میرے ناظرین کی دیانت اور غور پر منحصر ہے۔ اور انکا کامل جواب وہ باخبر اور ایک حد تک غیر متعصب مورخ دینگے جو ۱۹۵۰ء یا ۲۰۰۰ء میں انگلستان کی جمہوری حکومت کے آخری نتائج قلمبند کرینگے۔ تاہم ایک ایسے مصنف کو، جو ۱۹۱۴ء میں لکھ رہا ہے اور نصف سے زیادہ نابینا ہے، جیسا کہ ہر مصنف جو اپنے زمانہ کے حالات سے بحث کرتا ہے اپنے عہد کے جہل اور تعصبات کی وجہ سے ہو جاتا ہے، یہ یاد رکھنا پڑتا ہے کہ زمانہ حال بھی گزشتہ اور مستقبل زمانہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرح سبق آموز ہے۔ قومی خطرہ قومی عظمت کا معیار ہے۔ اسوقت تمام ملک بلکہ سلطنت یکدل ہوکر نہایت جوش و خروش کے ساتھ ایک ایسی قوم سے لڑنے کیلئے تیار ہوگئی ہے جس کے پاس اس زمانہ میں سب سے بڑی اور سب سے زیادہ مرتب اور باقاعدہ فوج موجود ہے۔ 'انگلستان' اور اسکے ساتھ تمام انگریزی سلطنت ایسی جنگ میں مشغول ہے جسمیں اسکی دولت، خوشحالی، بلکہ اسکا سیاسی وجود معرض خطر میں ہے۔ اور 'انگلستان' نے ان تمام ممالک کے باشندوں کی پرجوش مرضی کے ساتھ جو ہمارے بادشاہ کے زیر حکومت ہیں، اس کی خوشحالی کو چھوڑکر لڑائی کے خطرات اور محنتوں کو برداشت کرنا منظور کرلیا ہے۔ اسکی غرض یہ نہیں ہے کہ وہ جدید ممالک یا جنگ میں مزید ناموری حاصل کرے کیونکہ ان سے وہ اسوقت بھی مالا مال ہے، بلکہ اسکا مقصد صرف اسقدر ہے کہ وہ بین الاقوامی انصاف کے سیدھے سادے قواعد اور مشترکہ انسانی احکام کی پابندی کرائے۔ یہ جمہوری حکومت کی خوش آیند ترقی، اور انسانوں کے حقیقی استقلال اور رستخیزی میں اضافہ کا اگرچہ اسکی رفتار بہت دھیمی ہو، عہد شگون ہے۔ یہ واقعات 'فرانس' کی طرح 'انگلستان' کے نوجوانوں کے دلوں میں یہ خیالات تازہ کرسکتے ہیں کہ نوجوانی رحمت الٰہی ہے، اور یہی واقعات ان بڈھوں کو جنھیں غیر متوقع سیاسی انکشافات اور ناامیدیوں نے مایوسی کی طرف مائل کردیا ہو خاموشی اور متانت کے ساتھ خوش ہونیکا موقع دیسکے ہیں کہ انھوں نے اپنی زندگی میں وہ دن دیکھ لیا جس میں ایک اہم قومی خدمت کے ادا کرنے کی آواز پر ہر شخص اور ہمارے مشترکہ ملک کی ہر ایک جماعت اسیر متفق اور متحد ہوگئی کہ ایک جنگجو قوم کی قوت، خیالات باطل اور اسکا غرور توڑے، اور تمام مصیبتیں اٹھاکر مہذب دنیا میں آزادی، انسانیت، اور انصاف کا ڈنکا بجادے۔ CV

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مضامین کا خاکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مضامین کا خاکہ

دستوری قانون کی حقیقی نوعیت

"انگلستان کے دستوری قانون کے متعلق امید افزا خیال۔

سنہ ۱۷۹۱ء میں "برک" لکھتا ہے کہ "بڑے نقادوں نے ہم کو ایک لابدی قاعدہ سکھایا ہے ..... اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی وقت یہ محسوس کریں کہ ہم ان مصنفوں یا ان مصوروں مثلاً "لیوی" اور "ورجل" یا "رفیل" اور "میکال انجیلو" کو جنھیں تمام ذیعلم اور ذی فہم مانتے چلے آئے ہیں پسند نہیں کرتے، تو ہم کو محض اپنے توہمات کا اتباع نہ کرنا چاہئے، بلکہ ہم کو انکی تصانیف پر غور و فکر کرنا چاہئے یہاں تک کہ ہم میں اسکا مادہ پیدا ہو جائے کہ ہم قابل وصف امور کو پہچان، اور انکی ستایش کر سکیں۔ اگر باوجود اس علم کے حصول کے بھی ہم پسند کرنے سے معذور رہیں تو بہ نسبت اس سمجھنے کے کہ تمام دنیا دھوکے میں ہے یہ سمجھنا بہتر ہوگا کہ ہم میں اچھائیوں کے پہچاننے کا مادہ ہی نہیں ہے۔ یہی قاعدہ "انگلستان" کے اس دستور سے بھی متعلق کیا جا سکتا ہے جسکی اسقدر تعریف کیجاتی ہے۔ ہم کو اپنی سمجھ کے مطابق اسکو سمجھنا چاہئے اور جہاں اسوقت ہماری سمجھ نہیں پہنچ سکتی اسکی عظمت کرنا چاہئے۔"[1]

"ہیلم" نے سنہ ۱۸۱۸ء میں لکھا کہ "ایک غیر متعصب ناظر جو اپنی جنس کی خوشحالی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے وہ اس سے باز نہیں رہ سکتا کہ "انگلستان" کی طویل مسلسل،

[1] "برک" کی تصنیفات جلد ۳ (طبع سنہ ۱۸۰۲ء) صفحات ۱۱۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور روز افزوں خوشحالی کو انسانی تاریخ کا ایک خوشنما منظر قرار دے۔ ممکن ہے کہ
اس ملک کی آب و ہوا سے بہتر آب و ہوا زندگی کی لذتوں میں اضافہ کر سکے، لیکن کوئی 2
ملک ایسا نہیں ہے جو سیاسی دستور کی برکتیں اتنی وسیع آبادی کو پہنچا رہا ہو اور جسکے
باشندوں نے دولت، انتظام، اور آزادی کے متضاد عناصر کو اس خوبی کے ساتھ
امتزاج دے رکھا ہو۔ یہ اس جزیرہ کی زمین کا اثر نہیں ہے اور نہ اسکی بنیاد اس
عرض البلد پر ہے جسپر وہ واقع ہے، بلکہ اصل وجہ اسکے قانون کی وہ روح ہے جو
مختلف ذرائع سے ہماری قوم کی مخصوص آزادی اور صنعت و حرفت کی پیدائش کا باعث
ہوئی ہے۔ اسلئے انگلستان کا دستور ہر ملک کی متجسس طبیعتوں اور سب سے زیادہ خود
ہمارے لئے بیحد قابل دلچسپی اور توجہ ہے کیونکہ تمام تاریخی طاقتور آزاد قوموں کی حکومتوں
سے وہ اس امر میں خاص طور سے ممیز نظر آتا ہے کہ اسمیں صدیاں گزر جانے کے بعد بھی
تنزل کی کوئی لاعلاج علامت نظر نہیں آتی، بلکہ اس سے مزید وسعت کی قوت اور
قابلیت کا اظہار ہوتا ہے"۔[1]

ان دو مصنفین کے انتخابات سے، جو مساوی شہرت رکھتے تھے اگرچہ انکی
شہرت دو مختلف میدانوں میں تھی، صاف طور سے ان خیالات کا پتا چلتا ہے جو
ہمارے اجداد اپنے ملک کے دستور کے متعلق رکھتے تھے۔ دستور انکے نزدیک
"جارج سوم" کے غیر معمولی الفاظ میں انسانی صنعت کا کامل[2] نمونہ تھا، انکے نزدیک
وہ ایسا دستور سلطنت نہ تھا جس کا مقابلہ کسی دوسری سلطنت کے دستور سے
کیا جا سکے، بلکہ تدبر کا ایک مقدس راز تھا جو وضع نہیں کیا گیا تھا بلکہ رفتہ رفتہ
پیدا ہوا تھا، (جیسا کہ ہم اپنے بچپن سے ابتک سنتے آئے ہیں) وہ کسی مخصوص اصول
کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اس فطری عقل کا کام تھا جس نے انگلستان کے باشندوں
اور خصوصاً ان باشندوں کو جو تہذیب کے درجہ کو نہیں پہنچے تھے ایک مکمل اور غیر فانی

[1] ہیلم کی کتاب "قرون متوسطہ" (طبع دوازدہم) جلد (۲) صفحہ ۲۶۷۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں انگریزوں کے
جو خیالات دستور کے متعلق تھے انکی تفصیل "گولڈ اسمتھ" کی کتاب "باشندگان عالم سے بہتر کہیں اور نہیں مل سکتی جس میں
اس نے قومی غرور کا مضحکہ اڑایا ہے۔ دیکھو خط نمبر ۴۔

[2] دیکھو پٹ کی سوانح عمری مولفہ "ایٹین ہوپ" ضمیمہ صفحہ ۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

3 دستور وضع کرنے کے قابل بنا دیا تھا جسطرح شہد کی مکھیاں بغیر کسی اصول
کے منت پذیر ہونے کے اپنا چھتا ایسا با اصول بناتی ہیں جس کو انسانی صنعت
کسی طرح نہیں پہنچ سکتی۔ ہمارے آبا اور اجداد کی نظروں میں یہ دستور اسقدر
خوبیوں سے مملو تھا کہ اسکی نقل بھی وہ دستور اور آئین نہیں کر سکے ہیں جو گزشتہ
سو سال کی مدت میں مختلف مہذب ممالک میں قائم ہوے ہیں۔ دستور مذکور کی نہ
پیدائش کی کوئی تاریخ معین ہو سکتی ہے اور نہ کوئی مخصوص جماعت اسکے وضع کا
دعوی کر سکتی ہے اور نہ کوئی ایسی دستاویز پیش کیجا سکتی ہے جسمیں اسکے احکام
درج ہوں۔ خلاصہ یہ کہ وہ بجائے خود ایک ایسی چیز ہے جسکی عزت ہر انگلستان
اور نیز ملک غیر کے باشندے کو کرنی چاہیئے گو وہ بالفعل اسکے سمجھنے سے قاصر ہو۔

دستور کے متعلق زمانہ حال کی رائے

دستور کے متعلق زمانہ حال کی رائے سنہ ۱۷۹۱ء یا سنہ ۱۸۱۶ء کی رائے سے
لازمی طور سے مختلف ہونی چاہیئے۔ ہم 'برک' کے اس جوش مذہبی کے ساتھ اتفاق
نہیں کر سکتے جسے 'جدید اسکول کے ماہرین' کے خیالات کی نا پسندیدگی نے بھڑکا کر
تعصب کی حد تک پہنچا دیا تھا اور جو 'برک' کی اس تحریر کے وقت وحشیانہ
حکومت کو زندہ کر کے ایک خوفناک حالت پیدا کر رہے تھے، اور نہ ہم 'پیلیم' کے
اس قطعی اطمینان کے ساتھ متفق ہو سکتے ہیں، جو ایک ایسے 'انگلستان' کے باشندے
کے لئے فطری تھا جو 'انگلستان' کے آئین حکومت کو ایسے وقت میں قائم اور
پھلا پھولا دیکھتا تھا جبکہ ممالک غیر کے مصلحین کے انتظام اور آزادی کو یکجا کرنے
کی تمام کوششیں موجب تباہی ثابت ہو رہی تھیں۔ اس زمانہ میں دستوری حکومت
کے طالبعلم نہ اسپر نکتہ چینی کرنا چاہتے ہیں اور نہ اسکی پرستش کرنے کے خواہشمند ہیں
انکا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اسکو سمجھیں۔ علی ہذا القیاس اس پروفیسر کو جو دستوری
قانون پر لکچر دیرہا ہے یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ اسکا کام یہ نہیں ہے کہ وہ اسپر
4 نکتہ چینی یا اسکی حمایت یا تعریف کرے، بلکہ اسکا کام صرف اسقدر ہے کہ وہ اسکی
توضیح کرے۔ دستور پر حملہ کرنا یا اسکی حمایت کرنا اسکے فرائض میں داخل نہیں ہو سکتا اسکا
فرض صرف اسقدر ہے کہ وہ اسکے قوانین کی تشریح کر دے۔ پروفیسر مذکور کو یہ بھی
محسوس کرنا چاہیئے کہ دستور کے راز خواہ کیسے ہی دلچسپ کیوں نہ ہوں مگر اس کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرانس، بلجیم، اور امریکہ، کی ریاستہائے متفقہ کے پروفیسروں پر رشک کرنیکا موقع ہے جنکے نظام دستور کے احکام ضبط تحریر میں آچکے ہیں، اور جن سے تمام باشندگان ملک واقف ہیں، اور جن کو ہر ایسا شخص جو پڑھنا جانتا ہے خود پڑھ سکتا ہے۔ ایسے دستور کے جو غیر مکتوب، کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے خواہ فوایدکچھ ہوں مگر اسکے وجود سے ان اساتذہ کو مخصوص مشکلیں پیش آتی ہیں جنہیں اسکے احکام کی توضیح اور تشریح کرنی پڑتی ہے۔ جو شخص تھوڑی دیر کے لئے بھی ڈکینٹ، اور اسٹوری شارحان دستور امریکہ کی حالت کا اس شخص کیحالت سے مقابلہ کرتا ہے جو انگلستان، کے دستوری قانون کی تعلیم اپنے ذمہ لیتا ہے اسپر یہ حقیقت پورے طور سے واضح ہوجاتی ہے۔

انگلستان کے دستور پر بحث کی مخصوص مشکلیں

جس وقت یہ ممتاز مقننین امریکہ، کی ریاستہائے متفقہ کے دستور کی شرح ذریعہ لکچر کر رہے تھے انھیں اپنا مضمون تعلیم صحیح طور سے معلوم تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ اسکے انجام دینے کا کیا طریقہ مناسب ہوگا۔ انکی تعلیم کا مضمون متعین، اور انکے ملک کے قانون کے ایک جز سے صاف طور سے معلق تھا؛ اور ایک مخصوص دستاویز یعنی، امریکہ، کی ریاستہائے متفقہ کے اس دستور میں مندرج تھا جسے باشندگان ملک نے جاری اور نافذ کیا تھا، اور جسے ہر شخص بخوبی خود دیکھ سکتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس دستور کی ترتیب پورے طور سے منطقی نہیں ہے اور جو الفاظ اسمیں استعمال کئے گئے ہیں وہ ایسے صاف اور صریح نہیں ہیں جیسے ہونے چاہئیں، تاہم اس میں ریاستہائے مذکور کا اصل قانون کافی صراحت اور قریب الفہم طریقہ سے موجود ہے۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ قانون دوسرے قوانین سے مختلف طریقہ پر بنا ہے اور اسمیں ترمیم یا تنسیخ بھی اس طریقہ سے نہیں ہوتی جسطرح دوسرے قوانین میں ہوتی ہے، اور اس لحاظ سے وہ تعلیم و تعلم کے لئے ایک جداگانہ مضمون ہے جسمیں واضعان قانون انتظامی اور عدالتی عہدہ داروں اور خود اس قانون میں ترمیم کے طریقوں سے بحث کیجاتی ہے۔ وہ بواسطہ اسکی بھی توضیح کرتا ہے کہ ریاستہائے متفقہ کی قانونی بادشاہت کس جماعت کے ہاتھ میں ہے؛ اسلئے کینٹ، اور اسٹوری قانون کے اس جز کی نوعیت اور وسعت سے بخوبی واقف تھے جنکی شرح انکو کرنی تھی۔ انکو یہ بھی معلوم تھا کہ انکو اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مضمون پر بحث کرنے کے لئے کس طریقہ کے اختیار کرنیکی ضرورت ہے۔ دستور کی شرح کرنیمیں انکو بعینہ وہی کام کرنا پڑا جو امریکا کے قانون کے کسی دوسرے شعبے کی شرح میں کرنا پڑتا۔ امریکہ کے ایک قانون پیشہ شخص کو دستور کے احکام کے الفاظ کے معنی اسیطرح دریافت کرنے پڑتے ہیں جسطرح وہ دوسرے قوانین کے الفاظ کے معنی کی دریافت میں کوشش کرتا ہے۔ اسکو صرف و نحو کے قواعد عمومی قوانین کے علم، امریکہ کی ایسی تاریخ سے جس سے اس ملک کے وضع قانون پر روشنی پڑتی ہو اور ان نتائج سے جو نظائر پر غور کرنے سے نکلتے ہوں کام لینا پڑتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امریکہ کے مشہور شارحین کو جو کام کرنا پڑا وہ صرف اسقدر تھا کہ وہ ایک مخصوص قانونی دستاویز کی تشریح قانونی تعبیر کے مسلمہ قواعد کی پابندی کے ساتھ کردیں۔ انکا کام گو مشکل ہو مگر اس قسم کا کام تھا جسکے انجام دینے کے قانون پیشہ اصحاب عادی ہیں۔ اور جو معمولی قانونی طریقوں کے اختیار کرنے سے انجام پاسکتا تھا۔ اسٹوری اور کینٹ کی غیر معمولی قابلیت مسلم ہے اور اسی طرح ہمارے بلیک اسٹون اور کم از کم بلیک اسٹون کی کتاب کے ایک مؤلف کی قابلیت میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔ پس اگر امریکہ کے مقننین نے امریکہ کے دستور پر ایسی شرحیں لکھی ہیں جو انگلستان کے دستور کی شرحوں سے مختلف اور حق یہ ہے کہ انسے بہت بہتر ہیں، تو انکی کامیابی کی بڑی وجہ وہ مواقع ہیں جو انگلستان کے شارحین یا لکچراروں کو حاصل نہیں ہیں۔ انکی حالت انکے امریکہ کے ہم پیشہ لوگوں کیحالت سے بالکل مختلف ہے۔ وہ مجموعہ قوانین کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ جائیگا مگر اسے کوئی ایسا ایکٹ نہیں ملیگا جسمیں دستور کے احکام درج ہوں؛ اور نہ اسکو کوئی ایسا معیار ملیگا جس سے وہ دستوری یا اہم قوانین کو معمولی قوانین سے ممیز کرسکے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوگا، دستوری قانون کی اصطلاح جسے جہانتک میری یاد کام دیتی ہے بلیک اسٹون نے کبھی استعمال نہیں کیا، ایک بالکل جدید اصطلاح ہے۔ غرضکہ اسے دستوری قانون پر بحث کرنیسے پہلے اسکی نوعیت اور وسعت کو متعین کرلینا لازم ہوگا۔[1]

[1] اس معاملہ کو مے سیو باٹمی نے نہایت صراحت کے ساتھ اپنی کتاب موسومہ (Etudes de

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شارح کو دستوری مقننین اور دستوری مورخین اور دستوری اصولیوں سے مدد لینے کی ضرورت

اسکا فطری اور لازمی ماخذ یہ ہوگا کہ وہ قانون اور تاریخ کے معتبر مصنفین یا دستور کے عملدرآمد سے مدد لے۔ اس امر کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اسبارہ میں ممتاز رہنماؤں کی کمی نہیں ہے؛ اور وہ بلیک اسٹون سے مقننین اور ہیلم اور قریبن سے مورخین کی تحقیقات اور بیگیہاٹ یا ہیرن کے سے اصولی فلسفیوں کے خیالات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ انمیں سے ہر ایک قسم سے اسکو بہت کچھ معلومات حاصل ہو سکتے ہیں، مگر ان وجوہ سے جنھیں میں آگے چلکر آپ لوگوں کے سامنے پیش کروں گا انمیں سے ہر جماعت کے مصنفین ممکن ہے کہ امر تحقیقات طلب اور طریقہ عمل میں اسکے صحیح رہنما نہ ثابت ہوں۔ اگر وہ صحیح راستہ پر نہ پڑ گیا تو اس کو معلوم ہوگا کہ جو قانون دستوری قانون کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ ایک قسم کی بھول بھلیاں ہے جسمیں داخل ہونے والے کو غیر واقعیت، قدامت اور مفروضات کیوجہ سے حیران اور سرگردان پھرنا پڑتا ہے۔

۱۔ دستور کے متعلق مقننین کی رائے اسکی غیر واقعیت اور بلیک اسٹون

سب سے پہلے ہمکو مقننین اور لازمی طور سے بلیک اسٹون کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

بلیک اسٹون کی شرح میں موجودہ دستوری قانون کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں پایا جاتا جن مضامین کا اس قانون سے تعلق ہے ان سے خصوصیت کے ساتھ حقوق اشخاص کے عنوان کے تحت میں بحث کیگئی ہے۔ کتاب کے جس جز کا یہ نام قرار دیا گیا ہے اسمیں منجملہ دوسرے امور کے پارلیمنٹ بادشاہ اور اس کے اختیارات، آقا اور ملازم، زوج اور زوجہ، اولاد اور والدین سے بحث کیگئی ہے۔ یہ ترتیب عجیب ہے اور اس سے دستوری قانون کی صحیح وسعت اور نوعیت کا مطلق پتا نہیں چلتا مگر یہ امر زیادہ لحاظ کے قابل نہیں ہے۔ بلیک اسٹون کی کتاب میں ہمارے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔Droit Constitutionnel طبع دوم کے صفحہ ۸ اور نیز ترجمہ انگریزی کے صفحہ ۸ پر نہایت صفائی کیساتھ بیان کیا ہے اس نے یہ صحیح کہا ہے کہ انگلستان کے دستوری قانون کے چار ماخذ قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ (۱) معاہدات یا نیم معاہدات یعنی اتحادی ایکٹ (۲) قانون عمومی (۳) واثق اقرار مثلاً قانون حقوق (۴) قوانین موضوعہ۔ یہ تقسیم ایسی نہیں ہے جو فطری طور سے ایک انگلستان کا مصنف اختیار کر سکے، مگر اس سے ان امتیازات کیطرف توجہ مبذول ہوتی ہے جو انگلستان کے دستوری قانون کے مختلف ماخذوں میں پائے جاتے ہیں مگر جنکی طرف عام طور سے توجہ نہیں کیجاتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نظام حکومت کے متعلق بہت سے حقیقی عالمانہ مباحث پائے جاتے ہیں مگر اسکا بڑا نقص یہ ہے کہ 'بلیک اسٹون' اپنی عادت کے مطابق جو اسکے زمانہ کے تمام مقننین میں پائیجاتی تھی 'دستوری قانون' کی بحث میں قدیم اور غیر موزوں اصطلاحات جدید اداراتکے متعلق استعمال کرتا ہے اور زمانہ حال کے دستوری بادشاہ سے وہ تمام اختیارات، بلکہ شیئاً زائد متعلق کئے دیتا ہے جو ولیم فاتح کو حاصل تھے اور جن کو فی الحقیقت وہ کام میں لاتا تھا جسکی وجہ سے اس مضمون کے متعلق الفاظ اور خیالات میں بیحد بے ترتیبی پیدا ہوگئی ہے۔

8 وہ لکھتا ہے کہ اسکے بعد ہمکو شاہی اقتدار کے ان شعبوں سے بحث کرنا ہے جنکی رو سے ہمارے شاہی آقا کو اسکی کامل اور غیر فانی حیثیت کی بنا پر وہ اختیارات حاصل ہوجاتے ہیں جنکے استعمال سے حکومت کا وہ حصہ چلتا ہے جو انتظامی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ 'انگلستان' کے دستور نے یہ اختیارات نہایت دانشمندی سے ایک شخص کے ہاتھ میں رکھے ہیں تاکہ یکسانی، قوت، اور عجلت کے فوائد حاصل رہیں اگر وہ بہت سے ہاتھوں میں دیدئے جاتے تو انکو مختلف مرضیوں کا تابع رہنا پڑتا اور مختلف مرضیاں جب مختلف ہوکر جداگانہ راستوں پر چلنے لگتی ہیں تو حکومت میں کمزوری پیدا ہوجاتی ہے۔ ان مختلف مرضیوں کو ملاکر ایک کرنیکے لئے اسقدر وقت کی ضرورت ہوتی ہے جتنا وقت سلطنت کی ضرورتیں نہیں دے سکتیں؛ اسلئے 'انگلستان' کا بادشاہ نہ صرف سردار بلکہ تمام قوم کا منفرد مجسٹریٹ ہے۔ دوسرے لوگ جو کام کرتے ہیں وہ اسی کی اجازت اور اسی کی باضابطہ تحتی میں کام کرتے ہیں جسطرح حکومت 'روما' میں انقلاب عظیم کے بعد حکومت جمہوری کے قدیم مجسٹریٹوں کے تمام اختیارات جدید شہنشاہ کی ذات میں جمع ہوگئے تھے جنھیں 'گریونیا' ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے کہ شہنشاہ کی ذات میں قدیم جمہوریہ کے تمام اقتدار، اسکی عظمت اور کل عدالتی اختیارات یکجا جمع ہوگئے تھے[1]

اس فقرہ کے الفاظ موثر ہیں۔ 'اسٹیفن' کی شرح میں اسکا خلاصہ کردیا گیا ہے مگر اسکے مضمون میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اسمیں صرف ایک ہی نقص ہے کہ جو کچھ اسمیں بیان کیا گیا ہے وہ صداقت کے بالکل مخالف ہے۔ 'انگلستان' کا تمام

[1] 'بلیک اسٹون' کی شرح جزاول صفحہ ۲۵۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انتظامی کام ایک کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جو کابینہ کے نام سے موسوم کیجاتی ہے۔
اگر کوئی ایسا شخص ہے جسکے منفرد ہاتھ میں حکومت کی باگ دیدگئی ہے تو وہ
بادشاہ نہیں، بلکہ اس کمیٹی کا صدر ہے جو وزیر اعظم کہلاتا ہے۔ یہ کہنا بھی درست
نہ ہوگا کہ 'بیگ اسٹون' نے جو کچھ اقتدار اعلیٰ کے متعلق بیان کیا ہے، وہ
اس زمانہ کے لحاظ سے صحیح تھا جسمیں اس نے یہ لکھا تھا 'جارج سوم' کو جس قدر
حقیقی اختیارات حاصل تھے وہ بعدہ اسکی اولاد میں سے کسی شخص کو بھی حاصل نہیں
ہوئے؛ اسلئے یہ کہنا فضول ہوگا کہ جو عبارت اوپر نقل کی گئی ہے اس سے بادشاہ
کی حیثیت کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے۔ شارح نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ
بروقت تحریر بھی حقیقت پر مبنی نہ تھے اور یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس سے لوگ
اچھی طرح واقف تھے[1]۔ اور اسپر جو ایکسو سال سے زائد زمانہ گزرا ہے وہ

[1] 'پیلے' کا فلسفہ اخلاق، جو ۱۸۸۵ء میں شایع ہوا اسکے مندرجہ ذیل فقرہ سے بہت کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔

"انگلستان' اور نہ صرف 'انگلستان' بلکہ دوسرے دستوروں میں بھی حکومت کے حقیقی حالات
اور اصول میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے اگرچہ ایک دوسرے کا نتیجہ ہے مگر پھر بھی
دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جب ہم 'انگلستان' کی حکومت کے اصول پر غور کرتے
ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو معافی سزا کا قطعی اختیار حاصل ہے، وہ
ایسے قوانین کو جنھیں پارلیمنٹ کے دونوں ایوان منظور کرچکے ہوں نامنظور کرسکتا
ہے، اور اپنے فرمان کے ذریعہ سے کسی فرقہ یا لوگوں کے جانشینوں کو حسب مرضی
خود پارلیمنٹ کے ایک ایوان میں نمایندہ بھیجنے کا حق عطا کرسکتا ہے، اور اپنے
فوری اختیار تقرر سے جسے چاہے دوسرے ایوان میں بھیج سکتا ہے۔ ایک غیر ملک
کا باشندہ یہ حالت دیکھ کر دریافت کرسکتا ہے کہ یہ بجز ایک پیچیدہ استبداد کے
اور کیا ہے؟ لیکن جب ہم ان قانونی اختیارات سے قطع نظر کرکے 'انگلستان'
میں شاہی اختیارات کے حقیقی استعمال پر غور کرتے ہیں، تو یہ عظیم الشان
اختیارات گھٹ گھٹا کر محض مراسم کی صورت میں رہجاتے ہیں، اور بجائے انکے
ایک ایسا یقینی اور ہمہ گیر اثر نظر آتا ہے جس سے بظاہر خود دستور ناواقف معلوم ہوتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اختیارات اور زیادہ بے حقیقت ہو گئے ہیں۔ بلیک اسٹون یہ بھی لکھتا ہے کہ:-

"فوجداری معاملات میں بادشاہ سرچشمہ انصاف اور ملک میں امن و امان کا محافظ خیال کیا جاتا ہے۔۔۔۔ اسلئے عدالتوں کے قائم کرنے کا حق صرف اسی کو حاصل ہے اور اگرچہ دستور ملک کی رو سے قانون کی تعمیل کا تمام اختیار اسی کو حاصل ہے مگر نہ یہ ممکن اور نہ مناسب ہے کہ وہ ان اہم اور وسیع فرائض کو بذات خود ادا کرے اسلئے ضرور ہوا کہ اس فرض کے ادا کرنے میں اسکی مدد کے لئے عدالتیں قائم کیجائیں اور اگر قائم کیجائیں تو انکا اسی کے اختیار سے قائم ہونا لازمی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ تمام عدالتوں کے اختیارات بلاواسطہ یا بواسطہ بادشاہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں اور انمیں جو کارروائی ہوتی ہے وہ عموماً بادشاہ کے نام سے ہوتی ہے اور انپر شاہی مہر ثبت کیجاتی ہے اور انکی تعمیل اسی کے عہدہ دار کراتے ہیں"۔

یہ وہ مقام ہے جہاں ہم حقیقت سے دور ہو کر مفروضات میں گھر جاتے ہیں کیونکہ فی الحقیقت بادشاہ اور عہدہ داران انتظامی کو عدالتوں کے قیام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کل کے گورنمنٹ میں کابینہ کا کوئی حکم ایک ایسی جدید عدالت مرافعہ کے قیام کے متعلق نکلے جسکی اجازت قانون میں نہ ہو تو ہمیں یہ سمجھنے کا پورے طور سے حق ہے کہ تمام کابینہ دیوانی ہو گئی ہے۔ اس موقع پر وہ حقیقی نقصان ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو قانونی تعلیم کو بلیک اسٹون

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مگر جو اس عظیم الشان سرپرستی کا نتیجہ ہے جسکا اختیار سلطنت کی وسعت اور دولتمندی نے انتظامی مجسٹریٹی کے ہاتھ میں دے رکھا ہے"۔

دیلیے کا فلسفہ اخلاق جلد ۱ فصل ۷۔ تمام فصل جس سے یہ فقرہ اخذ کیا گیا ہے قابل ملاحظہ ہے۔ پیلے اس زمانہ کے دستور کی حقیقی نوعیت سے بہ نسبت بلیک اسٹون کے زیادہ تر واقف نظر آتا ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ۱۸۵۸ء میں پارلیمنٹی رقبہ جات قرار دینے کا اختیار جیسا کہ اصول میں قرار دیا گیا ہے بادشاہ کا حق متصور ہوتا تھا۔ اسوقت بھی بادشاہ کے اختیارات وسیع تھے اور فی الحقیقت وہ اسپر مبنی تھے کہ اسکی حمایت میں ایک کثیر جماعت تھی۔

۱؎ بلیک اسٹون کی شرح جلد ۱ صفحہ ۲۶۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور دوسرے اس سے کم مشہور دستوری مصنفین کے غیر حقیقی الفاظ کے استعمال
کے رجحان سے پہنچ رہا ہے۔ انکا نقصان اسی حد تک محدود نہیں ہے کہ
وہ بادشاہ کے اختیارات میں مبالغہ کرتے ہیں؛ کیونکہ ایسے رسمی مبالغوں
کو ناظرین اسی آسانی سے قابل معافی سمجھ سکتے ہیں جسطرح ہم باہمی تمدن میں
تعظیمی الفاظ کو سمجھتے ہیں۔ ان بے بنیاد الفاظ سے جو حقیقی نقصان پہنچتا ہے
وہ یہ ہے کہ بادشاہ اور گورنمنٹ کے اختیارات کی حقیقی وسعت کا مطلق
اندازہ نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص، بچوں کے سوائے یہ نہیں تصور کرتا کہ بادشاہ
'ویسٹ منسٹر' میں تاج پہنے ہوئے تخت پر بیٹھا بذات خود اپنی رعایا کی
دادرسی کر رہا ہے۔ اسکے ساتھ ہی اکثر تعلیم یافتہ لوگوں کا یہ خیال بھی کہ
'انگلستان' کے بادشاہ یا ملکہ تک کی حکومت میں بغیر کوئی حصہ لئے
فرمانروا ہوتے ہیں اسیقدر صداقت سے بعید ہے جسقدر یہ خیال کہ 11
'ایڈورڈ ہفتم' اپنی عدالتوں میں عدالتی اختیارات سے کام لیتا ہے! ان
عجیب اور مختلف خیالات کی وجہ یہ ہے کہ انگلستان کے اکثر باشندوں کو
یہ معلوم نہیں ہے کہ فی الحقیقت بادشاہ اور نیز اسکا وزیر اور دوسرے
اعلیٰ عہدہ دار اپنے اختیارات کسطرح استعمال کرتے ہیں، اسکے متعلق وہ
محض قیاس سے کام لیتے ہیں۔ ہم کو 'بلیک اسٹون' اور اسی قسم کے دوسرے
مصنفین نے ایسے الفاظ کے متواتر استعمال کا عادی کر دیا ہے جن کو ہم جانتے
ہیں کہ وہ واقعات کے مطابق نہیں ہیں، اور اس بنا پر ہم یقین کے ساتھ نہیں
کہہ سکتے کہ دستوری حکومت کے واقعات، اور ان کم و بیش اصطلاحی الفاظ میں
جنمیں واقعات مذکور پوشیدہ رکھے گئے ہیں فی الحقیقت کیا تعلق ہے۔ مثلاً یہ
کہنا صحیح نہیں کہ بادشاہ وزارت کا تقرر کرتا ہے، اسیطرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں
ہے کہ وہ عدالتیں قائم کرتا ہے؛ مگر ان دونوں غیر صحیح بیانات کا تعلق
تحقیقی واقعہ سے بالکل مختلف طریقہ پر ہے۔ مزید براں جو اختیارات بادشاہ
کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں انمیں سے بعض فی الحقیقت گورنمنٹ استعمال
کرتی ہے، اور بعض درحقیقت نہ بادشاہ سے متعلق ہوتے ہیں اور نہ وزارت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے اسکا عام نتیجہ یہ ہے کہ تمام سیاسی اختیارات کو فرضی طور سے بادشاہ کی طرف منسوب کر دینے کی وجہ سے نہ بادشاہ کی صحیح حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے اور نہ گورنمنٹ کے حقیقی اختیارات معلوم ہوتے ہیں، اور بلیک اسٹون کی پہلی جلد کا پڑھنے والا ان قانونی واقعات کو جو غیر حقیقی الفاظ میں درج کئے گئے ہیں بہ مشکل دریافت کر سکتا ہے۔

۲۔ دستور کے متعلق مورخانہ نظر، اور اسکی قدامت۔ 12

اب ہم مقننین کی رسمی تحریروں کو چھوڑ کر اپنے دستوری مورخوں کی صداقت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اس موقع پر وہ طالبعلم یا پروفیسر جو دستوری قانون کی نوعیت کے متعلق خلجان میں مبتلا تھا اپنے آپکو امتیاز معلموں میں گھرا ہوا پاتا ہے۔ وہ ہیلم کی عمیق جانبداری، اور آکسفورڈ کے بشپ کے علم و فضل سے مستفید ہو سکتا ہے، اور سر ٹامس مے کی کتاب کے صفحات سے بے شمار پارلیمنٹی تجربے اور فریمین کی کتاب موسومہ گروتھ آف انگلش کانسٹیٹیوشن سے قوی ادراک اور منقح تحقیقات کے نتائج تک پہنچ سکتا ہے۔ موخرالذکر کتاب سے ہر شخص واقف ہے اسکی مسلمہ خوبیوں صفائی بیان، اور اسکی صحت، اور صلابت کے متعلق ایسے طلبہ کے سامنے جو اسکی ایک ایک سطر کو از ابتدا تا انتہا جانتے ہیں یا جاننا چاہئے، بیان کرنا بالکل بے موقع اور بیکار ہے، مگر ایک امر بطور خاص قابل بیان معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر فریمین کی سب سے بڑی خوبی وہ تمثیل قوت ہے جسکے ذریعہ سے وہ امر زیر بحث کو ایک صاف نتیجہ کی شکل میں لے آتے ہیں، اور اپنے ناظر سے چاہتے ہیں کہ وہ اسکو قبول یا رد کرے۔ اگر تم رد کرتے ہو تو تم کو اسکی وجہ بیان کرنی چاہئے اور اس طور سے ہمارے مصنف کی عاقلانہ تردید سے ہم کو اسیقدر فائدہ پہنچ سکتا ہے جسقدر اسکی رائے کی فوری تصدیق سے پہنچ سکتا تھا۔ مورخ جس نظر سے دستور کو دیکھتے ہیں اسکی بہترین مثال یہ کتاب ہے، مگر ایک مقنن جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ قانونی علم حاصل کرے، اسے اس کتاب کے صفحات سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ اسکا جواب کتاب مذکور کی دو فصلوں کے مفید اور کثیر عنوانوں میں سے چند عنوانوں کے پیش کر دینے سے حاصل ہو سکتا ہے جو حسب ذیل ہیں:۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

'یوری' اور 'اینزل' کے لینڈس جمنڈن؛ 'انگلستان' کی دستوری تاریخ پر انکا اثر؛ وہ سیاسی عنصر جو تمام ٹیوٹانی قوم میں مشترک تھے؛ ابتدا سے شاہی، امرائی اور جمہوری عناصر موجود تھے؛ تین قسم کے آدمی، شرفا، آزاد عوام، اور غلام؛ غلامی کا عام رواج، ٹیوٹانی ادارات تمام آریا اقوام میں مشترک ہونا ہومر کا گواہ؛ ٹیسٹس نے کس طرح جرمنی انجمنوں کا ذکر کیا ہے 'انگلستان' کے ادارات کا تسلسل؛ انگریزی قومیت کا اختیار کیا جانا؛ وہ ٹیوٹانی ادارات جو انگریز فاتح 'برطانیہ' میں لائے؛ فاتحوں پر وہاں آباد ہو جانے کا کیا اثر ہوا؛ غلامی میں اضافہ کا قیاس؛ 'ارل' اور 'چرل' (زمیندار اور کاشتکار)؛ شاہی قوت کی ابتدا؛ بادشاہی کی نوعیت، بادشاہ کی مخصوص عظمت؛ بادشاہوں اور 'ایلڈرمین' میں جو امتیاز اگلے وقتوں سے چلا آتا ہے؛ 'انگلستان' کے دستور کی تدریجی ترقی؛ جدید قوانین کی شاذ ہی صورتوں میں ضرورت واقع ہوتی تھی؛ نظائر کی اہمیت؛ زمانہ حال کے وضع قانون میں قدیم اصول کا اختیار کیا جانا، قدیم قومی انجمنوں میں تقلیل؛ مجلس 'وٹناگیمٹ' کی ترکیب؛ اس کا دارالامرا میں شامل ہو جانا؛ 'گیمٹ' نارمن فتح کے بعد؛ بادشاہ کا حق طلبی؛ حین حیاتی پیرج؛ دارالعوام کی ابتدا؛ 'انگلستان' اور 'فرانس' کی قومی انجمنوں کا مقابلہ؛ 'انگلستان' اور 'فرانس' کی تاریخ پر عام نظر؛ واقعات کی رفتار پر خاص اشخاص کا اثر؛ سائمن آف مانٹیفورٹ ۔۔۔۔ 'ایڈورڈ اول' اس کے عہد میں دستور کا مکمل ہونا، بعد کی تبدیلیوں کی نوعیت، 'انگلستان' اور بقیہ یورپ کے ممالک کی انجمنہائے وضع قوانین۔

یہ سب عنوان دلچسپ، عالمانہ اور مورخانہ نظر سے اہم ہیں اور ایک ایسی کتاب میں جو صرف دستور کے نشو و نما سے بحث کرتی ہو بجائے خود اور باموقع ہیں؛ لیکن 'انگلستان' اور خصوصاً دستوری قانون میں 'لینڈس جمنڈن آف یوری' گواہ ہومر، ایلڈرمین، مجلس 'وٹناگیمٹ'

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی ترکیب، اور دوسرے دقیق مضامین کا تعلق صرف تحقیقات آثار قدیمہ سے متصور ہوسکتا ہے۔ میرے اس کہنے کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ میں اس تعلق سے انکار کرتا ہوں جو تاریخ اور قانون میں پایا جاتا ہے۔ اس زمانہ کیحالت کے لحاظ سے یہ شبہ کہ فلاں شخص مورخانہ دماغ نہیں رکھتا، یا مورخانہ طریقہ تحقیقات کا جو مسلمہ عالم ہے، معتقد نہیں ہے، الحاد کے الزام سے بدتر سمجھا جاتا ہے۔ سخت الزام کے عاید ہونیکے بغیر جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ اس قسم کی دستوری تاریخ کا جس کا تعلق 'انگلستان' کے قدیم ادارات کی تحقیقات سے ہے براہ راست کوئی اثر دستوری قانون کے ان قواعد پر اسطور سے نہیں پڑتا کہ وہ قانونی بحث میں آسکیں۔ 'وٹناگیمٹ' کے متعلق جو کچھ معلوم ہے اس کا علم خواہش کے ساتھ ہمیں حاصل کرنا چاہیئے اور اس سے زیادہ تر خواہش کے ساتھ وہ علم حاصل کرنا چاہیئے جو اتنک نہیں حاصل ہوا ہے، مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آثار قدیمہ کی تحقیقات قانون نہیں ہے اور نہ ایک تعلیم یافتہ متقنن کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ کل یا صدیوں پیشتر 'انگلستان' کا کیا قانون تھا یا آئندہ کل کیا قانون ہونا چاہیئے۔ اسکا کام صرف اسقدر ہے کہ وہ واقف ہو اور یہ بیان کرسکے کہ وہ قانون کے کونسے اصول ہیں جو فی الحقیقت اور فی الحال 'انگلستان' میں رائج ہیں۔ اسکے لئے 'لینڈ سس جمنڈن آف یوری' کی نوعیت کا معلوم کرنا، یا 'مجلس وٹناگیمٹ' کی ترکیب کو سمجھنا، اگر وہ کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے، مطلق مفید اور کارآمد نہیں ہے۔ یہ تمام امور ایک متقنن کیلئے صرف آثار قدیمہ کی تحقیقات کی حیثیت رکھتے ہیں؛ اور اتنے جسقدر روشنی 'امریکہ' کے دستور پر پڑسکتی ہے اسی قدر 'انگلستان' کے دستور پر بھی پڑتی ہے، یعنی قانونی نقطہ نظر سے ان دونوں دستوروں کو انسے کوئی مدد نہیں ملتی۔

قانونی اور مورخانہ نقطۂ نظر سے دستور کا فرق۔ 15

'امریکہ کی ریاستوں کے ذکر سے ہمارا خیال ان صحیح تعلقات کیطرف مبذول ہوتا ہے جو دستوری مورخین اور قانونی دستوریوں میں قائم ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دونوں کا مبحث دستور ہے مگر انکا نقطہ نظر مختلف ہے۔ مورخ کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ ان تدریجی مراحل کو دریافت کرے جنھیں طے کرکے ایک دستور نے موجودہ صورت اختیار کی ہے۔ بعض اوقات اسے ضرورت سے زیادہ 'ماخذوں' کی دریافت میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور بالواسطہ اس دریافت کی ضرورت ہوتی ہے کہ ۱۹۰۸ء میں دستور کے قواعد کیا ہیں۔ برخلاف اسکے ایک مقنن کی تحقیقات کا پہلا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ معلوم کرے کہ موجودہ قانون کیا ہے۔ اسکے بعد وہ اس دریافت کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ وہ کسطرح معرض وجود میں آیا۔ اگر 'امریکہ' کے ایک مورخ اور 'امریکہ' کے ایک مقنن کی حیثیتوں کا باہم مقابلہ کیا جائے تو یہ امر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کا مورخ اپنی تحقیقات ۱۷۸۹ء سے نہ شروع کرے گا بلکہ اسکو نوآبادیوں کی تاریخ اور 'انگلستان' کے دستور کے متعلق بہت کچھ لکھنا پڑے گا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ممکن ہے کہ اسکو 'ٹیوٹانیمنٹ' تک جانا پڑے گو وہ اپنی تحقیقات کے دایرہ کو اتنا وسیع نہ کرے کہ وہ 'یورپ' پر بھی حاوی ہو۔ برخلاف اسکے جو 'مقنن' 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے دستور پر لکچر دیتا ہو وہ لازمی طور سے خود دستور سے اس کا آغاز کرے گا؛ مگر اسے بہت جلد معلوم ہو جائیگا کہ دستور کے مضامین سمجھنے کے لئے معاہدہ اتحاد کے مضامین سے واقفیت لازم ہے اور دستور کی مختلف دفعات کے معنوں پر واشنگٹن، ہملٹن اور دوسرے لوگونکی رائے سے جن کو 'امریکہ' والے بعض اوقات 'آبا' کے خطاب سے یاد کرتے ہیں روشنی پڑتی ہے اور کوئی شخص دستور کا پورا مفہوم اسوقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ اسکو یہ نہ معلوم ہو کہ 'انگلستان' سے علیحدگی کے قبل نوآبادیونکی حیثیت کیا تھی، عمومی قانون کے قواعد کیا تھے اور 'انگلستان' کی نوآبادیونکے باشندونکو اپنے انگریزی آبا و اجداد سے قانون اور انصاف کے متعلق کس قسم کے تصورات ورثہ میں ملے تھے۔ 'امریکہ' کے مقنن اور مورخ کے تقابل میں جو فرق پایا جاتا ہے وہی 'انگلستان' کے مقنن اور مورخ میں موجود ہے یہی وجہ ہے کہ جب مقنن ہمارے دستوروں 16

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی نشو و نما سے بحث کرتے ہیں، جس کی ضرورت انکو اکثر عاید ہوتی ہے، اسوقت بھی دستور کے قانونی اور تاریخی نقطۂ نظر میں صریح فرق نظر آتا ہے۔ مورخ ایسے قدیم قابل دریافت تاریخی حالات کے انکشاف کی غرض سے ہمارے دستوروں کی ابتدائی بنیادوں کی تحقیقات میں اس قدر محو اور از خود رفتہ ہوجاتے ہیں کہ وہ بعد کی ترقی کا بہت کم لحاظ کرتے ہیں اور مصنفین اس محویت کو بیجا اور بے موقع سمجھتے ہیں۔ مسٹر فریمین اپنی کتاب کے صرف ایک تہائی حصہ میں حالیہ امور سے بحث کرتے ہیں، اور پھر انکو بھی خاندان 'اسٹورٹ' کے بادشاہوں کے عہد سے آگے نہیں بڑھاتے۔ وہ زمانہ جو عظیم الشان انقلابی زمانہ کہا جاتا تھا، اور جسپر اسوقت دو صدیوں سے زیادہ مدت گزر چکی ہے، باوجود کثیر تبدیلیوں اور ترقیوں سے مملو ہونیکے ایک مصنف کی توجہ بھی اپنی طرف مبذول نہ کرا سکا؛ اسکی وجہ لاعلمی نہیں، بلکہ صرف عدم توجہی تھی جو ہمارے موجودہ دستور کی تاریخ کا خاکہ کھینچنے میں مانع ہوئی۔ ایک مقنن کا نقطۂ نظر اس معاملہ میں بالکل جدا ہونا چاہئے۔ وہ موجودہ قانون پر حاوی ہونے کیلئے 'انگلستان' کی پچھلی تاریخ سے بہت کچھ مدد حاصل کرتا ہے۔ اگر 'ڈاکٹر اسٹبس' جائداد بطریق کے قبول کرنے پر مجبور ہوجاتے، جو ہم امید کرتے ہیں کہ صرف یونیورسٹی کے اغراض کیلئے تھا تو ہم کو وہ امور باسانی معلوم ہوجاتے جن کی نسبت اسوقت ہمیں صرف قیاس سے کام لینا پڑتا ہے۔ بہرحال بحالت موجودہ مورخین میں جو شخص مقننین کی ضرورتوں کو کم و بیش پورا کرتا ہے وہ مسٹر 'گارڈنر' ہیں۔ سترہویں صدی کی کشمکش جیمس، اور 'کوک' کی نزاع 'بیکن' کا اصول مرافق (شاہی) اور 'چارلس' کی یہ کوشش کہ بادشاہ 'انگلستان' کی قانونی مرضی کی جگہ 'چارلس اسٹورٹ' کی شخصی مرضی قائم کیجائے ایسے امور ہیں جن کا اثر حقیقی قانون کے مسائل پر بعید نہیں سمجھا جاسکتا۔ ان امور کا 17
علم ہم کو کم از کم اس توہم سے محفوظ رکھ سکتا ہے کہ زمانہ موجودہ کی دستوری آزادی معکوس ترقی کے حیرت انگیز طریقوں سے حاصل ہوئی ہے یعنی ہر قدم جو تہذیب کی شاہ راہ میں آگے پڑتا تھا وہ ہم کو ایک قدم پیچھے ہٹا کر ہمارے غیر تعلیم یافتہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آبا و اجداد کی سیدھی سادی عقل کی طرف لیجاتا تھا، یہ خیال فی الحقیقت ایک وہم سے زیادہ نہیں ہے۔ اس خیال میں جو امر فرض کر لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے سیکسنی آبا و اجداد کے زمانہ میں کم و بیش ایک مکمل نظام مملکت قائم تھا اور یہ قانون اور تاریخ دونوں کی صداقتوں کا پردہ پوش ہے۔ یہ سوال کہ قانونی مسائل کی بیشمار باریکیوں کو

"وہ شخص کس نظر سے دیکھے گا جو ایڈورڈ اور ہرلڈ کے انتخاب میں شریک رہا ہو، اور جس نے اس بڑے مجمع میں گاڈون، کو دوبارہ اس کے مقبوضات پر قابض کر دیا، اپنی آواز بلند کی اور اپنے ہتیاروں کو جنبش دی ہو"

ایک ایسا سوال ہے جسمیں مفروضہ جواب کی توثیق کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے[1] یہ سوال بعینہ ایسا ہے کہ (امریکہ کے ایک قدیم وحشی باشندہ) چروکی انڈین سے یہ دریافت کیا جاتا کہ جارج سوم کے اس دعوے کے متعلق کہ اسکو وصول ٹیکس اور نمایندگی کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینے کا حق حاصل ہے، اس کا کیا خیال ہے؟ دونوں صورتوں میں سوال سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ ایک وحشی کی سادہ لوحی اس قابل ہے کہ وہ ایسے مسئلہ کے حل کرنیمیں بھی کامیاب ہو جائے جسکے مفہوم کے سمجھنے سے بھی وہ قاصر ہے۔ قانونی مفروضات کی سطح سے تہذیب کا بالاتر ہو جانا ممکن ہے، مگر بربریت کا اسکے نیچے رہنا ضرور ہے، پس ہمارے قابل توقیر سیکسنی آبا و اجداد نہ صرف ہمارے مقابلہ بلکہ ہمارے مثل 'کوک' اور 'جیل' کے مقابلہ میں بھی قابل توقیر وحشی تھے۔ یہ خیال کہ مقننین کی چالاکی نے قانونی مفروضات ایجاد کر کے ہمارے دستور کی خوشنما سادگی کو تباہ و برباد کر دیا، مقننین کی سیاسی قابلیت کو ضرورت سے زیادہ گھٹانا اور ابتدائی تمدن کو بیحد بڑھانا ہے۔ عدالتی مفروضات 'کوک' سے مقننین کے ہاتھ میں اگر انصاف اور آزادی دونوں کے موید ہوئے اور ایسے مواقع پر انکی محافظت کی جہاں کسی اور ذریعہ سے کام نہیں چل سکتا تھا، کیونکہ بعض ایسے تمدنی حالات ہیں جنمیں صرف قانونی مفروضات یا اسکی باریکیوں ہی کے ذریعہ سے وہ مساوی اور مستقل قانون قایم رہ سکتا ہے جو انگریزی تہذیب کی صحیح بنیاد ہے۔ جن دلائل کے ذریعہ سے کوک 18

[1] دیکھو فریمن کی کتاب انگلستان کے دستور کی ترقی، طبع اول صفحہ ۱۲۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے جیمس کو باصرار و ترغیب اس کوشش سے باز رکھا کہ تمام مقدمات عدالتوں سے اٹھا کر خود بادشاہ کے تصفیہ کیلئے اسکے سامنے پیش کئے جائیں[1]، انسے زیادہ کوئی اور دلائل نمائشی، مصنوعی اور غیر تاریخی نہیں ہو سکتے۔ مگر جو ضروری قاعدہ استقلال دستور کیلئے اس بڑے چیف جسٹس نے اپنی ضد اور مغالطہ آمیز دلائل سے نافذ اور قائم کرا دیا وہ کوئی صحیح سے صحیح دلیل یا عمدہ سے عمدہ تدبیر بھی قائم نہیں کرا سکتی تھی۔ ایک بہترین دستور کا مقننین کی اصطلاحات سے خراب ہو جانے اور بگڑ جانیکا خیال دراصل تعجب انگیز اور قانونی دماغوں کا ایک مغالطہ ہی مغالطہ ہے۔ معکوس ترقی کا خیال صرف زمانہ قدیم کے نظائر سے مدد لینے کی ایک شکل ہے۔ انگلستان کی تاریخ کے ہر نازک موقع پر اس حوالہ سے مدد لیجاتی رہی ہے اور ملک کی آزادی میں اضافہ کرنے کیلئے جو کوششیں کیگئی ہیں انکی خصوصیت کو خود میرے دوست مسٹر فریمین سے زیادہ تر زور کیساتھ کسی دوسرے شخص نے نہیں بیان کیا ہے؛ یعنی یہ کہ جس جدت کیلئے کوشش کی گئی اسمیں قدیم حقوق کے وجود کے حوالہ سے مدد لی گئی ہے۔ لیکن عدالتوں میں نظائر سے مدد لینا ایک مفید مفروضہ سے زیادہ نہیں ہے جسکے ذریعہ سے عدالتی فیصلے اپنے عدالتی وضع قانونکی نوعیت کو چھپائے رہتے ہیں؛ ان مفروضات کا عدالتوں کے حدود سے نکل کر سیاسیات اور تاریخ کی فضا تک پہنچ جانا انکے مفروضہ ہونیکی حیثیت میں کوئی فرق نہیں ڈال سکتا یہی وہ موقع ہے جہاں مقننین کی ہوشیاری مورخین کی سادگی پر غالب آگئی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ ضوابط کی پابندی اور قدیم امور کی تحقیقات نے باہم متفق ہو کر ان طلبہ کو جو قانون دستور کے متلاشی ہیں غلط راستہ پر ڈال دیا ہے۔

19

سیاست کے اصول داں مصنفین کا نظریہ اور انکا نقص کہ وہ صرف دستور کی قرار دادوں سے بحث کرتا ہے۔

اب ہمکو سیاسیات کے اصول داں مصنفین کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اس قسم کے دانشمندوں میں بیگہاٹ اور پروفیسر ہیرن سے بہتر کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا۔ یہ امر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ زمانہ حال کے مصنفین میں انگلستان کی حکومت کے پیچیدہ طرز عمل پر بیگہاٹ سے بہتر لکھنے والا کوئی شخص

[1] دیکھو ۱۲ ریپ ۶۴؛ اور ہیرن کی حکومت انگلستان طبع دوم فصل سوم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہوا۔ اسکی کتاب "انگلستان کی حکومت" اسقدر دلکشی، جدت خیال، اور لطائف وظرائف سے مملو ہے کہ بہت کم طلبہ اس تہ کو پہنچتے ہیں کہ وہ عقل و دانش اور عمق نظری سے بھی مالا مال ہے۔ مثلاً "بیگہاٹ" نے کابینہ کی حکومت کی حقیقت کا جو نقشہ بیحد نزاکت سے کھینچا ہے وہ اسقدر دلفریب ہے کہ پڑھنے والا اس سے غافل ہو جاتا ہے کہ "بیگہاٹ" پہلا مصنف ہے جس نے حقیقی واقعات کو پیش نظر رکھ کر کابینہ کی صحیح نوعیت اور سلطنت اور پارلیمنٹ کے ساتھ اسکے حقیقی تعلق کی تشریح کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ ان کمیاب معلموں میں ہے جنھوں نے پیچیدہ اور نازک معاملات کو اسقدر صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عامۂ خلائق کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ جو معاملہ اسوقت اسقدر صاف اور صریح ہے وہ کسی وقت بھی توضیح و تشریح کا محتاج تھا۔ پروفیسر ہیرن "بیگہاٹ" کا پیش رو سمجھا جا سکتا ہے، بہرحال حقیقت خواہ کچھ ہو یہ مسلم ہے کہ اس نے بھی "انگلستان" کے دستور پر جدید طریقہ سے نظر اور روشنی ڈالی ہے اور ہم لوگ میں "انگلستان" کے دستور کے اسرار کے منکشف کرنیوالوں میں بیحد ممتاز اور ذی فہم سمجھا جاتا، اگر اس نے بجائے "ملبورن" کی یونیورسٹی کے سلطنتہائے متحدہ کی کسی تعلیم گاہ میں شہرت حاصل کی ہوتی۔ ان دونوں مصنفوں سے ہم بہت کچھ علم حاصل کرنیکی امید کر سکتے اور کرتے ہیں، مگر مسٹر "فریمین" کی تعلیم سے ہم کو بہت سی قابل قدر اطلاعیں حاصل ہوتی ہیں مگر اس کا کچھ پتا نہیں ملتا جسکی ہم کو بحیثیت ایک مقنن کے تلاش ہے حقیقت یہ ہے کہ "بیگہاٹ" اور پروفیسر "ہیرن" دراصل سیاسی قراردادوں اور موضوعات سے بحث کرتے ہیں نہ کہ قانونی قواعد سے۔ جو مصنفین مفصلۂ ذیل یا اسی قسم کے دوسرے سوالات پیدا کرتے اور ان سے بحث کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ ایک دانشمند دستوری بادشاہ کو کس مقدار میں اخلاقی زور ڈالنا چاہیے، وہ کیا حالات ہیں جنمیں ایک وزیر کو یہ حق پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایک پارلیمنٹ کو برخاست کر دے، آیا یہ امر از روئے دستور جائز ہے کہ کسی ایک خاص مقصد کیلئے دفعتہً بہت سے لوگ زمرۂ امرا میں شریک کر لئے جائیں، کابینہ کس اصول پر علانیہ سوالات کی

20

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اجازت دیسکتی ہے، وہ مصنف دستور کے مفروضات سے بحث کرنیکی وجہ سے مفروضی (Conventionalists) کے نام سے موسوم کئے جا سکتے ہیں۔ ان سوالات میں سے اکثر سوالات نہایت اہم ہیں مگر انمیں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسکی نسبت کسی وقت بھی کوئی بحث عدالت میں پیش آسکتی ہو۔ اگر وزیر اعظم یہ ہدایت کرے کہ اپنجواہ آدمی زمرۂ امرا میں شریک کرلئے جائیں تو یقیناً چانسری ڈویژن، حکم امتناعی کے ذریعہ سے یہ عمل نہیں روک سکتی؛ یا اگر وہ عدم اعتماد کی تحریک پر مستعفی ہونے سے انکار کرے تو شاہی بنچ ڈویژن کو یقیناً یہ حق نہیں ہے کہ وہ وزیر اعظم سے بہ اجرائے حکمنامہ یہ دریافت کرے کہ اسکے اسوقت تک وزارت سے علیحدہ نہو جانے کے کیا اسباب ہیں۔ بحیثیت مقنن کے میں ان معاملات کو اپنے حد اقتدار سے بالاتر سمجھتا ہوں۔ انکا عملی حل ارکین پارلیمنٹ کی عاقلانہ دانشمندی پر منحصر ہے، اور انکا اصولی حل ان لوگوں کا کام ہے جو سیاسی اصول داں (Political Theorists) کہلاتے ہیں۔

21 اور مفروضی نظریہ سے اسکی کوضیح نہیں ہوتی کہ ان مفروضات پر کسطرح عمل ہوتا ہے۔

البتہ ایک محض مقنن یہ کہنے کا مجاز ہوسکتا ہے کہ جو مصنفین ان قرار دادوں کے وضعی ہونیکی نوعیت پر اصرار اور انکی تشریح کرتے ہیں، جو ہمارے دستور کا جزء اعظم ہیں وہ ایک ایسا امر بغیر تشریح کئے چھوڑ دیتے ہیں، جو محتاج تشریح ہے۔ وہ اس سوال کا کوئی قابل اطمینان جواب نہیں دیتے کہ انکی کیا وجہ ہے کہ بعض اوقات سیاسی قراردادوں کی تعمیل اسی سختی سے ہوتی ہے جس سختی سے قانونی احکام کی تعمیل کیجاتی ہے[1]۔ اس عجیب مسئلہ کے حل کو عام رائے اور مصلحت عامہ پر محمول کرنا بالکل غیر کافی ہے۔ عام رائے اور مصلحت عامہ اسکی مقتضی ہے کہ معاہدات کی تعمیل پورے طور سے ہوا کرے؛ مگر معاہدات کی تعمیل ہمیشہ نہیں ہوتی اور اسقدر بھی نہ ہوسکتی اگر قانون نقض معاہدات کیلئے سزا نہ مقرر کرتا، یا انکی تعمیل پر لوگوں کو مجبور نکرتا۔ بہرحال یہ مسلم ہے کہ قرار دادیں قوانین نہیں ہیں اور نہ قرار دادوں کے کسی نظام سے دستوری قانون کی جملہ نوعیت کی توضیح ہوسکتی ہے اگر دستوری قانون پر صحیح طور سے قانون ہونیکا اطلاق کیا جائے۔

---

[1] دیکھو اسبارہ میں حصہ سوم آئندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا دستوری قانون فی الحقیقت کوئی قانون ہے؟

اس موقع پر ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے جو دستور کے طلبہ کے دلمیں بارہا گزرا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ آیا یہ امر ممکن ہے کہ جو کچھ دستوری قانون کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ فی الحقیقت تاریخ اور رواج کا ایسا پیوند نہ ہو جو صحیح طور سے قانون کہلانے کا مستحق نہ ہو سکتا ہو؟ اور ایک ایسے پروفیسر کے فرائض میں داخل نہ ہوتا ہو جو انگلستان کے خالص اور غیر مشتبہ قانون کی تعلیم و تسلیم کیلئے مقرر کیا گیا ہو؟ اور کیا ڈاک ویل کا یہ خوفناک مقولہ کہ انگلستان کے دستور کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے فی الحقیقت صحیح ہے؟ اس صورت میں مصنفین کو یہ میدان خوشی کے ساتھ چھوڑ دینا پڑیگا جس پر قابض رہنے کا انکو کوئی مذہبی حق نہیں ہے۔ اس مضمون کا وہ نصف حصہ جس کا تعلق تاریخ سے ہے تاریخ کے پروفیسروں کے پاس چلا جائیگا۔ اور چونکہ بقیہ نصف کا تعلق ان قراردادوں سے ہے جو قانون کی توضیح کرتی ہیں اسلئے وہ حصہ میرے دوست اصول قانون کے پروفیسر کارپس کے پاس جانا چاہئے کیونکہ فن قانون کے خارجی جزئیات اور عجائبات سے بحث کرنا انھیں کا کام ہے، یا میرے دوست بین الاقوامی قانون کے پروفیسر ہیجیل کے پاس منتقل ہونا چاہئے کیونکہ وہ ایسے قانون کے معلم ہیں جو فی الحقیقت قانون نہیں ہے اور چونکہ وہ اخلاق عامہ کے ایسے اصول کی توضیح کے عادی ہیں جو غلطی سے قانون بین الاقوامی کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں اسلئے وہ نہایت آسانی کے ساتھ ان سیاسی اخلاق کے اصول کی بھی توضیح کر سکیں گے جو مفروضہ زیر بحث کی بنا پر غلطی سے دستوری قانون کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔

مگر قبل اسکے کہ ہم اس مفروضہ کی صحت تسلیم کرلیں کہ 'دستوری قانون' کسی طرح بھی قانون نہیں کہا جا سکتا، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم 'دستوری قانون' کی اصطلاح پر مزید غور کر کے یہ متعین کرلیں کہ ہم اس کو کن معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور اسکے بعد اسپر غور کیا جائے کہ وہ کس حد تک قانونی تشریح و توضیح کے لئے موزوں مضمون ہے۔

ایک دو مختلف قسم کے قواعد ہیں

دستوری قانون کی اصطلاح جسطرح 'انگلستان' میں استعمال ہوتی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بظاہر ان تمام قواعد پر حاوی ہے جو بواسطہ یا بلا واسطہ سلطنت میں اقتدار اعلیٰ کی تقسیم یا اسکی عمل آوری پر موثر ہیں[1] اور اس لئے اصطلاح مذکور بشمول دوسرے امور کے ان قواعد پر بھی حاوی ہوگی جو اقتدار اعلیٰ کے ارکان اور انکے باہمی تعلقات کا تعین کرتے اور یہہ بتاتے ہیں کہ بادشاہ اور اسکے ارکان اپنے اختیارات کس طرح عمل میں لائیں گے۔ دستوری قانون کے قواعد ہی سے شاہی جانشینی کی ترتیب قایم ہوتی ہے، اور اعلیٰ ترین مجسٹریٹ (یعنی بادشاہ) کے مرافق، اور مجلس واضعان قانون کی شکل اور اسکے انتخاب کے طریقے معیّن کئے جاتے ہیں۔ یہی قواعد وزرا کی ذمہ داریوں، اور انکے حدود عمل سے بحث کرتے ہیں اور ممالک محروسہ شاہی کی وسعت بتاتے اور اسکا تصفیہ کرتے ہیں، کہ کون لوگ رعایا یا باشندگان ملک متصور ہونگے۔ خیال رکھو کہ ہم نے عبارت بالا میں جو لفظ استعمال کیا ہے وہ 'قواعد' ہے 'قانون' نہیں ہے۔ یہہ لفظ دیدہ و دانستہ استعمال ہوا ہے اور اسکا مقصد اس واقعہ کی طرف توجہ کو مبذول کرانا ہے کہ جو قواعد حسب مفہوم انگلستان دستوری قانون کے ترکیبی اجزا ہیں وہ دو مختلف النوع اصول پر مشتمل ہیں۔

(الف) وہ قواعد جو فی الحقیقت قانون ہیں یعنی قانون دستوری کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ایک قسم کے قواعد صحیح معنوں میں 'قانون' ہیں؛ کیونکہ وہ ایسے قواعد ہیں (خواہ وہ ضبط تحریر میں آئے ہوں یا نہ آئے ہوں اور خواہ مجلس وضع قوانین سے نافذ ہوئے ہوں یا رسم و رواج یا روایات اور ججوں کے قایم کردہ اصول یعنی

[1] مقابلہ کرو 'ہالینڈ' کا 'اصول قانون' طبع دہم صفحات ۱۲۸، ۱۲۹، ۲۵۹، ۳۶۳۔ "ایک ملک کے دستور سے اس ملک کا اسقدر قانون مراد ہوتا ہے جو جماعت واضعان قانون کے نام اور اسکی ہیئت، اسکے مختلف اجزا کے حقوق اور فرایض، تعبیر، خدمت، اور عدالتی حدود سے تعلق رکھتا ہے۔ دستور عمومی مجموعہ قوانین کا ایک جز یا فصل، یا عنوان ہے، اس کو دوسرے اجزا پر ترجیح اسوجہ سے ہے کہ وہ ایک اہم تر مضمون سے بحث کرتا ہے۔" 'پیلے' کی کتاب 'اخلاقی فلسفہ' جز ششم فصل ہشتم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عمومی قانون سے اخذ کئے گئے ہوں) جن کی تعمیل عدالتیں کراتی ہیں، اور انھی سے اپنے صحیح معنوں میں 'دستوری قانون' مرکب ہے، اور وہی تمیز کے لئے بحیثیت مجموعی 'دستوری قانون' کے نام سے موسوم کئے جا سکتے ہیں۔

(ب) وہ قواعد جو قانون نہیں ہیں یعنی دستور کے مفروضات

دوسری قسم کے قواعد مفروضوں، قرار دادوں، عادتوں اور عملدرآمدوں پر مشتمل ہیں، اور اگرچہ ان سے اعلیٰ اختیار کے مختلف ارکین، اور وزرا اور دوسرے عہدہ داروں کے باہمی تعلقات کے تعین میں مدد لیجا سکتی، مگر وہ فی الحقیقت قانون نہیں ہیں، کیونکہ انکی تعمیل عدالتوں سے نہیں کرائیجا سکتی۔ دستوری قانون کے اس حصہ کو بغرض امتیاز مفروضات دستور، یا دستوری اخلاق کے نام سے نامزد کرنا مناسب ہوگا۔

24

اگر یہی مضمون دوسری طرح بیان کیا جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ 'دستوری قانون' کی اصطلاح کو جس طرح 'انگلستان' میں عوام اور مستند مصنف استعمال کرتے ہیں وہ دو اجزا سے مرکب ہے۔ ایک جز جسے ہم نے اس موقع پر 'دستوری قانون' کے نام سے موسوم کیا ہے وہ یقینی اور قطعی قانون ہے۔ دوسرا جز جو یہاں 'دستوری مفروضات' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ان اصول موضوعہ یا عملدرآمدوں سے مرکب ہے، جن سے اگرچہ بادشاہ، وزیر، اور سلطنت کے دوسرے عہدہ داروں کے طرز عمل کا معمولی طور سے تعین ہوتا ہے، مگر وہ صحیح مفہوم میں قانون نہیں ہے۔ دستوری قانون اور دستوری مفروضات میں جو فرق ہے وہ نہایت آسانی کے ساتھ تمثیلوں سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

دستوری قانون کے قواعد کی مثال۔

'بادشاہ کسی ناجایز فعل کا مرتکب نہیں ہوتا' اس مقولہ کی جو تعبیر اسوقت عدالتوں میں کیجاتی ہے، اسکا اول مفہوم یہہ ہے کہ قانون میں کوئی ایسا ضابطہ موجود نہیں ہے جسکی رو سے وہ کسی اپنے فعل کی نسبت جو اس نے کیا ہو ذاتی طور سے ذمہ دار قرار دیا جا سکے۔ (اسکی ایک مہمل مثال یہہ ہو سکتی ہے کہ) اگر بادشاہ اپنے وزیر کے سر کو بندوق کا نشانہ بنائے تو 'انگلستان' کی کوئی عدالت اس کی مجاز نہیں ہے کہ اسکے متعلق حسب ضابطہ کارروائی کر سکے۔ اسکا دوسرا مفہوم یہہ ہے کہ کسی ایسے فعل کی جوابدہی میں جو کسی اور طور سے قانوناً جایز نہ ہو یہہ عذر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بادشاہ یا کسی دوسرے بالادست عہدہ دار کے حکم سے کیا گیا تھا۔ یہ اصول ان دونوں صورتوں میں (یاد رکھنا چاہیئے کہ) قانون اور دستوری قانون ہے مگر ضبط تحریر میں نہیں آیا ہے ــــ "بادشاہ کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ قانون کے ابتداع کے وجوب سے کسی کو سبکدوش کر دے ــــ اب اس ابتداع یا سبکدوش کر دینے کے اختیار کی تنسیخ کا انحصار قانون حقوق (Bill of Rights) پر ہے جو دستوری اور مکتوبہ قانون ہے ــــ "ہر ایسے فعل کے لئے جو سلطنت کی طرف سے کیا جائے قانوناً کسی نہ کسی شخص کو ذمہ دار ہونا چاہیئے" ــــ وزرا کی یہ ذمہ داری دوسرے ممالک میں دستور کا ایک باضابطہ جز ہے، مگر "انگلستان" میں یہ ذمہ داری کئی قانونی اصول کے ملانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اوّل اس اصول سے کہ بادشاہ کسی ناجائز فعل کا مرتکب نہیں ہوتا، دوسرے اس سے کہ عدالتیں کسی فعل کا منجانب سلطنت عمل میں آنا اسوقت تک تسلیم نہیں کرتیں جب تک کہ فعل مذکور ایک خاص طریقہ سے نہ کیا گیا ہو اس شکل میں عموماً وزرا ایک مخصوص مہر لگاتے یا تصدیقی دستخط کرتے ہیں یا کوئی ایسا عمل کرتے ہیں جو تصدیقی دستخط کے مساوی ہو۔ تیسرے اس اصول سے کہ جو وزیر مخصوص مہر ثبت کرتا یا تصدیقی دستخط کرتا ہے وہ اس فعل کا ذمہ دار ہے جسکی وہ توثیق کرتا ہے[1]؛ یہ بھی دستور کا ایک جز اور قانون ہے اگرچہ ضبط تحریر میں نہیں آیا ہے۔ اسیطرح ذاتی آزادی، عام جلسوں کے انعقاد، اور دوسرے امور کے حقوق، دستوری قانون کے اجزا ہیں اگرچہ وہ اس سے زیادہ تر عام قانون، یا اس اصول کے نتائج ہیں کہ کوئی شخص اسوقت تک سزایاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ صریحاً خلاف ورزی قانون (یعنی جرایم) کا مرتکب نہ ہو، اور وہ خلاف ورزی اسطرح ثابت نہ کیجائے (یعنی سلطنت کی عدالتوں کے سامنے) جسطرح قانون میں بتایا گیا ہے۔

ان قواعد کی مثال جنکا تعلق دستوری مفروضات سے ہے :-

مفصلۂ ذیل اصول موضوعہ کا تعلق دستوری مفروضات سے ہے :-

"ایسے قانون کو جسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوان پاس کر چکے ہوں،

[1] مقابلہ کرو "ہیرن" کی کتاب "حکومت انگلستان" کے ساتھ طبع دوم فصل چہارم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بادشاہ پر منظور کرنا لازم ہے، یا (جیسا کہ بے احتیاطی سے کہا جاتا ہے) وہ اسے مسترد نہیں کرسکتا"۔ "دارالامرا سے کوئی قانون متعلق رقوم ابتداءً پیش نہیں ہوسکتا"۔ "جب دارالامرا بطور مرافعہ کے عمل کرتا ہو تو کوئی ایسا امیر، جو کہ قانونی امرا کے زمرہ میں داخل نہ ہو، ایوان مذکور کے فیصلہ میں شریک نہیں ہوسکتا"۔ "وزرا السوقت خدمت سے علیحدہ ہوجاتے ہیں جب دارالعوام کو اپنا اعتماد نہیں رہتا"۔ "ایک مسودہ قانون کا دارالعوام سے منظور ہونے کے قبل چند مرتبہ پڑھا جانا ضرور ہے"۔ یہ موضوعہ اصول بہت سے مختلف وجوہ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں[1] جدید یا مکتوبہ دستور میں ممکن ہے کہ انمیں سے بعض 26

[1] انمیں سے بعض اصول کی کبھی خلاف ورزی نہیں کیجاتی، اور عام طور سے یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ پابندی کے قابل ہیں۔ بقیہ کی تائید میں صرف ایک حد تک رسم ورواج ہے اور انکی صحت معرض بحث میں ہے۔ مفروضہ قواعد کی مختلف قسموں میں جو اہم فرق ہے، وہ ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے: انمیں سے بعض قواعد ایسے ہیں کہ انکی خلاف ورزی بغیر اسکے نہیں کیجاسکتی کہ باترتیب اور پرامن حکومت کی رفتار میں خلل واقع ہو، دوسروں کی خلاف ورزی میں بجز اسکے کوئی اور اندیشہ نہیں کہ جو وزیر یا کوئی دوسرا شخص انکی خلاف ورزی کا مرتکب ہو اسپر الزام عاید ہو یا وہ بدنام ہوجائے۔

اس فرق کا انحصار بالآخر اس امر پر جاکر ٹھیرتا ہے کہ ایک دستوری اصول کا توڑنے والا کس حد تک براہ راست قانون ملک کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اگر ایک وزیر کی رائے کے مطابق پارلیمنٹ کا اجلاس ایک سال سے زیادہ عرصہ تک ملتوی رکھا جائے تو بغاوت کے ایکٹ کے سقوط وغیرہ کی بنا پر اس کو اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ سے عدالتوں کے ساتھ کشمکش میں مبتلا ہوجانا پڑیگا پس اس صورت میں دستوری اصول کی خلاف ورزی ایک بغاوت یا جبری کشت وخون کا موجب ہوجائے گی۔ برخلاف اسکے اگر اس قاعدہ کی خلاف ورزی کیجائے کہ ایک مسودہ قانون کا قبل منظوری کے چند مرتبہ پڑھا جانا ضرور ہے، تو گو یہ ایک مسلمہ دستوری اصول ہے مگر اسکی خلاف ورزی گورنمنٹ کو ملک کے معمولی قانون کے مقابلہ میں نہیں لاتی۔ جو وزیر دارالعوام کو ترغیب دیکر ایک ایکٹ، مثلاً التوائے 'ہیبیس کارپس' کا ایکٹ، صرف ایکمرتبہ پڑھے جانے کے بعد منظور کرالیتا ہے، یا دارالعوام کو اس امر کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مسودات کے چند مرتبہ پڑھے جانے کے قواعد بدل دے تو وہ کسی طرح بھی معمولی عدالتوں کی زد میں نہیں آتا۔ ایسے وزرا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حقیقی قانون قرار پائیں اور بعض نہ قرار پائیں۔ 'انگلستان' کے دستور کے لحاظ سے انمیں ایک جز مشترک یہہ ہے کہ انمیں سے کسی پر بھی صحیح طور سے قانون کا اطلاق نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر انمیں سے کسی ایک یا تمام کی خلاف ورزی کی جائے، تو عدالتیں اس خلاف ورزی کے متعلق کوئی کارروائی نہ کرینگی۔

27 یہہ امر قابل افسوس ہے کہ یہہ موضوعہ اصول 'مفروضات' کے نام سے موسوم کئے جائیں کیونکہ قرارداد کے لفظ سے انکا ادنیٰ اور غیر حقیقی ہونا مترشح ہوتا ہے، مگر انکے ادنیٰ اور غیر حقیقی ہونے کا خیال ایسا نہیں ہے کہ کوئی معلم اپنے سامعین کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہو حقیقت یہہ ہے کہ دستوری مفروضات یا عملدرآمد اسیطرح اہم ہیں جس طرح خود قوانین ہیں؛ ممکن ہے کہ انمیں سے بعض زیادہ اہم نہ ہوں جیسا کہ حقیقی قانون میں بھی ہوتا ہے۔ میرا مقصد یہہ نہیں ہے کہ میں غیر حقیقی اشیا کا حقیقی اشیا کے ساتھ مقابلہ کروں، بلکہ میں دستوری قانون کے قانونی عنصر کا مقابلہ مفروضی عنصر سے کرنا چاہتا ہوں۔

قانون اور مفروضات میں وہ فرق نہیں ہے جو مکتوبہ اور غیر مکتوبہ قانون میں پایا جاتا ہے۔

اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ جو بڑا فرق ان دونوں میں پایا جاتا ہے وہ وہی فرق نہیں ہے جو مکتوبہ (یا واضعان قوانین کے نافذہ قوانین) اور غیر مکتوبہ (یا عمومی) قوانین میں پایا جاتا ہے؛ کیونکہ دستوری قانون، ایسے قوانین مثلاً 'بل آف رائٹس' (قانون حقوق)، 'ایکٹ آف سٹلمنٹ' (قانون وراثت) 'ہیبس کارپس ایکٹ' پر مشتمل ہے جو سب مکتوبہ ہیں اور مجموعہ قوانین نافذہ میں پائے جاتے ہیں؛ دوسرے الفاظ میں مجلس واضعان قانون کے نافذ کردہ ہیں۔ برخلاف اسکے بہت سے اہم دستوری قوانین جنمیں سے اکثر کا ذکر قبل ازیں ہوچکا ہے، غیر مکتوبہ یعنی مجلس واضع قانون کے نافذ کردہ نہیں ہیں۔ بعض دوسرے دستوری

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جو رقوم کی منظوری اور ایکٹ بغاوت کے نفاذ کے بعد اجلاس پارلیمنٹ کو ملتوی کر دیں، اور مہینوں اس کے بعد کہ ان کی حکومت سے دارالعوام کا اعتبار اٹھ گیا ہو اپنی خدمتوں پر قایم رہیں ممکن ہے کہ بجد بدنام ہوں یا نہ ہوں، مگر وہ لازمی طور سے قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب نہ متصور ہونگے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھو حصہ سوم آیندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قوانین، مثلاً قانون متعلقہ تخت نشینی، جو قبل ازیں غیر مکتوبہ یا عمومی قانون تھا اب ضبط تحریر میں آکر موضوعہ قرار پا چکا ہے۔ دستوری مفروضات مجموعہ قوانین نافذہ میں داخل نہیں ہو سکتے، اگرچہ یہہ ممکن ہے کہ وہ باضابطہ طور سے لکھ لئے جائیں۔ ہماری پارلیمنٹ کا تمام ضابطہ کار روائی قانون مفروضات کے مجموعہ کے سوائے کچھہ اور نہیں ہے اگرچہ قانون مذکور مکتوبہ یا مجموعہ قواعد میں پایا جاتا ہے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ جو فرق مکتوبہ اور غیر مکتوبہ قوانین میں ہوتا ہے وہ کسی طرح بھی اس قانون میں جو صحیح معنوں میں دستوری کہلاتا ہے، اور دستور کے مفروضات میں، نہیں پایا جاتا۔ یہی موخرالذکر فرق وہ فرق ہے جسکی طرف ہم کو خاص طور سے توجہہ کرنی چاہئے، کیونکہ وہ اہم ہے اور اسی سے تمام دستوری قانون کی تشریح ہوتی ہے۔ علاوہ اسکے یہہ ایسا فرق ہے جو ان ممالک میں بھی پایا جا سکتا ہے جہاں دستور مکتوبہ اور مجلس واضعان قانون کا نافذ کردہ ہے[1] امریکہ کی ریاستہائے متفقہ میں، پریسیڈنٹ کے قانونی اختیارات، مجلس رفقا، اور پریسیڈنٹ کے انتخاب کے طریقوں، اور دوسرے امور کا تعین، جہانتک کہ انکا تعلق قانون سے ہے، دستوری قانون سے کیا جاتا ہے۔ لیکن قانون کے پہلو بہ پہلو بعض ایسے قابل پابندی قواعد متعلقہ مفروضات پیدا ہو گئے ہیں جن پر

28

[1] 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے دستور میں مفروضی عنصر اس سے بہت بڑا ہوا ہے جتنا اکثر انگلستان کے باشندے خیال کرتے ہیں۔ اسپارہ میں دیکھو 'لسن' کی کتاب 'انگریزی حکومت' اور 'برائس' کی کتاب 'امریکہ کی جمہوری سلطنت' طبع ۲ فصل ۲۴ و ۳۵۔ فی زمانہ یہہ امر بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ 'امریکہ' کے دستور میں مفروضات کا عنصر اسی مقدار میں ہے جتنا 'انگلستان' کے دستور میں ہے۔ اختلاف صرف اسقدر ہے کہ 'امریکہ' کے دستور میں 'قواعد مفروضات' اور 'قوانین' میں ایک یقینی امتیازی خط کھینچا جا سکتا ہے جسکا امکان 'انگلستان' کے دستور میں نہیں ہے۔

'فرانس' کی موجودہ جمہوری حکومت کے دستور میں بھی دستوری مفروضات یا وضعی امور کو بڑا دخل ہے۔ مثلاً جو وسیع اختیارات دستور کے الفاظ کے لحاظ سے وہاں کے پریسیڈنٹ کو حاصل ہیں انکے حقیقی استعمال میں یہہ مفروضات سخت مزاحم ہوتے ہیں۔ دیکھو 'چارڈن' کی کتاب 'انتظام فرانس اور اسکے عہدہ دار' صفحہ ۷۹-۱۰۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگرچہ عدالت سے کوئی توجیہہ نہیں ہوسکتی مگر عمل میں اسکا تقریباً وہی اثر ہے، جو قانون کا ہوتا ہے۔ کوئی پریسیڈنٹ ایکمرتبہ سے زیادہ دوبارہ منتخب نہیں ہوا ہے۔ اس مفروضہ حد کو (جس کا ذکر مطلقاً قانون میں نہیں ہے) عوام نے پسند کرلیا ہے، اور وہی حد جنرل گرانٹ کے تیسرے مرتبہ پریسیڈنٹ منتخب کئے جانے میں سخت مزاحم ثابت ہوی۔ دستوری قراردادوں ہی نے پریسیڈنٹ کے انتخاب کرنے والوں کی حیثیت کو بالکل بدل دیا ہے۔ واضعان دستور کا وہی منشا تھا جو انکے نام سے ظاہر ہوتا ہے، یعنی وہ لوگ جو پریسیڈنٹ کو پسند 29
اور منتخب کرینگے؛ مختصر یہہ کہ جمہوری حکومت کے امیر کا تقرر ازروئے قانون دُہرے انتخاب پر قرار پایا تھا؛ مگر یہہ منشا بالکل فوت ہوگیا ہے؛ اور انتخاب کنندگان ایک مخصوص امیدوار کے لئے رائے دینے کا ایک ذریعہ بن گئے ہیں، اور وہ ایک جمہوری یا عمومی امیدوار کے لئے رائے دینے کے ایک آلہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ یہہ قرارداد کہ ایک انتخاب کنندہ کا کام فی الحقیقت منتخب کرنا نہیں ہے اب اسقدر مضبوطی کے ساتھ قایم ہوگیا ہے کہ ایک انتخاب کنندہ کا اپنے قانونی حق کو عمل میں لانا سیاسی نیک نامی کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اور اسکے ارتکاب کی بے اصول سے بے اصول سیاسی شخص بھی جرأت نہیں کرسکتا۔ اگر مسٹر 'ہیز' اور مسٹر 'ٹلڈن' کے تنازعات میں چند جمہوری انتخاب کرنے والے یہہ سمجھتے کہ وہ عمومی امیدوار کے حق میں رائے دہی کے مجاز ہیں تو بہت سی سیاسی مشکلیں اور خوف رفع ہوجاتے؛ مگر دونوں جماعتوں میں سے ایک متنفس بھی اپنی جماعت سے علیحدہ نہ ہوسکا۔ 'امریکہ' میں انتخاب کنندہ کا حق انتخاب دستوری قراردادوں سے اسیطرح زائل ہوگیا ہے جسطرح 'انگلستان' میں، اسی بنا پر بادشاہ کو یہہ حق باقی نہیں رہا کہ وہ ایسے قانون کو نامنظور کرے جسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوان منظور کرچکے ہوں۔ پس قانون اور دستوری مفروضات میں جو کامل فرق ہے وہ مکتوبہ اور غیر مکتوبہ دونوں دستوروں میں مساوی طور سے پایا جاتا ہے۔

قانونی تقسیم میں دستوری قانون کیلئے مراد قانون دستور ہی ہے۔

اس فرق پر میں نے ضرورت سے زیادہ زور دیا ہے اور اسکی وجہہ یہہ ہے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امر زیر بحث میں اصل اصول وہی ہے۔ 'دستوری قانون' کا مفہوم جب ایکمرتبہ سمجھ میں آجاتا ہے تو اسکے مضامین متعلقہ کی چول اسطرح بیٹھ جاتی ہے کہ وہ مقنن جو دستوری قانون کو 'انگلستان' کے قانون کے ایک جز کی طرح پڑھنا یا پڑھانا چاہتا ہے اس کو اپنے مضمون کی نوعیت اور وسعت صریح طور سے معلوم کر لینے میں کوئی دقت واقع نہیں ہوتی۔ 30

شخص مذکور کو مفروضات' یا قراردادوں سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے' جو نسلاً بعد نسلٍ بلکہ تقریباً سال بسال بدلتی رہتی ہیں۔ یہہ سوال کہ آیا اس وزارت کو جو انتخاب میں مغلوب ہو جائے انتخاب کا نتیجہ معلوم ہوتے ہی خدمت سے علیحدہ ہو جانا چاہئے یا اسوقت تک خدمت پر رہنا مناسب ہوگا جب تک کہ اسکو پارلیمنٹ میں شکست ہو' ممکن ہے کہ عملی مقاصد کے لئے مفید ہو یا ہے؛ مگر یہہ ایسا معاملہ ہے جسکے متعلق جو رائے آج قایم ہے وہ (کہا جاتا ہے کہ) اس رائے سے مختلف ہے جو تیس سال قبل اسکے متعلق قایم تھی' اور ممکن ہے کہ دس سال بعد اسمیں کوئی اور تبدیلی واقع ہو۔ اس مشکل سوال کے حل کرنے کے لئے طرفین سے مستند نظایر اور معتبر رائیں پیش کیجاتی ہیں؛ 'رسل' اور 'پیل' کی رائے اور عملدرآمد ایکطرف اور 'بکنسفیلڈ' اور 'گلیڈسٹون' کی رائے اور عملدرآمد دوسری طرف ہے؛ مگر یہہ سوال قانونی نہیں بلکہ سیاسی ہے' اور اسمیں کسی متن یا اسکے متعلقین کو پڑھنے اور مغز پاشی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اگر اشخاص مذکور کو اس سے کوئی تعلق ہے تو صرف اسقدر ہے کہ انسے یہہ دریافت کیا جاسکتا ہے کہ دستور کے مفروضات اور دستور کے قانون میں کیا فرق ہے۔

انکا تعلق صرف حقیقی دستوری قانون سے ہے۔ اور انکا اصلی فرض یہہ ہے کہ وہ بتائیں کہ دستور کے مختلف اجزا میں قانونی قواعد (یعنی وہ قواعد جن کا لحاظ عدالتوں میں کیا جاتا ہے) کیا ہیں۔ ایسے قواعد یا قانون انہیں بہت سے ملیں گے؛ مثلاً وہ قواعد جن سے بادشاہ کی قانونی حیثیت' وزرا کے قانونی حقوق' دارالامرا اور دارالعوام کی ترکیب' اور مسلمہ اور غیر مسلمہ کلیاؤں کے 31

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قوانین اور انکی حیثیت متعین ہوتی ہے، اور وہ قوانین جن سے فوج کا نظام قایم ہوتا ہے۔ یہہ اور اسی قسم کے دوسرے سیکڑوں قوانین دستوری قانون کے اجزا ہیں، اور وہ سب قانون ملک کے ویسے ہی صحیح اجزا ہیں جسطرح امریکہ کے دستور کے مضامین اتحاد مذکور کے قانون کے اجزا ہیں۔

دستوری قانونکی تشریح اسیطرح ہوسکتی ہے جسطرح دوسرے قوانین کی تشریح ممکن ہے،

پس 'انگلستان' کے ایک قانونی پروفیسر کا یہہ کام ہے کہ وہ ان قوانین کو بتائے جن سے دستور مرکب ہے، اور انکی ایک ترتیب قرار دے، انکے معانی کی تشریح کرے، اور جہاں ممکن ہو انکے باہمی منطقی تعلق کا اظہار کرے۔ اسکا یہہ بھی فرض ہے کہ وہ 'انگلستان' کے مکتوبہ یا جزاً مکتوبہ دستور کی اسی طرح تشریح کرے جسطرح 'اسٹوری' اور 'کینٹ' نے 'امریکہ' کے مکتوبہ دستور کی تشریح کی ہے۔ اس کام میں خاص قسم کی مشکلیں ہیں، مگر وہ مشکلیں بلحاظ نوعیت نہ بلحاظ مقدار اسیطرح کی ہیں جسطرح 'انگلستان' کے دوسرے قوانین کی تشریح میں پیش آتی ہیں۔ اسے ایک حد تک موضوعہ قوانین سے بحث کرنی پڑتی ہے، اور ایک حد تک اس قانون سے جو نظایر سے بنتا ہے؛ اور اسکے ساتھ ہی پارلیمنٹ کے ایکٹوں، عدالتی فیصلوں، مستند آرا، اور اکثر صورتوں میں محض عدالتی اصول کے استنباطوں سے مدد لینی پڑتی ہے؛ اور اکثر درجہ مراسم اور مسلمہ حقوق میں امتیاز قایم کرنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بے شک دستوری قانون کی تشریح میں یہہ سب دشواریاں پیش آتی ہیں؛ مگر یہہ وہ دشواریاں ہیں، جو ایک حد تک ہمارے قوانین معاہدہ، ہرجہ، اور جائداد غیر منقولہ کی تشریح میں بھی پیش آسکتی ہیں۔

البتہ اس موقع پر دستوری قانون کے پڑھانے والوں کو ایک قابل قدر فوقیت حاصل ہوجاتی ہے؛ اور وہ یہہ ہے کہ اس مضمون کو چند سال[1] سے

32

[1] یہ کتاب ابتداءً ۱۸۸۵ء میں طبع ہوئی تھی، اسکے بعد سے قانونی فیصلوں اور عام مباحث نے دستوری قانون کے بعض مطالب مثلاً عام جلسوں کے حق کے حدود، اور قانون حربی کی نوعیت کو زیادہ روشن اور صاف کردیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاص دلچسپی اور اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ ان چند سالوں میں دستوری قانون کے جدید مسائل درپیش ہوئے، اور اکثر صورتوں میں انکے جوابات بھی معلوم ہو گئے ہیں۔ مقدمات کے جس سلسلہ کا تعلق مسٹر 'بریڈلا'[1] کے نام کے ساتھ ہے، اس نے بڑی حد تک ہمارے قوانین عامہ کے ان اجزا کو جو تاریکی میں تھے اسیطرح روشن اور صاف کردیا ہے جسطرح اٹھارہویں صدی میں ان مسلسل مقدمات نے کیا تھا جن کا تعلق 'جان ولکس' کے نام سے تھا۔ نان ونفقہ کا قانون دوبارہ زندہ ہوگیا ہے، اور مذہبی توہین کے قانون کی جدید توضیح ہوئی ہے۔ اب ہر شخص تعزیری فعل کی نوعیت سے واقف ہے؛ اور وہ تعلق دارالعوام کو ملک کی عدالتوں کے ساتھ ہے اسکا تعین صحت کے ساتھ ہوسکتا ہے، اور حلف کی قانونی نوعیت اور عظمت تمام دنیا، یا کم ازکم ان سب لوگوں پر، جو قانونی نظایر پڑھتے ہیں ظاہر ہوگئی ہے؛ اور ان حالات نے جنھیں مسٹر 'بریڈلا' سے کوئی تعلق نہ تھا، عام جلسوں کے انعقاد کے حقوق کے مختلف مسائل کو عامۂ خلایق کے پیش نظر کردیا ہے۔ کیا ایسا حق قانون میں موجود ہے؟ اگر ہے تو کس حد تک کام میں لایا جاسکتا ہے؟ مجمع خلاف قانون کی صحیح تعریف کیا ہے؟ جو لوگ بطریق جائز جمع ہوں وہ کس حد تک بجبر اپنے حق کی حفاظت کے مجاز ہیں؟ حفاظت خود اختیاری کے حق کو 'انگلستان' کا دستور کس حد تک تسلیم کرتا ہے۔ یہہ وہ سوال ہیں جنمیں سے بعض عدالتوں کے سامنے آچکے ہیں، اور سب کے سب کسی نہ کسی دن عدالتوں کے سامنے آنیوالے 33
ہیں۔ یہی سوالات ہمارے قوانین عامہ کے اصل اصول ہیں۔ اور انکا صحیح جواب دریافت کرنا ہر باشندۂ ملک کے لئے ضرور ہے۔ جب تک ان سوالوں کا جواب ملنا ضروری سمجھا جاتا ہے اسوقت تک دستوری قانون کا دلچسپی کے ساتھ پڑھا جانا ایک لابدی امر ہے۔ چونکہ قانون ہذا کے مطالب اکثر ایسے مقدمات

[1] 'بریڈلا' کے سیاسی سوانح کے لئے دیکھو ڈکشنری آف نیشنل بیاگرافی، ضمیمہ جلد (۱) صفحہ ۲۴۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ضمن میں معرض بیان میں آئے ہیں جن کی خوب تشہیر ہوئی ہے اور جو جماعتوں کے سیاسی جذبات کے بڑے بھڑکانے والے ہیں، اسلئے انکی نسبت سخت غلط فہمیاں واقع ہونے کا امکان ہے۔ نافہم طلبہ کو یہہ دھوکا ہوسکتا ہے کہ دستوری قانون صرف انہیں فیصلوں سے مستنبط ہوتا ہے جو بڑی بڑی دستوری اور سیاسی نزاعوں میں صادر ہوئے ہیں، مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے بیسیوں ایسے غیر رپورٹ شدہ مقدمات بھی ہیں مثلاً 'پارلیمنٹ بلج'[1] یا 'تامس بنام ملکہ'[2] جنہیں دستوری قانون کے اصول معرض بحث میں آکر تصفیہ پائے ہیں۔ ہر مقدمہ جو ایک جوان کو توالی یا مالگزاری کے کلکٹر کے مقابلہ میں دایر کیا جاتا ہے انمیں سب سے زیادہ زور اس اصول پر دیا جاتا ہے کہ جو افعال قانونی اختیار سے بڑھکر کئے جائیں انکے متعلق یہہ جواب کافی نہیں ہوسکتا کہ وہ انتظامی احکام کی تعمیل میں کئے گئے تھے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ حقیقی دستوری قانون کے ماخذ بھی وہی ہیں جو 'انگلستان' کے دوسرے قوانین کے ماخذ ہیں، اور اس دلچسپ اور منفرد مضمون کی قانونی تحقیقات اور تشریح کے لئے ویسا ہی میدان موجود ہے جیسا کہ قانون کی دوسری شاخوں کے لئے ہے، البتہ یہہ ضرور ہے کہ اس میدان کی طرف زیادہ لوگوں نے قدم نہیں اٹھایا ہے، اور نہ پورے طور سے ابتک اسکا خاکہ کھینچ سکا ہے۔ اسیوجہہ سے استاد اور طلبہ دونوں کو قانون کی ایسی بے ترتیب[3] شاخ کی تحقیقات اور دریافت کی دلچسپی کے ساتھ ساتھ تکلیفیں بھی اٹھانی پڑتی ہیں۔

ان تکلیفوں کا سب سے بڑا معاوضہ یہہ ہے کہ ہم اپنی رہنمائی کے لئے 34

---

[1] ۴ پی ڈی ۱۲۹؛ ۵ پی ڈی ۱۹۷۔ مقابلہ کرو مقدمہ واکر بنام بیرڈ [۱۸۹۲] اے سی ۴۹۱، ۴۹۷۔

[2] ۱۰ کیو بی ۳۱۔

[3] ان الفاظ کے لکھے جانے کے بعد سر ولیم انسن کی قابل تعریف کتاب موسومہ دستوری قانون و عرائم طبع ہوئی جسمیں 'انگلستان' کے دستوری قانون کا ایک مکمل خاکہ تیار کر دیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ابتدائی اصول کی تلاش پر مجبور ہوتے ہیں، اور سراغ کے لئے ایک الجھے ہوئے مضمون کے پیچ و خم میں سرگرداں رہنے کے بعد رفتہ رفتہ ان تین اصول تک پہنچ جاتے ہیں جو ہماری ہدایت کے لئے کافی ہوتے ہیں اور وہ تین اصول یہ ہیں: اول پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدارات وضع قوانین کے متعلق، دوسرے قاعدہ عامہ: یعنی تمام دستور پر معمولی قانون کی فرمانروائی[1]، تیسرے[2] مفروضات کا آخری انحصار دستوری قانون[3] پر (اگرچہ اس موقع پر ہم ایک مشتبہ اور محض خیالی امر سے کام لے رہے ہیں)۔ ان تین اصول کے متعلق غور و فکر، توضیح اور تشریح، اور جانچ کرنا (خواہ اس تحقیقات کا نتیجہ کچھ ہو) دستوری قانون کے علم کے حصول کا مناسب مقدمہ ہے۔

[1] دیکھو حصۂ اول آئندہ [2] دیکھو حصۂ دوم آئندہ [3] دیکھو حصۂ سوم آئندہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

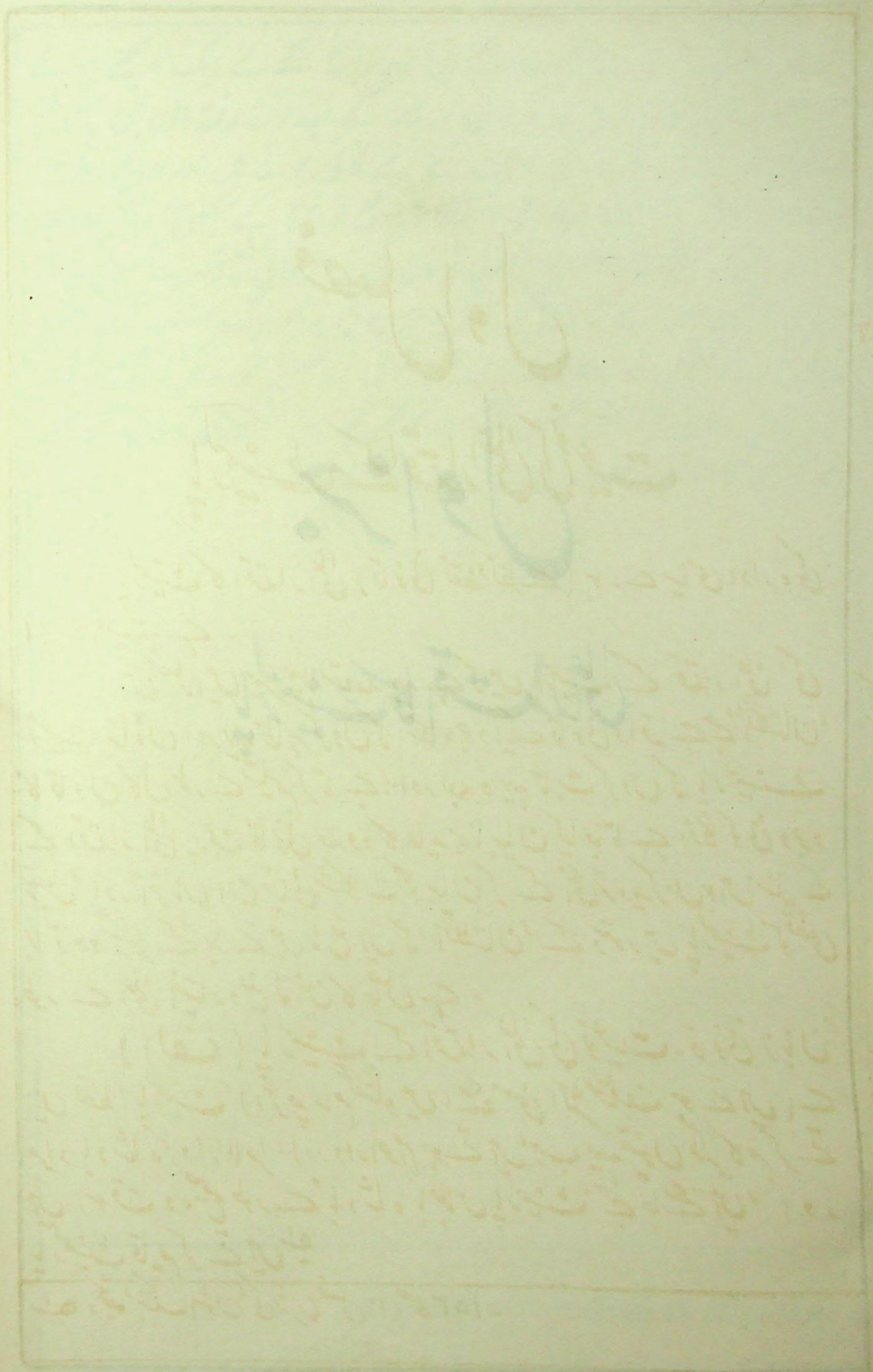

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

37

فصل اول

پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی نوعیت

پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ (قانونی نقطۂ نظر سے) ہمارے سیاسی ادارہ کی اہم خصوصیت ہے۔

اس فصل کا مقصد۔

اس فصل میں میرا پہلا مقصد یہہ ہے کہ میں پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی نوعیت بتاؤں اور یہہ ظاہر کروں کہ اسکا وجود ایک قانونی واقعہ ہے جسے 'انگلستان' کا قانون کامل طور سے تسلیم کرتا ہے؛ اور بعدہٗ یہہ ثابت کروں کہ پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ پر جن قانونی حدود کا عاید ہونا بیان کیا جاتا ہے انکا کوئی وجود نہیں، اور آخر میں ان خیالی مشکلات کو بیان کر کے انکی تردید کروں جو اس مسئلہ کے بلا تردد تسلیم کئے جانے میں مانع ہیں کہ 'انگلستان' کے دستور میں پارلیمنٹ کو قطعی طور سے اعلیٰ اختیار وضع قوانین کا حاصل ہے۔

پارلیمنٹ کے اعلیٰ اختیار کی نوعیت۔

(الف) پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی نوعیت۔ قانونی زبان میں لفظ 'پارلیمنٹ' (اگرچہ عام گفتگو میں اسکے معنی اکثر مختلف ہوتے ہیں) سے مراد بادشاہ، دارالامرا، اور دارالعوام ہوتے ہیں، جب یہہ تینوں ملکر کام کرتے ہیں اسوقت وہ صحیح طور سے 'بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ' کہے جا سکتے ہیں، اور پارلیمنٹ قایم کرتے ہیں[1]

[1] دیکھو 'بلیک اسٹون' کی شرح فصل (۱) صفحہ ۱۵۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے اصول کے معنی اس سے کم یا بیش نہیں ہیں کہ جس پارلیمنٹ کی اسطرح تعریف کی گئی ہے اسکو 'انگلستان' کے دستور کی رو سے یہہ حق حاصل ہے کہ وہ جو قانون چاہے بنائے، اور جسے چاہے منسوخ کردے؛ اور نیز یہہ کہ 'انگلستان' کے قانون میں کوئی شخص یا کوئی جماعت ایسا حق نہیں رکھتی کہ وہ پارلیمنٹ کے وضع کردہ قانون کو باطل یا منسوخ کرسکے۔

38

ہمارے موجودہ مقاصد کے لحاظ سے قانون کی تعریف اسطرح کیجاسکتی ہے کہ وہ ایک ایسا قاعدہ ہے جسکی تعمیل پر عدالتیں مجبور کرتی ہیں۔ پس اگر پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے اصول پر اثباتی پہلو سے نظر ڈالی جائے تو وہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ پارلیمنٹ کے ہر ایسے ایکٹ یا اسکے جز کا اتباع، جس سے کوئی نیا قانون بنتا، یا موجودہ قانون منسوخ، یا تبدیل ہوتا ہے، تمام عدالتیں کرینگی۔ لیکن اگر اسپر منفی پہلو سے نظر ڈالی جائے تو وہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ 'انگلستان' کے دستور کے لحاظ سے کوئی ایسا شخص یا کوئی ایسی جماعت موجود نہیں ہے جو ایسے قواعد بنا سکے جو پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ناسخ، یا اس کے مبطل ہوں، یا یوں کہو کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے خلاف انکی تعمیل عدالتیں کرسکیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اس قاعدہ میں بظاہر بعض استثنا نظر آتے ہیں؛ مثلاً عدالتی ہائی کورٹ کے ججوں کو یہہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عدالتوں کی کارروائی کے لئے ایسے قواعد وضع کریں جن سے پارلیمنٹ کے ایکٹ میں تنسیخ لازم آتی ہو؛ مگر یہہ ظاہری استثنا بالآخر ان صورتوں میں آجاتا ہے جنمیں خود پارلیمنٹ نے بواسطہ یا بلا واسطہ ماتحت (ضمنی) وضع قوانین[1] کی اجازت دی ہے۔ عدالتی وضع قوانین کی نوعیت سے تفصیلی بحث کرنے کا یہہ موقع نہیں ہے۔ یہاں اسکا ذکر اس غرض سے کردیا گیا ہے کہ وہ ظاہری مشکل رفع ہوجائے جو بعض طلبہ کو پیش آسکتی

[1] ججوں کے وضع کردہ قوانین کے متعلق جو شخص مزید اطلاع کا خواہشمند ہو اس کو 'ڈائسی' کی کتاب موسومہ 'انگلستان کا قانون' اور رائے عامہ ضمیمہ نوٹ چہارم صفحہ ۴۸۱ اور سر فریڈرک پولاک کا مضمون 'اصول قانون' اور اخلاق صفحہ ۲۲۷ دیکھنا چاہئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول
39

ہے۔ ان لکچروں میں آئندہ پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی نسبت بہت کچھ کہنا پڑیگا، مگر اس موقع پر اسکی نوعیت کا یہی سرسری خاکہ کافی ہے۔ سب سے اہم امر اسکا صاف کر دینا ہے کہ پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کا اصول، مثبت اور منفی، دو صورتوں میں 'انگلستان' کے قانون میں مسلم ہے۔

پارلیمنٹ کو وضع قوانین کے غیر محدود اختیارات

۱۔ پارلیمنٹ کو وضع قوانین کے غیر محدود اختیارات۔ اس مضمون پر بلیک اسٹون کی شرح کا مشہور اور مستند فقرہ حسب ذیل ہے:۔

سر ایڈورڈ کوک، لکھتے ہیں کہ پارلیمنٹ کے اقتدار اور اختیار اس قدر بڑھے ہوئے اور قطعی ہیں کہ وہ مقدمات یا اشخاص کی نوعیت کے لحاظ سے کسیطرح بھی محدود اور مقید نہیں کئے جا سکتے؛ اور اسی ہائیکورٹ کے متعلق یہہ صحیح طور سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر تمہاری نظر قدامت پر جاتی ہے تو وہ قدیم ترین ہے، اگر اعزاز کی طرف جاتی ہے تو وہ معزز ترین ہے، اگر حد اختیار کی طرف دیکھتے ہو تو وہ وسیع ترین ہے، اس کو ہر قسم کے معاملات میں، خواہ وہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی، ملکی ہوں یا فوجی، بحری ہوں یا تعزیری، قانون بنانے، انکے منظور کرنے، توسیع دینے، تقلیل کرنے، باطل اور مسوخ کرنے کے بلا روک ٹوک اعلیٰ اختیارات حاصل ہیں یہی وہ مرکز ہے جہاں اس مملکت کے آئین کی رو سے وہ مطلق العنان اور قطعی قوت مجتمع ہوتی ہے جس کا ہر حکومت میں کسی نہ کسی مقام پر جمع ہونا لازم ہے۔ ہر قسم کی مضرت اور نقصان، اور ہر قسم کے عمل اور چارہ کار جو معمولی قانون کی دسترس سے باہر ہیں وہ اس غیر معمولی عدالت کے قبضۂ اختیار میں ہیں۔ وہ تخت نشینی کے سلسلہ کا انتظام کر سکتی ہے یا اس کو از سر نو قرار دے سکتی ہے، جیسا کہ اس نے ہنری ہشتم، اور ولیم سوم کے عہد میں کیا۔ وہ مجاز ہے کہ ملک کا مقررہ مذہب بدل دے جیسا کہ اس نے
40 مختلف مواقع پر، ہنری ہشتم، اور اسکے تین فرزندوں کے عہد میں کیا حتیٰ کہ وہ مملکت اور خود پارلیمنٹ کے دستور کو بدل کر از سر نو قایم کرنے پر قادر ہے، جیسا کہ ایکٹ اتحاد اور سہ سالہ و ہفت سالہ قوانین انتخاب کے نفاذ میں ہوا۔ خلاصہ یہہ ہے کہ وہ ہر امر جو فطرۃً ناممکن الوقوع نہیں ہے کر سکتی ہے، اور اسی بنا پر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

بعض لوگوں نے غلو سے کام لیکر اس کے اقتدار کو پارلیمنٹ کی قادر المطلقی کے نام سے موسوم کرنے میں تامل نہیں کیا ہے۔ یہہ صحیح ہے کہ جو کچھہ پارلیمنٹ کرتی ہے اسے کوئی دنیاوی قوت منسوخ نہیں کر سکتی۔ اسلئے اس مملکت کی آزادی کے لئے یہہ امر بیحد ضروری ہے کہ اس اہم امانت کی انجام دہی کے لئے ایسے لوگ منتخب کر کے بھیجے جائیں جو اپنی دیانت، صداقت اور علم کے لحاظ سے ممتاز ہوں، کیونکہ معزز لارڈ خزانہ دار برلے، کا مشہور قول تھا کہ "انگلستان، تباہ نہیں ہو سکتا اگر وہ تباہ ہوگا تو اپنی پارلیمنٹ ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ اسی طرح سر میتھو ہال، کا قول ہے کہ چونکہ یہہ (پارلیمنٹ) سب سے عظیم الشان اور سب سے بڑی عدالت ہے جسپر مملکت بھر میں کسی دوسرے کو اختیار حاصل نہیں ہے، اس لئے اگر کسی وجہہ سے اس میں بدنظمی واقع ہو جائے تو اس مملکت کی رعایا کو کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا۔ اور اسی بنا پر پریسیڈنٹ مونٹسکی، یہہ پیشین گوئی کرتے ہیں، اگرچہ میرے نزدیک اس میں ضرورت سے زیادہ عجلت سے کام لیا گیا ہے، کہ جس طرح روما، اسپارٹا، اور کارتھیج، اپنی آزادی کھو بیٹھے اور برباد ہو گئے، اسی طرح ایک زمانہ کے بعد، انگلستان، کا دستور اپنی آزادی کو ہاتھ سے دے کر تباہ ہو جائے گا اور اس کا وہ وقت ہوگا جبکہ اسکے وضع قوانین کی قوت انتظامی قوت سے زیادہ تر تباہ اور خراب ہو جائیگی[1]

41 ڈی لائمی، نے اس کل مضمون کا خلاصہ جن مضحک الفاظ میں کیا ہے وہ ضرب المثل ہو گئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ:-

"انگلستان، کے مقننیق کا اصل اصول یہہ ہے کہ پارلیمنٹ سوائے اس کے کہ عورتوں کو مرد، اور مردوں کو عورت کر دے اور سب کچھہ کر سکتی ہے"۔

[1] بلیک اسٹون، کی شرح فصل اول صفحات ۱۶۰، ۱۶۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول
پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی تاریخی مثالیں۔

وراثت شاہی یا تخت نشینی کا ایکٹ۔

پارلیمنٹ کو وضع قوانین کے جو قطعی اختیارات حاصل ہیں ان کا استعمال اکثر مواقع پر ہوا ہے جو تاریخ سے ثابت ہے۔

تخت نشینی کا سلسلہ تبدیل ہوکر بالآخر بذریعہ ایکٹ وراثت شاہی ۱۲ و ۱۳ ولیم سوم فصل ۲ قطعی طور سے قرار پایا، اسکی رو سے بادشاہ کو شاہی حق پارلیمنٹ کا دیا ہوا ہے؛ اسکا دعوے فرمانروائی ایک قانون کا نتیجہ ہے اور کلیتہً اسی پر منحصر ہے۔ یہہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکے اثبات یا انکار پر اسوقت کسی شخص کو اصرار نہیں، مگر مجموعہ قوانین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں جس کو ابھی پورے دوسو برس بھی نہیں گزرے کہ پارلیمنٹ کو اپنی جایز حکومت اعلیٰ کو برقرار رکھنے کے لئے پوری قوت صرف کرنی پڑی تھی۔ ملکہ "این" کے عہد کے (۶) ایکٹ کی فصل (۷) کی پہلی دفعہ میں (منجملہ دوسرے احکام کے) یہہ حکم ہے کہ

اگر کوئی شخص یا اشخاص بذریعہ کتابت یا طباعت پر اہ بد اندیشی دیدہ و دانستہ، اور صریح طور سے، اس امر کا اقرار یا اعلان کرینگے کہ ہماری موجودہ ملکہ، ان ممالک کی جایز اور حقدار ملکہ نہیں ہے؛ یا وہ جیلی پرنس ادف ویلز، جو اپنے آپکو "برطانیہ عظمیٰ" یا "انگلستان" کا بادشاہ بنام نہاد جیمس سوم، یا "اسکاٹ لینڈ" کا بادشاہ بنام نہاد جیمس ہشتم، ظاہر کرتا ہے، ان ممالک کے تاج و تخت کا حقدار یا مستحق ہے، یا کسی دوسرے شخص یا اشخاص کو اور کسی طرح سے یہہ حق یا استحقاق پہنچتا ہے؛ [بجز پارلیمنٹ کے اس ایکٹ کی رو سے جو بادشاہ ولیم، اور ملکہ، میری، آنجہانی مرحومین و منفورین کے عہد میں بنام نہاد ایکٹ بغرض اظہار حقوق و آزادی رعایا و بغرض تعین سلسلہ تخت نشینی جاری ہوا تھا؛ اور ایک دوسرے ایکٹ کی رو سے جو انگلستان میں ولیم سوم، موصوف الصدر کے جلوس کے بارہویں سال میں بنام ایکٹ بغرض مزید تعدیل اختیارات شاہی و بنظر مزید حفاظت حقوق و آزادی رعایا، نافذ ہوا، اور ان ایکٹوں کے لحاظ سے جو "انگلستان" اور اسکاٹ لینڈ، میں باہمی طور سے دونوں سلطنتوں کے انضمام کی غرض سے حال میں جاری ہوے ہیں] یا اس سلطنت کا وہ بادشاہ یا ملکہ جو پارلیمنٹ کے اقتدار

4·2

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

سے مقرر ہوے ہوں ایسے جایز اور قابل پابندی قوانین اور آئین وضع کرنے کے ناقابل ہیں جن سے شاہی حقوق محدود ہو جاتے ہیں' اور وہ سلسلہ تخت نشینی' وراثت' اور حکومت پر موثر ہوں؛ تو ایسا ہر شخص یا اشخاص بادشاہ کے خلاف بغاوت کے مرتکب متصور ہونگے' اور اس جرم میں قانوناً سزایاب ہو کر باغی قرار پائیں گے' اور سزائے موت اور جرم بغاوت کے تمام نقصانوں اور ضبطیوں کے مستوجب ہوں گے[1]۔

انضمام کے متعلق ایکٹ۔

انضمام (سلطنت انگلستان و اسکاٹ لینڈ) کے متعدد ایکٹ (جنہیں سے ایک کی طرف 'بلیک اسٹون' نے توجہ مبذول کرائی ہے) پارلیمنٹ کے اظہار قوت کی بہترین مثالیں ہیں۔ گو دستور کے اصول اور عمل کے اظہار کے لئے ہفت سالہ ایکٹ[2] سے بہتر کوئی اور منفرد قانون دستیاب نہیں ہو سکتا؛ اور اس لئے اسکے نفاذ کے حالات' اور خود اس ایکٹ کی نوعیت مخصوص توجہ کے قابل ہے۔

ہفت سالہ ایکٹ

سنہ ۱۸۱۶ء میں پارلیمنٹ کا دوران قیام سنہ ۱۶۹۴ء کے ایکٹ کی رو سے تین سال تھا' اور عام انتخاب سنہ ۱۷۱۷ء سے زیادہ مدت تک ملتوی نہیں رہ سکتا۔ بادشاہ اور وزرا کو بوجوہ معقول اس امر کا یقین تھا کہ فی الوقت اس معاملہ کا انتخاب کنندگان کے سامنے پیش کرنا جنہیں سے اکثر یعقوبی (Jacobites) تھے' نہ صرف وزرا بلکہ سلطنت کے اس کے لئے مضر ہوگا؛ اسلئے اسوقت کی پارلیمنٹ نے بہ ترغیب وزرا ہفت سالہ ایکٹ نافذ کیا' جس کی رو سے پارلیمنٹ کی قانونی مدت قیام بجائے تین سال کے سات سال قرار پائی' اور اسوقت کے دارالعوام کے اختیارات' بہ نسبت مدت منتخبہ کے' اور مزید چار سال کیلئے بحال رکھے گئے۔ یہ کارروائی اس سے بہت زیادہ سخت تھی کہ کوئی ایسا ایکٹ نافذ کیا جاتا جسمیں یہ قرار دیا جاتا کہ آئندہ پارلیمنٹوں کے قیام کی مدت' بغیر جدید انتخاب کی ضرورت واقع ہونے کے' بجائے تین سال کے سات سال ہوگی۔ یہ قانون

43

[1] ۶ این فصل ۱۴ (دوسرے طریقہ سے ۶ این فصل ۷) دفعہ ۱۔ یہ ایکٹ ہنوز نافذ ہے۔
[2] ۱ جارج اول' قانون ۲' فصل ۳۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

سیاسی ضرورتوں اور آسانیوں کے لحاظ سے بیجا نہ تھا۔ ہفت سالہ ایکٹ کے اجرا کے وجوہ ایسے معقول تھے کہ ہر فہیم شخص کو یہہ دیکھ کر کسی قدر تعجب ہوتا ہے کہ 'ہیلم' یا لارڈ 'اسٹین ہوپ' سے منصف مزاج اور دانشمند مصنفین نے اس اعلیٰ اقتدار وضع قانون کے اظہار کی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ 'ہیلم' لکھتے ہیں کہ:-

"اس خیال سے زیادہ کوئی اور خیال دور از کار نہیں ہو سکتا جو بعض نا واقف لوگ نمایشی وثوق کے ساتھ یہہ کہتے ہیں کہ اس ایکٹ کے نفاذ میں واضعان قانون اپنے حقوق سے تجاوز ہو گئے؛ یا اگر یہہ قانونی طور سے نہ کہا جا سکتا ہو، تو کم از کم یہہ تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ عمارہ خلایق کے اعتبار کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے ایک قدیم دستور کو توڑ دیا"۔ وہ اپنی اس رائے کی بنیاد یہہ قرار دیتے ہیں کہ بر قیام پارلیمنٹ کا سہ سالہ قانون بیس سال سے زیادہ مدت کا نہ تھا اسکی نسبت کہا گیا تھا کہ وہ صرف ایک تجربہ تھا جو ناکامیاب ثابت ہوا، دوسرے قوانین کی طرح ہمیں اسکی گنجایش تھی کہ وہ کلیتہً منسوخ کر دیا جائے، یا اسمیں بطور مناسب ترمیم عمل میں آئے"۔[1]

لارڈ 'اسٹین ہوپ' کا قول ہے کہ "ہمکو یہہ بیہودہ خیال دل سے نکال ڈالنا چاہئے کہ پارلیمنٹ نے اپنی مدت کی توسیع میں جائز حد اختیار سے تجاوز کیا۔ اسمیں شک نہیں کہ اسوقت یہہ خیال جماعتی نزاعوں کی بنا پر پیدا کرا دیا گیا تھا، اور اب بھی بعض اوقات پر جوش مجمعوں کی تقریروں میں اس سے کام لیا جاتا ہے، مگر دستور پر بہترین لکھنے والوں نے ہمیشہ اسکو حقارت کی نظر سے دیکھا ہے"۔[2]

44

ہفت سالہ ایکٹ کی دستوری اہمیت

جو کچھہ اوپر بیان ہوا اسمیں وہ اصل اعتراض جو ہفت سالہ ایکٹ پر وارد ہوتا ہے بالکل متروک ہو گیا، اور نیز اس دستوری قانون کی اہمیت پر پردہ پڑ گیا ہے۔ کتنے امر اجو اس قانون کے اجرا کے خلاف تھے انہوں نے منجملہ اور وجوہ کے ایک وجہ یہہ بیان کی تھی کہ

---

[1] 'ہیلم' کی 'انگلستان' کی دستوری تاریخ' جلد ۳ (طبع ۱۸۴۸ء) صفحہ ۲۳۶۔

[2] لارڈ مہون کی 'تاریخ انگلستان' ج ۱ صفحہ ۳۰۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

"یہ امر مسلم ہے کہ دارالعوام کا انتخاب، باشندگان ملک کی طرف سے ہونا چاہئے، اور اس طور سے منتخب ہونے کی صورت ہی میں وہ لوگ باشندگان ملک کے صحیح نمایندے ہوسکتے ہیں، اگر وہ اس مدت سے زیادہ عرصہ تک قایم رکھے جائیں جسکے لئے وہ منتخب ہوے تھے تو وہ صحیح طور سے باشندگان ملک کے نمایندے نہیں کہے جاسکتے بلکہ پارلیمنٹ کے منتخب کردہ لوگ متصور ہونگے؛ اس سے باشندگان ملک کے ہاتھ میں وہ منفردہ چارۂ کار باقی نہیں رہتا جو انکو ایسے لوگوں کے خلاف حاصل رہنا چاہئے جن پر وہ اعتبار کرتے ہیں اور جو اپنی نابھی یا بددیانتی سے دیدۂ ودانستہ ایسیں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں؛ یہ چارہ کار بجز اسکے کچھ نہیں ہوسکتا کہ ایسے بددیانتوں کی جگہ انسے بہتر آدمی منتخب کئے جائیں"[۱]

اصولی اعتراض فی الحقیقت یہی تھا۔ ایکٹ مذکور کی خصوصیت صرف اسی قدر نہ تھی کہ اس نے پارلیمنٹ کی قانونی مدت کو وسیع، یا سہ سالہ ایکٹ[۲] کو منسوخ کر دیا، ۱۷۱۶ء میں ہفت سالہ ایکٹ کا نفاذ ایسا ہی تھا جیسا ۱۶۹۴ء میں سہ سالہ ایکٹ کا نفاذ تھا، اسمیں کوئی خاص امر تعجب انگیز یا مورد الزام شدید نہ تھا؛ مگر جو امر چونکا دینے والا تھا وہ یہ تھا کہ ایک موجودہ پارلیمنٹ نے خود اپنے اختیار سے اپنی قانونی مدت میں توسیع کرلی تھی۔ پرسٹلی[۳] اور معترض امرا کی اس دلیل کی نسبت، کہ

"ہفت سالہ پارلیمنٹ بداہۃً باشندگان ملک کے حقوق کی غاصب تھی؛ کیونکہ جسطرح ایک پارلیمنٹ نے خود اپنے اختیار سے اپنے وجود کو سات سال کیلئے بڑہالیا، اسیطرح وہ اسکو چودہ سال کیلئے بھی بڑہاسکتی تھی، یا ۱۶۴۱ء کی پارلیمنٹ کی طرح دوامی کرسکتی تھی"

45

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ محض اس جاہلانہ مفروضہ پر مبنی ہے کہ ہفت سالہ ایکٹ نے پارلیمنٹ کی ابتدائی مدت قیام کو بڑہا دیا[۴] بلکہ پرسٹلی، اور اس کے

---

[۱] تھورولڈ راجرس کی کتاب ادا کا اعتراض، ج ۱ صفحہ ۲۱۸۔

[۲] ۶ ولیم و میری، فصل ۲۔

[۳] دیکھو پرسٹلی کی کتاب متعلقہ حکومت (۱۷۷۱) صفحہ ۲۰۔

[۴] ہیلم کی تاریخ دستور، جلد سوم (طبع ۱۸۷۲ء) صفحہ ۲۲۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

ہمخیالوں کے اعتراض کا خلاصہ یہہ تھا کہ پارلیمنٹ کے جو ارکان تین سال کام کرنے کے لئے منتخب ہوئے تھے، وہ دستوری اصول کے لحاظ سے کم از کم اپنے منتخب کنندگان کے ایسے نمایندے یا مختار تھے کہ وہ بغیر دستوری اصول توڑے ہوئے اپنے اختیارات اس مدت سے زیادہ عرصہ تک کام میں لانے کے مجاز نہ تھے جو انکو اپنے اصل یعنی انتخاب کنندگان سے ملے تھے۔ اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ بعض ممالک اور خصوصاً امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں ہفت سالہ ایکٹ کے مماثل کسی بیکٹ کا اجرا قانوناً ناجایز قرار پاتا؛ خود انگلستان کی کوئی موجودہ پارلیمنٹ یہہ جرأت نہیں کرسکتی کہ وہ کسی وزارت یا جماعت کو برسر خدمت قایم رکھنے کے لئے ایک دہ سالہ ایکٹ جاری کرکے اپنی مدت میں توسیع کرلے؛ اسلئے یہہ کہنا کہ 'والپول' اور اسکے متبعین نے ہفت سالہ ایکٹ جاری کرکے دستوری قرار دادوں کی خلاف ورزی کی بظاہر بالکل بیجا نہیں متصور ہوسکتا۔ اس موقع پر پارلیمنٹ جو اختیار کام میں لائی وہ اگرچہ قانونی تھا، مگر ایسا تھا کہ اسکے واسطے کوئی نظیر موجود نہ تھی۔ اسمیں استعمال اختیار کی تحقیر کرنا ہفت سالہ ایکٹ کی صحیح دستوری اہمیت کو زائل کردینا ہے۔ یہہ ایکٹ صاف طور سے ثابت کرتا ہے کہ قانونی نقطۂ نظر سے نہ پارلیمنٹ اپنے انتخاب کنندگان کی مختار اور نہ انکی امین ہے؛ بلکہ قانونی طور سے مملکت میں وضع قوانین کی شاہی قوت ہے، اور ہفت سالہ ایکٹ اس اقتدار اعلیٰ کا نتیجہ اور نمایاں ثبوت ہے۔

46

پارلیمنٹ کی مداخلت شخصی حقوق میں۔

اسوقت تک ہم نے پارلیمنٹ کے اس مطلق العنان اقتدار سے بحث کی ہے جو اسکو قانوناً عمومی حقوق کے متعلق حاصل ہے۔ اب ہم کو پارلیمنٹ کے اس اختیار پر نظر ڈالنی چاہیے جو اسکو ان شخصی حقوق کے متعلق حاصل ہیں، جو مہذب ممالک میں واجبی طور سے بیحد عظمت اور وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہہ امر قابل لحاظ ہے کہ 'کوک' نے پارلیمنٹ کے اقتدار کی مثالوں میں خصوصیت کیساتھ شخصی حقوق میں دست اندازیوں کو منتخب کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

"ابھی چند اور مثالوں کی ضرورت ہے۔ ایک مرد یا عورت کی لڑکیاں اور انکے قانونی جانشین پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعہ سے مورثوں کی زندگی ہی میں جائداد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

کے مالک ہو سکتے ہیں۔

وہ (ایکٹ) ایک بچہ یا نابالغ کو بالغ قرار دیسکتا ہے، اور ایک شخص کے مرجانے کے بعد اسے باغی ٹھہرا سکتا ہے۔

ایک محض بیرونی شخص کو اپنے ملک کا باشندہ اور اپنے ملک کی پیدا شدہ رعایا بنا سکتا ہے۔

وہ اسکا مجاز ہے کہ ایک ایسی اولاد کو جو قانوناً حلالی ہو اسے حرامی قرار دے، مثلاً اس عورت کا ولد الزنا بچہ جبکہ اسکا شوہر غیر حاضر مگر چار سمندروں کے حدود کے اندر ہو (جو قدیم انگریزی قانون کے لحاظ سے شوہر غائب کی اولاد سمجھا جاتا تھا۔ مترجم)

جو اولاد قطعی طور سے قبل نکاح پیدا ہوئی ہو اور حرامی ہو اسکو حلالی قرار دے۔" [1]

'کوک' نے جو مثالیں منتخب کی ہیں وہ نہایت موزوں ہیں مطلق العنانی اور خود مختاری کے اظہار کیلئے اہم شخصی حقوق میں دست اندازی عمومی حقوق میں دست اندازی سے زیادہ تر کارآمد اور مفید ہے۔ ایک فرمانروا جو اپنے ملک کے دستور کو درہم برہم کر دینے میں کوئی پروا نہیں کرتا وہ بھی شخصی جائداد یا شخصی معاہدات میں دست اندازی کرنے کی غالباً بہت پس و پیش کے بعد جرأت کریگا؛ مگر پارلیمنٹ، فایدۂ عام کے لئے شخصی حقوق میں برابر دست اندازی کرتی رہتی ہے۔ اور یہہ دست اندازی اسقدر عام ہوگئی ہے (اور اسی میں ملک کا فایدہ ہے) کہ اسکی طرف لوگوں کا خیال بھی نہیں جاتا، اور بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کے دل میں یہہ خیال آتا ہوگا کہ یہہ پارلیمنٹ کی مطلق العنانی کی کوئی علامت ہے۔ 47

مجموعہ قوانین ایسے ایکٹوں سے مملو ہیں جن کی رو سے پارلیمنٹ نے بعض اشخاص کو مرافق اور حقوق دیئے ہیں یا بعض پر فرایض اور وجوب عاید کئے ہیں۔ ہر ریلوے ایکٹ کی یہی حالت ہے، مگر کوئی شخص بغیر اسکے کہ وہ ان قوانین کی جو مقامی یا شخصی ایکٹوں کے نام سے موسوم ہیں، دو ایک جلدیں معائنہ کرے، کل عمل اور خصوصاً پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے عمل کے فواید سے واقف نہیں ہو سکتا۔ یہہ ایکٹ بھی، ملک کے دوسرے قوانین کی طرح، فی الحقیقت پارلیمنٹ ہی کے

[1] 'کوک' کا چوتھا دستور، صفحہ ۳۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

ایکٹ ہیں؛ اور وہ ہر قسم کے مضامین مثلاً ریلوے، بنادر، گودیوں، اور شخصی جائداد کی وراثت کے متعلق ہیں۔ اسی زمرہ میں ان ایکٹوں کو بھی شمار کرنا چاہیئے جو ان نکاحوں کو جایز قرار دیتے ہیں جو مراسم میں کسی غلطی وغیرہ کی وجہ سے صحیح طور سے منعقد نہیں ہوے ہیں؛ اور ان ایکٹوں کو بھی جو ازدواج شدہ اشخاص کی طلاق کے لئے ایک زمانہ میں عام طور سے نافذ ہوا کرتے تھے مگر اب شاذ ہیں۔

اس ضمن میں ایک دوسرے قسم کے قوانین بھی قابل توجہ ہیں جن کی طرف اسقدر توجہ نہیں کی گئی ہے جسکے وہ مستحق تھے؛ یعنی وہ ایکٹ جو معافی یا ابرأ کے لئے جاری ہوے ہیں۔

ایکٹ بغرض معافی

ایکٹ معافی یا ابرأ وہ قانون ہے جو اس غرض سے جاری کیا جاتا ہے کہ ایسے افعال جو انعقاد کے وقت ناجایز تھے جایز ہو جائیں، یا اشخاص متعلقہ کو خلاف ورزی قانون کی ذمہ داری سے بری کر دیا جائے۔ اس قسم کے ایکٹ ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک (از ۱۷۲۷ تا ۱۸۲۸) متواتر اس غرض سے نافذ ہوتے رہے کہ وہ منکرین جنھوں نے کلیسائے 'انگلستان' کے مراسم کے مطابق اصطباغ لئے، اور اسطور سے اپنے آپکو قابل خدمت ثابت کئے بغیر ملکی عہدے قبول کر لئے تھے، سزا سے بری رہیں۔ اس مضمون سے ہم آیندہ چلکر پھر بحث کرینگے[1] اسوقت جو امر قابل لحاظ ہے وہ صرف یہہ ہے کہ چونکہ یہہ ایکٹ ناجایز فعل کو جایز قرار دینے والے ہیں اسلئے وہ اقتدار اعلیٰ کے اظہار کی اعلیٰ مثالیں، اور بہترین ثبوت ہیں۔ 48

یہانتک پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے اثباتی پہلو سے بحث تھی، اب ہم اسکے منفی پہلو پر نظر ڈالتے ہیں۔

وضعان قانون کی کسی بالمقابل جماعت کا نہ موجود ہونا۔

۲ - وضعان قانون کے مقابلہ میں کسی دوسری جماعت کا نہ موجود ہونا۔ ایک زمانہ میں بادشاہ، پارلیمنٹ کے ہر ایوان، حلقہ ہائے انتخاب، اور قانونی عدالتوں نے خود مختارانہ وضع قوانین کے اختیار کا دعویٰ کیا ہے، یا دعویٰ کرتے ہو

[1] دیکھو فصل پنجم آیندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

معلوم ہوے ہیں؛ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انمیں سے کسی ایک کا دعویٰ بھی صحیح نہیں ثابت ہوسکتا۔

بادشاہ۔

(۱) بادشاہ۔ ابتداءً وضع قوانین کا اختیار بادشاہ کو باجلاس کونسل حاصل تھا[1] وضع قوانین کا اختیار پارلیمنٹ کے ہاتھ میں آجانے کے بعد بھی اسکے پہلو بہ پہلو اعلیٰ اختیار وضع قوانین بشکل فرامین (اور بعدہ بصورت) اعلانات[2] قایم رہا۔

اعلانی قوانین

اعلانات کا اثر تقریباً مثل قوانین کے تھا، ۱۵۳۹ء میں ہنری ہشتم کے ایکٹ نمبری ۳۱ کی فصل (۸) کی رو سے بادشاہ کو باضابطہ طور سے ذریعہ اعلانات وضع قوانین کا اختیار دیا گیا تھا۔ یہہ ایکٹ اسقدر مختصر اور قابل لحاظ ہے کہ اسکو بجنسہٖ نقل کر دینا مناسب ہوگا۔ اسکے الفاظ یہہ ہیں:-

"بادشاہ، فی الحال اپنی کل کونسل یا اسکے کثیر حصہ کی رائے سے اعلانات ایسی تعزیرات اور سزاؤں کے ساتھ جاری کرسکتا ہے جو اسکو اور اسکی کونسل کو ضروری معلوم ہوں۔ ان اعلانوں کی نسبت سمجھا جائے گا کہ گویا وہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کی رو سے جاری ہوئے ہیں؛ مگر انکا کوئی برا اثر کسی شخص کی وراثت، عہدہ، آزادی، سامان، جائداد منقولہ یا زندگی پر نہ پڑنے پائیگا۔ اور جو شخص دیدہ و دانستہ احکام مندرجہ اعلانات متذکرہ بالا کی خلاف ورزی کرے گا اسپر اسقدر تاوان عاید کیا جائیگا، یا اتنے زمانہ کے لئے قید رکھا جائے گا جتنا اعلانات مذکور میں بتایا گیا ہے اور جو مجرم جوابدہی سے بچنے کے لئے ترک وطن کرے گا وہ باغی متصور ہوگا[3]۔"

49

بادشاہ کو جو قانونی اختیار کبھی ملا ہے اسکی یہہ انتہائی حد ہے، اور غالباً اس لحاظ سے کہ یہہ عام طور سے تمام انگریزی قانون کی نوعیت کے خلاف

---

[1] دیکھو فصل پنجم آیندہ۔

[2] دیکھو اسٹبس، کی دستوری تاریخ جلد (۱) صفحات ۱۲۶-۱۲۸ و جلد (۲) صفحات ۲۴۴-۲۴۵۔

[3] ایکٹ ہنری ہشتم، ۳۱ فصل (۸)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

تھا' ایڈورڈ ششم' کے عہد حکومت میں منسوخ کر دیا گیا۔ اسپر غور کرنا' کہ اگر وہ نافذ رہتا تو اسکے کیا نتائج ہوتے' دلچسپی سے خالی نہیں۔ بظاہر اس سے دو نتائج کا پیدا ہونا لازم تھا۔ اول یہہ کہ 'انگلستان' کے بادشاہ تقریباً 'فرانس' کے بادشاہوں کی طرح مطلق العنان ہوجاتے۔ دوسرے ان اعلانات سے اصلی قوانین مجریہ واضعان قانون اور ان اعلانات میں ایک فرق قایم کرنا ہوتا جو باوجود صحیح طور سے قانون نہونے کے قانون کا حکم رکھتے' کیونکہ وہ ایسے ایکٹ نہ تھے جو مجلس وضع قوانین سے جاری ہوے ہوں' بلکہ صرف ایک انتظامی جماعت کے احکام تھے۔ 'یورپ' کی اکثر حکومتوں میں یہہ فرق کسی نہ کسی صورت میں پایا جاتا ہے اور وہ اکثر عملی فایدہ سے خالی نہیں ہے۔ بیرونی ممالک میں عموماً واضعان قوانین قانون کے عام اصول مقرر کر دیتے ہیں اور انکی تکمیل مفید طریقہ سے عامۂ خلایق کی رائے پر چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ احکام یا قواعد سے' جو انتظامی جماعت کا کام ہے' انکی تکمیل کرے۔ انگریزی قوانین کی ضخامت اور طوالت کا بڑا سبب یہی ہے کہ پارلیمنٹ اس امر کی فضول کوشش میں لگجاتی ہے کہ وہ اہم قانونی تبدیلیوں کی تفصیل کی بھی خود تکمیل کرے۔ یہہ نقص اس حد تک نمایاں ہوگیا ہے کہ پارلیمنٹ کے زمانہ حال کے ایکٹوں میں ہمیشہ اسکا انتظام کیا جاتا ہے کہ پرایوی کونسل' جج' یا دوسری جماعتیں' اسکی مجاز رہیں کہ وہ ان ایکٹوں کے تحت میں ان تفصیلوں کا تصفیہ کرنے کے لئے قواعد بنائیں جن کا تصفیہ خود پارلیمنٹ نہیں کرسکتی ہے۔ مگر اسے ایک مسلمہ نقص میں بدنما تخفیف[1] سے زیادہ نہیں کہہ سکتے' اور قیاس غالب یہی ہے کہ 'اگر انگلستان' کی

[1] ایک معترض نے مسلمہ نقص میں بدنما تخفیف کے الفاظ پر اس لحاظ سے اعتراض کیا ہے کہ انسے 'انگلستان' میں اس نظام کی منقصت ہوتی ہے جسکی نسبت' بیرون ملک پائے جانے کی حالتیں' یہہ کہا گیا ہے کہ وہ 'کثیر عملی فواید سے خالی نہیں ہے'۔ جن الفاظ کی نسبت اعتراض کیا جاتا ہے وہ صحیح ہیں۔ 'انگلستان' کے نظام میں طویل اور تفصیلی قوانین بنائے جاتے ہیں' اور انکے تحت میں قواعد بنانے کی اجازت کونسل وغیرہ کو اسی صورت میں دیجاتی ہے جب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ قانون میں قواعد کا شریک کرنا بیحد بے موقع یا عملی طور سے ناممکن ہے۔ برخلاف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزادل

انتظامی حکومت کو 'فرانس' کی طرح، عام اصول مندرجہ قوانین موضوعہ کو تفصیلی طور سے کام میں لانے کے لئے، ایسے احکام، فرمان، یا اعلان کے اجرا کی اجازت دیجائے، جو قانون کا حکم رکھتے ہوں، تو قوانین میں نہ صرف بلحاظ مضمون، بلکہ صورت کے لحاظ سے بھی نمایاں ترقی ہوجائے گی[1] دوسرے معاملات کی طرح، اس معاملہ میں بھی، جو مزاحمت ہمارے آبا و اجداد نے براہ دانائی، بادشاہوں کے اقتدار کے نشو و نما میں کی، وہی آج انتظامی حکومت کی کارروائیوں میں غیر ضروری طور سے حارج ہورہی ہے؛ کیونکہ 'ہنری ہشتم' کے ایکٹ ۳۱ فصل (۸) کی منسوخی نے بادشاہ کے بُرے بھلے اقتدار وضع قوانین کو محال کردیا ہے، اور اعلانات کی اسیقدر وقعت باقی رکھی ہے جسقدر عمومی 51
قانون میں انکو دی گئی ہے۔ ایک عرصہ تک اس اقتدار کی حد مشتبہ رہی؛ مگر سنہ ۱۶۱۰ء میں ججوں کی متین رائے یا اعتراض[2] نے اس موجودہ اصول کو قایم کرادیا کہ شاہی اعلانات کسی معنی میں بھی قانون کا اثر نہیں رکھتے، انکا کام صرف اسقدر ہے کہ وہ عامۂ خلائق کو قانون کی طرف توجہ دلائیں، مگر وہ بجائے خود کسی شخص پر کوئی ایسا قانونی وجوب یا فرض نہیں عاید کرسکتے جو عمومی قانون یا پارلیمنٹ کے ایکٹ سے نہ عاید ہوتا ہو۔ سنہ ۱۷۶۶ء میں لارڈ 'چیتھم' نے اعلان کے ذریعہ سے گیہوں کی برآمد کو ممنوع قرار دینے کی کوشش کی، اور اس کوشش کی بناء پر جو ایکٹ معافی یا ابراء (۱۰ جارج سوم فصل ۷) نافذ کرنا پڑا اس نے بادشاہ کے اس دعوے کا کہ اسکو وضع قوانین کا حق ہے، قطعی قانونی فیصلہ کردیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسکے دوسرے ممالک اور خاص کر فرانس کے نظام میں قوانین کی شکل پر وضعان و مرتب کنندگان قانون کے اس علم کا مستقل اثر پڑتا ہے کہ ہر قانون کی تکمیل احکام سے کیجائیگی۔ انگریزی قانون اس اثر کی کوشش کرتے ہیں کہ جو قانون بنایا جائے اس میں اسکی تفصیلی تعمیل کا انتظام رہے، اگرچہ اسمیں بہت کم کامیابی ہوتی ہے۔ دوسرے ممالک کے قوانین صرف عام اصول بتادیتے ہیں اور ایسا ہی ہر قانون کو ہونا چاہیے۔

[1] دیکھو ڈیولوگی کی کتاب مجموعہ دستور فرانس، دفعات ۱۴۰، ۱۴۱۔

[2] دیکھو کوک ۱۲ رپورٹ صفحہ ۷۴ 'اور گارڈنر' کی تاریخ انگلستان، ج ۲ صفحات ۱۰۴ و ۱۰۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اوّل
52

موجودہ زمانہ میں جن مخصوص[1] حالتوں میں اعلان یا احکام باجلاس کونسل کسی طرح موثر ثابت ہوسکتے ہیں وہ وہی ہیں جہاں قانون عمومی کی رو سے اجرائے اعلان ایک باضابطہ عمل ہوتا ہے، اور اس کا مقصد وضع قانون نہیں، بلکہ بادشاہ کی انتظامی خواہش کا اظہار سمجھا جاتا ہے جیسے پارلیمنٹ کا اعلان کے ذریعہ سے طلب کیا جانا، یا جہاں پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے ذریعہ سے احکام باجلاس کونسل کو قانونی رتبہ دیا گیا ہو۔

ابوانہائے پارلیمنٹ۔

(۲) پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان کے رزولیوشن۔ کم از کم دارالعوام وقتاً فوقتاً اسکا دعویٰ کرتا رہا ہے کہ اسکے رزولیوشن ایک

---

[1] شاذ صورتوں میں، جو اس زمانہ کی یادگار ہیں جبکہ انگلستان کا بادشاہ صحیح معنوں میں بادشاہ تھا، وہ برنائے حقوق وضع قوانین کے بعض اقتدار کام میں لاتا ہے؛ مثلاً وہ مجاز ہے کہ اعلان یا احکام باجلاس کونسل کے ذریعہ سے ایسے ممالک کے لئے قانون بنائے جو حال میں فتح ہوئے ہوں (کیمبل بنام ہال، سی او ڈبلیو پی ۲۰۴) اور اس بنا پر دعویدار ہے کہ احکام باجلاس کونسل کے ذریعہ سے چینل آئلینڈ کے لئے قوانین وضع کرے اگرچہ اس دعوی کا جواز مشتبہ ہے۔ ریاستہائے جرسی کے معاملہ میں ۹ مور، پی سی، سلسلہ جدید ۱۸۴، ۲۶۲ دیکھو اسٹیفن کی شرح (طبع ہشتم) جلد (۱) صفحہ ۱۰۰-۱۰۲۔ چینل آئلینڈ کے باشندوں کا یہ دعویٰ ہے کہ انھوں نے انگلستان کو فتح کیا تھا اور وہ حکومت نارمنڈی کے جزیں جو بتاج برطانیہ کے ساتھ ملحق چلے آتے ہیں۔ اس بناء پر تمام انگریزی مقبوضات سے صرف انھیں کے متعلق یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ آیا انھیں پارلیمنٹ کا ایکٹ بجائے خود قابل پابندی قانون ہے یا نہیں۔ عمل یہ ہے کہ جب کوئی ایسا ایکٹ نافذ کیا جاتا ہے جبکا ان جزائر سے متعلق کرنا پیش نظر ہوتا ہے تو ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھا دیجاتی ہے کہ بادشاہ باجلاس کونسل اسکا مجاز ہے کہ وہ ایک حکم کے ذریعہ سے اس ایکٹ کو ان جزائر سے بھی متعلق کردے اور ہدایت فرمائے کہ حکم مذکور وہاں رجسٹر کرلیا جائے اور اسیطور سے ایک حکم باجلاس کونسل جاری ہوکر وہاں درج رجسٹر کرلیا جاتا ہے؛ سر ایچ جنکنس کی کتاب موسومہ انگریزی حکومت سمندر پار، صفحہ ۲۷۔ خود ان جزائر میں اگرچہ کوئی شبہ پیدا کیا جائے لیکن انگلستان کا ہر متفنن اس امر کا معترف ہوگا کہ ہر انگریزی عدالت یہی فیصلہ کریگی کہ پارلیمنٹ کا جو ایکٹ اس غرض سے جاری کیا جائے کہ وہ ان جزائر پر موثر ہو وہ محض اپنی قوت سے وہاں نافذ قرار پائیگا خواہ ان جزائر میں وہ درج رجسٹر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

ایسی نوآبادیوں میں جو خود مختار نہیں ہیں، بادشاہ کے اختیار وضع قانون کے لئے دیکھو انگریزی حکومت سمندر پار، صفحہ ۹۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول
ہر ایوان کے رزولیوشن

درجہ تک قانونی اثر رکھتے ہیں۔ یہ امر مسلم ہے کہ اس دعوے کی تائید نہیں ہو سکتی، لیکن صحت کے ساتھ اسکا تصفیہ کرنا دشوار ہے کہ عدالتیں ہر ایک ایوان کے رزولیوشن کو کس حد تک تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہوں گی۔ مگر دو امور بالکل صاف ہیں۔

اولاً۔ کسی ایوان کا رزولیوشن قانون نہیں ہے۔

یہ مقدمہ اسٹاک ڈیل بنام ہنسارڈ (۹ - اے وای - ۱) کا مستقل نتیجہ ہے۔ اس مقدمہ کے فیصلہ کا لب لباب یہ ہے کہ ایک مزیل حیثیت عرفی تحریر اسوجہ سے مزیل حیثیت عرفی ہونیکے دائرہ سے خارج نہیں ہو جاتی کہ وہ دار العوام کے حکم سے مشتہر کی گئی تھی، یا یہ کہ دار العوام نے بعدہ ذریعہ رزولیوشن یہ فیصلہ کیا کہ اس رپورٹ کے شایع کرنیکا اختیار، جسمیں تحریر مذکور تھی، پارلیمنٹ کے دستوری فرائض کے ادا کرنیکا ایک لازمہ تھا۔

ثانیاً۔ ہر ایک ایوان کو اپنی کارروائیوں پر نگرانی کا کامل اختیار حاصل ہے، اور اسے اپنی حفاظت کے لئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی ایسے 53
شخص کو جو اسے کوئی مضرت پہنچائے یا ایوان کی تحقیر کرے قید کر دے؛ اور کوئی قانونی عدالت اس دریافت کی مجاز نہیں ہے کہ ہر ایوان ان اختیارات کو جو اسے قانوناً حاصل ہیں کسطرح استعمال کرتا ہے۔

پہلے قضیہ کا دوسرے قضیہ کے ساتھ تطابق عملی طور سے دشوار معلوم ہوتا ہے۔ مگر جسٹس اسٹیفن نے جو تشابہ دار العوام کے ایک رزولیوشن، اور عدالت کے ایک قطعی (بے مرافعہ) فیصلے میں، قائم کیا ہے اس کا اختیار کرنا اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنے ایک فیصلہ میں لکھتے ہیں کہ

"میں نہیں کہتا کہ اس ایوان کا رزولیوشن ایک ایسی عدالت کی تجویز ہے جسکی نظر ثانی ہم نہیں کر سکتے، مگر وہ اسی قسم کی تجویز سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ دار العوام قانونی عدالت نہیں ہے مگر جو اختیارات اسکو اپنے اندرونی معاملات کے انتظام کے متعلق دیئے گئے ہیں وہ عملی طور سے اسمیں ایک قانونی حیثیت پیدا کر دیتے ہیں۔ خصوصاً ایسی حالتیں جبکہ وہ مخصوص معاملات میں پارلیمنٹ کے ایکٹ کے مندرجہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

احکام کو کام میں لاتا ہو۔ ہم کو یہہ فرض کرلینا چاہئے کہ وہ اپنے فرایض عمدہ طریقہ سے ادا کرتا، اور ان قوانین کا لحاظ رکھتا ہے جسکے وضع کرنے میں خود اس کا اسقدر بڑا حصہ ہے۔ اگر اسکا تصفیہ قانون کے مطابق نہیں ہے تو یہہ اس غلطی سے مشابہ ہے جو ایک ایسا جج کرتا ہے جسکی تجویز قطعی اور ناقابل مرافعہ ہوتی ہے۔ اس واقعہ کے تسلیم کرنے میں کوئی پس وپیش نہیں ہوسکتا کہ ایسی غلطی کا ہوجانا بالکل ممکن ہے۔ اسکی مثال بعینہٖ ایسی ہے کہ فوجداری کے ایک مقدمہ میں جوری بالکل غلط تجویز کرے جسکے لئے قانون نے کوئی چارہ کار نہیں رکھا ہے۔ اس مقولہ کی کہ "کوئی مضرت ایسی نہیں جسکے لئے چارہ کار نہ ہو" یہہ معنی نہیں ہیں، جیسا کہ بعض اوقات فرض کرلیا جاتا ہے کہ ہر اخلاقی یا سیاسی مضرت کے لئے قانونی چارہ کار موجود ہے۔ اگر اس کے یہہ معنی لئے جائیں تو مقولہ مذکور صریحاً غلط ٹہریگا۔ کیونکہ ایک ایسی موکد وعدہ کی خلاف ورزی کے لئے جو ضبط تحریر میں نہ آیا ہو اور بغیر کسی بدل کے کیا گیا ہو کوئی چارۂ قانونی نہیں ہے، اور اسیطرح چند قسم کی زبانی توہینوں کا اگرچہ انسے کامل تباہی عاید ہوتی ہو، اور ظالمانہ قوانین کے نفاذ کا جو آزاد انسانوں کو عملی طور سے غلام بنا دیتے ہیں، اور ان ذاتی اور مالی نقصانوں کا جو ناجایز اور خونریز لڑائیوں سے برداشت کرنے پڑتے ہیں، کوئی قانونی چارہ کار نہیں ہے۔ پس مقولہ مذکور کے یہہ معنی ہیں کہ قانونی مضرت اور قانونی چارہ کار متضائف (لازم ملزوم) اصطلاحات ہیں، اور اگر مقولہ مذکور بہ تبدیل ترتیب یوں قرار دیا جائے کہ جہاں چارہ کار قانونی نہیں ہے وہاں قانونی مضرت بھی نہیں ہے، تو زیادہ تر قریب الفہم اور مبنی بصحت ہوجائیگا[1]

54

قانون متعلقہ رزولیوشن ہائے ہر دو ایوان۔

پس قانون یہہ ٹھہرا کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اپنی کارروائیوں میں پورے طور سے مقتدر ہیں، اور مثل عدالت کے مجاز ہیں کہ کسی ایسے شخص کو جو انکی رائے میں ایوانوں کی تحقیر یا توہین کا مرتکب ہوا ہو قید کردیں۔ 'مڈل سکس' کے 'شیرف' کے مقدمہ[2] نے اس حق کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیا۔ صدر

[1] بریڈلا بنام گاسٹ، ۱۲۔ کیو، بی، ڈی، ۲۷۱، ۲۸۵،

[2] ۱۱، اے وای ۲۷۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

دار العوام کے مجریہ وارنٹ پر شیرف مذکور بجرم تحقیر قید کر دیا گیا۔ ہر شخص واقف تھا کہ مبینہ تحقیر بجز اسکے کچھ اور نہ تھی کہ شیرف نے عدالت کوئینس بنچ کی اس تجویز کی جو اسٹاک ڈیل بنام ہنسارڈ میں صادر ہوی تھی تعمیل کی تھی، اور ایوان نے اسے اس بنا پر قید کیا تھا کہ اس نے زیر تجویز مذکور مدعی علیہ ہنسارڈ کا سامان اجرائے ڈگری کی تعمیل میں قرق کر لیا تھا۔ باوجود اسکے جب شیرف ہیبوس کارپس ایکٹ کی رو سے ججان کوئنس بنچ کے اجلاس پر لایا گیا تو انھوں نے یہہ فیصلہ کیا کہ وہ اسکے مجاز نہیں ہیں کہ اس تحقیر کی تحقیقات کریں جسکی بنا پر ایوان نے اسکو قید کیا ہے۔ اسکے دوسرے الفاظ میں یہہ معنی ہوئے کہ عدالتیں اسکی بھی دعویدار نہیں ہیں کہ انکو اپنے عہدہ داروں کو دار العوام کی مبینہ تحقیر کے الزام میں قید سے محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہے گو کہ مبینہ تحقیر بجز تعمیل احکام عدالت کچھ اور نہو۔ برخلاف اس کے پارلیمنٹ کے کسی ایوان کا کوئی اعلان یا رزولیوشن کسی طرح بھی قانون کا حکم نہیں رکھتا۔ فرض کرو کہ دار العوام نے 'زید' کو یہہ حکم دیا کہ وہ 'بکر' پر بیرون ایوان حملہ کرے اور اسکا تعلق کسی ایسے فعل سے نہ ہو جو ایوان میں سرزد ہوا ہو اور نہ بربنائے تحقیر 'بکر' کی گرفتاری کے لئے وارنٹ دیا گیا ہو؛ یا فرض کرو کہ 'زید' کسی ایسے فعل کا مرتکب ہوا جسکے لحاظ سے وہ پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کی رو سے جرمانہ کا مستوجب قرار پایا اور یہہ جرمانہ بحیثیت عام مخبر کے 'بکر' کو واجب الوصول ہے۔ ان صورتوں میں دار العوام کا کوئی رزولیوشن جسمیں 'زید' کو اس فعل کے ارتکاب کا حکم دیا گیا ہو یا وہ پسند کیا گیا ہو اس فوجداری یا دیوانی مقدمہ میں جو 'زید' پر دائر کیا جائے بطور قانونی عذر کے پیش نہیں ہو سکتا[1] اگر اسکا ثبوت مطلوب ہو تو وہ 'وکٹوریا' کے عہد کے ایکٹ ۳ و ۴ میں مل سکتا ہے۔ اس ایکٹ کا جو 'اسٹاک ڈیل بنام ہنسارڈ' کے مقدمہ کی بحث میں نافذ ہوا مقصد یہہ ہے کہ جو لوگ پارلیمنٹ کے کاغذات کے شایع کرنیکے لئے مقرر ہیں انکی سرسری طور سے حفاظت ہو جائے؛ اس امر کو

55

[1] دیکھو مقدمہ اٹرنی جنرل بنام بریڈلا، ۱۴ - کیوبی، ڈی (سی - ا ←) ۶۶۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ وہ کاغذات ہیں جو پارلیمنٹ کے کسی ایوان کے حکم سے شایع کئے جاتے ہیں۔ اس ایکٹ کے اجرا کی ضرورت اس امر کا صاف ثبوت دے رہی ہے کہ ایسے کاغذات کے شائع کرنیکے لئے بجز دوسرے طریقہ سے مزل حیثیت عرفی متصور ہوتے محض پارلیمنٹ کا حکم بطور قانونی عذر کے نہیں پیش ہوسکتا تھا۔ دارالعوام کا،

"تمام مجلس واضع قوانین سے اس ناکامیاب حجت کی منظوری کے لئے جو اس نے مقدمہ (اسٹاک ڈیل بنام ہیسارڈ) میں پیش کی تھی، منظوری کا طالب ہونا، اور عدالت کومنس بنچ، کے فیصلہ کا مرافعہ نکرنا فی الحقیقت اس فیصلہ اور اس اصول کی صحت کو تسلیم کرلینا تھا جس پر فیصلہ مذکور مبنی تھا؛ یعنی یہ کہ مجلس واضع قوانین کی کوئی ایک شاخ حقوق مبینہ کام میں لاکر اسکی مجاز نہیں ہے کہ وہ ملک کے کسی نافذ قانون کو تبدیل ملتوی، یا باطل کردے، یا کسی انگلستان، کے باشندے کو کسی چارہ کار سے باز رکھے، یا جو حق اسکو قانون مذکور سے حاصل ہے اسکے استعمال، اور انتفاع میں مانع ہو[۵۱]"

56

[۵۱] ارنلڈ، کی کتاب سوانح لارڈ ڈینمین، جلد ۲ صفحہ ۷۰، پارلیمنٹ کو بعنوان حقوق یا قانون و مراسم جو غیر محدود اختیارات اور حقوق حاصل ہیں انکی وسعت کو صحت کے ساتھ متعین کرنے سے زیادہ تر مشکل کوئی دوسرا کام نہیں ہوسکتا۔ جو اختیارات پارلیمنٹ کے دونوں ایوان، اور خصوصاً علی طور سے دارالعوام کام میں لاتا ہے وہ تقریباً ایسے اختیارات ہوجاتے ہیں جو ملک کے عام قوانین سے بالاتر نظر آتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے حقوق کی نوعیت اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ اسکی کبھی صحیح قانونی تعریف نہیں کیجاسکتی ہے، البتہ دو ایک امور جو مسلم ہوچکے ہیں قابل لحاظ ہیں۔

۱- پارلیمنٹ کے ہر ایوان کو بجرم تحقیر قید کا اختیار ہے، اور عدالتیں قید سے آگے بڑھکر ان واقعات کی دریافت نکرینگی جن سے مبینہ تحقیر واقع ہوئی۔ اسلئے پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اسکے مجاز ہیں کہ وہ کسی شخص کو جسے وہ تحقیر کا مجرم خیال کریں قید کردیں۔

۲- دارالامرا اسکا مجاز ہے کہ وہ مجرم کو ایک مخصوص میعاد کے لئے جو انکے اجلاس کی میعاد سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے قید رکھے۔ (ایرسکن) کی کتاب پارلیمنٹ کے عملدرآمد گیارہویں طبع، صفحہ ۹۱ و ۹۲)۔ لیکن دارالعوام کی قید کسی مخصوص میعاد کیلئے نہیں ہوتی، اگر اسکے قیدی التوائے میقات سے پہلے نہیں چھوڑ دیئے جاتے تو وہ پارلیمنٹ کے التوا پر رہا کردیئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اس سے زیادہ عرصہ تک مقید رکھے جائیں تو برنائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول 57

حلقہ جات انتخاب۔

(۳) - پارلیمنٹ کے انتخاب کرنیوالونکے ووٹ - سیاسی مباحث کے اثناء میں متواتر ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جن سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ پارلیمنٹ کے ارکان منتخب کرتے ہیں انکو 'انگلستان' کے دستور کی رو سے ایک قسم کے وضع قوانین کے اختیارات حاصل ہیں۔ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ الفاظ بغیر حقیقی معنوں کے نہیں ہیں[1]۔ وہ اس اہم خیال کیطرف لیجاتے ہیں کہ حلقہ جات انتخاب کی خواہشات کا اثر پارلیمنٹ کی کارروائیوں پر پڑتا ہے لیکن ایسے الفاظ جن سے یہ مطلب نکلتا ہو کہ پارلیمنٹ کے انتخاب کنندگان کو وضع قوانین میں حصہ لینے کا کوئی قانونی حق ہے، انتخاب کنندگان کی اس حیثیت سے جو قانون نے قرار دی ہے مطلق مطابق نہیں ہوتے۔ 'انگلستان' کے دستور میں جو قانونی حق انتخاب کنندگان کو دیا گیا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے ارکان منتخب کریں۔ انتخاب کنندگان کے پاس ایسے قانونی ذرائع موجود نہیں ہیں جن سے وہ خود کوئی قانون جاری، یا منظور یا پارلیمنٹ کا مجریہ قانون منسوخ کرسکیں۔ کوئی عدالت ایک لحظہ کیلئے بھی اس بحث پر لحاظ نہیں کرسکتی کہ فلاں قانون اسوجہ سے ناجائز ہے کہ وہ انتخاب کنندگان کی رائے کے خلاف ہے؛ انکی رائے باضابطہ طریقہ سے صرف پارلیمنٹ ہی ظاہر کرسکتی ہے، اور انکے اظہار رائے کا یہی ایک منفرد ذریعہ ہے؛ مگر یہ حالت نیابتی حکومت کے لوازم میں داخل نہیں ہے؛ کیونکہ سوئٹزرلینڈ[2] کے دستور میں کوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ہیبوس کارپس ایکٹ، وہ لوگ عدالتوں سے رہا کردیئے جائینگے (مے، کی کتاب مذکورۂ بالا فصل ۳)۔

۳ - پارلیمنٹ کے ہر ایوان یا اسکے کسی رکن کی بحیثیت رکن کے ازالہ حیثیت عرفی عموماً تحقیر متصور ہوتی ہے (ایضاً)۔

۴ - ہر دو ایوان اور انکے تمام ارکان کو اپنے فرائض منصبی ادا کرنیکے لئے گفتگو وغیرہ کی آزادی حاصل ہے۔ (دیکھو مے، کی کتاب مذکورۂ بالا فصل ۳) مقابلہ کرو 'شیفٹسبری' اور 'فلاور' وغیرہ وغیرہ کے مقدمات کا۔

[1] دیکھو صفحات (70-74) آئندہ۔

[2] 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی حکومت کے دستور کی دفعات ۱۱۸ تا ۱۲۱ اور دیکھو 'ایڈم' کی کتاب 'سوئٹزرلینڈ کی وفاقی حکومت' فصل (۵)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

تبدیلی اسوقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ ملک کے تمام بالغ ذکور کے سامنے پسند یا ناپسند کئے جانے کے لئے نہ پیش ہولے۔ ایسے قوانین بھی جن کو تبدیل دستور سے کوئی تعلق نہیں ہے وفاقی انجمن سے منظور ہوجانیکے بعد بھی باشندگان ملک کی ایک خاص تعداد کی استدعا پر عام رائے کے لئے پیش ہوسکتے ہیں؛ اور اگر انکی طرف رائے نہ آئے تو وہ منسوخ کردیئے جاتے ہیں[1]۔

58 عدالتیں

۴۔ قانونی عدالتیں۔ 'انگلستان' کے قانون کا بڑا حصہ فی الحقیقت ججوں کا بنایا ہوا ہے، جو شخص یہ سمجھنا چاہتا ہے کہ 'انگلستان' میں عدالتیں کسطرح اور کس حد تک قانون وضع کرتی ہیں اسکو لازم ہے کہ وہ 'پولک' کا وہ قابل قدر مضمون پڑھے جو اس نے 'نظائری قانون' کے فن پر لکھا ہے[2]۔ یہ مضمون اسقدر وسیع ہے کہ اس سے تفصیل کے ساتھ ان لکچروں میں بحث نہیں ہوسکتی۔ جو امر ہمیں ذہن نشین رکھنا چاہئے وہ صرف اسقدر ہے کہ ہمارے جج نظائر کا ابتاع کرتے ہیں یعنی وہ مقدمہ کا فیصلہ اس اصول یا فرضی اصول پر کرتے ہیں جس کا لحاظ سابق مقدمہ میں رکھا گیا تھا، اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ عدالتیں تصفیہ مقدمات کیلئے مقررہ قواعد ٹھہرالیتی ہیں اور وہ قواعد عملاً قانونی اثر پیدا کرلیتے ہیں۔ عدالتوں کا اسطرح قانون وضع کرنا بظاہر پارلیمنٹ کی اعلیٰ حکومت کے متضاد معلوم ہوتا ہے؛ مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ 'انگلستان' کے جج نہ کسی قانون کو منسوخ کرتے ہیں اور نہ ایسے حق کے دعویدار ہیں؛ برخلاف اسکے پارلیمنٹ کے ایکٹ ججوں کے بنائے ہوئے قوانین کو منسوخ کرسکتے اور کرتے رہتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ عدالتوں کا قانون وضع کرنا ایک ماتحت قانون سازی ہے جو پارلیمنٹ کی اجازت سے اور اسکی نگرانی میں جاری ہے۔

---

[1] 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی حکومت کے دستور کی دفعہ ۸۹۔

[2] 'پولک' کے مضامین 'اصول قانون اور اخلاق' پر صفحہ ۲۳۷ اور دیکھو 'ڈائسی' کی کتاب 'انگلستان میں قانون اور رائے' طبع دوم صفحات ۳۶۱، ۳۸۳، ۴۰۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول
بینہ حدود
59

(ب) پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار وضع قوانین پر مبنیہ حدود۔ اس اقتدار اعلیٰ کے محدود کرنیمیں جو خیالی دقتیں پیش آسکتی ہیں انکو 'آسٹن' اور پروفیسر ہولینڈ[1] نے کامل طور سے بیان کیا ہے۔ ان دقتوں سے اسوقت ہم کو کوئی بحث نہیں؛ اور نہ اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ امر صحیح ہے یا نہیں کہ ہر حکومت میں خواہ اسکی کوئی شکل ہو ایک یا ایک سے زیادہ اشخاص ایسے ہونے چاہئیں جو دستوری طریقہ سے ہر قانون کو تبدیل کرسکتے ہوں اور اس بنا پر حکومت کی اعلیٰ ترین قوت سمجھے جائیں۔ اس موقع پر ہمارا کام صرف اسقدر ہے کہ ہم اس ثبوت کو ایک قدم اور آگے بڑھادیں کہ 'انگلستان' کے دستور میں پارلیمنٹ وضع قوانین کی وہ اعلیٰ ترین قوت یا اقتدار اعلیٰ ہے جس کا وجود 'آسٹن' اور دوسرے مقننین کی رائے کے مطابق ہر مہذب حکومت کے لئے لازم ہے؛ اور اس مقصد کی تکمیل کی غرض سے ان مختلف امکانی حدود کی صحت پر غور کریں جنکا پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار پر عائد کیا جانا تجویز کیا جاتا ہے؛ اور یہ ثابت کردیں کہ انمیں سے کوئی حد بھی ایسی نہیں ہے جس کی تائید 'انگلستان' کے قانون سے ہوتی ہو۔ جو حدود تجویز کئے جاتے ہیں وہ تعداد میں تین ہیں[2]۔

[1] دیکھو 'آسٹن' کا اصول قانون' ج ا طبع چہارم صفحات ۲۷۰-۲۷۴ اور 'ہولینڈ' کا اصول قانون' طبع دہم صفحات ۴۷-۵۲، ۳۵۹-۳۶۳۔ اس اقتدار اعلیٰ کی نوعیت نہایت اختصار اور صفائی کیساتھ 'لیوس' کی کتاب موسومہ 'سیاسی اصطلاحات کا صحیح اور غلط استعمال' میں بھی بیان کی گئی ہے صفحات ۲۷-۵۳۔ مقابلہ کرو، مخالف رائے کے لئے 'برائس' کی کتاب 'تاریخ اور اصول کا مطالعہ' سے۔ جلد ۲ مضمون ۹۔ متعلقہ اطاعت و مضمون ۱۰ نوعیت شاہی۔

[2] ایک اور حد کسی قدر وضاحت کے ساتھ 'کوک' وغیرہ ججوں نے تجویز کی ہے (۱۲' آر ای پی ۷۶ اور 'ہیرن' کی کتاب 'حکومت انگلستان' طبع دوم صفحات ۴۸ و ۴۹)؛ جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ پارلیمنٹ کا ایکٹ عمومی قانون کے کسی اصول کو منسوخ نہیں کرسکتا۔ ایک زمانہ میں اس اصول کے حقیقی معنی تھے (دیکھو مین کی قدیم تاریخ دستور صفحات ۳۸۱-۳۸۲) مگر اس نے باضابطہ طریقہ سے کبھی قانونی قبولیت حاصل نہیں کی اور اس زمانہ میں تو بالکل متروک ہے۔ دیکھو نوآبادیوں کے قوانین کے جواز کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۵ء ۲۸ و ۲۹ وکٹوریا فصل ۶۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول
اخلاقی قانون

اولاً۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ ناجائز ہیں اگر وہ اصول اخلاق یا قانون بین الاقوام کے مسائل کے خلاف ہوں؛ اور پارلیمنٹ ایسے قوانین کے نفاذ کی مجاز نہیں ہے جو شخصی یا قومی اصول اخلاق کے منافی ہوں۔ 'بلیک اسٹون' نے تو صاف صاف لکھدیا ہے کہ

60

"قانون فطرت انسان کے ساتھ پیدا ہوا ہے، اور خود خدا کا وضع کردہ ہے، اور بلحاظ وجوب کے تمام قوانین سے بڑھا ہوا ہے۔ وہ تمام دنیا، ہر ملک اور ہر وقت میں واجب العمل ہے؛ کوئی دنیاوی قانون جو اسکے خلاف ہو جایز نہیں سمجھا جا سکتا؛ تمام جایز قوانین، بواسطہ یا بلاواسطہ اپنا جواز اور اپنی قوت اسی اصل سے حاصل کرتے ہیں"[1]

موجودہ زمانہ کے جج بعض اوقات ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ عدالتیں ایسے قوانین کی تعمیل کرانے سے انکار کر سکتی ہیں جو پارلیمنٹ کے اختیارات[2] سے نامناسب طریقہ پر (بین الاقوامی نقطۂ نظر سے) متجاوز ہو گئے ہوں۔ یہاں ان الفاظ کی جو 'بلیک اسٹون' نے استعمال کئے ہیں اور ججوں کی اس ضمنی رائے کی نہایت محدود طریقہ پر تعبیر کرنی چاہئے اس اصول کیلئے کوئی قانونی بنیاد نہیں ہے کہ جج اخلاق کی نمایندگی کر کے پارلیمنٹ کے ایکٹونکو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ جن الفاظ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے انکا منشاء درحقیقت اس سے زیادہ نہیں ہوتا کہ جب جج پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے معنی کی دریافت میں کوشاں ہونگے تو وہ یہ فرض کر لینگے کہ پارلیمنٹ کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ وہ معمولی اخلاقی[3] یا بین الاقوامی اصول کی خلاف ورزی کرے؛ اور اسلئے جہانتک ممکن ہوگا قانون نافذہ کی اس طرح تعبیر کریں گے کہ وہ شخصی اور بین الاقوامی اصول اخلاق کے مطابق ہو۔ زمانہ حال کا کوئی جج کسی بیرسٹر کی اس بحث کو ہرگز سننے کے لئے آمادہ نہوگا کہ پارلیمنٹ کا فلاں

---

[1] بلیک اسٹون، کی شرح جلد ۱ صفحہ ۴۰۔ نیز دیکھو 'ہیرن' کی کتاب 'حکومت انگلستان' طبع ۲ صفحہ ۴۸ و ۴۹۔

[2] دیکھو مقدمہ یکطرفہ 'بلین' ۱۲ چانسری ڈویژن (سی۔ اے) ۵۲۲ و ۵۳۱ جج۔ کاٹن چیف جسٹس۔

[3] دیکھو مقدمہ 'کلوہن' بنام بروکس، ۲۱ کیو۔ بی۔ ڈی (سی۔ اے) ۵۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزادل

ایکٹ اس بنا پر ناقابل پابندی ہے کہ وہ خلاف اصول اخلاق یا پارلیمنٹ
61 کے اقتدار سے متجاوز ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہماری تمام عدالتیں اس
اصول کی پابند ہیں کہ ایک قانون خواہ کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو مگر مسلمہ
قانون ہے اور اسلئے تمام عدالتوں کو اسکی پابندی کرنی لازم ہے۔

مخصوص اختیارات

ثالثاً۔ بعض اوقات[1] ایسی رائیں رائج رہی ہیں جنکا تقریباً یہ منشا تھا کہ
پارلیمنٹ اس کی مجاز نہیں ہے کہ وہ مرافق (شاہی) (Prerogative)
میں دست اندازی کر سکے۔

شاہان اسٹورٹ[2] کے زمانہ میں نہ صرف بادشاہ بلکہ ایسے متنفین اور
سیاسی لوگ بھی، جو بیکن کی طرح شاہی مرافق میں اضافہ کے طرفدار تھے، اسکے
قائل تھے کہ بادشاہ کے قبضہ میں بنام نہاد مرافق غیر محدود اور وسیع حقوق اور
اختیارات کا ایک ایسا ذخیرہ موجود ہے جو ملک کے معمولی قوانین سے ارفع
اور اعلیٰ ہے۔ اس رائے اور اسکے اس نتیجہ نے کہ بادشاہ قانون کے عمل کو
روک سکتا ہے، یا کم از کم اسکی تعمیل کے وجوب کو معاف کر سکتا ہے، یقیناً یہ
خیال پیدا کر دیا تھا کہ یہ مخصوص اور اعلیٰ اختیارات ایک حد تک پارلیمنٹ
کے ایکٹوں کی دسترس سے باہر تھے۔ زمانہ گزشتہ کی سیاسی بحثوں میں پڑنے
کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتنا بتا دینا ضرور ہے کہ فی الحال اگرچہ
بعض اختیارات، مثلاً سلطنتوں کے ساتھ معاہدات کرنیکا حق وغیرہ قانوناً
بادشاہ کے ہاتھ میں دیدئے گئے ہیں اور وہ انکو فی الحقیقت انتظامی حکومت
کے ذریعہ سے کام میں بھی لاتا ہے، مگر زمانہ حال کا کوئی مقنن اسکا قائل نہیں ہو سکتا
کہ یہ اختیارات یا بادشاہ کے دوسرے مخصوص اختیارات کی شاخیں ایسی ہیں
کہ وہ پارلیمنٹ کے ایکٹوں سے متاثر یا منسوخ نہیں ہو سکتیں، یا یوں کہو کہ ایک
ایسے قانون کو جس میں دوسری حکومتوں کے ساتھ معاہدات کئے جانے کا
62

[1] دیکھو اسٹبس کی کتاب دستوری تاریخ، ج ۲ صفحات ۲۳۹، ۴۸۶، ۵۱۳، ۵۱۵۔

[2] گارڈینر کی تاریخ جلد ۳ صفحات ۱۔ ۵ نیز مقابلہ کرو بیکن کی رائے متعلقہ مخصوص اختیارات کا جو ایبٹ اڈون کی کتاب فرانسس بیکن کے صفحات ۲۶۰، ۲۷۹ میں ملے گی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

پارلیمنٹ کے سابق ایکٹ۔

ضابطہ معین کیا گیا ہو، یا ایسے معاہدات کے جواز کیلئے پارلیمنٹ کی منظوری لازم گردانی گئی ہو، کوئی عدالت قانونی طور سے ناجائز قرار دے سکے گی[1]

ثالثاً۔ پارلیمنٹ کے بعض ایکٹوں میں ایسے الفاظ استعمال ہوے ہیں جنسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک پارلیمنٹ ایسے قوانین وضع کرسکتی مجاز ہے جن میں بعد کی پارلیمنٹیں کوئی رد و بدل نہیں کرسکتیں؛ اور اس لحاظ سے موجودہ پارلیمنٹ کے اختیار وضع قوانین کو سابق پارلیمنٹ کے ایکٹ محدود کرسکتے ہیں[2]

[1] مقابلہ کرو پارلیمنٹ کے اس عملدرآمد کا جسکی رو سے تمام ایسے قوانین کے متعلق جو بادشاہ کے مرافق یا فوائد پر موثر ہوں، قبل پیش ہونیکے بادشاہ کی رضامندی یا سفارش لازم کردیگئی ہے۔

[2] لیکن اس اصول کو غلط سمجھا تھا۔ اسکا بیان ہے کہ:- اس پارلیمنٹ کا مخصوص قانون عجیب نوعیت کا تھا۔ اسمیں بجائے قانونی اصول کے زیادہ تر انصاف اور بجائے پیش بینی کے زیادہ تر فیاضی سے کام لیا گیا تھا۔ اس میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ جس شخص نے بادشاہ وقت کی فوجی یا کسی دوسرے طریقہ سے مدد کی وہ آئندہ سے اس بنا پر ملزم نہ قرار پاسکے گا، اور نہ عمل قانون اور نہ پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کی رو سے معرض تحقیقات میں لایا جائے گا؛ اگر کوئی ایکٹ بنظر سقوط حقوق باشندگی ملک جاری کیا جائے گا تو وہ باطل اور بے اثر متصور ہوگا ..... لیکن یہ قانون بلحاظ اپنے آخری حصہ کے خود ناقابل پابندی اور محض خیالی تھا (پارلیمنٹ کے ایک سابق ایکٹ کی بنا پر جسمیں آئندہ کی پابندی یا غیر پابندی سے بحث تھی) کیونکہ ایک اعلیٰ اور قطعی قوت اپنے آپکو محدود نہیں کرسکتی اور نہ وہ جو فطرۃً منسوخی کے قابل ہے ناقابل تنسیخ قرار دیا جاسکتا ہے، اسکی کیفیت بالکل ایسی ہے کہ کوئی شخص بذریعہ وصیت نامہ کے یہ اعلان کرے کہ اگر وہ بعد کو کوئی دوسرا وصیت نامہ لکھے گا تو وہ باطل متصور ہوگا۔ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ بادشاہ ہنری ہشتم کے زمانہ میں اسکی ایک مشہور نظیر موجود ہے۔ بادشاہ مذکور نے یہ خیال کرکے کہ وہ اپنے فرزند کی نابالغی کے زمانہ میں فوت ہوجائے گا، ایک ایکٹ اس مضمون کا جاری کرایا کہ جو قانون بادشاہ کی نابالغی کے زمانہ میں جاری ہوگا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول
انضمام کے ایکٹ
63

یہ امر یقینی ہے کہ پارلیمنٹ نے متعدد مرتبہ ایسے ایکٹ کے اجرا کی نیت اور کوشش کی ہے کہ اس سے اسکے جانشینوں کے ہاتھ کٹ جائیں لیکن یہ کوشش کبھی کامیاب نہیں ثابت ہوئی منجملہ ان قوانین کے جن میں آئندہ قانون سازی کے عمل کو روکنے کی کوشش کی گئی ہے سب سے زیادہ قابل لحاظ وہ ایکٹ ہیں جو اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے انضمام کے معاہدات پر مشتمل ہیں۔ ان قوانین کے واضعین کی یقیناً یہ نیت تھی کہ انکے خاص خاص حصوں کو معمول سے زیادہ قانونی وقعت دیجائے، لیکن انھیں ایکٹوں کے وضع کی تاریخ سے اس امر کا قوی ثبوت ملتا ہے کہ واضعان قانون کی ایک کامل الاختیار جماعت کا دوسری اسیطرح کی کامل الاختیار جماعت کو اس کے اختیارات کام میں لانے سے باز رکھنے کی کوشش بجائے خود اور فطری طور سے بیکار ہے۔ جو ایکٹ اسکاٹ لینڈ کے انضمام کے متعلق جاری ہوا اسمیں بصراحت یہ حکم موجود ہے کہ اسکاٹ لینڈ کی یونیورسٹیوں کے تمام پروفیسروں کو اپنے مذہب کا اقرار کرنا ہوگا! اور اس اقرار کو تسلیم اور اسکا اعلان کرنا پڑیگا! اور آئندہ کے لئے معاہدہ انضمام کی یہ شرط اہم اور لازمی متصور ہوگی[1] لیکن اسی مضمون کے خاص حصہ کو اسکاٹ لینڈ کے یونیورسٹی ایکٹ ۱۸۵۳ء نے منسوخ کردیا ہے، اور اب اسکاٹ لینڈ کے اکثر پروفیسروں کے لئے اقرار مذہب ضروری نہیں رہا ہے۔ انضمام کے ایکٹ میں یہی تنہا ایک مضمون نہیں ہے جسمیں اسقدر رد و بدل عمل میں آیا ہے، بلکہ ایک نقطہ نظر سے ملکہ این کے عہد کے ایکٹ ۱۰ فصل ۱۲[2] سے غیر مذہبی سرپرستی (Lay patronage) کے عمل کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وہ اسکے اور اسکے جانشینوں کیلئے قابل پابندی ہونگے، جبکہ بلوغ کے بعد بادشاہ نے اپنی منظوری دیکر اپنے اپنی بڑی مہر نہ لگادی ہو، لیکن ایڈورڈ ششم کے زمانہ میں جو سب سے پہلے ایکٹ نافذ ہوا وہ اسی سابق ایکٹ کی تنسیخ کے لئے تھا، بادشاہ ہنوز نابالغ ہی تھا جو امور ہمیشہ کیلئے پابند نہیں کرسکتے وہ چند روز کیلئے موجب تسلی ہوسکتے ہیں"۔ فرانسس بیکن کی تصنیفات، ج ۶، مولفہ اسپیڈنگ ایس دیکھو۔

[1] انضمام اسکاٹلینڈ کا ایکٹ بابتہ ۱۷۰۶ء این فصل ۱۱۔ [2] انضمام آئرلینڈ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۰۰ء ۳۹ و ۴۰ جارج سوم فصل ۶۷۔ [3] دیکھو ۶ این فصل ۱۱ دفعہ ۲۵۔ [4] ۱۶ و ۱۷ وکٹوریا فصل ۸۹ دفعہ ۱۵ مقابلہ کرو این کی مولفہ کتاب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

دوبارہ بحال ہو جانا صریحاً معاہدہ انضمام کے خلاف تھا۔ باوجود عدم تبدیلی کی نیت کے ان ایکٹوں یا معاہدات میں جسقدر تبدیلی کی گنجایش پارلیمنٹ کو حاصل ہے اسکی مزید صراحت 'آئرلینڈ' کے انضمام کے ایکٹ کی تاریخ سے ہوتی ہے۔ اس ایکٹ کی دفعہ (۵) یہ ہے:-

64 "انضمام کا پانچواں فقرہ یہ ہوگا کہ 'انگلستان' اور 'آئرلینڈ' کے وہ کلیسا جو اسوقت از روئے قانون قائم ہیں سب ملاکر پروٹسٹنٹ کلیسا بہ ماتحتی اسقف کر دیئے جائینگے۔ اور 'انگلستان اور آئرلینڈ' کے متفقہ کلیسا کے نام سے موسوم ہونگے۔ اور اس متفقہ کلیسا کے عقاید عبادت تنظیم اور حکومت وہی ہوگی اور ہمیشہ اسیطرح رہے گی جسطرح یہ امور کلیسائے 'انگلستان' کے لئے بروئے قانون اس وقت مقرر ہیں۔ اور اس متفقہ کلیسا کا بطور مسلمہ کلیسائے 'انگلستان' و 'آئرلینڈ' کے قائم اور محفوظ رکھنا انضمام کا ایک لازمی جز قرار پائے اور سمجھا جائیگا"

جن سیاسی لوگوں نے یہ دفعہ مرتب اور نافذ کی انکا مقصد یہ تھا کہ وہ آئندہ پارلیمنٹ کو اسبارہ میں تغیر و تبدل کا کوئی موقع نہ دیں جیساکہ انکے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے؛ مگر انہیں مطلق کامیابی نہیں ہوئی جیساکہ ان لوگوں پر روشن ہے جو 'آئرلینڈ' کے کلیسا کے ایکٹ بابتہ ۱۸۶۹ء کے مضامین سے واقف ہیں۔

نوآبادیوں پر ٹیکس لگانے کے متعلق وہ ایکٹ جو پارلیمنٹ کے اختیارات محدود کرتا ہے۔

'انگلستان' کی پارلیمنٹ کا ایک ایکٹ تاریخی نظر سے خاص وقعت رکھتا ہے، یہی ایک ایسا ایکٹ ہے جسکی نسبت اطمینان کیساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ منسوخ نہیں کیا جائیگا اور نہ اسکے منشا کی خلاف ورزی ہوگی۔ یہ نوآبادیوں کے ٹیکس کا ایکٹ بابتہ ۱۷۶۶ء ہے۔ اسمیں یہ حکم ہے کہ

"پارلیمنٹ، بادشاہ انگلستان کی نوآبادیوں، صوبوں اور شمالی امریکہ یا ویسٹ انڈیز کے کشت زاروں پر کوئی محصول، ٹیکس، یا لگان نہ عاید کریگی، بہ استثنائے اس محصول کے جسکا عاید کیا جانا انتظام تجارت کے لئے مناسب معلوم ہو۔ اس محصول

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸ ——— موسومہ 'اسکاٹلینڈ' میں مذاہب کا قانون صفحات ۱۱۸-۱۲۱۔

۱؎ ۵ اخارج سوم، فصل ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

سے جو خالص آمدنی ہوگی وہ ہمیشہ انھی نوآبادیوں، صوبوں، یا کشت زاروں کے
حوالے کردی جائے گی جہاں سے وہ وصول ہوئی تھی، اور وہیں اس طریقہ پر کام
65 میں لائیجائیگی جسطرح دوسری آمدنیاں جو مقامات متذکرہ کی عام انجمنیں یا جماعتیں اپنے
اختیارات سے عام طور سے وصول کرتی اور کام میں لاتی ہیں[1]۔

یہ الفاظ اور زیادہ زوردار ہوجاتے ہیں جب انکا مقابلہ 'امریکہ' کے ایکٹ ۱۷۶۶ء سے کیا جاتا ہے جو سنہ مذکور میں ان رسوم اسٹامپ کی تنسیخ کی غرض سے نافذ کیا گیا تھا جو عائد ہوتے تھے، اور جسمیں نہایت احتیاط کے ساتھ اسکا خیال رکھا گیا تھا کہ کوئی ایسا امر درج نہ رہے جس سے یہ ثابت ہو کہ پارلیمنٹ نوآبادیوں پر ٹیکس قائم کرنیکے حق سے دست بردار ہوتی ہے۔ ان واقعات سے بحث کرنیکی ہمیں ضرورت نہیں جنکی قانونی یادگار یہ دونوں ایکٹ ہیں۔ ہماری توجہ کے قابل جو امر ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ اگرچہ ۱۷۶۶ء کی نوآبادیونکے ایکٹ کی تنسیخ، یا اسکے منشاء کے خلاف کسی دوسرے قانون کا نفاذ مصالح اور دوراندیشی کے خلاف ہو، مگر ہمارے دستور کے لحاظ سے اس ایکٹ کی تنسیخ یا اسکے خلاف کسی دوسرے ایکٹ کے اجرا میں کوئی قانونی دشواری نہیں ہے۔ اگر پارلیمنٹ کل 'نیوزیلینڈ' یا 'کینیڈا' کی حکومت پر ٹیکس عاید کرنا چاہے تو جو قانون اس مقصد کیلئے جاری کیا جائیگا وہ قانونی طور سے جایز اور باضابطہ ہوگا۔ ایک دانشمند مصنف نے اسی مضمون کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

"یہ امر مسلم ہے کہ کوئی پارلیمنٹ اپنی جانشین پارلیمنٹوں کو کسی قانون کے مراتب
اور مضامین سے اسطرح پابند نہیں کرسکتی کہ اسکا اختیار تمیزی محدود ہوجائے؛
اور اسطور سے واضعان قانون کی جماعت آئندہ کامل آزادی کے ساتھ ایسے
66 مواقع پر بھی کام نکرسکے جہاں عامہ خلایق کے فائدہ کی نظر سے اسکی مداخلت ضروری ہو[2]"

[1] ۱۸ جارج سوم، فصل ۱۲ دفعہ ۱۔ [2] خارج سوم، فصل ۱۲۔ [3] 'ٹاڈ' کی کتاب 'پارلیمنٹ کی حکومت انگریزی نوآبادیوں میں' صفحہ ۱۹۲۔ اس امر کا تخمینہ کرنا، اگرچہ وہ محض خیالی ہے، مگر فائدہ سے خالی نہیں کہ 'پارلیمنٹ' نے اگرچہ چند مرتبہ ایسے ایکٹ نافذ کئے ہیں جن کو وہ غیر قابل تبدیلی قرار دینا چاہتی تھی مگر فی الحقیقت وہ اپنے وضع قوانین

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

67 اسلئے پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ بلا کسی شک و شبہ کے ایک قانونی واقعہ ہے اور مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے کامل ہے۔ پارلیمنٹ قانونی طور سے مجاز ہے کہ وہ ہر ایسے مضمون کے متعلق جو اسکی رائے میں وضع قوانین کیلئے موزوں ہو قوانین وضع کرے۔ 'انگلستان' کے آئین میں کوئی ایسی قوت موجود نہیں ہے'

68

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے اختیارات کو محدود کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوئی ہے؛ اسکے کیا اسباب ہیں؟ اس سوال پر منطقی یا تاریخی طور سے غور کیا جا سکتا ہے۔

پارلیمنٹ کو جو غیر قابل تبدیلی ایکٹوں کے اجرا میں ناکامی ہوئی اسکی منطقی وجہ یہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ جب تک کہ ہیں اقتدار اعلیٰ کی حیثیت باقی ہے کسی مخصوص ایکٹ سے اپنے اقتدار کو محدود نہیں کر سکتے جو ایکٹ پارلیمنٹ نافذ کرے خواہ اسکے مضامین کچھ ہوں، وہ اجلاس مابعد بلکہ اسی اجلاس میں منسوخ ہو سکتا ہے؛ اور جو پارلیمنٹ اسکو منسوخ کریگی اسکے اقتدار میں اسی وجہ سے بمقابلہ اس پارلیمنٹ کے اقتدار کے جس نے بخیال خود ایک ناقابل تبدیل ایکٹ جاری کیا تھا کوئی فرق نہ آئے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ محدود شاہی، دوسری شاہیوں کی طرح پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کیلئے بھی ایک متضاد اصطلاح قرار پاتی ہے۔ محدود شاہی کی اصطلاح عام طور سے اور آسانی کی غرض سے فی الحقیقت اس مقصد کے اظہار کے لئے استعمال ہوتی ہے، اور جو لوگ اسکو احتیاط کے ساتھ استعمال کرتے ہیں انکا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص مثلاً بادشاہ جو ایک زمانہیں حقیقی بادشاہ یا مطلق العنان تھا اور جو برائے نام اسوقت بھی حقیقی بادشاہ سمجھا جاتا ہے، وہ اس حکومت کا جو قانوناً ملک میں حکمران یا بادشاہ ہے ایک جز ہو گیا ہے۔ اکثر دستوری بادشاہتوں میں بادشاہ کی درحقیقت یہی حیثیت ہے۔

قارئین کو یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ اقتدار اعلیٰ کے استعمال میں کسی حد کے قائم کرنے کے عدم امکان سے منطقی یا واقعی طور سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس شاہی سے دست برداری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کیونکہ بعض اوقات یہ عجیب خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ ایک اعلیٰ قوت، جیسی کہ سلطنتہائے متحدہ کی پارلیمنٹ ہے، ہرگز اسکی مجاز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی ایکٹ کے ذریعہ سے اس اقتدار اعلیٰ سے دست بردار ہو جائے؛ یہ خیال صریحاً غلط ہے۔ ایک مطلق العنان بادشاہ مثلاً زار روس بلاشک و شبہ اپنے اقتدار سے دست بردار ہو سکتا ہے؛ شاہی یا ایک ملک میں اعلیٰ اقتدار، خواہ وہ ایک زار کے ہاتھ میں ہو یا ایک پارلیمنٹ کے ہاتھ میں، ہمیشہ یکساں اور ایک ہی نوعیت کا ہے۔ اگر زار اس سے دست بردار ہو سکتا ہے تو یقیناً پارلیمنٹ بھی اس سے دست برداری کی مجاز ہے یہ دلیل یا استنباط کہ جب شاہی محدود نہیں ہو سکتی (جو صحیح ہے)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

جو پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار وضع قانون کا مقابلہ کرسکے۔

جن حدود کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے کلی اختیارات پر از روے قانون عائد ہوتے ہیں نہ انکا کوئی حقیقی وجود ہے اور نہ انکی تائید مجموعہ قوانین یا عدالتوں کے عملدرآمد سے ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ تو اس سے دست برداری بھی نہیں ہوسکتی (جو قطعاً غلط ہے) دو مختلف خیالات کو باہم مخلوط کردیا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے یہ بحث کیجائے کہ کوئی شخص بحالت حیات، خواہ وہ کسی فعل کا مرتکب ہو اپنے ارادہ کی آزادی نہیں چھوڑ سکتا ہے، اسلئے کوئی شخص خودکشی کا مرتکب بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ اعلیٰ قوت اپنے اقتدار سے صرف دو ہی طریقہ پر سبکدوش ہوسکتی ہے۔ اول یہ کہ وہ اپنے وجود کا خود خاتمہ کردے۔ پارلیمنٹ اپنے آپکو اسطرح فنا کرسکتی ہے، کہ وہ اپنے آپکو قانونی طریقہ سے برخاست کردے اور کوئی ایسا ذریعہ نہ چھوڑے جسکی بنا پر اسکے بعد کوئی پارلیمنٹ قانونی طریقہ سے طلب کیجاسکے (دیکھو برائس کی کتاب، امریکہ کی سلطنت متفقہ، ج ۱ طبع سوم صفحہ ۲۴۲ نوٹ ۱)۔ 'بیرہون' کی پارلیمنٹ کی کارروائی تقریباً اسی قسم کی تھی جبکہ ۱۶۵۳ء میں اس نے اپنے تمام اختیارات 'کرامول' کے سپرد کردیئے تھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک بادشاہ اپنا اقتدار اعلیٰ دوسرے شخص یا چند اشخاص کی طرف منتقل کردے۔ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ نے تقریباً یہی کیا تھا جبکہ ۱۵۳۹ء میں بادشاہ کو ذریعہ اعلان وضع قوانین کے اختیارات دیدیئے تھے؛ اور اگرچہ یہ واقعہ اکثر نظرانداز کردیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ 'انگلستان اور اسکاٹ لینڈ' دونوں ملکوں کی پارلیمنٹوں نے انضمام کے وقت ایسا ہی عمل کیا یعنی ہر ایک نے اپنے اعلیٰ اقتدار، ایک جدید شاہی جماعت کے سپرد کردیئے جو برطانیہ عظمیٰ کی پارلیمنٹ کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ پارلیمنٹ ان دو واضع قانون جماعتوں کے اقتدار حاصل کرکے جن سے وہ مرکب تھی خود اعلیٰ قانونی طاقت یا شاہی واضع قانون ہوگئی، اور اس بنا پر اس نے اسی انضمام کے ایکٹ میں جسکے ذریعہ سے وہ وجود میں آئی تھی، ایسے تغیر و تبدل اور تنسیخ کے عمل کی جو غالباً اتحاد ایکٹ کے منشا کے بھی خلاف تھا، مجاز ہوگئی۔ اگر ایکٹ انضمام میں ایسا انتظام ہوتا کہ 'انگلستان' اور 'اسکاٹ لینڈ' کی پارلیمنٹیں محض اس غرض سے قائم رکھی جاتیں کہ وہ ضرورت کے وقت انضمام کے ایکٹ میں ترمیم کرسکیں؛ اور 'برطانیہ عظمیٰ' کی پارلیمنٹ کو بہ استثنائے ایسے قوانین کے جو انضمام کے ایکٹ میں دست اندازی یا تنسیخ کرتے ہوں ہر قسم کے قانون کے وضع کی اجازت دی جاتی، اس حالت میں البتہ انضمام کا ایکٹ ایسا مستقل ایکٹ سمجھا جاتا جسمیں 'انگلستان' کی پارلیمنٹ قانونی طور سے تبدیلی نہیں کرسکتی؛ لیکن اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

جماعت واضعان قانون کے اعلیٰ اقتدار کا مسئلہ تمام دستوری قانون کی اصل بنیاد ہے، مگر ساتھ ہی اسکے ہمیں اس سے انکار نہ کرنا چاہئے کہ یہ ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ صورتیں برطانیہ عظمیٰ کی پارلیمنٹ کا وضع قوانین میں اقتدار اعلیٰ نہیں بلکہ ماتحت اقتدار متصور ہوتا، اور اصطلاحی طور سے اقتدار اعلیٰ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ ہی کی دونوں پارلیمنٹوں کو حاصل رہتا۔ دونوں ممالک کے سیاسی اشخاص نے مناسب تصور کیا کہ ایک جدید پارلیمنٹ اقتدار اعلیٰ کے ساتھ قائم کریں ایسی صورتیں، اسکے اختیار میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنیکی کوشش کرنا منطقی اور عملی دونوں لحاظ سے ممکن نہ تھا، کیونکہ جب کلی اقتدار وضع قانون میں کوئی باضابطہ حد قائم کردیگئی تو وہ اقتدار کلی نہیں رہ سکتا۔

تاریخی طور سے بھی پارلیمنٹ کبھی ناقابل تبدیل قانون نافذ کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی ہے، یا یوں کہو کہ اس نے ہمیشہ اپنی اعلیٰ ترین واضع قانون کی حیثیت کو برقرار رکھا ہے۔ اس کی وجہ باشندگان انگلستان کی تاریخ، اور اس ملک کے دستور کے مخصوص طریقہ ارتقا پر غور کرنے سے دریافت ہوسکے گی۔ انگلستان، کم ازکم نارمن فتح کے بعد سے ہمیشہ ایک ایسی جماعت واضعان قانون کے زیر حکومت رہا ہے جسے کلی اختیارات حاصل رہے ہیں۔ ابتداءً وضع قوانین کا اختیار بادشاہ کو تھا، انگریزی دستور کے طریقہ ارتقا کی خصوصیت سمجھنا چاہئے کہ اس نے بادشاہ کے اقتدار وضع قانون میں کسی قسم کی تقلیل نہیں کی، بلکہ اس اقتدار کو جو بادشاہ ابتداءً تنہا (یا باجلاس کونسل) کام میں لاتا تھا اسے ایسے اقتدار میں منتقل کردیا جس کو بادشاہ پہلے پارلیمنٹ کے ساتھ اور بعدہٗ پارلیمنٹ کے ماتحت کام میں لاتا ہے۔ بناءً علیہ پارلیمنٹ، یا اصطلاحی زبان میں بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ اعلیٰ ترین واضع قانون ہے، بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ ہمیشہ رہا ہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ایک وقت جبکہ انگلستان کے مصلحین انگلستان کے تاریخی ارتقا سے علیحدہ ہوگئے تھے تو انھوں نے ایک مکتوبہ دستور مرتب کیا تھا جسمیں اکثر امور میں امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کے دستوری اصول پیشدستی کرکے داخل کرلیے گئے تھے، اور اس دستور کو معمولی واضعان قانون کے دست اختیار سے خارج قرار دیا تھا۔ یہ امر صاف ہے کہ ۱۶۵۳ء کے سرکاری اعلان کے تحت میں کرامول کا یہ ارادہ تھا کہ بعض اصل اصول ایسے رہیں جن پر پارلیمنٹ کو کوئی دسترس نہ ہو۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ۱۶۵۳ء کے دستور نے انتظامی سررشتہ کو واضعان قانون کے اقتدار سے خارج کردیا۔ دستور مذکور کی رو سے محافظ کی وہی حیثیت قرار دیگئی جسکا مقابلہ امریکہ کے پریسیڈنٹ یا جرمن کے شہنشاہ کی حیثیت کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ دیکھو ہیریسن کی کتاب کرامول، صفحہ ۱۹۴-۲۰۳۔ شاہی کے متعلق جو رائے اس کتاب میں ظاہر کی ہے اس سے کسیقدر مختلف رائے اگر دیکھنی ہو تو پروفیسر سجوک کی کتاب اصول سیاست فصل ۱۳ متعلقہ شاہی و انتظام دیکھنی چاہئے جو دلچسپی اور مفید اطلاعات سے مملو ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

ایسا مسئلہ ہے جو ہمیشہ آسانی کے ساتھ تسلیم نہیں کر لیا جاتا۔ اسلئے ان مشکلات پر جو اس کے تسلیم کئے جانے میں مانع اور مزاحم ہوتی ہیں غور اور فکر کرنا نامناسب نہ ہوگا

پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی تسلیم میں مشکلیں

(ج) پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے اصول کی تسلیم میں مشکلیں

پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے اصول کے تسلیم کرنے میں اکثر لوگوں کو جو مشکلیں پیش آتی ہیں وہ دو طرح کی ہیں۔

آسٹن کے اصول کیوجہ سے جو مشکل پیش آتی ہے

یہ اصول بعینہٖ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسٹن کا شاہی اصول انگلستان کے دستور پر منطبق کر دیا گیا ہے، مگر جن لوگوں نے 'آسٹن' کی کتاب سمجھ کر پڑھی ہوگی انکو معلوم ہوگا کہ 'آسٹن' نے ان لوگوں کے متعلق جن کو 'انگلستان' کے دستور کی رو سے اقتدار اعلیٰ حاصل ہیں، جو رائے قائم کی ہے وہ اس رائے سے جو 'انگلستان' کے مقننین کی سند پر ان لکچروں میں اختیار کیگئی ہے مطابق نہیں ہوتی؛ اس لئے کہ مقننین کہتے ہیں کہ اقتدار اعلیٰ پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ 69
یعنی اس جماعت کو جو بادشاہ، دارالامرا، اور دارالعوام سے مرکب ہے؛ آسٹن کی رائے یہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ بادشاہ، دارالامرا، اور دارالعوام یا انتخاب کنندگان کو حاصل ہے۔

پارلیمنٹ کے اقتدار پر حقیقی طور سے حدود قائم کرنے کی مشکلات

خواہ مقننین کی اس بارہ میں کچھ رائے ہو، مگر ہر شخص کو عام طور سے معلوم ہے کہ پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ غیر محدود نہیں ہے اور بادشاہ، امرا، اور عوام سب ملکر وہ اقتدار نہیں رکھتے، جو محدود و قادر المطلق (اگر اس اصطلاح کا استعمال جائز متصور ہو) کے مماثل ہو اور جسے ایسا انتہائی اقتدار کہا جا سکے جو کسی انسانی ادارہ کو حاصل ہو سکتا ہے۔ بہت سے ایکٹ، جو بجائے خود نہ احمقانہ اور نہ ظالمانہ ہوں، ایسے ہیں جن کا نفاذ پارلیمنٹ کبھی نہیں پسند کر سکتی اور (اگر صاف کہا جائے) نہ انکے نافذ کرنے پر قادر ہو سکتی ہے۔ اگر پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے اصول میں

---

[1] دیکھو 'آسٹن' کی کتاب 'اصول قانون' طبع چہارم صفحات ۲۵۱ - ۲۵۵ - مقابلہ کرو 'آسٹن' کے ان الفاظ کا جو اس نے اس جماعت کے متعلق استعمال کئے ہیں جس کو 'امریکہ' کے دستور کی رو سے شاہی اختیارات حاصل ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

غیر محدود اقتدار کا تسلیم کیا جانا لابد ہے، تو اس اصول کو ایک قانونی مفروضہ سے زیادہ وقعت نہیں دیجا سکتی اور وہ اس قابل نہیں ہے کہ اسپر اسقدر زور دیا جائے جتنا یہاں دیا گیا ہے۔

یہ دونوں مشکلیں حقیقی اور معقول ہیں، اور ان دونوں میں ایک گونہ باہمی تعلق ہے جن پر غور کرنا ہر طرح مفید ثابت ہوگا۔

آسٹن کے اصول کا انتقاد۔

'آسٹن' نے جو اصول اقتدار اعلیٰ کا 'انگلستان' کے دستور کے تعلق سے قائم کیا ہے، وہ اسکے دوسرے تصورات کی طرح ایک تعمیم ہے جو اس نے خاص کر 'انگلستان' کے قانون سے اسی طرح اخذ کیا ہے جسطرح اسکے زمانہ کے علمائے معاشیات کے خیالات (بڑی حد تک) محض 'انگلستان' کیمحالت تجارت کی تعمیمات تھے۔ 'انگلستان' میں ہم لوگ ایک اعلیٰ ترین جماعت واضع قانون کا وجود تسلیم کرنے کے عادی ہیں یعنی ایسی جماعت کا جو ہر قانون وضع یا منسوخ کر سکتی ہے، اور اس بناء پر وہ کسی قانون سے محدود نہیں ہو سکتی۔ قانونی نقطۂ نظر سے 'شاہ' کا یہی صحیح تصور ہے۔ 'انگلستان' کے مقننین نے جس آسانی کیساتھ کلی اور قطعی اقتدار اعلیٰ کے اصول کو منظور کر لیا ہے اسکی وجہ 'انگلستان' کے دستوری قانون کی مخصوص تاریخ ہے۔ اسلئے بمقابلہ اس شخص کے جو یہ تسلیم کرے کہ پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ جو 'رس پروڈنس' کے مجرد اصول کا ایک استنباط ہے وہ انتقاد کرنیوالا زیادہ تر قرین مصلحت ہوگا جسکی یہ رائے ہوگی کہ 'آسٹن' کا اقتدار اعلیٰ کا اصول 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کی حیثیت پر نظر کر کے قائم کیا گیا ہے، جسطرح 'آسٹن' کی اصطلاح 'قانون' کی تشریح و تحلیل دراصل ایک مثالی قانون (Typical law) یعنی 'انگلستان' کے قانون فوجداری پر منحصر ہے۔

بہرحال یہ امر پوری طرح ذہن میں رکھنا چاہیے کہ لفظ اقتدار اعلیٰ جبتک کہ وہ صحیح طور سے ان معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جنمیں بعض اوقات 'آسٹن'[1] نے استعمال کیا ہے، تو اس سے مقصود صرف ایک قانونی تصور ہوتا ہے، اور اسکے معنی صرف اس اختیار وضع قانون کے ہوتے ہیں جو کسی قانونی حد سے محدود نہیں ہوتا۔ اگر

70

[1] مقابلہ کرو 'آسٹن' کے 'اصول قانون' کے ساتھ ج ۱، طبع ۴، صفحہ ۲۶۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

لفظ اقتدار اعلیٰ انھیں معنوں میں استعمال کیا جائے تو 'انگلستان' کے دستور کے لحاظ سے اقتدار اعلیٰ سے مراد صرف 'پارلیمنٹ' ہوگی۔ مگر یہ لفظ بعض اوقات بجائے اپنے صحیح قانونی معنوں کے سیاسی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ سیاسی طور سے ملک میں وہ جماعت شاہ یا اعلیٰ ترین قوت ہے جس کی مرضی کی بالآخر تمام باشندگان ملک کو متابعت کرنی پڑتی ہے۔ ان معنوں میں 'انگلستان' کے انتخاب کنندگان کی جماعت، بشمول بادشاہ و امرا، یا زیادہ تر صحت کیساتھ غالباً بغیر امرا کے شمول کے، ایسی جماعت متصور ہوسکتی ہے جس کو اعلیٰ اختیارات حاصل ہیں۔ کیونکہ موجودہ حالات کے لحاظ سے انتخاب کنندگان، اور یقینی طور سے 71
انتخاب کنندگان بشمول امراء بادشاہ کی مرضی ایسی مرضی ہے جو ان تمام معاملات میں جو انگریزی حکومت سے طے ہوتے ہیں، بالآخر سب پر غالب رہتی ہے۔ اسی میں کسی قدر اضافہ کرکے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسوقت دستور کا نظم اسطور پر واقع ہوا ہے کہ انتخاب کنندگان کی مرضی کا باضابطہ اور دستوری ذرائع اور ملک کے قوی ترین اثر کی حیثیت سے، بالآخر سب پر غالب آجانا ایک لازمی اور ضروری امر ہے، مگر یہ ایک سیاسی واقعہ ہے نہ کہ قانونی۔ یہ صحیح ہے کہ انتخاب کنندگان بالآخر اپنی مرضی کی تعمیل کرانے پر قادر ہیں[1] مگر عدالتیں انتخاب کنندگان کی مرضی کا مطلق 72
لحاظ نہیں کرینگی۔ جج عامہ خلائق کی کسی مرضی کو نہیں جانتے بجز اس کے کہ

[1] دستور کی عمل آوری اس امر سے کہ ہمیں سیاسی بادشاہ کی مرضی کو کس حد تک دخل ہے بیحد متاثر ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ہم 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی حکومت اور 'انگلستان' کے دستوروں کا باہم مقابلہ کرسکتے ہیں تینوں ملکوں میں باشندگان ملک، یا زیادہ تر صحت کے ساتھ انتخاب کنندگان سیاسی طور سے بادشاہ ہیں۔ 'امریکہ' کے لوگوں کو متحدہ حکومت کے بدلنے میں بے شمار دقتوں کا سامنا ہے، اور عملی طور سے اسکی رفتار نہایت سست ہے۔ اسمیں زمانہ قیام سے جسے ایک صدی گزری بجز بعد خانہ جنگی کے اور کبھی کوئی بڑی تبدیلی نہیں ہوئی۔ 'سوئٹزرلینڈ' کا دستور بہ نسبت 'امریکہ' کے دستور کے زیادہ تر آسانی کے ساتھ تبدیل ہوجاتا ہے، اور ۱۸۴۸ء سے ابتک اسمیں کئی مرتبہ اہم تبدیلیاں ہوچکی ہیں۔ اگرچہ ایک نقطۂ نظر سے موجودہ دستور جسکی ۱۸۷۴ء میں نظر ثانی ہوئی تھی جدید دستور کہا جاسکتا ہے مگر اصولی طور سے وہ ۱۸۴۸ء کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

اس مرضی کا اظہار پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ سے ہوا ہو، اور نہ کسی قانون کے جواز کے متعلق یہ عذر سماعت کرینگے کہ وہ انتخاب کنندگان کی مرضی کے خلاف نافذ ہوا یا بحال رکھا گیا۔ ہمیں کسی کلام کی گنجایش نہیں کہ لفظ 'شاہی' کے سیاسی معنی اسیقدر اہم ہیں جسقدر قانونی معنی، بلکہ اس سے بھی کسیقدر زیادہ؛ لیکن دونوں مفہوم، باوجود باہم قریبی تعلق رکھنے کے ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔ 'آسٹن' نے اپنی کتاب کے بعض حصوں میں بظاہر ایک مفہوم کو دوسرے مفہوم کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

"ان بعض مصنفین کے الفاظ بدل کر جنہوں نے 'انگلستان' کے دستور سے بحث کی ہے میں عام طور سے یہ فرض کرتا ہوں کہ موجودہ پارلیمنٹ، یا پارلیمنٹ وقت کو اعلیٰ اقتدار حاصل ہیں، یا عام طور سے یہ فرض کرتا ہوں کہ بادشاہ اور امرا، دارالعوام کے ارکان کے ساتھ، ایک ایسی تثلیثی جماعت قائم کرتے ہیں جس کو اقتدار اعلیٰ یا اعلیٰ ترین قوت حاصل ہے۔ لیکن اگر محتاط طریقہ سے کہا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ دارالعوام کے ارکان صرف ان لوگوں کے امین ہیں جنہوں نے انکو منتخب اور مقرر کیا ہے، اور اس لحاظ سے اقتدار اعلیٰ ہمیشہ بادشاہ، امرا اور دارالعوام کے ارکان کے منتخب کرنیوالوں کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ منتخب کنندگان کا ایک امانت سپرد کرنا اور ایک نمایندہ جماعت کا اس امانت کے فرائض کو ادا کرنے پر آمادہ ہو جانا، تفویض اور نمائندگی کے لازم ملزوم اصطلاحات سے ظاہر ہے۔ یہ فرض کرنا مہمل اور لغو ہوگا کہ تفویض سے نمایندہ جماعت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - دستور سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ بحالت موجودہ 'انگلستان' کے باشندے اپنے دستور کے ہر جز کو نہایت آسانی کے ساتھ تبدیل کر سکتے ہیں۔ اصولاً پارلیمنٹ کی کارروائی کو روکنے والا کوئی امر نہیں ہے" اور یہ قیاس قائم کیا جا سکتا ہے کہ وہ عملاً ہر تبدیلی پر خواہ وہ کیسی ہی اہم کیوں نہو، بلا تامل قادر ہے بشرطیکہ اسے ایک دارالعوام نے پسند کیا ہو اور اس پارلیمنٹ کے برخاست ہو جانیکے بعد جدید منتخبہ ایوان اسکی تائید میں ہو۔ اسطور سے یہ بظاہر غلط اور غیر محتاط بیان کہ 'انگلستان کی حکومت' امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' سے زیادہ تر عمومی ہے ایک درجہ تک صداقت رکھتا ہے۔ 'انگلستان' کے انتخاب کنندگان کی جماعت کثیر کی فوری خواہشیں جس عجلت کے ساتھ قانونی شکل اختیار کر سکتی ہیں وہ 'امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' کے انتخاب کنندگان کی کثیر جماعت کو میسر نہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ان مقاصد کی جنکے واسطے اسکا تقرر ہوا ہے خلاف ورزی کرے یا انکو نظر انداز کر دے، مثلاً یہ فرض نہیں کیا جا سکتا کہ عساکر خلایق اپنے نمایندگان پارلیمنٹ کو یہ اختیار دے کہ وہ اس حصہ کو جو اسے شاہی حق میں حاصل ہے بادشاہ اور امرا کے حوالے کر دے۔[1]" 73

"آسٹن" خود اس بات کے مقر ہیں کہ انہوں نے جو اصول یہاں بیان کیا ہے وہ ان مصنفین کے الفاظ سے مطابق نہیں ہوتا جنہوں نے "انگلستان" کے دستور سے بحث کی ہے۔ علاوہ اسکے وہ ہفت سالہ ایکٹ کی صحت سے بھی بالکل غیر مطابق ہے۔ اس سے زیادہ کوئی امر یقینی نہیں ہو سکتا کہ "انگلستان" کے کسی جج نے آج تک نہ یہ تسلیم کیا ہے اور نہ موجودہ دستور کی موجودگی میں تسلیم کر سکتا ہے کہ پارلیمنٹ کسی مفہوم میں بھی انتخاب کنندگان کی "امین" ہے۔[2] اس فرضی "امانت" کا عدالتوں کو مطلق علم نہیں حقیقت یہ ہے کہ قانونی طور سے پارلیمنٹ ہی ملک کی شاہی طاقت ہے اور "آسٹن" کا وہ مفروضہ جس کو انہوں نے نادرست قرار دیا ہے، وہی ایک قانونی واقعہ کا صحیح بیان ہے اور اسی پر ہمارے تمام قانون اور وضع قانون کا نظام قائم ہے۔ اسکی صحت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سیاسی نقطۂ نظر سے انتخاب کنندگان نہ صرف اقتدار اعلیٰ کے جز اعظم ہیں بلکہ خود اقتدار اعلیٰ کے حامل کہے جا سکتے ہیں، کیونکہ موجودہ دستور کی رو سے بالآخر انکی رائے کا اتباع لازم قرار پاتا ہے۔ اسلئے "آسٹن" کے الفاظ "سیاسی" بادشاہی کے متعلق ایسے ہی غلط ہیں جیسے وہ اس شاہی کے متعلق ہیں جس کو ہم "قانونی شاہی" کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ انتخاب کنندگان سیاسی اقتدار اعلیٰ کے ایک جزو اور ممتاز جز ہیں، مگر قانونی اقتدار اعلیٰ سوائے پارلیمنٹ کے اور کسی کو حاصل نہیں، اور یہی تمام مستند دستوری مصنفین کی رائے ہے۔

---

[1] "آسٹن" کا اصول قانون، ج ۱ طبع چہارم صفحہ ۲۵۲۔

[2] "آسٹن" اسکو تسلیم کرتے ہیں مگر یہ اقرار اس دعوے کا قطعی سبطل ہے کہ پارلیمنٹ پورے طور سے اقتدار اعلیٰ نہیں رکھتی دیکھو "آسٹن" کا اصول قانون، ج ۱ طبع چہارم صفحات ۲۵۱-۲۵۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

74

قیاس یہ ہے کہ جو غلطی (ایک مقنن کے نقطۂ نظر سے) 'آسٹن' نے کی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا جیسا کہ ایسے ہر شخص کو نظر آئیگا جو الفاظ کی غلامانہ پیروی نہیں کریگا کہ پارلیمنٹ (جیسا کہ قبل ازیں بتایا جا چکا ہے[1]) قادر مطلق نہیں ہے، بلکہ اسکے اقتدار عملاً مختلف طریقہ سے محدود ہیں۔ اور ان حدود کو آسٹن نے یہ کہہ کر ظاہر کیا ہے کہ دارالعوام کے ارکان انتخاب کنندگان کے امین ہیں، یہ طریقہ اظہار مقصد کیلئے مطلق مفید اور کارآمد نہیں ہے یہاں ایک دوسری مشکل پیش آجاتی ہے یعنی یہ کہ پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے ساتھ اسکے اقتدار کو عملی طور سے محدود قرار دینا۔

عملی طور سے حدود کا قائم ہونا اقتدار اعلیٰ کے مخالف نہیں ہے۔

پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے حقیقی حدود۔ ایک بادشاہ اور خصوصاً ایک پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ کام میں لانا حقیقی طور سے دو حدوں سے گھرا ہوا اور محدود ہے۔ انمیں سے ایک حد بیرونی اور دوسری اندرونی ہے۔

بیرونی حد۔

ایک بادشاہ کے حقیقی اقتدار کی بیرونی حد وہ غالب قیاس یا یقین ہے جسکی بنا پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسکی رعایا یا اسکا سواد اعظم اسکے قانون کو تسلیم نہ کریگا، یا اسکی تعمیل نہ ہونے دیگا۔

یہ حدان مقامات میں بھی پائی جاتی ہے جہاں بادشاہ حد سے زیادہ مطلق العنان ہوتا ہے۔ 'روما' کا ایک شہنشاہ، یا اٹھارہویں صدی کے وسط کا ایک فرانسیسی بادشاہ (زمانہ حال کے زار روس کی طرح) فی الحقیقت قانونی اصطلاح کے مفہوم میں 'بادشاہ' تھا۔ اسے وضع قانون کا کلی اختیار تھا اور جو قانون وہ وضع کردے اسکی پابندی لازم تھی، اور سلطنت یا ملک میں کوئی قوت ایسی نہ تھی جو اسکے بنائے ہوئے قانون کو منسوخ کرسکے۔ یہ کہنا بھی شاید غلط نہ ہو (اگرچہ ہم اس موقع پر لفظ 'شاہی' کے قانونی مفہوم کو چھوڑ کر اس کے سیاسی مفہوم کی طرف چلے جاتے ہیں) کہ ایک مطلق العنان بادشاہ کی مرضی

75 کی رعایا کا بڑا حصہ عام طور سے تعمیل کرتا ہے، مگر یہ فرض کرلینا غلط ہوگا کہ

[1] دیکھو صفحہ 69 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

دنیا کا بڑے سے بڑا مطلق العنان بادشاہ بھی اسپر قادر تھا کہ وہ جو قانون چاہے وضع کرے یا جس کو چاہے بدل دے۔ جن امور کی طرف عرصہ ہوا کہ 'ہیوم' نے توجہ دلائی تھی، ان سے اس نتیجہ کا مستخرج ہونا لابد ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ قوت ایک معنی میں محکوم کے ہاتھ میں رہتی ہے اور اسطور سے حکام کو ہمیشہ ایک لحاظ سے (عام) رائے پر منحصر رہنا پڑتا ہے انکا قول ہے کہ:-

"جو لوگ انسانی معاملات پر فلسفیانہ طریقہ سے نظر ڈالتے ہیں ان کو کوئی امر اس سے زیادہ تعجب انگیز نہیں نظر آتا کہ تھوڑے سے آدمی کثیر جماعت پر کس آسانی کے ساتھ حکمرانی کرتے ہیں، اور محکوم کس خاموشی اور اطاعت گزاری کے ساتھ اپنے وجدان اور جذبات کو اپنے حکام کے وجدان اور جذبات پر قربان کر دیتے ہیں۔ جب ہم اسپر غور کرینگے کہ یہ عجیب عمل کسطرح ہوتا ہے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ قوت ہمیشہ محکوم جماعت کے ہاتھ میں رہتی ہے، اور حکام کی تائید میں بجز رائے کے اور کچھ نہیں ہوتا؛ اسلئے صرف راے ہی پر تمام حکومت کی بنیاد ہے، اور یہ اصول بڑی سے بڑی مطلق العنان، اور فوجی حکومتوں پر بھی اسیطرح حاوی ہے جس طرح بڑی سے بڑی آزاد اور عمومی حکومتوں پر صادق آتا ہے۔ ممکن ہے کہ 'مصر' کا بادشاہ یا 'روما' کا شہنشاہ اپنی بے زبان رعایا کو انکے وجدان اور مرضی کے خلاف جانوروں کیطرح ہانک دے، مگر کم از کم اپنے مملوک یا 'پرٹیروں' کے دستوں کو انکی رائے کیساتھ انسانوں کے طور سے میدان جنگ میں لانا پڑے گا[1]۔"

اقتدار اعلیٰ کے استعمال میں بیرونی حدود کی مثالیں۔

پس ایک مطلق العنان بادشاہ کا اقتدار بھی اسکی رعایا یا رعایا کے ایک جز کی آمادگی قبولیت احکام پر منحصر ہے، اور اس آمادگی قبولیت احکام کی بھی ایک حد ہے، جیسا کہ مشہور تاریخی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ 'روما' کے ابتدائی قیصروں میں کوئی شخص اسکی جرات نہ کر سکتا تھا کہ وہ 'رومی' دنیا کی عبادات یا اسکے اہم ادارات کو موقوف کر دے؛ قسطنطین نے جو مذہبی انقلاب کیا اسکی کامیابی کیوجہ یہ تھی کہ اس کی رعایا کے بڑے حصے کی ہمدردی اسکے

76

[1] 'ہیوم' کے خطبات جلد اول (طبع ۱۸۷۵ء) صفحات ۱۰۹ و ۱۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتھ تھی۔ سلطان (روم) اسپر قادر نہیں ہیں کہ دین اسلام کو منسوخ کر دیں۔ لوئی چہاردہم، اپنے عروج اقتدار کے زمانہ میں 'نانٹیز' کے اعلان کو تو منسوخ کر سکا لیکن اگر وہ مذہب پروٹسٹنٹ کی فوقیت قائم کرنا چاہتا تو کامیاب نہیں ہو سکتا تھا، اور اس کی وجہ وہی ہوتی جس نے جیمس ثانی کو مذہب کیتھولک کی فوقیت نہ قائم کرنے دی۔ (انہیں سے) ایک بادشاہ صحیح معنوں میں مطلق العنان تھا، اور دوسرا اسقدر با اقتدار تھا جیسا کہ انگلستان کا کوئی بادشاہ ہو سکتا ہے؛ لیکن ہر ایک کی قوت، اس یقین کی وجہ سے کہ عامہ خلایق اسکا اتباع نہ کریگی، یا اسکی تعمیل میں مزاحم ہوگی، محدود ہو گئی تھی۔ رعایا کا اتباع کے لئے آمادہ ہونا اہم معاملات ہی میں نہیں بلکہ خفیف معاملات میں بھی ہوتا ہے۔ 'فرانس' کی قومی مجلس ۱۷۸۹ء میں یقینی طور سے 'فرانس' میں اقتدار اعلیٰ رکھتی تھی، اور کہا جاتا ہے کہ اس کے اکثر ارکان اعادہ حکومت شاہی کے طرفدار تھے، مگر اسپر آمادہ نہ تھے کہ سفید جھنڈا دوبارہ قائم کیا جائے۔ (خیال یہ تھا) کہ فوج جو ممکن تھا کہ خاندان بوربن، کے اعادہ پر راضی ہو جائے کبھی اسپر رضامند نہ ہوگی کہ وہ ایسے نشان کو دوبارہ قائم ہوتے ہوئے دیکھے جو انقلاب کی مخالفت میں قائم کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو فرانسیسی بندوقیں خود بخود چلنے لگتیں، قانونی بادشاہی کے استحال میں جو حدود اور قیود عاید ہوتے ہیں وہ اس موقع پر صاف طور سے پیش نظر ہو جاتے ہیں، اور جو کچھ ایک مطلق العنان بادشاہ، یا باضابطہ قومی مجلس کے اقتدار پر صادق آتا ہے وہی درحقیقت پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ پر بھی صادق آتا ہے؛ یعنی وہ ہر طرف سے عامہ خلائق کے امکانی اختلاف سے گھری ہوئی ہے۔ پارلیمنٹ قانونی طور سے مجاز ہے کہ وہ 'اسکاٹ لینڈ' میں 'اپیسکوپل کلیسا' قائم کرے۔ نوآبادیوں پر ٹکس لگائے، تخت نشینی کے سلسلے کو بدل دے، شاہی حکومت کو توڑ دے، مگر ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا کے موجودہ حالات میں انگلستان کی پارلیمنٹ انمیں سے کوئی امر بھی نہ کرے گی۔ انمیں سے کسی امر کے متعلق کوئی قانون وضع کرنا، گو کہ وہ جایز ہو، مگر ایک عالمگیر اختلاف کی بنا پر فی الحقیقت پارلیمنٹ کے حیطہ اقتدار

77

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

سے باہر ہے۔ اس کے علاوہ بعض کارروائیاں ایسی ہیں جو پارلیمنٹ ایک زمانہ میں کامیابی کے ساتھ کرچکی ہے مگر زمانہ حال کی پارلیمنٹ انکے اعادہ کی جرأت نہیں کرسکتی۔ اس زمانہ میں پارلیمنٹ موجودہ دارالعوام کے قیام کی مدت میں قانون کے ذریعہ سے اضافہ نہ کریگی اور نہ بغیر سخت تردد اور تامل کے پارلیمنٹ کے ارکان کے انتخاب کنندگان کی کثیر جماعت کو انکے حق انتخاب سے محروم کریگی؛ اور نہ عام طور سے وضع قوانین کی راہ میں بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے قدم ڈالے گی۔ جو لوگ ایمانداری کے ساتھ مذہب رومن کیتھولک کو آزاد کردینے کا الزام عاید کرتے اور آئرلینڈ کے کلیسا کے اخراج کو روتے ہیں وہ بھولے سے بھی اسکا خیال نہیں کرتے کہ پارلیمنٹ ۱۸۲۹ء یا ۱۸۶۹ء کے قوانین بھی منسوخ کرسکتی تھی۔ منجملہ بیسیوں مثالوں کے یہ چند مثالیں اس ثبوت کیلئے کافی ہیں کہ پارلیمنٹ کا اصولی غیر محدود اقتدار اعلیٰ عمل میں آکر کسطرح بیرونی حدود سے محدود ہوجاتا ہے۔

اندرونی حدود کی مثالیں۔

اقتدار اعلیٰ کی عمل آوری میں اندرونی حدود خود اقتدار اعلیٰ کی نوعیت کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں۔ ایک مطلق العنان بادشاہ بھی اپنے اقتدار اپنی عادات اور اطوار کے مطابق استعمال کرتا ہے اور اسکے عادات اور اطوار ان حالات سے پیدا اور قائم ہوتے ہیں جنمیں وہ رہتا ہے اسی کے تحت میں اس زمانہ اور اس معاشرت کے اخلاقی خیالات آجاتے ہیں جنمیں وہ رہتا ہے۔ سلطان (ٹرکی) اگر یہ چاہیں بھی کہ دین اسلام بدلدیں تب بھی وہ نہیں بدل سکتے؛ اگر وہ بدلنے پر قادر بھی ہوں تو یہ امر بالکل خلاف قیاس ہے کہ ایک خلیفۂ مسلمین خود دین اسلام کو منسوخ کرنا چاہیگا، سلطان کے اقتدار کے استعمال میں اندرونی حد بھی بیرونی حد کی طرح قوی ہے بعض اوقات لوگ یہ مہمل سوال کرتے ہیں کہ "پوپ فلاں اصلاح کیوں نہیں کرتے؟ اسکا صحیح جواب یہ ہے کہ جس قسم کے لوگ نہیں ہے "پوپ" کا انتخاب کیا جاتا ہے، وہ انقلاب پسند نہیں ہوتے، اور جو شخص "پوپ" منتخب ہوتا ہے وہ انقلاب پسند ہونا نہیں چاہتا۔ لوئی چہاردہم بقیاس غالب پروٹسٹنٹ مذہب کو فرانس،

78

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

ہیں قومی مذہب نہیں قرار دے سکتا تھا، ایسی حالت میں اس کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ پروٹسٹنٹ مذہب کے مطابق اصلاح کرنے کے لئے کوشاں تھا، اس کہنے کے مساوی ہے کہ وہ ایک عظیم الشان بادشاہ نہ تھا۔ یہاں بھی اندرونی حد بیرونی حد کے ساتھ ملکر کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ میں بھی اندرونی حد کا ویسا ہی اثر ہے جیسا کہ بیرونی حد کا، بلکہ کسی قدر اس سے بھی زیادہ۔ پارلیمنٹ نوآبادیوں پر براہ دور اندیشی ٹیکس عائد نہیں کر سکتی، ایسی حالت میں مطلق یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ زمانۂ حال کی کوئی پارلیمنٹ، باوجود اٹھارہویں صدی کی تاریخ سے واقف ہونیکے نوآبادیوں پر ٹیکس لگانا چاہے گی۔ شاہی اقتدار وضع قانون پر اندرونی اور بیرونی حدود کا جو مجموعی اثر ہے وہ لزلے اسٹیفن کی کتاب 'فن اخلاق' میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کتاب مذکور کی فصل متعلقہ 'قانون و رواج' کے ایک فقرہ میں واضعان قانون کی اصولی قادر المطلقی پر حدود بلحاظ نوعیت اشیا عاید ہوتے ہیں وہ بمثیل طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔

"مقننین کا رجحان یہی ہے کہ وہ واضعان قانون کو قادر مطلق قرار دیں، کیونکہ وہ انکے فیصلوں سے تجاوز کرنا نہیں چاہتے۔ واضعان قانون اس لحاظ سے ضرور قادر مطلق ہیں کہ وہ جو قانون چاہیں وضع کر سکتے ہیں مگر اسی حد تک کہ قانون سے وہی قواعد مراد لئے جائیں جن کو واضعان قانون نے وضع کیا ہے لیکن بحیثیت نقطۂ نظر سے واضعان قانون کے اقتدار سختی کیساتھ محدود ہیں۔ یہ کہنا درست ہے کہ انپر اندرونی اور بیرونی قیود عاید ہوتے ہیں، اندرونی اسطور سے کہ واضعان قانون ایک معاشرتی حالت کا ثمرہ ہیں، اور وہی صورت اختیار کرتے ہیں جو معاشرت اختیار کراتی ہے، بیرونی اسطور سے کہ قوانین عاید کرنیکی طاقت اطاعت کی فطری قابلیت پر منحصر ہے اور وہ خود محدود ہے۔ اگر واضعان قانون یہ فیصلہ کردیں کہ تمام ایسے بچے جنکی آنکھیں نیلگوں ہوں خارج کر دیئے جائیں، تو ایسے بچوں کو محفوظ رکھنا خلاف قانون ہوگا، لیکن واضعان قانون بغیر اسکے کہ وہ مجنون ہو جائیں ایسا قانون نافذ نہیں کر سکتے اور نہ رعایا جبتک کہ وہ لایعقل نہ ہو جائے، اسکی تعمیل کر سکتی ہے"[1]

79

[1] لزلے اسٹیفن کی کتاب 'فن اخلاق' صفحہ ۱۴۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جز اول

حدود کا باہم مطابق ہونا لازم نہیں ہے۔

اگرچہ اقتدار اعلیٰ اندرونی اور بیرونی حدود سے گھرا ہوا ہے، اگر کوئی حد بھی قطعی طور سے مصرح اور صاف نہیں ہے، اور نہ انکا ایک دوسرے سے مطابق ہونا ضرور ہے۔ ایک بادشاہ بہت سی چیزیں کرنا چاہتا ہے مگر بعض انمیں سے ایسی ہوتی ہیں جن کو وہ کر ہی نہیں سکتا، اور بعض ایسی ہوتی ہیں جن کے کرنے میں اختلاف کا سخت اندیشہ ہوتا ہے، اسلئے مختلف لحاظ سے اس صحیح نقطہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے جہاں سے بیرونی حد کا عمل شروع ہو جاتا ہے، مقصد یہ ہے کہ اس حد کا کامل یقین کے ساتھ کبھی تعین نہیں ہو سکتا جہاں پہنچکر رعایا ایک ایسے حکمراں کے احکام کی تعمیل سے سرتابی کرنے لگتی ہے جسکی وہ عام طور سے فرمانبردار تھی۔ مقتدر پارلیمنٹ کا 'اسکاٹلینڈ' کی قانونی عدالتوں کو برخاست کر دینا، اور 'اسکاٹ لینڈ' کے قوانین کو 'انگلستان' کے قوانین میں ضم کر دینا یقیناً ایک ناعاقبت اندیشی کا عمل ہوگا، لیکن کوئی شخص یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس تبدیلی کی کس حد پر پہنچکر باشندگان 'اسکاٹلینڈ' کا اختلاف خوفناک صورت اختیار کریگا۔ جو لڑائی باہم ریاستہائے 'امریکہ' میں علیحدگی کو روکنے کے لئے ہوئی اس سے قبل سے ریاستہائے متفقہ کی شاہی قوت اس قابل نہ تھی کہ وہ بغیر خانہ جنگی برپا کئے غلامی کو موقوف کر سکتی لیکن لڑائی کے بعد اس نے حقیقی اختلاف پیدا کئے بغیر غلامی کو موقوف اور حبشیوں کو حق انتخاب دیدیا۔ 80

نیابتی حکومت اندرونی اور بیرونی حدود میں انطباق پیدا کر دیتی ہے

اقتدار اعلیٰ کے اندرونی اور بیرونی حدود کے تعلقات میں نیابتی حکومت کی ایک خاص حیثیت ہے۔ یعنی یہ کہ اس قسم کی حکومت کا منشا اور اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک قسم کا انطباق پیدا کر دے یا اس سے کم از کم اقتدار اعلیٰ کے استعمال کے اندرونی اور بیرونی حدود کے اختلاف میں تخفیف ہو جائے۔ ممکن ہے کہ 'فریڈرک اعظم' ایسی تبدیلیاں اور اصلاحات کرنا چاہتا تھا، یا اس نے فی الحقیقت کیں جو اسکی رعایا کی مرضی کے خلاف تھیں، اور 'لوئی نپولین' نے یقیناً آزاد تجارت کے متعلق ایک ایسی حکمت عملی اختیار کی جسکی تائید کوئی ایسی مجلس نہیں کر سکتی تھی جو صریح طور سے باشندگان فرانس کی رائے کی نمائندہ ہوتی۔ ان دونوں صورتوں میں کوئی بادشاہ بھی اپنی شاہی قوت کی بیرونی حد تک نہیں پہنچا،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل اول

اگرچہ بآسانی یہ اتفاق ہوسکتا تھا کہ وہ اس حد تک پہنچ جائے اور اسطور سے اسکی رعایا سخت اختلاف اور مقابلہ کیلئے اُٹھ کھڑی ہو۔ مختصر یہ ہے کہ یہاں اندرونی اور بیرونی روک تھام میں اختلاف کی کافی گنجایش تھی۔ اسی قسم کی تفریق، یا یوں کہو کہ اقتدار اعلیٰ یا بادشاہ (جو اس زمانہ میں اقتدار اعلیٰ کا جز اعظم تھا) اور رعایا کی مستقل خواہشات میں اختلاف انگلستان کے اس تمام زمانہ میں نظر آتا ہے جو جیمس اول کی تخت نشینی سے شروع ہوکر ۱۶۸۸ء کے انقلاب پر ختم ہوتا ہے۔ اس اختلاف کا چارہ کار یہ قرار دیا گیا کہ تمام اختیارات بادشاہ سے لیکر پارلیمنٹ کے سپرد کر دیئے جائیں اور تخت پر ایسے بادشاہ بٹھائے جائیں جو اپنی حالت کے لحاظ سے اسپر آمادہ ہوں کہ اپنی خواہشات کو قوم کی ان خواہشات کے ساتھ مطابق رکھ سکیں جنکا اظہار دارالعوام کے ذریعہ سے کیا جائے۔ اسطور سے ایک حقیقی نیابتی حکومت قائم کرکے بادشاہ اور رعایا کی خواہشات کا اختلاف رفع کر دیا گیا۔ جن ممالک میں پارلیمنٹ پورے طور سے رعایا کی نمایندگی کرتی ہے وہاں اقتدار اعلیٰ کے استعمال کے اندرونی اور بیرونی حدود کا اختلاف مشکل پیدا ہوتا ہے اور اگر کبھی پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بعجلت تمام ختم ہو جاتا ہے۔ سرسری طور سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ پارلیمنٹ کے نیابتی حصہ کی مستقل خواہشات کا بالآخر انگلستان کے باشندوں، یا کم از کم انتخاب کنندگان کی خواہشات سے مختلف رہنا دشوار ہے اور دارالعوام کے بیشتر حصہ کی جو رائے ہوتی ہے وہی انگلستان کے باشندوں کی جماعت کثیر کی خواہش ہوتی ہے۔ پس بادشاہ اور رعایا کی خواہشات میں رفع اختلاف کا ذریعہ اور یقینی ذریعہ صرف با اصول نیابتی حکومت ہے۔ ہمارے موجودہ مقصد کے لئے یہ طے کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ نتیجہ اچھا ہے یا برا۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک روشن خیال بادشاہ نے اپنی رعایا کی خواہش سے پہلے اصلاحی عمل شروع کر دیا ہے، یہ زیادہ تر مقتدر بادشاہوں اور کمتر مقتدر پارلیمنٹوں سے ظہور میں آیا ہے، لیکن جس بادشاہ یا پارلیمنٹ نے ایسا کیا وہ فی الحقیقت اپنی رعایا کی نمایندہ نہیں

81

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

ہوسکتی ہے یہاں ہم کو جس امر پر زور دینا ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ نیابتی حکومت کا اہم خاصہ یہ ہے کہ وہ بادشاہ اور رعایا کی خواہشات میں انطباق پیدا کردے یعنی اقتدار اعلیٰ کے استعمال کی دونوں حدوں کو پوری طرح سے باہم منطبق کردے۔ یہ تمام نیابتی حکومتوں پر صادق آتا ہے اور اسیطرح 'انگلستان' کے دارالعوام سے مخصوص صحت کے ساتھ متعلق ہے۔

82 برک کا قول ہے کہ "ابتدا میں یہ سمجھا گیا تھا کہ دارالعوام ملک کی قایم اور موجود حکومت کا کوئی جز نہیں ہے؛ بلکہ ایک قسم کی نگرانی ہے جو دفعتہً لوگوں کی طرف سے قایم کردیگئی ہے اور جو اسی عجلت کے ساتھ اس جماعت میں ضم ہوجائیگی جہاں سے وہ نمودار ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے حکومت کے اعلیٰ مرتبہ میں اسکی وہی حیثیت ہے جو حکومت کے ادنیٰ مرتبہ میں جوریوں کی ہوتی ہے۔ چونکہ مجسٹریٹ کی حیثیت عارضی اور رعایا کی حیثیت مستقل ہوتی ہے اسلئے یہ امید کی گئی تھی کہ تمام مباحث میں جو نہ صرف رعایا اور بادشاہ کے موجودہ اقتدار بلکہ رعایا اور خود دارالعوام کے عارضی اقتدار میں پیش آئیں گے انمیں موخرالذکر حیثیت ہی کو غلبہ رہیگا۔ دارالعوام کی نسبت یہ امید تھی کہ وہ رعایا اور حکومت میں ایک درمیانی حیثیت رکھنے کیوجہ سے رعایا کے ہر متعلقہ معاملہ میں اسکے مقاصد کو زیادہ تر نرمی اور احتیاط کے ساتھ پیش نظر رکھے گا، جسکی امید واضعان قانون کے اس حصہ سے نہیں کیجاسکتی تھی جو زیادہ تر مستقل اور انسے بعید تر تھا"

"زمانہ اور کاروباری ضرورتیں خواہ کسی قسم کی تبدیلیاں کردیں مگر یہ حیثیت صرف اسی طرح قایم رہ سکتی ہے کہ دارالعوام کے سینہ پر عام رعایا کی حقیقی خواہشوں کی پابندی کا تمغا لگا رہے۔ منجملہ دوسری عام آفات کے یہ آفت زیادہ تر فطری اور قابل برداشت ہوگی کہ دارالعوام عامہ رعایا کی ہر جنونی وہا سے متاثر ہوتا رہے کیونکہ اس سے انتخاب کنندگاں کے ساتھ شرکت خون اور فطری ہمدردی کا پتا چلتا رہے گا، بہ نسبت اسکے کہ وہ تمام معاملات میں ان لوگوں کے احساس

لہ مقابلہ کرو انگلستان میں قانون ورائے، صفحہ ۴ و ۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور رائے سے بالکل غیر متاثر اور بے تعلق رہے جو دارالعوام کے باہر ہیں۔
اگر اس قسم کی ہمدردی نہ ہوگی تو دارالعوام دارالعوام نہ رہے گا"[1]

[1] 'برک' کی تصنیفات جلد (۲) طبع ۱۸۰۶ء صفحات ۲۸۷ و ۲۸۸۔ نیز دیکھو بضمن مقتدر پارلیمنٹ ضمیمہ نوٹ (۳)، وہ فرق جو حکام پارلیمنٹ اور حکام غیر پارلیمنٹ میں قائم کیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

فصل دوم

83

پارلیمنٹ اور غیر مقتدر قانون ساز جماعتیں

مقصد فصل ہذا

میں گزشتہ فصل میں پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ سے بحث کر چکا ہوں۔ اس فصل میں میں اس اقتدار اعلیٰ کی خصوصیات کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اس مقصد کیلئے میں 'انگلستان' کی سی ایک مقتدر پارلیمنٹ کی اہم خصوصیات کا مقابلہ ان خصوصیات کے ساتھ کرونگا جو وضع قانون کی غیر مقتدر مجالس میں پائی جاتی ہیں

پارلیمنٹ کے اقتدارات اعلیٰ۔

الف مقتدر پارلیمنٹ کی خصوصیات۔ مقتدر پارلیمنٹ کی خصوصیات کا پتا خود اس کے نام سے چلتا ہے۔ مگر یہ خصوصیات ایسی ہیں کہ انکی طرف 'انگلستان' کے رہنے والوں کا خیال بہت کم جاتا ہے کیونکہ وہ ایک عرصہ دراز سے مقتدر واضعان قانون کے تحت میں زندگی بسر کرنے کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ نادانستہ طور سے تقریباً یہ سمجھنے لگے ہیں کہ واضعان قانون کی ہر مجلس مقتدر اور اعلیٰ ہے اور اس لحاظ سے ایک اعلیٰ مجلس کی ان خصوصیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو غیر مقتدر واضعان قانون کی مجلس سے اس کو ممیز کرتی ہیں۔ اس معاملہ میں بیرون ملک کے رہنے والے 'انگلستان' کے رہنے والوں سے زیادہ تر تیز نظر پائے جاتے ہیں۔ 'ڈی لومی' 'بینٹ' اور 'ٹاک ول' کی نظر فوراً پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ پر پڑتی ہے جسے وہ 'انگلستان' کے دستور کی بڑی خصوصیت قرار دیتے ہیں اور اسکے گہرے اثرات ہمارے تمام آئین میں پاتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

84 ٹاک ویل لکھتا ہے کہ "پارلیمنٹ کو مسلم طور سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ دستور کو تبدیل کردے، اور چونکہ اسطور سے ہمیں متواتر تبدیلیوں کی گنجایش ہے اسلئے فی الحقیقت اسکا کوئی وجود ہی نہیں؛ پارلیمنٹ ہی وضع قانون اور وضع دستور کی مجلس (Constituent assembly) ہے"[1]

فقرہ بالا میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ زیادہ تر محتاط طریقہ پر استعمال نہیں ہوئے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ قابل اعتراض قرار پائیں؛ مگر انگلستان کی پارلیمنٹ کو "واضع قانون و واضع دستور" کہنے سے ایک ایسا آسان ضابطہ اس واقعہ کے اظہار کیلئے ہاتھ آجاتا ہے کہ پارلیمنٹ ہر ایک قانون کو بدلدینے کی مجاز ہے۔ واضع قانون ہونے کی حیثیت سے وہ معمولی قوانین بنا سکتی ہے، اور واضع دستور ہونے کی حیثیت سے وہ ایسے قوانین بنا سکتی ہے جو دستور کی بنیاد بدل سکتے ہیں۔ جو نتائج اس واقعہ سے پیدا ہوتے ہیں وہ تین عنوانوں کے تحت میں منضبط کئے جاسکتے ہیں۔

اول۔ کوئی قانون ایسا نہیں ہے جو پارلیمنٹ نہ تبدیل کرسکتی ہو، یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ ہمارے دستور کے لحاظ سے، اصولی یا وہ قوانین جو دستوری قوانین کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں، اسی مجلس سے اور اسیطرح تبدیل ہوسکتے ہیں جسطرح دوسرے قوانین بدلے جاسکتے ہیں، یعنی انھیں پارلیمنٹ واضعان قانون کی معمولی حیثیت سے تبدیل کرنے کی مجاز ہے۔

مسودہ قانون بغرض اصلاح دارالعوام، قانون بغرض شکست دارالامرا، قانون بغرض عطائے میونسپلٹی شہر لندن، قانون ان نکاحوں کو جائز قرار دینے کیلئے جو ایسے جعلی پادری پڑھائیں جن کی نسبت بعد انعقاد نکاح ثابت ہو کہ وہ پادری نہ تھے، یہ سب قوانین ایسے ہیں جنہیں پارلیمنٹ نافذ کرسکتی مجاز ہے، اور سب بعینہ ایک ہی طرح نافذ ہوسکتے ہیں۔ نفاذ کے بعد قانونی نقطۂ نظر سے انمیں سے

85 کسی ایک کو بلحاظ وقعت یا استقلال کے دوسرے پر کوئی ترجیح نہ ہوگی کیونکہ انمیں سے

---

[1] ٹاک ویل، ج ۱ (ترجمہ) صفحہ ۹۶ کلیات ج ۱ صفحہ ۱۶۶ و ۱۶۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

ہر ایک سوائے پارلیمنٹ کے ایکٹ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اسکو پارلیمنٹ اسطرح منسوخ کر سکتی ہے جسطرح اس نے نافذ کیا تھا، کوئی اور قوت ایسی نہیں ہے جو پارلیمنٹ کے نافذ کردہ قوانین کو منسوخ کر سکے۔

دستوری اور معمولی قوانین میں کوئی فرق نہیں۔

دوم:۔ انگلستان کے دستور کی رو سے غیر اصولی یا غیر دستوری قوانین اور اصولی یا دستوری قوانین میں کوئی بین یا نمایاں فرق نہیں ہے؛ اور اسلئے ایسی مجلس وضع قوانین میں جو معمولی قوانین کو بدل سکتی ہے، اور ایسی مجلس وضع دستور میں جو نہ صرف معمولی بلکہ دستوری اور اصولی قوانین کو بھی بدل سکتی ہے، اظہار فرق کیلئے ممالک غیر کی سیاسی اصطلاحات سے الفاظ عاریت لینے پڑتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ اور غیر مکتوبہ دستور کا باہمی تعلق۔

دستوری اور معمولی قوانین میں کسی فرق کا نہ ہونا، اور "انگلستان" میں کسی مکتوبہ دستوری قانون یا اعلان کا موجود نہ رہنا، دو ایسے امور ہیں جو باہم قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ "ٹاک ویل" دوسرے مصنفین کی طرح بظاہر اس کا قائل ہے کہ "انگلستان" کے دستور کی غیر مکتوبی خصوصیت اسکی جان ہے "چونکہ انگلستان میں کوئی مکتوبی دستور نہیں ہے اسلئے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ "انگلستان" کے دستور میں کوئی ارادی[1] تبدیلی ہوتی ہے"۔ مگر یہاں "ٹاک ویل" اسی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جو اسکی قوم اور خود اسکی غیر معمولی ذہانت کے کمزور پہلو کی خصوصیت ہے۔ اس نے دستور کی شکل کو اسکے حقیقی اوصاف کا سبب قرار دیکر علت اور معلول کے باہمی تعلقات کو الٹ دیا ہے۔ بظاہر اسکا خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ دستور کے قابل تبدیل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی ضبط کتابت میں نہیں آیا، یا اس نے کبھی قانونی شکل نہیں اختیار کی؛ مگر فی الحقیقت یہ کہنا زیادہ تر قرین صحت ہوگا کہ دستور کے کبھی ضبط تحریر یا قانونی شکل میں نہ آنے کی علت یہ ہے کہ اس کا ہر جز پارلیمنٹ کی رائے سے بدلا جا سکتا ہے۔ جب کسی ملک پر ایسے دستور کی رو سے حکومت کیجاتی ہے جسکو بدلنا منظور نہیں ہوتا، یا کم از کم جسکے بدلنے میں مخصوص مشکلیں پیش آتی ہیں، تو دستور مذکور کا ضبط تحریر میں

86

[1] "ٹاک ویل" کلیات ج، ۱ صفحہ ۳۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

آنا، یا یہ اصطلاح 'انگلستان' اسکا بشکل ایکٹ نافذ ہونا ایک ضروری امر ہے؛ اور یہ محتاج بیان نہیں کہ دستور ایسے ہی قوانین کا نام ہے جنمیں عدم تبدیل اور استقلال کی خاصیت کا قایم رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے جن ممالک میں ہر قانون یکساں آسانی یا یکساں مشکلوں کے ساتھ باضابطہ طور سے تبدیل ہوسکتا ہے وہاں دستور کو ضبط تحریر میں لانیکی کوئی قطعی ضرورت نہیں پیدا ہوتی، اور نہ چند مخصوص قوانین کے مجموعہ کو دستوری قوانین ٹھہرانے کی حاجت ہوتی ہے۔ 'انگلستان' میں دستوری قوانین کو دستوری قوانین سے نامزد نہ کرنے اور اکثر حالتوں میں باضابطہ ایکٹوں کی صورت میں نہ لانیکی منجملہ دوسرے وجوہ کے ایک وجہ یہ ہے کہ ہر قانون، خواہ وہ کیسا ہی اہم کیوں نہ ہو ٹھیک اسی طرح تبدیل کیا جاسکتا ہے جسطرح دوسرا قانون تبدیل ہوتا ہے۔ یہ خیال مطلق درست نہیں کہ 'انگلستان' کا تمام دستوری قانون ضبط تحریر میں آکر ایک دستوری مجموعہ کی شکل میں نافذ نہیں ہوسکتا۔ 'بلجیم' کا دستور تقریباً 'انگلستان' کے دستور کی مکتوبہ صورت ہے، پس 'انگلستان' کا دستور، بغیر اسکے کہ اسکی نوعیت میں کوئی فرق آئے، بہت آسانی کے ساتھ پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کی صورت میں لایا جاسکتا ہے بشرطیکہ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کو اس دستوری مجموعہ کی ترمیم اور تنسیخ کا اختیار حاصل رہے، جو 'بلجیم' کی پارلیمنٹ کو حاصل نہیں ہے۔

کسی شخص کو حق نہیں ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے 87 ایکٹ کو باطل قرار دے۔

سوم۔ ممالک محروسہ سرکار انگریزی میں کوئی ایسا شخص، یا ایسی جماعت خواہ وہ انتظامی ہو، یا واضع قانون، یا عدالتی، موجود نہیں ہے جو 'انگلستان' کے کسی مجریہ ایکٹ کو مخالف دستور ہونے، یا کسی دوسری وجہ کی بنا پر باطل (بے اثر) قرار دیسکے؛ اسکی تنسیخ خود پارلیمنٹ ہی کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے۔

پس 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی تین خصوصیات یہ قرار پاتی ہیں:

اول۔ ہر قانون کو، خواہ وہ اصولی ہو یا غیر اصولی اسی آزادی کے ساتھ بدل دینے کا اختیار جسطرح وہ دوسرے قوانین کو بدل سکتی ہے۔

دوسرے۔ دستوری اور دوسرے قوانین میں کسی فرق کا نہونا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

تیسرے۔ کسی قانونی یا کسی دوسری ایسی قوت کا نہ موجود ہونا جو پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کو منسوخ، یا اسکو باطل یا خلاف دستور قرار دیسکے۔

دستور کی لائمت۔

یہ تینوں خصوصیات اس صفت کی مثالیں ہیں جسے میرے دوست مسٹر 'برائس' نے نہایت خوبی کے ساتھ 'انگلستان' کے دستور کی 'لائمٹ'[1] (لوچ) سے موسوم کیا ہے۔ دستور کا ہر جز یکساں آسانی کے ساتھ تکثیر، تقلیل، ترمیم یا تنسیخ قبول کرسکتا ہے۔ وہ موجودہ نظام مملکت میں سب سے زیادہ لائم ہے، اور بلحاظ نوعیت (بقول مسٹر 'برائس') ان 'درشت' دستوروں سے بالکل جدا ہے جنکے تبدیل کرنے کے لئے وضع قانون کے غیر معمولی طرق اختیار کرنے پڑتے ہیں۔

غیر مقتدر واضعان قانون کی جماعتوں کی خصوصیات۔

(ب) غیر مقتدر واضع قوانین جماعتوں کی خصوصیات۔ شاہی واضعان قانون کی جماعت کی خصوصیات سے منفی طریقہ سے ان تمام یا چند خصوصیات کا استنباط ہوسکتا ہے جو غیر شاہی وضع قانون کی جماعتوں میں پائی جاتی ہیں، اور اسلئے انھیں ماتحت وضع قانون کی علامات یا نشانات سے موسوم کرنا ممکن ہے۔

88 مجلس وضع قانون کی ماتحتی کی علامات میں سے پہلی علامت خود مجلس مذکور کی ترکیب کے متعلق ایسے قوانین کی موجودگی ہے جن کا اتباع اسپر لازم ہے اور جن کے بدلنے کی وہ مجاز نہیں ہوسکتی۔ دوسری علامت معمولی اور غیر معمولی قوانین میں بین فرق کا قائم ہوجانا ہے؛ اور سب سے آخر ایسے شخص یا اشخاص کی موجودگی، خواہ وہ قانونی ہوں یا غیر قانونی، جو ایسی مجلس وضع قانون کے نافذ کردہ قوانین کے جواز یا انکے مطابق دستور ہونے یا نہونے کے متعلق تصفیہ کے مجاز ہوں۔

جب کسی مجلس وضع قوانین میں ان ماتحتی کی علامتوں میں سے کوئی علامت پائی جائے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ مقتدر مجلس وضع قانون نہیں ہے۔

'مجلس وضع قوانین' کی اصطلاح کے معنی۔

'مجلس وضع قوانین' کی اصطلاح کے استعمال پر غور کیا جانا ضرور ہے۔ یہ

[1] دیکھو برائس کی کتاب موسومہ 'تاریخ اور اصول قانون کا مطالعہ' مضمون ۳ ــــ 'لائم و درشت دستور'۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

89

اصطلاح یہاں اسطرح استعمال ہوی ہے کہ وہ ایک[1] طرف تو مختلف جماعتوں (کارپوریشن) مثلاً ریلوے کمپنیوں، مدرسوں کی منظم جماعتوں، اور شہر کی کونسلوں وغیرہ پر حاوی ہے، جن کو وضع قانون کے محدود اختیارات حاصل ہیں، مگر وہ عام طور سے واضعان قانون کے نام سے موسوم نہیں کیجاتی ہیں، اور دوسری طرف ایسی

[1] اس شمول پر بہت سے اعتراضات کئے گئے ہیں اور وہ تین نوعیت کے ہیں۔

اول یہ کہا جاتا ہے کہ ایسی اشیا کا، جو باہم بلحاظ اہمیت اور مرتبہ کے اسقدر مختلف ہوں، جیسے بلجیم کی پارلیمنٹ اور انگلستان کے مدرسوں کی منتظم جماعتیں، ایک ہی قسم میں داخل کرنا لغویت سے خالی نہیں۔ یہ اعتراض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ایک قومی مجلس وضع قوانین اور ایک کم درجہ جماعت میں جو اہم فرق ہے اسکو نظر انداز کر دینا ایک مضحکہ خیز امر ہوگا؛ مگر ان جماعتوں میں جو مشترک امور ہیں، انکی طرف توجہ دلانے میں کوئی امر مضحکہ خیز نہیں ہوسکتا صرف دیکھنا یہ رہجاتا ہے کہ بینبہ اشتراک فی الحقیقت موجود ہے یا نہیں۔ اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ جب ایسی دو اشیا میں جو شکل اور رتبہ میں ایک دوسرے سے بعید مختلف ہوتی ہیں کوئی تشابہ ظاہر کیا جاتا ہے تو اسکا فوری نتیجہ مضحک ہوتا ہے، لیکن اس ظاہری نامناسبت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تشابہ مذکور غیر حقیقی یا ناقابل لحاظ ہے۔ ایک انسان ایک چوہے سے مختلف ہے، لیکن اس کی وجہ سے نہ اس مقولہ کی صحت میں کوئی فرق آتا ہے، اور نہ یہ امر قابل لحاظ قرار پاتا ہے کہ چوہا اور آدمی دونوں ریڑھ دار جانور ہیں۔

دوسرے یہ کہا جاتا ہے کہ انگلستان کی ایک جماعت (کارپوریشن) کا اقتدار حد معقولیت تک کام میں لایا جاسکتا ہے، اگر وہ حد معقولیت سے متجاوز ہو جائے تو ناجائز ہے، مگر ان قوانین کی، جو مثلاً انگلستان کی نوآبادیاں وضع کرتی ہیں، یہ حالت نہیں ہے۔

اس اعتراض کے کئی جواب ہوسکتے ہیں: یہ تمام صورتوں میں صحیح نہیں کہ جماعتیں جو قواعد وضع کرتی ہیں وہ اگر معقول نہیں ہوتے تو ناجائز قرار پاتے ہیں۔ بحث کے لئے ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ قواعد بنانے میں اس شرط کا، جس کا لحاظ عام طور سے یقیناً رکھا جاتا ہے، عائد کیا جانا بالکل لازم ہے؛ مگر اس اعتراف سے یہ نتیجہ نہیں پیدا ہوتا کہ قواعد اور قوانین میں بلحاظ نوعیت کے شرکت نہیں ہے۔ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اور جسے سب تسلیم کرتے ہیں وہ صرف اسقدر ہے کہ غیر مقتدر مجلس وضع قوانین کے اقتدار مختلف حدود تک محدود ہوسکتے ہیں۔

تیسرے یہ کہا جاتا ہے کہ جماعتوں کے موضوعہ قواعد، قوانین کی تعریف میں داخل نہیں ہوتے، کیونکہ انکا اثر مخصوص لوگوں پر پڑتا ہے، مثلاً ریلوے کمپنی کے قواعد صرف ان مسافروں پر نافذ ہوتے ہیں جو ریل کے ذریعہ سے سفر کرتے ہیں، اور نوآبادیوں کی مجلس وضع قوانین کے قانون کی طرح ان تمام اشخاص پر موثر نہیں ہوتے جو مجلس مذکور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

جماعتوں پر حاوی ہے جیسے انگلستان کی نوآبادیاں اور بلجیم اور فرانس کی پارلیمنٹیں جو کہ عام طور سے مجالس وضع قوانین تو کہلاتی ہیں مگر فی الحقیقت مقتدر مجالس نہیں ہوتیں۔

90 ایسی مختلف قسم کی واضعان قوانین کی مجلسوں کو ایک نام سے موسوم کرنیکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے جو تصورات ایسی مجلسوں کی نوعیت کے متعلق قائم ہیں جو ممالک غیر (دیکھو صفحہ 84 گزشتہ) کی اصطلاح کے مطابق بلا دستوری ہونے کے واضعان قانون "Legislative" witnout being "Constituent" ہیں اور اس لحاظ سے شاہی اقتدار وضع قانون نہیں رکھتیں، ان کو صاف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کے حدود اختیارات کے اندر ہوتے ہیں۔ یہی اعتراض دوسرے الفاظ میں اسطرح بیان کیا جاتا ہے کہ ریلوے کمپنی کے قواعد انہیں لوگوں سے متعلق ہوتے ہیں جو ریلوے کو استعمال کرتے ہیں انکے علاوہ ایسے لوگوں پر ملک کے عام قوانین کی پابندی بھی عاید ہوتی ہے! برخلاف اسکے قوانین مثلاً نیوزیلینڈ کی پارلیمنٹ کے مجریہ قوانین نوآبادی مذکور کے عام قوانین ہوتے ہیں یہ اعتراض معقول ہے مگر اس سے فی الحقیقت یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جو تشابہ ایک جماعت اور ایک نوآبادی کی مجلس وضع قوانین میں ہے وہ بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ قوانین جو ایک جماعت یا مجلس وضع قوانین وضع کرتی ہے، اشخاص کی ایک محدود تعداد پر موثر ہوتے ہیں اور ایک بالاتر مجلس وضع قوانین کے حکم سے منسوخ ہو سکتے ہیں۔ ایسی نوآبادی کے رہنے والے بھی جو نیوزیلینڈ کیطرح تقریباً بالکل آزاد ہے پہلے مقتدر پارلیمنٹ کے قوانین اور اسکے ساتھ نیوزیلینڈ کی پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے پابند رہیں۔ وہی قواعد جو جماعت کے وضع کرنے کی حالت میں ماتحت قواعد (بای لاز) کے نام سے موسوم ہوتے اگر براہ راست پارلیمنٹ سے وضع کئے جاتے تو مسلم طور سے قوانین ہو جاتے۔ اس واقعہ سے کہ وہ باجازت پارلیمنٹ ایک ماتحت مجلس وضع قانون کے مجریہ ہیں انکی نوعیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں واقع ہوتی۔ میرے مقصد کے لئے اس موقع پر ایک شہر کی کونسل کی مثال دینا ریلوے کمپنی کی مثال سے بہتر ہوگا؛ فرض کرو کہ ایک شہر کی کونسل اس اختیار کی بنا پر جو اس کو پارلیمنٹ سے ملا ہے یہ قاعدہ نافذ کرتی ہے کہ اتوار کے دن کوئی بلوس باجے کے ساتھ نہ نکالا جائے۔ یہی حکم اگر پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعہ سے نافذ کیا جائے تو وہ قطعاً قانون کا حکم رکھے گا محض اس وجہ سے کہ وہ ایک ایسی جماعت کا وضع کردہ ہے جس کو پارلیمنٹ نے مجاز کیا ہے اس کے قانون ہونے میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

کرنے کیلئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ایسی جماعتوں کی خصوصیات کی تجزی کیجائے، جیسی انگلستان کی ریلوے کمپنیاں، جنہیں ایک حد تک وضع قوانین کے اختیارات حاصل ہوں اگرچہ اختیارات مذکور بالصراحت معطیہ اور ایک اعلیٰ ترین مجلس وضع قوانین کے علانیہ زیر نگرانی ہوں۔

مقتدر مجالس وضع قوانین کو دو بڑی اور علانیہ ماتحت جماعتوں میں تقسیم کر دینا زیادہ تر قریب الفہم ہوگا مثلاً کارپوریشن یا ہندوستان کی کونسل وغیرہ اور ممالک غیر کی ایسی مجالس وضع قوانین جو بغیر دستوری ہونے کے واضع قانون "Legislative" without being "Constituent" ہیں، یعنی غیر مقتدر مجالس واضعان قانون (Non sovereign legislative bodies) ان غیر مقتدر مجالس وضع قوانین پر، جو اس پیچیدہ دستوری نظام میں قایم ہوتی ہیں جو وفاقی حکومت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، علٰحدہ فصل میں غور کیا جانا زیادہ تر مناسب ہوگا[1]

۱۔ ماتحت مجالس وضع قوانین

ماتحت جماعتیں

(۱) جماعتیں (کارپوریشن)۔ انگلستان کی ایک ریلوے کمپنی ماتحت واضعان قانون کی مجلس کی بہترین تمثیل ہے۔ ایسی کمپنی حقیقی طور سے وضع قانون کی ایک مجلس ہے، کیونکہ وہ اپنے ایکٹ کے زیر اختیار منجملہ دوسرے امور کے ریلوے سفر[2] کے انتظام کے متعلق قوانین بنانے کی مجاز ہے، اور ان قوانین کے خلاف ورزی کی صورت میں سزا عاید کر سکتی ہے جس کی تعمیل عدلتی کارروائی کے ذریعہ سے کرائی جاتی ہے، اور یہ کل قوانین 'بای لاز' کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔ یہ قواعد یا 'بای لاز' جو کمپنی اپنے ایکٹ کے اختیارات کے تحت میں بناتی ہے وہ صحیح معنوں میں قوانین ہیں، جیسا کہ ہر ایسا شخص نقصان اٹھا کر معلوم کر سکتا ہے جو 'اکسفورڈ' سے 'پیڈنگٹن' تک بذریعہ ریل سفر کرنے کی 91

[1] دیکھو فصل سوم آئندہ [2] دیکھو مخصوص طور سے کمپنیوں کے متعلق فقرات 'اجتماعی ایکٹ ۱۸۴۵ء' کے ۸ و ۹ وکٹوریا فصل (۲۰) دفعات ۱۰۳ و ۱۰۸-۱۱۱۔ یہ ایکٹ ہمیشہ اس مخصوص ایکٹ میں شریک رہتا ہے جو کمپنیوں کی ترکیب کے متعلق ہوتا ہے۔ اس واسطے اس کے ایکٹ ریلوے کمپنی کے دستور کے اجزا ہوتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

حالت میں دیدہ و دانستہ کسی ایسے 'بای لا' کی خلاف ورزی کرتا ہے جیسے 'گریٹ ویسٹرن ریلوے کمپنی' نے باضابطہ طریقہ سے بنایا ہے۔

'انگلستان' کی ایک ریلوے کمپنی اگرچہ واضعان قانون کی ایک جماعت ہے مگر وہ صراحۃً شاہی واضعان قانون کی جماعت نہیں ہے؛ اسکے اختیار وضع قانون میں تمام ماتحتی کی علامتیں پائیجاتی ہیں۔

اول - یہ کہ کمپنی پر قوانین کی پابندی لازم ہے اور منجملہ دوسرے قوانین کے 'پارلیمنٹ' کے اس ایکٹ کی جسکی رو سے وہ قایم ہوئی ہے' اس میں تبدیلی کی وہ کسی طرح مجاز نہیں ہے۔ یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ اسپر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

دوم - یہ کہ اس ایکٹ میں جسکے ذریعہ سے کمپنی وجود میں آئی' اور جسکی ایک سطر بھی وہ بدلنے کی مجاز نہیں ہے' اور ان 'بای لاز' میں جنکو کمپنی اپنے ایکٹ کے اختیار کے اندر وضع کرسکتی اور بدل سکتی ہے' بین اور نمایاں فرق ہے۔ یہاں ایک چھوٹے پیمانہ پر بعینہٖ وہی فرق پایا جاتا ہے جو دستوری قوانین اور معمولی قوانین میں ہوتا ہے' وضع قوانین کی ایک ماتحت مجلس (یعنی کمپنی) مقدم الذکر قوانین میں مطلق تبدیلی نہیں کرسکتی' برخلاف اسکے موخرالذکر قوانین میں تبدیلی کی مجاز ہے۔ اگر کمپنی کے متعلق دستوری قانون کے اصطلاحات سے کام لیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دستوری مجلس نہیں' بلکہ ایک حد تک وضع قانون کی مجلس ہے؛ اور یہہ حدود خود کمپنی کے دستور سے عاید ہوتے ہیں۔

سوم - یہ کہ عدالتیں نہ صرف مجاز بلکہ پابند ہیں کہ وہ کمپنی کے (بای لاز) کے جواز کے متعلق اظہار رائے کریں' یعنی جو قوانین کمپنی نے بحیثیت مجلس وضع قوانین بنائے ہیں' ان کے جواز' یا سیاسی اصطلاح میں انکی دستوریت کے متعلق رائے قایم کریں۔ یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہنا چاہئے کہ کسی عدالت یا جج کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ ریلوے کمپنی کے کسی 'بای لا' کو ناجائز قرار دے یا اس کو براہ راست منسوخ کردے۔ عدالت کا فرض صرف اسقدر ہے کہ جب اسکے سامنے کوئی ایسا مقدمہ آئے جو ریلوے کمپنی کے کسی وضع کردہ 'بای لا' پر منحصر ہو' تو

92

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

اس مخصوص مقدمہ کے مقاصد کیلئے اس کا فیصلہ کرے کہ آیا وہ 'باہی لا' ان اختیارات کے اندر ہے یا نہیں جو پارلیمنٹ کے ایکٹ کی رو سے کمپنی کو دیئے گئے ہیں؛ یعنی 'باہی لا' مذکور صحیح ہے یا نہیں' اور اس مخصوص مقدمہ میں 'باہی لا' کی صحت یا عدم صحت کے متعلق عدالت کی جو رائے قرار پائے اسکے مطابق فیصلہ صادر کرے۔ 'انگلستان' کے جج جس طرح اسکی تحقیقات کرتے ہیں کہ آیا فلاں 'باہی لا' اس اختیار کے اندر ہے یا نہیں جو کمپنی کو پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعہ سے دیا گیا ہے' وہ بہت زیادہ قابل توجہ ہے' کیونکہ اس کے سمجھ لینے کے بعد اس امر کا سمجھ میں آجانا بہت آسان ہو جاتا ہے' کہ 'انگلستان' یا 'امریکہ' کی عدالتیں 'ان ایکٹوں کی باضابطگی کا تعین ٹھیک کس طرح کرتی ہیں جو غیر مقتدر مجالس وضع قانون سے نافذ ہوتے ہیں۔

لنڈن' اور نارتھ ویسٹرن ریلوے کمپنی نے ایک قاعدہ یہ بنایا تھا کہ:-

"جو شخص اس عہدہ دار کمپنی کی مخصوص اجازت کے بغیر جو اس بارے میں مجاز کیا گیا ہو' اپنے محصلہ ٹکٹ سے بالاتر درجہ یا ٹرین میں سفر کرے گا وہ جرمانہ کا مستوجب ہوگا جسکی مقدار ۴۰ شلنگ سے زیادہ نہ ہوگی' اور اس کے علاوہ اس سے اسی درجہ کا کرایہ اس مقام سے لے کر جہاں سے ابتداءً ریل روانہ ہوئی تھی وصول کیا جائیگا'
اگر وہ یہ نہ ثابت کر سکے کہ اس کا ارادہ دھوکا دینے کا نہ تھا"

93

'زید' نے کمپنی کو دھوکا دینے کی نیت سے' بجائے دوسرے درجہ کے جسکا ٹکٹ اسکے پاس تھا اول درجہ میں سفر کیا' اسپر حسب 'باہی لاز' مقدمہ چلایا گیا' اور اسپر دس شلنگ کا جرمانہ اور خرچہ عاید کیا گیا۔ 'زید' نے اس کا مرافعہ کیا' عدالت سے طے ہوا کہ 'باہی لا' ناجایز اور باطل تھا کیونکہ وہ ایکٹ ۸ عہد وکٹوریا کی فصل ۲۰ دفعہ ۱۰۳ یا اس ایکٹ کے مضمون کے خلاف تھا جسکی رو سے کمپنی کا انعقاد ہوا تھا[1]' اور اس بنا پر 'زید' اس جرم کا مرتکب نہیں متصور ہو سکتا تھا جس کا الزام اسپر لگایا گیا تھا۔

[1] 'ڈائسن' بنام 'لنڈن' و نارتھ ویسٹرن ریلوے کمپنی' ۷ کیو' بی' ڈی' ۳۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول.

ساوتھ ایسٹرن ریلوے کمپنی کے ایک قاعدہ میں یہ محکوم تھا کہ مسافر پر لازم ہے کہ جب کمپنی کا ملازم اس سے ٹکٹ طلب کرے تو وہ ٹکٹ اس کے حوالے کردے؛ اور جو شخص بغیر ٹکٹ کے سفر کرتا ہوا پایا جائیگا یا اپنا ٹکٹ نہ حوالے کریگا یا حوالہ کرنے سے انکار کرے گا تو اس سے اس مقام سے لیکر جہاں سے ابتداءً ریل روانہ ہوئی تھی آخر مقام سفر تک کا کرایہ لیا جائے گا۔ 'زید' نے ایک ٹکٹ خریدا تھا جسکے ذریعہ سے وہ ساوتھ ایسٹرن ریلوے پر سفر کرنے کا مجاز تھا۔ گاڑیوں کے تبدیل کرنے، اور کمپنی کے اسٹیشن سے باہر نکل جانے کے بعد اس سے ٹکٹ دکھانے کی خواہش کی گئی، مگر اس نے بغیر دھوکا دینے کی کسی نیت کے اس سے انکار کیا۔ وہ قواعد کی خلاف ورزی کی علت میں عدالت میں طلب ہوا، اور اسپر بمقدار اس کرایہ کے جو مقام روانگی ریل سے تھا جرمانہ کیا گیا۔ کوئین کی عدالت بنچ ڈویژن نے سزا کو اس بنا پر غلط قرار دیا کہ قاعدہ مختلف وجوہ سے ناجایز تھا اور وہ ایکٹ جسکے تحت میں اسکا بنایا جانا بیان کیا جاتا تھا ایسی اجازت نہیں دیتا تھا[1]

94 ان صورتوں اور دوسری ایسی صورتوں میں جہاں عدالتوں کو اس قاعدہ کے جواز کے متعلق رائے قایم کرنی پڑتی ہے جو بعض جماعتیں (جیسے ریلوے کمپنی یا مدرسوں کی منتظم) بناتی ہیں اور انکو قواعد مذکور کی تعمیل کرانے کا ذریعہ سزا اختیار ہوتا ہے۔ فطری طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ عدالتیں قواعد مذکور (بای لاز) کو جایز یا ناجایز قرار دیتی ہیں؛ مگر فی الحقیقت یہ صورت نہیں ہے۔ جج جو کچھ طے کرتے ہیں وہ یہ نہیں ہے کہ فلاں قاعدہ ناجایز ہے، کیونکہ عدالتوں کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ان قواعد کو جو ریلوے کمپنیوں نے بنائے ہوں منسوخ یا باطل کریں، انکا کام یہ ہے کہ ایسی کارروائی میں جسمیں کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کی بنا پر 'زید' سے جرمانہ واجب الوصول ہو یہ فیصلہ کریں کہ فلاں قاعدہ کمپنی کے بیرون اختیار ہونیکی وجہ

[1] ساندرس، بنام ساوتھ ایسٹرن ریلوے کمپنی ۵۔ کیو، بی، ڈی ۴۵۶۔ مقابلہ کرو بنتھم بنام ہولی ۳۔ کیو، بی۔ ڈی۔ ۲۸۹ دایل، بی وایس، سی ریلوے کمپنی بنام واٹسن ۳۔ سی۔ پی۔ ڈی۔ ۴۲۹؛ ۴۔ سی، پی، ڈی (سی۔ ۱۔ ۷) ۱۱۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

سے ناجایز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک قاعدہ کی منسوخی، اور ایک قاعدہ کو ناجایز فرض کر کے فیصلہ صادر کرنے میں ایسا فرق ہے جسکے لئے کوئی مابہ الامتیاز موجود نہیں؛ مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ یہہ فرق ایسی حالت میں بھی اہمیت سے خالی نہیں جبکہ یہ امر زیر بحث ہوتا ہے کہ 'آیا 'زید' جو ایک ریلوے کمپنی کے بنائے ہوئے قاعدہ کی خلاف ورزی کا مرتکب بیان کیا جاتا ہے مستوجب ادائے جرمانہ ہے یا نہیں؛ اس فرق کی اہمیت میں اسوقت اور اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ عدالتوں کے سامنے ایسا مسئلہ پیش ہوتا ہے جس میں دستوری قانون پر غور کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے، مثلاً جب پرائوی کونسل کو جیسا کہ متواتر ہوتا رہتا ہے، ایسے مقدمات طے کرنے پڑتے ہیں جنمیں ماتحت حکومتوں کی پارلیمنٹوں، یا 'کینیڈا' کے صوبہ جات کی پارلیمنٹوں میں سے کسی پارلیمنٹ کے وضع کردہ قانون کا جواز یا دستوریت (باضابطگی) زیر بحث ہوتی ہے۔ اس فرق کا مفہوم جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے اور زیادہ صاف ہوتا جائے گا، اسوقت قابل لحاظ اس فرق کی نوعیت، اور اس امر کا سمجھ لینا ہے کہ جب عدالت ایک مخصوص مقدمہ کے تصفیہ میں اسپر غور کرتی ہے کہ آیا فلاں قاعدہ (بای لا) جایز ہے یا ناجایز، تو عدالت ایک ایسا فعل کرتی ہے جو خود قاعدہ کی تصدیق یا تنسیخ سے بالکل مختلف ہے۔ 95

۲- برٹش انڈیا کی مجلس وضع قوانین[1]

برٹش انڈیا کی کونسل۔

'برٹش انڈیا' کے واسطے ایک مجلس قوانین وضع کرتی ہے جسکے اختیارات وضع قانون وسیع ہیں۔ یہہ کونسل، یا جیسی کہ اصطلاح ہے 'گورنر جنرل باجلاس کونسل' ایسے ہی اہم قوانین نافذ کر سکتے ہیں جیسے 'انگلستان کی پارلیمنٹ' اپنے ایکٹ نافذ کرنے کی مجاز ہے؛ مگر اس کونسل کے اختیارات وضع قانون اسیقدر پارلیمنٹ

[1] دیکھو البرٹ کی کتاب 'گورنمنٹ آف انڈیا' صفحات ۱۹۹-۲۱۶ خلاصہ ایکٹ متعلقہ قانون دفعات ۶۰-۶۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

کے ایکٹوں پر منحصر اور اسکے قطعی ماتحت ہیں جسطرح لندن، اور نارتھ ویسٹرن ریلوے کمپنی کے اختیارات وضع قواعد اسکے ماتحت ہیں۔

گورنر جنرل اور انکی کونسل کو جو اختیارات وضع قانون کے حاصل ہیں وہ پارلیمنٹ کے مخصوص ایکٹوں سے پیدا ہوئے ہیں[1]۔ یہ ایکٹ ایسے ہیں جو مجلس وضع قوانین کے لحاظ سے ہندوستان کے دستور کہے جاسکتے ہیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ان ایکٹوں کی رو سے 'ہندوستان' کی کونسل صحیح معنوں میں غیر مقتدر وضع قانون کی جماعت ہے' یہاں اس سے کچھ بحث نہیں ہے کہ جو قانون یا قواعد گورنر جنرل باجلاس کونسل وضع کرتے ہیں انکو تاج 'برطانیہ' منسوخ یا نامنظور کرسکتا ہے یا نہیں' دیکھنے کے قابل صرف یہہ امر ہے کہ کونسل ہذا میں ماتحت واضع قانون کی تمام علامتیں اور نشانات پائے جاتے ہیں۔

اول یہ کہ کونسل مذکور کثیر التعداد قواعد کی پابند ہے جن کو یہ مجلس واضع قانون بطور خود تبدیل نہیں کرسکتی' انکے بدلنے کا اختیار صرف مقتدر پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ 96

دوم یہ کہ کونسل مذکور ان ایکٹوں کو جن کے ذریعہ سے اسکو اختیارات حاصل ہوے ہیں خود تبدیل نہیں کرسکتی؛ اور اس لحاظ سے 'ہندوستان' کی مجلس وضع قانون' کے لئے وہ بمنزلہ دستوری یا اصولی قوانین کے ہیں؛ اور اس عدم تبدیلی کی وجہ سے اُن قوانین اور قواعد سے جنکے وضع کی کونسل مجاز ہے' نمایاں طور سے ممیز نظر آتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ ان اصولی قواعد میں چند قیود ان مضامین پر بھی عائد کردیئے گئے ہیں جن کے متعلق کونسل وضع قانون کی مجاز ہے؛ مثلاً گورنر جنرل باجلاس کونسل کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ایسے قوانین بنائیں جن سے

[1] گورنمنٹ آف انڈیا' کا ایکٹ بابتہ ۱۸۳۳ء (۳ و ۴ ولیم چہارم فصل ۸۵) دفعات ۴۵ - ۴۸' ۵۱' ۵۲؛ ہندوستان' کی کونسلوں کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۱ء (۲۴ و ۲۵ - وکٹوریا فصل ۶۷) دفعات ۱۶ - ۲۵؛ گورنمنٹ آف انڈیا' کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۵ء (۲۸ و ۲۹ وکٹوریا فصل ۱۷) ہندوستان' کی کونسل بعض صورتوں میں پارلیمنٹ کے ایکٹوں کی بالکل تحت ہے' مثلاً ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا فصل ۶۷؛ اور ۲۸ و ۲۹ وکٹوریا فصل ۱۷؛ و ۳۲ و ۳۳ وکٹوریا فصل ۹۸ نے ہندوستان کی کونسل کو مجاز کیا ہے کہ وہ ایسے اشخاص کے متعلق بھی قوانین بنائے جو ہندوستان کے باہر ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

پارلیمنٹ کے اختیارات، یا سلطنتہائے متحدہ انگلستان کے ایسے غیر مکتوبہ قوانین یا دستور پر کوئی اثر پڑے، جن پر کسی حد تک بھی سلطنت انگلستان، کے ساتھ کسی شخص کی اطاعت گزاری، یا ہندوستان کے کسی حصہ پر سلطنت مذکور کی بادشاہی یا حکومت کا انحصار ہو[1]

سوم یہہ کہ 'ہندوستان' (یا سلطنت انگریزی کے دوسرے ممالک) کی عدالتیں جب ضرورت داعی ہو، 'ہندوستان' کی کونسل کے وضع کردہ قوانین کے جواز یا دستوریت (باضابطگی) کے متعلق اظہار رائے کر سکتی ہیں۔

جو ایکٹ 'ہندوستان' کی کونسل سے نافذ ہوتے ہیں انکے ساتھ عدالتیں بعینہٖ وہی برتاؤ کرتی ہیں جو کنگس بنچ ڈویژن، کی عدالت ان قواعد کے ساتھ کرتی ہے جو ایک ریلوے کمپنی جاری کرتی ہے۔ 'ہندوستان' یا کسی دوسرے مقام کا جج کبھی کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جسمیں گورنر جنرل باجلاس کے کسی وضع کردہ قانون یا ضابطہ کی ناجوازی، تنسیخ، یا ابطال کا اعلان ہو؛ مگر جب عدالتوں کے سامنے کوئی ایسا دیوانی یا فوجداری مقدمہ آتا ہے جسمیں کسی فریق کے حقوق یا ذمہ داریوں پر 'ہندوستان' کی کونسل کے کسی مجریہ قانون سے کوئی اثر پڑتا ہے، تو عدالتوں کو 97
اس مخصوص مقدمہ کی حد تک اسپر غور اور فیصلہ کرنا پڑیگا کہ آیا قانون مذکور کا اجرا کونسل کے باضابطہ حدود اختیار کے اندر تھا یا نہیں۔ یہہ پوری طرح، صورت زیر بحث میں، وضع قانون کے مسئلہ کے جواز یا دستوریت (باضابطگی) کے متعلق فیصلہ صادر کرنے کے مساوی ہے۔ فرض کرو کہ 'زید' پر کونسل کے کسی مجریہ قانون یا ضابطہ کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا اور وہ الزام اسپر کامل طور سے ثابت ہو گیا، اب اس عدالت کو جسکے سامنے یہہ مقدمہ پیش ہے، اور جو حسب ظاہر 'ہندوستان' ہی کی عدالت ہو سکتی ہے، یہہ تصفیہ کرنا پڑے گا کہ جس ضابطہ کی خلاف ورزی کا 'زید' مرتکب ہوا ہے وہ ان اختیارات کے اندر ہے جو پارلیمنٹ کے ایکٹ کی رو سے 'ہندوستان' کی کونسل کو دیئے گئے ہیں اور جو

[1] دیکھو ۲۴ و ۲۵ 'وکٹوریا' فصل ۶۷ دفعہ ۲۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

بمنزلہ 'ہندوستان' کے دستور کے ہیں۔ اگر قانون مذکور اندرون اختیارات یا یوں کہو کہ مطابق دستور ہے تو عدالت 'زید' کے خلاف فیصلہ کرکے، قانون کی پورے طور سے تعمیل کریگی؛ جسطرح وہ عدالت جو ملزم پیش شدہ کو سزا دیکر ایک ریلوے کمپنی کے 'بائی لا' (قاعدہ) کی تعمیل کرتی ہے۔ برخلاف اسکے اگر کسی 'ہندوستان' کی عدالت کو معلوم ہوگا کہ قانون متجاوز الاختیار یا بے ضابطہ ہے تو وہ اس کی تعمیل سے انکار کردے گی؛ اور قانون کے ناجایز یا اصولاً کالعدم ہونے کی بنا پر اسکو باطل قرار دیکر مدعی علیہ کے حقمیں فیصلہ صادر کرے گی۔ اسی بنا پر 'سرکار بنام بورہ'[1] کا مقدمہ بہت زیادہ نتیجہ خیز ہے۔ مقدمہ کے تفصیلی واقعات کا اظہار غیر ضروری ہے؛ قابل لحاظ امر صرف اسقدر ہے کہ ہائی کورٹ نے
98 ایک ایکٹ مجریہ گورنر جنرل باجلاس کونسل کو اس اختیار سے جو اسکو مقتدر پارلیمنٹ سے ملے تھے متجاوز قرار دیکر ناجایز ٹھہرایا؛ اور دو قیدیوں کے مرافعے نے لئے جسکی سماعت جایز ہونے قانون مذکور کے وہ مجاز نہ تھی۔ یہہ صحیح ہے کہ جب اسکا مرافعہ پرایوی کونسل میں ہوا[2] تو پرایوی کونسل نے اس مخصوص ایکٹ کو اندرون اقتدار گورنر جنرل باجلاس کونسل ٹھہراکر جایز قرار دیا؛ مگر ہائی کورٹ 'کلکتہ' کے اس عمل پر کہ اس نے گورنر جنرل باجلاس کے مجریہ قانون کے جواز یا عدم جواز پر غور کیا تھا کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اگر اسی معاملہ پر دوسرے پہلو سے نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ 'ہندوستان' کی عدالتیں گورنر جنرل باجلاس کونسل کے وضع کردہ قوانین کو جس نظر سے دیکھتی ہیں وہ بالکل اسکے خلاف ہے جس نظر سے 'انگلستان' کی عدالتوں میں مقتدر پارلیمنٹ کے ایکٹ دیکھے جاتے ہیں۔ 'ہندوستان' کی عدالتیں بحالت ضرورت یہہ کہہ سکتی ہیں کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل کے مجریہ فلاں ایکٹ کی تعمیل کی ضرورت نہیں اسوجہہ سے کہ وہ بےضابطہ یا باطل ہے؛ مگر انگلستان کی کوئی عدالت نہ یہہ فیصلہ کرسکتی ہے اور نہ کرتی ہے کہ پارلیمنٹ کے مجریہ فلاں ایکٹ کی تعمیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ بے ضابطہ

---

[1] ۲۵۔ لارپورٹ (سلسلہ کلکتہ) صفحہ ۶۲ - [2] سرکار بنام بورہ ۳۔ مرافعہ جات ۸۸۹ -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

ہے۔ غرضکہ یہاں ہم کو شاہی اور ماتحت وضع قوانین کے اختیارات کا حقیقی فرق صاف طور سے معلوم ہو جاتا ہے[1]

۳۔ انگریزی نوآبادیاں جنمیں نیابتی اور ذمہ دارانہ حکومتیں قایم ہیں

انگریزی نوآبادیاں

اکثر انگریزی نوآبادیوں، اور خصوصاً 'نیوزیلینڈ' میں (جسکی طرف بغرض صراحت ہماری توجہ خاص طور سے مبذول ہونی چاہئے) نیابتی مجلسیں قایم ہیں جن کی حیثیت کسیقدر عجیب ہے۔

99

نوآبادیوں کی پارلیمنٹیں جن اختیارات کو کام میں لاتی ہیں

حکومت 'نیوزیلینڈ' کی پارلیمنٹ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کی طرح اس ملک میں[2] اکثر مقتدر مجلس کے معمولی اختیارات کام میں لاتی ہے۔ وہ قانون وضع اور منسوخ اور وزرا کو مقرر اور موقوف کرتی ہے، اور حکومت 'نیوزیلینڈ' کے عام طرز عمل پر فرمانروا ہے، اور تصفیہ معاملات میں اسکی مرضی کا اسی طرح اثر ہوتا ہے جس طرح 'انگلستان' میں اس پارلیمنٹ کا جو بمقام 'ویسٹ منسٹر' منعقد ہوتی ہے۔ اگر کوئی معمولی شخص 'نیوزیلینڈ' کی مجلس وضع قوانین کی روزمرہ کی کارروائی دیکھے تو وہ یہی کہے گا کہ وہ اپنے حدود ارضی میں سلطنتہائے متحدہ کی پارلیمنٹ سے کسیطرح بھی کم نہیں ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ نوآبادیوں کے مجوزہ مسودات قانون کو

---

[1] دیکھو خصوصیت کے ساتھ سرکار بنام بورہ و بک سنگھ ۳ لا رپورٹ (سلسلہ کلکتہ ۱۸۷۸ء، ۶۳، ۸۶-۸۹ فیصلہ جسٹس 'مارکے'

[2] نوآبادیوں کا کوئی قانون اپنے ملکی حدود سے آگے نہیں بڑھتا۔ نوآبادیونکی پارلیمنٹ کے اختیارات پر یہ بہت بڑی قید ہے، اور نوآبادیوں کے لئے شاہی وضع قانون کی زیادہ تر ضرورت اسی وجہ سے واقع ہوتی ہے کہ نوآبادیوں کے ایکٹ، جب تک کہ انکو وسیع عمل کی اجازت کسی شاہی قانون کی رو سے نہ دیگئی ہو نوآبادی کے حدود کے باہر بے اثر ہیں۔ اکثر صورتوں میں شاہی ایکٹوں کے ذریعہ سے نوآبادیوں کی مجالس کو وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں بعض اوقات شاہی ایکٹ، نوآبادیوں کی مجلس وضع قوانین کو خاص مضامین کے متعلق ایسے قوانین بنانے کی اجازت دیتا ہے جنکا اثر بیرون ملک بھی ہوتا ہے (مثلاً تجارتی جہازوں کا ایکٹ بابتہ ۱۸۹۴ء دفعات ۴۷۸، ۷۳۵، ۷۳۶) اور بعض اوقات ایک نوآبادی کی مجلس وضع قوانین کا ایکٹ تمام انگریزی حکومت میں نافذ قرار دیا جاتا ہے۔ (مقابلہ کرو 'جنکنس' کی کتاب موسومہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

قانون قرار دینے کے لئے گورنر کی منظوری لازم ہے۔ اسکے علاوہ مزید تفتیش میں ہمارے مفتش کو معلوم ہوگا کہ نوآبادی کے ایکٹ کے جواز کے لئے گورنر کی منظوری کے سوائے بادشاہ کی صریح یا معنوی منظوری کی بھی ضرورت ہے۔ یہ منظوریاں عام طور سے بلا تامل اور متواتر بغرض تکمیل ضابطہ دیجاتی ہیں، اور (ایک حد تک اگرچہ پورے طور سے نہیں) بادشاہ کی نامنظوری کے اس حق سے مشابہ ہیں جو اسکو ایسے قوانین کے رد کردینے کا حاصل ہے جنہیں پارلیمنٹ کے دونوں ایوان منظور کرچکے ہوں۔

100

اختیارات کی حد۔

باوجود ان تمام باتوں کے جب اس معاملہ پر مزید غور کیا جاتا ہے تو حکومت مذکور کی پارلیمنٹ میں (دوسری نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون کی طرح) غیر مقتدر مجلس وضع قانون ہونے کی صریح علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اسکی تمام کارروائی ان قوانین سے محدود ہے جنکی تبدیلی کی وہ مجاز نہیں ہے، اور جو صرف مقتدر پارلیمنٹ کے ذریعہ سے تبدیل ہوسکتے ہیں، مزید براں 'نیوزیلینڈ' کے ایکٹ بادشاہ کی منظوری کے بعد بھی، خود 'نیوزیلینڈ' اور تمام انگریزی سلطنت کی عدالتوں میں، اس بنا پر کہ وہ مقتدر پارلیمنٹ کے ایسے قوانین کے خلاف ہیں جن کو نوآبادی کی مجالس وضع قانون تبدیل نہیں کرسکتی، باطل اور ناجایز قرار پاسکتے ہیں[1]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ انگریزی حکومت اور حدود اختیارات سمندر پار، صفحہ ۷۰)

[1] اور اس بنا پر بھی کہ وہ صحیح طور سے متجاوز الاختیار یعنی ان اختیارات کے اندر نہیں ہیں جو حکومت کے وضع قانون کو دیئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ نوآبادی کے ایکٹ کا وہ حصہ جس کا اثر نوآبادی کے حدود کے باہر ڈالنا مقصود ہوتا ہے، عام سے باطل متصور ہوتا ہے۔ ۱۸۷۹ء میں 'نیوزیلینڈ' کی عدالت اعلیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ پردیسی مجرمین کی گرفتاری کا ایکٹ ۱۸۶۳ء بحریہ نوآبادی مذکور، جس میں ایسے اشخاص کو جو کسی نوآبادی میں جرایم صغیرہ قابل سزا کے مرتکب ہوں، جلاوطن کرنے کا اختیار تھا، 'نیوزیلینڈ' کی مجلس وضع قانون کے اختیار سے باہر تھا، کیونکہ اس کی رو سے کھلے اور آزاد سمندر میں لوگوں کو روکنا پڑتا تھا جس کی مجاز مجلس وضع قانون کسی طرح نہ تھی؛ اس کو صرف نوآبادی کے حدود کے اندر بغرض قیام امن و حسن انتظام مملکت، وضع قانون کا اختیار حاصل تھا۔ جنکنس کی کتاب 'انگریزی حکومت و حدود اختیارات سمندر پار' صفحہ ۷۰۔ محولہ مقدمہ کلیش، اولیور بل وغیرہ جیرلڈ این۔ زیڈ۔ رپورٹ ایس۔ سی صفحہ ۳۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

جب نو آبادی اور شاہی قانون کے باہمی تعلقات پر غور کیا جاتا ہے تو اسکی اہمیت بصراحت تمام ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس بارہ میں، معاملہ کی نوعیت، اور نیز اس لحاظ سے کہ اس سے پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ پر روشنی پڑتی ہے کسیقدر مزید غور کی ضرورت ہے۔

نو آبادیوں کی مجالس وضع قانون کی آزادی کا منشور، ایکٹ ۱۸۶۵ء[1] ہے جس میں نو آبادی کے تجریہ قوانین کا جواز تسلیم کیا گیا ہے۔

101 بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قانون (عجیب بات ہے) پارلیمنٹ میں بغیر کسی بحث مباحثہ کے منظور ہو گیا، اگرچہ اسمیں نو آبادیوں کی مجالس وضع قوانین کے اختیارات کی مستقل طریقہ سے تعریف اور توسیع کی گئی تھی؛ اسکے خاص مضامین اس قدر اہم اور اس قابل ہیں کہ بجنسہٖ یہاں نقل کر دیئے جائیں:-

نو آبادیوں کے قوانین کے جواز کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۵ء

دفعہ ۲- نو آبادی کا ہر ایسا قانون، جو کسی لحاظ سے بھی پارلیمنٹ کے کسی ایسے ایکٹ کے مضامین کے اسوقت یا آئندہ خلاف ہو، جو اس نو آبادی پر حاوی ہے، یا کسی ایسے حکم یا ضابطہ کے خلاف ہو جو پارلیمنٹ کے ایسے ایکٹ کے تحت میں بنایا گیا ہو یا نو آبادی میں ایکٹ مذکور کی طرح نافذ اور موثر ہو، تو قانون مذکور ایسے ایکٹ، حکم، یا ضابطہ کے تحت پڑھا جائیگا، اور صرف اس اختلاف کی حد تک نہ کہ اس سے زیادہ، بالکل باطل اور غیر موثر رہیگا؛

۳- نو آبادیوں کا کوئی قانون، "انگلستان" کے قانون کے اختلاف کی بنا پر باطل یا غیر موثر نہ ہوگا اور نہ ایسا سمجھا جائیگا جب تک کہ حسب بیان سابق قانون مذکور پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ، حکم، یا ضابطہ کے خلاف نہ ہو۔

۴- نو آبادیوں کا کوئی قانون، جو باتفاق رائے یا بہ منظوری کسی نو آبادی کے گورنر کے نافذ ہوا ہو یا آئندہ نافذ یا منظور ہو، وہ محض اس بنا پر باطل یا غیر موثر نہ قرار پائیگا کہ اس قانون یا اس مضمون کے متعلق گورنر کو بادشاہ یا اسکی طرف سے جو ہدایت دی گئی

102 وہ ایسی تحریر کے ذریعہ سے تھی جو منشور کی حیثیت نہ رکھتی تھی، یا ایسی تحریر نہ تھی جسمیں ایسے گورنر کو امن اور نو آبادی کے حسن انتظام کے لئے قوانین کے نفاذ سے اتفاق یا اسکے منظور کرنیکا

[1] ۲۸ و ۲۹ وکٹوریا فصل ۶۳- دیکھو اس ایکٹ کے متعلق جنکنس کی کتاب "انگریزی حکومت و حدود اختیارات سمندر پار" صفحہ ۱۷ و ۲۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

اختیار دیا گیا ہو، اگرچہ ان ہدایات کے متعلق حوالہ ایسے منشور یا موخرالذکر تحریر میں دیا جاتا ہو۔

۵ ۔ ہر نوآبادی کی مجلس وضع قانون کی نسبت یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اس امر کی کامل طور سے مقتدر ہے اور ہر وقت مقتدر رہی ہے کہ اپنے حدود اراضی کے اندر عدالتیں قایم کرے، اور انکو برخاست یا انکی تجدید کرے، اور انکے دستور کو بدل دے اور ان میں انصاف رسانی کا انتظام کرے؛ اور ہر نیابتی مجلس وضع قانون کی نسبت یہ سمجھا جائیگا کہ وہ اپنی نوآبادی کے حدود اراضی کے اندر اسکا کامل طور سے اختیار رکھتی ہے اور رکھتی تھی کہ اپنے دستور، اختیارات، اور ضوابط کے متعلق قانون وضع کرے، بشرطیکہ یہہ قوانین اس طریقہ سے اور اس شکل میں نافذ کئے گئے ہوں جو پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ، منشور، یا حکم باجلاس کونسل، یا قانون نوآبادی میں جو فی الوقت وہاں نافذ ہو، محکوم ہو۔

اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ نوآبادیوں کے قوانین کے جواز کے ایکٹ ۱۸۶۵ء کو غیر معمولی اہمیت دیئے جانے یا اسکو بالکل غیر اہم قرار دیئے جانے کی گنجایش موجود ہے۔ ایک لحاظ سے وہ ایسا اہم نہیں ہے جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے، کیونکہ جو اصول اس میں بیان ہوے ہیں وہ قبل اس ایکٹ کے نفاذ کے بھی کم وبیش مسلمہ تھے۔ اگرچہ انکو صحیح قانون ماننے، اور نوآبادیوں کے وضع قانون کے جواز پر حاوی ہونے میں تردد اور تامل واقع ہوتا تھا[1] دوسرے لحاظ سے ایکٹ مذکور بیحد اہم ہے کیونکہ وہ ایسے اصول متعین کرتا ہے اور انہیں قانونی حیثیت پیدا کرتا ہے جن کا صحیح طور سے کبھی تعین نہیں ہوا تھا، اور جنمیں شک اور شبہ کی ہمیشہ گنجایش باقی رہتی تھی۔ بہرحال اس ایکٹ سے اسوقت نوآبادی کی پارلیمنٹ کے اختیارات وضع قانون کی حدود کا صحت کے ساتھ تعین کرنا ممکن ہوگیا ہے۔ 103

ایک ماتحت سلطنت کی پارلیمنٹ اسکی مجاز ہے کہ ایسے قانون وضع کرے جو انگلستان، کے عمومی قوانین کے بالکل خلاف ہوں، یہ قانون (ضروری منظوری کے بعد) بالکل جایز قرار پائیں گے۔

[1] ۱۸۶۵ء تک، انگلستان، میں عام رائے یہ تھی کہ جو قانون علانیہ طریقہ سے، انگلستان، کے قانون کے اصول کے مخالف ہوگا وہ، انگلستان، کے قانون میں پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا، اور نوآبادیوں کے قوانین اسی مفروضہ ناپسندیدگی اور ناجوازی کی بنا پر وقتاً فوقتاً ناپسند کردیئے گئے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

اسطور سے 'نیوزیلینڈ' کا ایک ایسا ایکٹ جس کے ذریعہ سے عام قانون کے قواعد متعلقہ توریث جائداد تبدیل کر دیئے گئے ہوں، یا جس سے گورنر کو عام جلسوں کے انعقاد موقوف کر دینے کا اختیار دیا گیا ہو، یا جس سے تحقیقات بذریعہ جوری کا طریقہ مسدود کر دیا گیا ہو، اگرچہ نامناسب اور غیر منصفانہ ہو، مگر وہ بالکل جائز متصور ہوگا، اور انگریزی حکومت کی ہر عدالت اسکو ایسا ہی قرار دیگی[1]

ماتحت حکومت کی پارلیمنٹ البتہ اسکی مجاز نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون وضع کرے جو پارلیمنٹ کے کسی ایسے ایکٹ یا ایسے ایکٹ کے کسی جز کے مخالف ہو جسے پارلیمنٹ 'نیوزیلینڈ' سے متعلق کرنا چاہتی ہو۔

مثال کے لئے فرض کرو کہ مقتدر پارلیمنٹ نے ایک ایکٹ نافذ کیا جسمیں یہہ حکم ہے کہ فلاں قسم کے جرایم جن کا ارتکاب 'نیوزیلینڈ' میں ہوگا انکی تحقیقات ایک مخصوص طریقہ پر عمل میں آئے گی؛ اب اگر نوآبادی کی پارلیمنٹ کوئی ایسا ایکٹ نافذ کرے جسمیں یہہ حکم ہو کہ ان جرایم کی تحقیقات، بجز اس طریقہ کے جو شاہی قانون میں بتایا گیا ہے، کسی دوسرے طریقہ پر ہوگی تو ایکٹ مذکور کا کوئی قانونی اثر نہ ہوگا۔ اسیطرح 'نیوزیلینڈ' کا کوئی ایسا ایکٹ نافذ نہیں قرار پاسکتا جو غلاموں کی تجارت کے ایکٹ ۱۸۲۴ء ۵ جارج، چہارم کی فصل ۱۱۳ کی موجودگی میں، جسمیں غلامونکی تجارت تمام انگریزی حکومت میں ممنوع قرار دیگئی ہے، تجارت مذکور کو جائز قرار دیتا ہو؛ اور نہ حکومتہائے ماتحت کی پارلیمنٹوں کے ایسے ایکٹ جائز قرار پاسکتے ہیں، جو تجارتی جہازوں کے ایکٹ ۱۸۹۴ء کے ان مختلف احکام کو جن کا نوآبادیوں سے متعلق کرنا مقصود ہو، منسوخ یا ناجائز قرار دیتے ہوں؛ یا جو اس برائت کے اثر کو زائل کر دے جو انگریزی قانون دیوالیہ کے تحت میں حاصل کیا گیا ہو اور جو شاہی قانون ہونے کی وجہ سے ان تمام قرضوں پر حاوی ہو جو انگریزی حکومت کے کسی حصہ میں لئے گئے ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نوآبادی

104

[1] البتہ اس کا ضرور خیال رکھنا پڑیگا کہ یہ ایکٹ کسی ایسے شاہی قانون کے خلاف نہ ہوں جو نوآبادی کے زیر بحث سے متعلق ہوں۔ (مقابلہ کرو مقدمہ رابنس بنام ہیالڈس میکاسی این 'زیڈ رپورٹ صفحہ ۵۶۹)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

کا وضع کردہ کوئی قانون اس شاہی قانون پر غالب نہیں آسکتا جس کا نوآبادی سے متعلق کرنا مقصود ہو۔ اسکا کوئی لحاظ نہیں کہ یہہ مقصود بصراحت تمام الفاظ میں بیان کیا گیا ہے یا خود ایکٹ کی عام وسعت یا نوعیت سے مستنبط ہوتا ہے۔ جب ایک مرتبہ یہ امر ثابت ہو جائے کہ ایک شاہی قانون کا مقصد یہ ہے کہ وہ ایک مخصوص نوآبادی سے متعلق رہے، تو اسکا نتیجہ یہ ہے کہ نوآبادی مذکور کا جو قانون اسکے خلاف ہوگا وہ ناجائز اور بے ضابطہ ہوگا[1]

نوآبادیوں کے وضع کردہ قوانین کو عدالتیں باطل قرار دیسکتی ہیں۔

اس لحاظ سے 'نیوزیلینڈ' اور نیز بقیہ تمام انگریزی حکومت کی عدالتیں اسکی مجاز ہیں کہ وہ حکومتہائے ماتحت کی پارلیمنٹ کے کسی مجریہ ایکٹ کے جواز یا باضابطگی کی نسبت اظہار رائے کریں، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر 'نیوزیلینڈ' کا کوئی قانون پارلیمنٹ کے کسی ایسے ایکٹ کے مضامین کے مخالف ہوگا جو 'نیوزیلینڈ' پر حاوی ہے، تو کوئی عدالت، نوآبادی کی پارلیمنٹ کے قانون کی تعمیل کا حکم نہ دے گی۔ یہ مقتدر پارلیمنٹ کے اعلیٰ اختیارات وضع قانون کا لازمی نتیجہ ہے۔ صورت مفروضہ میں حکومت ماتحت کی پارلیمنٹ ججوں کو ایک خاص طریقہ پر کارروائی کرنے کا حکم دیتی ہے، اور مقتدر پارلیمنٹ ایک دوسرا طریقہ بتاتی ہے؛ ان دونوں احکام میں سے مقتدر پارلیمنٹ کے حکم کا اتباع لازمی ہے، اور پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے یہی معنی ہیں۔ اسلئے جب کبھی یہ بیان کیا جائے کہ حکومت ماتحت کی پارلیمنٹ کا کوئی ایکٹ مقتدر پارلیمنٹ کے ایسے ایکٹ کے مضامین کے خلاف ہے جو نوآبادی پر حاوی ہے تو اس عدالت پر جس کے سامنے یہ عذر پیش کیا گیا ہے لازم ہوگا کہ وہ نوآبادی کے قانون کے جواز یا باضابطگی کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرے[2]

105

نوآبادی کی پارلیمنٹ واضع دستور اور قانون دونوں ہوسکتی ہے۔

'نیوزیلینڈ' کے دستور کی پیدائش اور اس کا انحصار 'نیوزیلینڈ' کے دستور

---

[1] دیکھو 'ٹیرنگ' کا قانون متعلقہ نوآبادیات، طبع دوم صفحات ۲۳۲-۲۴۷ جسمیں ان شاہی قوانین کی فہرست موجود ہے جو عام طور سے نوآبادیوں کے متعلق ہیں؛ اور جنکی خلاف ورزی کوئی نوآبادی کی مجلس وضع قانون اسوقت تک نہیں کرسکتی جبتک کہ اسکو مقتدر پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ سے ایسا اختیار نہ دیا گیا ہو۔

[2] 'پوول' بنام 'ایپلو کینڈل' کمپنی، ۱۰ مقدمات مرافعہ ۲۸۲؛ اور 'ہاج' بنام 'ملکہ' ۹ مقدمات مرافعہ ۱۱۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

کے ایکٹ ۱۸۵۲ء، ۱۵ و ۱۶ وکٹوریا، فصل ۷۲، اور اسکے ترمیمی ایکٹوں پر ہے؛ اسلئے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ 'نیوزیلینڈ' کی حکومت ماتحت کی پارلیمنٹ میں جو بغرض آسانی 'نیوزیلینڈ' کی پارلیمنٹ کے نام سے موسوم کیجاسکتی ہے، وہ 'ماتحتی' کی علامت، پائیجائے گی، جس کی بنا پر ایک مجلس وضع قانون اصولی یا دستوری قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتی ہے؛ یا یوں کہو کہ معمولی قوانین جو مجلس وضع قانون سے تبدیل ہوسکتے ہیں، اور دستوری قوانین میں، جو مجلس کی معمولی وضع قانون کی حیثیت میں تبدیل نہیں ہوسکتے، جو بین فرق پایا جاتا ہے، وہ قائم رہے گا۔ لیکن جب ہم ان ایکٹوں کو بنظر استیعاب دیکھتے ہیں جن کے ذریعہ سے 'نیوزیلینڈ' کو دستور عطا ہوا ہے تو ہماری یہ توقع پوری نہیں ہوتی۔ نوآبادیوں کے قوانین کے جواز کے ایکٹ ۱۸۶۵ء کی دفعہ (۵) کا جب 'نیوزیلینڈ' کے مرمہ دستوری ایکٹ کے
106 ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ 'نیوزیلینڈ' احکام دستور کی تبدیلی کا مجاز ہے۔ چونکہ یہہ اختیار شاہی قانون کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے اسلئے وہ مقتدر پارلیمنٹ کے اعلیٰ اختیارات وضع قانون کے مخالف نہیں متصور ہوسکتا[1] اسلئے واجبی طور سے یہہ کہا جاسکتا ہے کہ 'نیوزیلینڈ' کی پارلیمنٹ، دوسری کثیر نوآبادیوں کی مجلس وضع قانون کی طرح، باوجود 'ماتحت' ہونے کے، مجلس وضع قانون و مجلس وضع دستور ہے۔ اسکے ماتحت ہونے کی یہ بنیاد ہے کہ اسکے اختیارات مقتدر پارلیمنٹ کے مجریہ قانون سے
107 محدود ہیں[2]، اور اسکے مجلس دستوری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ 'نیوزیلینڈ' کے

[1] بعض خود مختار نوآبادیوں مثلاً 'وکٹوریا' کے دستور سے یقیناً یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب 'وکٹوریا' میں کوئی قانون بغرض تبدیلی دستور نافذ کیا جائے تو بعض صورتوں میں لازم ہے کہ وہ معمولی قوانین سے مختلف طریقہ پر نافذ کیا جائے۔ اصولی اور معمولی قوانین میں جو امتیاز کیا جاتا ہے اسکا یہ ایک مٹا ہوا سا نشان ہے۔ مقابلہ کرو ۱۸ و ۱۹ وکٹوریا، فصل ۵۵ ضمیمہ ا دفعہ ۶۰، مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دستوری احکام کی تعمیل پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا۔ دیکھو 'جنکنس' کی کتاب موسومہ حکومت وکٹوریا، صفحات ۲۴۷-۲۴۹۔

[2] عام طور سے خود مختار نوآبادیوں مثلاً 'نیوزیلینڈ' وغیرہ کو کسی نہ کسی شکل میں نوآبادیوں کے دستور بدل دینے کا اختیار حاصل ہے۔ اس اختیار کی وسعت اور اسکا طریقہ استعمال پارلیمنٹ کے ایکٹ کے احکام یا اس منشور پر منحصر ہوتا ہے جو نوآبادی کے دستور کے اجرا یا اسکی ترمیم کے متعلق عطا ہوتا ہے، اور مختلف صورتوں میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جز اول
اسکے وجوہ

دستور میں تبدیلی کی مجاز ہے۔ 'نیوزلینڈ' کی پارلیمنٹ کو 'نیوزلینڈ' کے دستور میں تبدیلی کا جو اختیار ہے وہ مختلف وجوہ سے قابل لحاظ ہے۔

یہاں اس امر کا صریح ثبوت ملتا ہے کہ ایک دستور کے ضبط تحریر میں آنے اور اس میں تبدیلی نہ ہونے میں کوئی لازمی تعلق نہیں ہے۔ 'نیوزلینڈ' کا دستور 'مکتوب' اور قانونی ایکٹ ہے؛ تاہم اس دستوری قانون کے احکام کو وہ پارلیمنٹ جس نے ان کو نافذ کیا تھا، معمولی قوانین کی طرح تبدیل کر سکتی ہے۔ یہ بظاہر بہت صاف معاملہ ہے، مگر مستند مصنفین اکثر ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جب کوئی قانون ایکٹ کی شکل میں نافذ کیا جاتا ہے تو اس قانون کی نوعیت بدل جاتی ہے، اس لحاظ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایک مجلس وضع قانون کے نافذ کردہ دستور کے لئے مطلق اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ غیر قابل تبدیل ہو۔ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ نے جس آسانی کے ساتھ نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون کو دستوری اختیارات دیدیے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریز اس امتیاز سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہوتا ہے، مثلاً 'نیوزلینڈ' کی پارلیمنٹ گو کلیتہً نہ ہو تاہم تقریباً اپنے تمام دستور کو معمولی قوانین کی طرح بدل سکتی ہے؛ مگر 'کینیڈا' کی پارلیمنٹ اپنی حکومت کے دستور نہیں بدل سکتی۔ برخلاف اسکے 'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت کی ایک مخصوص حیثیت ہے، وہ خود دستور کے احکام کے لحاظ سے اسکی مجاز ہے کہ دستور کے بعض احکام میں معمولی قانون کی طرح تبدیلی کرے (دیکھو جمہوری حکومت کا دستور دفعات ۶۵ و ۶۷) اور دستور کے بعض احکام میں معمولی قانون کی طرح تبدیلی کی مجاز نہیں ہے۔ دستور کے وہ تمام احکام جو پارلیمنٹ کے معمولی اختیار وضع قانون سے غیر قابل تبدیل ہیں، منظوری بادشاہ، پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان اور حکومت جمہوری کے لوگوں کی رائے سے تبدیل ہو سکتے ہیں، جیسا کہ حکومت مذکور کے دستور کی دفعہ ۱۲۸ میں محکوم ہے۔ یہاں جو امر خاص طور سے قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ عام طور سے مقتدر پارلیمنٹ ہر خود مختار نوآبادی کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ نوآبادی کے دستور کو بدل دے 'کینیڈا' کے متعلق جو استثنا نظر آتا ہے وہ بہ نسبت حقیقی کے زیادہ تر ظاہری ہے؛ ہمیں مطلق شبہ کی گنجایش نہیں کہ جس تبدیلی کی صریح طریقہ سے باشندگان حکومت کینیڈا، خواہش کریں گے اسکی منظوری مقتدر پارلیمنٹ سے ہو جائے گی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

جو اصولی اور غیر اصولی قوانین میں کیا جاتا ہے کسقدر کم متاثر ہیں؛ یہ امتیاز نہ صرف یورپ کے دوسرے ممالک بلکہ امریکہ کے تمام دستوروں میں بھی موجود ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ 'انگلستان' میں ہم لوگ مدتوں سے اس خیال کے عادی ہیں کہ پارلیمنٹ جس آسانی سے ایک قسم کے قانون کو بدل سکتی ہے اسی آسانی سے وہ دوسرے قسم کے قانون کے بدلنے کی بھی مجاز ہے؛ اسلئے جب 'انگلستان' کے ارباب حل وعقد نے نوآبادیوں کو پارلیمنٹی حکومت دی تو لازمی طور سے نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون کو دستوری اور غیر دستوری دونوں قسم کے قوانین کے متعلق 108 جن کا اثر نوآبادی پر پڑتا تھا، پورے اختیارات دیئے۔ اس شرط کے ساتھ جو بجائے صریح کے زیادہ تر معنوی تھی کہ یہ اختیار اس طریقہ سے نہ برتا جائے کہ وہ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار کے مخالف ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون اپنے حدود ارضی میں مقتدر پارلیمنٹ کے نمونے ہیں۔ وہ اپنے حدود اختیار کے اندر مقتدر جماعتیں ہیں، لیکن انکی کارروائی کی آزادی سلطنتہائے متحدہ کی پارلیمنٹ کی ماتحتی سے محدود ہے۔

شاہی اور نوآبادی کے وضع قانون کا اختلاف کسطرح رفع کیا جاسکتا ہے۔

یہ سوال فطری طور سے پیدا ہوتا ہے کہ نوآبادیوں کی اتنی آزادی جیسی 'نیوزیلینڈ' وغیرہ کو دی گئی ہے قانوناً کسطرح (پارلیمنٹ کے) اعلیٰ اختیارات کے ساتھ مطابق ہوسکتی ہے؟

یہ سوال ہمارے مبحث سے کسی قدر باہر ہے، مگر اس سے بالکل جدا نہیں ہے اور اسلئے اسکے جواب کی طرف توجہ کرنا مناسب ہوگا۔ اس کا جواب کچھ مشکل نہیں ہے بشرطیکہ مشکل حل طلب کی حقیقی نوعیت پیش نظر رکھی جائے۔

مسئلہ حل طلب یہ نہیں ہے کہ انگریزی حکومت ان نوآبادیوں کو کن ذرائع سے اپنا محکوم بنائے رکھتی ہے، یا سلطنتہائے متحدہ اپنی سیاسی شاہی کے قیام کے لئے کیا تدبیریں عمل میں لائی ہے۔ یہ سیاسی معاملات ہیں جن سے اس کتاب کو کوئی تعلق نہیں۔

جس سوال کا جواب مطلوب ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ نوآبادیوں کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

مجالس وضع قانون کی آزادی (یہ فرض کر کے کہ اس قانون کا اتباع تمام انگریزی حکومت میں کیا جاتا ہے) پارلیمنٹ کے اعلیٰ اختیارات وضع قانون کے ساتھ کسطرح مطابق رہ سکتی ہے؟ اور کسطرح مقتدر پارلیمنٹ اور نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون، ایک دوسرے کے دایرۂ اختیارات میں مداخلت کرنے سے باز رکھی جاسکتی ہیں؟

109 اس تحقیقات کو کوئی ایسا شخص بیکار نہیں قرار دے سکتا جو یہ دیکھتا رہتا ہے کہ وفاقی حکومتوں مثلاً 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ' یا 'کینیڈا' کی حکومت میں، عدالتوں کو متواتر ان حدود کے تعین کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے جو صدر گورنمنٹ کے اختیارات وضع قانون کو ریاستوں کے مجالس وضع قانون کے اختیارات سے جُدا کرتی ہیں۔

رفع اختلاف کی ۱- وجہ انگلستان کی پارلیمنٹ کی اعلیٰ قوت ہے۔

یہ بیان بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا، مگر فی الحقیقت یہ بالکل صحیح ہے کہ جو وسیع اختیارات وضع قانون نوآبادیوں کی مجلسوں کو دیئے گئے ہیں انکی خاص وجہ پارلیمنٹ کی اعلیٰ قانونی قوت ہے جو مسلمہ ہے۔

نوآبادیوں کے دستور، توسط یا بلا توسط شاہی قانون پر مبنی ہیں۔ کوئی مقنن اس میں شبہ نہیں کرسکتا کہ پارلیمنٹ قانونی طور سے کسی نوآبادی کے دستور کو منسوخ نہیں کرسکتی، یا وہ کسی وقت بھی نوآبادیوں کے لئے کوئی قانون نہیں وضع کرسکتی، اور نوآبادی کے کسی قانون کو منسوخ یا تبدیل کی مجاز نہیں ہے۔ اسکے علاوہ پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً نوآبادیوں کے متعلق قوانین وضع کرتی رہتی ہے، اور نوآبادیوں کی عدالتیں[1] 'انگلستان' کی عدالتوں کی طرح، پورے طور سے اس اصول کو تسلیم کرتی ہیں کہ مقتدر پارلیمنٹ کا مجریہ قانون انگریزی حکومت کے ہر حصہ میں جس سے اسکو متعلق کرنا پیش نظر ہوتا ہے، نافذ اور قابل پابندی ہے۔ اس امر کے مسلّم ہوجانے کے بعد ظاہر ہے کہ نوآبادیوں کے دایرۂ اختیارات وضع قانون کو متعین یا محدود کرنے کی زیادہ ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر نیوزیلینڈ کی پارلیمنٹ

[1] دیکھو 'ٹاڈ' کی پارلیمنٹری گورنمنٹ، صفحات ۱۶۸-۱۹۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

کا کوئی ایکٹ شاہی قانون کے متضاد ہے تو وہ قانونی مقاصد کے لئے بیکار محض ہے؛ اور اگر 'نیوزیلینڈ' کا کوئی ایکٹ شاہی قانون کے خلاف نہونے کے باوجود مقاصد سلطنت کے اسقدر مخالف ہے کہ وہ نافذ نہونا چاہئے تھا' تو 'انگلستان' کی پارلیمنٹ ایک شاہی قانون جاری کر کے ایکٹ مذکور کو بے اثر کر سکتی ہے۔

110 ۲۔ حق نامنظوری

اس طریقہ کار روائی کے اختیار کرنے کی بہت کم ضرورت واقع ہوتی ہے' کیونکہ پارلیمنٹ نوآبادیوں کے وضع قوانین کے اختیارات پر' نوآبادیوں کے ایکٹوں کے متعلق 'بادشاہ کے حق نامنظوری' سے کام لیکر بھی اثر ڈال سکتی ہے۔ یہ معاملہ اسقدر صاف ہے کہ اسکے متعلق کسی تشریح کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ جو مسودات قانون پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان سے منظور ہو جائیں انکو نامنظور کرنیکا جو حق بادشاہ کو ہے وہ عملاً متروک ہے[1] مگر جو اختیار نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون کے مسودات کی نامنظوری یا تنسیخ کا بادشاہ کو ہے وہ اپنی نوعیت میں

---

[1] اس بیان پر اعتراض کیا گیا ہے۔ دیکھو 'ہیرن' کی طبع دوم صفحہ ۶۳۔ مگر فی الحقیقت وہ صحیح ہے۔ یہ مبینہ حق نامنظوری خاندان 'ہنوور' کی تخت نشینی کے بعد سے کسی سرکاری مسودہ قانون کے متعلق استعمال نہیں ہوا ہے۔ جب 'جارج سوم' کی یہ خواہش ہوئی کہ 'فوکس' کے 'قانون متعلقہ ہندوستان' کو نافذ نہ ہونے دے' تو اس نے اس حق سے فائدہ اٹھا کر مجوزہ قانون کے نفاذ کو نہیں روکا' بلکہ دارالامرا میں اپنے اثر سے کام لیکر اس تجویز کو نامنظور کرا دیا۔ اس سے بہتر اس امر کا اور کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ ایک صدی قبل بھی یہ حق نامنظوری منسوخ العمل تھا؛ لیکن اس بیان سے کہ ایک اختیار منسوخ العمل ہے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ کسی حالتیں بھی زندہ اور نافذ العمل نہیں ہو سکتا۔ نامنظوری (ویٹو) اور اسکے مختلف مفہوم کے لئے جسمیں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے' قاری کے زورج کے پروفیسر اوریلی' کا قابل قدر مضمون پڑھنا چاہیئے جو انسیکلوپیڈیا برٹینیکا' کی نویں طبع جلد ۲۴ صفحہ ۲۰۸ پر زیر لفظ 'ویٹو' ملیگا۔

نامنظوری کے اس شاہی حق کی تاریخ سے اس امر کا پتا چلتا ہے کہ بعض اوقات ان حقوق کو بطور اصول قایم رکھنے سے کیا فواید ہوتے ہیں جو بظاہر بالکل منسوخ العمل معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہ کا حق نامنظوری مدتوں 'انگلستان' میں یقیناً متروک العمل رہا' مگر وہ سلطنتہائے متحدہ اور اسکی نوآبادیوں کے تعلقات کے قیام میں بیحد آسانی پیدا کرنے والا طریقہ ثابت ہوا ہے۔ اگر بادشاہ کا یہ حق کہ وہ ایسے قانون کو نامنظور کر سکتا ہے جسے پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان منظور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

اس سے مختلف ہے۔ موخر الذکر اختیار فی الحقیقت مقتدر پارلیمنٹ کا ہے، گو اس نام سے موسوم نہ کیا گیا ہو، جسکے ذریعہ سے نوآبادیوں کی آزادی وضع قانون محدود ہو جاتی ہے، اور یہہ اختیار پارلیمنٹ اکثر کام میں لاتی رہتی ہے۔

111 نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون کی روک تھام دو طریقوں سے کیجاتی ہے[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کر چکے ہوں کسی قانون کی رو سے منسوخ کر دیا گیا ہوتا، تو بادشاہ کو کسی خود مختار نوآبادی مثلاً نیوزلینڈ، کی پارلیمنٹ کے مجریہ ایکٹ کو منسوخ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون کے مجریہ قوانین کو منسوخ کرنیکا حق پارلیمنٹ کو دینا مشکل ہو جاتا۔ بہرحال اس حق نامنظوری کا وجود، جو شاذ ہی طور سے استعمال ہوتا ہے اور ہونا چاہئے، اس وفاق کے قیام میں مؤید ہے جو سلطنت انگلشیہ کے نام سے موسوم ہے۔

[1] نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون کے متعلق حق نامنظوری کا استعمال جسطرح کیا جاتا ہے وہ ان قواعد اور ضوابط کے مفصلہ ذیل خلاصہ سے بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے جو چند سال قبل نوآبادیوں کے سررشتہ سے طبع ہوئے تھے:

قواعد وضوابط

فصل سوم

ا۔ مجالس وجماعتہائے وضع قانون

۴۸۔ ہر نوآبادی میں گورنر اسکا مجاز ہے کہ جو قانون مجلس وضع قانون کے ارکان، یا انکی دوسری شاخیں، نافذ کریں انکی منظوری دے یا نہ دے، اور جبتک ایسی منظوری نہ حاصل ہو جائے کوئی ایسا قانون جایز یا واجب العمل نہ ہوگا۔

۴۹۔ بعض اوقات قوانین، التوائی مضمون کے ساتھ نافذ کئے جاتے ہیں:۔ یعنی اگرچہ گورنر انکے ساتھ اتفاق کرلیتا ہے مگر وہ اسوقت تک نوآبادی میں موثر اور نافذ نہیں متصور ہوتے جب تک کہ انکے متعلق بطور خاص بادشاہ کی منظوری نہ حاصل ہو جائے، اور اسی مقصد کیلئے دوسری صورتوں میں پارلیمنٹ گورنروں کو اختیار دیتی ہے کہ وہ بجائے کسی قانون

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم
نامنظوری کا حق کسطرح کام میں لایا جاتا ہے۔

ہر نوآبادی مثلاً 'نیوزیلینڈ' کے گورنر کو یہ اختیار ہے کہ وہ ایسے قانون کے ساتھ جسے 'نیوزیلینڈ' کی پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان منظور کر چکے ہوں اتفاق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کے ساتھ اتفاق یا اختلاف کرنیکے انکو بادشاہ کی منظوری کیلئے محفوظ رکھیں۔

۵۰ ۔ ہر قانون جسکے ساتھ گورنر نے اتفاق کرلیا ہو (بشرطیکہ اسمیں کوئی التوائی مضمون نہ ہو) فوراً یا جو وقت قانون میں مقرر کیا گیا ہو اسوقت نافذ ہو جاتا ہے؛ لیکن بادشاہ کو یہ حق حاصل ہے کہ اسکو نامنظور کر دے، اگر یہ اختیار عمل میں لایا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ تو اسی تاریخ سے قانون مذکور غیر نافذ العمل ہو جائیگا جس تاریخ پر اسس نامنظوری کی اطلاع نوآبادی میں شایع کی جائے۔

۵۱ ۔ اگر نوآبادی میں نیابتی مجلسیں موجود ہیں تو کسی قانون کی نامنظوری یا کسی محفوظ قانون کے اجرا کے متعلق شاہی منظوری کا اعلان بذریعۂ ایسے حکم کے ہوگا جو باجلاس کونسل صادر کیا جائے گا۔ جو ایکٹ التوائی حکم کے ساتھ نافذ ہوا ہے اسکی منظوری کے لئے حکم باجلاس کونسل نہ دیا جائے گا، جب تک کہ خود مضمون التوا، یا نوآبادی کے دستور کے کسی خاص اصول کی رو سے ایسا عمل ضروری نہو۔

۵۲ ۔ شاہی نوآبادیوں (کراؤن کالونیز) کو کسی قانون کی منظوری یا نامنظوری سے اطلاع عام طور سے بذریعہ مراسلہ دیجاتی ہے۔

۵۳ ۔ بعض صورتوں میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک مدت مقرر کردی جاتی ہے جسکے گزر جانے کے بعد حقیقی طور سے نامنظوری نہ ہونے کی صورت میں بھی مقامی قانون بے اثر ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ مدت معینہ کے گزر جانے کے قبل یہ اطلاع نہ وصول ہو کہ بادشاہ نے انکو منظور کرلیا ہے؛ مگر عام قاعدہ اسکے خلاف ہے۔

۵۴ ۔ جن نوآبادیوں میں نیابتی مجلسیں موجود ہیں انمیں جو قوانین نافذ کئے جاتے ہیں انکا نفاذ بادشاہ، یا منجانب بادشاہ 'گورنر'، یا بغیر صریح تذکرہ بادشاہ کے محض گورنر کی طرف سے سمجھا جاتا ہے، اور اسمیں کونسل یا مجلس کی صلاح اور منظوری لیجاتی ہے، اور یہ عام طور سے ایکٹ کہلاتے ہیں جن نوآبادیوں میں نیابتی مجلسوں کا وجود نہیں ہوتا وہاں قانون، احکام کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں، اور انکا اجرا مجلس وضع قانون (یا برٹش گنی، میں کورٹ آف پالیسی) کی صلاح اور منظوری سے منجانب گورنر متصور ہوتا ہے۔

حق نامنظوری دو مختلف طریقوں سے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ اول یہ کہ گورنر اتفاق کرنے سے انکار کردے؛ دوسرے یہ کہ بادشاہ اپنے اختیارات کو کام میں لاکر ان قوانین کو نامنظور کردے جنکے ساتھ گورنر اپنا اتفاق ظاہر کر چکا ہو۔ مزید براں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گورنر قوانین کو شاہی غور کے لئے محفوظ کردے؛ اور چونکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

کرنے سے براہ راست انکار کردے۔ اس صورت میں قطعی طور سے قانون مذکور اسی طرح بیکار ہوگیا جسطرح کہ وہ نوآبادی کی کونسل کی نامنظوری کی حالت میں بیکار ہو جاتا، یا جو حال اس قانون کا ہوتا جو انگلستان کی پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان سے منظور ہو جانے کے بعد بادشاہ کے اس حق نامنظوری

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ نوآبادیوں کے قوانین بعض اوقات اس شرط کے ساتھ بھی جاری کیئے جاتے ہیں کہ انکا عمل بادشاہ کی منظوری کے بعد سے شروع ہوگا؛ اسلئے نوآبادیوں کی وضع قانون کی روک تھام چار مختلف طریقوں سے ہوسکتی ہے۔

(۱) گورنر اتفاق کرنے سے انکار کردے۔

(۲) قانون بادشاہ کے غور کے لئے محفوظ کر دیا جائے اور بعدہٗ بادشاہ کے نامنظور کرنے، یا مدت متعینہ قانون میں منظوری نہ حاصل ہونے کی وجہ سے وہ کالعدم ہو جائے۔

(۳) قانون میں یہ شرط ہو کہ اسکا عمل اسوقت تک نہیں شروع ہوگا جب تک کہ بادشاہ کی منظوری کی اطلاع نہ وصول ہوگی اور ایسی اطلاع نہ وصول ہو۔

(۴) بادشاہ ایسے قانون کے اجرا کو منسوخ کردے جو نوآبادی کی پارلیمنٹ نے باتفاق گورنر نافذ کیا ہو۔

نوآبادیوں کے وضع قوانین کی روک تھام میں جو اہم فرق تین اوّل صورتوں اور چوتھی صورت میں ہے اسکو ذہن نشین رکھنا چاہئے۔ تین اوّل صورتوں میں نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون جس قانون کا اجرا تجویز کرتی ہیں وہ نوآبادی میں نافذ ہی نہیں ہوتا، چوتھی صورت میں جو قانون نوآبادی میں نافذ ہوچکا ہے وہ تاریخ نامنظوری یا تنسیخ سے باطل اور بے اثر ہو جاتا ہے۔ بعض نوآبادیوں کے دستور یا منشور کے لحاظ سے اس قسم کی نامنظوری کی اطلاع دو سال کے اندر وصول ہونی چاہئے۔ دیکھو برٹش نارتھ امریکہ ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء دفعہ ۵۶، اور مقابلہ کرو آسٹریلیا کے دستوری ایکٹ ۱۸۴۲ء (۵ و ۶ وکٹوریا دفعہ ۷۶) دفعات ۳۲ و ۳۳۔ اور آسٹریلیا کے دستوری ایکٹ ۱۸۵۰ء ۱۳ و ۱۴ وکٹوریا، دفعہ ۵۹، اور وکٹوریا کے دستوری ایکٹ ۱۸۵۵ء (۱۸ و ۱۹ وکٹوریا، فصل ۵۵) دفعہ ۳ سے۔

نیابتی حکومت آسٹریلیا کے ایکٹ کی رو سے بادشاہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسے قانون کو جسکے ساتھ گورنر اتفاق کر چکا ہو تاریخ اظہار اتفاق سے ایک سال کے اندر نامنظور کردے۔ (آسٹریلیا کی نیابتی حکومت کا دستوری ایکٹ دفعہ ۵۹)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

کے استعمال سے ہوتا جواب متروک الاستعمال ہے اسکے علاوہ گورنر بغیر اسکے کہ کسی قانون کے ساتھ اتفاق کرنے سے انکار کرے اسکو بادشاہ کے غور کے لئے محفوظ کر سکتا ہے؛ اس صورت میں قانون مذکور اسوقت تک نافذ نہیں ہوسکتا جب تک کہ شاہی منظوری نہ حاصل ہوجائے، یہ منظوری فی الحقیقت وزارت انگلستان، اور اسطور سے بواسطہ مقتدر پارلیمنٹ کے ہوتی ہے۔

112 برخلاف اسکے گورنر بحیثیت نائب بادشاہ ہونے کے 'نیوزیلینڈ' کے قانون کے ساتھ اتفاق کرنے کا مجاز ہے؛ اسکے اتفاق کرنے کے بعد قانون مذکور تمام 'نیوزیلینڈ' میں نافذ ہوجاتا ہے۔ یہ قانون اگرچہ فی الوقت جائز قانون ہوتا ہے مگر دوام کیلئے 'نیوزیلینڈ' میں بھی جائز نہیں رہ سکتا، کیونکہ بادشاہ گورنر کے اتفاق کر لینے کے بعد بھی اسکو منسوخ کر دینے کا مجاز ہے۔ اس معاملہ کو مسٹر ٹاڈ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے؛

113 "اگرچہ گورنر بادشاہ کا نائب ہونے کی حیثیت سے اسکا مجاز ہے کہ وہ بادشاہ کی طرف سے اجرائے قانون کی منظوری دے مگر یہ منظوری قطعی اور آخری نہیں ہوتی کیونکہ درحقیقت خود بادشاہ کو ایک دوسرا حق نامنظوری حاصل رہتا ہے۔ تمام ایسے قوانین جنکے ساتھ ایک نوآبادی کا گورنر اتفاق کر لیتا ہے فوراً نافذ ہوجاتے ہیں، بشرطیکہ انمیں یہ شرط نہ درج ہو کہ انکا عمل اسوقت تک ملتوی رہے گا جب تک کہ انکی منظوری کا اعلان منجانب بادشاہ باجلاس کونسل نہ ہوجائے، یا کوئی دوسرا ایسا خاص مضمون نہ درج ہو جو مانع نفاذ متصور ہوتا ہو، ایسے قانون کی ایک نقل گورنر نوآبادیات کے سکرٹری آف سٹیٹ کے پاس روانہ کریگا، اور بادشاہ باجلاس کونسل تاریخ وصول قانون سے دو سال کے اندر اس ایکٹ کو منسوخ کر دینے کا مجاز ہوگا"[1]

ان حالات کا نتیجہ یہ ہے کہ نوآبادیوں کے وضع قانون کے اختیارات پر شاہی حکومت کو حقیقی قابو (اختیار نامنظوری) حاصل ہے، اور کوئی ایسا قانون جسکا اجراء انگلستان، کی وزارت شاہی مقاصد کے خلاف سمجھتی ہے، باوجود 'نیوزیلینڈ' یا کسی دوسری نوآبادی کی مجلس وضع قانون کے جاری کر دینے کے بالآخر نافذ

[1] 'ٹاڈ' کی 'پارلیمنٹاری گورنمنٹ انگریزی نوآبادیوں میں' صفحہ ۱۳۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

نہیں رہتا۔ یہ امر یقینی ہے کہ حکومت 'انگلستان' نوآبادیوں کے ہر ایسے قانون کو جو لفظاً یا معناً مقتدر پارلیمنٹ کے موضوعہ قوانین کے خلاف ہوگا اسکو منسوخ یا نامنظور کردے گی، بہت سے ایسے ایکٹوں کی نشاندہی کیجاسکتی ہے جو بادشاہ کی طرف سے کسی نہ کسی وجہ سے نامنظور کردیئے گئے یا انکے ساتھ اتفاق نہیں کیا گیا۔ ۱۸۶۸ء میں 'کینیڈا' کے ایک ایکٹ کے متعلق، جسکے ذریعہ سے گورنر جنرل[1] کی تنخواہ میں کمی کی گئی تھی، شاہی منظوری دینے سے انکار کردیا گیا۔ ۱۸۷۲ء میں 'کینیڈا' کا ایک ایکٹ متعلقہ تحفظ حق تالیف وتصنیف اس وجہ سے نامنظور کردیا گیا کہ اسکے بعض اجزا شاہی قانون کے متضاد تھے۔ ۱۸۷۳ء میں 'کینیڈا' کا ایک دوسرا ایکٹ اسوجہ سے نامنظور ہوا کہ وہ برٹش نارتھ امریکہ کے ایکٹ ۱۸۶۷ء کے مضامین سے بالکل مختلف تھا، انھیں وجوہ کی بنا پر ۱۸۷۸ء میں 'کینیڈا' کا ایک اور ایکٹ متعلقہ جہازات نامنظور ہوا[2] اسیطرح 'آسٹریلیا' کے وہ ایکٹ جو چینیوں کی آمد کے انسداد کے متعلق تھے وقتاً فوقتاً نامنظور ہوتے رہے ہیں[3]۔ بعض اوقات ایسے ایکٹ جو نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون نے محض شوہر کی زناکاری کی بنا پر طلاق یا (زوجہ متوفیہ کی بہن کے ساتھ نکاح کے ایکٹ ۱۹۰۷ء (۷) ایڈورڈ ہشتم فصل ۴۷ کے نفاذ کے قبل) زوجہ متوفیہ کی بہن یا زوج متوفی کے بھائی کے ساتھ نکاح کے جواز کے متعلق جاری کئے تھے، وہ بادشاہ یعنی فی الحقیقت حکومت 'انگلستان' کی طرف سے نامنظور کردیئے گئے، اگرچہ ایسا عمل ہماری نوآبادی کی عام حکمت عملی کے مطابق نہ تھا۔

114

پس اس سوال کا جواب کہ نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون کی آزادی اعلیٰ اختیارات کے ساتھ قانوناً کسطرح مطابق ہوتی ہے، یہی ہے کہ پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار کے تسلیم کرلئے جانے کے بعد اسکی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ نوآبادیونکی

---

[1] 'ٹاڈ' کی پارلیمنٹری حکومت انگریزی نوآبادیوں میں، صفحہ ۱۴۴۔

[2] " " صفحہ ۱۴۷ و ۱۵۰۔

[3] 'آسٹریلیا' کی نوآبادیونکے اس قسم کے قوانین کا انسداد جہانتک مجھے معلوم ہوا ہے اسطرح پر کیا گیا ہے کہ ملک میں آکر آباد ہونے کے قوانین شاہی منظوری کیلئے محفوظ کردیئے گئے ہیں، اور چونکہ شاہی منظوری کبھی نہیں دی گئی اسلئے وہ غیر نافذ رہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

مجالس وضع قانون کے اختیارات کی احتیاط کے ساتھ حد بندی کیجائے، کیونکہ حکومت انگلستان، جو کہ فی الحقیقت پارلیمنٹ کی نمائندہ ہے۔ شاہی منظوری کے ذریعہ سے اسپر قادر رہتی ہے کہ نوآبادیوں کے قوانین اور شاہی قوانین میں اختلاف نہ واقع ہونے دے۔ علاوہ اسکے اس شاہی عہد و پیمان کی جو دوسری سلطنتوں سے کیا جائے، نوآبادیاں بھی قانوناً پابند ہیں، اور باصطلاح امریکہ، قوت عہد و پیمان صرف بادشاہ کو حاصل ہے اور اسلئے اسکا استعمال حسب مرضی پارلیمنٹ، یا اگر زیادہ تر صحت کے ساتھ کہا جائے تو حسب مرضی دارالعوام صرف حکومت انگلستان کر سکتی ہے، کسی سلطنت سے عہد و پیمان کرنے کا کوئی اختیار، جب تک صریح طریقہ سے بذریعہ کسی ایکٹ پارلیمنٹ کے نہ دیا جائے، کسی نوآبادی کو حاصل نہیں ہے[1]

115

اس موقع پر یہ امر بھی بیان کر دینا ضرور ہے کہ ایک خود مختار نوآبادی کی مجلس وضع قانون اس امر کے طے کرنے میں آزاد ہے کہ آیا وہ اس عہد و پیمان کی تعمیل کرے گی جو شاہی حکومت نے ایک غیر ملک کی حکومت سے کیا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ایک نوآبادی کے حدود میں ایک عہد و پیمان کے شرائط کی تعمیل کرانیمیں بیحد دقتیں پیش آسکتی ہیں مثلاً ملزمین کی ایسی تحویل میں جو نوآبادیوں کی رائے کے مخالف ہو، مگر اس سے اس قانونی اصول پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کہ نوآبادیاں ان عہد و پیمان کی پابند ہیں جو حکومت شاہی کرتی ہے، اور وہ، بجز اسکے کہ پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کی رو سے ایسا اختیار دیا گیا ہو، اسکی مجاز نہیں ہیں کہ کسی غیر سلطنت سے کوئی عہد و پیمان کریں۔

شاہی حکومت کا طرز عمل یہ ہے کہ نوآبادیوں کی کارروائی میں کوئی مداخلت نہ کیجائے۔

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ سلطنت برطانیہ کی اس نگرانی کی نوعیت اور حدود کا صحیح اندازہ کرے جو نوآبادیوں کی مجالس وضع قانون پر رکھی جاتی ہے اسے نہایت احتیاط کے ساتھ دو امور پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ اول یہ کہ شاہی حکومت کی حکمت عملی کا رجحان اس طرف ہے کہ نوآبادیوں کی کارروائیوں میں، خواہ وہ وضع قانون کے متعلق[2] ہوں یا دوسرے امور کے

[1] دیکھو ٹاڈ، کی پارلیمنٹری حکومت انگریزی نوآبادیوں میں، صفحہ ۱۹۲-۲۱۸

[2] اسی بنا پر "نیوزیلینڈ" کا ایکٹ متعلقہ برادر شوہر متوفی بابتہ سنہ ۱۹ نمبر ۲، جسمیں شوہر متوفی کے بھائی

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

متعلق[1] جہاں تک ممکن ہو کم دخل دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ نوآبادیوں کے ایکٹ شاہی منظوری کے بعد بھی جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا، ناقابل نفاذ ہیں، اگر وہ پارلیمنٹ کے ایسے ایکٹ کے خلاف ہوں جو اس نوآبادی سے 116
متعلق ہیں۔ اسلئے انگریزی ماتحت حکومتوں کے مقامی معاملات میں عدم دخل وہی کی شاہی حکمت عملی مقتدر پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار کے ساتھ ملکر ایسی حالت پیدا کر دیتی ہے کہ مقتدر پارلیمنٹ کو نوآبادیوں کے اختیار وضع قانون میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کے ساتھ نکاح جائز قرار دیا گیا تھا، اور ۱۹۰۱ء کا ایکٹ متعلقہ مزاحمت آمد اشخاص ملک غیر، اور 'ٹرانسوال' کی مجلس وضع قانون کا ایکٹ، ۱۵ء بابتہ ۱۹۰۷ء جو اسی قسم کی مزاحمت کے متعلق تھا، سب شاہی منظوری سے مزین ہوئے۔ موخر الذکر ایکٹ سے ان وسیع اختیارات کا پتا چلتا ہے، جو شاہی حکومت بعض حالات میں نوآبادی کی پارلیمنٹ کو عطا کرتی ہے۔ ہندوستان کے سکرٹری آف اسٹیٹ (مسٹر مورلے)

افسوس کرتے ہیں کہ وہ اس سے اتفاق نہیں کر سکتے، کہ ایکٹ زیر بحث اسی قسم کے قوانین میں سمجھا جا سکتا ہے جنکی منظوری دوسری خود مختار نوآبادیوں کے لئے دیجا چکی ہے ۔ ۔ ۔ 'ٹرانسوال' کے ایکٹ کی دفعہ ۲ ضمن (۴) ایک ایسا اصول قایم کرتا ہے جسکی مثال کسی پہلے قانون میں نہیں مل سکتی۔ اس ضمن سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ 'ٹرانسوال' میں ایسی انگریزی رعایا کا داخلہ ممنوع ہو جائے گا جو اس تعلیمی معیار کی تکمیل کے بعد تارکان وطن کے لئے مقرر کیا گیا ہے ہر دوسری نوآبادی میں داخلہ کی مجاز ہے؛ اس سے تمثیلاً فاضلانہ پیشوں کے ارکان اور 'یورپ' کی یونیورسٹیوں کے ایشیائی گریجویٹ جو آئندہ نوآبادی میں داخل ہونا چاہیں ہمیشہ کے لئے 'ٹرانسوال' میں داخل ہونے سے ممنوع ہو جائیں گے'۔

دیکھو پارلیمنٹ کا رسالہ (سی ڈی ۳۸۸۷) خط و کتابت متعلقہ قانون 'ٹرانسوال' بابتہ باشندگان ایشیا صفحات ۵۲ و ۵۳ اور مقابلہ کرو صفحات ۲۱ و ۲۲ سے۔ اور نیز صفحہ XXXVII گزشتہ سے۔

[1] فی الحال شاہی گورنمنٹ کا یہ عمل ہے کہ بہ استثنائے سیاسی عہد و پیمان کے جیسے 'ہیگ' کا عہد و پیمان ہے اور کسی عہد و پیمان میں نوآبادیوں کو پابند نہیں کرتی، البتہ ان میں ایسے دفعات درج کرا دیتی ہے جنکے ذریعہ سے اگر وہ چاہیں تو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

117

دخل دہی، یا نوآبادیوں کی پارلمنٹوں کو شاہی وضع قانون کی خلاف ورزی کے شاذ ہی مواقع پیش آتے ہیں۔

۲۔ ممالک خارجہ کی غیر مقتدر مجالس وضع قانون

خود مختار اقوام کی غیر مقتدر مجالس وضع قانون۔

یہ امر بغیر کسی دشواری کے سمجھ میں آجاتا ہے کہ حکومت کینیڈا، یا آسٹریلیا، کی جمہوری حکومت کی پارلمنٹیں بھی جو کہ تقریباً آزاد ہیں، فی الحقیقت وضع قانون کی مقتدر مجالس نہیں متصور ہوسکتیں، کیونکہ سلطنتہائے متحدہ کی مقتدر پارلیمنٹ، جو کہ تمام انگریزی سلطنت کے لئے قانون وضع کرتی ہے، صاف طور سے انکے پس پشت استادہ (یعنی انکے معاملات میں دخیل) نظر آتی ہے، اور چونکہ نوآبادیاں خواہ وہ اپنی کارروائیوں میں کتنی ہی آزاد کیوں نہ ہوں، غیر سلطنتوں کے ساتھ بحیثیت آزاد حکومتوں کے کوئی کارروائی نہیں کرسکتیں، اسلئے ماتحت حکومتوں کی پارلیمنٹ بجائے خود مقتدر مجلس نہیں قرار پاسکتی۔ انگلستان، کے لوگوں کو یہہ سمجھنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ایک خود مختار قوم کی مجلس وضع قانون مقتدر مجلس نہیں ہے۔ ہمارے تمام سیاسی خیالات اس مفروضہ پر قایم ہیں کہ پارلیمنٹ قادر مطلق ہے، اسلئے ہماری نظر میں ایسی پارلیمنٹ کی حیثیت جو باوجود ایک آزاد قوم کی نمایندہ ہونے کے شاہی قوت نہیں ہے بالکل غیر معمولی اور عجیب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص مہذب ممالک کے دستور پر غور کرے گا اسکو معلوم ہوجائے گا کہ بڑی بڑی قوموں کی مجالس وضع قانون بھی اکثر صورتوں میں، باوجود وضع قوانین کے اختیارات رکھنے کے دستور ملک کو بدلنے کا اقتدار نہیں رکھتیں۔ اس امر کی دریافت کیلئے کہ آیا فلاں ملک غیر کی مجلس وضع قانون مقتدر اعلیٰ بھی ہے یا نہیں ہمیں ملک مذکور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسمیں شریک ہوسکتی ہیں۔

۲۔ نوآبادیوں کی عدالتوں کے فیصلہ جات کا مرافعہ پرائیوی کونسل میں ہونا ایک دوسرا سلسلہ ہے جو نوآبادیوں اور انگلستان، کے تعلقات کو قوی رکھتا ہے۔

اسمیں کلام نہیں کہ تجارتی جہازوں کے معاملات میں گزشتہ چند سال میں شاہی اور نوآبادیوں کے قوانین میں اکثر اختلافات ہوئے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

کے دستور پر غور کر کے یہہ معلوم کرنا ہوگا کہ آیا مجلس وضع قانون زیر بحث میں کوئی علامت ماتحتی کی پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اس دریافت میں اکثر صورتوں میں یہی معلوم ہوگا کہ جو مجلس ظاہری طور سے شاہی نظر آتی ہے وہ فی الحقیقت وضع قانون کی ایک غیر شاہی مجلس ہے۔

118 فرانس نے گزشتہ ایکسو تیس سال میں کم سے کم بارہ دستور بدلے ہیں[1]۔

حکومت کی ان مختلف شکلوں میں، باوجود اختلاف کے، ایک جز عام طور سے مشترک رہا ہے۔ انمیں سے اکثر کی بنیاد اسپر قائم تھی کہ دستوری، یا اصولی قوانین یعنی ان قوانین میں جو غیر قابل تبدیل تھے، یا جنمیں بمشکل تمام تبدیلی ہوسکتی تھی، اور معمولی قوانین میں جنھیں معمولی مجلس وضع قانون اپنی عام کارروائی کے ضمن میں بدل سکتی تھی، امتیاز کیا جائے۔ اس لحاظ سے ان مختلف دستوروں میں جنھیں فرانس، وقتاً فوقتاً اختیار کرچکا ہے معمولی پارلیمنٹ، یا مجلس وضع قانون، اعلیٰ اختیارات کی مجلس وضع قانون نہ تھی۔

'لوی فلپ' کی دستوری بادشاہت۔

'لوی فلپ' کی دستوری بادشاہت، کم از کم ظاہری صورت، میں 'انگلستان' کی دستوری بادشاہت کے نمونہ پر قائم کیگئی تھی۔ منشور میں ایک لفظ بھی ایسا موجود نہ تھا جو بصراحت بادشاہ اور ہر دو ایوان کے اختیارات وضع قانون کو محدود کرتا ہو، اور 'انگلستان' کے ایک باشندہ کی رائے میں یہہ کہنا یقیناً مدلل ہوگا کہ خاندان 'اورلینس' کے عہد میں پارلیمنٹ کو اقتدارات اعلیٰ حاصل تھے؛ مگر فرانس کے مقننین کی یہہ رائے نہ تھی۔ 'ٹاک ویل' لکھتا ہے کہ

> "دستور کا ناقابل تبدیل ہونا 'فرانس' کے قانون کا ایک لازمی جز ہے۔۔۔۔ چونکہ بادشاہ، امرا، اور نمایندے سب کے اختیارات کا مآخذ دستور ہے، اسلئے یہہ تینوں قوتیں ملکر بھی اس قانون کو نہیں بدل سکتیں جسکی تنہا قوت کی بنا پر وہ حکمراں ہیں۔ دستور کے دائرہ اثر سے نکل کر انکی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی، پھر وہ کس بل پر اسکے احکام میں تبدیلی کے مجاز ہوسکتے ہیں؟

119 اسکا دوسرا پہلو صاف ہے، یا تو انکی تمام کوشش منشور کے مقابلہ میں بیکار ہیں اور منشور

[1] 'ڈیمام سینس' دستور یورپ ج ۲ طبع دوم صفحہ ۱۔۵ و نیز دیکھو ضمیمہ نوٹ (۱) فرانس کے دستور کی سختی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

باوجود انکی کوششوں کے بحال خود قائم رہتا ہے' اس حالتیں وہ جماعتیں صرف منشور کے نام (تائید) سے حکمران رہتی ہیں؛ یا وہ منشور کے تبدیل کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہیں' اور چونکہ وہ قانون جس سے انکا وجود قائم تھا منسوخ ہوجاتا ہے اسلئے وہ خود باقی نہیں رہتیں۔ منشور کے فنا کردینے سے وہ خود فنا ہوجاتی ہیں۔ یہہ امر ۱۸۱۴ء کے قوانین سے زیادہ تر صاف اور صریح ۱۸۳۰ء کے قوانین میں نظر آتا ہے۔ ۱۸۱۴ء میں شاہی مراسم دستور سے اعلیٰ اور بالاتر تھے؛ مگر ۱۸۳۰ء میں وہ بصراحت تمام دستور سے پیدا ہوئے اور اسی پر انکا انحصار تھا۔ 'فرانس' کے دستور کا ایک جز تو اسوجہ سے غیر قابل تبدیل ہے کہ اسکا تعلق ایک خاندان کی قسمت کے ساتھ وابستہ ہے' اور بقیہ حصہ بھی اسوجہ سے غیر قابل تبدیل ہے کہ اسکی تبدیلی کے لئے کوئی قانونی ذریعہ موجود نہیں ہے۔ 'انگلستان' کے دستور کے متعلق ایسا نہیں کہا جاسکتا' کہ اس ملک میں کوئی تحریری دستور ہی موجود نہیں ہے' اسلئے یہہ کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں کب تبدیلی ہوئی؟"[1]

ممکن ہے کہ 'ٹاک ویل' کی یہہ دلیل 'انگلستان' کے کسی باشندہ کے لئے باعث اطمینان نہ ہو[2] لیکن خود اس دلیل کی کمزوری اس امر کی قوی شہادت ہے کہ 'اہل فرانس' کی رائے پر اس اصول کا جسکی تائید مقصود تھی' کسقدر اثر تھا؛ یعنی یہہ کہ پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ 'فرانس' کے دستور کا مسلمہ جز نہ تھا۔ جو اصول 'انگلستان' کے باشندے فطری طور سے مانے ہوئے ہیں' اس سے اس خیال کی مطلق گنجایش باقی نہیں رہتی کہ دستوری اور دوسرے قوانین میں کوئی حقیقی فرق ہے' برخلاف اسکے ممالک غیر کے اکثر اصحاب سیاست وواضعان قانون کی رائے پر اس فرق کا بہت بڑا اثر ہے۔ 120

(فرانس کی ۱۸۴۸ء کی جمہوری حکومت۔)

۱۸۴۸ء کی جمہوری حکومت نے اس فرق کو بصراحت تمام تسلیم کیا' اور یہہ قرار دیا کہ جس دستور کا ۴ر نومبر ۱۸۴۸ء کو اعلان ہوا اسکی ایک دفعہ بھی معمولی

[1] اے۔ ڈی ٹاک ویل' کی حکومت جمہوری امریکہ' ج ۲ (ترجمہ) ضمیمہ صفحہ ۳۲۲' ۳۲۳۔ [2] اسکی رائے فی الحقیقت بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتی (دیکھو 'دیوگی' کا مجموعہ قوانین دستوری فرانس) دفعہ ۴۹ صفحہ ۱۰۹۰) حقیقت یہہ ہے کہ منشور کی دفعہ ۲۳ متعلقہ تقرر امرا' معمولی وضع قانون کے طریقے پر بدل دی گئی تھی۔ دیکھو قانون مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۳۱ء اور 'ہیلی' کا فرانس کا دستوری قانون' صفحہ ۱۰۰۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

قانون کے طریقہ پر نہیں بدلی جاسکتی۔ مجلس وضع قانون تین سال تک قائم رہی اور اپنی زندگی کے آخر سال میں ۳/۴ ارکین کے غلبہ آرا کے ساتھ ایک ایسی مجلس طلب کرسکی جسے دستور میں رد و بدل کا اختیار حاصل تھا۔ یہ دستوری اور مقتدر مجلس، معمولی غیر مقتدر مجلس وضع قانون سے تعداد وغیرہ میں مختلف تھی۔

موجودہ جمہوری حکومت۔

'فرانس' کی جمہوری حکومت کی قومی مجلس کے اقتدار کا بلاواسطہ اسیقدر اثر ہے جتنا کہ 'انگلستان' کے ہر دو ایوان پارلیمنٹ کا ہے۔ وزرا کے تقرر، اور حکومت کی کارروائیوں پر 'فرانس' کی مجلس نمایندگان کم از کم اسی احتیاط سے نگرانی رکھتی ہے جسطرح ہمارے دارالعوام میں یہ عمل کیا جاتا ہے، مگر پریسیڈنٹ کو اصولی طور سے بھی نامنظوری یا تنسیخ کا حق حاصل نہیں ہے۔ بہرحال، بہمہ وجوہ 'فرانس' کی پارلیمنٹ مقتدر مجلس نہیں ہے بلکہ دستوری قوانین کی پابند ہے جس سے ہماری پارلیمنٹ آزاد ہے۔ دستوری احکام، یا اصولی قوانین، ملک کے معمولی قوانین سے بالکل جدا ہیں۔ دستور کی دفعہ ۸ کی رو سے کوئی اصولی قانون باضابطہ طور سے نہیں تبدیل ہوسکتا جب تک کہ مفصلۂ ذیل شرائط کی تکمیل نہ ہو:-

121

۸ - ایوانوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ علیحدہ علیحدہ نشست کرکے کثرت سے یہ طے کریں کہ قوانین دستوری پر نظر ثانی کی ضرورت ہے خواہ اسکی تحریک خود انہی کے ارکین میں سے کسی نے کی ہو یا صدر جمہوریہ کی طرف سے ہوئی ہو۔ جب دونوں ایوان علیحدہ علیحدہ کثرت رائے سے اسپر متفق ہوجائیں گے تو پھر دونوں ایوان یکجا ہوکر جمعیت قومی کی حیثیت سے نشست کرینگے اور اس میں نظر ثانی کی تحریک پیش کیجائے گی، اور اس پوری تحریک یا اس کے کسی حصہ کی منظوری کا انحصار اس جمعیت قومی کی کثرت رائے پر ہوگا۔[1]

[1] دیوگی، ۱۷۸۹ء کے بعد کے دساتیر فرانس، ص ۳۲۰ و ۳۲۱۔

انگلستان، اور فرانس، کی دستوریت کے فرق کی بہترین مثال اس اختلاف آرا میں ملتی ہے جو خود فرانسیسی سند مصنفین میں اس سوال کے جواب میں پایا جاتا ہے کہ آیا 'فرانس' کے دونوں ایوان جب باہم ملکر اجلاس کرتے ہیں تو بلحاظ دستور کے وہ اسکے مجاز ہیں کہ دستور میں کوئی تبدیلی کرسکیں۔ 'انگلستان' کے ایک باشندے کے نزدیک اسمیں کوئی امر بحث طلب نہیں نظر آتا، کیونکہ دستوری قوانین کی دفعہ ۸ میں صاف الفاظ میں یہ محکوم ہے کہ جب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

122

سخت اور نرم یا لوچ دار دستوروں میں فرق۔

اس لئے اس جمہوری حکومت میں اعلیٰ اقتدار وضع قانون معمولی پارلیمنٹ کے دو ایوانوں کو نہیں، بلکہ قومی مجلس یا کانگرس کو حاصل ہے جو ایوان نمایندگان اور سینیٹ کے باہمی اجلاس سے منعقد ہوتی ہے۔

خلاصہ یہہ ہے کہ جب 'فرانس' کے مختلف دستوروں کا، جو 'یورپ' کے دوسرے ممالک کے دستوروں کے اچھے نمونے ہیں[1]، 'انگلستان' کے وسیع اور لوچ دار دستور سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو 'فرانس' کے دستوروں میں ایک ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو آسانی کی غرض سے 'سختی'[2] کے نام سے موسوم کیجا سکتی ہے۔

ہمیں خود اپنے ملک کے دستور کو سمجھنے کے لئے یہاں اس امر کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اس سختی اور لوچ کا فرق صاف طور سے ذہن نشین کر لیا جائے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دونوں ایوان باہم ملکر بطور قومی مجلس کے اجلاس کرتے ہیں تو وہ حسب شرائط مندرجہ دفعہ مذکوران قوانین کی نظر ثانی کر سکتے ہیں۔ اکثر فرانسیسی دستوری مصنف، جیسا کہ 'انگلستان' کا ایک مقنن کریگا، یہہ رائے دیتے ہیں کہ ایسی مجلس دستوری اور وضع قانون دونوں ہے، اور دستور کے بدلنے کی بالکل مجاز ہے۔ ('دیوگی' کا مجموعہ قوانین دفعہ ۱۵۱ وغیرہ) مگر بعض مستند لوگوں کا خیال ہے کہ یہہ رائے غلط ہے، اور باوجود دستور کے الفاظ کے دستوری ترمیم کا آخری حق بلا کسی توسط کے 'فرانس' کی رعایا کو پہنچتا ہے؛ اسلئے جو ترمیم دستوری قانون میں مجلس کی طرف سے ہوتی ہے وہ جبتک کہ براہ راست انتخاب کنندگان کی منظوری نہ حاصل کرے، کم از کم اخلاقی حیثیت سے غیر مکمل رہتی ہے۔ دیکھو ایک نقطۂ نظر کیلئے 'دیوگی' کا کتابچہ دفعہ ۱۵۱ اور بارڈو ورودبی کا ۱۸۷۵ء کا 'دستور فرانس' (اشاعت دوم) صفحہ ۳۷-۳۹۰، اور دوسرے نقطۂ نظر کیلئے 'ایزمن': 'قانون دستوری' (اشاعت چہارم) (صفحہ ۹۰۷) اور 'بورژہ' کا 'دساتیر کا قیام اور اسپر نظر ثانی' صفحہ ۳۰۴-۳۰۷۔

[1] اس اور نیز دوسرے لحاظ سے 'بلجیم' کے دستور سے بہتر کسی دوسرے ملک کا دستور قابل توجہ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ 'انگلستان' کے نمونہ پر قایم کیا گیا ہے، مگر اس میں سے پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار متروک یا حذف کر دیئے گئے ہیں۔ معمولی پارلیمنٹ دستور کا کوئی جز نہیں تبدیل کر سکتی؛ وہ صرف واضع قانون ہے نہ مجلس وضع دستور، وہ اس کہنے کی مجاز ہے کہ دستور کے فلاں قاعدے میں تبدیل کی ضرورت ہے، اور اس اعلان کے ساتھ وہ خود بخود برخاست ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد ایک جدید پارلیمنٹ کا انتخاب ہوتا ہے جس کو دستور کے قاعدۂ تبدیل طلب میں تبدیل کا حق ہوتا ہے۔ ('دستور بلجیم' دفعات ۱۲۱، ۱۳۱)۔ [2] دیکھو ضمیمہ نوٹ ۱ سختی آئین فرانس۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

جس کی طرف ہم قبل ازیں اشارہ کر چکے ہیں۔

نرم یا لوچدار دستور

نرم یا لوچدار دستور وہ دستور ہے جسمیں ہر قسم کا قانون ایک ہی آسانی اور طریقہ، اور ایک ہی جماعت سے باضابطہ طور سے تبدیل ہو سکتا ہو۔ ہمارے دستور کی نرمی یا لوچ یہ ہے کہ بادشاہ اور پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس قانون کو چاہیں تبدیل یا منسوخ کر دیں؛ وہ سلسلہ تخت نشینی کو بدل سکتے ہیں، یا قوانین اتحاد (انگلستان، و اسکاٹ لینڈ) کو اسی طرح منسوخ کر سکتے ہیں جسطرح وہ ایک کمپنی کے حقیں 'اکسفورڈ' سے 'لندن' تک ریل بنانے کی اجازت کے متعلق قانون نافذ کرنے کے مجاز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں جو قوانین دستوری کہلاتے ہیں وہ اسوجہ سے کہلاتے ہیں کہ ان کا تعلق ایسے مضامین سے ہوتا ہے جن کی نسبت یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ سلطنت کے اہم ادارات پر موثر ہیں، نہ اسوجہ سے کہ وہ قانونی نظر سے دوسرے قوانین سے بالاتر یا غیر التبدیل ہیں۔ حقیقت حال یہہ ہے کہ 'انگلستان' میں لفظ دستوری 123
قانون یا ایکٹ' کے معنی اسقدر مبہم ہیں کہ جب لفظ دستوری کسی 'انگلستان' کے قانون کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے کسی مخصوص خصوصیت کا پتا نہیں چلتا۔

سخت دستور

'سخت دستور' وہ دستور ہیں جنمیں بعض قوانین جو عام طور سے دستوری یا اصولی قوانین کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں، معمولی قوانین کی طرح تبدیل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً 'بلجیم' یا 'فرانس' کے دستور اس بنا پر سخت کہے جاتے ہیں کہ 'بلجیم' یا 'فرانس' کی پارلیمنٹوں کو جبکہ وہ اپنی معمولی حیثیت سے کام کر رہی ہوں یہہ اختیار نہیں ہے کہ وہ مخصوص قوانین کو جو دستوری یا اصولی کہلاتے ہیں تبدیل یا منسوخ کر سکیں سخت دستوروں کے ممالک میں جب 'دستوری' کا لفظ کسی قانون کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اسکے معنی کامل طور سے معین ہو جاتے ہیں۔ اسکے یہہ معنی ہوتے ہیں کہ قانون مذکور دستور کے مضامین سے تعلق رکھتا ہے، اور حسب ضابطہ معمولی قوانین کی طرح اور اسی آسانی کے ساتھ تبدیل نہیں ہو سکتا۔ اسمیں شک نہیں کہ دستور کے مضامین، اگرچہ ہمیشہ نہیں، مگر عام طور سے اس ملک کے تمام اہم اور اصولی قانون پر حاوی ہوتے ہیں؛ مگر یہہ یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ جہاں دستور سخت ہوتا ہے وہاں اسکے تمام مضامین کا تعلق اہم امور سے ہوتا ہے۔ 'فرانس' کی حکومت جمہوری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

کا ایک زمانہ میں، یہ دستوری قانون تھا کہ 'فرانس' کی پارلیمنٹ کے اجلاس کا بمقام 'وارسیل' ہونا لازم ہے۔ ایسا ایکٹ خواہ وہ عملی طور سے کیسا ہی اہم کیوں نہ ہو اپنی مخصوص نوعیت کے لحاظ سے کبھی دستوری کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا تھا؛ وہ دستوری صرف اس بنا پر تھا کہ وہ دستور کے مضامین میں شریک تھا۔[1]

124 'انگلستان' کے دستور کی نرمی، اور تقریباً تمام بیرونی ممالک کے دستوروں کی سختی کے مقابلہ سے دو دلچسپ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

کیا دستور کی سختی سے استقلال لازم آتا ہے۔

اول۔ یہہ کہ آیا دستور کی سختی دستور کے استقلال کا سبب ہوتی ہے، اور ملک کے اہم دستوروں کو عملی طور سے ناقابل تبدیل بنا دیتی ہے؟۔

تاریخی تجربوں سے اس سوال کا جو جواب ملتا ہے وہ قطعی نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں مخصوص قوانین یا ادارات کو سیاسی مباحث سے جدا رکھنے کا بظاہر یہہ نتیجہ نکلا کہ اس سے وہ تدریجی ارتقا کا عمل بالکل موقوف ہوگیا جس نے 'انگلستان' میں ساٹھ سال کی مدت کے اندر ہمارے نظم حکومت کو بدل دیا ہے۔ 'بلجیم' کے دستور میں کم از کم بلحاظ شکل کے نصف صدی سے زیادہ تک کوئی اہم تبدیلی نہیں ہوئی۔ ریاستہائے متفقہ 'امریکہ' کا دستور ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے بحال خود قایم ہے، اسمیں اتنی تبدیلی بھی نہیں ہوئی جتنی 'انگلستان' کے دستور میں جارج سوم کے انتقال کے بعد سے ہوئی ہے۔[2] اگر بعض صورتوں میں دستوری قوانین 125

[1] اسکا خیال رکھنا چاہئے کہ 'نرم' اور 'سخت' کی اصطلاحیں (جنکی ابتدا میرے دوست مسٹر برائس نے کی) جہاں کہیں اس کتاب میں استعمال کیگئی ہیں انسے کوئی تعریف یا مذمت مقصود نہیں ہے۔ 'انگلستان' کے دستور کی وسعت یا نرمی یا 'امریکہ' کے دستور کی سختی ایسے اوصاف ہیں، جو مختلف اہل الرائے کے نزدیک قابل تعریف یا مذمت قرار پاسکتے ہیں۔ ان آرا سے کتاب ہذا کو کوئی تعلق نہیں۔ میرا مقصد صرف اسقدر ہے کہ میں اپنے قارئین کو اس صحیح فرق سے مطلع کردوں جو ایک نرم اور ایک سخت دستور میں پایا جاتا ہے۔ میں اس امر کے متعلق اپنی کوئی رائے دینا نہیں چاہتا کہ کسی مخصوص نظم حکومت کی سختی یا نرمی قابل تعریف یا قابل مذمت ہے۔

[2] اسمیں شک نہیں کہ ریاستہائے متفقہ 'امریکہ' کے دستور میں گزشتہ صدی کے آغاز سے بہت کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں اگرچہ انکی شکل بحال خود قایم ہے؛ یہہ تبدیلیاں بالضابطہ دستوری ترمیموں سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

کی سختی نے کسی جمہوری حکومت کو تدریجی اور نادانستہ ترقی سے محروم رکھ کر اسکی بیخ کنی کردی ہے، تو دستوری اشکال کی سختی دوسری صورتوں میں بغاوت یا انقلاب عظیم کا باعث ہوئی ہے۔ 'فرانس' کے بارہ ناقابل تبدیل دستور دس دس سال سے زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہ سکے، اور ہر ایک کا خاتمہ اکثر نہایت سختی کے ساتھ ہوا۔ 'ٹاک ویل' کے اس اصول کی اشاعت سے کہ باضابطہ طور سے کوئی ایسی قوت موجود نہیں ہے جو منشور کے احکام تبدیل کرسکے، سات سال کے اندر ہی 'لوی فلپ' کی بادشاہت کا خاتمہ ہوگیا۔ ایک مشہور موقع پر دستور کا ناقابل تبدیل ہونا ہی اسے سختی کے ساتھ درہم برہم کردینے کا ایک عذر قرار دے لیا گیا تھا؛ 'فرانس' کے انقلاب عظیم کی تاریخ میں ایسی اور بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں ۱۸۱۵ء میں جو فوری انقلاب کیا گیا اسکے لئے سب سے بڑا عذر یہی تھا کہ 'فرانس' کے باشندے اپنے پریسیڈنٹ کو دوبارہ منتخب کرنا چاہتے تھے، اور دستور کے لحاظ سے اس قانون کے بدلنے کے لئے جسکی رو سے پریسیڈنٹ کا دوبارہ انتخاب محال تھا، مجلس وضع قانون کے تین چوتھائی ارکان کا متفق ہونا ضرور تھا، اور اس سے عام رعایا کی خواہشات کی جس کو شاہی حقوق حاصل تھے تکمیل نہیں ہوسکتی تھی۔ اگر جمہوری مجلس مقتدر پارلیمنٹ ہوتی تو 'لوی نپولین' کو نہ ۲ر دسمبر کے ارتکاب جرم کا بظاہر کوئی جائز عذر ہاتھ آتا اور نہ بعض وہ تحریکیں پیدا ہوتیں جو جرم مذکور کے ارتکاب کی محرک ہوئیں۔

۱۸۴۸ء کے سیاست دانوں نے دستور کو ناقابل تغیر بنا دیا تھا اسکی وجہ سے 'فرانس' جن خطرات میں پڑگیا وہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی، کیونکہ ایسے خطرات کا اس نقص سے پیدا ہونا لازم ہے جو ہر سخت دستور میں بالذات پایا جاتا ہے۔ ایسے قوانین کے بنانے کی کوشش کرنا جو تبدیل نہیں ہوسکتے، شاہی قوت کی عمل آوری کو روکنے کی کوشش کرنا ہے، اور اس کا لازمی رجحان یہ ہے کہ قانون کے الفاظ اس جماعت کی مرضی کے مخالف ہوجاتے ہیں جو حکومت میں فی الحقیقت اعلیٰ اقتدار رکھتی ہے۔ 126

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ نہیں، بلکہ رسم و رواج، اور اداارات کی پیدائش اور ترقیوں سے ہوئی ہیں، جنھوں نے بغیر دستور کے احکام بدلے ہوئے عمل میں تغیر پیدا کردیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

دستور کی رو سے فرانس کے منتخب کنندگان کا سواد اعظم (غلبہ) حقیقی طور سے 'فرانس' کا بادشاہ تھا، لیکن اس قانون نے جسکی رو سے باضابطہ طور سے پریسیڈنٹ کا دوبارہ انتخاب نہیں ہوسکتا تھا، ملک کے قانون کو انتخاب کنندگان کے غلبہ سے بھڑا دیا اور قانون کے الفاظ اور شاہی خواہشوں میں مخالفت پیدا کرادی، جیسا کہ ہر سخت دستور کا فطری رجحان ہے۔ اگر 'فرانس' کے دستور کی سختی موجب انقلاب عظیم ہوئی، تو 'انگلستان' کے دستور کی نرمی کے متعلق یہہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے کم سے کم ایکمرتبہ دستور کو باجبر و درہم برہم کئے جانے سے ضرور بچالیا ہے۔ جو طالبعلم اتنے زمانہ کے گزر جانے کے بعد پہلے 'ریفارم بل' (قانون اصلاح) کی تاریخ کو سکون اور اطمینان کے ساتھ معائنہ کرے گا اسپر ظاہر ہو جائے گا کہ پارلیمنٹ کا اعلیٰ اقتدار وضع قانون ہی تھا جسکے ذریعہ سے قوم ایک سیاسی انقلاب، قانونی اصلاح کے پیرایہ میں عمل میں لاسکی۔

خلاصہ یہہ ہے کہ دستور کی سختی تدریجی تجدید کے مانع ہے، اور چونکہ وہ تبدیلیوں کی سدراہ ہوتی ہے اسلئے نامناسب حالات میں انقلابات عظیم (ریوولوشن) کا موجب ہوسکتی ہے۔

غیر دستوری (بے ضابطہ) وضع قوانین کے انسداد کے کیا ذرائع ہیں۔

دوم۔ یہہ کہ سخت دستوروں میں وہ کیا ذرایع ہیں جن سے غیر دستوری (بے ضابطہ) وضع قوانین کا انسداد ممکن ہے؟

ہمارے سوال کا جواب۔ (اسکا تعلق ایسے ملک سے نہیں ہے جیسا 'انگلستان' ہے جہاں مقتدر پارلیمنٹ کی حکومت ہے) یہہ ہے کہ واضعان دستور نے غیر دستوری قوانین کے وضع کو ناممکن یا غیر نافذ کردینے کے لئے دو طریقے اختیار کئے ہیں، اور یہی دو طریقے ہوسکتے تھے۔

127

عام رائے اور سیاسی قوتوں کے دانشمندانہ توازن سے یہہ توقع کیجاسکتی ہے کہ وہ غیر دستوری (بے ضابطہ) قوانین کے اجرا کا مانع ہوگا۔ یہہ طریقہ غیر دستوری قوانین کے اجراکو ان اخلاقی اصول کی بنا پر روکتا ہے جن کی بنیاد عام رائے کے اثر پر جاکر ٹھہرتی ہے

اسکے علاوہ یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی خاص شخص یا کسی خاص جماعت، اور سب سے بہتر یہہ ہے کہ عدالتوں کو یہہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ مجلس واضعان قانون

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

کے وضع کردہ ایکٹوں کے حسب دستور ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کریں، اور اگر وہ لفظی یا معنوی طور سے دستور کے خلاف پائے جائیں تو انھیں کالعدم تصور کریں۔ یہہ طریقہ غیر دستوری قانون کی وضع میں اتنا مانع نہیں ہے جتنا عدالتوں کے ذریعہ سے اس عمل کو بے ضرر کردینے میں کارآمد ہے؛ اور اسکی بنیاد صرف ججوں کے اختیارات پر قایم ہے۔

دستور کو سختی کے ساتھ قایم رکھنے کے جو یہہ دو طریقے سرسری طور سے بیان کئے گئے ہیں انکا بغیر مزید تمثیلوں کے سمجھ میں آنا مشکل ہے؛ انکا صحیح مفہوم اسیوقت سمجھ میں آسکتا ہے جبکہ ان مختلف طرز عمل کا باہم مقابلہ کیا جائے جو ان دو مختلف قسم کے دستوریوں نے واضعان قانون کے متعلق اختیار کئے ہیں۔

یورپ کے دوسرے ممالک کے دستوریوں نے جو طریق حفاظت اختیار کئے ہیں۔

ہم کو قبل ازیں معلوم ہوچکا ہے کہ 'فرانس' کے دستوریوں، اور یورپ کے دوسرے ممالک میں انکے متبعین نے اصولی، اور دوسرے قوانین کے فرق کو غیر معمولی اہمیت دی ہے، اور اس بناء پر انھوں نے وضع قانون کی جو مجلسیں قایم کیں انکو صرف (معمولی) قوانین کے وضع کا اختیار دیا ہے نہ کہ دستور میں کسی دست اندازی کا۔ 'فرانس' کے مدبرین کو اسی وجہہ سے ایسی تدبیریں اختیار کرنی پڑیں جنکے ذریعہ سے معمولی واضعان قانون اپنے مناسب دایرۂ اختیار سے باہر قدم نہ رکھ سکیں۔ مدبرین مذکور کی کارروائی میں ایک مخصوص یکسانیت نظر آتی ہے؛ انھوں نے دستور ہی میں مجالس واضعان قانون کے اختیارات کے حدود معین کردیئے ہیں، اور وہ تمام اصول جو وضع قانون کی کارروائی میں ہدایت اور نگرانی کے لئے ضرور تھے، خود دستور میں بطور احکام کے داخل کرلئے ہیں؛ اور مخصوص طریقوں اور مخصوص حالات میں ایک دستوری مجلس کے قیام کا انتظام کیا ہے جو تنہا دستور میں رد و بدل کی مجاز ہے۔ بہرحال انکی تمام تر توجہہ اسی طرف مبذول رہی کہ معمولی مجلس وضع قانون ملک کے اصولی قوانین میں دست اندازی کی کوشش سے باز رہے؛ مجلس وضع قانون کے اختیارات پر جو حدود قایم کردیئے تھے انکی تعمیل کیلئے انھوں نے عموماً عام رائے[1]، یا

128

[1] کسی اقتداری ادارے کو جو دستور کے ذریعہ سے قایم کیا گیا ہو دستور میں مکمل یا جزوی ترمیم کا حق حاصل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

کم از کم سیاسی لحاظات پر بھروسا کیا، اور غیر دستوری (بے ضابطہ) قوانین کی تنسیخ یا انکو بے اثر قرار دینے کے لئے کوئی اور دوسرا طریقہ نہیں تجویز کیا۔

129 'فرانس' کے زمانۂ انقلاب عظیم کے دستور

'فرانس' کی دستوریت کی خصوصیات کا پتا خاص طور سے اسکے تین ابتدائی سیاسی تجربوں سے چلتا ہے۔ ۱۷۹۱ء کے شاہی دستور، ۱۷۹۳ء کے جمہوری دستور، اور ۱۷۹۵ء کے ڈائرکٹری دستور میں باوجود اختلاف کے دو امور سب میں مشترک پائے جاتے ہیں[۱]۔ اول یہہ کہ انمیں سے ہر ایک مجلس وضع قانون کے اختیارات کے دائرہ کو بیحد محدود کرتا ہے، مثلاً ڈائرکٹری کے دستور کی رو سے مجلس وضع قانون کو بطور خود یہہ اختیار نہ تھا کہ وہ دستور کی ۳۷۷ دفعات میں سے کوئی ایک دفعہ بھی بدل سکے، اور دستوری مجلس کے انعقاد کا انتظام اسطور سے کیا گیا تھا کہ دفعات مذکور میں خفیف سے خفیف تغیر بھی نو سال سے کم میں نہیں ہو سکتا تھا[۲]۔ دوسرے یہہ کہ انمیں سے کسی دستور میں بھی اسکے متعلق کوئی اشارہ نہ تھا کہ جس قانون کی نسبت یہہ بیان کیا جائے گا کہ وہ دستور کے خلاف ہے اسکی نسبت کیا عمل ہوگا۔ بظاہر ان واضعان دستور کے خیال میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نہیں ہے، علاوہ ان ترمیموں کے جو باب کے مطابق نظر ثانی کے وقت عمل میں آئی ہوں۔

"قومی مجلس دستور ساز، اسکا انحصار حجیت مقننہ، بادشاہ، ججوں، خاندانوں کے سرگروہوں، بیویوں، ماؤں، اور نوجوان شہریوں کے جذبۂ محبت اور تمام فرانسیسیوں کی جرات و ہمت پر کرتی ہے"۔ دستور ۱۷۹۱ء، حصہ ۷، دفعہ ۸، 'دیوگی' و 'تونینے'، 'دساتیر فرانس' از ۱۷۸۹ء صفحہ ۳۴۔

یہہ وہ شرائط ہیں جنکے ساتھ قومی مجلس ۱۷۹۱ء کے دستور کو قوم کی حفاظت میں دیتی ہے۔ ججوں کا جو تذکرہ کیا گیا ہے اس سے ممکن ہے گو قیاس اسکا مقتضی نہیں ہے کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ غیر دستوری قوانین کو عدالتیں منسوخ یا بے اثر قرار دیں۔ سال ہشتم کے دستور میں، سینٹ کو غیر دستوری قوانین کی تنسیخ کا اختیار دیا گیا تھا؛ مگر یہہ وہ عمل تھا جو انگلستان میں مسودہ قانون کی نامنظوری سے موسوم ہو سکتا ہے نہ کہ ایک باضابطہ طور سے نافذ کردہ قانون کی تنسیخ کا حق۔ دیکھو دستور بابتہ سال ہشتم فصل ۲ دفعات ۲۶ و ۲۸۔ 'ہیلی' کا 'دستور فرانس' صفحہ ۵۷۹۔

[۱] دیکھو نوٹ نمبر ۱ 'فرانس' کے دستور کی سختی'۔ [۲] دیکھو دستور بابتہ ۱۷۹۵ء اتمن ۱۳ دفعہ ۳۳۸ 'ہیلی' کا دستور فرانس، صفحہ ۴۶۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

بھی یہہ بات نہ تھی کہ مجلس واضع قانون کے ایکٹ، بغیر صریحًا دستور کے مخالف ہونے کے ایسے بھی ہوسکتے ہیں جنکی دستوریت مشتبہ ہوگی، اور اس امر کے دریافت کے لئے کہ آیا فلاں قانون دستور کے اصول کے خلاف ہے یا نہیں، کسی ذریعہ کے معین کرنے کی ضرورت واقع ہوگی۔

موجودہ جمہوری دستور۔

انقلاب عظیم کے زمانہ کے دستور کی خصوصیات کا اعادہ 'فرانس' کے بعد کے دستوری مصنفین کرتے رہے ہیں۔ موجودہ فرانسیسی جمہوریت میں بعض قوانین ایسے ہیں (اگرچہ انکی تعداد زیادہ نہیں ہے) جنھیں پارلیمنٹ تبدیل نہیں کرسکتی، اور اس سے زیادہ قابل لحاظ یہہ امر ہے کہ وہ جماعت جو کانگریس کے نام سے موسوم ہے، اس کی مجاز ہے کہ جسوقت چاہے اصولی قوانین کی تعداد میں اضافہ کرکے آئندہ کی پارلیمنٹوں کے اختیارات میں اور کمی کردے؛ مگر دستور میں کوئی ایسا انتظام نہیں ہے جو پارلیمنٹ کے ایسے قانون کے اجرا کا امکان معدوم کردے جو اسکے دستوری اختیارات کے حدود سے بہت بڑھا ہوا ہو۔ جو لوگ اس سے واقف ہیں کہ 'فرانس' میں انقلاب عظیم کے زمانہ سے اسوقت تک حقیقی حکومت کے وضع کردہ قوانین کس وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، اور 'فرانس' کی عدالتوں کا عملدرآمد بھی جانتے ہیں، وہ بلا تامل یہہ مان لیں گے کہ جو ایکٹ پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان سے منظور ہوکر، پریسیڈنٹ کی طرف سے شایع کیا جائے گا، اور 'بلیٹن ڈی لوی' (سرکاری جریدہ) میں طبع ہوجائے گا وہ تمام جمہوری حکومت کی عدالتوں میں جائز اور نافذ متصور ہوگا۔

یورپ کے دوسرے ممالک کے دستور میں جو احکام درج ہیں کیا انپر قانون کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

اس سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ نہایت عجیب ہے۔ 'فرانس' کے دستور نے مجلس وضع قانون کے اختیارات پر جو قیود عائد کئے ہیں انپر فی الحقیقت قانون کا اطلاق نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ ایسے قواعد نہیں ہیں جن کی تعمیل بالآخر عدالتیں کرا سکتی ہوں۔ انکی حقیقی نوعیت سیاسی اخلاقی مسایل کی ہے، اور جو کچھ بھی انکی قوت ہے وہ اس بنا پر ہے کہ وہ باضابطہ طور سے دستور میں درج ہیں، اور اسوجہہ سے عامہ خلایق کی رائے انکی مؤید ہے۔ 'فرانس' کے دستور کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ کم وبیش تمام ایسے ممالک کے انتظامات پر صادق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوم

آتا ہے جو فرانسیسی خیالات کے زیر اثر قائم ہوئے ہیں۔ مثال کے طور سے
131 'بلجیم' کا دستور، جسے، وہ بھی پارلیمنٹ کی کارروائی پر قیود قایم کرنے میں
'فرانس' کی جمہوری حکومت کے دستور سے کسیطرح کم نہیں ہے۔ البتہ یہہ شبہ سے
خالی نہیں ہے کہ آیا 'بلجیم' کے واضعان دستور نے ان قوانین کو ناجائز قرار دینیکا
کوئی ذریعہ تجویز کیا ہے، جن سے ان حقوق (یعنی حق (Speach) آزادی نطق)
کی تنقیص یا فقدان لازم آتا ہو، جسکی بابتہ 'باشندگان بلجیم' سے حتمی وعدہ، کیا
جا چکا ہے۔ 'بلجیم' کے مقننین کم از کم اصولاً اسکے قائل ہیں کہ پارلیمنٹ کا جو ایکٹ
دستور کے کسی مضمون کے خلاف ہوگا، اسکو عدالتیں لازماً کالعدم قرار دینگی؛ لیکن
جب سے 'بلجیم' آزاد ہوئی ہے کسی ایک عدالت کے متعلق بھی یہہ نہیں کہا جاتا کہ
اس نے پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کی دستوریت کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کیا ہے۔

یہاں یہہ کہا جاسکتا ہے کہ اس حالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ نے
دستور کی وقعت قائم رکھی ہے، اور اس سے یقیناً ایک حد تک اس امر کی شہادت
ملتی ہے کہ حقوق کا باضابطہ اعلان، عامہ خلائق کی رائے پر موثر ہوکر، مناسب
حالات میں، اس سے کہیں زیادہ وقعت حاصل کرلیتا ہے جتنی 'انگلستان' میں اسکی
طرف منسوب کیجاتی ہے؛ اس سے یہہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ جو قیود پارلیمنٹ
کے اختیارات پر قائم کئے جاتے ہیں انکی تائید 'بلجیم' میں بھی 'فرانس' کی طرح
اخلاقی اور سیاسی وجدان سے ہوتی ہے اور وہ بہ نسبت قانون کے زیادہ تر
دستوری اصول سمجھے جاتے ہیں۔

'یورپ' کے دوسرے ممالک، اور خصوصاً 'فرانس' کے انقلاب عظیم کے
زمانہ کے مدبرین کا جو عمل معمولی وضع قانون کی مجلسوں کے ساتھ رہا ہے، وہ
'انگلستان' کے ایک نقاد کی نظر میں عجیب معلوم ہوتا ہے۔ مدبرین مذکور ایکطرف
تو معمولی مجلس وضع قانون کے اختیارات کو بے قید چھوڑنے سے ڈرتے ہیں،
دوسری طرف ایسے انتظام کرنے سے بھی خوف کرتے ہیں جو مجالس وضع قانون
کو اسکے دائرۂ اختیارات سے بڑھجانے کو روک سکے۔ اس ظاہری تذبذب کی
182 توضیح وہ وجدانوں سے ہوتی ہے جو انقلاب عظیم کے زمانہ سے فرانسیسی واضعان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

دستور کے دماغوں میں بسے ہوئے ہیں :- یعنی حقوق کے عام اعلان کے اثر پر ضرورت سے زیادہ اعتبار کرنے، اور اس مسلمہ رقابت سے کہ ججونکو سیاسیات کے حلقہ میں کوئی دخل نہ ہونے پائے[1] ہم کو آئندہ فصل میں معلوم ہوگا کہ اہل 'فرانس' کا اسوقت بھی عمومیت کے ساتھ یہی خیال ہے کہ عدالتوں کو اس کی مطلق اجازت نہ ہونی چاہئے کہ وہ ریاست کے کسی معاملہ یا ایسے امر میں جو انتظام حکومت پر موثر ہو، کسی طرح کا دخل دیں[2]، اور 'فرانس' کا عام قانون اس خیال سے پوری طرح متاثر ہے۔

امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کے وضعان دستور کا انتظام حفاظت۔

'امریکہ' کے وضعان دستور، ان وجوہ سے جو میں آئندہ فصل میں بیان کرونگا، فرانسیسی مدبرین سے زیادہ اس امر کے کوشاں رہے ہیں کہ ان کی جمہوری حکومت میں جتنی وضع قانون کی مجلسیں ہیں انکے اختیارات محدود رہیں۔ وہ یورپ کے دوسرے ممالک کے مدبرین کی طرح حقوق کے عام اعلان کے فوائد کے قائل تھے؛ مگر انھوں نے 'فرانس' کے وضعان دستور کے خلاف، اس کوشش کی طرف زیادہ تر توجہ مبذول نہیں کی کہ کانگریس یا دوسری مجالس وضع قانون کو ایسے قوانین کے وضع کرنے سے باز رکھیں جو انکے اختیارات سے باہر ہوں، بلکہ انکی توجہ ان ذرایع کی دریافت پر مبذول رہی جن سے وہ غیر دستوری قوانین کے اثرات کو باطل اور زائل کرسکیں، اور انھوں نے یہہ مقصد اسطرح حاصل کیا کہ تمام ریاستہائے متفقہ کے ججوں کا یہہ فرض قرار دیدیا کہ وہ ہر ایسے ایکٹ کو جو دستور کے خلاف ہو، کالعدم تصور کریں، اور اسطور سے جو قیود کانگریس، یا ریاستوں کی مجالس وضع قانون، پر وضع قانون کے متعلق عاید ہوتے تھے، انکو حقیقی قانون کا مرتبہ دیدیا، یعنی وہ ایسے قواعد ہوگئے جنکی تعمیل عدالت کرسکتی ہے۔ یہہ انتظام جسمیں دستور کے محافظ جج قرار پاتے ہیں، غیر دستوری وضع قانون کے انسداد کے لئے، ان تمام انتظامات سے جو اب تک تجویز ہوتے رہے ہیں، سب سے بہتر اور بالکل کافی ہے۔ 133

---

[1] اے۔ ڈی ٹاک ویل۔ ج ۱ صفحات ۱۶۷ و ۱۶۸ [2] دیکھو فصل ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

134

فصل سوم

پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ اور وفاقیت

مضمون

اب میں 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی نوعیت کی توضیح اسطرح کرنا چاہتا ہوں' کہ اسکا مقابلہ ان حکومتوں کے نظام سے کروں جو مہذب دنیا کے مختلف حصوں اور خصوصاً امریکہ کی ریاستہائے متفقہ میں پایا جاتا ہے' اور وفاقیت کے نام سے موسوم ہے۔

امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کے دستور پر نظر ڈالنے اور غور کرنے سے وفاقیت کا مفہوم سب سے بہتر طریقہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

(امریکہ کے علاوہ) فی الحال وفاقی حکومت کی تین اور عمدہ مثالیں دستیاب ہوسکتی ہیں:- سوئٹزرلینڈ کی وفاقی حکومت' حکومت کینیڈا' اور جرمنی سلطنت[2]۔ اگرچہ انمیں سے ہر حکومت کے دستوروں پر غور کرنے سے ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جن سے ہمارے مضمون پر روشنی پڑسکتی ہے' مگر ہمیں اس تمام فصل میں امریکہ کی جمہوری حکومت کے ادارات ہی کو پیش نظر رکھنا مناسب ہوگا۔ اسکے دو وجوہ ہیں۔ اولاً یہہ کہ ریاستہائے مذکور ترقی یافتہ وفاقیت کا بہتر اور مکمل تر نمونہ ہیں' اور اس نظام حکومت کی تمام نمایاں خصوصیتوں' اور سب سے بڑھکر وضع قانون پر عدالتوں کی نگرانی کے حق' کا اظہار نہایت عمدہ طریقہ اور کامل طور سے

---

[1] امریکہ' کے وفاق کے متعلق قاری کو مسٹر برائس' کی کتاب 'امریکہ کی جمہوریت' پڑھنی چاہئے' اور اس فصل کے مضمون کے متعلق کتاب مذکور کی جلد اول کا پہلا حصہ بغور تمام دیکھنا چاہئے۔

[2] انمیں اب (۱۹۰۸) 'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت شریک کیجاسکتی ہے (دیکھو ضمیمہ نوٹ (۹) اور جنوبی افریقہ' کا ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۰۹ ایڈورڈ ہفتم' فصل ۹)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا گیا ہے۔ مزید برآں 'سوئٹزرلینڈ' کا وفاق[1] اور 'کینیڈا' کی حکومت کم و بیش
135 'امریکہ' کے وفاق کی نقلیں ہیں' اور جرمنی سلطنت کی ترکیب' تاریخی اور عارضی
جزاول اسباب سے اسقدر بے قاعدہ ہے کہ اسکو کسی معروف طرز حکومت کا نمونہ قرار
دینا ہی مشکل ہے۔ دوسرے یہہ کہ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے دستور کا جو تعلق
'انگلستان' کے دستور کے ساتھ ہے وہ عجیب ہے۔ 'امریکہ' کا دستور اختیارات کی
تقسیم ہیں' جس سے اسکی تشکیل ہوتی ہے' 'انگلستان' کے اس دستور سے بالکل متضاد
ہے جسکی روح رواں پارلیمنٹ کے غیر محدود اختیارات ہیں' جنکے متعلق میں قبل ازیں
بہ تفصیل لکھ چکا ہوں' اور جن کی نسبت امید کی جاتی ہے کہ وہ پوری طرح
سمجھ میں آگئے ہونگے۔ اگرچہ 'امریکہ' کے جمہوری اور 'انگلستان' کے شاہی دستوروں
کی شکل میں ایک نقطہ نظر سے بڑا فرق ہے' مگر معناً 'امریکہ' کے تمام ادارات بجز اسکے کچھ نہیں
ہیں کہ وہی خیالات غیر معمولی طور سے بڑھا کر قائم کیے گئے ہیں جو 'انگلستان' کے سیاسی اور
قانونی ادارات کی بنیاد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اصول جس سے
ہمارے نظام حکومت کی تشکیل ہوتی ہے (اگر لک غیر کی ایک اصطلاح
جو موجب آسانی ہے استعمال کی جائے) وحدانیت (Unitarianism)
قرار پاتا ہے' یا یوں کہو کہ ایک مرکزی قوت سے وضع قانون کے اعلیٰ اختیارات
کا دائمی طور سے کام میں لایا جانا' اس مخصوص صورت میں وہ قوت 'انگلستان' کی
پارلیمنٹ ہے۔ برخلاف اسکے 'امریکہ' کے انتظام مملکت کے ہر جز کی تشکیل کا اصول
136 یہہ ہے کہ سرشتہ انتظامی' وضع قانون' اور عدالت کے محدود اختیارات ایسی
جماعتوں میں تقسیم رہیں جو ایک دوسرے کے ہم رتبہ اور ایک دوسرے سے
آزاد ہوں؛ اور یہہ جیسا کہ ہم کو آگے چلکر معلوم ہوگا' وفاقی حکومت کا لازمی خاصہ

[1] 'سوئٹزرلینڈ' کا وفاق چند سال سے قابل توجہ متصور ہونے لگا ہے۔ اسکی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک حقیقی اور
فطری عمومی حکومت ہے' اور اسکی عمومیت کی بنیاد انگریزی اور سکسنی آزادی اور حکومت کے خیالات پر قائم نہیں ہے بلکہ اس کا
ماخذ یورپ کے دوسرے ممالک کے خیالات ہیں۔ 'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت کے دستور میں کم از کم ایک ایسی خصوصیت پائی جاتی
ہے جو بظاہر سوئٹزرلینڈ کے وفاق سے لی گئی ہے۔ دیکھو ضمیمہ نوٹ (۹) وفاق آسٹریلیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

ہے۔ انتظام مملکت کے ان دو نظاموں میں جو صاف فرق ہے، اور اس اختلاف کے جو بیّن نتائج ہیں انکے زیادہ تر نمایاں نظر آنے کی وجہ یہہ ہے کہ انگریزی قوم کے تمام ادارات، بحر اٹلانٹک کے دونوں کناروں پر (یعنی 'انگلستان' اور 'امریکہ میں') 'قانون' 'انصاف' اور شخصی اور حکومتی حقوق کے باہمی تعلقات کے ایسے تصورات پر قائم ہیں جو دونوں ممالک میں یکساں ہیں

'وفاقیت کی نوعیت' اور وہ امور جو وفاقی دستور کو 'انگلستان' کے پارلیمنٹی دستور سے ممیز کرتے ہیں نہایت صاف طور سے نظر آسکتے ہیں، اگر ہم پہلے ان حالات پر غور کریں جو وفاقی حکومت کے قیام کے لئے لازم ہیں، اور اسکے قیام کے مقصد کو پیش نظر رکھیں؛ دوسرے وفاقی اتحاد کے لازمی خصوصیات اور تیسرے وفاقیت کی ان خصوصیات کو نظر انداز نہ ہونے دیں جو اسکی نوعیت سے پیدا ہوتے ہیں، اور جو وفاقی انتظام کو مقتدر پارلیمنٹ کے انتظام سے جدا اور مختلف کر دیتی ہیں۔

وفاقیت کی شرطیں اور مقصد۔ 137

وفاقی حکومت کے قیام کے لئے دو شرطوں یا حالتوں کی ضرورت ہے[1]۔

اول ایسے مختلف ممالک کی موجودگی، جیسے سوئٹزرلینڈ کے اضلاع، امریکہ کی نوآبادیاں کینیڈا کے صوبے، جو موقع وقوع، تاریخ، یا قومیت وغیرہ کے لحاظ

ممالک جنمیں وفاق کی قابلیت پائی جاتی ہے۔

[1] امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کے لئے دیکھو 'اسٹوری' کی 'شرح امریکہ کے دستور پر' (طبع چہارم) اور 'برائس' کی کتاب 'امریکہ کی جمہوری حکومت'۔

کینیڈا کے لئے دیکھو 'برٹش نارتھ امریکہ' ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء ۳۰ 'وکٹوریا' فصل ۳؛ و 'بورینیاٹ' کی کتاب 'حکومت کینیڈا میں پارلیمنٹ کا ضابطہ و عملدرآمد'۔

'سوئٹزرلینڈ' کیلئے دیکھو دستور وفاقیت 'سوئٹزرلینڈ' مورخہ ۲۹ مئی ۱۸۷۴ء؛ اور 'بلومر' کا دستور العمل 'سوئٹزرلینڈ'؛ اور 'نودل' کی کتاب 'براعظم یورپ کی حکومتیں اور جماعتیں' ج ۲ فصل ۹ و ۱۳؛ اور 'سرایف' اور 'ایڈم' کی کتاب 'وفاق سوئٹزرلینڈ' اور ضمیمہ نوٹ (۸) سوئٹزرلینڈ کا وفاق۔

'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت کا دستور خاص طور سے قابل توجہ ہے، قاری کو 'کوٹیک' اور 'کیرن' کی کتاب 'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت کا مشرحہ دستور' دیکھنی چاہئے؛ اور 'مور' کی حکومت جمہوری آسٹریلیا'؛ اور 'برائس' کا مطالعہ تاریخ و اصول قانون' ج ۱ مضمون ۸ کتاب 'دستور حکومت جمہوری آسٹریلیا'۔ علاوہ اسکے دیکھو ضمیمہ نوٹ (۹) 'آسٹریلیا' کا وفاق۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

سے اسقدر قرابت قریبہ رکھتے ہوں کہ اس ملک کے باشندوں کی نگاہ میں مشترکہ قومیت کا اثر پیدا کرسکتے ہوں۔ (اگر تجربہ سے کام لیا جائے) تو عام طور سے یہہ بھی معلوم ہوگا کہ جو ممالک اسوقت وفاقی حکومت میں شریک ہیں وہ سب کسی زمانہ میں ایک ہی بادشاہ کے متبع یا اسکے مفتوحہ تھے۔ یہہ کہنا کہ یہہ قدیم تعلق ایک وفاقی حکومت کے لئے لازم ہے واقعات سے متجاوز ہوجاتا ہے؛ مگر اتنا یقینی ہے کہ جہاں وفاق پھلتا پھولتا ہے وہاں وہ عام طور سے چند قدیم اور بے ترتیب تعلقات کی تدریجی ترقی کا ثمرہ ہوتا ہے۔

وفاقی احساس کا وجود۔

وفاقی نظام کے قیام کی دوسری لازمی شرط یہ ہے کہ ان ممالک کے باشندوں میں جن کو مجوزہ اتحاد میں لانا مقصود ہے ایک مخصوص احساس پایا جائے، یعنی وہ اتحاد کے خواہشمند ہوں نہ کہ وحدت کے (They must desire union, and must not desire unity)۔ اگر اتحاد کی خواہش نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ وفاق کی بنیاد ہی قائم نہیں ہوسکتی؛ 'انگلستان' کی جمہوری حکومت اور ممالک متحدہ کو ملاکر ایک عمومی دولت کے قیام کا بے سروپا خیال (کہا جاتا ہے کہ) ایک ایسا خواب ہے جو مدبرین ملک مدتوں دیکھ سکتے ہیں مگر وہ کبھی وقوع میں نہیں آسکتا۔ برخلاف اسکے اگر اتحاد کی خواہش ہے تو فطری طور سے اسکا اظہار بذریعۂ وفاق نہیں بلکہ انفرادی دستور کے ذریعہ سے ہوگا۔ اٹھارہویں صدی میں 'انگلستان' اور 'اسکاٹ لینڈ' اور انیسویں صدی میں ریاستہائے اٹلی کے تجربے صاف طور سے بتا رہے ہیں کہ مشترکہ مقاصد، یا مشترکہ قومی احساسات، اسقدر قوی ہوسکتے ہیں کہ پھر اس اتحاد اور جدائی کے اجتماع کی گنجایش باقی نہیں رہتی جو وفاق کا سنگ بنیاد ہے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ وہ احساس جو وفاقی حکومت کے قیام کی لازمی شرط ہے یہہ ہے کہ ایک مخصوص ملک کے باشندے مختلف مقاصد کے لئے ایک قوم ہوجانے کے خواہشمند ہوں، مگر باوجود اسکے ہر شخص اپنے ملک یا صوبے کے شخصی وجود سے دست بردار ہونا پسند نہ کرتا ہو۔ ہم کسی قدر اسپر اضافہ کرکے یہہ کہہ سکتے

138

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

ہیں کہ وفاقی حکومت اسوقت تک قایم ہی نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہر جداگانہ ریاست کے اکثر باشندے بہ نسبت مشترکہ وفاقی حکومت کے اپنی ریاست کے زیادہ تر طرفدار اور خیر خواہ نہ ہوں۔ اٹھارہویں صدی کے اخیر میں 'امریکہ' کی اور انیسویں صدی کے وسط میں 'سوئٹزرلینڈ' کی یقیناً یہی حالت تھی، ۱۸۶۱ء میں ایک "ورجینیا" کا رہنے والا "یا میسوچوسٹ" کا باشندہ بمقابلہ ریاستہائے متفقہ کے "ورجینیا" یا "میسوچوسٹ" کو زیادہ تر عزیز رکھتا تھا ۱۸۴۸ء میں "لوسرن" کے باشندے بہ نسبت اتحادی حکومت کے اپنے صوبے کے ساتھ زیادہ تر وفاداری کا اظہار کرتے تھے، اور "برن" اور "زوریخ" کے باشندوں کا بھی ایک حد تک یہی حال تھا۔ پس جو احساس وفاقی حکومت کے قیام کا باعث ہوتا ہے اس سے متحدہ ممالک کے باشندوں میں کم وبیش دو مختلف خیالات شایع ہو جاتے ہیں جو ایک حد تک باہم مخالف ہیں، یعنی قومی اتحاد کی خواہش اور ہر شخص کا اپنی جداگانہ ریاست کی آزادی کو برقرار رکھنے کا ارادہ۔ وفاق کا منشا یہی ہے کہ جہانتک ممکن ہو یہہ دونوں احساسات قائم رکھے جائیں۔

139

وفاق کا مقصد

وفاقی حکومت، ایک سیاسی تجویز ہے جس کا مقصد یہہ ہے کہ قومی اتحاد اور قوت کے ساتھ ساتھ، ہر ریاست کے حقوق بجائے خود قائم رہیں۔ اس نظم کا جو مقصد ہے اسی سے وفاق کی لازمی خصوصیات کا تعین ہو جاتا ہے؛ کیونکہ جس طریقہ سے وفاق دو بظاہر متضاد و عادی یعنی قومی بادشاہی اور ایک ریاست کی بادشاہی کو مطابق کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ایسے دستور کی تیاری پر منحصر ہوتا ہے جسکے تحت میں معمولی شاہی حقوق[1] ایک مشترکہ یا قومی حکومت اور مختلف جداگانہ ریاستوں میں تفصیل کے ساتھ تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اس تقسیم کی تفصیل مختلف وفاقی دستور میں مختلف ہوتی ہے، مگر وہ عام اصول جسپر اسکی بنیاد قائم ہونی چاہئے سب پر روشن ہے۔ ایسے معاملات جن کا تعلق تمام قوم سے ہے انکا انتظام قومی حکومت کے ذریعہ سے ہونا چاہئے؛ اور ایسے معاملات جن کا تعلق ابتداً مشترکہ مقاصد سے نہیں ہے، مختلف ریاستوں کے

[1] دیکھو ضمیمہ نوٹ ۲ تقسیم اختیارات وفاقی حکومت میں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

ہاتھ میں رہنے چاہئیں۔ امریکہ کے دستور کی تمہید اسطرح شروع ہوتی ہے کہ:-

"ہم ریاستہائے متفقہ کے باشندے ایک کامل تر اتحاد، انصاف، ظانگی امن وامان اور مشترکہ حفاظت قایم کرنے، اور عام خوشحالی کو بڑہانے، اور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے آزادی کی برکتیں حاصل کرنے کی غرض سے، امریکہ، کی ریاستہائے متفقہ کیلئے دستور ہذا نافذ اور قایم کرتے ہیں"۔ دسویں ترمیم میں یہ حکم ہیکہ "جو اختیارات بروے دستور ریاستہائے متفقہ کے تفویض نہیں ہوے ہیں، اور نہ ریاستوں کو ان کے استعمال کی ممانعت ہے وہ سب ریاستوں یا عامہ خلائق کے لئے محفوظ ہیں"

یہہ دو بیانات جو کسیقدر خفیف تبدیلی کے ساتھ "سوئٹزرلینڈ" کے دستور میں لیلئے گئے ہیں[1] وفاق کا مقصد صاف طور سے بتاتے، اور اسکے اصلی خیال کا اظہار کرتے ہیں۔

140

وفاق کی خصوصیات ریاستہائے متفقہ امریکہ۔

اس تصور کی بنا پر، کہ قومی اتحاد، باوجود ریاستوں کی خود مختاری کے اسطرح قائم ہوجاتا ہے کہ مشترکہ دستور ایک طرف، قوم، اور دوسری طرف خود مختار ریاستوں میں اختیارات تقسیم کردیتا ہے۔ مکمل ترقی یافتہ وفاق کی تین نمایاں خصوصیات قرار دیجاسکتی ہیں:- دستور کا اعلیٰ اقتدار؛ حکومت کے مختلف اختیارات کی تقسیم مختلف جماعتوں میں محدود اور یکساں حیثیتوں کے ساتھ؛ اور عدالتوں کے اختیارات تعبیر دستور کے متعلق۔

دستور کے اعلیٰ اختیارات

وفاقی حکومت کا وجود اسیطرح دستور پر منحصر ہوتا ہے جسطرح ایک متحدہ جماعت کا وجود اس سند پر منحصر ہوتا ہے جسکے ذریعہ سے وہ قائم ہوتی ہے؛ اسلئے ہر اختیار خواہ وہ انتظامی ہو یا عدالتی یا متعلقہ وضع قانون، اور خواہ اسکا تعلق قوم سے ہو، یا کسی ریاست سے، دستور کے تحت اور اسکے زیر نگرانی رہتا ہے۔ ریاستہائے متفقہ کا پریسیڈنٹ، کانگریس کے ہر دو ایوان، میسوچوسٹ کا گورنر، یا وہاں کی مجلس وضع قانون، یا عدالت عام، قانوناً اسکے مجاز نہیں ہے کہ کوئی ایک ایسا اختیار عمل میں لائے جو مراتب مندرجہ دستور کے خلاف ہو۔

[1] وفاقی دستور تمہید، دفعہ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

دستور کے اعلیٰ اقتدار کا مسئلہ 'ہر امریکہ' کے باشندے کے ذہن نشین ہے، مگر 'انگلستان' کے تربیت یافتہ مقنن کو بھی اسکے کامل طور سے سمجھنے میں وقت پیش آتی ہے۔ دقت کی وجہ یہہ ہے کہ 'انگلستان' کے دستور میں کوئی ایسا اصول نہیں ہے جسے اس اصول سے کوئی مشابہت ہو کہ 'ملک کا اعلیٰ قانون' دستور ہے[1]" (جو وفاق کا لازمی جز ہے)۔

141 'انگلستان' میں ایسے قوانین موجود ہیں جو اصولی[2] یا دستوری قوانین کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ انکو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ انکا تعلق ایسے اہم اصول سے ہے (مثلاً سلسلہ تخت نشینی یا 'اسکاٹ لینڈ' کے ساتھ اتحاد سے) جو ہمارے ادارات کی بنیاد ہیں، مگر ہمارے یہاں کوئی اعلیٰ قانون نہیں ہے یعنی ایسا قانون جو دوسرے قوانین کی صحت کا معیار قرار پاسکے۔ اسمیں کلام نہیں کہ بعض قوانین نہایت اہم ہیں، جیسے وہ ایکٹ جس میں 'اسکاٹ لینڈ' کے ساتھ اتحاد کا معاہدہ مندرج ہے، اسمیں بیکار خلل اندازی سیاسی دیوانگی کے سوائے کچھ نہیں متصور ہوسکتی؛ برخلاف اسکے بعض ایکٹ بالکل غیر اہم ہیں مثلاً ۱۸۷۳ء کا ایکٹ متعلقہ دندانسازاں جو پارلیمنٹ کی مرضی اور خواہش پر منسوخ یا ترمیم ہوسکتا ہے؛ لیکن نہ 'اسکاٹ لینڈ' کے ساتھ اتحاد کے ایکٹ اور نہ ۱۸۷۳ء کے دندانسازوں کے ایکٹ کو ایک دوسرے پر ایسا تفوق حاصل ہے کہ وہ اعلیٰ قانون متصور ہوسکے۔ انمیں سے ہر ایک ایکٹ مقتدر مجلس وضع قانون کی مرضی کا مظہر ہے، اور قانوناً پارلیمنٹ انکے بدلنے یا منسوخ کردینے کی مجاز ہے، اور انمیں سے کوئی ایک دوسرے کی صحت کا معیار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اگر ۱۸۷۳ء کا ایکٹ دندانسازاں بدقسمتی سے اتحاد کے ایکٹ کے مندرجہ مراتب میں مزاحم ہو تو اتحاد کا ایکٹ تا حد تعلق منسوخ ہوجائے گا۔ اگر کوئی جج بھولے سے بھی یہہ رائے نہ قائم کرے گا کہ اس اختلاف کی وجہ سے ۱۸۷۳ء کا ایکٹ متعلق بہ دندانسازاں ناجائز یا غیر دستوری

[1] دیکھو 'امریکہ' کا دستور دفعہ ۶ ضمن ۲۔ [2] 'اصولی قانون' کی اصطلاح ادائی رقوم جہازات کے مباحثہ میں پیدا ہوئی (۱۶۳۵) دیکھو 'گارڈنر' کی تاریخ 'انگلستان'، ج ۸ صفحات ۸۴ و ۸۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

ہوگیا۔ انگلستان، کے دستوری قانون کا اہم ترین اصول مجلس وضع قانون کا قطعی اعلیٰ اختیار، یا یوں کہو کہ بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ کی خود مختارانہ حکومت ہے؛ لیکن یہہ اصول اس اہم قرارداد کے وجود کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا جس کے احکام ہر دستوری اختیار کے نگران اور اسپر حاوی ہیں[1]۔

142 مکتوبہ دستور کے نتائج۔

دستور کے اعلیٰ ترین قسم ارپانے میں تین نتائج کا پیدا ہونا لازم ہے۔

دستور کا تقریباً لازمی طور سے مکتوبہ ہونا ضرور ہے۔

وفاقی حکومت کی بنیاد ایک پیچیدہ اور مرکب معاہدہ پر قائم ہوتی ہے۔ اس معاہدہ میں مختلف شرطیں ہوتی ہیں جن کو وہ ریاستیں جن سے وفاق مرکب ہوتا ہے، عموماً پورے طور سے غور وفکر کرنے کے بعد منظور کرتی ہیں۔ اس قسم کا انتظام اگر محض ذہنی قراردادوں یا مفروضات پر قائم کیا جائے تو اس سے غلط فہمیوں اور نا اتفاقیوں کا پیدا ہونا ضرور ہے؛ اسلئے لازم ہے کہ معاہدہ کے شرائط، یا یوں کہو کہ دستور ضبط تحریر میں لایا جائے۔ پس دستور ایک تحریری دستاویز ہونی چاہئے اور حتی الامکان ایسی دستاویز ہونی چاہئے جسکی شرائط کے سمجھنے میں کوئی غلط فہمی نہ واقع ہوسکے۔ امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کے بانیوں نے کم از کم ایک اہم سوال غیر منفصلہ چھوڑ دیا تھا۔ دستور میں یہ فروگزاشت ایسی تھی جو بالآخر جنگ علیحدگی کے لئے اگرچہ عذر معقول نہیں مگر کم از کم ایک بہانہ ہوگئی[2]۔

سخت دستور

دستور کیلئے لازم ہے کہ وہ بقول میرے غیر تبدیل پذیر[3] یا غیر لچکدار ہو۔

---

[1] مقابلہ کرو خاص طور سے 'کینٹ' کی شرح کے ساتھ ج اصفحات ۴۴۷-۴۴۹۔

[2] ایسے وفاق کا قائم ہونا ممکن ہے جس کی بنیاد محض رسم ورواج اور مختلف ریاستوں میں محض قرارداد پر ہو جو ضبط تحریر میں نہ آئی ہو، اور یہ امر قابل دریافت ہے کہ 'لیگ' کس حد تک ایسے شرائط کی پابند تھی جو تحریری دستور کے مساوی سمجھے جاسکتے ہیں لیکن موجودہ زمانے میں اگر عملی طور سے ناممکن نہیں تاہم بالکل خلاف قیاس ہے کہ کوئی وفاق قائم ہو اور کوئی دستاویز نہ مرتب کیجائے۔ ایسی دستاویز خواہ کسی نام سے موسوم کیجائے گرفی الحقیقت وہ مکتوبہ دستور ہوگی جسمیں وفاقی حکومت اور ریاستہائے متفقہ کے حقوق وفرائض کی تصریح پائیجائیگی۔ [3] دیکھو صفحات 87, 121-124 گذشتہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دستوری قانون یا تو قانوناً غیر قابل تبدیل ہونا چاہئے، یا ایسا ہونا چاہئے کہ اسے ایسی با اختیار جماعت تبدیل کر سکے جو ان وفاقی یا ریاستوں کی مجالس وضع قانون سے بالاتر ہو جو موجودہ دستور کے تحت میں قائم ہیں۔

بعض مقننین نے یہہ اصول قرار دیا ہے کہ ہر ملک میں ایک ایسا شخص یا جماعت موجود رہنی چاہئے جو قانوناً اسکی مجاز رہے کہ وہ اس ملک کے ہر ادارہ کو بدل سکے، باوجود اسکے یہہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ ایک انتظام مملکت کے بانیوں کی نسبت یہہ خیال کیوں ناممکن سمجھا جاتا ہے[1] کہ انہوں نے دیدہ دانستہ ایسے ذرایع مہیا نہیں کئے جن سے وہ جائز طور سے اسکی اصولی بنیاد بدل سکیں۔ وفاقی اتحاد کے بانیوں کے لئے اس قسم کی فروگزاشت غیر فطری نہیں متصور ہو سکتی، کیونکہ جو ریاستیں وفاق میں شریک ہوتی ہیں انکا ایک اہم مقصد یہہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی اپنی ریاستوں کے حقوق میں مزید دست اندازیوں کا انسداد کریں۔ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے دستور کی پانچویں دفعہ سے اس کوشش کا پتا چلتا ہے جو دستور کے بعض احکام کو عارضی طور سے ناقابل تبدیل قرار دینے کے متعلق کی گئی ہے۔ یہہ سوال ایک خیالی سوال سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا کہ آیا وفاقی دستور میں لازمی طور سے کسی ایسے اقتدار اعلیٰ کا وجود پایا جاتا ہے جو اس کے شرائط میں ترمیم یا تبدیل کرنے کا مجاز ہو، کیونکہ اسوقت جسقدر وفاقی حکومتیں قائم ہیں ان سب کے دستوروں میں ایسے ذرائع موجود ہیں جن سے دستور میں ترقی

[1] 'امریکہ' کے سربرآوردہ مقننین جن کی رایوں کی بیحد وقعت کی جاتی ہے انکے قائل ہیں کہ دستور میں کوئی شخص یا اشخاص ایسے نہیں ہیں جن کو ان معنوں میں جنہیں 'آسٹن' نے شاہی اختیارات کی اصطلاح کو استعمال کیا ہے، شاہی اختیارات حاصل ہوں، اس رائے میں بظاہر کسی نامعقولیت کا دریافت کرنا مشکل ہے۔ 'امریکہ' کے دستور کی دفعہ (۵) کا مقابلہ کرو۔ جرمنی حکومت کے دستور میں بعض حقوق مخصوص ریاستوں کو دیئے گئے ہیں جو بروئے دستور بغیر ان ریاستوں کی رضامندی کے انسے نہیں لئے جا سکتے (دیکھو دستور سلطنت دفعہ ۷)۔ حقیقت یہہ ہے کہ وفاقی دستور کی نوعیت ایک معاہدہ کی نوعیت ہے، اور یہہ امر بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ دستور کے بانی اسکی شرائط کی تبدیل کیلئے بہ استثنائے تمام فریقین معاہدہ کی رضامندی کے کوئی اور دستوری ذریعہ نہ قرار دیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

144

ممکن ہے[1]۔ بہرحال یہہ مسلم ہے کہ جہاں وفاقی حکومت کے بانیوں کا اہم مقصد یہہ ہوتا ہے کہ وفاقی نظام قائم رہے وہاں وضع قانون کا اعلیٰ اختیار کسی ایسی معمولی مجلس وضع قانون کے ہاتھ میں دیدینا جو دستور مذکور کے تحت میں قایم ہو قابل اطمینان نہیں متصور ہوتا[2]؛ کیونکہ اسطرح وضع قانون کا اعلیٰ اقتدار تفویض کردینا نظام وفاق کے مقصد یعنی قومی حکومت، اور ریاستوں کے دائرہ اثرات کی مستقل تقسیم کے خلاف ہوگا۔ اگر کانگریس جائز طور سے دستور کے بدل دینے کی مقتدر رہے تو 'نیویارک' اور 'میسوچوسٹ' کے پاس کوئی باضابطہ ضمانت اس امر کی نہیں رہتی کہ جسقدر آزادی انکو ازروئے دستور دیگئی ہے وہ قائم رہے گی، اور وہ اسیطرح کانگریس کے اعلیٰ اقتدار کے تحت میں آجائیں گے، جسطرح 'اسکاٹ لینڈ' پارلیمنٹ کے ماتحت ہے۔ اور یہہ اتحاد وفاقی نہیں رہے گا، بلکہ انفرادی جمہوریت کی شکل اختیار کرے گا۔ برخلاف اسکے اگر جنوبی کارولینا، کی مجلس وضع قانون اس کی مجاز ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق دستور میں ترمیم کردے، تو قانونی نقطہ نظر سے، مرکزی حکومت کا اقتدار ایک خیالی اقتدار متصور ہوگا، اور متفقہ ریاستیں بجائے ایک قوم سمجھے جانے کے خودمختار ریاستوں کا ایک ایسا مجموعہ متصور ہونگی جو کم وبیش ایک مستقل اتحاد میں منسلک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دستور میں ترمیم کا اختیار، بقول شخصے، دستور کی دسترس سے باہر رکھا گیا ہے، اور ہمارے مقصد کے لئے کافی

---

[1] دیکھو بطور تمثیل 'ساوتھ افریقہ' کا ایکٹ بابتہ ۱۹۰۹ء دفعہ ۱۵۲۔

[2] جرمنی حکومت کے دستور میں 'شاہی مجلس وضع قانون' دستور میں ترمیم کی مجاز ہے؛ مگر وفاقی کونسل کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے ریاستوں کے حقوق کی کامل طور سے حفاظت ہوسکتی ہے۔ دستور میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی اگر وفاقی کونسل میں چودہ رائیں اسکے خلاف ہوں، اس سے 'پروشیا' اور دوسری ریاستوں کی مرکب جماعتوں کو یہہ اختیار حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ دستور کی تبدیلی کو نامنظور کردیں۔ وفاقی نظام میں قومی احساسات، اور ریاستوں کی حب الوطنی کے غلبہ کا اندازہ اس اختیار کی نوعیت سے ہوسکتا ہے جسے دستور میں ترمیم کا حق حاصل ہے۔ دیکھو ضمیمہ نوٹ ۲۔ وفاقی ریاستوں میں اختیارات کی تقسیم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم
145

احتیاط کے ساتھ یہہ کہا جاسکتا ہے کہ ریاستہائے متفقہ کا قانونی اعلیٰ اقتدار ریاستوں کی حکومتوں کو حاصل ہے، جو بحیثیت مجموعی ایک ایسی جماعت قائم کرتی ہیں جو ہر وقت اتحاد کی مشمولہ ریاستوں کی ۳/۴ تعداد کی نمایندگی کرتی ہے[1] وضع قانون کا آخری اقتدار ایسی جماعت کے ہاتھ میں دیدینے کا جو دستور کے دائرہ سے باہر ہو ایک نمایاں نتیجہ یہہ نکلتا ہے کہ انفرادی حکومت کی طرح وفاقی حکومت میں بھی ایک شاہی قوت کا وجود ہو جاتا ہے، مگر وفاقی حکومت میں اس خود مختار بادشاہ کو چونکانا مشکل ہے، وہ انگریزی پارلیمنٹ کی طرح چاق چوبند اور جیتا جاگتا مقنن نہیں ہے، بلکہ ایسا بادشاہ ہے جو اونگتا اور سوتا رہتا ہے۔ ریاستہائے متفقہ کے بادشاہ کو جگاکر اس سے اہم کام لئے گئے ہیں، مگر یہہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ میں صرف ایک ہی دفعہ ہوا ہے۔ خانہ جنگی کے بادلوں کی گرج ہی اسکے آرام میں خلل انداز ہوسکتی تھی، اور یہہ امر مشتبہ ہے کہ سر پر آئی ہوئی بغاوت کے سوائے اسکو کوئی دوسرا امر پھر آمادۂ کار کرسکے گا؛ لیکن جو بادشاہ سالہا سال سوتا رہتا ہے اسکا وجود بمنزلہ عدم کے ہے۔ وفاقی دستور میں تبدیلی کا امکان ہے مگر باوجود اسکے اسکا میلان یہی ہے کہ وہ تبدیل نہ ہو[2]

[1] جب کانگریس کے دونوں ایوانوں کے ۲/۳ رکن متفق ہونگے اسوقت کانگریس دستور میں ترمیم کی تجویز پیش کریگی یا مختلف ریاستوں کی ۲/۳ مجالس وضع قانون کی درخواست پیش ہونے پر کانگریس تجویز ترمیم کیلئے ایک مجلس طلب کریگی (جب ترمیمات مجوزہ) مختلف ریاستوں کی ۳/۴ مجالس وضع قانون، یا مجلس مطلوبہ کے ۳/۴ ارکان سے منظور ہوجائینگی (کانگریس نے جو صورت ان دونوں صورتوں میں سے اختیار کی ہو) اس صورت میں وہ تمام مراتب اور مقاصد کے لئے دستور کا ایک جز متصور ہونگی، بشرطیکہ کوئی ایسی ترمیم جو ۱۸۸۷ء سے قبل کی گئی ہو دفعہ ۹ کے ضمن اول اور چہارم پر موثر نہ ہوگی، اور نہ کوئی ریاست بغیر اپنی رضامندی کے سینیٹ میں مساوی حقوق سے محروم کی جاسکے گی"

ریاستہائے متفقہ کے دستور کی مد (۵) مقابلہ کرو آسٹن ج (۱) صفحہ ۱۷۸ اور دیکھو برائس کی کتاب جمہوریت امریکہ ج (۱) طبع سوم) فصل ۳۲ متعلقہ ترمیم دستور۔ [2] امریکہ کے دستور میں ترمیم (۱۷) منظورہ ۱۹۱۳ء سے جس آسانی کے ساتھ سینیٹر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول
146
وفاقی دستور کے تحت میں صیغی مجالس وضع قانون میں وہ سب باتحت مجالس وضع قانون ہیں۔

ہر مجلس وضع قانون جو وفاقی دستور کے تحت میں قائم ہوتی ہے وہ ایک ماتحت مجلس وضع قانون ہوتی ہے[1]، اسکے وضع کردہ قوانین کی حیثیت 'باے لاز' (قواعد) کی ہوتی ہے، اگر وہ ان اختیارات کے اندر ہیں جو دستور نے اس کو عطا کئے ہیں تو وہ جائز ہیں، لیکن اگر وہ اپنے حد اختیارات سے بڑھے ہوے ہیں تو ناجائز اور بے ضابطہ ہیں۔

ریاستہائے متفقہ کی مجالس وضع قانون کو 'انگلستان' کی ریلوے کمپنیوں یا میونسپل جماعتوں کے وضع قانون سے تشبیہہ دینا بظاہر مہمل معلوم ہوتا ہے[2] مگر فی الحقیقت یہہ تشبیہہ غلط نہیں ہے۔ کانگریس، اپنی قانونی حدود کے اندر ایسے قوانین نافذ کرسکتی ہے جسکی پابندی تمام ریاستوں میں ہر شخص پر لازم ہے۔ اسیطرح 'گریٹ ایسٹرن ریلوے کمپنی' ایسے قوانین نافذ کرنے کی مجاز ہے جو تمام مملکت انگلستان میں قابل پابندی ہیں۔ کانگریس کا جو قانون اسکے قانونی اختیار سے اسطرح متجاوز ہوگا کہ وہ دستور کے خلاف پڑے گا وہ ناجائز قرار پائے گا؛ اور اگر 'گریٹ ایسٹرن ریلوے کمپنی' کوئی قانون ایسا نافذ کرے گی جو ان اختیارات سے متجاوز ہوگا جو اسے پارلیمنٹ کے ایکٹ سے ملے ہیں، یا یوں کہو کہ جو کمپنی کے قانونی دستور سے متجاوز ہوگا وہ بھی ناجائز قرار پائے گا۔ جو قانون کانگریس نافذ کرتی ہے وہ کانگریس کا ایکٹ کہلاتا ہے، اور اگر متجاوز الاختیار ہوتا ہے تو اسکو غیر دستوری کہتے ہیں؛ جو قانون 'گریٹ ایسٹرن ریلوے' نافذ کرتی ہے وہ 'باے لا' (قاعدہ) کہلاتا ہے، اور اگر وہ متجاوز الاختیار ہوتا ہے تو وہ 'غیر دستوری' نہیں بلکہ ناجائز کہا جاتا ہے۔ بہرحال الفاظ کے اختلاف سے وہ حقیقی تشابہ جو باہم دو اشیا میں پایا جاتا ہے، پوشیدہ نہ رہنا چاہیے۔ 'کانگریس'

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (سینیٹروں) کا انتخاب مجلس وضع قانون کے ذریعہ سے اور پھر اس انتخاب کا حق ہر ریاست کے باشندوں کی طرف منتقل کردیا جانا منظور ہوا وہ قابل لحاظ ہے۔

[1] امریکہ میں ایسا ہی ہے، لیکن یہہ کچھ ضرور نہیں ہے۔ وفاقی مجلس وضع قانون 'اقتدار اعلیٰ' کہہ سکتی ہے اور ممکن ہے کہ اسطرح ترکیب دیگئی ہو کہ ان ریاستوں کے حقوق جو وفاق میں شریک ہیں عملی طور سے محفوظ رکھے گئے ہوں۔ یہہ حالت جرمنی حکومت میں پائی جاتی ہے۔ [2] دیکھو صفحہ 88 نوٹ [1] آئندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

یا 'نیویارک' یا 'میسوچوسٹ' کی مجالس وضع قانون کے ایکٹ درحقیقت صرف 'بائی لاز' (قواعد) ہیں اور انکا جواز صرف اس پر منحصر ہے کہ وہ ان اختیارات کے اندر ہیں جو دستور نے کانگریس یا ریاستوں کی مجالس وضع قانون کو دیئے ہیں۔ 'گریٹ ایسٹرن ریلوے' کمپنی کے وہ 'بائی لاز' (قواعد) جن کی روسے ان مسافروں پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے جو بغیر ٹکٹ کے سفر کرتے ہیں' دراصل قانون ہیں' مگر ایسے قانون ہیں کہ انکا جواز اس پر منحصر ہے کہ وہ ان اختیارات کے اندر ہیں جو کمپنی کو پارلیمنٹ کے ایکٹ یعنی کمپنی کے دستور کے ذریعہ سے دیئے گئے ہیں۔ کانگریس اور گریٹ ایسٹرن ریلوے' کمپنی دونوں درحقیقت ماتحت و اضعان قانون کے علاوہ کچھ اور نہیں ہیں۔ انکے اختیارات سلطنتہائے متحدہ کی مقتدر پارلیمنٹ[1] کے اختیارات سے نہ صرف بلحاظ مقدار بلکہ بلحاظ قسم بھی جدا ہیں۔

147

تقسیم اختیارات

اختیارات کی تقسیم وفاق کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ وفاقی حکومت کے قائم ہونے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ قومی حکومت' اور جداگانہ ریاستوں میں اختیارات تقسیم ہو جائیں۔ جو اختیارات قوم کے تفویض کئے جاتے ہیں' انسے ہر ریاست کے اختیارات پر چند قیود اور حدود کا عائد ہونا لازم ہے؛ اور چونکہ یہہ مقصود نہیں ہوتا کہ مرکزی حکومت کو ریاستوں کے مستحفظہ حقوق میں دست اندازی کا موقع ملے' اسلئے اسکے دائرہ عمل کو متعین کرنے کی بطور خاص کوشش کی جاتی ہے۔ مثال کے طور سے 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے دستور کو لیجئے جو عہدہ داران انتظامی' مجلس وضع قانون' اور وفاقی عدالتوں' یا خود وفاق کو مخصوص اور صاف طور سے معینہ اختیارات عطا کرتا ہے' اور یہہ حکم دیتا ہے کہ "ازروئے دستور جو اختیارات ریاستہائے متفقہ کے سپرد نہیں ہوے ہیں' اور نہ جداگانہ ریاستوں کے لئے ممنوع قرار پائے ہیں'

148

[1] جو قواعد میونسپل کارپوریشن (جماعت بلدیہ) وضع کرتی ہے' اور انکا جواز جسطرح اس اختیار پر منحصر ہوتا ہے جو جماعت مذکور کو دیئے جاتے ہیں دیکھو مقدمات 'جانسن بنام میراف کروڈن' ۱۶' کیو' بی' ڈی ۷۰۸؛ سرکار بنام پاول' ۵۱' ایل' ٹی' ۹۲؛ منرو بنام واٹسن' ۵' ایل' ٹی ۳۶۶۔ اور نیز برائس کی کتاب 'امریکہ کی جمہوری حکومت' ج ۱ طبع سوم صفحات ۲۴۴' ۲۴۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جز اول

اختیارات کی تقسیم میں ضرورت سے زیادہ فراخ۔

وہ ہر ریاست یا عامہ خلائق کے لئے محفوظ ہیں[1]۔"

وفاقی دستور کے لئے اسی قدر تقسیم لازم ہے، لیکن اختیارات کی تصریح اور تعین کا اصول وفاقی میلان کے ساتھ کچھ ایسا مطابق ہوتا ہے کہ وہ عموماً ان حدود سے بہت آگے بڑھا دیا جاتا ہے جبکی فی الحقیقت از روئے اقتضائے دستور ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ از روئے دستور جو اختیارات ریاستہائے متفقہ کو دیئے گئے ہیں وہ کسی ایک عہدہ دار، یا جماعت عہدہ داران کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ پریسیڈنٹ کو مخصوص حقوق حاصل ہیں جنمیں نہ کانگریس کوئی دخل دیسکتی ہے اور نہ سررشتہ عدالت۔ کانگریس کو وضع قانون کے جو اختیارات دیئے گئے ہیں وہ محدود اور فی الحقیقت بہت ہی محدود ہیں، وہ صرف (۱۸) مضامین کے متعلق قانون بنانے کی مجاز ہے، باوجود اس کے وہ اپنے دائرہ اختیارات میں پریسیڈنٹ، اور وفاقی عدالتوں، دونوں کی ماتحتی سے آزاد ہے۔ اسیطرح سررشتہ عدالت کے مخصوص اختیارات ہیں، اور اسکی حیثیت پریسیڈنٹ اور کانگریس کی حیثیت کے مساوی ہے، (کیونکہ وہ براہ راست دستور سے حاصل ہوتی ہے) سررشتہ مذکور کے اختیارات 149
میں، بغیر قانون کی صریح خلاف ورزی کے انتظامی عہدہ دار، یا مجلس وضع قانون مداخلت نہیں کرسکتی۔ جن صورتوں میں فریق ریاستیں شریک وفاق ہوتی

[1] 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کی ترمیم کی مد (۱۰) 'سوئٹزرلینڈ' کے دستور میں اسیطرح کا انتظام ملاحظہ ہو۔ دستوری وفاق مد (۳) 'کینیڈا' کی حکومت کی دستور سے مقابلہ کرو 'برٹش نارتھ امریکہ' کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء دفعات ۹۱ و ۹۲۔

'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ اور حکومت کینیڈا کے دستوری اصول میں ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے، 'امریکہ' کا دستور درحقیقت ان تمام اختیارات کو جو صریح طور سے قومی حکومت کو نہیں دیئے گئے ہیں، جداگانہ ریاستوں کے لئے محفوظ کرتا ہے۔ برخلاف اسکے 'کینیڈا' کا دستور ان تمام اختیارات کو جو خاص طور سے مختلف صوبوں کو نہیں دیئے گئے ہیں، مرکزی حکومت کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔ اس معاملہ میں 'سوئٹزرلینڈ' کا دستور 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کا متبع ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

ہیں تو بعض حکمت عملی یا انصاف کے اصول، تمام وفاقی جماعت اور اسکے علیحدہ اجزا پر عاید کرنے لازم آتے ہیں، اور دستور کی سختی و ضعف قانون کو اسطرف رغبت دلاتی ہے کہ دستوری مدات میں ایسے اصول شریک کر دیں جو (اگرچہ اپنی نوعیت میں دستوری نہ ہوں مگر) بطور خاص وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے، اور تعمیل کے قابل ہوں۔ اس سے وفاق اور ریاستوں کے اختیارات پر مزید قیود عائد ہو جاتے ہیں۔ امریکہ کے دستور میں کانگریس[1] اور جداگانہ ریاستیں[2] اس امر سے ممنوع کی گئی ہیں کہ وہ کوئی قانون متعلق بہ ضبطی جائداد بہ محرومی ورثہ (بل اف اٹینڈر) یا کوئی ایسا قانون جو افعال ماقبل پر موثر ہو جاری کریں، یا امارت کا کوئی خطاب عطا کریں، یا ان اشیا پر جو ریاستوں سے برآمد ہوتی ہیں کسی طرح کوئی ٹیکس عاید کریں[3]، اور یہ ہدایت ہے کہ ہر ایک ریاست کے عام ایکٹ، اور عدالتی کارروائیوں کی پورے طور سے وقعت کی جائے، اور کوئی ایسا قانون نہ نافذ کیا جائے، جس سے معاہدات کے وجوب میں خلل واقع ہوتا ہو[4] اور کوئی ریاست (ملک غیر سے) کسی قسم کا عہد و پیمان یا اتحاد، یا وفاق نہ کرے؛ اسطور سے انصاف کے ابتدائی اصول تجارت کی آزادی، اور جائداد کے شخصی حقوق کی حفاظت کا اتحادی ملک کے عرض و طول میں پورے طور سے انتظام ہو گیا ہے۔ مزید براں اس امر کا بھی یقین دلایا گیا ہے کہ لوگوں کو اسلحہ رکھنے، اور لگانے کا جو حق حاصل ہے اسمیں دست اندازی نہ کیجائے گی، اور کانگریس کے ہر دو ایوان میں سے کسی ایوان کا رکن بغیر ۲/۳ ارکان کے اتفاق کے خارج نہ کیا جائے گا۔ 150

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ "آسٹریلیا" کی جمہوری حکومت کا دستور "امریکہ" کے دستور کے مطابق ہے جو اختیارات جمہوری پارلیمنٹ کو دیئے گئے ہیں اگرچہ وہ کثیر ہیں مگر محدود ہیں، اور جو اختیارات ریاستوں کی پارلیمنٹوں کیلئے محفوظ رکھے گئے ہیں وہ غیر محدود ہیں۔ دیکھو حکومت جمہوری کے ایکٹ کی دفعات ۵۱، ۵۲، ۱۰۷، اور ضمیمہ نوٹ (۲) وفاقی حکومتوں میں تقسیم اختیارات و نوٹ ۹ "آسٹریلیا" کا وفاق۔

[1] "امریکہ" کا دستور مد (۱) فقہ (۹) [2] "امریکہ" کا دستور مد (۱) دفعہ (۱۰) [3] "امریکہ" کا دستور مد (۱) دفعہ (۹) اس کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

دوسرے ممالک کے وفاقی دستوروں نے 'امریکہ' کے دستور سے بھی زیادہ بعض ایسے اصول یا چھوٹے چھوٹے قواعد کو دستوری ذات میں داخل کر لیا ہے جن کی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ انکو قانونی وقعت حاصل ہے؛ 'سوئٹزرلینڈ' کا دستور 'مستحفظ حقوق' سے بھرا پڑا ہے۔

البتہ 'انگلستان' کے ایک غور کرنے والے شخص کو 'وفاقیت' اور 'محدود اختیارات' کے تعلقات کی کوئی ایسی نمایاں مثال نہ ملے گی جیسی وہ 'امریکہ' میں پائے گا جسکے وفاقی دستور کے اصول جداگانہ ریاستوں کے دستوروں پر حاوی نظر آتے ہیں۔ جمہوری حکومت کے دستور نے کسی ریاست کی مجلس وضع قانون کو 'ریاست شاہی' کے پورے اختیارات نہیں دیئے ہیں پس ہر ریاست کی مجلس وضع قانون ریاست کے دستور کی تابع ہے[1] 'نیویارک' یا 'میسوچوسٹ' کی معمولی مجلس وضع قانون اپنی اپنی ریاست کے دستوروں کے تبدیل کرنے میں ایسی ہی عاجز ہے جیسی کہ وہ متفقہ ریاستوں کا دستور تبدیل کرنے میں عاجز ہے۔ اگرچہ اس مضمون پر تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کا یہ موقع نہیں ہے تاہم اتنا اطمینان کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ تمام متحدہ ممالک میں ریاستونکی حکومت وفاقی نمونہ پر قایم ہے' اور سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ ریاستوں کے دستوروں نے جمہوری دستور سے زیادہ تر اسطرف رجحان ظاہر کیا ہے کہ وہ ایسے قواعد کو جنھیں لوگ اہم سمجھتے ہیں دستوری اصول کی طرح ناقابل تبدیل قرار دیں۔ ریاست 'الینوائس' نے اصولی قوانین میں ان قواعد کو بھی شامل 151
کر لیا ہے جو جھولوں (لفٹ) کے انتظام کے متعلق ہیں[2]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مقابلہ کرو مد (۱) دفعہ (۱۰) سے۔ [1] امریکہ کا دستور مد (۱) دفعہ (۱۰)۔

[1] اس کا مقابلہ 'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت کے دستوری ایکٹ کی دفعات ۱۰۶ و ۱۰۷ سے کرو جنمیں ریاستوں کی پارلیمنٹوں کو غیر محدود اختیارات عطا کئے گئے ہیں۔ 'آسٹریلیا' کے بانیان دستور جنھوں نے جمہوری حکومت قائم کی' انگلستان کی پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی روایات سے اسیقدر متاثر تھے جسقدر 'امریکہ' کے مقتن ریاستوں کے دستوروں کے سامنے میں وفاقیت کے اصول سے متاثر تھے۔

[2] دیکھو من بنام الینوائس' ۴ اوٹو ۱۱۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

لیکن اس حالتیں بھی دوسری حالتوں کی طرح علت اور معلول کے امتیاز کرنے میں بڑی دقت واقع ہوئی ہے۔ اگر وفاقی حکومت کی شکل نے جداگانہ ریاستوں کے دستوروں پر کوئی اثر ڈالا ہے جیسا کہ بقیاس غالب ہونا چاہئے، تو یہہ امر یقینی ہے کہ جو خصوصیات ریاستوں کے دستوروں میں ابتداً پائی جاتی تھیں وہ اتحاد کے دستور میں بجنسہٖ منتقل کر لی گئی ہیں۔ اور ہم کو بلا تامل یہہ معلوم ہوگا کہ کم از کم بانیان حکومت جمہوری کو ریاستہائے متفقہ 'امریکہ' کے مخصوص ادارہ یعنی وفاقی عدالت کا تصور ان تعلقات کی بناء پر پیدا ہوا جو ۱۷۸۹ء سے قبل حکومت کی عدالتوں اور حکومت کی مجالس وضع قانون میں قائم تھے۔

تقسیم اختیارات کا اصول وفاقی اور انفرادی نظام حکومت میں تمیز قائم کرتا ہے۔

وفاقیت کا یہ رجحان کہ وہ حکومت کے عمل کو ہر طرف سے محدود کرتی اور حکومت کی قوت کو متفرق کر کے مساوی اور خود مختار قوتوں میں تقسیم کر دیتی ہے بطور خاص قابل لحاظ ہے؛ کیونکہ یہی خصوصیت اس وفاقی نظام کو جو 'امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' میں قائم ہے اس انفرادی نظام حکومت سے جو 'انگلستان' اور 'روس' میں قائم ہے جدا کرتی ہے۔ ہمیں کشک نہیں کہ ہم گفتگو میں یہہ کہتے ہیں کہ 'انگلستان' کا دستور توازن قوت پر قائم ہے، اور وہ انتظامی عہدہ داروں، مجالس وضع قانون، اور سررشتہ عدالت میں منقسم ہے۔ یہہ مقولہ فی الحقیقت بے معنی نہیں ہے؛ لیکن جب اسکا استعمال 'انگلستان' کے متعلق کیا جاتا ہے، تو اسکا مفہوم اس مفہوم سے جدا ہوتا ہے جسمیں وہ ریاستہائے متفقہ 'امریکہ' کے متعلق مستعمل ہوتا ہے۔ انگریزی حکومت کا تمام اختیار مقتدر پارلیمنٹ کے ہاتھ میں ہے، اور حکومت مذکور کے تمام سررشتے قانوناً پارلیمنٹ کی آزادانہ حکومت کے تابع ہیں۔ ہمارے جج ان معنوں میں خود مختار ہیں کہ وہ اپنے عہدہ پر استقلال کے ساتھ قابض ہیں، اور بادشاہ اور وزارت کے براہ راست اثر سے بالاتر کر دیئے گئے ہیں؛ لیکن سررشتہ عدالت یہہ دعوی نہیں کر سکتا کہ اسکی اور پارلیمنٹ کی سطح حیثیت مساوی ہے۔ پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعہ سے سررشتہ مذکور کے فرایض میں ہر وقت ترمیم ممکن ہے، اور

152

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

ایسے ایکٹ کا اجرا کسی قانون کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ برخلاف اسکے وفاقی حکومت کا سرشتہ عدالت، پریسیڈنٹ اور کانگریس کا ہمرتبہ ہے، اور اس کو کسی حق سے بھی، بغیر انقلاب عظیم کے، پریسیڈنٹ یا کانگریس محروم نہیں کرسکتی۔ مزید براں ہمارے یہاں عہدہ داران انتظامی اور واضعان قانون جداگانہ جماعتیں ہیں، مگر وہ اس مفہوم میں جُداگانہ نہیں ہیں جسمیں پریسیڈنٹ کانگریس کے ہر دو ایوانوں سے جدا اور خودمختار ہے۔ دارالعوام انتظامی معاملات میں دخل دیتا ہے، اور فی الحقیقت وزارت اسی کی مقرر اور قائم کردہ ہوتی ہے۔ زمانۂ حال کی کابینہ ایک ہفتہ بھی اپنی قوت برقرار نہیں رکھ سکتی اگر جدید منتخب شدہ دارالعوام اسکی کارروائی کو ناپسند کرے، مگر امریکہ کا پریسیڈنٹ اپنے عہدہ پر قائم رہسکتا اور اپنے اہم فرائض انجام دے سکتا ہے، گو کہ اسکے سخت سے سخت مخالفین کا غلبہ سینیٹ (رفقا) اور نائبین کے ایوان میں ہوجائے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ 153
انفرادی حکومت کے یہہ معنی ہیں کہ حکومت کی باگ ایک ظاہری شاہی قوت کے ہاتھ میں رہے، وہ قوت خواہ پارلیمنٹ ہو یا زار؛ اور وفاقیت کے یہہ معنی ہیں کہ حکومت کی قوت چند ایسی ہمرتبہ جماعتوں میں تقسیم کردیجائے جو دستور سے پیدا ہوئی ہوں اور اسی کی نگرانی میں ہوں۔

عدالتوں کے اختیارات۔

جن ممالک میں 'بلجیم' اور 'فرانس' کی طرح دستور کم وبیش سخت ہوتے ہیں، اور اسکی مدات (مضامین) میں معمولی واضعان قانون ترمیم نہیں کرسکتے وہاں دستور کے خلاف قوانین کے وضع ہونے کے انسداد میں دقتیں پیش آتی ہیں۔ 'بلجیم' اور 'فرانس' کے مدبرین نے اس مقصد کے لئے کوئی ذریعہ نہیں مہیا کیا ہے، جس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ وہ اخلاقی اور سیاسی مواخذات (Sanctions) کی بناء پر دستور کی وقعت کو محفوظ سمجھتے تھے، اور پارلیمنٹ کے اختیارات پر انھوں نے جو حدود قائم کئے وہ بجائے صحیح قوانین کے زیادہ تر حکمت عملی کے مقولے تھے۔ اس عرض مدت میں جس کو کم از کم ساٹھ سال سے زیادہ زمانہ گزرا، بیان کیا جاتا ہے کہ 'بلجیم' کے کسی جج نے بھی پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کو خلاف دستور نہیں قرار دیا ہے'۔ 'فرانس' کی کوئی عدالت، جیسا کہ قبل ازیں بیان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

ہو چکا ہے، اپنے آپکو اس آزادی کے اختیار کرنے کی مجاز نہ تصور کرے گی کہ وہ ایسے ایکٹ کو، خواہ وہ کیسا ہی خلاف دستور کیوں نہ ہو، جسے قومی مجلس نافذ کرے، اور جو سرکاری گزٹ میں طبع ہو جائے، اور حکومت اسکی تائید میں ہو، ناقابل لحاظ قرار دے۔ 'فرانس' کے مدبرین بآسانی یہہ خیال کرسکتے تھے، جیسا کہ 'ٹاک ویل' نے خیال کیا، کہ 'فرانس' میں پارلیمنٹ کا دستور پر حملہ آور ہونے کا امکان ایسا مضمر نہ تھا جیسا کہ ججوں کا سیاسی جھگڑوں میں شریک ہونا۔ مختصر یہہ ہے کہ 'فرانس' اور 'بلجیم' دونوں جگہ انفرادی دستور نافذ ہے، اسلئے انکی مجالس وضع قانون کا اعلیٰ اقتدار نہ رکھنا ایک عارضی واقعہ ہے، انکے انتظام، مملکت کا لازمی جز اور خاصہ نہیں ہے۔ وفاقی نظام میں معاملہ بالکل برعکس ہے، وہاں حکومت کے قیام کے لئے دستور کا قانوناً سب سے اعلیٰ رہنا لازمی ہے۔ امریکہ کے ریاستہائے متفقہ کے بانیوں کی بڑی تعریف یہہ ہے کہ انھوں نے ایسا انتظام تجویز یا اختیار کیا جس سے دستور فی الحقیقت اسمًا اور رسمًا ملک کا اعلیٰ قانون قرار پایا۔ اس مقصد میں وہ اسطرح کامیاب ہوے کہ انھوں نے ایک پیش پا افتادہ اور صریح اصول کو اختیار کرلیا اور اس اصول کو عمل میں لانے کے لئے اسکے مناسب ذرائع ایجاد کئے۔

154

عدالتوں کا اثر کسطرح پڑتا ہے۔

یہہ اصول ریاستہائے متفقہ کے دستور میں بصراحت تمام بیان ہوا ہے۔ مد (۶) کی عبارت یہہ ہے کہ:-

"دستور اور ریاستہائے متفقہ کے وہ قوانین جو اسکے تحت میں بنائے جائیں گے .... ملک کے اعلیٰ قوانین متصور ہونگے؛ اور باوجود کسی ریاست کے دستور یا قوانین کے اختلاف کے ہر ریاست کا جج انکا پابند رہیگا"[1] اس عبارت کا مفہوم بالکل صاف ہے۔ 'چانسلر کینٹ' لکھتا ہے کہ: "ریاستوں کی مجالس وضع قانون کے تمام ایکٹ اور ہر ریاست کے دستور کا وہ جز جو ریاستہائے متفقہ کے دستور کے خلاف ہوگا لازمی طور سے منسوخ متصور ہوگا۔ یہہ (ہمارے) دستوری اصول قانون کا ایک صحیح اور مسلمہ اصول ہے"[2]

[1] امریکہ کا دستور مد (۶)۔ [2] کینٹ کی شرح ج ۱ (۱۲ طبع) صفحہ ۴۱۴ نیز دستور مذکور صفحہ ۴۴۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

اسلئے ہر جج کا خواہ وہ ریاست نیویارک کی عدالتیں کام کرتا ہو یا ریاستہائے متفقہ کی صدر عدالت میں، قانونی فرض ظاہر ہے۔ اسپر لازم ہے کہ وہ ہر ایسے وضع شدہ قانون کو، خواہ وہ کانگریس نے نافذ کیا ہو یا کسی ریاست کی مجلس وضع قانونی نے جو ریاستہائے متفقہ امریکہ کے دستور کے خلاف ہو کالعدم قرار دے۔ 155
اس کا فرض اسیطرح صریح اور صاف ہے جسطرح انگلستان کے اس جج کا جس سے گریٹ ایسٹرن ریلوے یا کسی دوسری ریلوے کمپنی کے وضع کردہ قاعدہ کے جواز کی نسبت تصفیہ چاہا جائے۔ امریکہ کے جج کو فیصلہ صادر کرتے وقت دستوری احکام کی پابندی لازم ہے جسطرح اسکے ہمسر انگریزی جج پر فرض ہے کہ وہ فیصلہ صادر کرتے وقت پارلیمنٹ کے ہر ایکٹ متعلقہ کا اتباع کرے۔

دستور کے اعلیٰ مرتبہ کا برقرار رہنا صدر عدالت کے قیام سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

ایک اصول کا صراحت کے ساتھ قائم کر دینا بڑی بات تھی، مگر سب سے اہم تر مسئلہ یہہ تھا کہ وہ کیا ذرائع ہیں، جن سے اس اصول کی پابندی ہو سکے گی، کیونکہ اس امر کا اندیشہ موجود تھا کہ جو جج وفاقی حکومت کے ماتحت ہونگے وہ دستور کو کھینچ تانکر مرکزی حکومت کے مفید بنانا چاہیں گے، اور جو جج ریاستوں کے مقرر کردہ ہونگے وہ ریاستوں کے حقوق اور مقاصد کیجانب اسکو کھینچ تانکر لیجانا چاہیں گے۔ یہہ مشکل ایک صدر عدالت وفاقی ججوں کی قائم کر کے رفع کر دی گئی ہے۔

صدر عدالت کی نوعیت اور حیثیت کے متعلق، ہمارے موجودہ مقصد کے لئے، صرف اسقدر بیان کر دینا کافی ہے کہ عدالتیں بھی دستور ہی سے معرض وجود میں آئی ہیں، اور اس بناء پر وہ پریسیڈنٹ اور کانگریس کے ہمرتبہ اور مساوی ہیں۔ اسکے ارکان (شمول وفاقی عدالت کے ججوں کے) اپنے عہدوں پر اسوقت تک قائم رہتے ہیں جب تک کہ وہ کسی بدچلنی کے مرتکب نہ ہوں۔ انکی تنخواہوں میں، انکے خدمت پر قائم رہنے کے زمانہ میں، کسی قسم کی تخفیف نہیں ہو سکتی۔ وفاق کے جملہ سررشتہ عدالت پر صدر عدالت حاکم ہے جو تمام مملکت وفاقی میں اپنی ماتحت عدالتیں قائم کر کے بغیر امداد عہدہ داران

صدر عدالت کی نوعیت اور اسکی کارروائی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

ریاست کے اپنے عہدہ داروں کے ذریعہ سے اپنی ڈگریوں کی تعمیل کرانے کی مجاز ہے۔ صدر عدالت کو اگرچہ کچھ ابتدائی اختیارات بھی حاصل ہیں مگر
156 اسکی تمام تر اہمیت اسکے عدالت مرافعہ ہونے پر منحصر ہے۔ وہ تمام ایسے معاملات میں جن کا تعلق دستور کی تعبیر سے ہوتا ہے ملک کی اعلیٰ ترین اور آخری عدالت مرافعہ ہے (خواہ تجویز وفاقی عدالت سے ہوئی ہو یا کسی ریاست کی عدالت سے)۔ دستور کی آخری اور قطعی تعبیر وہی کرتی ہے اور اس لئے بحیثیت عدالت مرافعہ وہ مجاز ہے کہ قطعی طور سے یہہ طے کرے کہ جو قانون کانگریس یا کسی ریاست کے واضعان قانون مثلاً ریاست نیویارک، نے نافذ کیا ہے وہ دستور کے مطابق ہے یا نہیں۔ صدر عدالت کی حیثیت سمجھنے کے لئے ہم کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ تمام وفاقی ملک میں دو قسم کی عدالتیں قائم ہیں جن میں کارروائی شروع ہوسکتی ہے یعنی وفاقی ماتحت عدالتیں جنکا قیام دستور کی بنا پر ہوا ہے، اور ریاستوں مثلاً نیویارک، یا میسوچوسٹ، کی عدالتیں جو ریاست کے دستور سے قائم اور برقرار ہیں اور بعض صورتوں میں وفاقی اور ریاستوں کی عدالتوں کے حدود اختیارات ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اگرچہ وفاقی عدالتوں کے حدود اختیارات مخصوص طور سے ان مقدمات تک محدود ہیں جو دستور اور ریاستہائے متفقہ کے قوانین کے تحت میں پیدا ہوتے ہیں لیکن اکثر انکا انحصار فریقین مقدمہ کی حیثیت پر بھی ہوتا ہے۔ ہمیں شک نہیں کہ ایسے مقدمات بھی ہوتے ہیں جن کی سماعت ریاستوں کی عدالتوں میں نہیں ہوسکتی، مگر یہہ عدالتیں بعض اوقات ایسے مقدمات بھی لے لیتی ہیں جو وفاقی عدالتوں میں دائر ہوسکتے تھے، اور انکو متواتر اس پر غور کرنا ہوتا ہے کہ جو قانون کانگریس یا کسی ریاست کے واضعان قانون نے نافذ کیا ہے وہ بلحاظ دستور کے جائز ہے یا نہیں۔ وفاقی ماتحت عدالتوں کی تجاویز کے مرافعہ کا صدر عدالت میں پیش ہونا کوئی غیر معمولی یا تعجب انگیز امر نہیں متصور ہوسکتا؛ البتہ اسکا ریاستوں کی اعلیٰ ترین عدالتوں کے ایسے
157 فیصلہ جات کے مرافعہ کی سماعت کا مجاز ہونا جن کا تعلق دستور یا کانگریس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

ایکٹوں کے مضامین یا انکی تعبیر سے ہو قابل لحاظ ہے۔ جن مخصوص مقدمات میں فریق متضرر کو ایک ریاست کی عدالت کے فیصلہ سے ریاستہائے متفقہ کی صدر عدالت میں مرافعہ کا حق دیا گیا ہے انکا ذکر کانگریس کے ایکٹ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۷۸۹ء میں کیا گیا ہے۔ اسکی دفعہ (۲۵) کا مضمون یہہ ہے کہ:

"ایک ریاست کی اعلیٰ ترین عدالت قانون یا نصفت کی آخری تجویز یا ڈگری کا مرافعہ قانونی غلطی کی بنا پر، ریاستہائے متفقہ کی صدر عدالت میں دائر ہو سکتا ہے بشرطیکہ ریاست کی عدالت میں کسی معاہدہ، یا قانون، یا اس اختیار کا جواز جو ریاستہائے متفقہ استعمال کرتی ہیں، زیر بحث رہا ہو، اور فیصلہ اس جواز کے خلاف کیا گیا ہو؛ یا آنکہ کسی ریاست کے جواز اختیار کی اس بنا پر بحث ہو کہ وہ دستور، معاہدات، یا ریاستہائے متفقہ کے قوانین کے خلاف ہے، اور فیصلہ اسکے جواز کی تائید میں کیا گیا ہو؛ یا آنکہ دستور کی کسی مد، یا کسی معاہدہ، یا قانون، یا کسی کمیشن مقررہ ریاستہائے متفقہ کی تعبیر کے متعلق بحث ہوئی ہو، اور فیصلہ اس حق، مرافق، رعایت یا استثنا کے خلاف کیا گیا ہو، جس کا دعوی اتحاد کے اختیارات کی بنا پر کیا جاتا ہے[1]"

اگر یہ ایکٹ اصطلاحات سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو وہ اس صورت میں آجاتا ہے: اور ایک ریاست مثلاً 'نیویارک' کی اعلیٰ ترین عدالت کے مقدمہ کے اس فریق کی، جو اپنے دعوی یا جوابدہی کی بنیاد دستور یا ایسے قانون پر جو اسکے تحت وضع کیا گیا ہے قائم کرتا ہے، اسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر فیصلہ اسکے موافق ہوتا ہے تو اسے کسی مرافعہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، لیکن اگر فیصلہ اسکے خلاف ہوتا ہے تو اسکو ریاستہائے متفقہ کی صدر عدالت میں مرافعہ کا حق پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر قانون داں شخص ایک نظر میں معلوم کر سکتا ہے کہ ریاستوں کی عدالتوں کو بحیثیت محافظان دستور اپنے فرائض ادا کرنے کی ترغیب دینے کا کسقدر عمدگی کے ساتھ انتظام کیا گیا ہے، اور اس سے کسطرح صدر عدالت، تمام ایسے معاملات میں جن کا تعلق دستور سے

158

[1] کینٹ کی شرح ج (۱)، (۱۲ ایڈیشن) صفحات ۲۹۹ - ۳۰۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

ہوتا ہے، آخری فیصلہ صادر کرنے والی عدالت ہو جاتی ہے۔

اس خیال کو ایک لحظہ کے لئے بھی دل میں نہ آنے دینا چاہیئے کہ وضع قوانین کے جواز، اور از روئے دستور جو اختیارات مختلف جماعتوں کو حاصل ہیں، انکے متعلق جو حق تصفیہ ہر عدالت اور بالآخر صدر عدالت کو حاصل ہے، اسکا استعمال شاذ ہی صورتوں میں ہوتا ہوگا؛ کیونکہ درحقیقت یہ ایک ایسا حق ہے جس سے متواتر کام لیا جاتا ہے، اور اس سے ریاستہائے متفقہ کے باشندوں کو کوئی تعجب نہیں ہوتا جسطرح انگلستان میں "شاہی بنچ ڈویژن" کی عدالت کے اس فیصلہ سے کوئی تعجب نہیں پیدا ہوتا کہ ریلوے کمپنی کا وضع کردہ فلاں قاعدہ ناجائز ہے۔ "امریکہ" کی عدالتوں نے اہم سے اہم معاملات طے کئے ہیں، اور انھوں نے یہ قرار دیدیا ہے کہ کانگریس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان دیون کو جو ریاستہائے متفقہ کو واجب الوصول ہوں (دوسرے دیون پر) ترجیح دے[1]، وہ مجاز ہے کہ ذریعۂ جماعت سندیافتہ بینک قائم کرے[2]، اور ان مخصوص اصول مساوات کے ساتھ جو دستور میں قرار دیئے گئے ہیں، بغیر کسی روک ٹوک کے ٹیکس عائد اور وصول کرے؛ عدالتوں نے یہ بھی فیصل کر دیا ہے، کانگریس کو فوج پر کہانتک اختیار ہے، اور انکی سرکردگی کا کون شخص مستحق ہے[3]، اور کانگریس کا جنگ علیحدگی میں زر کاغذی جاری کرنا جائز تھا[4]؛ عدالتوں نے جس قوت اور صراحت کے ساتھ ریاستہائے متفقہ کے اختیارات متعین کر دیئے ہیں، اسی طرح انھوں نے جداگانہ ریاستوں کے اختیارات کا بھی انتظام کیا ہے۔ 159
عدالتوں ہی نے ہر ایسے قانون کو جس کا اثر واقعات قبل پر پڑتا ہو، اور ہر ایسے قانون کو جس سے کسی ریاست کی برآمد اشیا پر خفیف سا ٹیکس بھی عائد ہوتا ہو

[1] "کینٹ" کی شرح ج ۱ (۱۲ طبع) صفحات ۲۴۴ - ۲۴۸ - [2] "کینٹ" کی شرح ج ۱ (۱۲ طبع) صفحات ۲۴۸ - ۲۵۴ - [3] "کینٹ" کی شرح، صفحات ۲۶۲ - ۲۶۶ - [4] "اسٹوری" کی شرح دستور (۴ طبع) ج ۲ دفعہ ۱۱۱۶ - ۱۱۱۷؛ نیز دیکھو مقدمہ "ہیبرن بنام گرسولڈ ۸ ویلس ۶۰۲ ڈسمبر ۱۸۶۹ء" و "ناکس بنام لی ۱۲ ویلس ۴۵۷"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو اول

خلاف دستور قرار دیا ہے، اور ریاست کے ان قوانین کو جو معاہدات کے وجوب میں مزاحم ہوں بے اثر کر دیا ہے، غرضکہ انصاف کا قیام، اندرونی آزاد تجارت کا وجود، اور حقوق جائداد کی عام وقعت، سب عدالتوں ہی کی بدولت ہے۔ ایک حال کے فیصلہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدالتیں اس امر پر بھی آمادہ ہیں کہ وہ باتباع دستور، ایسے قانون کی تائید کریں جسمیں خانگی جائداد کا اسطرح کا استعمال ممنوع کر دیا جائے جو ججوں کی رائے میں مقاصد عامہ کے خلاف ہو[1] عدالت کے وہ اختیارات جنکے ذریعہ سے دستور کے احکام بطور قانون ملک قائم ہیں، اور جن سے ہر اقتدار اپنے مناسب حدود سے آگے بڑھنے نہیں پاتا، اس آسانی اور ترتیب سے کام میں لائے جاتے ہیں کہ 'یورپ' کے ناظرین حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اسکی تشریح یہ ہے کہ اگرچہ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے جج دستور کے عمل کی نگرانی اور انتظام کرتے ہیں، مگر باوجود اسکے وہ خالص عدالتی فرائض انجام دیتے ہیں، کیونکہ وہ سوائے ان مقدمات کے جو انکے سامنے پیش ہوتے ہیں کسی اور امر کا فیصلہ نہیں کرتے۔ فطری طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ صدر عدالت کانگریس کے نافذہ ایکٹوں کو ناجائز قرار دیتی ہے، مگر فی الحقیقت کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ عدالت بلا واسطہ کانگریس کے کسی ایکٹ کی نسبت کسی قسم کی رائے کا اظہار نہیں کرتی۔ جو کچھ عدالت کرتی ہے وہ صرف اسیقدر ہے کہ آیا فلاں مقدمہ میں 'زید' بمقابلہ 'بکر' کے فیصلہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں، لیکن اس تجویز کے صادر کرنے میں عدالت یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ کانگریس کا فلاں ایکٹ ناقابل توجہ ہے کیونکہ وہ کانگریس کے دستوری اختیارات سے متجاوز ہے[2]۔ 160

ریاستہائے متفقہ امریکہ کے بانیوں کی حقیقی توصیف۔

جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ یہ تفریق بلا حقیقی فرق کے ہے وہ ایک حد تک سیاست سے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ عدالتوں

[1] مقدمہ من بنام الینوائس (۴) اوٹو ۱۱۳۔ دیکھو بطور خاص تجویز چیف جسٹس مارشل مندرجہ تالیفات جان مارشل متعلقہ دستور وفاقی ۱۸۳۹ء۔

[2] دیکھو فصل (۲) صفحات 91-95 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

کا اختیار اپنی کارروائیوں کو خالص عدالتی معاملات تک محدود رکھنے سے کسقدر بڑھ جاتا ہے۔ جن لوگوں نے 'ٹاک ویل' کی طرح ان مدبرین کی دانشمندی کی داد دی ہے جو اس اتحاد کے بانی ہیں، انھوں نے انکے موجد ہونے کی نسبت غالباً کسی قدر مبالغہ آمیز رائے قائم کی ہے۔ ان بانیان اتحاد کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ وہ ان تصورات کو جو 'انگلستان' کے قانون سے انکو ورثہ میں ملے تھے، اتحاد کے جدید حالات میں نہایت ہوشیاری کے ساتھ کام میں لائے۔ جن لوگوں کے دماغ میں 'انگلستان' کا ضابطہ جاگزیں تھا انکے لئے یہ امر محال تھا کہ وہ عدالتوں کو سوائے مقدمات پیش شدہ کے کسی اور امر کے متعلق فیصلہ صادر کرنے کی اجازت دیتے۔ جو لوگ ایسی نوآبادی میں رہ چکے تھے، جس پر بذریعۂ ایک منشور کے حکومت کیجاتی تھی، اور جس کا اثر یہہ تھا کہ نوآبادی کے قانون کے جواز پر پرائوی کونسل کو غور کرنے کا اختیار حاصل تھا، انکے متعلق یہ امر مطلق تعجب انگیز نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے مخصوص مقدمات میں عدالتوں کو ایسی مجلسوں کے مجریہ ایکٹوں کے جواز کے متعلق تصفیہ کرنے کا حق دیا، جنکے اختیارات دستور سے اسیطرح محدود تھے جسطرح نوآبادی کے واضعان قانون کے اختیارات منشور یا پارلیمنٹ کے ایکٹ سے محدود رہ چکے تھے۔ ممکن ہے کہ 'فرانس' کے مقننہ جو 'فرانس' کی پارلیمنٹوں کی روایات سے متاثر ہوں انکے سمجھنے سے عاری ہوں، مگر 'انگلستان' کا ایک مقننہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ حکومت جمہوری کے بانیوں نے کانگریس کے ایکٹوں کو اسی نظر سے دیکھا جس نظر سے انگریزی عدالتیں (بائی لاز) قواعد کو دیکھتی ہیں، اور کیا عجب ہے کہ صدر عدالت قائم کرتے وقت پرائوی کونسل کے فرائض انکے ذہن میں ہوں۔ یہہ امر یقینی سمجھنا چاہئے کہ ایسی صورتیں بانیان مذکور کے ضرور پیش نظر تھیں جن میں ایک ریاست کی عدالتوں نے حکومت کے واضعان قانون کے ایکٹوں کو خلاف دستور حکومت قرار دیکر کالعدم کردیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلا مقدمہ جسمیں ایک قانون خلاف دستور قرار دیا گیا جزیرۂ 'رہوڈ' میں ۱۷۸۶ء میں پیش ہوا، جسکی حکومت اسوقت 'چارلس دوم' کے منشور 161

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

پر قائم تھی اور جو ۱۸۴۲ء تک قائم رہی۔ شمالی کرولینا کی عدالتوں نے ۱۷۸۷ء میں[1]، اور ورجینیا کی عدالتوں نے ۱۷۸۸ء[2] میں واضعان قانون کے ایک ایکٹ کو خلاف دستور قرار دیا، حالانکہ امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کا دستور ۱۷۸۹ء تک نافذ نہیں ہوا تھا؛ اور ماربری بنام میڈیسن کا پہلا مقدمہ جس میں صدر عدالت نے جواز کے مسئلہ سے بحث کی ۱۸۰۳ء[3] میں فیصل ہوا۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ امریکہ کے بڑے مدبرین کے تصورات انگلستان کے قانون سے ماخوذ تھے تاہم اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے ان قدیم خیالات کو کامل طور سے ایک جدید وسعت دی، اور دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ایسا دستور مرتب کیا جو صحیح طور سے قانون ملک ہوسکتا ہے، اور اسطور سے زمانہ حال کے وفاق کے بانی قرار پائے؛ وفاق کی مخصوص خصوصیتیں؛ یعنی دستور کی برتری، اختیارات کی تقسیم، عدالتوں کا اقتدار، وغیرہ گو کسی قدر تبدیلی کے ساتھ ہوں، ہر صحیح وفاقی حکومت میں نظر آتی ہیں۔

کینیڈا کی حکومت

تھوڑی دیر کے لئے ہم کو کینیڈا کی حکومت کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ برٹش نارتھ امریکہ کے ایکٹ ۱۸۶۷ء کی تمہید میں سیاسی ابہام سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ موجودہ مملکت کے صوبوں نے اس امر کی خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ "ایسے دستور کے ذریعہ سے جو سلطنتہائے متحدہ کے اصول کے مشابہ ہو" ایک حکومت کے سلسلہ میں منسلک کردیئے جائیں۔ اگر تمہید میں پورے طور سے صداقت کا اظہار منظور تھا تو بجائے سلطنتہائے متحدہ کے ریاستہائے متفقہ کہنا چاہئے تھا؛ کیونکہ صاف طور سے اس حکومت کا دستور اہم خصوصیات میں امریکہ کے وفاقی دستور کے نمونہ پر مرتب ہوا ہے۔ کینیڈا کے مستند تقریظ نویسوں نے اس سے ضرور انکار کیا ہے لیکن میری رائے میں اس انکار کی انکے پاس

162

[1] مارٹن، ۴۲۱ - [2] ۱۹ (۱)، کیس - ۱۹۸ [3] ۱ کرنچ - ۱۳۷، حکومت کی عدالتوں نے واضعان قانون کے ایکٹوں کو خلاف دستور قرار دینے کی جو کارروائی کی اسکے ابتدائی واقعات اور دوسری مفید تنقیدات کیلئے میں اپنے دوست پروفیسر تھے پر مرحوم کا ممنون ہوں جنکا تعلق ہروارڈ کی یونیورسٹی سے تھا اور جو ایک مشہور دستورداں تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

کوئی معقول دلیل موجود نہیں ہے[1] ہمیں شک نہیں کہ 'ریاستہائے متفقہ امریکہ' اور 'کینیڈا' کے ادارات میں بڑا اور قابل لحاظ فرق پایا جاتا ہے؛ لیکن کوئی شخص 'برٹش نارتھ امریکہ' کا ایکٹ ۱۸۶۷ء پڑھکر بغیر یہ سمجھے نہیں رہ سکتا کہ وضعان ایکٹ کے پیش نظر متواتر 'امریکہ' کا دستور نہ تھا' اور اگر 'کینیڈا' خود مختار ملک ہوتا تو وہ ایک اتحاد متصور ہوتا جسپر بذریعۂ دستور کے حکومت کی جاتی اور وہ دستور 'ریاستہائے متفقہ امریکہ' کے دستور سے بہت زیادہ مشابہ ہوتا۔ وہاں (اسوقت) دستور ملک کا قانون ہے؛ اور (باستثنائے بعض خفیف امور کے جسکی اجازت 'برٹش نارتھ امریکہ' کے ایکٹ ۱۸۶۷ء میں دی گئی ہے) ہمیں 'کینیڈا' کی پارلیمنٹ' یا صوبوں کی پارلیمنٹیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرسکتیں[2] اسکی تبدیلی کی مجاز صرف 'انگلستان' کی مقتدر پارلیمنٹ ہے[3]

163

[1] 'کینیڈا' کے دستور کی نوعیت کے متعلق جو اختلاف رائے مجھ میں اور کینیڈا کے مستند اور دوستانہ تعلق رکھنے والے نقاد میں ہوا ہے' اسکا خلاصہ بآسانی بیان اور واضح کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس حکومت کے دستور کی وفاقی حیثیت پر غور کیا جائے تو ہم کو صاف طور سے معلوم ہوگا کہ وہ ریاستہائے متفقہ امریکہ کے دستور کی نقل ہے گو کہ اسپر غلامانہ نقل کا اطلاق نہ ہوسکتا ہو۔ اس کتاب میں تو 'کینیڈا' کا دستور بلا تامل وفاقی حکومتوں میں شمار رہا ہے اس وجہ سے میرا یہ دعویٰ ہے کہ 'کینیڈا' کی حکومت امریکی اتحاد کے نمونہ پر قائم ہوئی ہے؛ اور میں اسی کو اب تک صحیح سمجھتا ہوں۔ البتہ جب 'کینیڈا' کے انتظامی سررشتہ کا مقابلہ امریکہ کے انتظامی سررشتہ سے کیا جاتا ہے اسوقت یہ بیّن طور سے نظر آتا ہے کہ 'کینیڈا' کی حکومت اس پارلیمنٹری کابینہ کی حکومت کے نمونہ پر قائم ہوئی ہے' جو 'انگلستان' میں پائی جاتی ہے؛ اور اسکو 'امریکہ' کی پریسیڈنٹی حکومت سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ میرے ایک دوست نے جو 'کینیڈا' کے دستور سے خوب واقف تھا مجھ سے بیان کیا کہ 'کینیڈا' کے ماہرین فن کا یہی نقطہ نظر ہے' اور 'برٹش نارتھ امریکہ' کے ایکٹ ۱۸۶۷ء کی تمہید میں اس ملک کے دستور کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ اسی بنا پر درست ہے۔ یہ تشریح معقول اور قابل قدر ہے اور اسی کے لحاظ سے ان الفاظ میں جو اس کتاب کی قدیم مطبوعات میں استعمال ہوئے تھے کسی قدر تبدیلی کردیگئی ہے۔

[2] دیکھو 'برٹش نارتھ امریکہ' کا ایکٹ ۱۸۶۷ء (۳۰ وکٹوریا فصل سوم دفعہ ۹۲ جسمیں اس مقبوضہ ملک کی پارلیمنٹ کو (جبکہ وہ صوبوں کی مجلس وضعان قانون کے ساتھ ملکر کام کر رہی ہو) یہہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ایک حد تک 'برٹش نارتھ امریکہ' کے ایکٹ ۱۸۶۷ء کے مضامین میں تبدیلی کرے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ 'کنیڈا' ایک تابع ملک ہے؛ کیونکہ 'نیوزیلینڈ' بھی 'کنیڈا' کی طرح ایک نوآبادی ہے، لیکن 'نیوزیلینڈ' کی پارلیمنٹ شاہی اجازت سے جو کچھ کرسکتی ہے وہ 'کنیڈا' کی پارلیمنٹ نہیں کرسکتی؛ یعنی وہ نوآبادی کے دستور میں تبدیلی کی مجاز نہیں ہے؛ اسلئے تمام ملک (کنیڈا) میں دستور صحیح معنوں میں ملک کا قانون ہے۔ اس قانون کے تحت میں، جیسی کہ توقع کیجاسکتی تھی، مساوی حیثیتوں کی جماعتوں میں اختیارات کی تقسیم موجود ہے[1]، اگرچہ وہ اختیارات جو اس مقبوضاتی (ڈومینین) حکومت اور پارلیمنٹ کو دیئے گئے ہیں ان اختیارات سے جو صوبوں کے لئے محفوظ رکھے گئے ہیں، بہت بڑھے ہوئے ہیں، بمقابلہ ان اختیارات کے جو 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے دستور سے وہاں کی وفاقی حکومت کو حاصل ہیں۔ اسکا اظہار اس اختیار سے زیادہ کسی امر سے نہیں ہوتا جو مقبوضاتی حکومت[2] کو صوبوں کے ایکٹوں کی منسوخی کے متعلق دیا گیا ہے[3]۔

164 ممکن ہے کہ اس اختیار کے دینے کا مقصد یہ ہو کہ دستور کی تعبیر کے لئے عدالتوں کی طرف رجوع ہونے کی ضرورت باقی نہ رہے؛ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بانیان وفاق کو یقین تھا کہ "اگر ملک کی مختلف مجالس وضع قانون کے اختیارات کی تصریح باحتیاط تمام کردی جائیگی تو مرکزی اور مقامی حکومتوں کے اقتدار میں کسی تکلیف دہ یا خوفناک اختلاف کے واقع ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے گا[4]۔" اس امید کی ناکامی، جو وفاق کی نوعیت کی غلط فہمی پر قائم

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ صوبوں کے دستور کے متعلق قانون کو یہہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ صوبوں کے دستور کی ترمیم کے لئے وقتاً فوقتاً قانون وضع کریں (بلالحاظ برٹش نارتھ امریکہ کے ایکٹ ۱۸۶۷ء کے مضامین کے) باستثنائے عہدۂ لفٹیننٹ گورنری کے۔ دیکھو برٹش نارتھ امریکہ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء دفعہ ۹۲۔ **حاشیہ صفحہ گزشتہ** ۳ شاہی قانون سے مقبوضات کے دستور میں کسطرح تبدیلی ہوتی ہے، اسکے لئے دیکھو کنیڈا کی پارلیمنٹ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۷۵ء۔

[1] برٹش نارتھ امریکہ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء دفعات ۹۱ و ۹۲۔

[2] برٹش نارتھ امریکہ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء دفعات ۵۶ و ۹۰۔

[3] 'بوری ناٹ' کی کتاب موسومہ پارلیمنٹ کا ضابطہ اور عمل ملک مقبوضہ 'کنیڈا' میں صفحہ ۷۶۔

[4] 'بوری ناٹ' کی کتاب موسومہ پارلیمنٹ کا ضابطہ و عمل کنیڈا کی نوآبادی میں، صفحہ ۴ ۶۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

کی گئی تھی، رپورٹوں کے دو ضخیم جلدوں سے ثابت ہو رہی ہے، جو وضعان قانون کے ایکٹوں کے جواز اور ناجوازی کے مقدمات سے مملو ہیں؛ اور اسکی ناکامی کا مزید ثبوت ان مقدمات کی طویل فہرست سے ملتا ہے جنمیں ملک مقبوضہ (ڈومینین) کی صحیح صدر عدالت، یعنی پرائیوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی نے ملک مقبوضہ (ڈومینین) اور صوبہ جات کی پارلیمنٹوں کے اختیارات کے متعلق فیصلہ جات صادر کئے ہیں۔

سوئٹزرلینڈ کا وفاق

'سوئٹزرلینڈ' کا وفاق اس وفاقی نظام کی خصوصیات کا عمدہ نمونہ ہے جو بحر اٹلانٹک کے اس پار قائم ہے؛ اگرچہ انمیں بعض نمایاں اختلاف بھی پائے جاتے ہیں۔ دستور ملک کا قانون ہے جسکو نہ وفاقی اور نہ صوبہ داری کی مجالس وضعان قانون تبدیل کرنے کے مجاز ہیں، دستور نے قومی حکومت اور صوبوں میں، اختیارات تقسیم کر دیئے ہیں، اور جو اختیارات انکے تحت میں مختلف جماعتوں کو دیئے گئے ہیں، انکے بواسطہ یا بلا واسطہ حدود قائم کر دیئے ہیں۔ 'سوئٹزرلینڈ' کی عام حکومت میں بھی 'امریکہ' کی طرح تین ادارے ہیں: یعنی 'وفاقی مجلس وضع قانون' 'وفاقی سررشتہ انتظامی' اور ایک 'وفاقی عدالت'۔

165

جن دلچسپ اور سبق آموز خصوصیات کی بنا پر 'سوئٹزرلینڈ' کا وفاق سب سے علیحدہ وفاق متصور ہوتا ہے، انکو تفصیلی طور سے بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے؛ اس فصل کی ضروریات کے لئے صرف اسقدر بتا دینا کافی ہے کہ اس وفاق کا دستور دو اہم امور میں 'امریکہ' کے دستور سے مختلف ہے۔ اول یہ کہ حکومت کے انتظامی اور عدالتی سررشتوں میں ویسی نمایاں تفریق نہیں پائیجاتی جیسی 'امریکہ' اور 'کنیڈا' میں پائی جاتی ہے؛ سوئٹزرلینڈ میں انتظامی سررشتہ، انتظامی قانون کے تحت میں بہت سے ایسے فرایض ادا کرتا ہے جنکی نوعیت عدالتی ہوتی ہے[1]؛ مثلاً ۱۸۹۳ء تک مذہبی جماعتوں کے حقوق[2] کا تصفیہ اسی سے

---

[1] اتحادی دستور م ۱۱۳؛ ۲۷ جون ۱۸۷۴ء م (۵۹)؛ اور ڈبس کا 'دستور سوئٹزرلینڈ' ج ۲ (طبع دوم) صفحہ ۹۰۔

[2] انکا تصفیہ ۱۸۹۳ء تک زیر ہدایت کونسل وفاقی مجلس (اسمبلی) سے متعلق تھا؛ اب وفاقی عدالت سے متعلق ہے۔ دیکھو ڈبس کی ج ۲ صفحات ۹۲-۹۵، اور لوول کی کتاب 'حکومتیں اور جماعتیں' صفحہ ۲۱۷-۲۱۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

متعلق تھا۔ تمام ایسے مباحث جو سرشتہ انتظامی، اور وفاقی عدالت کے اختیارات کے متعلق پیش آتے ہیں مجلس (اسمبلی) وفاقی میں قطعی طور سے طے ہوتے ہیں۔ عدالت کے ججوں کا انتخاب وفاقی مجلس سے ہوتا ہے اور ان کا زیادہ تر کام قانون عام (پبلک لا) کے مسایل کے تصفیہ کے متعلق رہتا ہے، ڈاکٹر 'ڈبس' سے تجربہ کار مدبر کے نزدیک بھی وفاقی عدالت کو شخصی قانون کے متعلق اختیارات کا دیا جانا قابل افسوس ہے[1]۔ اور جب اسکے ساتھ یہ بڑھا دیا جاتا ہے کہ وفاقی عدالت کی تجویز کی تعمیل حکومت کے ذریعہ سے ہوتی ہے، تو یہ امر بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ انگریزی معیار کے لحاظ سے 'سوئٹزرلینڈ' کے مدبرین حکومت سرشتہ انتظامی کو عدالتی سرشتہ سے جدا رکھنے میں اسیقدر ناکام رہے ہیں، جسقدر 'امریکہ' کے مدبرین اس معاملہ میں کامیاب ثابت ہوے ہیں، اور 'سوئٹزرلینڈ' کے دستور میں یہ ایک بڑا نقص ہے۔ 166

اس وفاق کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ دستور، وفاقی عدالت کو حقیقی طور سے وفاقی مجلس کے مساوی اور ہمرتبہ نہیں قرار دیتا؛ اور سرشتہ عدالت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ وفاقی پارلیمنٹ کے نافذ کردہ قوانین یا ڈکریوں کے جواز کے متعلق کوئی اعتراض کرے[2]۔ اس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ وفاقی مجلس (برخلاف کانگریس کے) ایک شاہی جماعت ہے، مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ وفاقی مجلس کے تمام ایکٹوں کو وفاقی عدالت اس وجہ سے جائز قرار دیتی ہے کہ خود دستور کے احکام ایسے ہیں کہ انسے مطلق اسکی گنجایش نہیں باقی رہتی کہ وفاقی مجلس وضع قانون دستور مذکور کے احکام میں کوئی دست اندازی کر سکے۔ کوئی قانونی ترمیم اسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ باشندگان 'سوئٹزرلینڈ' اور صوبے یا اضلاع (کینٹن) بغلبہ آرا اسپر رضامند نہ ہو جائیں؛ اور جو معمولی قانون حسب ضابطہ وفاقی مجلس سے نافذ کیا جاتا ہے وہ بطریق جائز عام

---

[1] 'اتحادی دستور' ص ۱۱۳؛ 'ڈبس' ج ۲ (طبع ۲) صفحات ۹۲-۹۵۔

[2] " " " " " " " " " "

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

رائے (ووٹ) سے منسوخ ہوسکتا ہے۔ 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی مجلس کے اختیارات بظاہر کانگریس کے اختیارات سے بڑھے ہوئے ہیں، کیونکہ فی الحقیقت 'سوئٹزرلینڈ' کی مجلس وضع قانون کانگریس سے کمزور ہے۔ یہہ صحیح ہے کہ دونوں صورتوں کے پس پشت ایک ایسی اعلیٰ قوت کا وجود پایا جاتا ہے جو معمولی وضعان قانون کی کارروائی کو کالعدم کردینے کی مجاز ہے، مگر 'سوئٹزرلینڈ' میں اس اعلیٰ قوت کا کام میں لانا بہ نسبت 'امریکہ' کے بہت زیادہ آسان ہے جب اعلیٰ قوت اپنی مرضی کی آسانی کے ساتھ تعمیل کرا سکتی ہے، تو وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے خود اپنی کارروائی پر بھروسا کرسکتی ہے، لیکن جب 'امریکہ' کی طرح اس قوت کو کام میں لانا شاذ صورتوں میں، اور دشواری کے
167 ساتھ ہوتا ہے، تو عدالتیں اس اعلیٰ قوت کی جس کا اظہار دستور میں ہوا ہے امین اور محافظ بنجاتی ہیں۔

وفاقی نظام اور پارلیمنٹی اقتدار اعلیٰ کا مقابلہ۔

وفاقی حکومتوں کی مشترکہ خصوصیات پر قانونی نقطۂ نظر سے بحث کرنے کے بعد، ہماری توجہ خود بخود ان نتائج کی طرف مبذول ہوجاتی ہے جو قانونی مقصد سے بالاتر ہیں؛ یعنی اس امر کی طرف کہ وفاقی حکومتوں اور پارلیمنٹوں کے اعلیٰ اقتدار والی حکومتوں میں بلحاظ اوصاف کے کیا فرق ہے

وفاقی حکومت کی کمزوری۔

وفاقی حکومت کے معنی کمزور حکومت کے ہیں[1]۔

[1] یہ کمزوری دو مختلف وجوہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اوّل اختیارات کا مرکزی حکومت اور ریاستوں میں تقسیم ہوجانا۔ دوسرے اختیارات کا قومی حکومت کے مختلف ارکان (مثلاً پریسیڈنٹ، سینیٹ) میں تقسیم ہوجانا۔ کمزوری کا پہلا سبب وفاق کا فطری خاصہ ہے، دوسرے کی نسبت کم از کم منطقی طور سے ایسا نہیں کہا جاسکتا؛ کیونکہ وفاقی دستور میں اسکا امکان ہے کہ قومی حکومت کے تمام اختیارات کسی ایک شخص یا ایک جماعت کے سپرد کردیئے جائیں، مگر امر یقینی ہے کہ ریاستوں کا یہ اندیشہ کہ مرکزی حکومت انکے حقوق میں دست انداز ہوگی ایسے اجتماع اختیارات کو عملی صورت نہ اختیار کرنے دیگا۔

اس بیان کے ساتھ کہ وفاقی حکومت کے معنی کمزور حکومت کے ہیں، یہ بھی بیان کردینا چاہئے کہ بعض اوقات وفاق ایسی مختلف قوموں کو باہم ملا کر ایک ریاست بنا دیتا ہے جن کا دوسرے کسی طریقہ سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

سلطنت کے تمام اختیارات کا مساوی درجہ کی جماعتوں میں تقسیم ہو جانا لازمی طور سے یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ کوئی ایک جماعت بھی اس قدر مقتدر نہیں ہوتی، جتنا کہ انفرادی (Unitarian) دستور میں بادشاہ مقتدر ہوتا ہے۔ علاوہ اسکے مشترکہ حکومت اور ریاستوں کی حکومتوں کے اختیارات ہیں، جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتے ہیں، توازن اور تناسب قائم رکھنے کی تجویزوں میں ایک حد تک بظاہر بے فائدہ محنت صرف کرنی پڑتی ہے؛ اسلئے جب کسی وفاقی حکومت کا مساوی درجہ کی انفرادی حکومت سے مقابلہ ہوگا تو وفاقی حکومت کو نیچا دیکھنا پڑیگا۔ امریکہ، کی ریاستہائے متفقہ یا 'سوئٹزرلینڈ' 168
کے وفاق کو جو تجربے ہو چکے ہیں انسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ غلط نہیں ہے۔ اتحاد کو (عموماً) قوی پڑوسیوں کا اندیشہ نہیں ہوتا، اور نہ خارجی حکمت عملی کی ضرورت پڑتی ہے[1] 'سوئٹزرلینڈ' کا، باوجود قوی اور بعض اوقات دشمن قوموں سے گھرے ہوے ہونے کے، بحیثیت جداگانہ قائم رہنا ایسے حالات کا سبب ہے جن کو دستوری انتظام سے کوئی تعلق نہیں۔ باہمی رقابتیں جو وفاق کا لازمی نتیجہ ہیں، علانیہ طور سے 'سوئٹزرلینڈ' کی جمہوریت کو کمزور کر رہی ہیں۔ اسکی ایک یہی مثال کافی ہے کہ مجلس انتظامی کا ہر رکن ایک مختلف ضلع کا ہونا چاہئے[2] اس قاعدہ سے ممکن ہے کہ اعلیٰ قابلیت کے لوگ حکومت میں شریک نہ ہوسکیں، اور اسطور سے مملکت کے ذرائع قوت میں کمی واقع ہو۔ یہ قاعدہ کہ کابینہ کا ہر رکن ایک مختلف ملک کا ہونا چاہئے 'انگلستان' کے ایک باشندہ کی نظر میں محض مہمل معلوم ہوگا مگر یہ ایسی مہملیت ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ متفق ہونا مشکل تھا۔ وفاقی اتحاد کا رشتہ ممکن ہے کہ کمزور ہو مگر وہ ان صورتوں میں جنکی اجازت حالات دیتے ہیں مضبوطی سے مضبوط ہو سکتا ہے۔

'ہلوی' کی جمہوری حکومت کی ناکامی اور مصیبتیں اسکا سبق دیتی ہیں کہ کم پیش آزاد ریاستوں پر سیاسی اتحاد کے لئے اسقدر زور ڈالنے کی کوشش کرنا کہ وہ اسکو برداشت نہ کرسکیں سخت اجتناب کے قابل ہے۔

[1] اس بیان کا آخری حصہ ۱۹۰۰ء میں بہ نسبت ۱۸۸۵ء کے کم مقرون بصحت ہے۔ [2] دستور وفاق مد ۹۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

جیسے 'سوئٹزرلینڈ' کے مدبرین اختیار کرنے پر مجبور ہیں' اور منجملہ دوسری صورتوں کے ایک صورت ہے جس میں سرکاری خدمت کی قابلیت وفاقی احساسات کی ضرورت پر قربان کردی جاتی ہے۔ علاوہ اسکے 'سوئٹزرلینڈ' کی حکومت ایک عمومی وفاق کی شکل ہے' اور اسکا میلان انفرادیت کی طرف نظر آتا ہے۔ ہر نظر ثانی کے موقع پر اخلاع کی خود مختاریوں کے مقابلہ میں قوم کی قوت بڑھتی جاتی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اسکی ایک حد تک یہ وجہ بھی ہے کہ وہ لوگ ملک غیر کے حملوں سے بچنے کے لئے' قوم کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں؛ اور ممکن ہے کہ اسکی یہ بھی وجہ ہو کہ وفاق' جو ہر انتظامی سررشتہ کے اختیارات کا تعین کر کے انکو محدود کردیتا ہے' حکومت کی مداخلت یا اسکی کارروائیوں کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا؛ اسلئے ایک 169
وفاقی حکومت ایسی کارروائیوں سے جو ایک منفرد شخص کرسکتا ہے بمشکل تمام قوم کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ وصف وفاقی نظام کا قابل تعریف و توصیف ہو' مگر یہ ایسا وصف ہے جو زمانۂ حال کے عمومی پسندوں (ڈیماکریٹکس) کو مطبوع نہیں ہے؛ ایک قوم یا ایک زمانہ کے لوگوں میں عام رائے کے اختلاف کی اس سے زیادہ تر عجیب مثال ملنی مشکل ہے جو 'انگلستان' میں پائی جاتی ہے: - یعنی وفاقیت کی غیر متعین پسند اور تعریف کے ساتھ اس اصول سے قطعی ناراضی جو (Laissez Faire) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس نظام کا یہ مقصد ہو کہ سیاسیات میں ہر شے بحالت خود قائم رہے وہ تمدنی ترقیات کی وسیع تجاویز کی عمل آوری کے لئے موزوں نہیں ہوسکتا۔

وفاقیت کی قدامت پسندی

وفاقیت کا رجحان قدامت پسندی پیدا کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ اس رجحان کے مختلف اسباب ہیں۔ ایک وفاقی حکومت کے دستور کو' جیسا کہ ہم کہ معلوم ہوچکا ہے' نہ صرف مکتوبہ بلکہ سخت ہونا بھی لازم ہے؛ یعنی ایسا دستور جو معمولی عمل وضع قانون سے تبدیل نہ ہوسکتا ہو۔ وفاقی ادارات کی اس ضروری سختی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ باشندگان ملک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

کے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ جو کچھ دستور میں محکوم ہے وہ غیر قابل تبدیل اور گویا مقدس ہے۔ 'امریکہ' کی سیاسیات پر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ یہ خیال کہ دستور ایک ایسی شے ہے جو ترمیم کی دسترس سے بالاتر ہے' کسی قدر سختی کے ساتھ عام ذہنوں میں جاگزیں ہے۔ دستور کے بدلنے میں جو دقتیں پیش آتی ہیں انسے قدامت پسندی کا احساس پیدا ہوتا ہے' اور قوم کی قدامت پسندی دستور کی تبدیلی میں المضاعف مشکلیں پیدا کر دیتی ہے۔ دارالامرا جو دنیا سے قائم ہے' اور 'امریکہ' کے 'سینیٹ' کو وجود میں آئے صرف اکیسو برس سے کچھ زیادہ زمانہ ہوا ہے' 170
باوجود اسکے دارالامرا کا بدلنا یا توڑ دینا 'سینیٹ' کے دستور کی تبدیلی سے زیادہ تر آسان ثابت ہوگا[1]۔ اسپر اسقدر اور اضافہ کیا جاسکتا ہے وفاقی دستور میں ہمیشہ عام اصول بیان ہوتے ہیں جو دستور میں درج ہو جانے کی وجہ سے رفتہ رفتہ ایک وہمی وقعت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اسطور سے گو اصولاً نہ ہوں مگر عملاً تبدیلی اور نکتہ چینی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس اصول کا کہ وضع قانون کے لئے لازم ہے کہ وہ معاہدات کے وجوب میں خلل انداز نہ ہو' امریکہ کے تمام سلسلہ خیال پر اثر رہا ہے۔ یہ اصول جب دستور میں درج ہو تو اس سے جسقدر قدامت پسندی پر اثر پڑ سکتا ہے اس کا اندازہ مفصلۂ ذیل امور پر غور کرنے سے ہو سکتا ہے۔ اگر اسی قسم کے کسی اصول کی نسبت انگلستان میں یہ سمجھا جاتا کہ وہ قانوناً عدالتوں پر واجب العمل ہے تو 'آئرلینڈ' کا ایکٹ ارضی بے ضابطہ اور کالعدم قرار پاتا' اور 'آئرلینڈ' کا کلیسائی ایکٹ بابتہ ۱۸۶۹ء کم از کم قانونی نقطۂ نظر سے محض ایک ردی کاغذ ٹھہرتا' اور انگلستان کی پارلیمنٹ نے جسطرح یونیورسٹیوں کی اصلاح کے لئے قانون وضع کئے ہیں' ان کے وضع کرنے میں سخت مشکلیں پیش آتیں۔ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے دستور میں جو اصول درج ہیں اگر انمیں سے ایک اصول بھی انگلستان میں اختیار کر لیا جاتا تو وہ زمانہ حال کی پارلیمنٹ کے وضع قانون کی جد وجہد کو روک دینے کے لئے کافی تھا۔

---

[1] دیکھو نوٹ ۲ صفحہ 145 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم
وفاقیت کا
قانونی رجحان

آخر امر قابل بیان یہ ہے کہ وفاقیت کے معنی قانونیت کے ہیں:
یعنی دستور میں عدالتی غلبہ، اور لوگوں میں قانونی رجحان کی اشاعت۔
یہ امر ظاہر ہے کہ ایسے وفاق میں جیسا کہ 'امریکہ' کی ریاستہائے متحدہ
کا ہے ملک کے تمام دستوری انتظام کا مرکز عدالتیں قرار پاتی ہیں۔ اور
171 اقتدار اعلیٰ ایک ایسی جماعت کے تفویض ہوتا ہے جو اس اقتدار کو بطور شاذ
کام میں لاتی ہے، گویا اسکا وجود ایک امکانی وجود سے زیادہ نہیں ہوتا؛
تمام ملک کی واضع قانون مجلسیں، وضع قانون کی ماتحت مجلسوں سے زیادہ تر
وقیع نہیں ہوتیں، اور نہ صحیح طور سے سوائے 'بائی لاز' (قواعد) کے اور کچھ
نافذ کرسکتی ہیں۔ انتظامی عہدہ داروں کے اختیارات بھی دستور سے محدود
ہوتے ہیں، اور دستور کے تعبیر کرنے والے جج ہیں؛ اسلئے حکومت اور
واضعان قانون دونوں کے حدود اختیارات کا تعین عدالت ہی سے
ہوسکتا ہے، اور اسی کو یہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اسکے فیصلے کا کوئی مراجعہ نہیں؛
جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اجلاس عدالت نہ صرف دستور کا محافظ، بلکہ
مخصوص حالات میں اس کا مالک اور آقا ہے[1] جو لازمی تعلق وفاقیت اور
172

[1] ان الفاظ پر کہ اجلاس عدالت دستور کا 'مالک وآقا' ہے بنائے مبالغہ اعتراض کیا گیا ہے (دیکھو
'سجوک' کی کتاب موسومہ سیاسیات کے ابتدائی اصول صفحہ ۶۱۶) یہ الفاظ بے شک کسیقدر سخت ہیں لیکن اگر ان کا
صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے تو انکے واجبی ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ یہ صحیح ہے، جیسا کہ میرے دوست 'سجوک' نے
کہا ہے، کہ صدر عدالت کی کارروائی پر بھی بعض انسدادی قیود عائد ہوتے ہیں؛ اول یہ کہ بدچلنی کی بنا پر ججوں پر الزام
عائد ہوکر انکی تحقیقات ہوسکتی ہے؛ دوسرے انکو اسکا اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ باعث بدامنی نہ ہوجائیں؛ اور
اسمیں ایک تیسری انسدادی تجویز کا اضافہ کیا جاسکتا ہے جو سب سے بڑھکر ہے: یعنی کانگریس ججوں کی تعداد میں
اضافہ کرنے کی مجاز ہے، اور کسی ایک مقدمہ میں اسکا فیصلہ بحیثیت فیصل کن نظیر کے اصولاً بھی ایسی قوت نہیں
رکھتا جو دارالامرا کے فیصلہ کو حاصل ہوتی ہے؛ اسلئے اگر صدر عدالت کوئی ایسا فیصلہ صادر کرے جو مستقل طور سے اس
جماعت کی رائے کے خلاف ہو جو اتحادی حکومت کا انتظام کر رہی ہے، تو اسکا طرز عمل اسطرح تبدیل کردیا جاسکتا
ہے کہ عدالت میں ایسے مقتن بڑھا دیئے جاسکتے ہیں جو حکمران جماعت کے ہمرائے ہوں (دیکھو ڈیوس کی کتاب امریکہ کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جز اول

سررشتہ عدالت کی نمایاں حیثیت میں ہے اسکا پتا موجودہ 'سوئٹزرلینڈ' کی تاریخ سے بہتر اور کسی ذریعہ سے نہیں چل سکتا۔ ۱۸۴۸ء کے مدبرین یہ چاہتے تھے کہ وفاقی عدالت کو اسقدر اختیارات نہ دیئے جائیں جسقدر 'امریکہ' کی صدر عدالت کو حاصل ہیں؛ انھوں نے اکثر امور میں، جیسا کہ بعض امور میں اب تک ہے، وفاقی مجلس کو مرافعہ کی آخری عدالت قرار دینا چاہا؛ لیکن اسکے لئے جن امور کی ضرورت تھی وہ 'سوئٹزرلینڈ' کے مدبرین کی طاقت سے بالاتر تھے؛ ۱۸۷۴ء کی نظر ثانی نے وفاقی عدالت کے اختیارات میں بڑا اضافہ کردیا۔

سررشتہ عدالت کی حیثیت سے اندیشہ کا پیدا ہونا۔

اس واقعہ سے کہ وفاقی ادارات میں دستور کا تمام تر بار سررشتہ عدالت پر پڑتا ہے اس امر کا مخصوص اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سررشتہ عدالت اس بار کا متحمل نہ ہوسکے۔ قومی عدالت کو باوقعت اور پرشوکت بنانے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دستور کی ان سرشتوں کا وہ تعلق جسکو ایک صدی کے عمل نے باہم دگر مربوط کردیا ہے صفحہ ۵۲-۵۴) اسلئے یہ کہنا غلط ہے اور کسی طرح مقرون بصحت نہیں ہوسکتا کہ صدر عدالت ریاستہائے متفقہ کی اعلیٰ قوت ہے۔ البتہ میری رائے میں یہ صحیح ہے کہ مخصوص مواقع پر کسی ایک مقدمہ میں جو اسکے سامنے پیش ہوتا ہے عدالت ایسا فیصلہ صادر کرتی ہے جس سے دستور کا عمل متعین ہوجاتا ہے؛ مثلاً 'ڈرڈ اسکاٹ' کے مقدمہ میں جو فیصلہ ہوا اور اسکے ضمن میں جن قانونی آرا کا اظہار کیا گیا، انکا دستور کی اس تعبیر پر، جو غلاموں کے تاجر اور انکے مخالف کرتے تھے، بڑا اثر پڑا۔ عدالت کو دستور کا مالک اور آقا کہنے سے میرا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ میں اسکی طرف کسی بیقاعدہ یا عاجلانہ تبدیلی کے اختیارات کے استعمال کو منسوب کروں۔ ہمیں بھی کچھ کلام نہیں ہوسکتا کہ صدر عدالت پر فیصلہ صادر کرتے وقت بدامنی کے اندیشہ کا اثر ہوتا ہوگا۔ یہ اندیشہ یقیناً ایک ایسی حد ہے جو مطلق العنان سے مطلق العنان بادشاہوں کے اصولی اختیارات پر بھی عائد ہوتی ہے۔ میرا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ صدر عدالت جو ریاستہائے متفقہ کی تقنینی طور سے اعلیٰ قوت نہیں ہے اپنے اختیارات کے استعمال میں ان قیود سے آزاد ہے جو اعلیٰ قوت کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں اس مسئلہ پر غور کرتے وقت کہ صدر عدالت اپنے اصولی اختیارات کس حد تک استعمال کرسکتی ہے اسکا بھی خیال کرنا چاہئے کہ یہ امر بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے کہ صدر عدالت مثلاً کانگریس کے دستوری قیود کے متعلق ایک رائے قائم کرے اور باشندگان 'امریکہ' کا بڑا حصہ اس کے ساتھ متفق نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب عدالت دستوری معاملات میں پریسیڈنٹ یا کانگریس کی رائے سے مختلف ہوتی ہے تو بقیاس غالب عام رائے اسکے ساتھ رہتی ہوگی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

میں ریاستہائے 'امریکہ' سے زیادہ کسی ملک نے احتیاط اور دانشمندی سے کام نہیں لیا ہے۔ 'امریکہ' میں دستور کی محافظ جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے، نہ صرف صدر عدالت بلکہ ملک کا ہر ایک جج ہے، لیکن باوجود اس کے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صدر عدالت بہ مشکل تمام اپنے فرائض مفوضہ انجام دے سکتی ہے۔ اسمیں کوئی شخص شک نہیں کرسکتا کہ جو فیصلے ایک دوسرے سے مختلف سکہ رائج الوقت کے متعلق صادر ہوئے، اور جو 173
طریقہ حالیہ فیصلہ جات میں اختیار کیا گیا ہے، جس کی ایک مثال مقدمہ من بنام الینوائس' ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایماندار سے ایماندار جج بھی ایک ایسا ندار انسان سے بالاتر نہیں ہوسکتا، اور جب حکمت عملی اور تدبیر مملکت کے معاملات کا تصفیہ اسکے سپرد کیا جائیگا تو اس کا سیاسی احساسات اور مملکت کے مصالح سے متاثر ہونا ایک ضروری امر ہے۔ اور جب اس رجحان کا اظہار ہو جاتا ہے تو عدالت کی اخلاقی قوت مفقود ہو جاتی ہے؛ اور وہ فیصلے جو سیاسی لحاظ سے درست ہوسکتے ہیں، یہ دیکھ کر کہ وہ قانونی نقطہ نظر سے درست نہیں ہیں، فطری غصے اور اشتباہ کے محرک ہوتے ہیں۔ 'امریکہ' کے نقادوں میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن کی یہ رائے ہے کہ صدر عدالت، نہ صرف اس وقت، بلکہ ہمیشہ اس بار کے اٹھانے میں کمزور ثابت ہوئی ہے جو اسپر عائد کیا گیا ہے، اور جب کبھی اس کا مقابلہ حکومت سے ہو گیا ہے، یا جب کبھی اسے وفاق کے انتظامی سرشتہ کی تائید نہیں ملی تو وہ ہمیشہ بے دست و پا پائی گئی ہے۔ ایک باوقعت عدالت کی ترکیب میں یہ الزامات یقیناً کمزوریوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسکے فیصلے، کم سے کم ایک ریاست کے مقابلہ میں بیکار ہیں، اگر پریسیڈنٹ انکی تعمیل کے ذرائع مہیا کرنے سے انکار کردے۔ ایک مشہور روایت کے مطابق پریسیڈنٹ جیکسن نے کہا کہ 'جان مارشل[1] نے اپنا فیصلہ تو صادر کردیا ہے مگر اسکی تعمیل بھی اگر وہ کرسکتے ہوں

[1] دیکھو ڈبلیو جی سمنر کی کتاب انڈرو جیکسن' امریکہ کے مدبرین سلطنت کا سلسلہ صفحہ ۱۸۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

تو انھیں کو کرانی چاہئیے" اور اس فیصلے کی کبھی تعمیل نہ ہوسکی۔ بآسانی ممکن ہے کہ یہ الزام جو قیام وفاق کے ابتدائی زمانہ سے چلا آتا ہے مبالغہ آمیز ہو؛[1] اور بیرونی اشخاص نے، بربنائے غلط فہمی، عدالتی احتیاط کو عدالتی کمزوری سمجھ لیا ہو؛ مگر ملک غیر کے ناظرین کو یہی سمجھنا چاہئیے کہ وفاق میں جو اسباب صدر عدالت کو وجود میں لانے کے ہوتے ہیں وہی اسکے آخری اور انتہائی قوت قرار پانے کے ذرائع ہوجاتے ہیں۔ صدر عدالت، اور اسی قسم کے ادارات وفاقی اتحاد کے محافظ ہیں؛ اور اس اتحاد کا جواز بالآخر جداگانہ ریاستوں کے حقوق کی حفاظت کا ضامن ثابت ہوتا ہے۔ ہر شخص پر، جو وفاقی دستور کے قیام کا حامی ہے، فرض ہے کہ وہ وفاقی عدالتوں کے فیصلہ جات کی پورے طور سے وقعت کرے؛ اسلئے یہ خیال کرنا شاید غلط نہ ہو کہ جب تک ریاستہائے متفقہ کے باشندے وفاق کا جچا تلا نظام قائم رہنا چاہتے ہیں، انھیں بالآخر مرکزی حکومت کو مجبور کرنا پڑے گا کہ وہ وفاقی عدالت کے اقتدارات کی تائید کرے۔ عدالت ہذا سے بحث کرنے والے اس رائے کے قائم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ 'امریکہ' کے باشندے حکومت کے حقوق کی طرف سے بے پروا ہیں۔ یہ بیان ممکن ہے کہ صحیح ہو یا نہ ہو، یہ ایسا معاملہ ہے جسپر انگلستان، کا کوئی نقاد کسی قابل اعتبار رائے کا اظہار نہیں کرسکتا۔ جو الزامات وفاقی عدالت کی کارروائی پر لگائے جاتے ہیں، انسے اس ادارہ کی کسی قسم کی منقصت نہیں نکلتی، بشرطیکہ الزامات مذکور سے اس ظاہر اور بیّن امر سے زیادہ کچھ اور ثابت کرنا مقصود نہ ہو کہ وفاقی عدالت بے اثر اور بیکار ہوجائے گی جبوقت کہ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ فی الحقیقت وفاقی نہ رہیں گی۔ ایک انفرادی جمہوری حکومت میں وفاقی عدالت کی کوئی

174

[1] دیکھو 'ڈیوس کی کتاب 'امریکہ کا دستور'؛ اور کتاب 'تین سرشتوں کا باہم تطابق ایک صدی میں'۔ مسٹر ڈیوس، کی قطعی رائے ہے کہ ریاستہائے متفقہ اور متفردہ کی عدالتوں کے اختیارات میں قیام اتحاد سے بتدریج اضافہ ہوتا رہا ہے۔ دیکھو ڈیوس کی کتاب 'امریکہ کا دستور' صفحات ۵۵-۵۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

گنجایش نہیں ہے۔

علاوہ اسکے ججوں کا ایسے اختیارات سے مقرر کیا جانا ضرور ہے، جو عدالتی نہ ہوں؛ اور جہاں عدالتوں کے فیصلے حکومت کی کارروائیوں پر موثر ہوتے ہیں وہاں خواہ مخواہ اسکی ترغیب ہوتی ہے کہ مجسٹریٹ ایسے اشخاص مقرر کیئے جائیں جو (ممکن ہے کہ ایمانداری کے ساتھ) سررشتہ انتظامی کی رائے
175 سے متفق ہوں۔ مسٹر ولسن، کے انتخاب کے خلاف جو قوی دلیل پیش کی گئی تھی وہ یہی تھی کہ انکو بحیثیت پریسیڈنٹ کے ججوں کے نامزد کرنے کا موقع ملے گا، اور جس مدبر ملک کا قومی تعلق ریلوے کمپنیوں سے ہو وہ بقیاس غالب صدر عدالت کو ایسے ججوں سے بھر دے گا، جو قانون کو کھینچ تان کر تجارتی جماعتوں کے مفید بنانے کی کوشش کرینگے۔ ممکن ہے کہ یہ شبہ بے بنیاد ہو، لیکن اسکا پیدا ہونا، اور جمہوریت پسندوں، (Republicans) کا یہ کہنا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ عمومی پسند، (Democrats) ریاستہائے متفقہ کی عدالتوں کے اجلاسوں کی شرکت سے باز نہ رکھے جائیں، صاف طور سے ان مخصوص خرابیوں کا پتا دے رہا ہے جن کا مقابلہ ان یقینی فوائد سے کیا جاسکتا ہے جو عدالتوں کو وضعان قانون سے زیادہ تر، دستور کے فیصلہ کرنے والی جماعت قرار دینے سے حاصل ہوتے ہیں۔

جہاں قانونی رجحان نہ ہو وہاں وفاقیت ناممکن ہے۔

سیاسی قیاسات میں کوئی قیاس اس سے زیادہ یقینی نہیں ہوسکتا کہ وفاقی نظام صرف انھیں جماعتوں میں پھلتا پھولتا ہے جنمیں قانونی رجحان ہوتا ہے، اور جنھیں قانون کی عزت کرنیکی تربیت دیجاتی ہے۔ وفاقیت میں نزاع (Litigation) بمنزلہ وضع قانون (Legislation) کے ہوتی ہے، اور بجز ان لوگوں کے جنکے دلوں میں قانون کا خوف ہوتا ہے کوئی شخص ایک مقدمہ کے فیصلے کو قانون کا ایکٹ تصور کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتا۔ امریکہ، کی ریاستہائے متفقہ کو وفاقی نظام کے چلانے میں جو بے نظیر کامیابی ہوئی ہے، اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ ریاستہائے مذکور کے باشندوں میں دنیا کی موجودہ اقوام سے زیادہ تر قانونی خیالات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزاول

شایع ہیں۔ جداگانہ ریاستوں یا وفاقی دستور کے مسائل روزانہ پیش آتے رہتے ہیں، اور عدالتیں مسلسل انکے حل کرنے میں مصروف رہتی ہیں؛ اور اسلئے وہاں کے باشندے دستوری ہوگئے ہیں، اور ایسے مسائل بھی جن میں عامہ خلائق کے خیالات کو سخت ہیجان ہوتا ہے مثلاً اہل چین کا ملک میں آباد ہونے کا حق، عدالتی اجلاسوں سے طے ہوتے ہیں، اور باشندے ان فیصلہ جات کو قبول کرلیتے ہیں۔ قانون کے سامنے سر جھکا دینے کی صفت جو امریکہ والوں میں پائیجاتی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ عمومی قانون کے قانونی تصورات انکو وراثتہً پہنچے ہیں، اور عمومی قانون کا نظام دنیا میں تمام قانونی نظاموں سے زیادہ تر قانونی ہے (اگر میں ان الفاظ میں اس خیال کے اظہار کا مجاز متصور ہوں)۔ اس سے بہت قبل ٹاک ویل، لکھ چکا ہے کہ باشندگان سوئٹزرلینڈ، قانون اور انصاف کی توقیر کرنے میں باشندگان امریکہ، سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں[1]۔ مگر گزشتہ ساٹھ سال کا تجربہ بتا رہا ہے کہ اس نے دسوئٹزرلینڈ، کے باشندوں کی اطاعت قانون کے متعلق جو رائے قائم کی تھی وہ غالباً اعتدال کے درجہ سے گری ہوئی تھی۔ سوئٹزرلینڈ، جس قانون کا عادی ہے اسمیں سررشتہ انتظامی کے وسیع اختیارات تمیزی تسلیم کئے گئے ہیں، اور ججوں کے فرائض قطعی طور سے حکومت کے فرائض سے علیحدہ نہیں کرلئے گئے ہیں؛ اسلئے سوئٹزرلینڈ، کی وفاقیت کی کمزوری ان مقامات پر ظاہر ہوتی جہاں اسکے ظاہر ہونیکی امید کیجاسکتی تھی؛ یعنی عدالتوں کے کامل اختیارات کے قائم رکھنے میں جو وفاقی نظام کی تکمیل کے لئے لازم ہے۔ سوئٹزرلینڈ، کے باشندے گو عدالتی فیصلوں کی توقیر اور عزت کرنے میں اہالی امریکہ کے مساوی نہ ہوں، لیکن انکے ایک قانون پسند قوم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ یہ امر اشتباہ سے خالی نہیں کہ آیا دنیا میں ایسی بہت سی ریاستیں مل سکتی ہیں جہاں عامہ خلایق

176

[1] دیکھو فقرہ مندرجہ صفحہ 180-182 آئندہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سوم

نے اسقدر زیادہ سیاسی اثر عدالتوں کو دے رکھا ہو۔ کوئی ایسی قوم جو امکانی غلط فیصلوں کی قطعیت پر راضی ہو جانے کے لئے آمادہ نہ ہو بہ مشکل وفاقی حکومت کا جز قرار پانے کے لائق متصور ہو سکتی ہے[1]

[1] دیکھو ضمیمہ کا نوٹ ۸ "سوئٹزرلینڈ کی وفاقیت"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

قانون کی حکومت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

179

فصل چہارم

قانون کی حکومت: اسکی نوعیت اور عام استعمال

قانون کی حکومت

نارمنوں کی فتح کے بعد سے انگلستان کے سیاسی ادارات کی دو خصوصیتیں ہمیشہ نمایاں رہی ہیں۔ اول خصوصیت کلی قدرت یا تمام ملک پر مرکزی حکومت کا مسلمہ اقتدار ہے۔ حکومت یا قوم کے اس اقتدار کا اظہار، ہماری تاریخ کے ابتدائی زمانہ میں، بادشاہ کے اقتدار سے ہوتا تھا۔ وہی قانون کا منبع، اور وہی تمام انتظام کا مقوم تھا۔ عدالتوں کے اس اصول سے کہ "تمام امور اسی (بادشاہ) سے اور اسی کے حکم سے معرض ظہور میں آتے ہیں"[1] حقیقت حال اور مسلمہ واقعہ کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ شاہی اعلیٰ اقتدار اب پارلیمنٹ کے اس اقتدار اعلیٰ سے تبدیل ہوگیا ہے جو ہماری گزشتہ فصلوں کا موضوع رہ چکا ہے[2]۔

دوسری خصوصیت جس کا قریبی تعلق اوّل کے ساتھ ہے، قانون کا

---

[1] ایریکس، ۲۴ 'ایڈورڈ سوم'۔
[2] دیکھو حصہ اوّل۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

180

اعلیٰ اقتدار یا حکومت ہے۔ عدالتوں کے اس قدیم مقولے سے

"قانون بادشاہ کا اعلیٰ ترین ورثہ ہے۔ قانون ہی کی بدولت خود اس کے اور اس کی رعایا کے طرز عمل کا تعین ہوتا ہے۔ اگر قانون نہ ہوتا تو نہ بادشاہ ہوتا اور نہ وراثت[1] ہوتی"۔

ہمارے نظم مملکت کی خصوصیت کا پورے طور سے اظہار ہوتا ہے۔ اس قانونی برتری، یا یوں کہو کہ اس امر پر غور کرنا کہ انگریزی دستور شخصی حقوق کی حفاظت کسطرح کرتا ہے کتاب ہذا کے اس جز کا موضوع ہے۔

'انگلستان' کی قانونی حکومت کو غیر ملک کے اشخاص کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

انگریزوں کے طرز عمل نے ممالک غیر کے دیکھنے والوں مثلاً 'والٹیر' 'ڈی لومی'، 'ٹاک ویل' یا 'نیاسٹ' کو خود انگریزوں سے زیادہ اس واقعہ کا مقر کر دیا ہے کہ تمام یورپ میں صرف 'انگلستان' ہی وہ ملک ہے جہاں قانون کی حکمرانی ہے؛ انگریزوں کے باضابطہ عادات اور خیالات کی توصیف، یا ان پر تعجب کا اظہار 'ٹاک ویل' کے ایک عجیب فقرہ سے بہتر کسی اور تحریر سے نہیں ہو سکتا جسمیں وہ بلحاظ ان رجحانات کے جو انگریزوں کے قوانین اور طرز عمل میں پائے جاتے ہیں، ۱۸۳۶ء کے 'انگلستان' کا مقابلہ 'سوئٹزرلینڈ' سے کرتا ہے۔

ٹاک ویل کا بیان کہ 'سوئٹزرلینڈ' میں قانون کی وقعت نہیں اور اسکا مقابلہ انگلستان کے ساتھ۔

وہ لکھتا ہے کہ: "میں اسوقت 'سوئٹزرلینڈ'[2] کا مقابلہ ریاستہائے متفقہ کے ساتھ نہیں بلکہ 'برطانیہ عظمیٰ' کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ جب تم ان دونوں ملکوں کی حالت پر غور کرو گے، یا انہیں سے ہو کر گزرو گے تو میری رائے میں تم کو ان دونوں ملکوں میں حیرت انگیز فرق نظر آئیگا۔ بہمہ وجوہ انگلستان 'ہلوی' (Helvetic) کی جمہوریت سے بھی زیادہ تر جمہوری ہے۔ اہم فرق دونوں ممالک کے ادارات اور مخصوص طور سے انکے عادات و اطوار میں پایا جائے گا"۔

---

[1] 'ایرکس' ۱۹، 'ہنری ششم'۔

[2] 'ٹاک ویل' نے جو کچھ لکھا ہے وہ ۱۹۰۲ء کے 'سوئٹزرلینڈ' پر صادق نہیں آسکتا، اسکا بیان ۱۸۴۸ء کے دستور کے نفاذ کے قبل کے زمانہ سے متعلق ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

۱ ۔ سوئٹزرلینڈ، کے ہر ضلع (کینٹن) میں آزادی مطابع ایک جدید شے ہے۔

۲ ۔ تقریباً تمام اضلاع میں شخصی آزادی کامل طور سے محفوظ نہیں ہے، سرشتہ انتظامی سے ایک شخص گرفتار ہو کر بغیر زیادہ تکمیل ضابطہ کے قید خانہ میں رکھا جاسکتا ہے۔ 181

۳ ۔ عام طور سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدالتوں کی حیثیت کامل خود مختاری کی نہیں ہے۔

۴ ۔ کسی ضلع میں تحقیقات بذریعہ جوری کا رواج نہیں ہے۔

۵ ۔ تیس سال قبل ازیں بعض اضلاع کے لوگوں کو مطلق سیاسی حقوق حاصل نہ تھے، آرگو، تھرگو، ٹیسن، واڈ، اور اضلاع زورچ، اور برن کے بعض حصوں کی یہی حالت تھی۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے وہ اوارات سے زیادہ تر عادات پر صادق آتا ہے۔

(۱) سوئٹزرلینڈ، کے اکثر اضلاع میں باشندوں کے بڑے حصہ کو نہ خود مختار حکومت کا کوئی مذاق ہے اور نہ کوئی خواہش اور نہ وہ اسکے عادی ہوے ہیں۔ ہر مشکل میں انکو صرف اپنے کام سے کام ہوتا ہے، نہ انہیں سیاسی حقوق کی طلب کی تڑپ ہے، اور نہ امور عامہ میں شرکت کی وہ خواہش جو ایک انگریز کو تمام عمر بے چین کئے رہتی ہے۔

(۲) چونکہ مطابع کی آزادی سوئٹزرلینڈ، میں ایک جدید چیز ہے اسلئے وہاں کے باشندے اسکا غلط استعمال کرتے ہیں، سوئٹزرلینڈ، کے اخبار، انگلستان کے اخباروں کے مقابلے میں بہ نسبت عملی اور مفید ہونے کے زیادہ تر نظام کے درہم برہم کرنے والے ہوتے ہیں۔

(۳) سوئٹزرلینڈ، کے باشندے فرانسیسیوں کی طرح، ابھی تک جماعتوں یا مجلسوں کو فوری عظیم تبدیلیوں کا ذریعہ سمجھتے ہیں، نہ کہ مظالم سے رستگاری کا تدریجی اور یقینی ذریعہ؛ اجتماع، اور اجتماع کے حقوق سے فائدہ اٹھانے کا مادہ ابتک ان لوگوں میں مفقود ہے۔

(۴) سوئٹزرلینڈ والوں میں انصاف پسندی کا پتا نہیں جو انگریزوں کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ انکے ملک کے سیاسی نظام میں عدالتوں کو کوئی جگہ نہیں دیگئی 182

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

ہے، اور عام رائے پر انکا کوئی اثر نہیں ہے۔ انصاف پسندی، اور ججوں کو جائز اور آسان طریقہ سے دایرہ سیاست میں داخل کرلینا آزاد اقوام کی غالباً نمایاں خصوصیت ہے۔

(۵) آخر میں میں یہ کہونگا اور وہ فی الحقیقت بقیہ تمام امور پر حاوی ہے، کہ 'سوئٹزرلینڈ' کے باشندے فی الحقیقت انصاف کی وہ وقعت نہیں کرتے، اور نہ قانون کو عزیز رکھتے ہیں، اور نہ جبر کے استعمال سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں، اور یہ وہ امور ہیں جنکے بغیر کوئی آزاد قوم زندہ نہیں رہ سکتی، اور یہی وہ امور ہیں جو بیرونی اشخاص کو 'انگلستان' میں اسقدر نمایاں طور سے نظر آتے ہیں۔

میں بیانات متذکرۂ بالا کو مختصر الفاظ میں یوں کہوں گا۔

جو شخص ریاستہائے متفقہ امریکہ میں سفر کرتا ہے اسپر خواہ مخواہ اور فطری طور سے یہ اثر ہوتا ہے کہ 'امریکہ' کے باشندوں کی تمام عادات اور اطوار پر آزادی کی روح اور اسکا مذاق ایسا چھایا ہوا ہے کہ وہ انکو بجز ایک جمہوری حکومت کی رعایا کے اور کچھ تصور ہی نہیں کرسکتا۔ اسیطرح انگریزوں کی نسبت بھی یہ سمجھنا محال ہے کہ وہ بجز ایک آزاد حکومت کے کسی اور حکومت کے ماتحت ہیں۔ لیکن اگر 'سوئٹزرلینڈ' کے اکثر اضلاع میں جمہوری ادارات کسی جبر و تعدی سے درہم برہم ہوجائیں، تو یہ امر یقینی ہے کہ وہاں کے لوگ ایک مختصر اور قلیل انقلابی حالت میں رہنے کے بعد فقدان آزادی کے عادی ہوجائیں گے۔ 'امریکہ' اور 'انگلستان' والوں کی عادات اور اطوار میں، انکے قوانین سے زیادہ تر آزادی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ 'سوئٹزرلینڈ' میں ملک کے عادات اور اطوار سے زیادہ تر آزادی انکے قوانین میں نظر آتی ہے[1]"

'ٹاک ویل' کے الفاظ ہمارے مضمون زیر بحث پر دو طرح سے موثر ہیں، اسکے الفاظ صاف طور سے قانون کی حکمرانی، غلبہ اور تقدم کو 'انگلستان' کے ادارات کی نمایاں خصوصیت بتا رہے ہیں، اور ایک قومی خصوصیت کے ایسے ابہام کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کا باجود نمایاں

'ٹاک ویل' کے بیان کا تعلق حکومت قانونی کے معنی سے۔

183

[1] دیکھو 'ٹاک ویل' کی کتاب 'اوورس کمپلیٹس'، ج (۸) صفحات ۴۵۵ - ۴۵۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ہونے کے معرض بیان میں لانا مشکل ہے۔ ہم کو صاف نظر آتا ہے کہ 'ٹاک ویل' کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ انگریزوں کے طرز عمل کی اس خصوصیت کی جسے وہ موجود پاتا ہے کسطرح تعریف کرے، اسلئے وہ خود مختار حکومت کی عادت، ترتیب پسندی، انصاف کی وقعت، اور قانونی دماغ، کے مختلف اوصاف کو باہم خلط ملط کر دیتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ سب اوصاف ایک دوسرے سے ملتے جلتے، اور باہم قریبی تعلق رکھتے ہیں، مگر انکا ایک دوسرے سے ملا دینا یقیناً پیچیدگی پیدا کر دیتا ہے۔ جب 'ٹاک ویل' سا تیز فہم نقاد انگریزی زندگی کی ایسی نمایاں خصوصیت کو معرض بیان میں نہیں لاسکا ہے، تو ہم بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جب ہم خود یہ کہتے ہیں کہ انگریز قانونی حکومت کے دلدادہ ہیں، یا قانون کا غلبہ 'انگلستان' کے دستور کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، تو ہم ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو باوجود حقیقی طور سے بامعنی ہونے کے، انکے استعمال کرنے والوں کی کثیر جماعت کے لئے ابہام اور اشتباہ سے خالی نہیں ہوتے؛ اسلئے اگر یہ منظور ہو کہ حکومت، غلبہ، یا قانونی تقدم کی اصطلاحات کا پورا مفہوم ہماری سمجھ میں آجائے تو ہم کو چاہئے کہ پہلے صحیح طور سے اس امر کا تعین کرلیں کہ جب ہم ان اصطلاحات کا استعمال 'انگلستان' کے دستور کے متعلق کرتے ہیں تو ہمارا کیا مقصود ہوتا ہے۔

قانونی حکومت کے تین معنی۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ قانون کی حکومت یا اسکا غلبہ انگریزی دستور کی خصوصیت ہے تو ہم عام طور سے اس ایک فقرہ میں تین مختلف، اگرچہ باہم ملحقہ، تصورات کو جمع کر دیتے ہیں۔

حکومت کو بے ضابطہ اختیارات کا نہ ہونا۔

اولاً ہمارا یہ مقصد ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص مستوجب سزا نہیں ہوسکتا یا اسکو کوئی جسمانی یا مالی مضرت بطریق جایز نہیں پہنچائی جاسکتی، جب تک کہ اسپر کسی صریح قانون کی خلاف ورزی ملک کی معمولی عدالتوں میں معمولی 184 قانونی طریقہ سے ثابت نہ ہو جائے۔ ان معنوں میں قانونی حکومت کا مقابلہ ہر ایسے نظام حکومت سے کیا جاسکتا ہے جس کے عہدہ داران مقتدر کو جبر کے وسیع، بیقاعدہ، یا تمیزی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم
زمانہ حال کے انگلستان اور یورپ کے دوسرے ممالک کا مقابلہ

'انگلستان' کے زمانۂ حال کے باشندوں کو یہ معلوم کرکے ابتداءً ضرور تعجب ہوگا کہ 'قانون کی حکومت' (ان معنوں میں جنمیں ہم اسکو استعمال کر رہے ہیں) کسی لحاظ سے بھی 'انگلستان' کے ادارات کی ایک مخصوص صفت سمجھی جاتی ہے، کیونکہ اس زمانہ میں اسے کسی ایک ملک کے ساتھ خصوصیت نہیں رہی ہے، بلکہ ہر مہذب اور منتظم سلطنت میں وہ قدر مشترک ہے؛ لیکن اگر ہم صرف یورپ ہی کی موجودہ حالت پر غور کریں، تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ قانون کی حکومت' ان محدود معنوں میں بھی 'انگلستان' یا ایسے ممالک کیلئے مخصوص ہے، جنمیں 'انگلستان' کے خیالات وراثۃً پہنچتے ہیں، جیسے 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ۔ تقریباً تمام یورپ کے دوسرے ممالک کے باشندوں میں عہدہ داران انتظامی قید، عارضی نظربندی، اور جلاوطنی وغیرہ کے معاملات میں جو وسیع اختیارات استعمال کرتے ہیں، انکا نہ انگلستان کی حکومت میں قانوناً دعوی کیا جاتا ہے، اور نہ فی الحقیقت وہ کام میں لائے جاتے ہیں۔ 'انگلستان' کے جو باشندے 'یورپ' کی سیاسیات کا مطالعہ کرتے ہیں ان کو وقتاً فوقتاً اسکا احساس ہوتا ہے کہ جس جگہ اختیارات تمیزی ہیں وہاں بیقاعدگی کی گنجائش موجود ہے، اور حکومت جمہوری کا اختیار تمیزی بھی شخصی حکومت کے اختیار تمیزی کی طرح رعایا کی قانونی آزادی کو متزلزل کر دینے کا ایک ذریعہ ہے۔

'انگلستان' اور یورپ کے دوسرے ممالک کا مقابلہ اٹھارویں صدی میں۔

اگر ہم بیسویں صدی کے یورپ تک اپنے خیالات کو محدود رکھیں تو ہم بلاتکلف یہ کہہ سکتے ہیں کہ 'یورپ' کے اکثر ممالک میں قانون کی حکومت اسیطرح مضبوطی کے ساتھ قائم ہے، جیسی 'انگلستان' میں؛ اور معمولی اشخاص کو جو سیاسیات میں دخل نہیں دیتے، اسوقت تک کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ قانون کے پابند رہتے ہیں، خواہ وہ قانون حکومت کا وضع کردہ ہو یا کسی دوسری جماعت کا؛ اس حالت میں یہ سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے جس سے غیر ممالک کے دیکھنے والوں پر یہ اثر پڑتا ہے کہ 'انگلستان' میں بادشاہ، عہدہ داران انتظامی اور ہر مقتدر سرشتہ کو بیضابطہ اختیارات کا نہ ہونا 'انگلستان' کے دستور کی نہ صرف ایک نمایاں بلکہ اصلی اور لازمی

185

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ہونے کے معرض بیان میں لانا مشکل ہے۔ ہم کو صاف نظر آتا ہے کہ 'ٹاک ویل' کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ انگریزوں کے طرز عمل کی اس خصوصیت کی جسے وہ موجود پاتا ہے کسطرح تعریف کرے، اسلئے وہ خود مختار حکومت کی عادت، ترتیب پسندی، انصاف کی وقعت، اور قانونی دماغ، کے مختلف اوصاف کو باہم خلط ملط کر دیتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ سب اوصاف ایک دوسرے سے ملتے جلتے، اور باہم قریبی تعلق رکھتے ہیں، مگر انکا ایک دوسرے سے ملا دینا یقیناً پیچیدگی پیدا کر دیتا ہے جب 'ٹاک ویل' سا تیز فہم نقاد انگریزی زندگی کی ایسی نمایاں خصوصیت کو معرض بیان میں نہیں لاسکا ہے، تو ہم بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جب ہم خود یہ کہتے ہیں کہ انگریز قانونی حکومت کے دلدادہ ہیں، یا قانون کا غلبہ انگلستان، کے دستور کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، تو ہم ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو باوجود حقیقی طور سے بامعنی ہونے کے، انکے استعمال کرنے والوں کی کثیر جماعت کے لئے ابہام اور اشتباہ سے خالی نہیں ہوتے، اسلئے اگر یہ منظور ہو کہ حکومت، غلبہ، یا قانونی تقدم، کی اصطلاحات کا پورا مفہوم ہماری سمجھ میں آجائے تو ہم کو چاہئے کہ پہلے صحیح طور سے اس امر کا تعین کرلیں کہ جب ہم ان اصطلاحات کا استعمال 'انگلستان' کے دستور کے متعلق کرتے ہیں تو ہمارا کیا مقصود ہوتا ہے۔

قانونی حکومت کے تین معنی۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ قانون کی حکومت یا اسکا غلبہ انگریزی دستور کی خصوصیت ہے تو ہم عام طور سے اس ایک فقرہ میں تین مختلف، اگرچہ باہم ملحقہ، تصورات کو جمع کر دیتے ہیں۔

حکومت کو بے ضابطہ اختیارات کا نہ ہونا۔

اولاً ہمارا یہ مقصد ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص مستوجب سزا نہیں ہوسکتا یا اسکو کوئی جسمانی یا مالی مضرت بطریق جایز نہیں پہنچائی جاسکتی، جب تک کہ اسپر کسی صریح قانون کی خلاف ورزی ملک کی معمولی عدالتوں میں معمولی قانونی طریقہ سے ثابت نہ ہو جائے۔ ان معنوں میں قانونی حکومت کا مقابلہ ہر ایسے نظام حکومت سے کیا جاسکتا ہے جس کے عہدہ داران مقتدر کو جبر کے وسیع، بیقاعدہ، یا تمیزی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

184

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم
زمانہ حال کے انگلستان اور یورپ کے دوسرے ممالک کا مقابلہ۔

'انگلستان' کے زمانۂ حال کے باشندوں کو یہ معلوم کرکے ابتداءً ضرور تعجب ہوگا کہ 'قانون کی حکومت' (ان معنوں میں جنمیں ہم اسکو استعمال کرتے ہیں) کسی لحاظ سے بھی 'انگلستان' کے ادارات کی ایک مخصوص صفت سمجھی جاتی ہے، کیونکہ اس زمانہ میں اسے کسی ایک ملک کے ساتھ خصوصیت نہیں رہی ہے، بلکہ ہر مہذب اور منتظم سلطنت میں وہ قدر مشترک ہے؛ لیکن اگر ہم صرف یورپ ہی کی موجودہ حالت پر غور کریں، تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ قانون کی حکومت' ان محدود معنوں میں بھی 'انگلستان' یا ایسے ممالک کیلئے مخصوص ہے، جنمیں 'انگلستان' کے خیالات وراثتہً پہنچتے ہیں، جیسے 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ۔ تقریبًا تمام یورپ کے دوسرے ممالک کے باشندوں میں عہدہ داران انتظامی قید، عارضی نظربندی، اور جلاوطنی وغیرہ کے معاملات میں جو وسیع اختیارات استعمال کرتے ہیں، انکا نہ انگلستان کی حکومت میں قانونًا دعوی کیا جاتا ہے، اور نہ فی الحقیقت وہ کام میں لائے جاتے ہیں۔ 'انگلستان' کے جو باشندے 'یورپ' کی سیاسیات کا مطالعہ کرتے ہیں ان کو وقتًا فوقتًا اسکا احساس ہوتا ہے کہ جس جگہ اختیارات تمیزی ہیں وہاں بیقاعدگی کی گنجائش موجود ہے، اور حکومت جمہوری کا اختیار تمیزی بھی شخصی حکومت کے اختیار تمیزی کی طرح رعایا کی قانونی آزادی کو متزلزل کر دینے کا ایک ذریعہ ہے۔

'انگلستان' اور یورپ کے دوسرے ممالک کا مقابلہ اٹھارویں صدی میں۔

اگر ہم بیسویں صدی کے یورپ تک اپنے خیالات کو محدود رکھیں تو ہم بلاتکلف یہ کہ سکتے ہیں کہ 'یورپ' کے اکثر ممالک میں قانون کی حکومت اسیطرح مضبوطی کے ساتھ قائم ہے، جیسی 'انگلستان' میں؛ اور معمولی اشخاص کو جو سیاسیات میں دخل نہیں دیتے، اسوقت تک کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ قانون کے پابند رہتے ہیں، خواہ وہ قانون حکومت کا وضع کردہ ہو یا کسی دوسری جماعت کا؛ اس حالت میں یہ سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے جس سے غیر ممالک کے دیکھنے والوں پر یہ اثر پڑتا ہے کہ 'انگلستان' میں بادشاہ، عہدہ داران انتظامی اور ہر مقتدر سرشتہ کو بیضابطہ اختیارات کا نہ ہونا 'انگلستان' کے دستور کی نہ صرف ایک نمایاں بلکہ اصلی اور لازمی

185

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

خصوصیت ہے[1]

یہ دشواری قطعی طور سے اسطرح رفع ہوسکتی ہے کہ ہم اس گزشتہ زمانہ کو خیال میں لائیں، جب سے 'انگلستان' کے دستور کے متعلق بیرونی اشخاص نے بحث کرنا اور اسکو پسندیدہ نظر سے دیکھنا شروع کیا ہے۔ آٹھارہویں صدی میں 'یورپ' کی اکثر حکومتوں میں مظالم کا پتا نہ تھا، مگر کوئی ملک ایسا نہ تھا جہاں لوگ بے قاعدہ اختیارات کی دست اندازی سے محفوظ ہوں۔ 'انگلستان' کا تمغاے امتیاز یہ نہ تھا کہ اسکے قوانین عمدہ یا نرم تھے، بلکہ اسکے نظام حکومت کی باضابطگی تھی جس نے اسکو ممتاز کر رکھا تھا۔ جسوقت 'والٹیر' جو اپنے زمانہ کے خیالات کا آئینہ تھا، 'انگلستان' آیا تو صاف طور سے اسکا سب سے بڑا احساس یہ تھا کہ وہ استبدادی حکومت کو پیچھے چھوڑ کر ایسے ملک میں آگیا ہے جہاں کے قوانین، ممکن ہے کہ سخت ہوں، مگر جہاں لوگوں پر اوہام سے نہیں بلکہ قانون کی رو سے حکومت کی جاتی ہے[2] اسکو اس فرق کے احساس کرنے کا پورا موقع حاصل تھا۔ ۱۷۱۷ء میں ایک ایسی نظم کی پاداش 'والٹیر' باسٹل 186

[1] آزادی دراصل ان سب امور کے کرسکنے کا نام ہے جنکی قانون اجازت دیتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شہری کوئی خلاف قانون عمل کرنا چاہے تو وہ اسمیں آزاد نہیں ہے، اس لئے کہ پھر دوسرے بھی ایسا ہی کرینگے۔" مونٹسکیو 'روح قوانین' کتاب ۱۱، باب ۳۔

"دنیا میں ایک قوم ایسی بھی ہے جسکے دستور کا براہ راست مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو سیاسی آزادی حاصل ہو۔" ایضاً باب ۵۔ یہ قوم انگریزی قوم ہے۔

[2] "جن واقعات کی بنا پر 'والٹیر' ہمارے ہمسایہ ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہوا تھا، ان کے باعث اسے ان ادارات کے ساتھ ضرور ہمدردی پیدا ہوگئی ہوگی جن میں خود رائی کو کوئی دخل نہ تھا۔ یہاں انسانی عقل کو پوری آزادی حاصل تھی اور اسپر کسی قسم کا جبر نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں کی فضا فراخ دلی کے جذبات سے معمور تھی، اور لوگ سر اونچا کرکے چلنے، استقلال کے ساتھ قدم بڑھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، اس یقین کے ساتھ کہ کوئی شخص ان کا بال بیکا نہیں کرسکتا اور ان کے پاس نہ خلاف قانون سرکاری وارنٹ آسکتے ہیں اور نہ انھیں بلا جرم گرفتار کیا جاسکتا ہے۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

میں نظر بند کر دیا گیا تھا جو نہ اس نے لکھی تھی اور نہ اسکو معلوم تھا کہ کس نے لکھی ہے، اور نہ جن خیالات کا اسمیں اظہار کیا گیا تھا انسے والٹیر کو اتفاق تھا۔ 'انگلستان' کے باشندوں کے نقطہ نظر سے اس کل معاملہ کی لغویت میں اس سے اور اضافہ ہو جاتا ہے کہ 'ریجنٹ' (نائب حکومت) نے اس کل واقعہ کو ایک تمسخر قرار دیا، اور اس ہجو کے فرضی مصنف کی نسبت کہا کہ "میں نے اسے دیکھا ہے" حالانکہ ریجنٹ نے جو عنقریب ایک قید خانہ کا معائنہ کرنے والا تھا، اس کا معائنہ بھی نہیں کیا تھا[۱] ۱۷۲۵ء میں 'والٹیر' جبکہ وہ اپنے ملک کا ممتاز ترین ادیب شمار ہوتا تھا، ایک ڈیوک کے دسترخوان سے بجیلہ باہر لایا گیا، اور خدمتگاروں نے اپنے معزز آقا کی آنکھوں کے سامنے اسکی خوب خبر لی، جس کا وہ کوئی قانونی یا قابل وقعت چارہ کار نہ حاصل کر سکا، اور اس وجہ سے کہ اس نے اس ظالم کے متعلق شکایت کی تھی اسے دوبارہ 'باسٹل' کی سیر کرنی پڑی۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ اخیر مرتبہ تھا کہ وہ 'فرانس' کے ایک قید خانہ میں بند کیا گیا ہو، مگر اس کی تمام زندگی بے ضابطہ اختیارات کے ساتھ ایک مسلسل اور متواتر جنگ میں گزری، اور یہ محض اس کی شہرت، ہوشیاری، غیر محدود ذرائع، اور بالآخر اسکی دولت کا نتیجہ تھا کہ اس کو عارضی قید سے زیادہ تر سخت کوئی اور سزا نہ بھگتنی پڑی اسے اپنی جائداد اور جان بچانے کے لئے آخر کار 'فرانس' سے جلاء وطن ہونا پڑا۔ جو شخص یہ دیکھنا چاہتا ہو کہ 'انگلستان' میں وہ قانونی حکومت جو اٹھارہویں صدی میں موجود تھی کیسی غیر معمولی چیز تھی اسے ایسی کتاب پڑھنی چاہئے جیسی 'مارلے' کی کتاب 'سوانح ڈیڈیراٹ' ہے۔ 'فرانس' کے تمام ممتاز ادیب بائیس سال تک اس جد وجہد میں لگے رہے کہ وہ اپنے خیالات کے اظہار کے لئے 'انسکلوپیڈیا' کی اشاعت کریں۔ یہ کہنا

---

[۱] ڈیوارتیر، جلد ۱ صفحہ ۳۴۴-۳۶۴۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم
187 مشکل ہے کہ فرانسیسی حکومت کے بے ضابطہ اختیارات کی بہترین شہادت اس نزاع کی مشکلات، یا اسکی کامیابی، سے دستیاب ہوتی ہے۔

بادشاہوں کا بے قاعدہ ہونا انھیں بادشاہوں تک محدود نہ تھا۔ جو برے سمجھے جاتے تھے مثلاً 'لوئی پانزدہم' بلکہ وہ فرانسیسی نظام حکومت کا ایک لاینفک جز تھا۔ عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ 'لوئی شانزدہم' بیقاعدہ عمل کرنے والا بادشاہ نہ تھا، اتنا تو یقینی امر ہے کہ وہ بے رحم حکمراں نہ تھا؛ لیکن یہ خیال غلط ہے کہ ۱۷۸۹ء تک 'فرانس' کی بادشاہت میں قانونی حکومت کا کوئی وجود تھا۔ ایک صدی سے کسیقدر زیادہ زمانہ گزرا کہ 'شولیر ڈی لیناں' کی لغویت، مصائب، اور عدم انکشاف حالات سے وہی شور مچا، جو کلیمنٹ کے فریب سے ہمارے زمانہ میں برپا ہوا تھا۔ ان واقعات کو یاد دلانا مقصود نہیں ہے، جو چیز یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ ۱۷۷۴ء میں جو جانسن، و ایڈم اسمتھ، گبن، کوپر، برک، مینس فیلڈ، اور 'امریکہ' کی لڑائی کا زمانہ ہے، اسوقت اور اسٹیٹس جنرل' کی مجلس کے انعقاد کے گیارہ سال کے اندر ہی یہ ممکن تھا کہ ایک بہادر افسر اور ایک ممتاز سفیر ایک ایسے جرم کی علت میں جو بے نام ونشان ہو، بغیر کسی تحقیقات، اور بغیر کسی حکم سزا کے، ایسی پاداش اور مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے، جس کا مقابلہ وہ مصیبتیں بھی نہیں کرسکتیں جو مشرق کے استبدادی بادشاہ کا محض وہم عائد کرسکتا ہے[1]

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ 'فرانس' کی حکومت اٹھارہویں صدی کے آخری حصہ میں دوسرے ممالک کی حکومتوں سے زیادہ تر بے قاعدہ تھی ایسا
188 سمجھنا براعظم یورپ کے حالات کے متعلق غلط خیال قائم کرنا ہوگا، کیونکہ 'فرانس' میں قانون اور عام رائے کی جسقدر وقعت کی جاتی تھی، اتنی 'اسپین' 'اطالیہ' کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں، یا جرمنی کی مختلف حکومتوں میں نہیں ہوتی

[1] یہ امر قابل لحاظ ہے کہ 'اسٹیٹس جنرل' کی مجلس کے انعقاد کے بعد بھی بظاہر بادشاہ اس پر راضی نہ تھا کہ ان اختیارات سے دست بردار ہو جائے جو اسنے خلاف قانون سرکاری وارنٹ اجرا کرنے کے متعلق حاصل تھے" دیکھو 'اعلان مرضی شاہی' دفعہ ۱۵، 'لیوارڈ'، 'دساتیر فرانس' صفحہ ۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

تھی۔ وہ تمام استبدادی خرابیاں جن پر فرانس سی ایک بڑی سلطنت میں تمام دنیا کی نظریں پڑتی تھیں، دوسرے ممالک میں زیادہ تر بدنما صورت میں موجود تھیں، مگر انکی کثرت ہی انکی طرف کم توجہ کئے جانے کا باعث ہوتی تھی۔ 'فرانس' کے بادشاہوں کے اقتدار پر بہ نسبت دوسرے بیسیوں چھوٹے چھوٹے مطلق العنان حکمرانوں کے اقتدار کے زیادہ تر نکتہ چینی کئے جانے کی وجہ یہ نہ تھی کہ 'فرانس' کے بادشاہ دوسرے ممالک کے بادشاہوں سے زیادہ تر مطلق العنان تھے، بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ باشندگان فرانس اپنے قومی وقار کے لحاظ سے بطور خاص آزادی کے مستحق تھے، اور 'فرانس' کی قدیم سلطنت مطلق العنانی کا سب سے بڑہا ہوا نمونہ تھا؛ یہی وجہ تھی کہ 'باسٹل' کی فتح پر تمام 'یورپ' نے بیحد جوش و خروش کا اظہار کیا۔ جس وقت یہ قلعہ فتح ہوا اسمیں دس قیدیوں سے زائد نہ تھے، حالانکہ اسوقت 'انگلستان' کے قید خانوں میں سیکڑوں مدیون پڑے سڑ رہے تھے؛ مگر باوجود اسکے تمام 'انگلستان' نے 'فرانس' کی رعایا کی اس کامیابی پر جس جوش و خروش کے ساتھ اظہار مسرت کیا اس کا سمجھنا 'انگلستان' کے بیسویں صدی کے ایک باشندے کے لئے مشکل ہے؛ لیکن غور کے بعد اس احساس کا سبب ظاہر ہوجاتا ہے جو مہذب دنیا کے عرض و طول میں شائع تھا۔ بے ضابطہ اقتدار کی بیرونی اور مرئی علامت 'باسٹل' کا قلعہ تھا۔ اسکی فتح نے صحیح طور سے یہ احساس پیدا کردیا کہ بقیہ یورپ کے لئے قانون کی اس حکومت کا زمانہ قریب آگیا ہے جو 'انگلستان' میں پہلے سے موجود تھی[1]۔

[1] 'فرانس' کی غلامی کے متعلق باشندگان 'انگلستان' کے جو خیالات تھے انکے لئے دیکھو 'گولڈ اسمتھ' کی کتاب باشندگان عالم ج ۳ خط ۴۔ اور لارڈ فیررس' کے قتل اور اس قتل آزادی کے مقابلہ کے لئے جو 'فرانس' کے ایک امیر کو شاہی رشتہ داری کی بنا پر حاصل تھی، دیکھو کتاب مذکور خط ۳۷ صفحہ ۱۴۳، اور یورپ کے عام خیالات کیلئے دیکھو 'ٹاک ویل' کی کتاب جلد ۸ صفحات ۵۲-۷۲، قانونی حکومت کا ان معنوں میں جو خیال ہے اس سے یہ پیدا ہوتا ہے یا کم از کم اس سے قریبی تعلق رکھتا ہے کہ بادشاہ یا اسکے عہدہ داروں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو قانون

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

189 جب ہم 'قانون کی حکومت' کو اپنے ملک کی خصوصیت ظاہر کرتے ہیں تو ہمارا دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے[1] کہ ہمارے یہاں کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہے، اور یہ (جو پہلے امر سے مختلف ہے) کہ ہر شخص خواہ اسکی حیثیت یا حالت کچھ ہو ملک کے عام قانون کا پابند اور معمولی عدالتوں کے حدود اختیارات کے اندر ہے۔

ہر شخص معمولی قوانین کا جو معمولی عدالتیں کام میں لاتی ہیں پابند ہے۔

'انگلستان' میں قانونی مساوات یا ہر قسم کے لوگوں کا اس ایک قانون کے اتباع کا خیال جسے معمولی عدالتیں کام میں لاتی ہیں، انتہائی درجہ تک پہنچا دیا گیا ہے۔ ہمارے یہاں ہر عہدہ دار، وزیر اعظم سے لے کر ایک کوتوالی کے جوان یا ٹیکس کے محصل تک، ہر ایسے فعل کی بابتہ جو بغیر قانونی جواز کے کیا جائے، اسی طرح ذمہ دار ہے جس طرح کوئی دوسرا باشندہ ملک ہوسکتا ہے۔ ایسے مقدمات سے نظائر مملو ہیں جن میں عہدہ دار، عدالتوں کے سامنے پیش ہوئے ہیں، اور ایسے افعال کی بابتہ جو انھوں نے بحیثیت عہدہ دار کئے تھے، مگر جو انکے قانونی اختیار سے متجاوز تھے، اپنی ذاتی حیثیت سے مستوجب سزا یا قابل ادائے ہرجہ قرار پائے ہیں۔ ہر نوآبادی کا گورنر[2]، سکرٹری آف اسٹیٹ[3]۔ فوجی افسر[4] اور تمام ماتحت عہدہ دار، گو کہ اپنے عہدہ داران بالادست کے احکام کی تعمیل کر رہے ہوں، ایسے افعال کی بابتہ جن کی اجازت قانون نہیں دیتا اسیطرح ذمہ دار ہیں جسطرح ایک خانگی اور غیر عہدہ دار شخص ذمہ دار ہوسکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض عہدہ دار جیسے فوجی سپاہی، اور 190

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — کے احکام سے بری رکھیں۔ دیکھو بل آف رائٹس کی تمہید ۱؛ اور 'اسٹبس' کے منتخبہ منشور (طبع دوم صفحہ ۵۲۳ مقابلہ کرو: مقدمہ ملر بنام ناکس، ۶ اسکاٹ ۱۰؛ و اٹرنی جنرل بنام کسانی، ۳۲ ال آر آر، ۲۲۰۔

[1] پہلے معنی کے لئے دیکھو صفحہ 183 گزشتہ۔ [2] موسٹن بنام فیبریکاس، سی۔ او۔ ڈبلیو۔ پی ۱۶۱؛ مسگریو بنام پلیڈو، ۵ مرافعہ جات، ۱۰۲؛ 'گورنر والس کیس'، ۲۸ ایس ٹی ۵۱۔ [3] اینٹک بنام کیرینگٹن ۱۹ ایس ٹی ۱۰۳۰۔ [4] فلپس بنام ایری، ایل آر، ۴ کیو، بی ۲۲۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

اور مقبولہ کلیسا کے پادری دوسرے ممالک کی طرح 'انگلستان' میں بھی ایسے قوانین کے تابع ہیں جن کا اثر قوم کے دوسرے افراد پر نہیں پڑتا' اور بعض صورتوں میں ایسی عدالتوں میں طلب کئے جا سکتے ہیں جن کو اسکے دوسرے ہموطنوں کے متعلق کوئی اختیار نہیں ہوتا' گویا عہدہ دار ایک حد تک اس قانون کے تابع ہیں جو 'قانون عہدہ داراں' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ واقعہ اس اصول سے غیر مطابق نہیں ہے کہ 'انگلستان' میں تمام لوگ قانون ملک کے تابع ہیں؛ کیونکہ اگرچہ ایک فوجی سپاہی' یا پادری اپنی حیثیت کے لحاظ سے ایسے قانونی وجوب کا متحمل ہوتا ہے جس سے دوسرے لوگ آزاد ہیں لیکن وہ اس بنا پر (عام طور سے) ایک معمولی باشندہ ملک کے فرائض سے سبکدوش نہیں ہو جاتا۔

اس معاملہ میں 'فرانس' اور 'انگلستان' کا تقابل

'انگلستان' کا ایک باشندہ فطری طور سے یہ خیال کرتا ہے کہ قانون کی حکومت (ان معنوں میں جنمیں ہم اسکو اسوقت استعمال کر رہے ہیں) تمام مہذب جماعتوں کی ایک مشترکہ صفت ہے؛ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اسمیں کلام نہیں کہ اکثر یورپین قومیں اٹھارہویں صدی کے ختم تک ترقی کرکے اس حالت سے گزر گئی تھیں جبمیں امرا' مذہبی پیشوا' اور دوسرے لوگ قانون کا مقابلہ کر سکتے تھے' 'انگلستان' اس مرحلہ کو سولھویں صدی کے ختم سے پہلے ہی طے کر چکا تھا۔ عمومیت کے ساتھ یہ کہنا اسوقت بھی صحیح نہیں ہے کہ 'یورپ' کے دوسرے ممالک میں تمام اشخاص ایک ہی قانون کے تابع ہیں؛ یا ان ممالک میں عدالتیں سب سے برتر اور اعلیٰ ہیں' اگر ہم 'فرانس' کو 'یورپ' کے براعظم کی ریاستوں کا ایک نمونہ قرار دے لیں' تو ہم پوری صحت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عہدہ دار (جنہیں وہ سب لوگ شامل ہیں جو حکومت کے ملازم ہیں) اپنی سرکاری حیثیت میں' ایک حد تک' ملک کے معمولی قوانین سے مستثنیٰ' اور معمولی عدالتوں کے اختیارات سے محفوظ' اور خاص لحاظ سے صرف عہدہ داروں کے ان قوانین کے پابند ہیں یا تھے' جن کا نفاذ خود عہدہ داروں کی ایک جماعت کے ذریعہ سے

191

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
دستوری قانون کے عام قاعدے ملک کے معمولی قانون کے نتائج ہیں۔

ہوتا ہے[1]۔

"قانون کی حکومت" یا قانونی رجحان کے غلبہ کو "انگلستان" کے ادارات سے مخصوص قرار دینے کے ایک تیسرے معنی بھی ہیں جو دونوں متذکرہ بالا معنوں سے مختلف ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "انگلستان" کے دستور پر قانونی حکومت چھائی ہوئی ہے، اس لحاظ سے کہ دستور کے عام اصول (مثلاً شخصی آزادی یا عام جلسوں کے انعقاد کے حقوق) ہمارے یہاں ان فیصلہ جات کے نتائج ہیں جنہیں معمولی اشخاص کے حقوق کا فیصلہ مخصوص مقدمات میں عدالتوں سے ہوا ہے[2]؛ برخلاف اسکے اکثر دوسرے ممالک کے دستوروں میں شخصی حقوق کی جو کچھ بھی حفاظت کی گئی ہے وہ دستور کے عام اصول کا حقیقی یا ظاہری نتیجہ ہے۔

یہی وہ جزئی حقیقت ہے جس کی طرف اس مشہور، مگر غلطی میں ڈالنے والے مقولہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ "دستور وضع نہیں کیا گیا بلکہ "اگا" ہے" لفظی معنوں میں یہ مقولہ بالکل مہمل ہے۔

"سیاسی ادارات انسان کے وضع کردہ ہیں" (گو کسی وقت یہ امر نظر انداز کر دیا جائے) انکی ایجاد اور انکا تمام وجود انسانی ارادہ کا نتیجہ ہے۔ ایسا نہیں ہوا ہے کہ لوگ دفعۃً موسم بہار میں صبح کو جاگے اور انھوں نے دستور کو "اگا ہوا" پایا؛ نہ وہ درختوں کی طرح ہیں جو ایک دفعہ نصب کر دیئے جانے کے بعد بڑھتے رہتے اور لوگ سوتے رہتے ہیں؛ وہ اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں اسی صورت پر لائے جاتے ہیں، جو انسانی ارادی عمل انکو دینا چاہتا ہے"۔ 192

یہ سب صحیح ہے، مگر باوجود اسکے اس مقولہ سے، کہ ایک حکومت کی

---

[1] دیکھو فصل ۱۲ جسمیں قانونی حکومت اور ممالک غیر کے انتظامی قانون کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

[2] مقابلہ کرو مقدمہ "کالون" و "کوک" رپورٹ ۱؛ مقدمہ "کیمبل بنام ہال" سی اور ڈبلیو پی ۲۰۴؛ و مقدمہ "ولکس بنام وڈ" ۱۹ ایس ٹی ۱۱۵۳؛ "موسٹن بنام قیبر لکایس" سی اور ڈبلیو پی ۱۶۱۔ پارلیمنٹ کے اعلان مثلاً "پٹیشن آف رائٹ" اور "بل آف رائٹ" عدالتی فیصلوں سے ایک حد تک مشابہ ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

ہیئت کذائی ایک قسم کا ایسا عاجلانہ نمو ہے اور انسانوں کی حیات کے ساتھ اسطرح پیوستہ ہے کہ اسکی نسبت یہ کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانی ارادے اور اسکی فعلی قوت کا نتیجہ ہے؛ یہ واقعہ گو سرسری اور عام طریقہ ہی سے کیوں نہ ہو، پیش نظر ہو جاتا ہے کہ بعض نظام مملکت جن میں 'انگلستان' کا دستور بھی شامل ہے، ایسے ہیں جو قلم کی ایک گردش سے موجود نہیں ہو گئے ہیں اور بجائے اسکے کہ وہ معمولی وضع قانون کے نتائج قرار دیئے جائیں، ان نزاعات اور مباحث کے ثمرات ہیں جو عدالتوں میں شخصی حقوق کے لئے کئے گئے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا دستور ججوں کا بنایا ہوا دستور ہے اور ہمیں علانیہ طور سے وہ تمام اچھائیاں اور برائیاں موجود ہیں جو ججوں کے بنائے ہوئے قانون میں ہونی چاہئیں۔

'انگلستان' اور دوسرے ممالک کے دستوروں کا مقابلہ

یہی وجہ ہے جس سے 'انگلستان' اور اکثر دوسرے ممالک کے دستوروں میں بین فرق نظر آتا ہے۔

'انگلستان' کے دستور میں حقوق کی اس توضیح یا تعریف کا پتا نہیں جس پر دوسرے ممالک کے دستوری اسقدر فریفتہ ہیں۔ 'انگلستان' کے دستور میں جو اصول بھی پائے جاتے ہیں وہ قانونی مقولہ جات کی طرح عدالتی وضع قانون سے قائم ہوئے ہیں؛ جو صرف استنباط ہیں اور جن کا ماخذ ججوں کے فیصلے یا رائیں یا وہ قوانین ہیں جو مخصوص شکایات کے رفع کرنے کے لئے نافذ ہونیکی وجہ سے عدالتی فیصلوں سے مشابہ ہیں، اور فی الحقیقت پارلیمنٹ کے ہائی کورٹ کے فیصلے ہیں۔ یہی مضمون اگر دوسرے الفاظ میں بیان کیا جائے تو یوں بیان ہو سکتا ہے کہ شخصی حقوق کا جو تعلق، دستوری اصول کے ساتھ ہے جیسے 'بلجیم' وغیرہ میں، جہاں دستور واضعان قانون کا بنایا ہوا ہے، وہ تعلق 'انگلستان' میں نہیں ہے جہاں کا دستور خود عدالتی فیصلوں پر مبنی ہے۔ 'بلجیم' کے متعلق، جو ایسے ممالک کا ایک نمونہ ہے جن میں دستور واضعان قانون کے ایک ارادی فعل کا نتیجہ ہے، یہ صحیح طور سے کہا جا سکتا ہے کہ شخصی ذاتی آزادی کے حقوق خود بخود دستور سے پیدا اور محفوظ ہو جاتے ہیں،

193

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

لیکن 'انگلستان' میں شخصی آزادی کا حق دستور کا ایک جز ہے کیونکہ وہ عدالتوں کے ان فیصلوں سے حاصل ہوا ہے جنکی تصدیق اور توسیع ہیبیس کارپس کے احکموں سے ہوئی ہے۔ اگر قانونی معاملات میں منطقی ضابطہ کا اختیار کرنا جائز ہو تو 'بلجیم' اور 'انگلستان' کے دستوروں میں جو فرق ہے وہ اسطرح ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ 'بلجیم' میں شخصی حقوق وہ نتائج ہیں جو دستور کے اصول سے مستخرج ہوتے ہیں؛ برخلاف اسکے 'انگلستان' میں وہ اصول جو دستوری اصول کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں ایسے استقراء یا کلیے ہیں جو ان مخصوص فیصلوں پر مبنی ہیں جو عدالتوں سے مخصوص اشخاص کے حقوق کے متعلق صادر ہوئے ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ یہ فرق محض ایک اصولی فرق ہے۔ 'بلجیم' اور 'انگلستان' دونوں ممالک میں آزادی کی اچھی طرح حفاظت کی گئی ہے اور جب تک آزادی محفوظ ہے خواہ ہم یہ کہیں کہ لوگ بے ضابطہ قید کے اندیشہ سے اسوجہ سے محفوظ ہیں کہ شخصی آزادی کا ضامن دستور ہے یا یوں کہیں کہ شخصی آزادی، یا بے ضابطہ قید سے حفاظت، دستور کا ایک جز ہے، کیونکہ آزادی مذکور ملک کے معمولی قانون سے حاصل ہوئی ہے، دونوں مساوی ہیں۔ جب تک کہ شخصی حقوق فی الحقیقت محفوظ ہیں اس اصولی فرق کو بجائے خود کوئی اہمیت نہیں دیجاسکتی، البتہ یہ امر کہ شخصی یا مذہبی آزادی بقیاس غالب محفوظ رہنے والی ہے یا نہیں، بڑی حد تک اس سوال کے جواب پر منحصر ہے کہ جن لوگوں نے دانستہ یا نادانستہ اپنے ممالک کے دستور مرتب کئے ہیں آیا انھوں نے ان دستوروں کو حقوق کی توضیح اور تعریف سے شروع کیا ہے، یا ان چارہ کاروں کی تجاویز سے جنکے ذریعہ سے حقوق مذکور کی تعمیل یا حفاظت ہوسکتی ہے۔ ان میں سے کسی صورت کے اختیار کرنے کی بابتہ انپر کوئی الزام نہیں عائد کیا جاسکتا، کیونکہ انھوں نے جو طریقہ اختیار کیا اسکے اختیار کرنے پر وہ عموماً حالات کے لحاظ اور اس خیال سے مجبور تھے کہ قانون کے عام اصول کا قائم کرنا واضعان قانون کا فطری اور واجبی فرض ہے؛ لیکن تاریخ سے تھوڑی سی

194

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

واقعیت بھی اس امر کے اظہار کے لئے کافی ہے کہ بیرونی ممالک کے مقننین حقوق کی تعریف میں ایسے مشغول ہوے کہ وہ ان چارہ کاروں کی طرف بہت کم توجہ کر سکے جنکے ذریعہ سے ان حقوق کی جن کا وہ اعلان کر رہے تھے تعمیل کرائی جا سکے۔ ۱۷۹۱ء کے دستور میں ضمیر اور مطابع کی آزادی، عام جلسوں کے انعقاد کے حق، اور سرکاری عہدہ داروں کی ذمہ داری[1] کا بڑی شد و مد کے ساتھ اعلان کیا گیا تھا؛ مگر انسان کی مکتوبہ تاریخ میں کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جس میں یہ حقوق اسقدر غیر محفوظ، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ غیر موجود تھے جسقدر فرانسیسی انقلاب عظیم کے عروج کے زمانہ میں تھے۔ اسوقت بھی ایک غور کرنے والے شخص کو اس شبہ کی پوری گنجایش ہے کہ آیا یہ آزادیاں اور حقوق فرانسیسی جمہوریت میں اسیطرح محفوظ ہیں جسطرح کہ وہ انگریزی بادشاہت میں محفوظ ہیں۔ برخلاف اسکے 'انگلستان' کے دستور میں حقوق تعمیل شدنی اور ذرایع تعمیل میں ایک لاینفک تعلق قائم ہے اور وہی عدالتی وضع قانون کا پشت پناہ ہے۔ اس نقطہ نظر سے یہ مقولہ 195
کہ 'جہاں حق ہے، وہاں چارہ کار ہے' بجائے ایک لفظی الٹ پھیر کے بہت زیادہ اہم ہو جاتا ہے، اور جب اسکا استعمال دستوری قانون کے متعلق کیا جاتا ہے تو اسکے یہ معنی ہوتے ہیں، کہ 'انگلستان' کے ان باشندوں نے، جنھوں نے مشقت اٹھاکر بتدریج وہ پیچ در پیچ قوانین اور ادارات بنائے ہیں جو دستور کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں، حقوق کی توضیح کرنے سے زیادہ تر انکی تعمیل کے ذرایع مہیا کرنے کی طرف توجہ کی ہے (یا دوسرے نقطہ نظر سے) یوں کہو کہ بجائے اسکے کہ وہ انسانوں یا انگریزوں کے حقوق متعین کریں، انھوں نے مخصوص مظالم کے انسداد کی طرف زیادہ توجہ کی ہے۔ ہیبیس کارپس ایکٹ میں نہ کوئی اصول قائم کیا گیا ہے اور نہ کسی حق کی تعریف کی گئی ہے، لیکن عملی طور سے وہ سیکڑوں دستوری مدات سے بہتر ہیں جن میں شخصی آزادی کا

---

[1] دیکھو 'پلوارڈ' کی کتاب 'فرانس کا دستور' صفحات ۱۴-۱۶۔ اور 'دیوگی' اور 'مونیور' کی کتاب 'فرانسیسی دستور' طبع دوم صفحہ ۴ و ۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

اطمینان دلایا گیا ہو، یہ ہرگز نہ خیال کرنا چاہئے کہ جو تعلق 'انگلستان' میں حقوق اور چارہ کار میں، ادارات پر قانون کے حاوی ہونے کی وجہ سے پایا جاتا ہے، وہ تحریری دستور یا حقوق کے دستوری اعلان کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا۔ متفقہ 'امریکہ' اور جداگانہ ریاستوں کے دستور مکتوبہ اور مطبوعہ ہیں اور انمیں حقوق کی توضیح موجود ہے[1]، مگر باوجود اسکے 'امریکہ' کے مدبرین نے یہ غیر معمولی کمال کیا ہے کہ جن حقوق کا 'امریکہ' کے دستور میں اعلان کیا ہے انکی قانونی حفاظت کے ذرایع بھی مہیا کر دیئے ہیں، اور قانونی حکومت 'امریکہ' کے دستور کی ویسی ہی خصوصیت ہے جیسے کہ وہ 'انگلستان' کے دستور کی ایک خصوصیت سمجھی جاتی ہے۔ 196

علاوہ بریں، اکثر بیرونی ممالک میں شخصی حقوق مثلاً شخصی آزادی وغیرہ کا انحصار دستور پر ہے، برخلاف اسکے 'انگلستان' میں دستوری قانون ان حقوق کے ان کلیات اور استنباط سے زیادہ نہیں ہے جو عدالتوں نے منفرد اشخاص کو عطا کئے ہیں، اور یہ واقعہ اہم نتائج پیدا کرتا ہے۔ جو

---

[1] 'پٹیشن آف رائٹ' اور 'بل آف رائٹس' اور نیز 'امریکہ' کے 'اعلانات حقوق' کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انمیں عام اصول کے اعلانات موجود ہیں جو ان اعلانات حقوق کے مشابہ ہیں جنھیں ممالک غیر کے دستوریوں نے جاری کیا ہے، اور خصوصاً اس انسانی حقوق کے اعلان سے جو ۱۷۸۹ء میں جاری ہوا تھا۔ لیکن 'امریکہ' اور 'انگلستان' کے اعلانات اور ممالک غیر کے اعلانات میں اگرچہ بظاہر ایک قسم کا تشابہ پایا جاتا ہے، مگر درصل انمیں بہ نسبت تشابہ کے تخالف زیادہ ہے۔ 'پٹیشن آف رائٹ' اور 'بل آف رائٹس' ان معنوں میں جو بیرونی ممالک میں لئے جاتے ہیں 'اعلانات حقوق' نہیں ہیں، بلکہ ان دعاوی اور اعمال کی قانونی ناپسندیدگی ہے جو بادشاہ کی طرف سے پیش کئے جاتے تھے اور جو ان دستاویزوں کے ذریعہ سے ناجایز قرار دیئے گئے ہیں۔ ان دونوں مشہور اور معروف دستاویزوں کا تقریباً ہر فقرہ ان مختلف دعاوی کی تردید کرتا ہے جو مزاق (شاہی) کی بنا پر پیش کئے جاتے اور عمل میں لائے جاتے تھے۔ اسمیں شک نہیں کہ جو اعلانات 'امریکہ' کے دستور میں موجود ہیں وہ 'یورپ' کے دوسرے ممالک کے دستوروں کے اعلانات حقوق سے حقیقی مشابہت رکھتے ہیں۔ وہ سب اٹھارہویں صدی کے خیالات کے نتائج ہیں، اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ انکا صریح مقصد یہ ہے کہ وہ ضمان قانون کی کارروائیوں پر دستور کی مدات کے ذریعہ سے قانونی نگرانی قائم رکھیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

عام حقوق دستور سے دیئے جاتے ہیں وہ منسوخ ہوسکتے ہیں، جیسا کہ بیرونی ممالک میں متواتر ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ بعض اوقات قانون کے معمولی راستہ سے علحدہ اور جدا ہوتے ہیں۔ 'بلجیم' کے دستور کے ان الفاظ سے کہ "شخصی آزادی محفوظ کیجاتی ہے" یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شخصی حقوق جس نظر سے 'بلجیم' میں دیکھے جاتے ہیں وہ اس نظر سے بالکل مختلف ہے جس نظر سے ان حقوق کو 'انگلستان' کے مقنن دیکھتے ہیں۔ ہمارے یہاں یہ امر مشکل سے کہا جاسکتا ہے کہ ایک حق دوسرے حق سے زیادہ تر محفوظ ہے۔ بے ضابطہ قید سے حفاظت، ہر معاملہ میں آزادی کے ساتھ رائے کا اظہار، اس شرط کے ساتھ کہ اسکے مزیل حیثیت عرفی ہونے کی صورت میں ہرجہ دینا ہوگا، یا باغیانہ یا ملحدانہ ہونیکی حالت میں سزا دی جائے گی اور ہر شخص کو اپنے ملک سے مستفید ہونے کا حق، یہ سب حقوق انگریزوں کے نزدیک ایک ہی بنیاد یعنی قانون ملک پر مبنی ہیں۔ یہ کہنا کہ دستور نے ایک قسم کے حقوق کی بہ نسبت دوسرے قسم کے حقوق کی زیادہ تر حفاظت کی ہے، ایک انگریز کے نزدیک مہمل اور بے معنی بات ہوگی؛ مگر 'بلجیم' کے دستور میں ان الفاظ کے مخصوص معنی ہیں؛ اور وہ یہ ہیں کہ کوئی ایسا قانون جو شخصی آزادی میں مخل ہو اسوقت تک نافذ نہیں ہوسکتا جب تک کہ دستور میں ترمیم نہ کیجائے جو مخصوص طریقوں سے تیار کیا جاتا ہے، اور صرف انھیں طریقوں سے بطریق جائز تبدیل یا ترمیم ہوسکتا ہے؛ لیکن اس موقع پر ہم کو فوراً اس امر پر توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ یہاں جو امر قابل لحاظ ہے وہ صرف یہ ہے کہ جہاں شخصی آزادی اصول مندرجہ دستور سے مستنبط ہوتی ہے، وہاں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ حق ایسا ہے جو کسی وقت ملتوی یا ساقط ہوسکتا ہے۔ برخلاف اسکے جہاں شخصی آزادی کا حق معمولی قانون ملک سے پیدا ہونے کی وجہ سے دستور کا ایک جز ہوتا ہے وہاں اس حق کے ضایع ہونے کا اسوقت تک بہت کم اندیشہ ہوسکتا ہے جب تک کہ قوم کے دستور اور رسم ورواج میں تغیر اور انقلاب عظیم نہ پیدا ہوجائے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ

197

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

حالت جو ہیبیس کارپس ایکٹ کی التواء کے نام سے موسوم ہے اس حالت سے تقینی مشابہ ہے جو ممالک غیر میں دستوری ضمانتوں کی التواء سے موسوم کیجاتی ہے۔ لیکن جو قانون ہیبیس کارپس ایکٹ کی التواء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ اپنے مشہور نام کے مفہوم سے بہت دور ہے۔ اور اگرچہ وہ ایک حد تک سخت کارروائی ہے مگر فی الحقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ سے شخصی آزادی کا صرف ایک چارہ کار ملتوی کر دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ کل ہیبیس کارپس ایکٹ ملتوی کر دیا جائے، مگر اس سے انگلستان کے باشندوں کا کوئی حق مدنیت زائل نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ہمارے دستور کی بنیاد قانونی حکومت پر قائم ہے اسلئے دستور کی التواء اگر ایسا عمل ممکن الوجود خیال کیا جائے، ایک عظیم انقلاب کے سوائے اور کچھ نہیں متصور ہو سکتا۔

198 قانون کی حکومت کے معنی کا خلاصہ

اس صورت میں قانون کی حکومت کے جو ہمارے دستور کی اصولی بنیاد ہے تین معنی ہو سکتے ہیں یا یوں کہو کہ اسپر تین مختلف طریقوں سے نظر ڈالی جا سکتی ہے۔

سب سے اول اسکے یہ معنی ہیں کہ بے ضابطہ اختیارات کے اثرات کے مقابلہ میں باضابطہ قانون کو قطعی غلبہ حاصل ہے؛ اور وہ حکومت کی ناجائز اور من مانی کارروائیوں کے اختیار، مرافق اور وسیع اختیار تمیزی کے استعمال کا مانع اور مزاحم ہے۔ انگریزوں پر صرف قانون ہی حکمران ہے، اور ہمارے یہاں قانون کی خلاف ورزی کے سوائے کوئی شخص کسی اور بنا پر سزایاب نہیں ہو سکتا۔

اسکے دوسرے معنی قانونی مساوات کے ہیں یعنی یہ کہ ہر شخص مساوی طور سے ملک کے ان معمولی قوانین کا پابند ہے جن کو معمولی قانونی عدالتیں نافذ کرتی ہیں۔ ان معنوں میں قانون کی حکومت اس خیال کی مانع ہے کہ عہدہ دار یا دوسرے اشخاص اس قانون کے اتباع کے فرائض یا معمولی عدالتوں کے اختیارات سے مستثنیٰ رہیں جن کے دوسرے باشندگان ملک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم

پابند ہیں۔ ہمارے یہاں فرانسیسی 'انتظامی قانون' یا 'انتظامی عدالتوں'[1] کے مماثل کوئی چیز نہیں ہے۔ ممالک غیر میں 'انتظامی قانون' کی بنیاد یہ خیال ہے کہ جن معاملات یا نزاعات کا تعلق حکومت یا اسکے ملازمین سے ہوتا ہے وہ دیوانی عدالتوں کے دایرۂ اختیارات سے باہر ہیں، اور انکا تصفیہ مخصوص اور کم و بیش عہدہ داروں کی جماعت سے ہونا چاہئے۔ 'انگلستان' کا قانون اس خیال سے مطلق ناآشنا ہے، اور ہماری روایات اور ہمارے رسم و رواج اس سے بالکل غیر مانوس ہیں۔ قانون کی حکومت' کا تیسرا اور آخری استعمال یہ ہے کہ وہ بطور اصول کے اس واقعہ کے اظہار کے لئے کام 199
میں لایا جاسکتا ہے کہ ہمارے یہاں 'دستوری قوانین' یعنی وہ قواعد جو دوسرے ممالک میں فطری طور سے دستوری مجموعہ قوانین کے اجزا ہوتے ہیں شخصی حقوق کے ماخذ نہیں، بلکہ انکے وہ نتائج ہیں جن کی توضیح اور تعمیل عدالتوں سے ہوچکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں قانون خاص کے اصول عدالتوں اور پارلیمنٹ کی کارروائیوں سے اسقدر وسیع ہو گئے ہیں کہ انسے بادشاہ اور اسکے ملازموں کی حیثیت کا تعین ہوگیا ہے، اور اسطور سے دستور ملک کے معمولی قانون کا نتیجہ ہے۔

قانون کی حکومت کا اثر دستور کے اہم مضامین پر۔

قانونی حکومت کی نوعیت پر عام مباحث سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں متصور ہوسکتا، اگر ہم اس اصول کی مختلف حیثیتوں اور ترقیوں کے حقیقی معنی سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ تلاش کرنا چاہئے کہ دستور کے اہم مضامین پر اسکا کیا اثر پڑا ہے۔ اس کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ نہایت احتیاط کے ساتھ اسپر غور کیا جائے کہ 'انگلستان' کے قانون نے مفصلۂ ذیل مضامین سے کسطرح بحث کی ہے یعنی شخصی آزادی[2]، آزادی بحث[3]، اور انعقاد مجالس[4] کے حقوق، اور قانون حرب کا استعمال[5]، فوج کے حقوق و فرائض[6]، سرکاری آمدنی کا جمع و خرچ[7]، اور وزراء کی ذمہ داریاں[8] وغیرہ۔ علاوہ اسکے جو قانونی حکومت 'انگلستان' میں قائم ہے

---

[1] دیکھو فصل ۱۲ [2] فصل ۵ [3] فصل ۶ [4] فصل ۷
[5] فصل ۸ [6] فصل ۹ [7] فصل ۱۰ [8] فصل ۱۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

اسکی حقیقی نوعیت کا پتا اسوقت چل سکتا ہے جبکہ اس کا مقابلہ اس انتظامی قانون سے کیا جائے جو یورپ کے دوسرے ممالک میں نافذ ہے۔ ان میں سے ہر ایک مضمون پر ترتیب وار بحث کی جائے گی؛ مگر ناظرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کتاب کا مقصد یہ نہیں ہے کہ 'ہیبوس کارپس ایکٹ' یا دوسرے ایسے ایکٹوں سے جو رعایا کی آزادی کے محافظ ہیں، تفصیلی بحث کی جائے، بلکہ صرف اسقدر بتا دینا پیش نظر ہے کہ دستوری قانون کے یہ اہم مطالب جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، ملک کے قانون سے انجام پاتے اور انگریزی ادارات میں قانون مذکور کے غلبہ کا ثبوت دیتے ہیں[1]۔ اگر کسی آئندہ زمانہ میں دستوری قانون مدون ہوا تو مضامین متذکرۂ بالا میں سے ہر مضمون کے متعلق دفعات قائم کر کے بحث کرنی ہوگی۔ بیرونی ممالک کے مکتوبہ دستوروں، اور خصوصاً 'بلجیم' کے دستور میں ان مضامین میں سے اکثر مضامین سے بحث کی گئی ہے، اور 'بلجیم' کا دستور، جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں، 'انگلستان' کے اہم دستوری اصول کا ایک عمدہ خلاصہ ہے؛ اسلئے اس مضمون کی تشریح میں موجب آسانی یہی ہوگا کہ 'بلجیم' یا دوسرے ممالک کے دستوروں کی ان دفعات کو جو ان مضامین مثلاً شخصی آزادی وغیرہ سے متعلق ہوں، لیکر غور کیا جائے کہ جو اصول ان میں بیان ہوئے ہیں وہ 'انگلستان' کے قانون میں کس حد تک تسلیم کئے جاتے ہیں، اور اگر وہ تسلیم کئے جاتے ہیں تو ہماری عدالتوں کے پاس ایسے کونسے ذرائع ہیں

200

[1] اب انگلستان میں مساوی قانون کا اصول ایک جدید خطرہ میں آگیا ہے۔ سر ایف 'پولک' لکھتے ہیں کہ وضعان قانون نے تجارتی نزاعات کے ایکٹ ۱۹۰۶ء کے ذریعہ سے مالکوں اور مزدوروں کی جماعتوں، اور ایک حد تک ان لوگوں کو جو ان جماعتوں کی طرف سے کام کرتے ہیں، غیر معمولی آزادی دینا مناسب خیال کیا ہے۔ اس عارضی اور سخت عمل جراحی کو جو انتظام مملکت پر کیا گیا ہے فن قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے، اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ دوسرے ممالک کی عدالتیں ان مسائل پر کیا مزید عدالتی غور کرتی ہیں، جنھیں ہماری عدالتیں قانونی انصاف کے اصول پر حل کرنے کی (ایک حد تک کامیابی کے ساتھ) کوشش کر رہی تھیں 'پولک' کا قانون معاہدہ (آٹھویں طبع) صفحہ ۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہارم
201

جن سے انکی تعمیل کرائی جاتی، اور وہ قائم رکھے جاتے ہیں۔ دستوری قانون کے کامل طور سے نہ سمجھے جانے کی منجملہ اور وجوہ کے، ایک وجہ یہ ہے کہ ہم دوسرے ممالک کے دستوروں کے مضامین کے ساتھ اس کے مضامین کا مقابلہ نہیں کرتے۔ اس موقع پر جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، مقابلہ تعارف اور شناخت کے لئے ضرور ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

شخصی آزادی کا حق

شخصی آزادی کی حفاظت بلجیم کے دستور میں

'بلجیم' کے دستور کی ساتویں دفعہ ملک مذکور میں وہ اصول قائم کرتی ہے جو 'انگلستان' میں عرصہ دراز سے شائع اور رائج تھے۔ دفعہ مذکور کے الفاظ مقابلہ میں آکر، 'انگلستان' کے دستوری قانون کی خصوصیات کا ایک عجیب طریقہ سے اظہار کرتے ہیں، اور وہ اس قابل ہیں کہ بجنسہ یہاں نقل کر دیئے جائیں۔

دفعہ ۷ انفرادی آزادی کی ضمانت کیجاتی ہے۔ کسی شخص کو دق نہ کیا جائے گا علاوہ ان مقدمات کے جو قانون کے مطابق دائر ہوں اور اس طریق سے جو پہلے سے طے شدہ ہوں سوائے کھلم کھلا قانونی خلاف ورزی کے کسی شخص کو بغیر حاکم عدالت کے حکم کے گرفتار نہیں کیا جائے گا اور یہ حکم یا تو گرفتاری کے وقت سنایا جائیگا ورنہ زیادہ سے زیادہ ۲۴ گھنٹے کے اندر[1]۔

'انگلستان' کے باشندے کی شخصی آزادی کی حفاظت نہ کسی ایسے عام اصول پر منحصر ہے اور نہ اس سے پیدا ہوتی ہے جو کسی تحریری دستیقہ میں درج ہو۔ 'بلجیم' کے دستور کی ساتویں دفعہ کے مضمون سے کچھ

انگلستان میں اسکی حفاظت کسطرح ہوتی ہے۔

[1] دستور بلجیم دفعہ ۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملتی جلتی ہمارے مجموعۂ قانون میں میگنا چارٹا، کی دفعہ انتالیس ہے[1]:

"کوئی آزاد شخص نہ گرفتار کیا جائے گا نہ قید کیا جائے گا نہ بیدخل کیا جائے گا اور نہ خارج از قانون سمجھا جائے گا نہ کسی اور طرح دق کیا جائے گا۔ نہ ہم اس کا تعاقب کرینگے نہ کسی دوسرے کو اسکے تعاقب میں بھیجیں گے سوائے اسکے کہ اسکے خلاف اسکے ہمسروں کی تجویز ہو اور قانون ملکی اس کی اجازت دیتا ہو"

اسے پٹیشن آف رائٹ، کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ یہ ایکٹ (اگر ان کو ایکٹ کہنا جائز ہو) بجائے اسکے کہ کوئی حق عطا کرتے ہوں، صرف اس امر کی تحریری شہادتیں ہیں کہ وہ حق موجود ہے۔ علاوہ اسکے جیسا کہ میں پہلے کہ چکا ہوں، لفظ 'گارنٹیڈ' (محفوظ کیا گیا) بیحد معنی خیز ہے؛ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شخصی آزادی ایک مخصوص رعایت ہے جو باشندگان بلجیم کو ایسی قوت کی طرف سے عطا ہوئی ہے جو ملک کے معمولی قانون سے بالاتر ہے۔ یہ انگریزوں کے طرز خیال سے بالکل مختلف ہے، کیونکہ ہمارے یہاں شخصی آزادی کوئی مخصوص رعایت نہیں ہے بلکہ ملک کے اس معمولی قانون کا نتیجہ ہے جس کا نفاذ عدالتیں کرتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں ہم اس عام اصول کو کہ ہمارے یہاں شخصی حقوق دستوری قانون کی بنیاد ہیں نہ کہ اسکے نتائج، مخصوص صورت میں عمل کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔

شخصی آزادی یا کسی دوسرے حق کا محض کسی دستور یا منشور میں اعلان کر دیا جانا اس امر کی نہایت خفیف ضمانت ہے کہ حق مذکور بجز برائے نام وجود کے کوئی حقیقی وجود بھی رکھتا ہے، جو طلبہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ شخصی آزادی کا حق فی الحقیقت کہانتک دستوری قانون کا ایک جز ہے ان کو ان دو امور پر غور کرنا چاہیئے: اول یہ کہ حق کے کیا معنی ہیں، اور سب سے زیادہ اہم یہ ہے، کہ وہ کونسے قانونی طریقے ہیں جن سے اس حق کا استعمال محفوظ ہو جاتا ہے۔

[1] اسٹبس کے منشور، (طبع دوم) صفحہ ۳۰۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

204

'انگلستان' میں شخصی آزادی کا جو مفہوم ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ ہر شخص کا یہ حق ہے کہ وہ ہر ایسی قید، حراست، یا دوسرے قسم کے جسمانی جبر سے محفوظ رہے جسکے لئے قانونی جواز موجود نہ ہو۔ 'انگلستان' میں کسی شخص کا جسمانی طور سے روک رکھا جانا بادی النظری طور سے ناجایز فعل ہے، اور عام طور سے صرف دو وجوہ کی بنا پر جایز قرار پاسکتا ہے، یعنی یا تو اس مجبوس پر کوئی الزام لگایا گیا ہو، اور اس حالت میں اسکو تحقیقات کے لئے عدالت میں پیش کرنا چاہئے، یا اسپر کوئی جرم باضابطہ طور سے ثابت ہو گیا ہو اور اسکی مکافات میں وہ سزا بھگت رہا ہو۔ اس مفہوم میں شخصی آزادی 'انگلستان' میں اس اصول کی سختی کے ساتھ پابندی سے قائم رکھی جاتی ہے کہ کوئی شخص بغیر باضابطہ قانونی کارروائی یعنی (عام طور سے) قانونی وارنٹ یا حکم کے گرفتار یا قید نہیں کیا جاسکتا[1] اور اس سے زیادہ کارآمد بات یہ ہے کہ اس اصول کی تعمیل کے لئے کافی قانونی ذرائع مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ذرائع دو قسم کے ہیں[2]، ناجائز گرفتاری یا قید کا چارہ کار استغاثہ یا نالش ہے اور ناجائز قید سے رہائی کے لئے 'ہیبیوس کارپس ایکٹ' موجود ہے۔ اب ہم ان دونوں چارہ کاروں کی عام نوعیت پر غور کرنا چاہتے ہیں۔

ناجائز گرفتاری کے متعلق کارروائی۔

205

۱۔ گرفتاری کا چارہ کار۔ اگر لفظ 'چارہ کار' وسیع معنوں میں استعمال کیا جائے، تو جب شخص مضرت رسیدہ اپنے ضرر پہنچانے والے کو سزا دلانے

---

[1] گرفتاری کی بابت دیکھو اسٹیفن کی شرح جلد ۴۔ (طبع ۱۴) صفحات ۳۰۳-۳۱۲۔

[2] شخصی آزادی، یا دوسرے حقوق کی حفاظت کا ایک اور ذریعہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے حق کو قائم رکھنے کے لئے بمقابلہ ناجائز دست اندازی کرنے والے کے جبر کے استعمال کا مجاز ہے، اور اسمیں جو نقصان ناجایز دست اندازی کرنے والے کو پہنچے اسکا وہ قانوناً ذمہ دار نہیں ہوسکتا 'حفاظت خود اختیاری' یا زیادہ تر صحیح یہ کہنا ہوگا کہ 'اپنے قانونی حقوق کو اپنے زور بازو سے قائم رکھنے' کی جس حد تک 'انگلستان' کے قانون میں اجازت ہے، وہ منجملہ ان قانونی مسائل کے ہے جو نہایت تاریکی میں ہیں۔ دیکھو ضمیمہ نوٹ ۴، حق حفاظت خود اختیاری۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

میں کامیاب ہوجائے، یا جب اس مضرت کی بابتہ جو اسکو پہنچی ہے اسے ہرجہ ملجائے تو ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ اسکو چارہ کار حاصل ہوگیا۔

'انگلستان' میں ہر ایسے شخص کے لئے جسکی شخصی آزادی میں کسی طرح ناجائز دست اندازی کی گئی ہو، یہ دونوں چارے کھلے ہوے ہیں۔ تمثیلاً فرض کرو کہ 'زید' بغیر قانونی جواز کے 'عمرو' پر حملہ کرکے اسکو گرادیتا ہے، یا اسکی آزادی سے اسے محروم کردیتا، یعنی حسب اصطلاح قانونی اسکو قید کردیتا ہے، خواہ وہ ایک عرصہ کے لئے ہو یا صرف پانچ منٹ کے لئے؛ اب عمرو کے لئے دو راستے کھلے ہوے ہیں۔ وہ 'زید' کو حملہ کا مجرم قرار دلاکر اس جرم کے ارتکاب کی اسے سزا دلاسکتا ہے؛ یا وہ 'زید' پر مداخلت بیجا کا دعوی کرکے ان نقصانات کا معاوضہ حاصل کرسکتا ہے جو 'زید' کے طرز عمل سے اسے پہنچے، اور جس کا جوری اسے مستحق سمجھتی ہے۔ فرض کرو کہ ۱۷۲۵ء میں 'والٹیر' کے ساتھ کسی 'انگلستان' کے امیر کی اغوا پر وہی عمل کیا جاتا جو اسکے ساتھ 'فرانس' میں ہوا، تو اسے چارہ کار کے لئے اپنے دوستوں کی امداد یا وزارت کی رعایت کی مطلق ضرورت نہ واقع ہوتی۔ وہ ان دو راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرسکتا تھا۔ یا تو ضروری کارروائی کرکے وہ اپنے تمام حملہ آوروں کو بحیثیت مجرم کے عدالت کے سامنے لاسکتا تھا؛ یا اگر وہ چاہتا تو انمیں سے ہر ایک شخص کے مقابلہ میں انفرادی یا مجموعی طور سے کارروائی کرسکتا تھا، اور اس امیر پر جس نے اسے پٹوایا اور اس خدمت گار پر جس نے اسے پیٹا، اور اس کوتوالی کے جوان پر جس نے اسے مجبس میں بند کردیا، اور اس مہتمم مجبس پر جس نے اسے وہاں رکھا نالش کرنے کا مجاز تھا۔ یہ امر خاص طور سے لحاظ کے قابل ہے کہ مداخلت بیجا کی نالش جس کا اختیار والٹیر کو حاصل تھا، تمام ملک میں ہر شخص کے مقابلہ میں حسب اصطلاح قانونی، دایر ہوسکتی ہے۔ ایسی نالشیں نوآبادیوں کے گورنروں سکرٹری آف اسٹیٹ، اور ان افسروں کے مقابلہ میں جنھوں نے ایسے لوگوں کی تحقیقات بذریعہ کورٹ مارشل کی، جو قانون حرب کے تابع نہ تھے، دایر ہوئیں اور ہوتی رہتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ہیں، غرضکہ کوئی چھوٹا یا بڑا عہدہ دار اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس موقع پر پہنچکر قانونی حکومت کا ایک دوسرا منظر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اگر 'والٹیر' کو 'انگلستان' میں وہ مضرت پہنچائی جاتی جو 'فرانس' میں پہنچی تو اسکے دشمنوں میں سے کوئی شخص یہ عذر کرکے اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ سرکاری حیثیت یا اپنے بالادست عہدہ دار کے زیر حکم کام کررہا تھا۔ اور نہ انہیں سے کوئی شخص یہ کہنے کا مجاز ہوسکتا تھا کہ اسکے جرم کی مقدار کا تعین کرنے کے لئے کم وبیش ایک عہدہ دارانہ عدالت (انفیشل کورٹ) ہونی چاہئے۔ اگر ہم اپنی تمثیل بالا قائم رکھیں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ 'انگلستان' میں 'والٹیر' اپنے تمام حملہ آوروں کو بشمول ان عہدہ داروں کے جنھوں نے اسے محبس میں رکھا معمولی عدالت یعنی ایسے ججوں اور اہالی جوری کے سامنے لاسکتا تھا جن کا بقیاس غالب یہ خیال نہیں ہوسکتا تھا کہ عہدہ دارانہ جوش، یا حکام بالادست کے احکام، خلاف ورزی قانون کے لئے قانونی یا اخلاقی عذرات قرار پاسکتے ہیں۔

قبل اسکے کہ ہم اس چارہ کار کی بحث ختم کریں جو عدالتیں ان لوگوں کو بشکل ہرجہ عطا کرتی ہیں جن کی شخصی آزادی کے حق میں بیجا مداخلت کیجاتی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان دو اصول کی طرف توجہ مبذول کرائیں جنکا جج، ان مقدمات میں بھی دوسرے مقدمات کی طرح، نہایت احتیاط کے ساتھ خیال رکھتے ہیں، اور جو تمام دستوری قانون میں وایر وسایر ہیں، اور جن پر عامل رہنے سے بہت کچھ قانون ملک کو تقویت پہنچتی ہے اور شاہی بیقاعدہ دست اندازیوں کا انسداد ہوجاتا ہے۔ ان اصول میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ ہر مضرت رساں فعل کا مرتکب، ہر ایسے خلاف قانون یا مضرت رساں عمل کا جسمیں وہ شریک رہا ہو، ذاتی طور سے ذمہ دار ہے، جو دوسرے نقطہ نظر سے اسکے مساوی ہے کہ فعل کے خلاف قانون ہونے کی حالت میں 207

[1] مقابلہ کرو 'فرانس' کے پینل کوڈ سے، ۱۱۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ اپنے بچاؤ کے لئے یہ عذر نہیں پیش کرسکتا کہ اس نے فعل مذکور اپنے آقا یا حاکم بالادست کے زیر حکم کیا تھا۔ والیٹیر اگر انگلستان میں گرفتار کیا گیا ہوتا تو وہ ان تمام اشخاص کو جو شریک حملہ تھے، انفرادی اور مجموعی طور سے اس مضرت کا جو اس کو پہنچائی گئی، ذمہ دار قرار دے سکتا تھا۔ ذاتی ذمہ داری کا اصول ہی اس قانونی عقیدہ کی بنیاد ہے کہ ایک مضرت رساں یا خلاف قانون فعل کے ارتکاب کے جواز کے لئے خود بادشاہ کا حکم غیر کافی ہے، اور اسلئے یہ عام قاعدہ، کہ ہر مضرت رساں فعل کا مرتکب اس مضرت کا ذمہ دار ہے جو اسکے فعل سے پہنچی ہے، وہ بنیاد ہے جسپر وزرا کی ذمہ داری کا اہم دستوری اصول قائم ہے۔ ان قابل لحاظ اصول میں سے دوسرا اصول یہ ہے کہ عدالتیں ہر حق کی خلاف ورزی کی بابتہ چارہ کار عطا کرتی ہیں خواہ وہ مضرت جو اس خلاف ورزی سے پہنچی ہے قلیل ہو یا کثیر۔ 'والیٹیر' پر جو حملے ہوے اور جسطرح وہ قید کیا گیا وہ سنگین مضرت کی تعریف میں داخل ہیں، جو لوگ عدالتوں کی کارروائیوں سے واقف نہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ بداخلت بیجا یا ناجائز قید کی بابتہ صرف اسی حالت میں استغاثہ ہوسکتا ہے جبکہ شخصی آزادی میں سختی کے ساتھ دست اندازی کیجائے، مگر یہ خیال غلط ہے۔ سو میں سے ننانوے استغاثوں میں جو حملہ یا ناجائز قید کے متعلق دایر ہوتے ہیں، مضرت بجائے خود نہایت خفیف ہوتی ہے۔ اگر ایک بدمعاش دوسرے بدمعاش کو ایک تھپیڑ مارتا ہے، یا کوتوالی کا ایک جوان بغیر قانونی حکم کے کسی کو گرفتار کرتا ہے، یا کوئی مدرس کسی طالبعلم کو آدھ گھنٹے تک اسوقت کے بعد کہ اسکو گھر جانے کی اجازت ہونی چاہیئے تھی، بند رکھتا ہے[1]، یا 'زید' 'عمرو' کی شخصی آزادی میں ناجایز طور سے بہت خفیف مقدار میں بھی دست اندازی کا مرتکب ہوتا ہے، تو مرتکب اپنے آپکو اسکا مستوجب کر دیتا ہے کہ اسکے خلاف عدالت

[1] ہنٹر بنام جانسن ۱۳ - کیو بی ڈی ۲۲۵ -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

208

میں کارروائی چلائی جائے، اور اگر شخص مضرت رسیدہ اہالی جوری کی ہمدردی حاصل کرسکتا ہے تو وہ اس مضرت کی بابتہ جو اسے پہنچی ہے یا جس کا پہنچنا فرض کرلیا گیا ہے، سنگین ہرجہ پاسکتا ہے۔ 'انگلستان' کا قانون نہ صرف شخصی آزادی کے حق، بلکہ تمام قانونی حقوق میں ہر قسم کی دست اندازی سے حفاظت کرتا ہے، اور شخصی آزادی کی خلاف ورزی میں خواہ وہ خفیف ہو یا سنگین یکساں چارہ کار عطا کرتا ہے (اس سے میرا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ایک ہی مقدار میں سزا یا تاوان عائد کرتا ہے) یہ ایک ایسی معمولی بات ہوگئی ہے کہ اسکی طرف ہماری توجہ بہت کم مبذول ہوتی ہے، مگر ہمارے قانونی نظام کی بہت کم خصوصیات ایسی ہیں جنھوں نے اس واقعہ سے زیادہ قانون کی وقعت کو قائم رکھا ہو کہ ہمارے یہاں تمام چھوٹے بڑے مقدمات میں ایک ہی اصول پر کام ہوتا ہے اور ایک ہی قسم کی عدالتیں انکا تصفیہ کرتی ہیں۔ 'انگلستان' کے قانون میں اب ان مخصوص جرائم کا نشان بھی نہیں جنمیں سزا غیر معمولی عدالتوں سے صادر ہوا کرتی تھی[1]

شخصی آزادی کی حفاظت کا کافی ذریعہ یہ ہے کہ جو شخص ناجائز حراست میں رکھا گیا ہے اسکو آزادی کے بعد یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ستانے والے کو بحیثیت مجرم کے عدالت میں تحقیقات کے لئے طلب کرائے، یا نالش کرکے اس مضرت کی بابتہ جو اسکو پہنچی ہے مالی معاوضہ حاصل کرے۔ اگر 'زید' 'عمرو' کو قید کرلیتا ہے، تو 'عمرو' کو اس علم سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا کہ اگر اس کو آزادی حاصل ہوجائیگی جسے وہ اسوقت حاصل نہیں کرسکتا، تو وہ 'زید' کو سزا اور جرمانہ کرا سکیگا۔ 'عمرو' جو کچھ چاہتا ہے وہ آزادی ہے، اور جب تک آزادی نہ مل جائے وہ اپنے اس دشمن کو جس نے اسے

[1] اسکے ساتھ ان غیر معمولی چارہ ہائے کار کا مقابلہ کرو جو فرانس کے قدیم بادشاہی زمانہ میں بااثر مجرمین کی سزا کیلئے اختیار کئے جاتے تھے جسکی بابتہ دیکھو فلیچر کی کتاب سوسہ Memoires sur les Grand-jours tenues a clermont (تحقیقات ۶۶-۱۶۶۵ء)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

209

اس حق سے محروم کر دیا تھا سزا دلانے کی امید نہیں کر سکتا۔ والٹیر کے لئے یہ علم کچھ تسلی بخش نہیں ہو سکتا تھا، کہ اگر وہ 'باسٹل' سے نکل سکا تو وہ اپنے دشمنوں سے ہرجہ وصول کر سکے گا۔ اس امر کا امکان کہ اسے حصول آزادی کے بعد اس مضرت کا جو اسے پہنچی چارہ کار مل سکیگا، بجائے مفید ثابت ہونے کے، اسے عمر بھر قید سے رہا نہ ہونے دیتا۔ آزادی اسوقت تک محفوظ نہیں ہو سکتی جب تک کہ قانون میں شخصی آزادی میں ہر قسم کی دست اندازی کی سزا کے علاوہ، اسکا کافی انتظام نہ ہو کہ جو شخص بغیر قانونی اجازت کے قید میں رکھا گیا ہے وہ قید مذکور سے آزادی پا سکے گا۔ اس قسم کی حفاظت کا انتظام مشہور وثیقہ 'ہیبوس کارپس' اور 'ہیبوس کارپس' کے ایکٹوں سے کیا گیا ہے۔

'ہیبوس کارپس' کا وثیقہ

۲ ہیبوس کارپس کا وثیقہ[1]۔ ان خطبات کے موضوع میں یہ امر داخل نہیں ہے کہ 'ہیبوس کارپس' کے وثیقہ کی تاریخ یا اسکے متعلق جو کارروائی واضعان قانون کی طرف سے ہوئی اسکی تفصیل بیان کیجائے۔ اس وثیقہ اور 'ہیبوس کارپس' ایکٹوں کے تفصیلی علم کے لئے تمہیں معمولی قانونی کتابوں کو دیکھنا چاہئے۔ میرا مقصد عام طور سے صرف یہ بتا دینا ہے کہ 'انگلستان' کا قانون شخصی آزادی کے حق کی حفاظت کس طرح کرتا ہے؛ اسلئے میں مفصلۂ ذیل امور کی طرف توجہ مبذول کراؤں گا؛ اول وثیقہ مذکور کی نوعیت؛ دوسرے ان ایکٹوں کے اثرات کی طرف جو 'ہیبوس کارپس' کے ایکٹوں کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں؛ تیسرے 'ہیبوس کارپس' ایکٹ کے اس عمل کے صحیح اثر کی طرف جو (سرسری طور سے) 'ہیبوس کارپس' ایکٹ کی التوا سے نامزد کیا جاتا ہے؛ اور بالآخر اس امر کی طرف کہ اس ایکٹ کو جو 'ہیبوس کارپس' ایکٹ کے عمل کو ملتوی

[1] دیکھو 'اسٹیفن' کی شرح (طبع ۱۴) جلد سوم صفحات ۷۰۷ - ۷۶۹ - ۱۶ کار، سی، ۱۰؛ ۳۱ کار ۲، سی، ۲؛ ۵۶ 'جارج سوم' سی، ۱۰۰ - 'فورسٹھ' کی آرا صفحات ۴۳۶ - ۴۵۲ و ۴۸۱ -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کرتا ہے، ایکٹ حفاظت عہدہ داران (انڈمنٹی ایکٹ) سے کیا تعلق ہے۔ انمیں سے ہر ایک مضمون دستوری قانون سے تعلق رکھتا ہے۔

وثیقہ مذکور کی نوعیت

وثیقہ مذکور کی نوعیت۔ قانونی وثیقے ہمیشہ قانونی اصول کی بہتر توضیح اور تشریح کرتے ہیں، اور اسلئے ہمیں ہیبیس کارپس کے وثیقہ کی مفصلۂ ذیل ایک نقل کو نہایت غور کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہیے:

210 'وکٹوریا' بفضل خدا سلطنتہائے متحدۂ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ کی ملکہ اور محافظ مذہب کی طرف سے۔

بنام 'جے۔ کے' جو جزیرۂ جرسی میں ہمارے محبس واقع 'جرسی' کا مہتمم ہے، اور بنام اسی جزیرہ کے 'جے۔ سی' وائی کاونٹ کے۔ سلام۔

ہم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم سی۔ سی۔ ڈبلیو کے جسم کو (یعنی اسے مجسم) جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ تمھاری نگرانی میں ہمارے محبس میں روک رکھا گیا ہے، آئندہ جنوری کی اٹھارہویں تاریخ جب اسکی گرفتاری اور حراست کی تاریخ اور وجوہ کے، خواہ وہ کسی نام سے پکارا گیا یا مشہور ہو، ہماری عدالت میں ہمارے سامنے بمقام ویسٹ منسٹر، حاضر کرو، تاکہ اسکی نسبت وہ تمام امور اور کارروائیاں جزا یا کلاً عمل میں لائی جائیں، جو عدالت موصوف اسوقت اور اس موقع پر ابارہ میں نامناسب تصور کرے۔ اور اس وثیقہ کو وہاں موجود رکھو۔

گواہ شد ٹامس لارڈ ڈینمن بمقام ویسٹ منسٹر، مورخہ ۲۱ ڈسمبر سنہ جلوس

منجانب عدالت

'رابنسن'[1] برطبق استدعائے۔ سی۔ سی۔ ڈبلیو

دستخط

ملکہ حکمراں

ڈبلیو۔ اے۔ ایل (۷) گریزان اسکوائر، لندن

وکیل مختار سی۔ سی۔ ڈبلیو متذکرۂ بالا۔

[1] دیکھو کارس ولسن کا مقدمہ، کیو بی ۹۸۴، ۹۸۸۔ اس خاص مقدمہ میں مہتمم محبس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قیدی کے جسم کو ایک مقررہ تاریخ پر عدالت میں حاضر کرے، مگر عام طور سے اسکو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس حکم کے وصول ہوتے ہی قیدی کو عدالت میں حاضر لائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

اس وثیقہ کی خصوصیت خود اسی سے ظاہر ہے۔ یہ وہ حکم ہے جو ایک خاص موقع پر 'کوئنس بنچ' کی عدالت سے جاری ہوا تھا' اور اس میں اس شخص کو جسکی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ اس کی حراست میں قیدی ہے اس قیدی کے جسم یعنی خود اسے حاضر لانے کا حکم دیا گیا تھا' تاکہ عدالت معلوم کرسکے کہ شخص مذکور کس بنا پر قید میں رکھا گیا ہے' اور اسکو موقع ملے کہ وہ قیدی کے ساتھ حسب قانون عمل کرسکے' اور چونکہ اس میں جسم کا لفظ استعمال ہوا تھا' اسی لئے وہ 'ہیبوس کارپس' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس تمام کارروائی کا لب لباب یہ ہے کہ عدالت اسکی مجاز ہے کہ 'ہیبوس کارپس' کے وثیقہ کے ذریعہ سے کسی شخص کو جو قید میں ہو حقیقی طور سے اپنے سامنے بلوائے' اور اسکے قید کئے جانے کے وجوہ معلوم کرے' اور اس کے حاضر کئے جانیکے بعد' یا تو اسے اسی وقت آزاد کردے' یا اسکا انتظام کرے کہ اسکے ساتھ وہ تمام عمل ہو جو قانون میں محکوم ہے مثلاً یہ کہ اسکی تحقیقات جلد سے جلد عمل میں آنی چاہئے۔

211

یہ حکم خود قیدی کی درخواست یا اسکی طرف سے کسی دوسرے شخص کی درخواست' یا (ایسی مفروضہ حالت میں کہ قیدی خود کچھ نہیں کرسکتا) ہر ایسے شخص کی درخواست پر جو یقین کرتا ہے کہ قیدی ناجائز قید میں ہے جاری ہوسکتا ہے۔ اسے ہائیکورٹ یا تعطیلوں میں ہائیکورٹ کا کوئی جج جاری کرسکتا ہے' اور ہائیکورٹ یا اسکا کوئی جج یہ حکم اسی حالت میں جاری کرتا ہے یا اسکو جاری کرنا چاہئے جبکہ بذریعہ بیان حلفی اسے اسبات کا اطمینان ہوجائے کہ یہ فرض کرنے کی کافی وجہ موجود ہے کہ قیدی خلاف قانون اپنی آزادی سے محروم کردیا گیا ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہوسکتا کہ اس حکم کا بطور ضابطہ اجرا لازم ہے' کیونکہ یہ فرض کرنے کے لئے کہ ناجائز قید کا وجود ہے کسی وجہ کا ظاہر کیا جانا ضرور ہے۔ یہ درست ہے کہ اسکا اجرا 'ایک استحقاقی معاملہ ہے' یعنی یہ کہ عدالت اسکے اجرا کو ہمیشہ منظور کرے گی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

اگر اس فرض کئے جانے کے متعلق بادی النظری وجوہ پیش کر دیئے جائیں کہ جس شخص کی طرف سے ایسی استدعا کیجاتی ہے وہ خلاف قانون اپنی آزادی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ عدالت کا یہ حکم ہر شخص کے نام جاری ہو سکتا ہے، خواہ وہ کوئی عہدہ دار ہو یا خانگی شخص جسکی نسبت یہ معلوم ہو یا فرض کر لیا گیا ہو کہ دوسرا شخص اسکی حراست میں ہے۔ جو شخص اس حکم کی تعمیل نہیں کرتا وہ تحقیر عدالت[1] کے جرم میں سرسری طور سے سزا کا مستوجب ہو جاتا ہے، اور اکثر صورتوں میں اس سے کثیر تاوان فریق مضرت رسیدہ کو دلایا جاتا ہے[2]۔ مختصراً صورت حال عام طور سے یہ قرار پاتی ہے کہ عدالتی ہائی کورٹ کو، ان مختلف عدالتوں کے اختیارات کی طرح جن سے (موجودہ) ہائی کورٹ مرکب ہے، یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بذریعہ وثیقہ 'ہیبوس کارپس' کسی ایسے شخص کو جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہو کہ وہ ناجائز قید میں ہے عدالت میں حاضر لائے جانے کا حکم دے۔ اسکی حاضری پر عدالت اس امر کی تحقیقات کر سکے گی کہ اسکے قید میں رکھے جانے کے کیا وجوہ ہیں، اور اگر اسکو مناسب معلوم ہوگا تو اسیوقت اور وہیں اسکو آزاد کر دیگی۔ مزید برایں یہ اختیار منجملہ ان اختیارات کے ہے جس سے عدالت کو ہر ایسے موقع پر کام لینا پڑیگا جس میں کسی شخص کی درخواست سے یہ باور کرنے کے وجوہ پائے جائیں گے کہ 'انگلستان' میں کوئی شخص ناجائز طور سے اپنی آزادی سے محروم کر دیا گیا ہے۔

212

'ہیبوس کارپس' ایکٹ

'ہیبوس کارپس' کے متعلق ایکٹ۔ وثیقہ 'ہیبوس کارپس' کے جاری کرانے کا حق عمومی قانون کی رو سے اُس سے بہت پہلے سے موجود تھا جبکہ سنہ ۱۶۷۹ میں مشہور 'ہیبوس کارپس' ایکٹ[3] ۳۱، چارلس دوم

---

[1] ملکہ بنام 'ونٹن' ۵، ٹی، آر، ۸۹ اور نیز دیکھو ۵۶ جارج سوم فصل ۱۰۰ دفعہ ۲، و کارنر کی کتاب 'پرکٹس آف کراؤن سائیڈ آف دی کورٹ آف کوئنس بنچ'۔

[2] ۳۱ 'چارلس دوم' فصل ۲ دفعہ ۴۔

[3] ۱۶ 'چارلس اوّل' فصل ۱۰ دفعہ ۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

فصل ۲ جاری ہوا؛ تمھیں اسپر ضرور تعجب ہوگا کہ یہ اور اسکے بعد کا ایکٹ ۶ ۵ جارج سوم، فصل ۱۰۰ کس طرح علمی اور صحیح طور پر باشندگان انگلستان کی شخصی آزادی کی حفاظت کی بنیاد قرار پاتے ہیں۔ اسکی توضیح یہ ہے کہ ۱۶۷۹ء سے پہلے اس وثیقہ کے اجرا کا حق مختلف عذرات اور جوابات کے ذریعہ سے بے اثر کردیا جاتا تھا؛ 'ہیبوس کارپس ایکٹوں' کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان تمام ترکیبوں کا مقابلہ کریں جن سے اس وثیقہ کا اجرا بے اثر نہ ثابت ہو، خواہ یہ عمل ججوں کی طرف سے ہو جن پر اسکا اجرا اور بحالت ضرورت قیدی کو چھوڑ دینا لازم تھا، یا مجلس کے مہتمم یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے ہو جسکی حراست میں قیدی تھا۔ 213

چارلس دوم، کے عہد کا ابتدائی ایکٹ ان اشخاص کے متعلق ہے جو کسی جرم کے الزام میں قید کئے گئے ہوں؛ اور اسکے بعد یعنی جارج سوم، کے عہد کا ایکٹ ان لوگوں سے تعلق رکھتا ہے جو علاوہ الزام ارتکاب جرم کے کسی دوسری طرح اپنے حق آزادی سے محروم کردیئے گئے ہوں۔

ان دونوں قسموں کے لوگوں کو الگ الگ لو۔

ہیبوس کارپس ایکٹ، ۱۶۷۹ء ۳۱ چارلس دوم فصل ۲۔

ایک شخص پر یہ الزام ارتکاب جرم قید کیا جاتا ہے۔ اگر اس کی قید کے لئے کوئی قانونی حکم (وارنٹ) موجود نہیں ہوتا، تو وہ اس کا مستحق ہوتا ہے کہ فوراً آزاد کردیا جائے۔ برخلاف اسکے اگر وہ قانونی حکم کی بنا پر قید کیا گیا ہے تو اسکے حراست میں رکھے جانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ یقینی طور سے تحقیقات کے لئے حاضر کیا جاسکے، اس صورت میں اسکی حیثیت اس الزام کے مطابق ہوتی ہے جو اسپر لگایا جاتا ہے۔ خفیف جرایم کی حالتیں جو (انگلستان میں) جرایم صغیرہ Misdemeanours کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں، عام طور سے[1]

[1] دیکھو 'اسٹیفن' کا خلاصہ قانون ضابطہ فوجداری ۲، ۶، و نوٹ ۱، اور نیز ۱۳۶ صفحہ ۸۹ نوٹ (۱)۔ اور مقابلہ کرو جرائم سنگین کے ایکٹ بابتہ ۱۸۴۸ء (۱۱ و ۱۲ وکٹوریا فصل ۴۲) دفعہ ۲۳ کے ساتھ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

اسے آزادی کا حق رہتا ہے بشرطیکہ وہ مناسب ضمانتوں کے ذریعہ سے اسکا اطمینان کرادے کہ وہ مقررہ وقت پر اپنے آپکو حراست میں دیدیگا اور الزام منسوبہ میں جو فرد قرارداد جرم اسپر لگائی جائے گی اسکی جوابدہی کے لئے حاضر ہوگا، اگر اسی کو اصطلاحی زبان میں کہا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کو ضمانت دیکر رہائی پانے کا حق حاصل ہے سنگین جرایم مثلاً جرایم کبیرہ Felonies یا بغاوت میں جو شخص ایکمرتبہ محبس میں داخل کردیا جاتا ہے اسے ضمانت پر رہائی کا حق نہیں ہوتا۔

اس صورت میں اسے جو کچھ حق ہے وہ صرف یہی ہے کہ اسکی تحقیقات جلد ختم کردیجائے۔ اگر عدالت نے اس حکم کے جواز کی تحقیقات نہ کی جسکی بنا پر قیدی حراست میں رکھا گیا تھا، یا حکم کے ناجائز ہونے کی صورت میں اسے چھوڑ نہ دیا، یا یہ دریافت کرکے کہ اسکا قید میں رکھا جانا حسب ضابطہ تھا، اسے حسب حالات مقدمہ ضمانت پر رہا کئے جانے، یا اسکی تحقیقات کو جلد ختم کرنے کا انتظام نہ کیا، تو کہا جائے گا کہ اس نے 'ہیبیس کارپس' کے وثیقہ کی تعمیل سے پہلوتہی کیا۔ 214

ایکٹ میں ایسی تمام امکانی ناانصافیوں کے انسداد کا انتظام کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے متعلق جو بہ الزام ارتکاب جرایم قید میں رکھے جاتے ہیں، قانون عمومی کے قواعد اور ایکٹوں کے مشترکہ اثر سے جو قانون ٹھہر گیا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس مہتمم محبس پر جسکی حراست میں قیدی ہے لازم ہے کہ جسوقت اسکو حکم دیا جائے قیدی کو مع اسکی صحیح وجہ حراست کے عدالت میں پیش کرے۔ اگر وجہ حراست ناکافی ہے تو ظاہر ہے کہ قیدی چھوڑ دیا جائے گا، برخلاف اسکے اگر وجہ کافی ہے تو جرم خفیف کے الزام میں قیدی عام طور سے تحقیقات تک ضمانت پر رکھے جانے پر اصرار کرسکتا ہے؛ دوسری صورت یعنی بغاوت یا سنگین جرایم کے الزام میں وہ اسپر زور دیسکتا ہے کہ اسکے حراست میں لئے جانے کے بعد جو سیشن کا پہلا اجلاس ہو اسمیں اسکی تحقیقات عمل میں آئے؛ یا اگر اس اجلاس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

پر اسکی تحقیقات عمل میں نہ آسکے تو وہ ضمانت پر رہائی کی درخواست کرسکتا ہے، اگر سرکاری گواہوں کی حاضری ممکن نہ ہو۔ اگر سیشن کے دوسرے اجلاس پر بھی تحقیقات نہ ہوسکے تو وہ بغیر ادخال ضمانت رہا کردیئے جانے پر اصرار کرنے کا مجاز ہے۔ اس سب کا نتیجہ اور حاصل یہ ہے کہ جب تک 'ہیبیوس کارپس ایکٹ' نافذ ہے کوئی شخص جو بہ الزام جرم حراست میں رکھا گیا ہو عرصہ دراز تک اسی حالت میں نہیں رہ سکتا، کیونکہ اسکے ہاتھ میں ایسے قانونی ذرایع ہیں جن سے وہ اس امر پر اصرار کرسکتا ہے کہ یا تو وہ ضمانت پر رہا کردیا جائے یا اسکی تحقیقات بعجلت تمام عمل میں آئے۔

سنہ ۱۸۱۶ کا ہیبیوس کارپس ایکٹ، ۵۶ جارج سوم فصل ۱۰۰۔ 215

مزید براں، جو شخص بلا الزام ارتکاب جرم قید میں رکھا جاتا ہے اسے اپنی حفاظت کے لئے اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنی قید کے جواز کے متعلق بعجلت تمام قانونی فیصلہ، اور اپنی فوری رہائی حاصل کرسکے، بشرطیکہ اسکو قانوناً ایسی آزادی کا حق ہو؛ اور یہی وہ چیز ہے جو ہیبیوس کارپس کے وثیقہ سے حاصل ہوتی ہے۔ جب یہ بیان کیا جائے گا کہ کوئی انگلستان، یا بیرون ملک کا باشندہ ناجائز طور سے اپنی آزادی سے محروم کردیا گیا ہے تو عدالت فوراً وثیقہ مذکور جاری کرکے شخص ضرر رسیدہ کو عدالت میں حاضر کرائے گی اور اگر اسے آزادی کا حق ہے تو فوراً اسے آزاد کردے گی۔ اسطور سے اگر ایک بچہ جبراً اپنے والدین سے علیحدہ کرلیا گیا ہے[۱] یا کوئی

---

[۱] ملکہ بنام نائش، ۱۰ کیو بی ڈی (سی اے) ۴۵۴، اور مقابلہ کرو ایگر ایس، ۲۴ چانسری ڈویژن (سی اے) ۳۱۷؛ 'ہیبیوس کارپس ایکٹ کے اثر کی جدید شاخوں کے لئے دیکھو برنارڈو بنام فورڈ، (۱۸۹۲) ۲ اے سی ۳۲۶؛ برنارڈو بنام میک ہیو (۱۸۹۱) ۲ اے سی ۳۸۸؛ ملکہ بنام جیکسن، (۱۸۹۱) ۱ کیو بی (سی اے) ۶۷۱؛ کاکس بنام ہیکس ۱۵ مراغہ جات ۵۰۶؛ ملکہ بنام برنارڈو ۲۴ کیو بی ڈی سی ۲۸۳، ۲۳ کیو بی ڈی (سی اے) ۲۰۵۔ اسکا مقابلہ اس اختیار سے کرو جو عدالت چانسری کو ۲۲۲ علاوہ ہیبیوس کارپس ایکٹ کے بچوں کی حفاظت کے متعلق حاصل ہیں، ملکہ بنام گنل، [۱۸۹۳] ۲ کیو بی (سی اے)۔

پراؤی کونسل میں مراغہ کے متعلق دیکھو اٹرنی جنرل ہانگ کانگ بنام کواک اے سنگ (۱۸۷۳) ایل آر ۵ پی سی ۱۷۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

شخص بطور دیوانے کے ناجائز طور سے قید کر دیا گیا ہے، یا ایک راہبہ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اسے صومعہ سے باہر جانے نہیں دیا جاتا، یا کسی مرد، عورت یا بچہ کی نسبت بوجوہ معقول یہ بیان کیا جاتا یا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے حق آزادی سے محروم کر دیا گیا ہے، ان صورتوں میں عدالت وثیقہ 'ہیبیس کارپس' اس شخص کے نام جاری کریگی جس کی حراست میں شخص متضرر ہے اور اسے عدالت میں حاضر کرائے گی اور اگر معلوم ہوا کہ شخص ناجائز طور سے حراست میں ہے تو اسے آزاد کریگی۔

سنہ ۱۸۱۶ء (۵۶ جارج سوم) تک ایسے لوگوں کے لئے جنہیں ارتکاب جرم کا الزام نہ تھا اس وثیقہ کے حصول کے ذرایع ایسے مکمل نہ تھے[1] جیسے ان لوگوں کے لئے تھے جن پر ارتکاب جرم کا الزام ہوتا تھا، ایکٹ ۵۶ 216
'جارج سوم فصل ۱۰۰' کا مقصد یہ تھا کہ 'چارلس دوم' کے عہد کے بڑے 'ہیبیس کارپس ایکٹ ۳۱' فصل ۲' کے احکام ان مقدمات سے بھی متعلق ہو جائیں جن کو ارتکاب جرم سے تعلق نہ تھا۔

اسکا نتیجہ یہ ہے کہ 'انگلستان' میں شخصی آزادی کی حفاظت کا انتظام ایسا کامل ہے جیسا کہ قوانین سے ہو سکتا ہے۔ اور اس سے استفادہ کا حق قطعی طور سے مسلم ہے۔ اور اس حق میں جو شخص ناجائز طریقہ سے دست اندازی کرتا ہے وہ قید یا جرمانہ کا مستوجب قرار پاتا ہے، اور ہر ایسے شخص کو خواہ اسپر ارتکاب جرم کا الزام ہو یا نہ ہو جس کی نسبت ناجائز طور سے قید میں رکھے جانے کا شبہ بھی کیا جا سکتا ہو، یہ یقین رہتا ہے کہ اسکے مقدمہ کی کامل طور سے تحقیقات عمل میں آئے گی اور اگر اسپر ظلم ہوا ہے

[1] جس تکلیف کو آخر کار 'ہیبیس کارپس ایکٹ' سنہ ۱۸۱۶ء نے رفع کیا وہ عملاً نہایت خفیف تھی کیونکہ ججوں نے 'ہیبیس کارپس ایکٹ' سنہ ۱۶۷۹ء کے منشا سے تمام ناجائز حراستوں کے مقدمات میں کام لینا شروع کر دیا تھا، اور اس صورت میں بھی اس وثیقہ کی فوری تعمیل کراتے تھے جبکہ وہ زیر قانون موضوعہ نہیں بلکہ عمومی قانون کے تحت میں عدالتوں سے جاری ہوتا تھا۔ 'بلیک اسٹون' کی شرح جلد ۳ صفحہ ۱۳۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

تو وہ آزاد کر دیا جائے گا، بشرطیکہ اسکی طرف سے کوئی ایک شخص بھی پیروی کرنے والا کھڑا ہو جائے گا۔ یہاں پھر اپنی پہلی مثال کو لو اور فرض کرو کہ 'والٹیر' کے ساتھ وہی برتاؤ لندن میں کیا جاتا جو 'پیرس' میں ہوا تھا، اس صورت میں وہ یقیناً بہت جلد اپنی آزادی حاصل کر لیتا؛ اسمیں شک نہیں کہ ۱۷۲۶ء میں جو طریقہ کارروائی اختیار کرنا پڑتا وہ ایسا آسان نہ ہوتا، جیسا کہ اسوقت 'جارج سوم' کے عہد کے ایکٹ میں ہے، مگر باوجود اسکے 'والٹیر' کے دوستوں میں سے کوئی ایک شخص بھی قانون کو حرکت میں لا سکتا تھا؛ اور ۱۷۲۶ء میں بھی 'والٹیر' کو قید سے چھوڑا لینا ایسا ہی آسان ہوتا جیسا کہ 'ہیبیوس کارپس' کے ذریعہ سے جمیس سمرسٹ نامی ایک غلام کو آزاد کرا لیا گیا تھا، جو ایک جہاز پر، جو جمیکا کو جانے والا اور دریائے تیمس میں لنگر انداز تھا، زنجیروں میں جکڑا ہوا مقید تھا۔[1]

وثیقۂ 'ہیبیوس کارپس' کی تمام تاریخ اس مخصوص توجہ کا پتا دیتی ہے جو انگلستان کے دستور میں مختلف چارہ کاروں یعنی ان ضوابط پر مبذول کی گئی ہے جن سے ایک قانونی حق کو پوری وقعت حاصل ہو جاتی ہے، اور ایک حق جو برائے نام ہے وہ حقیقی اور موثر حق کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ 'ہیبیوس کارپس' ایکٹ درحقیقت ضابطہ کے ایکٹ ہیں، اور ان قانونی کارروائیوں میں ترقی کے باعث ہیں جن کے ذریعہ سے شخصی آزادی کے مسلم حق کی تعمیل کرائی جاتی ہے۔ انکا مقصد یہ ہے کہ وہ ان حقیقی مشکلات کو رفع کریں جن کا تجربہ ہو چکا ہے، جیسا کہ ہر ایسے موضوعہ قانون کا مقصد ہوتا ہے جو مقننین کے زیر اہتمام جاری ہوتا ہے۔ 'چارلس دوم' کے عہد کا 'ہیبیوس کارپس' ایکٹ واضعان قانون کی کارگزاری کا ایک محدود اور غیر مکمل عمل تھا، اور 'انگلستان' کے باشندوں کو تقریباً ڈیڑھ صدی (۱۶۷۹ - ۱۸۱۶)

217

[1] 'سمرسٹ' کا مقدمہ ۲۰ اسٹیٹ ٹرائیل ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

تک اسکی اصلاح کا انتظار کرنا پڑا قبل اسکے کہ وہ ناجائز قید سے آزادی کے حق کے متعلق ایک مکمل ضابطہ حاصل کرسکیں۔ ایک اصولی حق کے متعلق یہ مقننانہ کارروائی باوجود تمام لازمی نقایص کے، اس خاص صفت سے ضرور متصف تھی کہ وہ ٹھیک مقصد کی طرف منجر تھی۔ اس امر کے اعلان کردینے میں کہ شخصی آزادی حاصل ہے نہ کوئی مشکل پیش آتی ہے اور نہ اس سے کوئی فائدہ متصور ہوسکتا ہے۔ اصلی مشکل اسکی تعمیل کے حصول میں پیش آتی ہے ہیبیوس کارپس ایکٹ اسبارہ میں کامیاب ثابت ہوئے ہیں، اور اسلئے انھوں نے انگریزوں کی آزادی کے لئے اس سے بہت زیادہ کیا ہے جو ایک اعلان حقوق کرسکتا تھا۔ ان ایکٹوں کی نسبت یہ کہنے کی جرأت کی جاسکتی ہے کہ وہ فی الحقیقت نہ صرف ان اعلانات حقوق انسانی سے بڑھے ہوئے ہیں، جو اکثر دوسرے ممالک میں نافذ کئے گئے ہیں، بلکہ ان مقننانہ وثیقوں مثلاً پٹیشن آف رائٹ، یا بل آف رائٹس سے بھی اہم تر ہیں، اگرچہ ان مشہور اور معروف ایکٹوں سے بھی ہیبیوس کارپس ایکٹ کی طرح اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ فی الحقیقت 'انگلستان' کے دستور کی بنیاد ججوں کا بنایا ہوا قانون ہے[1]۔

218

حکمنامہ ہیبیوس کارپس کا اثر ججوں کے خیالات پر۔

'ہیبیوس کارپس' ایکٹوں کا رعایا کی آزادی کی حفاظت پر جو اثر پڑا اس پر تو دستور پر لکھنے والوں میں سے ہر شخص نے توجہ کی ہے؛ مگر اس کی طرف جسقدر توجہ مبذول ہونی چاہئے نہیں کی گئی کہ حکمنامہ ہیبیوس کارپس، کے اجرا کا حق جو قانون سے بھی موثق ہے کسطرح سرشتہ عدالت اور سرشتہ انتظامی کے تمام تعلقات کو متعین اور منضبط کرتا ہے۔ اس

[1] مقابلہ کرو ۱۸۰۴ء کے شاہی دستور کی دفعات ۶۳۔ ۶۰ کا جنکے تحت سینٹ (رفقا) کی ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی تھی کہ وہ ایسی ناجائز قیدوں کے انسداد کا انتظام کرے جو حکومت کی طرف سے عمل میں آتی تھیں۔ دیکھو پولارڈ کا 'فرانس کا دستور' صفحہ ۱۶۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حکمنامہ کی تعمیل کرانے کے معنی بجز اسکے کچھ اور نہیں ہوسکتے کہ عدالت کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس شخص کو قید سے رہا کردے جو اسکی رائے میں ناجائز طور سے اپنی آزادی سے محروم کردیا گیا ہو، یعنی اس سزا کو ختم یا مسدود کردے جو حکومت یا اسکے ملازمین شخص مذکور پر حسب تعمیر عدالت خلاف منشائے قواعد قانون، عائد کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اسطور سے ججوں کے پاس درحقیقت، اگرچہ اس نام سے نہ ہوں، ایسے ذرایع موجود ہیں جن سے وہ حکومت کی تمام انتظامی کارروائی پر نگرانی کرنے اور اس کو روک دینے کا اختیار رکھتے ہیں، اور تمام ایسی کارروائیوں کو جو ازروئے الفاظ قانون جائز نہ ہوں دفعۃً منسوخ کرسکتے ہیں۔ یہ ان اختیارات میں سے نہیں ہے جو عدم استعمال کیوجہ سے بیکار ہوگیا ہو، اسکا استعمال اکثر ہوا اور ایسے معاملات میں ہوا ہے جو نہایت اہم تھے، اور اس عالم کا اثر سرشتہ انتظامی کی کارروائیوں پر پڑتا ہے۔ اس امر کے متعلق کہ حکمنامہ 'ہیبیوس کارپس' کے ذریعہ سے اہالی عدالت سرشتہ انتظامی کی کارروائیوں کسطرح روک تھام کرتے رہتے ہیں دو ایک مثالوں کا پیش کردینا کافی ہوگا۔ ۱۸۳۹ء میں 'کینڈا' کے باغی، جو 'کینڈا' میں بغاوت کے مجرم ثابت ہوکر عبور دریائے شور کی سزا پاچکے تھے، سرکاری نگرانی میں 'جزیرہ وان ڈیمنڈ' جاتے ہوئے 'لیورپول' میں آکر ٹھہرے۔ مجرمین کے دوستوں کو اس حکم پر اعتراض تھا جسکی رو سے انکو عبور دریائے شور کی سزا دی گئی تھی، اسپر بربنائے حکمنامہ ہیبیوس کارپس، وہ انگلستان، کی اعلیٰ عدالت قانونی کے سامنے پیش کئے گئے۔ عدالت نے انکے حالات پر غور کرنے کے بعد یہ تجویز کی کہ وہ جائز طور سے قید کئے گئے تھے۔ لیکن اگر عدالت کی رائے اسکے خلاف قرار پاتی تو یہ لوگ فوراً قید سے رہا کردیئے جاتے[1]۔ ۱۸۵۹ء میں ایک انگریز افسر متعینہ

218

[1] 'کینڈا' کے قیدیوں کا مقدمہ ۵، ایم، ڈبلیو ۳۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ہندوستان کو ایک قتل کے الزام میں چار سال کی سزا دیگئی، اور وہ فوجی حراست میں اپنی میعاد سزا پوری کرنے کے لئے 'انگلستان' بھیجدیا گیا جس حکم کی بنا پر وہ 'انگلستان' میں لایا گیا تھا وہ اصطلاحی طور سے بے ضابطہ تھا، جب قیدی 'ہیبیس کارپس' کے ذریعہ سے عدالت 'کوئنس بنچ' میں لایا گیا تو وہ محض اس اصطلاحی بے ضابطگی کی وجہ سے رہا کر دیا گیا[1] اسی طور سے اگر ایک اور مشہور تمثیل لی جائے جہاں عدالتی اختیار ایسے معاملہ میں کام میں لایا گیا جو سرشتہ انتظامی کے کام سے قریب قریب تھا، تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ 'ہیبیس کارپس' کے ذریعہ سے عدالتوں کے سامنے لائے گئے انکے مقدمات میں بارہا عدالتوں نے بیگار کے جواز، اور ان حدود سے جن کے اندر بیگار کا حق کام میں لایا جاسکتا ہے بحث کی ہے، اور اگر ججوں نے ایک طرف اس مخصوص موقع پر (جو بالکل غیر معمولی ہے) مراقح کے بے ضابطہ عمل کی تائید کی ہے، تو دوسری طرف اس اقتدار کے استعمال کو سختی کے ساتھ رسم ورواج یا قانون کے دائرہ سے محدود کر دیا ہے[2] علاوہ اسکے ملکی عدالتیں جب اپنے اختیارات سے کام ہی نہیں لیتیں تب بھی ان کا اثر حکومت کی کارروائیوں پر پڑتا ہے، جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوچکا ہے۔ ۱۸۵۴ء میں روسی ملاحوں کی ایک جماعت 'گلفورڈ' کی گلیوں میں آوارہ پھرتی ہوئی پائی گئی، بظاہر اسکے پاس وجہ معاش کا کوئی سامان نہ تھا، ایک روسی بحری افسر نے بیان کیا کہ وہ ایک ایسے روسی جنگی جہاز کے ملازمین ہیں جو ایک انگریزی بندرگاہ میں 220

[1] مقدمہ 'ایلن'، ۳۰ ایل، جے، (کیو، بی) ۳۸۔

[2] دیکھو بحریوں کے بجبر بھرتی کئے جانے کا مقدمہ ۱۸، ایس ٹی، ٹی آر، ۱۳۲۳ اور 'اسٹیفن' کی شرح (طبع ۱۴) صفحہ ۴، ۵، اور مقابلہ کرو 'کارنز' کی کتاب 'کومنس بنچ کی عدالت کے سرکاری صیغہ میں وثیقوں کی انتقال میں ہیبیس کارپس کی شکل' ایسے بحری سپاہی کیلئے جو بجبر بھرتی کیا گیا ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

لنگر انداز ہے، افسر مذکور کے زیر ہدایت اور بہ امداد مہتمم کوتوالی وہ لوگ پورٹس ماؤتھ، اس غرض سے بھیج دیئے گئے کہ انکو روسی جہاز پر واپس کر دینے کا انتظام کیا جائے۔ اس تمام کارروائی کے جواز پر شبہ ظاہر کیا گیا اور عہدہ داران قانون سے رائے لیگئی۔ انکی رائے یہ قرار پائی کہ

روسی ملاحوں کو لفٹیننٹ کے سپرد کر دینا، اور کوتوالی کا اس غرض سے مدد دینا کہ وہ پھر روسی جہاز پر پہنچا دیئے جائیں خلاف قانون تھا[1]

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملاح مذکور بعدہ چھوڑ دیئے گئے، (اگر ایسا نہ بھی ہوتا) اور انکی طرف سے ہیبوس کارپس، کی درخواست پیش ہوتی تو عدالت یقینی طور سے ان کو چھوڑ دیتی۔ اس موقع پر ہم ججوں کو ایسی کارروائی میں عہدہ داران انتظامی کے عمل کو روکتے ہوئے پاتے ہیں جو اکثر دوسرے ممالک میں انتظامی سمجھی جاتی ہے، یا عدالتی دست اندازی سے خارج متصور ہوتی ہے۔ انتظامی کارروائیوں میں ججوں کی دست اندازی کی سخت ترین مثالیں ان فیصلوں میں ملتی ہیں جو تحویل ملزمین کے مقدمات میں صادر ہوی ہیں۔ بادشاہ یا اسکے عہدہ داروں میں سے کوئی شخص اسکا مجاز نہیں ہے کہ وہ ملک غیر کے کسی مجرم کو ملک سے باہر نکال دے یا تحقیقات کے لئے خود اسکے ملک کی حکومت کو سپرد کر دے[2] 'فرانس' کا

221

[1] دیکھو 'فورستھ' کی کتاب آرا، صفحہ ۴۶۸۔

[2] دیکھو مقدمہ سرکار بنام لنڈے ۲ ونٹریز ۳۱۴؛ سرکار بنام کمبرلے ۲ اسٹرا ۸۴۸؛ ایسٹ انڈیا کمپنی بنام کمبل اُولیس سنز ۲۴۶؛ مری بنام کے ۴ ٹانٹ ۳۴؛ اور 'چٹی' کا قانون فوجداری (۱۸۲۶) صفحہ ۱۴، ۱۶۔ اس رائے کی تائید میں کہ ملک غیر کے مجرمین کی تحویل کی نسبت حکومت کو عمومی قانون کی رو سے حق حاصل تھا؛ ممکن یہ ہے کہ یہ رائے کسی زمانہ میں صحیح ہو (مقابلہ کرو مقدمہ سرکار بنام برنارڈ، انیول رجسٹر بابتہ ۱۸۵۸ء صفحہ ۳۲۸ کیساتھ چیف جسٹس کیمبل کی رائے کے لئے، جس کا حوالہ سر سی 'رسل' نے مقدمہ کاسٹونی، [۱۸۹۱] ۱، کیو، بی، ۱۴۹، ۱۵۳، میں دیا ہے) مگر اب (بقول ایک مستند ترین شخص کے) "قانون کا حکم نہیں رکھتی۔ اگر اسوقت کوئی مجسٹریٹ اس بنا پر کسی شخص کو گرفتار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ایک جعل ساز، لٹیرا، یا قاتل جو فرانس، سے بھاگ کر انگلستان، چلا آتا ہے، بلا لحاظ موضوعہ ایکٹوں کے اپنے ملک کو تحقیقات یا سزا کے لئے نہیں بھیجا جا سکتا۔ سلطنت کو اس اختیار کے نہ ہونے سے کہ وہ ملک غیر کے مجرمین کو انکے ممالک کی حکومتوں کو حوالے کر سکے اسقدر دقتیں پیش آئیں کہ زمانہ حال میں تحویل مجرمین کے ایکٹوں کے ذریعہ سے سلطنت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ممالک غیر کے ساتھ تحویل مجرمین یا ملزمین کی نسبت باہمی معاہدات کرلے، مگر اس اختیار کی عمل آوری میں وہ قیدیں لگی ہوئی ہیں جو اس قانون سے عائد ہوتی ہیں جو تنہا اس اختیار کے وجود کو قایم رکھنے والا ہے؛ اسلئے اکثر ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ ایک مجرم، جو سکرٹری آف اسٹیٹ کے حکمنامہ کی بنا پر گرفتار ہوا ہے، اور اپنے ملک کے عہدہ داروں کی تحویل میں دیدیئے جانے کے قریب ہے، کسی بنا پر یہ خیال کرتا ہے کہ اسکا مقدمہ کسی ایکٹ تحویل کے مضامین کے صحیح مفہوم میں داخل نہیں ہوتا، اسلئے وہ حکمنامہ ہیبوس کارپس، کی درخواست کرتا ہے، اور ہائی کورٹ کے سامنے لایا جاتا ہے، جہاں اسکے ہر اصطلاحی عذر پر پوری توجہ کی جاتی ہے[1]؛ اور اگر کسی طور سے بھی یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ تحویلی ایکٹوں کے احکام کی پوری تعمیل نہیں ہوئی، یا انکی رو سے گرفتاری اور تحویل صحیح نہیں ہے تو وہ لازمی طور سے اسیوقت رہا کر دیا جاتا ہے[2]۔

222

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - کرلے تو اسکی گرفتاری کا جواز یقیناً زیر بحث ہوگا اور چونکہ کوئی خاص قانون اسبارہ میں موجود نہیں ہے، عدالت بالادست میں درخواست کے پیش ہونے پر قیدی ضرور رہا کر دیا جائیگا۔

کلارک، کی کتاب متعلقہ تحویل (۲ طبع) صفحہ ۲۷ مقدمہ مسگریو بنام چن ٹیبونگ ٹائے، [۱۸۹۱] اے سی، ۲۷۲ سے، جسمیں یہ طے ہوا کہ ایک ملک غیر کے باشندے کو انگریزی ممالک میں داخل ہونے کا حق قابل نالش حاصل نہیں ہے، مستنبط ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ کسی وقت حکومت ایک ملک غیر کے باشندے کو انگریزی ممالک سے خارج کر دینے کی بروے قانون عمومی مجاز ہو۔

[1] مقدمہ بیلن کانٹری [۱۸۹۱] ۲، کیو، بی ۱۲۲۔

[2] مقدمہ کوپن لا رپورٹ، ۲ چانسری ۴۷؛ و ملکہ بنام ولسن، ۳ کیو، بی، ڈی ۴۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

اس سے صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ ججوں کے اختیارات، جو قانونی قواعد کی صحیح تعمیل کی تائید میں لازماً استعمال ہونے چاہئیں جب کام میں لائے جاتے ہیں تو وہ تاج کے اختیارات تمیزی کو گھٹا دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے انگریزی حکومت کو خطرات عامہ کے انتظام کے لئے قبل از وقت ایسی انسدادی تجاویز کی ضرورت نہیں ہوتی جو یورپ کے دوسرے ممالک کے سرشتہ انتظامی کو لازماً کرنی پڑتی ہیں۔ مثال کے لئے فرض کرو کہ ملک غیر کے نراجیوں (انارکسٹ) کی ایک جماعت 'انگلستان' میں آتی ہے، اور کوتوالی کو معقول وجوہ کی بنیاد پر یہ شبہ ہے کہ وہ ایک سازش میں مصروف ہے مثلاً پارلیمنٹ کے ایوانوں کو اڑا دینے کی تجویز کر رہی ہے؛ یہ بھی فرض کرلو کہ اس سازش کے وجود کا قطعی ثبوت دستیاب نہیں ہوسکتا؛ ایسی حالت میں 'انگلستان' کے ایک وزیر کے پاس اگر وہ شرکاء سازش کو تحقیقات کے لئے عدالت میں پیش کرنے کے لئے آمادہ نہو، ان کی گرفتاری یا انکو ملک سے خارج کردینے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے[1] اگر وہ گرفتار یا قید کردیئے جائیں گے تو وہ 'ہیبیس کارپس' کے حکمنامہ سے ہائیکورٹ کے سامنے لائے جائیں گے۔ اور جب تک انکے روک رکھنے کی کوئی معقول اور مخصوص قانونی وجہ نہ ظاہر کی جائے گی وہ فوراً رہا کردیئے جائیں گے جو یہ عذر ہرگز سماعت نہ کرینگے کہ سیاسی، یا حسب اصطلاح ممالک غیر، انتظامی وجوہ کی بنا پر ایک بیرونی پناہ گزیں کی گرفتاری اور قید بیحد ضروری تھی، اور یہ امور، کہ وہ سکرٹری آف اسٹیٹ کے حکم سے گرفتار کیا گیا تھا، اور اسکا قید کیا جانا محض ایک انتظامی عمل تھا، اور وزیر اعظم یا ہوم سکرٹری بحلف بیان کرنے کیلئے تیار ہیں کہ حفظ امن کیلئے اسکا قید کرالیا جانا بیحد ضروری تھا، یا وہ عدالت 223

[1] مقابلہ کرو اس معاملہ کا جو لارڈ فلپس کی حکومت میں ۱۸۳۳ء میں ڈوچ ڈچی برہی کے ساتھ ہوا، اسکے لئے دیکھو گرنیجر کی تاریخ فرانس، جلد ۲ صفحات ۳۵۶-۳۶۱۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ کل کارروائی ایک بڑی مصلحت ملکی پر مبنی تھی اور اسکا تعلق قومی مفاد سے تھا، اس مطالبہ آزادی کے جواب میں جو بروے حکمنامۂ ہیبیس کارپس، چاہی جائے گی مطلق کارآمد نہ ہونگے۔ جج جو کچھ دریافت کرے گا وہ یہی ہوگا کہ عمومی یا موضوعہ قانون کا کوئی ایسا قاعدہ موجود ہے جسکی بنا پر ایک پردیسی کی شخصی آزادی میں دست اندازی کیجاسکتی ہے؛ اگر کوئی ایسا قاعدہ دستیاب نہ ہوا تو درخواست گزار یقینی طور سے آزاد کردیا جائیگا حقیقت حال صاف الفاظ میں یہ ہے کہ جو اختیارات ججوں کو سرشتہ انتظامی کی کارروائیوں کی نگرانی کے متعلق حاصل ہیں وہ التزاماً اسطرح کام میں لائے گئے ہیں کہ انکی وجہ سے ہمیں کوئی ایسا نظام قائم نہیں کرنا پڑا جو دوسرے ممالک کے 'انتظامی قانون' کے مماثل ہو۔ اس سے ان تمام نظریات کا خاتمہ ہوجاتا ہے جو انتظامی ایجنٹوں کی نوعیت اور 'تفریق اختیارات' کے متعلق قائم کئے گئے ہیں، اور جن پر فرانس کے انتظامی قانون کا انحصار ہے جیسا کہ آئندہ فصل میں بتایا جائے گا[1] اور جس نے (انگلستان) کے بادشاہ کو، جس سے مراد اس زمانہ کی وزارت ہے، تمام اختیارات تمیزی سے محروم کردیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عدالتوں کی تحقیق یا امکانی دست اندازی، جو عموماً حکمنامۂ ہیبیس کارپس کے ذریعہ سے عمل میں آتی ہے، حکومت کی کارروائی کو قانون کے الفاظ کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیتی؛ ہمارے یہاں سلطنت سزا دیسکتی ہے مگر وہ بہ مشکل ارتکاب جرائم کو روک سکتی ہے۔

ججوں کی حیثیت کے متعلق سترھویں صدی کے مباحث 224

یہاں سے ہم کو معلوم ہوسکتا ہے کہ سترھویں صدی میں جو سیاسی نزاعیں ہوئیں انکا تعلق اکثر صورتوں میں ججوں کی حیثیت سے کیوں تھا، اور تمام نزاع کا انحصار تحقیقات جیسے اصطلاحی امر پر کسطرح قرار پایا تھا، اور ہیبیس کارپس کے وثیقہ کا صحیح معاوضہ کیا ہوسکتا تھا[2] ہمارے ادارات کا عمل اور اس کا

[1] دیکھو فصل ۱۲۔

[2] 'دارنل' کا مقدمہ ۳۔ ایس ٹی آر، ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

رنگ ڈھنگ ان اختیارات اور اس مقدار آزادی پر منحصر تھا جو اہل عدالت کو دیجاتی۔ شاہی حقوق کے طرفداروں کے نزدیک جو بیکن کی طرح اکثر موجد اور مصلح بھی ہوتے تھے، عدالتی آزادی کے معنی سرشتہ انتظامی کی کمزوری اور تمام ملک میں قانونی قدامت پسندی کی اشاعت کے سوائے کچھ اور نہ تھے اسی قانونی قدامت پسندی کی تائید کے لئے کوک اٹھ کھڑا ہوا۔ برخلاف اسکے رہبران پارلیمنٹ کو ایک حد تک صاف نظر آتا تھا کہ قانون عمومی کی حفاظت کیلئے جسے مجموعہ مسلمہ رسم و رواج مرسمہ ایکٹہائے پارلیمنٹ سوائے کچھ اور نہیں کہا جاسکتا، عدالتوں کی آزادی ہی ایک واحد ذریعہ تھی، اور کوک، جو ججوں کی آزادی کے لئے لڑ رہا تھا وہ قومی حقوق کی مضبوطی کے لئے تھا، یہ بھی ممکن ہے کہ رہبران پارلیمنٹ نے یہ خیال کیا ہو، اگرچہ اسکا کامل یقین نہیں ہے کہ قانونیت کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنا، گو بعض اوقات مکلف ثابت ہو مگر پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار کا سیدھا اور یقینی راستہ تھا[1]

ہیبیوس کارپس ایکٹ کا التوا۔ سیاسی جوش و خروش کے زمانہ میں عدالتوں کا اس فرض یا اختیار کو کام میں لانا کہ وہ ایسے لوگوں کی نسبت جن پر ارتکاب جرم کا الزام قائم ہو، 'ہیبیوس کارپس' کے حکمنامجات جاری کریں، اور انکی جلد تحقیقات کئے جانے کا حکم دیں یا انکو چھوڑ دیں، سرشتہ انتظامی کے اختیارات کے لئے تکلیف دہ اور خوفناک تھا۔ یہیں سے وہ قوانین وجود میں آتے ہیں جو عام طور سے 'ہیبیوس کارپس' کے التوائی ایکٹ کہلاتے ہیں۔ میں نے 'عام طور سے' اسوجہ سے کہا ہے کہ اگر تم ایکٹ ۳۱ جارج سوم، فصل ۱۰۰ کو جو اس قسم کے دوسرے ایکٹوں

ہیبیوس کارپس ایکٹ کا التوا۔

225

[1] دیکھو گارڈنر کی تاریخ انگلستان جلد دوم فصل ۲۲ جسمیں اس نے ایک قابل تعریف فقرہ میں ججوں کی حیثیت کے متعلق مختلف آرا کا اظہار کیا ہے۔ [2] اس کی پہلی دفعہ کے الفاظ یہ ہیں کہ برطانیہ عظمیٰ میں جو شخص یا اشخاص معزز شاہی پراوی کونسل کے حکمنامہ سے جس پر چھے ارکان کونسل مذکور کی دستخطیں ثبت ہوں، بہ الزام بغاوت یا باشتباہ بغاوت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

کا نمونہ ہے، اٹھا کر دیکھو گے تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے وہ اس نام کا مستحق قرار پا سکے جو اسکو دیا گیا ہے۔ ایکٹ مذکور کا جس میں 'ہیبیس کارپس' کا نام تک نہیں آیا ہے خلاصہ مضمون

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یا باغیانہ اعمال، یا بہ الزامہائے مذکور حکمنامہ دستخطی کسی شاہی سکرٹری آف اسٹیٹ کی بنا پر قید خانہ میں اس وقت ہوں یا آئندہ لائے جائیں وہ بغیر اخذ ضمانت یا تعمیل حکمنامہ رہائی کے یکم فروری ۱۷۹۵ء تک حراست میں محفوظ رکھے جا سکتے ہیں؛ اور باوجود اسکے کہ کسی قانون یا ایکٹ میں اسکے خلاف حکم موجود ہو، یکم فروری ۱۷۹۵ء مذکور تک کوئی جج یا جسٹس آف دی پیس، اس طرح کے محرس شخص یا اشخاص کی ضمانت نہ لے سکے گا اور نہ اسکی تحقیقات کر سکے گا جب تک کہ شاہی پراوی کونسل کے چھے ارکان کا دستخطی حکمنامہ نہ وصول ہو"

جو عمل 'ہیبیس کارپس' کے التوا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کا اثر ایسے ایکٹ کے تحت میں جیسا کہ ۳۴ جارج سوم، فصل ۵۴ ہے۔ 'ہیبیس کارپس' کی کلی تنسیخ سے ایک طرح زیادہ اور ایک طرح کم ہے۔ جب تک یہ التوا قائم ہے ممکن ہے کہ حکومت ہر ایسے شخص کو، جسے وہ باغیانہ کارروائیوں کا مرتکب قرار دے یا اسپر ایسا شبہ کرے، گرفتار کرے اور حراست میں رکھے اور ایسے اشخاص کے پاس اپنی رہائی یا تحقیقات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن اس التوا سے ان لوگوں کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا جو باغیانہ کارروائیوں کی بنا پر حراست میں نہیں رکھے گئے ہیں؛ اور اس لئے وہ معمولی اشخاص کی معمولی آزادی میں کسی طرح دست انداز نہیں ہوتا۔ برخلاف اسکے 'ہیبیس کارپس' ایکٹوں کی تنسیخ سے 'انگلستان' کے ہر باشندے کا ناجائز قید سے تحفظ کا ذریعہ مفقود ہو جاتا، اور چونکہ اس سے ججوں کا اس زمانہ کا مسلمہ اختیار یعنی بروئے قانون عمومی 'ہیبیس کارپس' کے اجرا اور تعمیل کا اختیار زائل نہیں ہو جاتا اسلئے حکومت کے اس اختیار میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا کہ وہ ایسے لوگوں کو جنکی نسبت باغیانہ کارروائیوں کا شبہ ہو قید میں رکھے اور نہ انگریزوں کے کسی فرقہ کی آزادی میں کوئی بڑا فرق پڑتا ہے، بشرطیکہ عدالت اپنے فرایض کو پوری طرح ادا کرے۔ مقابلہ کرو 'بلیک اسٹون' کی شرح کے ساتھ جلد ۳ صفحہ ۱۳۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

226

یہ ہے کہ ایسے شخص کیلئے جو سکرٹری آف اسٹیٹ کے دستخطی حکمنامہ کی بنا پر بہ الزام یا بہ اشتباہ بغاوت گرفتار کیا گیا ہو یہ امر ناممکن ہے کہ وہ اپنی رہائی یا تحقیقات کے لئے اصرار کرسکے۔ ہمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ اس سے اس شخصی آزادی میں جو ہیبیس کارپس ایکٹوں کے ذریعہ سے دی گئی تھی بیحد کمی ہو جاتی ہے، مگر یہ حکمنامہ 'ہیبیس کارپس' کے حق کے عام التوا سے بہت دور ہے، اور ان لوگوں کے حقوق پر مطلق موثر نہیں ہے جو بغاوت یا سرکار کے الزام میں قید نہیں کئے گئے ہیں اور نہ اس سے کوئی ایسی گرفتاری، قید، یا سزا جائز ہو جاتی ہے جو ایکٹ التوا کے اجرا کے قبل جائز نہ تھی، اور نہ اس سے حکمنامہ 'ہیبیس کارپس' کے اس حق پر جو ہر ایسے مرد یا عورت یا بچہ کو حاصل ہے جو بجز بغاوت کے کسی دوسرے الزام میں مقید ہو، کوئی اثر پڑتا ہے۔ 'جارج سوم' کے عہد کا ایکٹ ۴۳ فصل ۵۴ اور (مجھے یقین ہے) کہ 'انگلستان' کا ہر ایکٹ متعلقہ التوائے 'ہیبیس کارپس' صرف ایک سال کے لئے ہوتا ہے، اور اگر اسکو نافذ رکھنا منظور ہوتا ہے تو اسکی تجدید سال بسال ہوتی رہتی ہے۔ پس 'ہیبیس کارپس' ایکٹ کے التوا کا واحد، فوری اور بلاواسطہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک وہ نافذ رہتا ہے وزارت ان اشخاص کی تحقیقات کو جو باغیانہ کارروائیوں کے الزام میں قید ہوتے ہیں وقتاً فوقتاً ملتوی کرتی رہتی ہے۔ سررشتہ انتظامی کے اختیارات میں یہ اضافہ کوئی ناقابل لحاظ اضافہ نہیں ہے، مگر یہ اس عمل کے مقابلہ میں بہت گھٹا ہوا ہے جو دوسرے ممالک میں 'دستوری ضمانتوں کے التوا' یا 'فرانس' میں 'حالت محاصرہ کے اعلان' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے[1]۔ یہ امر یقینی ہے کہ اس سے حکومت کے بے قاعدہ اختیارات میں اسقدر توسیع نہیں ہوتی جسقدر اکثر ان ایکٹوں سے ہوتی ہے جو جابرانہ ایکٹ کہلاتے ہیں۔ اس کا

[1] دیکھو 'دیوگی' کی کتاب 'مجموعہ دستور' صفحہ ۵۱۰-۵۱۳ اور مضمون متعلق بہ 'حالت محاصرہ' 'چرول' کی 'دستور فرانس کی تاریخ کی لغت' میں (طبع ۲)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
227

ثبوت صرف ان غیر معمولی اختیارات کے اظہار سے لسکتا ہے جو زمانۂ حال ہی کے ایکٹوں کے ذریعہ سے "آئرلینڈ" کے سرشتہ انتظامی کو دیئے گئے ہیں۔ ۱۸۸۱ء کے ایکٹ (۴۴ وکٹوریا، فصل ۴) کی رو سے "آئرلینڈ" کے سرشتہ انتظامی نے بے ضابطہ اور انسدادی قید کے قطعی اختیارات حاصل کر لئے جس سے وہ اس امر کا مجاز ہوگیا کہ بلا خلاف ورزی قانون جس شخص کو چاہے محض شبہ پر اس تمام مدت کیلئے جس میں ایکٹ مذکور نافذ رہے قید میں رکھے۔ یہ صحیح ہے کہ (آئرلینڈ کا) لارڈ لفٹیننٹ انہیں اشخاص کو گرفتار کرسکتا تھا، جن پر بغاوت یا ایسے افعال کے ارتکاب کا شبہ ہوتا تھا جو امن اور قانون کے قیام میں خلل انداز ہونے کی طرف منجر ہوتے تھے؛ لیکن ایکٹ کی رو سے لارڈ لفٹیننٹ کا حکمنامہ ہی ان تمام امور کا جو حکمنامہ درج ہوتے تھے قطعی ثبوت قرار پایا تھا اسلئے (منجملہ دوسرے امور کے) وہ اس بیان کی صداقت کا بھی قطعی ثبوت تھا کہ شخص گرفتار شدہ یا مشتبہ پر شبہ کے معقول وجوہ موجود تھے، مثلاً باغیانہ کارروائیوں کے اور اس لحاظ سے وہ مستوجب قید تھا؛ اس سے صاف طور سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ لارڈ لفٹیننٹ اور کوئی ایسا عہدہ دار جو اسکی ہدایت کے مطابق عمل کر رہا ہو، کسی قید کی بابت خواہ وہ کیسی ہی بے بنیاد یا عداوتانہ ہی کیوں نہ ہو مستوجب سزا نہیں قرار پاسکتا، بشرطیکہ قید ایکٹ کے الفاظ کے اندر بشکل مناسب عمل میں لائی گئی ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ "آئرلینڈ" کی حکومت کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کو جسے لارڈ لفٹیننٹ قید کرنا چاہے قید کردے صرف اس شرط کے ساتھ کہ حکمنامہ مرتبہ اور بیان مندرجہ حکمنامہ قانون کی ہدایت کے مطابق ہو۔

"آئرلینڈ" کے ۱۸۸۲ء کے ایکٹ انسداد جرایم (۴۵ و ۴۶ وکٹوریا، فصل ۲۵) کی رو سے منجملہ دوسرے غیر معمولی اختیارات کے "آئرلینڈ" کی حکومت کے سرشتہ انتظامی کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ وہ بعض جرایم[1]

---

[1] (الف) بغاوت یا بغاوت سنگین (ب) قتل یا قتل انسان مستلزم سزا (ج) اقدام قتل (د) جرایم سنگین موثر جسم (ھ) آتش زنی خواہ بروئے قانون عمومی ہو یا قانون موضوعہ (و) حملہ بود و باش کے مکانوں پر۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم
228

میں جوری[1] کے ذریعہ سے تحقیقات کے حق کو موقوف کردے؛ اور جو بیرونی اشخاص رات کے وقت مشتبہ حالات میں گھروں کے باہر پائے جائیں انکو گرفتار کرے[2]؛ ایسے کسی اخبار کو ضبط کرلے جس میں حسب تجویز لارڈ لفٹیننٹ ایسے مضامین درج ہوں جس سے بغاوت یا حملہ آوری کی ترغیب ہوتی ہو[3] اور کسی ایسے عام جلسہ کی ممانعت کردے جو لارڈ لفٹیننٹ کی رائے میں عامہ خلائق کے امن اور آسائش کے واسطے خوفناک ہو۔ علاوہ اسکے ۱۸۸۲ء کے ایکٹ انسداد جرائم نے (گو نادانستہ طور سے ہو) ۱۸۴۸ء کے ایکٹ متعلقہ اشخاص ممالک غیر کو دوبارہ نافذ العمل کردیا، جس سے انگلستان کی وزارت کو یہ اختیار حاصل ہوگیا کہ وہ سلطنتہائے متحدہ سے ہر ایسے بیرونی شخص کو خارج کردے جو ایکٹ مذکور کے نفاذ سے تین سال قبل سے ملک میں نہ رہتا ہو[4]؛ لیکن ان غیر معمولی اختیارات میں سے کوئی اختیار بھی ایسا نہیں ہے جو محض ہیبیس کارپس ایکٹ کے التوا سے براہ راست پیدا ہوا ہو؛ اس نام نہاد التوا سے صرف محدود قانونی نتائج پیدا ہوتے ہیں، اس کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ التوائے ہیبیس کارپس ایکٹ کا عمل ختم ہوتے ہی ایک بالکل دوسری نوعیت کے قانون یعنی ایکٹ تحفظ عہدہ داران کے اجرا کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ایکٹ تحفظ عہدہ داران

ایکٹ تحفظ عہدہ داران۔ پارلیمنٹ کے اعلی اقتدار[5] کی تمثیل میں تحفظ عہدہ داران کے ایکٹوں کا ذکر آچکا ہے؛ یہ ایکٹ زمانہ ماضی کے متعلق ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو جو زمانہ سابق میں قانون

---

[1] دفعہ ۱۔ [2] دفعہ ۱۲۔
[3] دفعہ ۱۳۔ [4] دفعہ ۱۵۔
[5] دیکھو صفحہ 47,48 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزودوم

کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوے، بری الذمہ کر دیتے ہیں، اور اسطور سے ان افعال کو جو بروقت عمل ناجائز تھے جائز قرار دیتے ہیں، انہیں اور التوائے 'ہیبوس کارپس' کے ایکٹوں میں جو تعلق ہے وہ بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ التوائی ایکٹ جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کسی شخص کو قانون کی خلاف ورزی کی دیوانی یا فوجداری ذمہ داری سے بری نہیں کرتے۔ فرض کرو کہ سکرٹری آف اسٹیٹ یا اسکے ماتحت التوائے 'ہیبوس کارپس' ایکٹ کے زمانہ میں ایک بے قصور شخص کو بلا کسی سبب کے گرفتار کر کے قید کر دیتے ہیں محض اس خیال سے کہ فلاں شخص مثلاً کسی با اثر فرقہ کے ہادی ولکس، 'فوکس' یا وکیل جیسے شخص کا کسی نازک وقت میں حراست میں رکھ کر اس کے اثر کو زائل کر دینا امن عامہ کے تحفظ کے لئے ضرور ہے؛ یا فرض کرو کہ ایک خانگی مکان میں خلاف قانون بذریعہ نقب داخل ہونے، یا شخصی جائداد کو تباہ کرنے وغیرہ کے معاملہ میں بحکم وزارت ایک شخص گرفتار کیا جاتا ہے۔ انہیں سے ہر صورت میں اور ایسی بہت سی صورتوں میں جو آسانی کے ساتھ تصور کیجا سکتی ہیں سکرٹری آف اسٹیٹ جس نے قید کا حکم دیا اور اسکے وہ ماتحت جنھوں نے اسکی تعمیل کی دونوں قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ممکن ہے کہ انھوں نے نیک نیتی سے یہ یقین کیا ہو کہ حفظ امن کی ضرورت سے انکا یہ طرز عمل جائز ہو؛ مگر محض اس بنا پر خواہ 'ہیبوس کارپس' ایکٹ کا عمل ملتوی ہو یا نہ ہو، قید کرنے والے اس فوجداری اور دیوانی ذمہ داری سے جو اس ناجائز فعل کے ارتکاب سے انپر عائد ہوتی ہے بری نہیں ہو سکتے۔ 'ہیبوس کارپس' ایکٹ کے التوا سے اتنا ضرور ہوگا کہ جو شخص قید کرلیا گیا ہے وہ سکرٹری آف اسٹیٹ یا اُن عہدہ داروں کے مقابلہ میں جنھوں نے اسکے زیر حکم عمل کیا کوئی فوری کارروائی نہ کر سکے گا؛ کیونکہ شخص متضرر بغاوت یا سرکار کے الزام یا اسکے شبہ میں گرفتار ہوا ہے اور اسلئے جب تک التوا قایم رہتی ہے وہ قید سے رہائی نہیں پا سکتا؛ البتہ التوائی 229

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

230

ایکٹ کی مدت کے ختم ہوتے ہی وہ حکمنامہ ہیبیس کارپس کے لئے درخواست پیش کر سکتا ہے، اور اسکو یقین ہوتا ہے کہ بذریعہ تحقیقات یا کسی دوسرے طریقہ سے اسکی خلاف قاعدہ قید کا خاتمہ ہو جائے گا۔ صورت مفروضہ میں ہم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ قیدی کسی قانونی جرم کا مرتکب نہ تھا؛ اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والے فی الحقیقت خود سکرٹری اف اسٹیٹ اور اسکے ماتحت عہدہ دار تھے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ التوائی ایکٹ کی مدت کے ختم ہو جانے کے بعد وہ لوگ برپائے نالش یا دعوی اپنے اس بے ضابطہ عمل کے ذمہ دار قرار پائیں گے اور صرف یہ عذر کافی نہ متصور ہوگا کہ جس وقت وہ بے ضابطہ قید عمل میں آئی ہیبیس کارپس ایکٹ گو وہ عارضی طور سے ہو، نافذ العمل نہ تھا۔ جب ہیبیس کارپس ایکٹ کے التوا سے حکومت کے لئے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ مشتبہ اشخاص کو بغیر تحقیقات کے ایک عرصہ تک قید میں رکھے تو اس ضمن میں، ارکان وزارت سے نہ سہی، انکے ماتحتوں کے ذریعہ سے کم وبیش خلاف ضابطہ افعال کا عمل میں آنا ایک یقینی امر ہے۔ ہم اس سے بڑھکر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ 'ہیبیس کارپس' کے التوائی ایکٹ کا مقصد ہی یہ ہے گو اسکا اقبال نہیں کیا جاتا، کہ حکومت وہ کارروائیاں کر سکے جو سیاسی طور سے مناسب ہوں گو وہ صحیح طور سے قانونی نہ ہوں۔ جو پارلیمنٹ اس شخصی آزادی کی ایک اہم ضمانت کو ضایع کر دیتی ہے اسکو دانائی یا نادانی سے یہ یقین ہونا چاہئے کہ حالت ایسی نازک اور خطرناک ہوگئی ہے کہ شخصی آزادی کو سلطنت کے مفاد کے لئے ملتوی رکھنا ضرور ہے۔ ایک التوائی ایکٹ کا اصلی مقصد فوت ہو جاتا ہے اگر عہدہ داروں کو اس سے اس امر کا اطمینان نہ حاصل ہو جائے کہ جب تک وہ نیک نیتی کے ساتھ، اور بغیر کسی عداوت یا بد دیانتی کے خیالات کے اس حکمت عملی کے کاربند رہیں گے جسکی ظاہری علامت خود ایکٹ مذکور ہے، اسوقت تک وہ ان افعال کی سزا سے محفوظ رہیں گے جو اگرچہ اصطلاحی طور سے قانون کی خلاف ورزی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

میں داخل ہوتے ہیں مگر فی الحقیقت عامہ خلائق کے فائدہ کے لئے
اس اختیار تمیزی کے آزادانہ استعمال کے نتائج ہیں جو ہیبیس کارپس
231 ایکٹ کا التوا سرشتہ انتظامی کو عطا کرتا ہے۔ یہ اطمینان اس توقع
سے پیدا ہوتا ہے کہ ایکٹ التوا کے منسوخ العمل ہو جانے کے ساتھ ہی
پارلیمنٹ کی طرف سے ایکٹ برائت عہدہ داران کا نفاذ کیا جائے گا،
جس سے ان تمام اشخاص کی حفاظت ہو جائے گی جنھوں نے ان اختیارات
سے کام لیا، یا کام لینے کا ارادہ کر رہے تھے جو قانون مذکور سے حکومت
کو دیئے گئے تھے۔ یہ توقع بیکار نہیں جاتی، کیونکہ جب کبھی کوئی ایکٹ
بہ التوائے 'ہیبیوس کارپس' ایکٹ نافذ ہو گو چند ے نافذ العمل رہا ہے،
اسکے بعد لازمی طور سے برائت عہدہ داران کا ایکٹ جاری ہوا ہے۔
جس ایکٹ کا حوالہ قبل ازیں دیا جا چکا ہے یعنی ایکٹ ۴۴ جارج سوم،
سالانہ تجدید سے ۱۷۹۴ سے لے کر ۱۸۰۱ تک سات سال متواتر نافذ
رہا؛ ۱۸۰۱ء میں ایکٹ ۴۱ جارج سوم، فصل ۶۶ جاری کیا گیا جس کے
ذریعہ سے وہ لوگ جنھوں نے یکم فروری ۱۷۹۳ء سے ایسے اشخاص کو
جن پر بغاوت یا سرکار یا باغیانہ عمل کا شبہ تھا 'برطانیہ عظمیٰ' میں گرفتار
کیا تھا یا قید، یا حراست میں رکھا تھا، بری قرار دیئے گئے تھے۔ اس میں
کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ 'ہیبیوس کارپس' ایکٹ کا التوا، جسکے بعد ہر شخص
جانتا ہے کہ بقیاس غالب برائت عہدہ داران کا ایکٹ نافذ ہو گا، شخصی
آزادی میں بہت بڑی دست اندازی ہے؛ اسکے مقابلہ میں، قانونی
نقطۂ نظر سے ملزمین بغاوت کی فوری تحقیقات کے حق کو ملتوی کر دینا
ایسا سخت نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ ایکٹ التوا کے اجرا، اور اسکے بعد
برائت کے ایکٹ کی امید سے یقیناً سرشتہ انتظامی کو بے ضابطہ
اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں؛ مگر باوجود اسکے دو ایک امور ایسے ہیں،
جو برائت کے متوقعہ ایکٹ کی اس عملی اہمیت کو جو اسے صحیح طور سے
232 دیجا سکتی تھی محدود کر دیتے ہیں۔ جو برائت اس سے حاصل ہوتی وہ زمانہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

آئندہ کے لئے اور غیر یقینی ہوتی ہے۔ اگر عامہ خلائق کو یہ خیال ہو جائے کہ ہیبیس کارپس ایکٹ کے التوا کے زمانہ میں عہدہ داروں نے اپنے اختیارات بہت بیجا طور سے استعمال کئے تو ممکن ہے کہ پارلیمنٹ سے برائٹ کا حصول مشکل ہو جائے۔ مزید براں، جو عہدہ دار بے ضابطہ، خلاف قانون، ظالمانہ، اور بے رحمانہ کارروائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں انکی حفاظت کا انحصار ایکٹ برائٹ کے مندرجہ مراتب پر رہتا ہے۔ یہ مراتب ممکن ہے کہ وسیع ہوں یا تنگ؛ مثلاً ۱۸۱۵ء کے ایکٹ برائٹ میں خاطی عہدہ داروں کی جسقدر حفاظت کی گئی ہے وہ بہت محدود ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اس ایکٹ کے ذریعہ سے وہ افعال جو بر طانیہ عظمیٰ میں بغاوت یا باغیانہ اعمال کے ملزمین کی گرفتاری قید یا حراست میں رکھے جانے کے لئے کئے گئے تھے یا جنکی نسبت حکم، یا ہدایت، یا صلاح، دی گئی تھی، نالش یا استغاثہ سے بری ہو گئے؛ اور اس میں بھی شک نہیں کہ اس حفاظت میں تمام بے ضابطہ کارروائیاں یا محض قانون کی خلاف ورزیاں داخل ہو جائیں گی مگر اس میں یقیناً ان عداوتانہ اور استحصال بالجبر کی کارروائیوں کا داخل ہونا خیال نہیں کیا جا سکتا جو ایکٹ التوا کے پردہ میں عمل میں لائی گئی ہوں، اور جن کی بابت خاطی مستوجب نالش یا استغاثہ قرار پاتا ہو، اور جو ایکٹ برائٹ کے مضمون کے لحاظ سے جائز نہ ہوں۔ ایک سیاسی قیدی کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ یا بضابطہ سزا یا ۱۷۹۳ء سے لیکر ۱۸۱۵ء تک کسی سیاسی قیدی کا قتل ایسے امور ہیں جن کا ہر مرتکب باوجود ایکٹ برائٹ کے نفاذ کے مستوجب سزا قرار پائیگا۔ جو شخص ایک معمولی برائٹ کے ایکٹ مجریہ پارلیمنٹ کے اعتدال کا اندازہ کرنا چاہتا ہے اسکو لازم ہے کہ وہ ۱۸، جارج سوم، کے ۱۸ ایکٹ کی فصل ۶۶ کا مقابلہ، جمیکا، کے ایوان نمایندگان کے اس ایکٹ کے ساتھ کرے جسمیں گورنر ایرل، کو ان تمام ناجائز افعال سے محفوظ رکھنے کی کوشش کیگئی ہے جو اس سے ۱۸۶۵ء میں بغاوت فرو کرنے کی غرض سے صادر ہوئے تھے۔

233

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

برائٹ کا ایکٹ اگرچہ ایک بے ضابطہ قانون ہے، مگر پھر بھی قانون کی حیثیت رکھتا ہے؛ اور اسلئے وہ اپنی مخصوص نوعیت میں، قانون حرب کے اعلان، یا حالت محاصرہ کے قیام، یا دوسرے طریقوں سے جن کے ذریعہ سے انتظامی حکومت اپنی مرضی سے قوانین ملک کو معطل کر دیتی ہے بالکل مختلف ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ بے ضابطہ شاہی اقتدار کا استعمال ہے مگر جن ممالک میں پالیمنٹ کے ایوان کو وضع قوانین کے شاہی اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہاں کے حکومت کے افعال باضابطہ وضع قانون کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، اور اس سے ایک بڑی حد تک نہ صرف ظاہری بلکہ قانون کی حقیقی برتری اور اعلیٰ اقتدار قائم ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

234

فصل ششم

حقِ آزادیِ بحث (مذاکرہ، کلام و گفتگو)

آزادیِ بحث

"انسانی حقوق کا اعلان"[1] اور فرانس کا ۱۷۹۱ء کا دستور مذاکرہ، کلام و گفتگو اور مطابع کی آزادی کی اجازت ایسے الفاظ میں دیتا ہے جو ابتک مستند متون (کتابوں) میں نقل کئے جاتے ہیں[2] اور فرانسیسی اصول قانون کے اہم مسائل متصور ہوتے ہیں۔

جو اصول ممالک غیر کے دستوروں میں قائم کئے گئے ہیں۔

"اپنے خیالات کا آزادانہ اظہار انسان کے محبوب ترین حقوق میں سے ہے، چنانچہ ہر شخص کو تقریر، تحریر اور طبع کرانے کی پوری آزادی حاصل ہوگی لیکن اس کیساتھ ہی اسے قوانین جاریہ کی خلاف ورزی پر جواب دہی کیلئے تیار رہنا چاہئے"[3]

دستور اس کا ضامن ہے کہ ہر شخص کو فطری اور ملکی حق کے طور پر بولنے، لکھنے چھاپنے اور اپنے خیالات و آراء کی ترویج کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہے بغیر اس کے کہ اسکے خیالات پر کسی قسم کا احتساب قایم کیا جائے یا اشاعت سے پہلے اسے سرکاری طور سے معائنہ کرانے کی ضرورت ہو"[4]

---

[1] 'دیوگی' و 'مونئے': دوساتیر فرانس، صفحہ ۱۔

[2] 'بورگی نیون': فرانس کے قانون سازی کے مبادیات عامہ صفحہ ۴۶۸۔

[3] 'اعلان حقوق'، دفعہ ۱۱؛ 'پلوآرڈ' صفحہ ۱۶؛ 'دیوگی' و 'مونئے'، صفحہ ۲۔

[4] دستور ۱۷۹۱ء، باب ۱؛ 'پلوآرڈ' صفحہ ۱۸؛ دیوگی' و 'مونئے' صفحہ ۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

'بلجیم' کے قانون میں مطابع کی آزادی دستور کا ایک اہم جز قرار پایا ہے۔

دفعہ ۱۸ - مطبع آزاد ہے؛ محکمۂ احتساب مطابع کبھی قایم نہیں کیا جائیگا۔
مقننوں، مدیروں اور مطبع والوں سے کوئی ضمانت نہیں طلب کیجائے گی۔
اگر مصنف 'بلجیم' میں سکونت پذیر ہے اور وہاں کے لوگ اس سے واقف ہیں تو مدیر، اہالی مطبع اور ناشر پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جاسکتا[1]

235

'انگلستان' کے قانون میں حق آزادی بحث مسلمہ نہیں ہے

'فرانس' کے انقلابیوں اور 'بلجیم' کے دستوریوں نے آزادی رائے اور آزادی مطابع کے خیالات 'انگلستان' سے اخذ کئے ہیں؛ اور اکثر لوگوں کا علم انگریزی قانون کے متعلق اسقدر محدود ہے کہ خود 'انگلستان' میں یہ خیال شایع ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کا حق اور خاص کر اسکی وہ شکل جو 'آزادی مطابع' کے نام سے موسوم کیجاتی ہے، قانون 'انگلستان' کے اسی معنی میں اہم مسائل ہیں جنمیں وہ ۱۷۹۱ء کے عارضی دستور کے ایک جز قرار پائے تھے، اور جنمیں وہ 'بلجیم' کے موجودہ دستور میں اسوقت تک موجود ہیں؛ اور انکا خیال یہ بھی ہے کہ ہماری عدالتیں اس امر کو تسلیم کرتی ہیں کہ ہر شخص کو بلا اندیشہ سزائے قانونی یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو کچھ چاہے کہے اور لکھے خصوصاً ان مضامین کے متعلق جن کا تعلق تمدنی، سیاسی، یا مذہبی امور سے ہو۔ یہ خیال گو کہ اسکی تصدیق ایک حد تک موجودہ انگریزی معاشرت کے طریقوں سے ہوتی ہو، فی الحقیقت بالکل غلط ہے، اور طالبعلموں کو اس حقیقی حالت سے آگاہ نہیں ہونے دیتا جو 'انگلستان' کے قانون میں 'آزادی خیال' یا اگر زیادہ صحیح طور سے کہا جائے، 'آزادی' کے ساتھ اظہار رائے کے حق کی ہے۔ ہر مقنن اس سے واقف ہے کہ 'آزادی بحث' یا 'آزادی مطابع' کی اصطلاحات نہ زیادہ تر موضوعہ قوانین میں پائی جاتی ہیں اور نہ قانون

[1] دیکھو دستور بلجیم کی دفعہ ۱۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

236

عمومی کے مسائل میں داخل ہیں[1]۔ بحیثیت اصطلاحات فن ہماری عدالتیں انسے بالکل ناآشنا ہیں؛ اور 'انگلستان' میں کسی زمانہ میں بھی آزادی خیال یا آزادیٔ گفتگو کے حق کا اعلان نہیں ہوا ہے۔ حقیقت حال کا اظہار ان الفاظ سے بہتر کسی اور طریقے سے نہیں ہوسکتا جو ایک نفیس کتاب سے جو ازالہ حیثیت عرفی کے قانون پر لکھی گئی ہے نقل کئے جاتے ہیں۔

'انگلستان' کا قانون صرف اس امر کی ضمانت کرتا ہے کہ کسی شخص کو کوئی سزا کسی بیان کے متعلق نہ دیجائیگی جب تک یہ نہ ثابت کیا جائے کہ اس بیان سے قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

> ہمارا موجودہ قانون اسکی اجازت دیتا ہے کہ ہر شخص جو کچھ چاہے کہے، لکھے، یا شایع کرے؛ لیکن اگر وہ اس آزادی کو بری طرح استعمال کرے تو اس کو سزا دیجائے۔ اگر وہ ناجائز طور سے کسی شخص پر حملہ کرتا ہے تو جس شخص پر حملہ کیا گیا ہے وہ ہرجہ کا دعوی کرسکتا ہے؛ برخلاف اسکے اگر ایسے الفاظ لکھے یا طبع کئے جائیں جن سے بغاوت یا بداخلاقی کی ترغیب ہوتی ہو تو اطلاع یا چالان پر خاطی کی جرایم صغیرہ کے الزام میں تحقیقات ہوسکے گی[2]۔

اس لئے ہر شخص جو کچھ چاہے وہ کہہ اور لکھ سکتا ہے مگر اسیطرح کہ اگر وہ کوئی ایسا بیان (ذریعۂ الفاظ زبانی یا تحریری یا مطبوعہ) کرتا ہے جس کے کرنے کا اس کو قانوناً حق نہیں ہے تو اسے سخت سزا کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ 'انگلستان' کے قانون میں جو قواعد ان بیانات کے متعلق ہیں جن کے کرنے کا ہر شخص قانوناً مجاز ہے اور جن کی تائید اصولاً اور عملاً قانون مذکور کرتا ہے وہ بطور خاص آزادی گفتار یا آزادی تحریر کے طرفدار نہیں ہیں۔ مزید براں قانون مذکور عام طور سے 'مطابع' کے ساتھ کسی خاص رعایت کو تسلیم نہیں کرتا، اگر 'مطابع' سے عام محاورہ کے لحاظ سے عموماً موقتی اشاعتیں اور خصوصاً اخبارات مراد لئے جائیں حقیقت یہ ہے کہ مجموعہ قوانین موضوعہ میں بہت کم ایسا مواد ہے جو 'قانون مطابع' کے نام سے موسوم ہوسکتا ہو[3]۔ جو

---

[1] لارڈ کیمبل کے ایکٹ (۱۸۴۳ء ۶ و ۷ وکٹوریا فصل ۹۶) کی تمہید میں انکا ذکر ہوا ہے۔

[2] 'اوڈگر' کا قانون ازالہ حیثیت عرفی زبانی و تحریری تمہید (طبع ۳) صفحہ ۱۲۔

[3] اسکے استثنا کے لئے دیکھو ۸ و ۹ وکٹوریا فصل ۷۵؛ ۴۴ و ۴۵ وکٹوریا فصل ۶۰ دفعہ ۲؛ یہ بالکل درست ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
237

کچھ قانون مطابع کے متعلق ہے وہ ہمارے یہاں قانون ازالہ حیثیت عرفی کا محض ایک جز ہے، اور اس موقع پر یہ امر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان پابندیوں کا کسیقدر احتیاط کے ساتھ تذکرہ کیا جائے، جو قانون ازالہ حیثیت عرفی کی رو سے مطابع کی آزادی پر عائد ہوتے ہیں، مطابع کی آزادی سے میرا مقصد وہ حق ہے جو ایک شخص کو کوئی بیان جو وہ چاہے کتابوں یا اخبارات میں شایع کرنے کا ہوتا ہے۔

شخصی ازالہ حیثیت عرفی۔

ایک شخص کی نسبت بہت سے بیانات ایسے ہو سکتے ہیں جنھیں ذریعہ تحریر یا طبع شایع کرنے کا حق کسی شخص کو نہیں ہو سکتا، مثلاً کسی شخص کی نسبت ایسا غلط بیان شایع کرنا جس سے اسکے مفاد، چال چلن، یا تیک نامی کو صدمہ پہنچتا ہو (عام طور سے) ازالہ حیثیت عرفی ہے۔ ہر شخص جو بواسطہ یا بلا واسطہ ایسا بیان کرتا ہے، یا حسب اصطلاح فن، اسکو شایع کرتا ہے وہ ازالہ حیثیت عرفی کا مرتکب اور نالش ہرجہ کا مستوجب ہوتا ہے۔ جو شخص ایسا رذیل حیثیت عرفی بیان کرتا ہے، اور ذریعہ تحریر اسکی طبع کی اجازت دیتا ہے، اور جو شخص اسکو لکھتا ہے، اور جو شایع کرنے والا اسکو معرض فروخت میں لاتا ہے، اور جو شخص اس کو طبع کرتا ہے، اور جو فروخت کرنے والا اسے تقسیم کرتا ہے، یہ سب ازالہ حیثیت عرفی کے شایع کرنے والے ہیں اور ان سب پر علیحدہ علیحدہ دعوی ہو سکتا ہے۔ اس جرم کا اصل اصول بیان رذیل حیثیت عرفی کی اشاعت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جیسا کہ میرے ایک معترض نے کہا (دیکھو فشر اور اسٹر بہاں، کا قانون مطابع طبع دوم صفحہ ۳) کہ "بند ربع قانون مطابع ایک جداگانہ قانون کی حیثیت پیدا کر رہا ہے"۔ مطابع کے متعلق جو قوانین فی زمانہ وضع ہو رہے ہیں ان کا رجحان اسطرف ہے کہ ان رذیل حیثیت عرفی بیانات کی باضابطہ اشاعت کی بابتہ جو عام جلسوں وغیرہ میں کئے جاتے ہیں اور جنکی ذمہ داری دوسرے لوگوں پر عائد ہوتی ہو مالکان اخبار کی کامل ذمہ داری میں ایک حد تک تخفیف کر دیجائے۔ دیکھو خصوصیت کیساتھ ترمیم قانون آزالہ حیثیت عرفی کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۸ء (۵۱ و ۵۲ وکٹوریا فصل ۶۴) دفعہ ۴۔ یہ سوال کہ عمومی قانون کے اصول سے یہ اختلاف عامہ خلائق کے لئے مفید ہوگا یا مضر ایسا ہے جس کا جواب تجربہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

ہے نہ کہ اسکا لکھنا، اسلئے جو شخص ایسا بیان پڑھکر اسے اپنے کسی دوست
کے پاس بھیجدیتا ہے وہ بھی مرتکب ازالہ حیثیت عرفی ہو جاتا ہے؛
اور جو شخص ایسے بیان کو جسے وہ مزیل حیثیت عرفی جانتا ہے آواز
بلند پڑھتا ہے اسپر بھی دعوی دائر ہوسکتا ہے۔ ایک ناجائز فعل کے
ہر شریک کی علیحدہ علیحدہ ذمہ داری ہمارے قانون کی ایک خاص
238 خصوصیت ہے۔ جو شخص کوئی بیان مزیل حیثیت عرفی کرتا ہے وہ اسپر
ایمانداری کے ساتھ یقین کرنے یا نیک نیتی کا عذر قانوناً پیش کرنے
کا مجاز نہیں ہے، اور نہ اس عذر سے اسکو کوئی فایدہ پہنچ سکتا ہے کہ
جو غلط بیان اس نے کیا اسکو صحیح باور کرنے کے اسکے پاس کافی وجوہ
موجود تھے۔ بعض اوقات ایسے بیانات کے شایع کرنے پر جن کا مقصد
غلط بیانی نہ تھا، اور جو ایک معقول حد تک صحیح باور کئے جاتے تھے،
لوگوں کو سنگین ہرجہ ادا کرنا پڑتا ہے؛ مثلاً ایک شخص کی نسبت جسکو
جرائم خفیف میں سزا ملی ہو اور جو اپنی میعاد سزا کاٹ چکا ہو یہ کہنا کہ وہ
ایک سزا یافتہ بدمعاش ہے، مزیل حیثیت عرفی ہے۔ اگر زید، یہ خبر
شایع کرتا ہے کہ 'بکر' کی زبانی اسکو معلوم ہوا ہے کہ 'عمرو' کے بینک
نے ادائی موقوف کردی ہے، تو اگرچہ 'بکر' نے فی الحقیقت ایسا کہا ہو
اور 'زید' نے اسکو باور کیا ہو مگر وہ خبر غلط ہو تو 'زید' ازالہ حیثیت عرفی
کا مرتکب متصور ہوگا۔ مزید براں اس امر کے متعلق بھی یقین نہیں ہے کہ
ایسی رائے کا اظہار جو دوسروں کے حق میں مضر ہو شایع کرنے والے
کو مستوجب دعوی نہ قرار دے گا۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ منصفانہ
'تقریظ' مزیل حیثیت عرفی نہیں ہے، مگر یہ فرض کرلینا سخت غلط ہوگا کہ
تقریظ کرنے والے کو یہ حق ہے کہ وہ جو تقریظ صحیح سمجھتا ہو
اسے اخبارات یا دوسرے ذرائع سے شایع کرے۔ اس میں
شک نہیں کہ ہر شخص کو یہ حق ہے، وہ منصفانہ اور عادلانہ تقریظ کرے؛ لیکن

"ایک تقریظ کرنے والے کو چاہئے کہ وہ تقریظ کے حدود کے اندر رہے، اور اسکو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

ذاتی طعن و تشنیع کا ذریعہ نہ قرار دے، اور نہ محض اپنی قوت
بدگوئی کو کام میں لاکر کسی پر بیجا اور نا واجبی حملے کرے[1]"

جن اخبار نویسوں، مصوروں، اور ایکٹروں کے کاموں پر تقریظ کیجاتی ہے وہ 'واجبی تقریظ' اور 'ذاتی طعن و تشنیع' میں جو ما بہ الامتیاز قرار دیتے ہیں وہ عموماً (عام امتیاز سے) مختلف ہوتا ہے؛ اور جب اسپارہ میں تقریظ کرنے والے اور اس شخص میں جسکے کام کی تقریظ کیجاتی ہے اختلاف واقع ہوتا ہے، تو یہ نازک مسئلہ کہ 'انصاف سے کیا مقصد ہے' جوری کو حل کرنا پڑتا ہے، اور اسوقت ممکن ہوتا ہے کہ اسکا جواب اسطرح ملے کہ تقریظی آرا کے اظہار کی آزادی کا دائرہ بہت مختصر ہو جائے۔ یہ فرض کرلینا بھی درست نہ ہوگا کہ ایک بیان کی محض صداقت، اسکے شایع کرنیوالے کو سزا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ جو دعوے ازالہ حیثیت عرفی کے کئے جاتے ہیں، انمیں اگرچہ یہ جواب ہوسکتا ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے، مگر یہ امر ممکن ہے کہ کسی شخص کو بصیغۂ فوجداری ایسے بیانات کے شایع کرنے کی باتبہ سزا دیجائے جو درحقیقت صحیح ہوں، مگر انسے بغیر عامہ خلائق کو کسی فائدہ پہنچنے کے کسی خاص شخص کو مضرت پہنچتی ہو؛ مثلاً اگر 'زید' 'عمرو' کے متعلق یہ لکھے کہ سالہا سال گزرے کہ وہ چند خلاف اخلاق افعال کا مرتکب ہوا تھا، اور یہ بالکل سچ ہو، مگر باوجود اسکے 'زید' اسکے لکھنے والے پر بصیغہ فوجداری استغاثہ ہوسکیگا، اور اگر 'زید' پر مقدمہ چلایا گیا تو اسکو نہ صرف یہ ثابت کرنا ہوگا کہ 'عمرو' فی الحقیقت ان افعال ناجائز کا مرتکب ہوا جو اسکی نسبت بیان کئے گئے ہیں، بلکہ یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ 'عمرو' کی بدچلنی سے عامہ خلائق کو واقف ہوجانا مفید تھا؛ اگر 'زید' یہ نہیں ثابت کرسکتا تو اس کو معلوم ہوگا کہ 'انگلستان' کے ایک جج کے اجلاس پر مفروضہ حق آزادی بحث یا

239

[1] "سلر بنام رسکن" ٹائمز، ۲ نومبر ۱۸۷۸ء معرفت 'ہڈلسٹن' بی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

آزادی مطابع کی توقیر، اسے جرایم صغیرہ کے ارتکاب کے الزام اور قید خانہ بھیجے جانے سے نہیں بچا سکتی۔

حکومت کا ازالہ حیثیت عرفی۔

یہ عام طور سے وہ قیود ہیں جو قانون ازالہ حیثیت عرفی کے ذریعہ سے خانگی اشخاص کے چال چلن کے متعلق آزادی سے بحث کرنے پر عاید ہوتے ہیں۔ اب ہم تھوڑی دیر کیلئے اس پر بحث کریں گے کہ قانون ازالہ حیثیت عرفی حکومت کے طرز عمل پر تقریظ کرنے کے حق کو اصولاً کسطرح محدود کرتا ہے۔

ہر شخص جو (زبانی یا کسی دوسرے طریقہ پر) باغیانہ نیت سے کوئی لفظ یا کوئی تحریر شایع کرتا ہے وہ جرم (خفیف) کا مرتکب ہوتا ہے، اور باغیانہ نیت کے یہ معنی ہیں کہ اس کی نیت یہ ہو کہ وہ بادشاہ یا سلطنت ہائے متحدہ کی اس حکومت اور دستور کے خلاف جو قانون سے قائم ہے، یا 240
پارلیمنٹ کے کسی ایوان، یا سرشتہ عدالت کے انتظام کے خلاف، نفرت یا حقارت کے خیالات پیدا کرائے، یا انکی طرف سے بے اطمینانی پھیلائے، یا انگریزی رعایا کو ابھارے کہ وہ بجز جائز طریقوں کے کسی دوسرے طریقہ سے اس کلیسا یا ریاست کے کسی معاملہ میں جو از روئے قانون قائم ہے کسی تبدیلی کی کوشش کرے، یا مختلف فرقوں میں رنجش اور دشمنی کے خیالات پیدا کرے[1]۔ اگر یہ مضامین کسی مکتوبہ یا مطبوعہ تحریر میں شایع کئے گئے ہیں تو شایع کرنے والا باغیانہ مزل حیثیت عرفی بیان کے شایع کرنے کا مجرم قرار پائے گا۔ ہمیں کلام نہیں کہ قانون ایسے بیانات کے شایع کرنے کی اجازت دیتا ہے جن کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہو کہ بادشاہ کو غلط ہدایت دی گئی ہے یا یہ کہ حکومت نے غلطیاں کی ہیں، یا حکومت اور دستور کے نقائص کو اسغرض سے بتانا ہو کہ قانونی طور سے انکی اصلاح ہو جائے، یا کلیسا یا ریاست کے انتظام میں جائز طریقوں سے تبدیلیوں کی

---

[1] دیکھو اسٹیفن، کا خلاصہ قانون فوجداری (طبع ۶) دفعات ۹۶، ۹۷، ۹۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

سفارش کرتا ہو؛ خلاصہ یہ ہے کہ معاملات عامہ میں قانون ایسی تقریظ اور نکتہ چینی کی اجازت دیتا ہے جو نیک نیتی پر مبنی ہو، اور اس سے موجودہ ادارات میں جایز طریقوں سے اصلاحات عمل میں لانے کی سفارش مقصود ہو۔ ہر شخص صاف طور سے معلوم کرسکتا ہے کہ باغیانہ ازالہ حیثیت عرفی کی جو تعریف قانون میں کی گئی ہے وہ اسطرح کام میں لائیجاسکتی ہے کہ اس سے بڑھی حد تک وہ نکتہ چینی مسدود ہوسکتی ہے جو عام طور سے جائز متصور ہوتی ہے، اور اگر اسپر سختی سے عمل کیا جائے تو اس سے رائج الوقت سیاسی شورشوں کی مطلق مطابقت نہیں ہوسکتی۔

مذہبی یا اخلاقی مسائل پر اظہار رائے۔

مذہبی اور اخلاقی مسائل میں بھی آزادی کے ساتھ اظہار رائے کا تقریباً یہی حال ہے[1]۔ واقعات اور حالات نے چند سال سے پھر الحاد کے بھولے ہوے قانون کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرادی ہے، مگر اکثر لوگوں کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ قانون کے ایک نقطہ نظر سے، ہر ایسا شخص جو عام طور سے عیسائیت کی صداقت یا خدا کے وجود کا انکاری بیان شایع کرتا ہے، خواہ وہ مہذب الفاظ میں ہو یا غیر مہذب الفاظ میں ہو، تہتک آمیز الحادی بیان کی اشاعت کا مجرم اور مستوجب سزاے قید قرار پاتا ہے۔ قانون کا دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ تہتک آمیز الحادی بیان کا شایع کرنے والا وہ شخص ہے جو خدا، یسوع مسیح، یا عام دعاؤں (Common Prayer) کی کتاب، کے متعلق کوئی بیان اس غرض سے شایع کرتا ہے کہ انسانوں کے احساسات کو مجروح کرے، یا اس کلیسا کی تحقیر کرے جو از روئے قانون قایم ہے، یا بد اخلاقی بڑھائے؛ اسکی نسبت البتہ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ ایسے بیانات جن سے انسانوں کے احساسات مجروح ہوتے ہیں کس حد تک الحادی بیانات کی نوعیت سے مستثنیٰ ہیں؛ کیونکہ انکا مقصد نیک نیتی کے ساتھ ان

241

[1] دیکھو اسٹیفن، کا خلاصہ قانون فوجداری دفعات ۱۷۹، ۱۸۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

خیالات کی اشاعت ہوتا ہے جنھیں شایع کرنیوالا صحیح سمجھتا ہے[1] اکثر لوگ یہ دریافت کرکے سخت متعجب ہوتے ہیں کہ ایسے لوگونکا جنہوں نے 'انگلستان' میں عیسائیت قبول کرلی ہے اور اسی کی تعلیم پائی ہے، ذریعۂ تحریر، طبع، تعلیم، یا وعظ، عیسائیت یا اناجیل کی صداقت سے انکار کرنا قانوناً جرم فوجداری، اور سخت سزاؤنکے قابل ہے[2] جب عمومی قانون کے اصول، اور ان ایکٹوں پر کامل طور سے غور کیا جاتا ہے جو ابتک مجموعہ ہائے قوانین میں موجود ہیں تو کوئی شخص اس کا قائل نہیں رہ سکتا کہ 'انگلستان' کا قانون اس آزادانہ اظہار خیالات اور آراء کے فطری حق کو تسلیم کرتا ہے جو فرانس میں ایکسو سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا سب سے زیادہ قابل قدر انسانی حق سمجھا گیا تھا۔ یہ امر بھی صاف ہے کہ جو بیان کسی شخص کے متعلق کیا جائے، یا جو رائے کسی عامہ خلائق کے معاملہ یا کسی خیالی مضمون کے بارہ میں ظاہر کیجائے اس کا قانونی اثر تمامتر اس سوال کے جواب پر منحصر ہوتا ہے کہ اس کا فیصلہ کرنے والا کون شخص ہے کہ آیا فلاں بیان مزیل حیثیت عرفی ہے یا نہیں۔ اسکا جواب (جیساکہ ہم سب جانتے ہیں) یہی ہے کہ دراصل یہ معاملہ تصفیہ کے لئے جوری کے سپرد کردیا جاتا ہے؛ اور یہ امر کہ آیا کسی مقدمہ میں کوئی مخصوص شخص قابل سزائے الزام منسوبہ ہے یا نہیں محض اسکی رائے پر منحصر ہوتا ہے، اور وہی شایع شدہ بیان کی صداقت، واجبیت، نیت وغیرہ کا جو اسکی قانونی حیثیت پر موثر ہوتی ہے، فیصلہ کرتی ہے[3]

242

---

[1] دیکھو 'اسٹیفن' کا خلاصہ قوانین فوجداری (طبع ۶) دفعہ ۱۷۹ اور اسکا مقابلہ کرو 'اوڈگر' (طبع ۳) صفحات ۴۷۵-۴۹۰ سے جس میں سرجے ایف اسٹیفن کی رائے کے خلاف رائے دیگئی ہے۔

[2] دیکھو ۹، ۱۰، ولیم سوم دفعہ ۳۵، مرممہ ذریعہ ۵۳ جارج سوم، فصل ۶۰ و اسٹیفن کا خلاصہ قوانین فوجداری دفعہ ۱۸۱ مقابلہ کرو مقدمہ اٹرنی جنرل بنام بریڈلا ۱۴ کیو بی ڈی (سی اے) ۶۶۷ صفحہ ۷۱۹) تجویز لارڈ چیف جسٹس لنڈلے۔

[3] جب الفاظ کی تمام پیچیدگیوں کو دور کرکے بیان کیا جائے تو معاملہ نہایت صاف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

اسلئے 'انگلستان' میں آزادی بحث اس حق سے زیادہ نہیں ہے جس کا ایک ایسی جوری کی رائے میں جو بارہ دکانداروں سے مرکب ہو، لکھنا یا کہنا مناسب ہو۔ اس قسم کی آزادی مختلف اوقات اور مختلف زمانوں میں ایک بے روک ٹوک اجازت سے لے کر سخت قیود تک پہنچ سکتی ہے؛ اور گزشتہ دو صدیوں کی انگریزی تاریخ بتا رہی ہے کہ قانون از آنجہیت عرفی نے اظہار رائے میں جسقدر آزادی دی اس میں خیالات عامہ کے مطابق وقتاً فوقتاً بڑی تبدیلی ہوتی رہی ہے؛ علاوہ اسکے کچھ مدت پیشتر تک قانون نے کوئی خاص رعایت مطابع کے لئے تسلیم نہ کی تھی۔ جو فریق حیثیت عرفی یا الحادی بیان ایک کارڈ یا خط میں کیا جائے اسکا وہی اثر ہوگا جو ایک کتاب یا اخبار میں شایع کرنے کا ہوسکتا ہے۔ 'بلجیم' کے دستور میں جو حفاظت اخبارات کے اڈیٹروں اور انکے طبع، اور فروخت کرنیوالوں کی کی گئی ہے، اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا مطابع سے تعلق ہے انکے خاص حقوق تسلیم کئے گئے ہیں جو 'انگلستان' کے قانون کے عام اصول کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے، اور اس نقطۂ نظر سے یہ کہنا مطلق مبالغہ آمیز نہیں ہوسکتا کہ 'انگلستان' میں مطابع کی آزادی تسلیم نہیں کیجاتی ہے۔ 243

پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ مطابع کی آزادی 'انگلستان' کے ادارات کی ایک مخصوص خصوصیت متصور ہوتی ہے؟۔

یہ کیوں سمجھا جاتا ہے کہ مطابع کی آزادی انگلستان کے ساتھ مخصوص ہے

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ تقریباً دو صدیوں سے 'انگلستان' میں حکومت اور مطابع کے تعلقات ان تمام خصوصیات سے معرا رہے ہیں جن کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہوجاتا ہے، اور معمولی فہم کا آدمی بھی اسکو بآسانی سمجھ سکتا ہے اور وہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ہر شخص اس کا مجاز ہے کہ وہ کوئی ایسا بیان شایع کرے جسے اسکے بارہ ہموطن قابل الزام نہ سمجھتے ہوں؛ لیکن اگر وہ کوئی ایسا بیان شایع کرتا ہے جو قابل الزام ہے (یعنی جس کو اس کے بارہ ہموطن قابل الزام سمجھتے ہیں) تو وہ سزا کا مستوجب ہے۔ اس معاملہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اسکا خلاصہ عام فہم طریقہ سے یہی ہے۔ تعدیہ سرکار بنام کٹ بل ۲۷ ایس ٹی آر ۲۴۶، ۱۰۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

ہم نے 'برتری' یا 'حکومت' قانون کے نام سے موسوم کیا ہے؛ اور محض اسی بنا پر' (نہ کہ کسی ایسی رعایت کی وجہ سے جو 'انگلستان' کے قانون نے آزادی بحث کے متعلق دی ہو) ہمارے یہاں مطابع اور خصوصاً اخباری مطابع کو عملی طور سے وہ آزادی حاصل رہی ہے جو زمانہ حال تک یورپ کے دوسرے ممالک میں مفقود تھی۔ اسکی صداقت ہر ایسے شخص پر ظاہر ہو جائیگی جو مطابع کی اس حیثیت پر جو موجودہ 'انگلستان' میں ہے کامل غور کرتا' اور اس کا مقابلہ 'فرانس' کے قانون مطابع یا مطابع کی اس قانونی حالت سے کرتا ہے جو 'انگلستان' میں سولھویں یا سترہویں صدی میں تھی۔

'انگلستان' کے مطابع کی موجودہ حیثیت میں دو خصوصیات ممیز طور سے نظر آتے ہیں۔

موجودہ 'انگلستان' میں 244 مطابع کی حیثیت کسی سنسر (نظارت مطابع) کا نہ ہونا۔

اول۔ بقول لارڈ مینسفیلڈ "مطابع کی آزادی یہ ہے کہ وہ پہلے سے اجازت حاصل کئے بغیر بذمہ داری نتائج قانونی[1] طبع کے مجاز ہیں"۔ لارڈ ایلنبرو' کہتے ہیں کہ "انگلستان کا قانون آزادی کا قانون ہے' اور اس آزادی کے مطابق ہمارے یہاں اجازت طبع کیلئے پہلے سے کسی منظوری کی ضرورت نہیں ہے' لیکن اگر کوئی شخص کوئی اخبار شایع کرتا ہے تو بحالت خلاف قانون ہونے کے وہ دوسرے افعال کی طرح فوجداری نتائج کا ذمہ دار ہے[2]"

ان مقررہ مسائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو امر آزادی مطابع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ اس عام اصول کے استعمال سے مطلق زیادہ نہیں ہے کہ کوئی شخص قابل سزا نہیں ہے جب تک کہ وہ صریح طور سے قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہو[3]۔ اس اصول میں کسی ایسی اجازت یا نظارت کی مطلق گنجائش نہیں ہے جس کے ذریعہ سے کوئی شخص ایسے

---

[1] سرکار بنام ڈین آف سینٹ ایسف' ۳ ٹی آر ۴۳۱ (نوٹ)

[2] سرکار بنام کابٹ' ۲۹ ایس ٹی' ٹی آر' ۴۹' دیکھو اڈگرس کا قانون ازالہ حیثیت عرفی و ہتک' (طبع ۳) صفحہ ۱۰۔

[3] دیکھو صفحہ 183 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

امر کے لکھنے یا طبع کرنے سے ممنوع کیا جا سکے جسے وہ مناسب تصور کرتا ہو، اور نہ اس سے عدالتوں کو کوئی ایسا حق پیدا ہوتا ہے کہ وہ مزید حیثیت عرفی بیان کی اشاعت کو کم سے کم شایع کرنے والے کے سزایاب ہونے سے پہلے، روک سکیں؛ اسمیں معنًا اسکی بھی گنجایش نہیں کہ کوئی ایسا قاعدہ قرار دیا جا سکے جس کی رو سے اس شخص سے جو اخبار جاری کرنے کا ارادہ کر رہا ہو کوئی رقم پیشگی جمع کرالی جائے جس سے اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ اخبار وہی لوگ جاری کر سکیں گے جو دیوالیہ نہ ہونگے، یا اگر ان اخبارات میں کوئی بیان مزید حیثیت عرفی طبع ہوگا تو مالکان اخبار سے رقم ہرجہ وصول ہو سکے گی۔ کوئی ذہنی فہم شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ ایک اخبار کے مالک سے کسی رقم کے جمع کرا دینے کا مطالبہ، یا موقتی رسالہ جات کے طبع کے حق پر دوسرے قیود کا عائد کرنا بجائے خود نامناسب یا خلاف انصاف ہے۔ یہاں جس امر پر زور دیا جاتا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ ایسے قیود اور انسدادی تدبیریں، انگلستان، کے قانون کے اس مسلمہ اصول کے ساتھ مطابق نہیں ہو سکتی ہیں کہ لوگ محض اس قیاس پر کہ وہ قانون کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں یا کریگے روکے جائیں یا انکو سزا دیجائے؛ یہ عمل اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ کسی خاص قابل سزا فعل کے مرتکب ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ، بہ استثنائے ایک صورت کے[1] جو ایک دوسرے نظام کی عجیب یادگار باقی رہ گئی ہے، ہمارے یہاں اجازت طبع، یا مطابع یا سیاسی اخبارات کی نظارت کا وجود نہیں ہے۔ حکومت یا کسی دوسرے مقتدر شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی مطبع کے ذخیرہ کو ضبط یا ضایع کرے اس بنا پر کہ وہ ایسی کتابوں، رسالوں، یا کاغذات مشتمل ہے جو حکومت کی رائے میں باغیانہ یا مزید حیثیت عرفی ہیں۔ خود

245

[1] یعنی کھیلوں کی اجازت۔ دیکھو تھیٹر ایکٹ باتبہ ۱۸۴۳ء، ۶، وکٹوریا، فصل ۶۸۔ سٹیفن، کی شرح (۱۴ طبع) جلد سوم صفحہ ۲۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

عدالتیں بہت ہی مخصوص حالات میں کسی شخص کو مضرت سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک مزل حیثیت عرفی بیان کے طبع یا طبع مکرر کی ممانعت کرینگی یا اسکی فروخت کو روکیں گی جب تک کہ وہ معاملہ جوری کے سامنے نہ پیش ہوا ہو، اور جب تک انکے فیصلہ سے یہ نہ ثابت ہوگیا ہو کہ جن الفاظ کی نسبت شکایت کیجاتی ہے وہ فی الحقیقت مزل حیثیت عرفی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اخباروں میں لکھنے والے دوسرے لوگوں کی طرح قانون ملک کے پابند ہیں، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ (عام طور سے) حکومت اور عدالتوں کو ایک اخبار کے طبع کو روکنے، یا پیش بندی کرنے کا اس سے زیادہ اختیار نہیں ہے جتنا کہ انکو خطوط کے لکھے جانے اور انکے بھیجے جانے کے متعلق حاصل ہے۔ اخبار نویسوں کی حیثیت کے اظہار کا آسان تر طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ انکی حیثیت بعینہ وہی ہے جو خطوط لکھنے والوں کی ہوتی ہے۔ ایک شخص جو ایک دروازہ پر الحادی جملے لکھ دیتا ہے،
246 اور وہ شخص جو کسی اخبار یا کتاب میں کوئی الحادی مضمون طبع کراتا ہے، ایک ہی قسم کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے، اور انگلستان میں انکے ساتھ ایک ہی اصول کے مطابق برتاؤ کیا جاتا ہے؛ اسی بنا پر اخباروں میں لکھنے والے، اور اخباروں کے مالکوں کو ذمہ داری سے محفوظ رکھنے کیلئے کوئی خاص رعایت نہیں ہے یا یوں کہو کہ چند روز قبل تک نہ تھی[1] اس معاملہ پر خواہ کسی طور سے نظر ڈالی جائے حسب مفہوم انگلستان، مطابع کی آزادی کا مخصوص عنصر یہ ہے کہ مطابع (جس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسکے لئے لکھتے ہیں) معمولی قانون ملک کے تابع ہیں۔

[1] بلحاظ ایکٹ ازالہ حیثیت عرفی بابتہ ۱۸۴۳ء ۶ و ۷ وکٹوریا فصل ۹۶ اور اخبارات کے ازالہ حیثیت عرفی و رجسٹریشن ایکٹ بابتہ ۱۸۸۱ء ۴۴ و ۴۵ وکٹوریا فصل ۶۰ و ایکٹ ترمیم قانون ازالہ حیثیت عرفی بابتہ ۱۸۸۸ء ۵۱ و ۵۲ وکٹوریا فصل ۶۴، یہ بیان کسی قدر محدود ہوجاتا ہے اور ایکٹ ہائے مذکورہ سے باضابطہ رپورٹیں مثلاً عام جلسوں کی وہ رپورٹیں جو درج اخبار ہوتی ہیں ایک حد تک مخصوص حفاظت کی مستحق قرار پاتی ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم
جرائم مطابع کا تصفیہ معمولی عدالتوں سے ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جرایم مطابع کی تحقیقات، جہاں تک کہ 'انگلستان' کے قانون کو اس اصطلاح سے تعلق ہوسکتا ہے، ملک کی معمولی عدالتوں میں ہوتی، اور سزا دیجاتی ہے یعنی جج اور جوری کے ذریعہ سے[1]

عود شاہی (Restoration) کے زمانہ[2] سے جن جرائم کا ارتکاب اخبارات کے ذریعہ سے ہوتا تھا، یا یوں کہو کہ جو تہتک آمیز بیانات اخبارات میں طبع ہوتے تھے خواہ وہ مزیل حیثیت عرفی ہوں، یا باغیانہ، یا الحادی، انکی تحقیقات کبھی کسی مخصوص عدالت کے ذریعہ سے عمل میں نہیں آئی۔ انگریزوں کے نزدیک یہ ایک معمولی ضابطہ کی بات ہے، گرفی الحقیقت یہی ایک ایسا امر ہے جس سے زیادہ کوئی امر موقتی مطابع کو نگرانی سے آزاد کرنے میں موید نہیں ہوا ہے۔ اگر ایک مزیل حیثیت عرفی بیان کی جانچ کا معیار جوری کی رائے ہے، اور ہر شخص ہر ایسے امر کے شایع 247
کرنے کا مجاز ہے جو اسکے بارہ ہموطنوں کی رائے میں ناقابل الزام ہے، تو بادشاہ یا وزارت کے لئے ناممکن ہے کہ وہ مطابع کی تحریرات پر کوئی سخت نگرانی قائم کرسکے، البتہ اسوقت ایسا ہوسکتا ہے جبکہ معمولی اہالی شہر کا بڑا حصہ حکومت پر حملہ (اعتراضات) کئے جانے کے قطعًا مخالف ہو (جیسا کہ بعض اوقات واقع ہوتا ہے)۔ عہدہ داران مقتدر جسوقت اخبار نویسوں کی زبان درازیوں کو روکنا چاہتے ہیں، وہ وہی وقت ہوتا ہے جبکہ جماعت کثیر کی آرا اور احساسات عہدہ داران انتظامی کے خلاف ہوتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں بلحاظ نوعیت معاملہ اس امر کا

---

[1] صیغہ دریافت جرایم کی اطلاع پر سمن جاری ہونے، اور اس قاعدہ کا کہ محض صداقت (برائت کے لئے) کافی عذر نہیں متصور ہوسکتا، یہ نتیجہ ہوا کہ اٹھارہویں صدی میں باغیانہ، ازالہ حیثیت عرفی تقریبًا ایک جرم مطابع کا قرار پاگیا، اور اسکی تحقیقات اگرچہ جداگانہ عدالتوں سے نہیں مگر کم از کم مخصوص ضابطہ کی پابندی کے ساتھ مخصوص قواعد سے ہونے لگی۔

[2] حکومت جمہوری کے زمانہ میں مطابع کی حالت کے لئے دیکھو میسن کی کتاب 'سوانح عمری ملٹن' ج ۳ صفحات ۲۶۵-۲۹۷۔ مخصوص عدالتوں کے ذریعہ سے جرایم مطابع کی تحقیقات کا امکان فی الحقیقت ۱۶۴۱ء میں اسٹار چیمبر کی شکست کیساتھ ختم ہوگیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

بطور سادی امکان ہے کہ جو جوری باغیانہ مزل حیثیت بیان کے شایع کرنے والے کو مجرم قرار دینے کے لئے طلب کی گئی ہے ان الفاظ کی تائید کرے جنھیں عہدہ داران سرکار قابل سزا تصور کرتے ہیں ؛ اور اس سرزنش کو جسے مزل حیثیت عرفی قرار دیکر مقدمہ چلایا گیا ہے عہدہ داروں کی غلطیوں کی معقول نکتہ چینی اور تقریظ قرار دے ۔ اسکا معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ آیا اظہار رائے پر جو نگرانی، بارہ معمولی انگریزوں کے تصفیہ سے بواسطہ قایم ہے وہ سیاسی معاملات میں بھی بآزادی اظہار رائے کی اس زمانہ میں بھی ویسی ہی محافظ ہے جیسی کہ وہ ایک صدی پیشتر ثابت ہوئی تھی، جبکہ حکمران جماعت کے خیالات اس جماعت کے خیالات سے مختلف تھے جس سے اہالی جوری منتخب ہوتے تھے، مگر اس موقع پر اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ۔ جو امر یقینی ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ 'انگلستان' کے مطابع کی عملی آزادی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہمارے یہاں 'جرائم مطابع' کی تحقیقات دوسرے ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمات کی طرح بذریعہ جوری عمل میں آتی ہے ۔

پس 'انگلستان' میں مطابع کی آزادی محض قانون ملک کی عام برتری کا ایک نتیجہ ہے ۔ 'آزادی مطابع'، 'جرائم مطابع' اور 'نظارت مطابع' کے اصطلاحات سے 'انگلستان' کے مقننن ناواقف ہیں اور اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ جن جرائم کا ارتکاب ذریعہ مطابع ہوسکتا ہے وہ ازالہ حیثیت عرفی کی کسی نہ کسی صورت میں داخل ہوتے ہیں اور ان پر ازالہ حیثیت عرفی کا معمولی قانون نافذ کیا جاتا ہے ۔

248

یہ جملہ امور اس زمانہ میں ہم کو ایسے فطری اور معمولی معلوم ہوتے ہیں کہ ہم انکی طرف توجہ بھی نہیں کرتے، مگر جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ہم کو 'فرانس' کے اس قانون مطابع پر ایک نظر ڈالنی چاہئے جو انقلاب عظیم Revolution سے پہلے نافذ تھا اور جو اسکے بعد سے نافذ ہے، اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

اسکے ساتھ انگلستان کے مطابع کی اس حالت پر غور کرنا چاہیئے جو تقریباً سترہویں صدی کے اخیر تک قائم رہی۔ اس تبصرہ سے ثابت ہو جائیگا کہ جن جرائم کا بذریعہ اخبارات ارتکاب ہوتا ہے اور انکے ساتھ جو برتاؤ زمانہ حال کے 'انگلستان' میں کیا جاتا ہے وہ اس قانونی رنگ کی ایک عجیب اور نمایاں تمثیل ہے جو 'انگلستان' کے ہر ادارہ پر چڑھا ہوا ہے۔

فرانس کے قوانین مطابع سے مقابلہ۔

'انگلستان' کا جو باشندہ 'فرانس' کے مستند مصنفین کی تالیف کو مطالعہ کرتا ہے اسے دو چیزیں حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ اول یہ کہ قدیم زمانہ سے اور ایک حد تک اسوقت بھی، قانون مطابع[1] 'فرانس' کی مجلس وضع قوانین کا ایک مخصوص شعبہ رہا ہے، اور مطابع کے جرائم ہر ایسی حکومت کے عہد میں جو 'فرانس' میں قائم ہوئی کم و بیش مخصوص قسم کے جرائم متصور ہوتے رہے ہیں۔ 'انگلستان' میں جو ایکٹ مطابع کے متعلق ملکہ الزبتھ کے زمانہ سے لے کر اسوقت تک جاری ہوئے وہ تعداد میں دسواں یا بیسواں حصہ بھی ان قوانین کے نہیں ہیں جو اسی مدت میں اس مضمون پر 'فرانس' میں جاری ہوئے ہیں۔ یہ تقابل اور زیادہ ممیز اور نمایاں ہوتا جاتا ہے اگر ہم ان حالات کا باہم مقابلہ کریں جو اٹھارہویں صدی کے آغاز سے ان

249

---

[1] فرانس میں اسوقت مطابع کے متعلق قانون حسب قانون آزادی مطابع مورخہ ۲۹ و ۳۰ جولائی ۱۸۸۱ء نافذ ہے۔ اس قانون سے زمانہ قدیم کے تمام احکام، ذکریاں، قوانین، اور ضوابط وغیرہ منسوخ ہو جاتے ہیں۔ اس قانون کے نفاذ کے قبل مطابع کے انتظام، اور ان لوگوں کی سزادہی کے لئے جو مطابع میں لکھنے کی وجہ سے مرتکب جرم ہوتے تھے تیس ایکٹوں سے زیادہ نافذ تھے۔ 'ڈیلاز' نے تین سو سے زیادہ باریک چھپے ہوئے صفحات پر قوانین مطابع سے بحث کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت جمہوری میں جو ایکٹ سختی کے ساتھ نافذ العمل تھے وہ ان ضوابط، احکام، ذکریوں، اور قوانین کے مقابلہ میں بالکل بے حقیقت تھے جو ایجاد مطابع کے زمانہ سے لیکر ۱۸۸۱ء تک 'فرانس' کے حکمرانوں نے ادبی خیالات اور آرا پر نگرانی قائم رکھنے کے لئے جاری کئے تھے۔ دیکھو 'ڈلاز' کی Repertoire) جلد ۲۶ صفحات مطبع ۳۸۴-۷۷۶، خصوصاً حصہ ۱، باب ۱، حصہ ۲، باب ۴، 'روژے' 'دسوریل' کے ضوابط و قوانین 'مطابع' ۳۷ تا ۶۵۲؛ 'ویگی' کا کتابچہ 'قانون دستوری' صفحہ ۵۷۵-۵۸۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

دونوں ممالک میں پیش آتے رہے، اور (اس خیال سے کہ اس میں مبالغہ نہ ہو جائے) صرف ان ایکٹوں کو جو تاریخ مذکور سے 'فرانس' میں جاری ہوے، اور ۱۸۸۱ء تک نافذ تھے، ان ایکٹوں کے مقابلہ میں لائیں خواہ وہ منسوخ ہو گئے ہوں یا نہ منسوخ ہوے ہوں، جو ۱۷۷۰ء سے انگلستان میں نافذ ہوے، تو ہم کو معلوم ہوگا کہ 'فرانس' کا مجموعہ قوانین مطابع موجودہ جمہوری حکومت کے قیام کے بعد تک بھی تیس ایکٹوں پر مشتمل تھا؛ برخلاف اسکے 'انگلستان' میں جو ایکٹ مطابع کے گزشتہ صدی کے آغاز سے نافذ ہوے وہ ایک درجن سے زیادہ نہیں ہیں اور لطف یہ ہے کہ ان سے لکھنے والوں کی آزادی میں بہت کم مداخلت ہوتی ہے۔

اس فرق کی بنیاد وہ مختلف خیالات ہیں جو ان دونوں ممالک میں اس تعلق کی نسبت شایع ہیں جو حکومت کو علم ادب اور اگر زیادہ تر صحت کے ساتھ کہا جائے، مطابع کے ذریعہ سے اظہار رائے کے ساتھ رکھنا مناسب ہے۔

'انگلستان' میں ۱۷۷۰ء سے یہ مسئلہ تقریباً مسلمہ ہے کہ حکومت کو آرا کی ہدایت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسکا صرف اتنا کام ہے کہ وہ ہر قسم کی ازالہ حیثیت عرفی کی بابتہ سزا دے، خواہ وہ ذریعہ تحریر عمل میں آئے یا ذریعہ طبع؛ اسلئے (عام طور سے) حکومت نے علم ادب پر نگرانی رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے، اور اگر قانون مطابع کا کوئی وجود تسلیم کیا جائے تو وہ بجز قانون ازالہ حیثیت عرفی کی ایک شاخ یا اسکے استعمال کے اور کچھ قرار نہیں پا سکتا۔

250 'فرانس' میں صدیوں سے علم ادب پر نگرانی حکومت کے مخصوص فرائض میں متصور ہوتی رہی ہے۔ 'فرانس' کے موجودہ قوانین سے جو کچھ مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عام اصول یہ تھا، اور ایک حد تک اسوقت بھی ہے کہ حکومت کا فرض نہ صرف یہ ہے کہ وہ فعل حیثیت عرفی، تہتک آمیز،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

یا الحادی بیانات کے بابتہ سزا دے، بلکہ یہ بھی اسکے فرائض میں داخل ہے کہ وہ عام رائے کی رہنمائی کرے، یا کم از کم اسکا انتظام کرے کہ مطابع کے ذریعہ سے غیر صحیح یا خوفناک اصول نہ شایع ہونے پائیں، یہی وجہ ہے کہ 'فرانس' میں اس کثیر مقدار اور مخصوص اور انسدادی قسم کے انسدادی قوانین مطابع نافذ رہے۔

انقلاب عظیم کے زمانہ تک ملک کے تمام علم ادب پر علانیہ طور سے حکومت کی نگرانی قائم تھی۔ کتابوں کے طبع کرنے اور ان کے اور ہر قسم کے مطبوعات کے فروخت کا حق خاص خاص کتب خانوں کو بطور خاص یا بطور احتکار (مانوپلی) کے حاصل تھا۔ ۱۷۲۳ء کے احکام (جسکے بعض اجزا کچھ عرصہ قبل تک نافذ تھے[1]) اور ۱۷۶۷ء کے احکام نے سخت سزاؤں کے ساتھ فروخت اور طبع کا حق باضابطہ اجازت یافتہ منتظمان کتب[2] خانہ کے لئے محفوظ کر دیا تھا۔ اسکے علاوہ حق طبع پر سخت قسم کی نظارت قائم تھی جسکی نگرانی کچھ یونیورسٹی سے (جو محض مذہبی جماعت تھی) اور کچھ پارلیمنٹ اور کچھ بادشاہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ ممنوعہ کتابوں کے طبع یا فروخت کی بابتہ وقتاً فوقتاً موت، بحری مشقت، اور شکنجہ کی سزائیں دیجاتی رہی ہیں۔ ان سزاؤں سے لوگ اکثر بچ جایا کرتے تھے، مگر عملی طور سے وہ انقلاب عظیم کے قریب زمانہ تک نافذ العمل متصور ہوتی رہیں۔ 'فرانس' کی مشہور ادبی کتابیں بیرون ملک طبع ہوئیں۔ 'مانٹسک' کی کتاب 'اسپرٹ ڈی لوی' جنیوا سے شایع ہوئی۔ والٹیر کی 'ہنرئیڈ' 'انگلستان' میں چھپی، اور اسکی اور 'راسو' کی مشہور اور معروف تصنیفات 'لندن جنیوا' اور امسٹرڈم' میں طبع ہوئیں۔ ۱۷۷۵ء میں ایک کتاب موسومہ بہ 'فلسفہ فطرت' پیرس

251

[1] دیکھو 'ڈیلاز' کی 'ریپرٹوری'، جلد ۲۶ متعلقہ مطابع تمہید افصل ا مقابلہ کرو 'روژے و سوریل' کے مجموعہ قوانین 'لوی'، متعلقہ مطابع کے ساتھ صفحات ۶۳۷-۶۵۲۔

[2] حسب حوالہ حاشیہ [1]۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

کی پارلیمنٹ کے حکم سے ضایع کر دی گئی، اور اس کا مصنف خدا اور انسانوں کا باغی قرار دیا گیا، اور اگر وہ گرفتار ہو جاتا تو ضرور جلا دیا جاتا۔ ۱۷۸۱ء میں آٹھ سال اسٹیٹس جنرل کی مجلس کے انعقاد کے قبل رینال، اپنی تاریخ انڈیز، کی بنا پر پارلیمنٹ سے الحاد کا مرتکب قرار پایا[1] یہاں جو امر قابل بیان ہے وہ ان سزاوں کی سختی نہیں ہے جو قدیم حکومت نے بد مذہبی اور باطل اعتقادات کی اشاعت کو روکنے کیلئے قایم رکھی تھی، بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ ۱۷۸۹ء تک حکومت نہایت سختی کے ساتھ ملک کے علم ادب کی رہنمائی اپنے حقوق اور فرائض میں سمجھتی تھی۔ اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ حکومت نے زمانہ متذکرہ بالا تک موقتی اشاعتوں اور دوسری ادبی کتابوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں قائم کیا۔ جب کہ 'لٹرس فیلوسافیک' جلاد کے ذریعہ سے جلائے جا سکتے تھے، اور 'ہیفرئیڈ' اور 'انسکلوپیڈیا' کی اشاعت محض بادشاہ کی خوشی پر منحصر تھی اسوقت اخباروں پر مخصوص قیود کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی۔ علاوہ اسکے 'اسٹیٹس جنرل' کی مجلس کے انعقاد سے پہلے 'فرانس' میں روزانہ اور ہفتہ وار اخباروں کا بہ مشکل کوئی وجود تھا[2]

252 انقلاب عظیم نے (ایسا سمجھا جا سکتا ہے) مطابع کے ان قیود کا خاتمہ کر دیا، انسانی حقوق کے اعلان نے بتا دیا کہ ہر باشندہ شہر کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی رائے شائع اور طبع کرے، وہ الفاظ ہم قبل ازیں[3] لکھ چکے ہیں جنہیں ۱۷۹۱ء کے دستور نے ہر شخص کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ تقریر،

---

[1] دیکھو 'ڈیلاز' کی 'ریپرٹوری' جلد ۳۶ متعلقہ مطابع تمہید انصل ۱۔ مقابلہ کرو 'روتے وسوریل' کے مجموعہ قوانین لوئی متعلقہ مطابع کے ساتھ صفحات ۶۲۷-۶۵۲۔

[2] دیکھو 'روکین' کی کتاب 'انقلاب سے پہلے کی انقلابی تحریک' ان تمام امور قابل الزام کی بابتہ جو ۱۷۱۵ء سے لیکر ۱۷۸۹ء تک واقع ہوے۔ کتاب مذکور ان بے ضابطگیوں سے مملو ہے جو لوئی پانزدہم اور لوئی شانزدہم کے عہود میں واقع ہوئیں۔ [3] دیکھو صفحہ 234 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

طبع و اشاعت، فطری حق دیا تھا بغیر اس کے کہ وہ اپنی تحریر کسی نظارت مطابع کے سامنے پیش کرے یا اس کی اشاعت سے پہلے اسکا معائنہ کرائے، لیکن یہ اعلان حقوق اور یہ ضمانت دونوں عملی طور سے بیکار تھے، کیونکہ وہ ایک ایسا اصول قائم کرتے تھے جو سالہاسال فرانس کی حکومت کے عمل کے خلاف تھا۔ یہ درست ہے کہ اس معاہدہ (Convention) سے کوئی نظارت مطابع قائم نہیں ہوئی، مگر باغیانہ تصنیفات کو روکنے کے حیلہ سے ۲۹ مارچ ۱۷۹۳ء کا قانون جاری کیا گیا جس نے آزادانہ اظہار رائے کا راستہ بند کردیا۔ ڈائرکٹری (ریاست ناظمی) نے بھی اسی معاہدہ کا اتباع کیا؛ اور پہلی شاہی حکومت میں اخباروں کے تمام مطابع سرکار کی ملک ہوگئے، اور کتابوں کی جملہ طباعت، اشاعت اور فروخت شاہی نگرانی اور نظارت میں آگئی[1]

۱۷۸۹ء سے لیکر ۱۸۱۵ء تک کا زمانہ ایک انقلابی زمانہ تھا جو حکومت کی غیر معمولی دست اندازی کی تدبیروں کا محرک ہوا یا ایسی چشم پوشی کی جو لوگ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ 'فرانس' کے قوانین اور 'فرانس' کی عادات و اطوار ہمیشہ کسطرح اس خیال کے موید رہے ہیں کہ حکومت کو کسی نہ کسی طرح ملک کے قومی ادب کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہئے انھیں ضرور ہے کہ وہ احتیاط کے ساتھ وضع قانون کی اس رفتار پر نظر رکھیں جو عود شاہی کے 253
عہد سے اسوقت تک رہی ہے۔ ہمیں کلام نہیں کہ کتابوں کی طباعت پر نگرانی رفتہ رفتہ کرکے اٹھالی گئی ہے، مگر ہر حکومت نے یکے بعد دیگرے عجیب یکسانیت کے ساتھ آزادی کا اعلان کرکے اخباروں کے مطابع پر اپنی نگرانی قائم رکھی ہے۔ ۱۸۱۴ء سے لیکر ۱۸۳۰ء تک کی مدت میں (۲۱ اکتوبر ۱۸۱۴ء) کو نظارت مطابع عملی طور سے قائم ہوی پھر ایک حد تک منسوخ کردی گئی، (۱۸۱۹ء میں) بالکل منسوخ ہوکر پھر قائم ہوئی،

[1] 'ڈیلاز' کی رپیرٹوری ۳۶ متعلقہ مطابع تمہید افصل ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

(سنہ ۱۸۲۰ء) میں اور وسیع کی گئی، اور سنہ ۱۸۲۶ء میں[1] پھر منسوخ ہوگئی۔ جو ہنگامہ جولائی سنہ ۱۸۳۰ء کو ہوا اسکا سبب یہی تھا کہ مطابع کی آزادی ضابع کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ منشور نے نظارت مطابع کی برخاست کو دستور کا جز قرار دیا، اور اس تاریخ سے کوئی انتظام، نظارت مطابع کے نام سے دوبارہ نہیں قائم ہوا ہے، مگر ۱۷ فروری سنہ ۱۸۵۲ء کے مشہور حکم نے اخباروں پر ایسے سخت قیود عاید کر دیئے ہیں جو نپولین اوّل کی شکست کے بعد سے کسی حکومت نے نظارت مطابع کے نام سے بھی قائم نہیں کئے تھے۔ اس قانون کی رو سے حکومت نے منجملہ دوسرے اختیارات تمیزی کے یہ اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا ہے کہ جس اخبار کو چاہے بند کر دے۔ یہ ثابت کرنا ضرور نہیں ہے کہ اخبار کا مالک یا اس کا کوئی نامہ نگار کسی جرم یا خطا کا مرتکب ہوا ہے[2] علاوہ اسکے، اس حکم کے لحاظ سے، کوئی شخص اس کا مجاز نہیں ہے کہ وہ کوئی اخبار بلا سرکاری اجازت کے جاری کرے۔ فرانس میں مطابع کی آزادی پر صرف انھی مختلف قسم کی نظارتوں سے قیود نہیں عاید ہوتے تھے، بلکہ ان ایکٹوں کا مجموعی اثر، جو سنہ ۱۸۴۸ء کی حکومت جمہوری اور حکومت شاہی میں جاری ہوئے (منجملہ دوسرے اثرات کے) یہ تھا کہ اخبارات کے مضامین پر انکے مصنفین کے دستخط لازمی قرار دیئے گئے تھے[3] اور جو شخص اخبار جاری کرنا چاہتا تھا اسے ایک کثیر رقم بطور امانت جمع کرنی پڑتی تھی[4]، اور تمام جرائم متعلقہ مطابع جوری کے حدود اختیارات سے خارج کر لئے گئے تھے، اور جو احکام سنہ ۱۷۲۳ء کے اعلان میں مندرج تھے انکی تجدید کر دی گئی تھی جن کی رو سے کوئی شخص بغیر اجازت کے کتابوں کی طبع یا فروخت

254

[1] دیکھو ڈیوگی، کی کتاب رسالہ قانون دستوری، ج اصفحات ۹۱، ۹۲۔

[2] ڈکری (حکم) ۱۷ فروری سنہ ۱۸۵۲ء دفعہ ۳۲، روزے و سوریل و مجموعہ قوانین لوی، صفحہ ۶۴۸۔

[3] لوی، ۱۶ جولائی سنہ ۱۸۵۰ء و " " صفحہ ۶۴۶۔

[4] " و " " "۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کا مجاز نہ تھا۔ اِس بیان کی صداقت میں مطلق کلام نہیں ہوسکتا کہ ۱۸۵۲ء سے لے کر ۱۸۷۰ء تک 'فرانس' کے اخباروں پر حکومت کی ویسی ہی نگرانی تھی جیسی ۱۷۸۹ء کے قبل ہر قسم کی کتابوں کی نگرانی کیجاتی تھی' اور دوسری شاہی حکومت نے پھر عہد قدیم کے جابرانہ اصول کی طرف عود کیا۔ یہ صحیح ہے کہ جن مطابع نے شاہی حکومت کے قبل اور اسکے دوران میں نشو و نما پایا تھا انکے قیود کو جمہوری حکومت[1] نے رفع کر دیا؛ اگرچہ گزشتہ ستائیس سال سے 'فرانس' کے حکمران مطابع کی آزادی کے طرفدار ہیں مگر زمانہ حال تک 'فرانس' کی ہر جماعت کا بھی مُسلمہ خیال یہی ہے کہ جرایم متعلق مطابع خاص قسم کے جرایم ہیں جن کی تحقیقات اور سزادہی کے لئے مخصوص ضابطہ اور مخصوص عدالتیں ہونی چاہئیں۔ اصولی طور سے یہ معاملہ نہایت اہم ہے' 255

[1] ایک امر جو بالکل صاف اور قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ موجودہ جمہوری حکومت کا قانون ۱۸۸۱ء تک عود یا بادشاہی عہد کے اس قانون سے زیادہ نہ تھا جو مطابع کے بارہ میں 'انگلستان' کے موجودہ قانون کی رائے کی مطابقت پر مبنی تھا' مگر قانون مطابع' اسوقت بھی 'فرانس' کے قانون کا ایک مخصوص شعبہ تھا' اور جرائم متعلقہ مطابع' خاص قسم کے جرائم متصور ہوتے تھے اور 'فرانس' کے قانون میں وہ امور بلکہ غالباً اس سے بھی زیادہ ایسے پائے جاتے تھے جو اس اصول سے مختلف تھے جو 'انگلستان' میں آزادی مطابع کے متعلق قائم کئے گئے تھے۔ ایک قانون نے' جو حکومت جمہوری میں (۶ جولائی ۱۸۷۱ء) راجرایٹ سورل' مجموعہ قوانین لوی' صفحہ ۶۵۲) جاری ہوا' مالکان اخبار پر دوبارہ ایک کثیر رقم کا عہدہ داران متعلقہ کے پاس بطور ضمانت کے جمع کر دینا لازم کر دیا' تاکہ اجرائی اخبار کے زمانہ میں جو جرمانے یا ہرجے مالکان اخبار پر عاید ہوں ان کی پابجائی ہوسکے۔ اسکے بعد ایک دوسرا قانون نافذ ہوا (۱۹ ڈسمبر ۱۸۷۵ء دفعہ ۵' راجرایٹ سورل' مجموعہ قوانین لوی' صفحہ ۶۵۲) جسکی رو سے بعض جرائم کا تصفیہ جوری کے ذریعہ سے قرار دیا گیا تھا' اور بعض کا بذریعہ عدالت جس میں جوری کو کوئی دخل نہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ فرانسیسی قوانین سازی کا کامل رجحان اسطرف ہے کہ مطابع کی آزادی پر جو قیود عاید کرنے کی کوشش ہیں وہ سب رفع کر دی جائیں' مگر خود اسکا اہتمام اس خیال کے وجود کا پتا دے رہا ہے کہ جن جرایم کا ارتکاب بذریعہ مطابع کیا جاتا ہے انکے ساتھ خاص قسم کے برتاؤ کی ضرورت ہوتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خیال کہ ہر قانونی خلاف ورزی کا تصفیہ ملک کے معمولی قانون سے ہونا چاہئے فرانسیسیوں کے دماغوں سے کسقدر بعید ہے۔ 'فرانس' کے قوانین متعلقہ ادب پر ایک سرسری نظر بھی (جسکے سوائے ان خطبات میں اور کچھ نہیں ہوسکتا) اس ثبوت کے لئے کافی ہے کہ مطابع کی پیدائش سے لیکر تقریباً زمانہ حال تک یہ خیال برابر قائم رہا ہے کہ حکومت کو اپنے انتظامی عہدہ داروں کے ذریعہ سے اظہار رائے پر نگرانی اور اسکا انتظام رکھنا لازم ہے؛ اور یہ نگرانی، سرکاری نظارت، طبع اور فروخت کے حقوق پر قیود، اور مطابع کے جرایم کو مخصوص قوانین اور مخصوص عدالتوں کے تابع کرنے سے، عمل میں لائی جاتی رہی ہے۔ ان قیود کا وقتاً فوقتاً اٹھالیا جانا قابل لحاظ ہے مگر انکا بار بار عائد کیا جانا انکی عارضی موقوفی سے بھی زیادہ قابل لحاظ ہوسکتا ہے[1]

'انگلستان' میں مطابع کی حوالت سترہویں صدی میں تھی اس کے ساتھ مقابلہ۔

'انگلستان' کے مطابع کی جو حالت سولھویں اور سترہویں صدی میں تھی اب ہمیں اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

256 ابتدا میں تمام مطابع بادشاہ کے ہاتھ میں تھے اور کسی کو بغیر خاص اجازت کے طبع کا اختیار نہ تھا، اور تمام مطابع ان قواعد کے پابند تھے جو اسٹار چیمبر نے شاہی حقوق کی بنا پر نافذ کئے تھے، اور اسطور پر طبع کا محفوظ حق 'لندن' کے صرف ستانوے کتب فروشوں اور انکے جانشینوں کو دیا گیا تھا، جنھوں نے کتب فروشوں کی کمپنی کی حیثیت سے ایک انجمن قائم کی تھی، اس کو یہ اختیار تھا کہ وہ تمام

[1] ان مختلف قوانین پر نظر ڈالنی چاہیے جو مطابع کی آزادی کا بیجا استعمال روکنے کیلئے ۱۸۸۱ء سے مختلف صورتوں میں نافذ ہونے شروع ہوے مثلاً قانون ۲ اگست ۱۸۸۲ء جسکی ترمیم اور تکمیل ۱۶ مارچ ۱۸۹۵ء کے قانون سے کیگئی جس کا مقصد یہ تھا کہ مطابع کو اخلاقی اصول کی خلاف ورزی سے روکا جائے؛ اور قانون ۲۸ جولائی ۱۸۹۴ء جسکا مقصد یہ تھا کہ مطابع کو ایسے اصول کی تائید سے روکا جائے جو ملک میں بربادی حکومت کے باعث ہوں، اور قانون ۱۶ مارچ ۱۸۹۳ء جسکے ذریعہ سے 'فرانس' کی حکومت کو بیرونی اخبارات یا ایسے اخبارات کے متعلق جو زبان غیر میں چھاپے گئے ہوں خاص خاص اختیارات دیے گئے تھے۔ مقابلہ کرو 'ویگی' کے مجموعہ دستور کے ساتھ صفحہ ۵۸۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ایسی کتابوں کو جو انکے سوائے اور لوگ طبع کریں ضبط کرلیں۔ جو مطابع بالآخر یونیورسٹیوں کو دیئے گئے انکا انحصار بھی اسٹار چیمبر کے احکام پر تھا۔

مطابع پر جو قیود عاید کئے گئے تھے اور جو ایک حد تک بیکار ثابت ہوے تھے، انکے پہلو بہ پہلو اجازت دینے کا قاعدہ پیدا ہوگیا جس سے حقیقی نظارت مطابع قائم ہوگئی[1]

تمام جرایم متعلقہ مطابع ایک خاص قسم کے جرائم قرار پائے اور ان کا تصفیہ ایک مخصوص عدالت یعنی 'اسٹار چیمبر' کے سپرد ہوا، اس عدالت کا اجلاس بغیر جوری کے ہوتا تھا، اور وہ بہت سخت سزائیں صادر کرتی تھی[2]۔ 'اسٹار چیمبر' کا خاتمہ تو ۱۶۴۱ء میں ہمیشہ کے لئے ہوگیا، لیکن نظارت مطابع حکومت جمہوری کے زمانہ تک چلتی رہی، اور عود شاہی کے زمانہ (۱۶۶۲) میں قانون ۱۳ و ۱۴ 'چارلس دوم' کی فصل ۳۳ کی رو سے باضابطہ قانونی شکل میں آگئی، اور قانونہائے مابعد کی تائید سے ۱۶۹۶ء تک کام کرتی رہی۔

انگلستان اور فرانس کے قوانین مطابع میں ابتداءً مشابہت اور بعدہٗ اختلاف۔

خلاصہ یہ ہے کہ سولھویں اور سترہویں صدی میں 'انگلستان' میں اخباروں کی زبان بندی کے لئے وہی تمام ترکیبیں کام میں لائی جاتی رہیں جو 'فرانس' میں رائج تھیں اور جو تقریباً اسوقت تک رائج ہیں۔ یورپ کے دوسرے ممالک کی طرح کتابوں کی تجارت ایک قسم کا احتکار (مختص حق یا مانوپلی) سمجھا جاتا تھا، نظارت مطابع زوروں پر تھی، مصنفین اور اہل مطابع کے جرائم خاص قسم کے جرایم متصور ہوتے تھے، اور انکی پاداش میں مخصوص عدالتیں سخت سزائیں صادر کرتی تھیں۔ علم ادب کے ساتھ سلوک کے جو اصول ابتداءً 'انگلستان' اور 'فرانس' کی حکومتوں نے اختیار کئے تھے انکی مشابہت اور یکسانیت دیکھ کر تعجب ہوتا ہے، اور یہ تعجب اسوقت اور زیادہ

257

[1] دیکھو مطابع کی اس نگرانی کے لئے جو ۱۶۹۵ء تک جاری رہی 'اوڈگر' کی کتاب 'ازالہ حیثیت عرفی و ہتک' (طبع ۳) صفحات ۱-۱۳۔

[2] 'گارڈنر' کی تاریخ انگلستان' ج ۱ صفحات ۱۳۰ و ۸ صفحات ۲۲۵-۲۳۴۔

[3] 'میکالے' کی تاریخ انگلستان' ج ۴ فصل ۱۹، ۲۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

ہو جاتا ہے جب کہ ان دونوں ممالک کے وضع قانون کی تاریخ مابعد پر لحاظ کیا جاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ 'فرانس' میں نظارت مطابع کا انتظام جتنی مرتبہ مسدود کیا گیا اتنی ہی مرتبہ پھر جاری کرنا پڑا۔ 'انگلستان' میں اجازت کا طریقہ جو نظارت کی ایک دوسری شکل تھی، ۱۶۹۵ء میں بجائے منسوخ کئے جانے کے خود بخود ایک طرح سے موقوف ہو گیا۔ یہ مسلم ہے کہ دارالعوام جس نے حصول اجازت نامہ کے ایکٹ کو نافذ رکھنے سے انکار کر دیا تھا، وہ خود آزادی خیال کا کوئی پرجوش موید نہ تھا۔ ۱۶۹۵ء میں 'انگلستان' کے مدبرین کا نہ یہ عقیدہ تھا اور نہ وہ اسکا اقرار کرتے تھے کہ 'خیالات اور آراء کا آزادی کے ساتھ اظہار کرنا منجملہ انسانی حقوق کے ایک اہم اور قابل قدر حق[1] ہے'۔ انھوں نے اجازت نامہ کے ایکٹ کی تجدید سے انکار کر کے بغیر اپنے فعل کی عظمت سے واقف ہونے کے مطابع کی آزادی کی بنیاد قائم کر دی۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ یقینی ہے، کیونکہ اراکین دارالعوام نے ایک تحریر دارالامرا کے سامنے پیش کی تھی جس میں انھوں نے اس ایکٹ کی تجدید سے انکار کرنے کے وجوہ بیان کئے تھے۔

اس تحریر میں اراکین دارالعوام اس رزولیوشن کی تائید کرتے ہیں جو انھوں نے منظور کیا تھا، لیکن اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا اور کس قسم کی عظیم الشان تبدیلی کر رہے ہیں، اور کس قسم کی قوت کی پیدائش کا باعث ہو رہے ہیں۔ انھوں نے نہایت صحت، صفائی اور زور، اور بعض اوقات متین، ناقابل گرفت طنز آمیز طریقہ سے اس قانون کی بیہودگیوں اور بے انصافیوں کو ظاہر کیا ہے جسکی مدت ختم ہو رہی تھی، لیکن انکے تمام اعتراضات ذیلی امور کے متعلق تھے، اس اہم اصولی مسئلہ پر کہ آیا بغیر حصول اجازت طبع کی آزادی قوم کیلئے بہمہ وجوہ موجب رحمت یا باعث زحمت ثابت ہوگی ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا تھا۔ ایکٹ اجازت اس بنا پر ناپسند نہیں کیا گیا تھا کہ وہ بجائے خود ایک ناپسندیدہ امر تھا، بلکہ وہ ان خفیف شکایتوں مثلاً

258

[1] دیکھو اعلان حقوق انسانی فقرہ ۱۱ صفحہ 234 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

استحصال ناجائز، بددیانتی، تجارتی قیود، اور مسلسل معائنوں کی وجہ سے جو اس کے لوازم میں داخل تھے ناپسند کیا گیا تھا۔ وہ مضرت رساں اس بنا پر قرار دیا گیا تھا کہ اس سے کتب فروشوں کی کمپنی کو کتابوں کے طبع کرنے والوں سے ناجائز رقوم حاصل کرنے کا موقعہ ملتا تھا، اور حکومت کے اہلکاروں کو عام وارنٹ کی رو سے لوگوں کی خانہ تلاشی کا موقعہ ملجاتا تھا، اور بیرون ملک کی کتابی تجارت 'بندر لندن' تک محدود رہ جاتی تھی، اور اسکی وجہ سے تمتعی کتابوں کے بستے محصول خانہ میں پڑے رہتے تھے، یہانتک کہ انکے صفحات پر پھپوندی آجاتی تھی۔ ارکین دارالعوام کو یہ بھی شکایت تھی کہ اجازت یافتہ جو فیس طلب کرسکتے ہیں اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، اور عہدہ دار کو درگیری کا کسی بیرون ملک کی کتابوں کے بکس کو بغیر موجودگی کسی ناظر مطابع کے کھولنا جرم ہے۔ ان کا کہنا بطریق معقول یہ تھا کہ جب تک عہدہ دار بکس کھولکر نہ دیکھے اسے کسطرح معلوم ہوسکتا تھا کہ اس میں کتابیں ہیں۔ ان دلائل نے وہ کچھ کیا جو ملٹن کی کتاب 'ایریوپے جیٹی کا' نہ کرسکی تھی[1]۔

ان مدبرین پر، جنھوں نے نظارت مطابع کو موقوف کر دیا تھا، مطابع کی آزادی کے اصول کا جسقدر کم اثر تھا، وہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے دوسال بعد ایک ایسے مسودہ کا پیش کیا جانا منظور کرلیا جسمیں بغیر اجازت کے خبروں کا شایع کیا جانا ممنوع قرار دیا گیا تھا، اگرچہ یہ مسودہ منظور نہیں ہوا۔ فرانس کی ۱۸۷۹ء کی قومی مجلس کا یہ موثق اعلان 259
کہ ہر شخص کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے خیالات آزادی کے ساتھ ظاہر کرے، ایک غیر نافذ حکم، یا زیادہ سے زیادہ فرانس کے اصول قانون کا ایک حد تک با اثر، خیالی اصول رہا، مگر خود فرانس کے حقیقی قوانین سے اس کی مسلسل خلاف ورزی ہوتی رہی۔ برخلاف اسکے 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کے ۱۶۹۵ء میں، اجازت کے ایکٹ کی تجدید سے انکار کردینے سے مستقل طور سے 'انگلستان' میں مطابع کی آزادی کی بنیاد قائم ہوگئی۔ اسکے بعد کا پچاس سال کا زمانہ انقلابی بے اطمینانی کا زمانہ تھا جسکا مقابلہ صحیح طور سے 'فرانس' کے عود شاہی

[1] میکالے کی تاریخ انگلستان، ج ۴ صفحات ۵۴۱ - ۵۴۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

کے زمانہ سے کیا جا سکتا ہے؛ مگر جو نظارت مطابع 'انگلستان' میں ایکمرتبہ موقوف کر دیگئی تھی اسکی پھر تجدید نہ ہوئی' اور مطابع کی آزادی پر' بجز ان قیود کے جو قانون ازالہ حیثیت عرفی سے عائد ہوتے ہیں' کسی قسم کے قیود کے قائم کرنے کے خیال سے اہالی 'انگلستان' اتنے عرصہ تک نا آشنا رہے ہیں کہ ہمارے قوانین میں جو اس خیال کی یادگاریں باقی ہیں کہ 'علم ادب' پر حکومت کی نگرانی رہنی چاہئیے' وہ اکثر لوگوں کو ناقابل توضیح اور حیرت انگیز معلوم ہوتی ہیں' اور اسوقت تک صرف اسوجہ سے باقی ہیں کہ انسے اسقدر کم زحمت ہوتی ہے کہ لوگوں کو انکے وجود کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

'فرانس' اور انگلستان کے قوانین مطابع میں ابتدائی مشابہت اور بالآخر اختلاف کی بنا پر جو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

جو طالب علم 'فرانس' اور 'انگلستان' کے مطابع کی آزادی کی تاریخ پر غور کرتا ہے اسکے سامنے دو سوال پیش ہو جاتے ہیں۔ اول یہ کہ اس کا کیا سبب ہوا کہ سترہویں صدی کے آخر تک دونوں ممالک کی بادشاہتوں کے اصول بالکل یکساں رہے۔ دوسرے یہ کہ اٹھارہویں صدی کے آغاز سے ان اصول میں جو قانون مطابع کے متعلق ہیں ایسے اہم اختلاف کی جو اسوقت تک قائم ہے' کیا وجہ ہے؟ یہ اتفاق اور اختلاف دونوں بظاہر خلجان میں ڈالنے والے ہیں۔ مگر دونوں کی توضیح ممکن ہے' اور یہ ظاہری معما یقیناً قابل توضیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکو اس خطابہ کے مضمون یعنی اس قانونی روح کی فوقیت سے جو دستوری قانون کا نشان امتیاز ہے بہت قریب کا تعلق ہے۔

260

ابتدائی مشابہت کے اسباب

'انگلستان' اور 'فرانس' کے قوانین مطابع میں جو مشابہت سولھویں صدی سے لیکر اٹھارھویں صدی کے آخیر تک قایم رہی اسکی بنیاد یہ ہے کہ اس عرصہ مدت میں دونوں ممالک کی حکومتوں کے (گو رعایا کے نہ ہوں) خیالات' انتظام مملکت اور رعایا کے ساتھ تعلقات کی نسبت' بالکل یکساں تھے۔ 'انگلستان' میں بھی 'یورپ' کے دوسرے ممالک کی طرح یہ خیال عام طور سے شایع تھا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے مذہبی اعتقادات کا ذمہ دار ہے؛ اور اس ذمہ داری کی بنا پر اظہار و قیام رائے کے معاملہ میں اسے نگرانی کی ضرورت کا لاحق ہونا لازم تھا؛ لیکن یہ نگرانی یا رہنمائی اسوقت تک عمل میں نہ آسکتی تھی جب تک کہ اس آزادی مطابع میں'

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

حکومت کی دست اندازی نہ ہو جسکی رو سے ہر شخص کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ جس رائے کی اشاعت چاہتا ہو اس کو طبع کرے، بشرطیکہ وہ اپنے الفاظ کی بابت سزا کے خطرات برداشت کرنے کے لئے آمادہ رہے جو کسی مخصوص قانونی اصول کی خلاف ورزی سے اسپر عائد ہوتے ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ سولھویں اور سترہویں صدی میں انگلستان، اور فرانس، دونوں ملکوں کے بادشاہ اپنے انتظامی اختیارات کی توسیع کے درپے تھے، اور دونوں کو یہ حق حاصل تھا، یا یوں کہو کہ دونوں ملکوں کی عام رعایا کی رائے اسکی موید تھی کہ علم ادب پر نگرانی رکھنا حکومت کا کام ہے یکساں حالات سے یکساں نتائج پیدا ہوئے، دونوں ممالک میں ایک ہی طرح کے اصول شایع تھے اسلئے دونوں ممالک میں مطابع کے ساتھ ایک ہی طرح کا برتاؤ ہونے لگا۔ 261

تقریباً دو صدی سے جن اصول پر فرانس میں مطابع کے ساتھ برتاؤ کیا جارہا ہے وہ انگلستان کے مسلمہ اصول سے بالکل مخالف ہے، اسکی وجہ وہ طبعی مذاق ہے جو ان دونوں ممالک کے رسم ورواج اور قوانین پر حکمران رہا ہے۔ بعد جو اختلاف ہوگیا اسکے وجوہ

'فرانس' میں ہمیشہ سے یہ خیال قوی رہا ہے کہ حکومت کو، خواہ وہ شاہی ہو یا شہنشاہی، یا جمہوری، بحیثیت نمایندہ ریاست، لوگوں پر ایسے اختیارات اور حقوق حاصل ہیں جو ملک کے عام قانون کے اختیارات اور حقوق سے علیحدہ اور بالاتر ہیں، یہی انتظامی قانون[1] کے اصول کی حقیقی بنیاد ہے، جسے پورے طور سے سمجھنے میں 'انگلستان' کے باشندوں کو اسقدر دشواری پیش آتی ہے۔ مرکزی حکومت کے اختیارات کی توسیع سے اکثر زمانوں میں انقلاب عظیم کے قبل اور بعد، وہ نقائص رفع ہوگئے، یا اکثر اہل فرانس کی نظر میں انکا رفع ہوجانا سمجھ لیا گیا، جو عام رعایا پر مظالم کا باعث ہوتے تھے، مگر قوم عام طور سے سلطنت کے اختیارات کو اسی پسندیدہ نظر سے دیکھتی رہی جس نظر سے سولھویں صدی میں 'انگلستان' کے باشندے شاہی مرافق کو دیکھتے تھے، اسلئے عہدہ داران انتظامی کا علم ادب پر مختلف طریقوں سے نگرانی

[1] دیکھو فصل ۱۲ آئندہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

قایم رکھنا پورے طور سے 'فرانس' کے دوسرے ادارات کے اصول کے مطابق تھا۔ علاوہ اسکے سررشتہ انتظامی کے مکمل نظام نے جس کی کارروائیوں پر معمولی عدالتوں کی کبھی کوئی نگرانی نہ تھی 'فرانس' کی غالب جماعت کے ہاتھ میں ایسے ذرائع دیدیئے جن سے وہ اشاعت ادب پر ہمیشہ سرکاری نگرانی قائم رکھ سکا؛ اسطور سے نظارت مطابع کا قائم رکھنا (مطابع کی آزادی کی روک تھام کے دوسرے ذرائع سے قطع نظر کرکے) بہمہ وجوہ
262 حکومت ہائے فرانس کی 'عام کارروائیوں' اور قوم کے اوسط احساسات کے مطابق تھا' اور اس کے لئے ایسے ذرائع اور اسباب مہیا ہوتے رہے کہ وہ پورے طور سے اپنا کام کرتا رہا۔

اسمیں شک نہیں کہ پوری اٹھارہویں صدی میں اور اسکے بعد سے اسوقت تک دوسری انتظامی بے ضابطگیوں کی طرح' نظارت مطابع کے خلاف بھی سختی کے ساتھ صدائیں بلند ہوتی رہی ہیں' اور انقلاب عظیم کے آغاز' اور اسکے بعد بھی مختلف اوقات میں آزادی مباحث کی تائید میں کوششیں ہوئیں' جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظارت مطابع کا نظام موقوف ہوگیا' لیکن حکومت کے اختیارات کو ایک شبہہ میں محدود کردینے کی کوشش اس عام توقیر کے خلاف تھی جو ریاست کے اقتدار کی کیجاتی تھی۔ علاوہ اسکے جب تک کہ ملک 'فرانس' کا تمام انتظامی نظام بحالت خود قائم تھا حکومت کے پاس خواہ وہ کسی فریق کے ہاتھ میں ہو' ایسے ذرایع موجود رہتے تھے کہ جب عام رائے ذرا بھی آزادی مباحث کے روکدینے کی طرفدار ہو' تو وہ مطابع پر دوبارہ اپنی نگرانی قائم کرلے؛ اسی وجہ سے موقوف شدہ نظارت مطابع کو بار بار زندہ کرنا' یا ایسی قیدیں قائم کرنی پڑتی تھیں جو اگرچہ نظارت کے غیر مطبوع نام سے موسوم نہ تھیں' مگر ہر اجازتی ایکٹ سے زیادہ تر سخت ہوتی تھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آزادی مطابع سے جو کچھ 'انگلستان' میں سمجھا جاتا ہے اسپر 'فرانس' میں برابر قیدیں عائد کی جاتی رہی ہیں' جو اسوقت تک موقوف نہیں ہوئی ہیں؛ اسکی وجہ یہ ہے کہ انتظامی عہدہ داروں کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

انسدادی اور تمیزی اختیارات عمل میں لانا' فرانس' کے عام قانون کی طبیعت اور مذاق کے مطابق ہے' اور وہ انتظامی نظام جو اسی طبیعت اور مذاق کا پیدا کیا ہوا ہے اختیارات تمیزی کے استعمال کے لئے ہمیشہ مناسب ذرائع عہدہ داران انتظامی کے لئے مہیا کرتا رہا اور رہتا ہے۔ 263

برخلاف اسکے' انگلستان' میں بادشاہ کی طرف سے جو کوششیں سولہویں اور سترہویں صدی میں ایک قومی مرکزی حکومت قائم کرنے کی کی گئیں' ان میں اگرچہ وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے فی الوقت کامیابی ہوی' مگر دراصل وہ ملک کے رسم ورواج اور روایات کے بالکل خلاف تھیں؛ اور ایسے اوقات میں بھی جبکہ لوگ بادشاہت کو قومی دیکھنا پسند کرتے تھے وہ بمشکل ان وسائل کو پسند کرتے تھے جن کے ذریعہ سے بادشاہ اپنی اس قوت کا اظہار کرتا تھا۔

'انگلستان' کے سیکڑوں باشندے جو رواداری کے مخالف' اور آزادی مباحث کی طرف سے بے پروا تھے' بے ضابطہ اختیارات سے سخت نافر' اور قانون ملک کے مطابق حکومت کئے جانے پر اڑے ہوئے تھے[1]۔ یہی خیالات ۱۶۴۱ء میں' اسٹار چیمبر' کی شکست کے باعث ہوے' اور انھی احساسات نے باوجود ۱۶۶۰ء کے جوش وفاداری کے اس ناپسندیدہ مجلس کا دوبارہ قائم ہونا ناممکن کردیا؛ لیکن اسٹار چیمبر کی شکست کے معنی ایک ناپسندیدہ عدالت کی برخاست سے زیادہ تھے' اسکے معنی یہ تھے کہ وہ انتظامی نظام جو خاندان 'ٹوڈر' نے قائم کیا تھا اور جسے خاندان 'اسٹورٹ' نے وسعت دی تھی' جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے' حکومت کی اس شکل کی موقوفی کو' جو انگریزوں کی قانونی عادات کے خلاف تھی آزادی مباحث کی خواہش سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس پارلیمنٹ

[1] دیکھو 'سلڈن' کا بیان 'اسٹار چیمبر' کے بے ضابطہ احکام کے متعلق جس کا 'گارڈنر' نے اپنی 'تاریخ انگلستان' میں اعادہ کیا ہے جلد (۷) صفحہ ۵۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

نے جس نے 'اسٹار چیمبر' یا 'ہائی کمیشن کی عدالت' کو دوبارہ زندہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، اجازتی ایکٹ نافذ کیا، اور یہی ایکٹ جو فی الحقیقت نظارت مطابع کے قیام کا باعث ہوا تھا انقلاب کے بعد بھی چند سال تک جاری رہا، جیسا کہ ہم کو پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اس قانون کا اجرا، اگرچہ رواداری کی کامیابی کا بڑا کارنامہ نہ ہو مگر قانونی کامیابی کا بڑا کارنامہ تھا۔ اسکے بعد سے اجازت ناموں کے اجرا کا اختیار بجائے انتظامی عہدہ داروں کے محض خیالات پر منحصر رہنے کے موضوعہ قانون پر منحصر ہو گیا؛ اسمیں شک نہیں کہ اجازت ناموں کے اجرا کا حق حکومت ہی کے ہاتھ میں رہا، مگر اسکی حد بندی قانون کے الفاظ سے ہو گئی، اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ایکٹ مذکور کی خلاف ورزی کی سزا صرف معمولی عدالتوں میں کارروائی کے بعد ہو سکتی تھی۔ 'اسٹار چیمبر' کے برخاست ہو جانے سے عہدہ داران انتظامی کے ہاتھ میں بے ضابطہ اختیارات کے استعمال کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا؛ اسلئے دارالعوام کا ۱۶۹۵ء میں اجازت نامہ کے ایکٹ کو جاری رکھنے سے انکار کر دینا، اس آزادی خیال کے اظہار سے جو فرانس کے اعلان حقوق یا کسی اور قانون سے جو فرانس میں نظارت مطابع کی برخاست کا باعث ہوا، بالکل مختلف تھا۔ 'انگلستان' میں حکومت سے نگرانی مطابع کا اختیار سلب کر لینا محض اس غرض سے تھا کہ اس غیر معمولی اختیار کا کوئی وجود نہ باقی رہے جو قانون کے عام رجحان کے خلاف تھا، اور یہ سلب قطعی اور دوامی تھا کیونکہ عہدہ داران انتظامی کے ہاتھ میں اب کوئی ایسا ذریعہ باقی نہ رہا تھا جس سے وہ آرا پر پوری طرح نگرانی قائم رکھ سکیں۔

264

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ فرانس میں نظارت مطابع متواتر موقوف اور متواتر زندہ ہوتی رہی ہے، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حکومت کے اختیار تمیزی کا استعمال فرانسیسی قوانین اور ادارات کے رجحان کے مطابق تھا اور ہے۔ برخلاف اسکے انگلستان میں نظارت مطابع کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

برخاست قطعی اور دوامی تھی کیونکہ بادشاہ کا اختیار تمیزی کام میں لانا ہمارے نظام انتظام اور انگلستان کے قانونی خیالات کے مخالف تھا۔ یہ تقابل اس خلاف قیاس واقعہ سے اور زیادہ تعجب انگیز ہو جاتا ہے کہ جن مدبرین کو 'فرانس' میں مطابع کی آزادی کے قایم کرنے میں اس قدر کم کامیابی ہوئی وہ فی الحقیقت آزادی رائے کو شائع کرنا چاہتے تھے؛ برخلاف اس کے جن مدبرین نے اجازتی ایکٹ کی نامنظوری سے 'انگلستان' میں مطابع کی آزادی قایم کردی اور وہ رواداری کے متعلق ایسی رائے رکھتے تھے جو بے روک ٹوک آزادی مباحث سے بہت دور تھی۔ یہ تقابل صرف تعجب انگیز ہی نہیں ہے بلکہ اس سے ایک قوی تمثیل ان احساسات کی ملتی ہے جو 'انگلستان' کے باشندے قانونی حکومت کے متعلق رکھتے ہیں۔ 265

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

266

فصل ہفتم

عام جلسوں کے انعقاد کا حق[1]

عام جلسوں کا حق

عام جلسوں کے متعلق 'بلجیم' کا قانون[2] دستور کی (۱۹) دفعہ میں بیان ہوا ہے، بظاہر مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسبارہ میں 'انگلستان' کا جو قانون ہے وہ بجنسہٖ لے لیا جائے، اسکے الفاظ یہ ہیں۔

بلجیم کے دستور کے قواعد۔

دفعہ ۱۹۔ بلجیم والوں کو یہ حق حاصل ہے کہ امن و امان کے ساتھ غیر مسلح جمع ہوں بشرطیکہ وہ ان قوانین کی پابندی کریں جن کے ذریعہ سے یہ حق تسلیم کیا گیا ہے، مگر باوجود اسکے انھیں پہلے سے اسکی اجازت لینی ضرور ہے۔ لیکن اگر کوئی جلسہ زیر سما کیا جاتا ہے تو ایسی حالت میں یہ کلیتہً قوانین کوتوالی کے ماتحت ہوگا[3]

عام جلسوں کے حق کے متعلق انگلستان کے قانون کے اصول۔

'بلجیم' میں عام جلسوں کے انعقاد پر جسقدر سخت قیود قائم کئے گئے ہیں اسقدر 'انگلستان' میں نہیں ہیں، کیونکہ ہمارے یہاں کوتوالی کو ایسے جلسوں

---

[1] دیکھو عام جلسوں کے انعقاد کے حق کے متعلق 'اسٹیفن' کی شرح جلد ۲ (۱۴ طبع) صفحات ۱۷۴-۱۷۸؛ اور 'کینی' کا خلاصہ قانون فوجداری (۳ طبع) صفحات ۲۸۰-۲۸۶؛ وضمیمہ نوٹ ۵ متعلقہ مباحث حق انعقاد جلسہ ہائے عام۔

[2] دیکھو 'لاکوارٹرلی ریویو' ج ۴ صفحہ ۱۵۹، اور 'اٹلی' میں اس حق کے متعلق ریویو مذکور کا صفحہ ۸، اور 'فرانس' کے متعلق صفحہ ۱۶۵، اور 'سوئٹزرلینڈ' کے متعلق صفحہ ۱۶۹ اور امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کے متعلق صفحہ ۲۵۰، اور 'فرانس' میں عام جلسوں کی تاریخ کے لئے دیکھو 'ڈیوگی' کا مجموعہ دستور صفحات ۵۵۹-۵۵۴

[3] دستور بلجیم دفعہ ۱۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم
267

کے متعلق جو کھلے میدان میں منعقد ہوں کوئی خاص اختیار حاصل نہیں ہے۔ جسطرح پوری احتیاط کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انگلستان کا قانون آزادی مطابع کو تسلیم کرتا ہے، اسیطرح یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ ہمارے دستور میں کوئی مخصوص حق انعقاد جلسہ عام کا مانا جاتا ہے۔ اس امر کے متعلق کہ انگلستان میں دستور کی بنیاد کسطرح شخصی حقوق پر قائم ہوئی ہے کوئی مثال ان قواعد سے بہتر نہیں مل سکتی جو عام جلسوں کے انعقاد کی نسبت ہمارے یہاں جاری ہیں۔ شخصی آزادی جسم اور شخصی آزادی بحث کے متعلق عدالتوں نے جو رائے قائم کی ہے اسیکا نتیجہ حق اجتماع ہے، اس سے زیادہ وہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔ کوئی مخصوص قانون ایسا نہیں ہے جس کی رو سے الف، ب، ج، کو کھلے میدان یا کہیں اور، جائز مقصد کے لئے جمع ہونے کی اجازت دینے کی ضرورت ہو؛ الف کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جہاں چاہے جائے، بشرطیکہ وہ مداخلت بیجا کا مرتکب نہ ہو؛ اور جو چاہے کہے، بشرطیکہ جو کچھ وہ کہے وہ مزیل حیثیت عرفی یا باعث ہتک نہ ہو؛ اسیطرح کا حق ب کو حاصل ہے؛ اور جب ج، د، ہ، و، ز، وغیرہ کا بھی یہ حق مسلم ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ الف، ب، ج، د اور دوسرے اشخاص خواہ وہ ہزار ہوں یا دس ہزار (بطور عام قاعدہ کے[1]) ہر ایسی جگہہ پر جہاں ان کو دوسرے لحاظات سے موجود ہونے کا حق ہے، جائز مقصد اور جایز طریقہ سے جمع ہونے کے مجاز ہیں۔ الف کو کسی عام شاہراہ یا کھلے میدان میں جانے کا حق ہے، ب کو بھی ایسا ہی حق حاصل ہے، ج، اور د، اور انکے تمام دوست بھی وہاں جانے کا اسی طرح حق رکھتے ہیں؛ یا یوں کہو الف، ب، ج، د، اور اسیطرح کے دس ہزار آدمیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایک عام جلسہ منعقد کریں، اور چونکہ الف، ب،

[1] یہاں اس امر کے متعلق کسی رائے کے اظہار کا مقصد نہیں ہے کہ آیا الف، ب، ج، کا متفق ہوکر ایک جگہ جمع ہونا مخصوص حالات میں سازش کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہفتم

سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اسکی رائے میں ایک ایکٹ ایسا نافذ ہونا چاہیئے
جس سے دارالامرا توڑ دیا جائے؛ یا یہ کہ دارالامرا پر لازم ہے کہ وہ اس
مسودہ قانون کو نامنظور کردے جو اس ایوان کے منظور کی تبدیلی
کے لئے پیش ہے؛ اور چونکہ 'ب' بھی یہی اپنے ایک دوست سے
کہہ سکتا ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ الف اور دس ہزار آدمی ایک مجمع عام کرنے
کے مجاز ہیں، خواہ وہ حکومت کی تائید میں ہو، یا امرا کی مخالفت پر
ترغیب دینے کے واسطے ہو؛ پس یہ دراصل سیاسی یا دوسرے اغراض
کے لئے جلسۂ عام کے انعقاد کا حق ہے جو دوسرے ممالک میں ایک
مخصوص رعایت متصور ہوتا ہے، اور ہمیشہ محتاط قیود کے ساتھ کام میں لایا جاسکتا
ہے۔ مگر اس بیان سے کہ الف، ب، ج، د، اور لاکھوں آدمی جہاں
چاہیں وہاں جاسکتے، اور جو کچھ چاہیں وہ کہہ سکتے ہیں، اور سیاسی اور
دوسرے اغراض کیلئے جلسے منعقد کرسکتے ہیں؛ یہ مقصد نہیں ہے کہ جو لوگ
جلسہ عام کے انعقاد کے حق کو کام میں لاتے ہیں ان کیلئے قانون کی
خلاف ورزی محال ہو جاتی ہے ممکن ہے کہ انعقاد جلسہ کا مقصد یہ ہو کہ
علانیہ جبر سے کسی جرم کا ارتکاب کیا جائے، یا کسی نہ کسی طرح امن خلائق
میں خلل اندازی کیجائے، ایسی صورتوں میں خود جلسۂ مذکور مجمع خلاف قانون
ہو جاتا ہے[1] یہ بھی ممکن ہے کہ جلسہ اسطور سے منعقد کیا جائے کہ بانیان
جلسہ کی طرف سے یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ وہ امن عام میں خلل انداز ہونگے،
اور اس سے پر امن باشندوں میں بطریق معقول خوف پیدا ہو جائے،
اس صورت میں بھی جلسہ ناجائز قرار پائے گا۔ ان دونوں صورتوں میں
مجمع جائز طور سے منتشر کیا جاسکتا ہے، اور اسکے ارکان ان تمام
ذمہ داریوں مثلاً قید، چالان، اور سزا کے مستوجب ہوسکتے ہیں جو ناجائز
افعال، یا یوں کہو کہ ارتکاب جرائم کے لازمی نتائج ہیں۔

268

[1] مجمع خلاف قانون، کے معنی کیلئے دیکھو ضمیمہ نوٹ (ہ) متعلق بہ مباحث حق انعقاد جلسۂ عام۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
269

کوئی مجمع اس بنا پر خلاف قانون نہیں ہو سکتا کہ اس سے ایسے اختلاف کی ترغیب ہوتی ہے جو خلاف قانون ہے۔

ایک عام مجمع اپنے شرکا کے طرز عمل مثلاً مسلح ہو کر چلنے، یا اس ارادہ سے کہ وہ اپنے مخالفین[1] کو مشتعل کر کے انسے نقض امن کرائے اور اس سے پر امن باشندوں کو بطریق معقول نقض امن کا اندیشہ ہو یقیناً خلاف قانون ہے؛ لیکن جو مجمع دوسرے طریقہ سے خلاف قانون نہیں ہے، وہ محض اسوجہ سے خلاف قانون نہیں ہو جاتا[2] کہ اس سے سخت اور خلاف قانون اختلاف پیدا ہوگا اور ممکن ہے کہ وہ بواسطہ نقض امن کا باعث ہو جائے۔ تمثیلاً فرض کرو کہ مکتی فوج (سالویشن آرمی) 'اکسفورڈ' میں ایک جلسہ منعقد کرنا چاہتی ہے، اور ایک دوسری جماعت جو 'اسکلیٹن فوج' کے نام سے موسوم ہے یہ اعلان کرتی ہے کہ وہ مکتی فوج پر حملہ کر کے بجبر اسکو منتشر کر دیگی؛ یہ بھی فرض کرو کہ شہر کے پر امن باشندے جو کہ شہر کی خاموشی میں خلل اندازی کو پسند نہیں کرتے اور جو کہ ہنگامہ سے ڈرتے ہیں، مجسٹریٹوں پر زور ڈالتے ہیں کہ وہ مکتی فوج کے اجتماع کو روک دیں۔ یہ درخواست بظاہر معقول معلوم ہوتی ہے لیکن کہا یہ جاتا ہے[3] کہ مجسٹریٹوں کو از روئے قانون مجوزہ کارروائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ غور کرنے سے صاف طور سے نظر آتا ہے کہ قانون کی موجودہ حالت میں ایسا ہی ہونا چاہئے۔ الف، کا شاہراہ عام پر چلنے کا حق بطور قاعدہ عام[4]

---

[1] مقابلہ کرو مقدمہ اوکیلے بنام ہاروے ۱۴، ایل آر و مقدمہ ہمفریز بنام کونر، ۱۷ آئیرش سی ایل آر آئی، ۸، ۹، تجویز جسٹس فٹز جرلڈ۔

[2] اس بیان کو ان شرائط کے ساتھ پڑھنا چاہئے جو صفحہ 273 پر لکھی جا چکی ہیں۔

[3] میں یہ فرض کرتا ہوں کہ مکتی فوج والے یقیناً جائز مقاصد کیلئے جمع ہوتے ہیں اور اس کا پورا لحاظ رکھتے ہیں اور انکا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے کہ وہ خود نقض امن کریں یا دوسروں کو بھڑکا کر نقض امن کرائیں اس صورت میں بھی مجسٹریٹ 'اسکلیٹن آرمی' یا غالباً مکتی فوج سے نیک چلنی یا قیام امن کے متعلق ضمانت لے سکتا ہے۔ مقابلہ کرو 'کینی' کے خلاصہ قوانین فوجداری کے ساتھ (۳ طبع) صفحہ ۴۸۶، ۲۸۲، و مقدمہ وائیز بنام ڈننگ [۱۹۰۲] ۱، کے بی ۱۶۷۔

[4] دیکھو صفحہ آئندہ 278 اور مقابلہ کرو، مقدمہ ہمفریز بنام کونر، ۱۷ آئرش سی ایل آر آئی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہفتم

زید' کی اس دھمکی سے کہ اگر الف' اس شاہراہ سے چلے گا تو وہ اسکو مار کر گرا دے گا' زائل نہیں ہو جاتا۔ یہ درست ہے کہ الف کا شاہراہ عام پر چلنا نقض امن کا موجب ہو سکتا ہے' لیکن الف' اسی طرح نقض امن کا باعث ہو سکتا ہے جسطرح ایک ایسے شخص کی نسبت جسکی گھڑی اسکی جیب سے اڑا لی گئی ہو' یہ کہا جائے کہ وہ سرقہ کا باعث ہوا۔ یہاں الف' خلاف ورزی قانون کا باعث نہیں بلکہ اسکا مظلوم ہے۔ اب اگر الف کے شاہراہ عام پر چلنے کے حق پر' زید' کی دھمکی سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا' تو الف' ب' ج' کے شاہراہ عام پر چلنے کے حق پر' زید' عمرو' بکر' کے اس اعلان سے کہ وہ الف' ب' ج کو نہ چلنے دینگے' کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ الف' ب' ج' کا اپنے آپکو مکتی فوج اور' زید' عمرو' خالد' کا اپنے آپکو 'اسکلیٹن فوج' کے ناموں سے موسوم کر لینا کوئی فرق نہیں پیدا کرتا۔ صاف اصول یہ ہے کہ الف کا ایک جایز فعل کرنے یعنے شاہراہ عام پر چلنے کا حق' زید' کی اس دھمکی سے کہ وہ ایک ناجایز فعل کا مرتکب ہوگا یعنی الف' کو مار کر گرا دے گا' کم نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ اصول ہے جو مقدمہ 'بیٹی بنام کلبنیاکس[1]' سے قائم ہوا' یا یوں کہو کہ اسکی توضیح مقدمہ مذکور میں کیگئی ہے۔ مکتی فوج بمقام ویسٹن سپر میر' اس علم کے ساتھ جمع ہوی کہ اسکلیٹن فوج کے لوگ اسپر حملہ کرینگے' مجسٹریٹوں نے جلسہ کی ممانعت کے متعلق ایک اعلان لگا دیا تھا' مگر باوجود اسکے مکتی فوج کے لوگ جمع ہوے' کوتوالی نے آکر اعلان کی تعمیل کیلئے کہا' مکتی فوج کے ایک رکن 'زید' نے تعمیل سے انکار کیا اور گرفتار کر لیا گیا۔ بعدہ وہ مع اپنے دوسرے ساتھیوں کے مجسٹریٹوں کے سامنے پیش ہو کر مجمع خلاف قانون کی شرکت کے جرم میں سزایاب ہوا۔ اسمیں شک نہیں کہ مکتی فوج کے جلسہ پر اسکلیٹن فوج' کے حملہ آور ہونے کا قیاس غالب تھا' اور اس معنی میں نقض امن ہو سکتا تھا۔

270

---

[1] ۹ کیو' بی' ڈی' ۳۰۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

مجسٹریٹوں نے جو سزا صادر کی تھی اس کا مرافعہ 'زید' کی طرف سے عدالت 'کوئینس بنچ ڈویژن' میں ہوا جسنے حکم سزا کو منسوخ کر دیا جسٹس فیلڈ لکھتے ہیں کہ

271

"جو کچھ اس مقدمہ میں واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک ناجایز جماعت [اسکلیٹن فوج] نے یہ حق اپنے ہاتھ میں لیا کہ وہ مرافعان اور نیز دوسرے لوگوں کو بطریق جایز جمع ہونے سے روک دینگے' اور جسٹسوں کی تجویز سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک شخص ایک جایز فعل کے کرنے پر سزایاب ہو سکتا ہے' اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اس فعل کے کرنے سے وہ دوسرے اشخاص کے ناجایز فعل کے عمل میں لانیکا باعث ہوگا؛ اور یہ ایک ایسا اصول ہے جسکی تائید کہیں سے بھی نہیں ہو سکتی"[1]

جو اصول اوپر بیان ہوا اسے 'آئرلینڈ' کے ایک جج نے ایک ایسے مقدمہ میں جسے خود 'انگلستان' کی عدالت 'کنگس بنچ ڈویژن' پسند کر چکی ہے اسطرح ظاہر کیا ہے[2]

"مقدمہ بیٹی اور گلبینکس[3] کے مقدمہ کے متعلق بحث میں فریقین کی طرف سے بہت کچھ کہا گیا ہے۔ مجھ کو اس امر کا یقین نہیں ہے کہ میں اس مقدمہ کے واقعات کو اسی نظر سے دیکھتا جس نظر سے فیصلہ کنندہ عدالت نے دیکھا ہے، مگر اس قانون سے جو ججوں نے بیان کیا ہے' اور جسطرح اس کا استعمال ان واقعات پر کیا گیا ہے جو انکے ذہن نشین تھے' مجھے پورا اتفاق ہے۔ فیصلہ جس اصول پر

---

[1] مقدمہ 'بیٹی بنام گلبینکس' ۹ کیو؛ بی؛ ڈی ۳۰۸ صفحہ ۳۱۴ 'بیٹی بنام گلنسٹر' ڈبلیو این ۱۸۸۴ء صفحہ ۹۳؛ 'سرکار بنام جسٹسان لنڈنری ۲۸' ایل' آر ۴۴۰' اسکا مقابلہ مقدمہ 'وائیز بنام ڈننگ (۱۹۰۲) ۱' کے' بی' ۱۶۷ اور 'آئرلینڈ' کے مقدمات 'ہمفریز بنام کونر' ۱۷ آئرلینڈ سی' ایل' آر؛ و مقدمہ سرکار بنام ے ناٹن ۱۴ کاکس سی' سی ۵۷۲؛ اوکیلی بنام ہاروے ۱۴' ایل' آر آئیرش ۱۰۵۔ اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ عدالت کنگس بنچ ڈویژن نے مقدمہ 'وائیز بنام ڈننگ' کے فیصلہ میں مقدمہ 'بیٹی بنام گلبینکس' کے فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا اور بظاہر یہ خیال کیا کہ وہ مقدمہ 'سرکار بنام جسٹسان لنڈنری' کا اتباع کر رہے ہیں؛ نیز دیکھو ضمیمہ نوٹ ۵ متعلقہ حق جلسہ عام [2] مقدمہ سرکار بنام جسٹسان لنڈنری ۲۸ ایل' آر' آئیرش ۴۴۰ و مقدمہ وائیز بنام ڈننگ ۱۹۰۲' ۱' کے' بی تجویز جسٹس ڈارلنگ [3] ۹ کیو' بی' ڈی ۳۰۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہفتم

272

مبنی ہے وہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ایک فعل جو بجائے خود بے ضرر ہو، اور بغیر کسی ضرر رسانی کے ارادہ کے کیا جائے، اور بطریق معقول تعمیل فرائض، اجرائے کاروبار جایز تفریح، یا عام طور سے ایک قانونی حق کے استعمال کا لازمہ ہو، وہ محض اس بنا پر جرم نہیں ہو جاتا کہ وہ بعض لوگوں کو مشتعل کر کے نقض امن، یا دوسرے ناجایز طریقوں سے کسی فعل کے وجود میں آنے کا باعث ہو گا[1]

اگر کوئی شخص یا اشخاص، مثلاً مکتی فوج کے لوگ، اپنے حق انعقاد جلسہ کو کام میں لانے کے دعویدار ہوں تو عام طور سے اسکا یہ جواب نہیں ہو سکتا کہ اگر اس حق کا استعمال خلاف ورزان قانون کو مشتعل کر کے ان سے نقض امن کرانے کا باعث ہو سکتا ہے، تو امن قائم رکھنے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ جلسہ روک دیا جائے؛ کیونکہ

"اگر جائز حقوق کے استعمال سے نقض امن کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ کافی مقدار میں جمعیت موجود رکھی جائے تاکہ یہ نتیجہ نہ پیدا ہو سکے، نہ یہ کہ ان لوگوں کا عمل قانوناً ناجائز ٹھہرے جو اپنا حق کام میں لاتے ہیں[2]"

پس یہ مسلمہ اصول ہے کہ[3] جو جلسہ دوسرے لحاظات سے ہر طرح جائز اور پر امن ہو محض خلاف ورزان قانون کے اس امکانی یا قیاسی خوف سے کہ وہ انعقاد جلسہ کو روکنے کے لئے نقض امن کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں

---

[1] ملکہ بنام جسٹسان لنڈنری، ایل آر، آیرش صفحہ ۴۰۴ صفحات ۴۶۱، ۴۶۲، تجویز جسٹس ہوگز، [2] سرکار بنام جسٹسان لنڈنری، ۲۸ ایل آر آیرش صفحہ ۴۰۴ - ۴۵۰ تجویز جسٹس اوبرائن۔ [3] مقدمہ وائیز بنام ڈنگ، [۱۹۰۲] ۱ کے۔ بی۔ ۱۶۷، یا اس مقدمہ کی تجویز میں جو الفاظ استعمال ہوے ہیں وہ یقیناً بطور ایک عام اصول کے پیش ہو سکتے ہیں، اور وہ اصول یہ ہے کہ ایک ایسا جلسہ جو بجائے خود جائز ہو، اور جہانتک کہ اسکے بانیوں اور شریکوں کا تعلق ہو بالکل پر امن ہو محض اس بنا پر ناجائز ہو سکتا ہے کہ جلسہ مذکور کا فطری نتیجہ ناجائز افعال کا باعث ہو گا، یعنی جلسہ کے مخالف نقض امن کے مرتکب ہونگے (دیکھو صفحات ۱۷۵، ۱۷۶، تجویز چیف جسٹس الورسٹن، صفحہ ۱۷۸ تجویز جسٹس ڈارلنگ، صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰ تجویز جسٹس چنیل)۔ اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ مقدمہ وائیز بنام ڈنگ، کو ان حالات سے کوئی تعلق نہیں ہے جنمیں ایک مجمع مجمع خلاف قانون ہو جاتا ہے بلکہ اسکا تعلق اس سوال سے ہے کہ وہ کونسے حالات ہیں جنمیں ایک شخص سے ضمانت نیک چلنی لیجا سکتی ہے۔ (دیکھو ڈیکنی، کا خلاصہ قانون فوجداری صفحہ ۴۸۶)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم 273

ناجائز نہیں ہو جاتا؛ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عام طور سے ایک جلسہ عام کے انعقاد کو مجسٹریٹ محض اس بنا پر روکنے یا توڑ دینے کے مجاز نہیں ہیں کہ وہ فطری طور سے یا بقیاس غالب خلاف ورزان قانون کی طرف سے باعث نقض امن ثابت ہوگا۔

اس اصول کے استعمال میں خاص خاص حدود اور مستثنیات ہیں جو شاہی امن کو قائم رکھنے کی قطعی ضروریات پر مبنی ہیں۔

(۱) کن صورتوں میں ناجوازی جلسہ محرک نقض امن ہوتی ہے۔

پہلی حد۔ اگر بانیان جلسہ یا اسکے خطیبوں کے طرز عمل میں کوئی ناجوازی پائیجاتی ہے، اور وہ ناجوازی اس قسم کی ہے جو اسکے مخالفین کو نقض امن پر آمادہ کرتی ہے، تو جلسہ مذکور کے خطیب اور شریک باعث نقض امن متصور ہو سکتے ہیں، اور خود جلسہ مذکور اس طور سے مجمع خلاف قانون ہو جاتا ہے؛ مثلاً ایک پروٹسٹنٹ مقرر اپنے دوستوں کے ایک مجمع کے ساتھ ایک عام مقام پر جہاں بکثرت رومن کیتھولک آباد ہیں، ایسے الفاظ کہتا ہے جو فی الحقیقت رومن کیتھولک کی ہتک آبرو کے باعث ہیں، یا جن کا استعمال عام راستہ پر اسکے لئے کسی مقامی قاعدہ سے ممنوع ہے، اور اسکی وجہ سے رومن کیتھولک عوام کی ایک جماعت باعث نقض امن ہوتی ہے تو یہ مجمع مجمع خلاف قانون ہو سکتا ہے۔ اور یہی نتیجہ اس حالت میں ہوگا جبکہ اس جلسہ کے انعقاد میں جو موجب نقض ہوا کوئی خاص امر نہ ہو، مگر جلسہ کا مقصد صحیح طور سے قانونی نہ ہو اور اس بنا پر مخالفین کو نقض امن پر آمادہ کرے[1]۔

(۲) جب جلسہ جائز ہو مگر امن صرف اسی صورت میں قایم رہ سکتا ہے 274 کہ وہ منتشر کر دیا جائے

دوسری حد۔ جب ایک جلسہ، گو اپنے مقاصد میں، اور اپنے اراکین کے طرز عمل کے لحاظ سے بالکل جائز ہو، باعث نقض امن ہوتا ہو، اور کسی دوسرے ذریعہ سے امن کا قائم، اور بحال رکھنا ناممکن ہو جائے، تو مجسٹریٹ

---

[1] مقابلہ کرو مقدمہ وائنر بنام ڈننگ [۱۹۰۲] ۱۔ کے بی ۱۶۷ و مقدمہ اوکلی بنام ہاروے ۱۴ ایل آر آئیرش ۱۰۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہفتم

کوتوالی کے جوان، اور دوسرے مقدر عہدہ دار جلسہ کو منتشر ہونے کا حکم دیسکتے ہیں، اور اگر اسپر وہ جلسہ منتشر نہ ہو تو وہ مجمع خلاف قانون ہوجائے گا بایں تمثیل کے لئے فرض کرو کہ مکتی فوج ایک جلسہ بمقام وائکسفورڈ، منعقد کرتی ہے، جو لوگ اپنے آپکو اسکلیٹن فوج کے نام سے موسوم کرتے ہیں، وہ اس غرض سے جمع ہوتے ہیں کہ مکتی فوج کو جلسہ نہ کرنے دیں، اور امن قائم رکھنے کا صحیح طور سے کوئی اور ذریعہ بجز اسکے نہیں معلوم ہوتا کہ مکتی فوج سے یہ چاہا جائے کہ وہ متفرق ہوجائے؛ اس صورت میں اگرچہ مکتی فوج کا جلسہ بالکل جائز ہے، اور اسکلیٹن فوج، کے ارکان خلاف ورزان قانون نہیں؛ لیکن اگر مجسٹریٹ کسی اور ذریعہ سے امن قائم نہیں رکھ سکتے تو وہ بظاہر مکتی فوج کو منتشر ہوجانے کا حکم دیسکتے ہیں، اور اگر مکتی فوج اسکے بعد منتشر نہیں ہوتی تو وہ مجمع خلاف قانون قرار پاتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر مجسٹریٹوں کے پاس کوئی ذریعہ امن برقرار رکھنے کا نہ ہو، یعنی مکتی فوج کو اسکلیٹن فوج کے حملہ سے بچانے کا، تو وہ مکتی فوج کو انعقاد جلسہ سے روک سکتے ہیں[۲]؛ لیکن مکتی فوج کو اپنے قانونی حق سے روکنے کی کوئی اور وجہ بجز ضرورت وقتی کے نہیں ہوسکتی۔ اگر بجائے ایک جائز جلسہ کے منتشر کرنے کے، خلاف ورزان قانون (یعنی اسکلیٹن فوج) کی گرفتاری سے امن قائم ہوسکتا ہے تو مجسٹریٹوں

275

[۱] دیکھو خصوصیت کے ساتھ مقدمہ ادکلے بنام ہاروے، ۱۴ ایل آر آئیرش ۱۰۵۔

[۲] اسکا بطور خاص خیال رکھنا چاہئے کہ مقدمہ ادکلے بنام ہاروے، ۱۴ ایل آر آئرش ۱۰۵ وہ مقدمہ ہے جس میں قیام امن کے لئے مجسٹریٹوں کے اختیارات میں اسقدر دست دیدی گئی ہے کہ وہ ایک جائز جلسہ کے منتشر کرنے پر بھی حاوی ہیں، زید، ایک مجسٹریٹ کے مقابلہ میں حملہ کا استغاثہ دائر کیا گیا، وہ بادر کرتا تھا کہ اگر جلسہ منتشر نہ ہوا تو نقض امن واقع ہوگا اور نقض امن روکنے کی کوئی اور تدبیر بجز اسکے نہ ہوسکتی تھی کہ جلسہ مدد دد اور منتشر کردیا جائے۔ مقدمہ متذکرہ سابق تجویز نہ سمجھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

اور جوانان کو توالی پر لازم ہے کہ وہ خلاف ورزان قانون کو گرفتار کریں، اور مکتی فوج کی حفاظت کریں جو اپنے قانونی حقوق کام میں لاتی ہو[1]

اس موقع پر ایک امر بطور خاص قابل لحاظ ہے، کیونکہ وہ ایسا امر ہے جسکی طرف ممکن ہے کہ توجہ نہ کی جائے۔

جو قیدیں عام جلسوں کے انعقاد کے حق پر قایم کیجاتی ہیں وہ فی الحقیقت شخصی آزادی پر قیدیں ہیں۔

جو حدود یا قیود شاہی امن برقرار رکھنے کے لئے لابدی ضرورت سے، قائم کیجاتی ہیں انکی وسعت خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو (انکی صحیح وسعت کے متعلق بعض واجبی شبہات موجود ہیں) مگر فی الحقیقت وہ ان قیود کے ماسوا نہیں ہیں جو قیام امن کے لئے معمولی شخصی آزادی پر لگائی جاتی ہیں۔

اسطور سے اگر الف جو کہ ایک مذہبی مقرر ہے، تنہا بغیر اپنے دوستوں اور طرفداروں کے لیورپول کی گلیوں میں، خلایق عامہ کو مخاطب کرتا اور ایسے الفاظ منہہ سے نکالتا ہے جو فی نفسہ حیثیت عرفی یا موجب توہین ہیں، یا بغیر فی نفسہ حیثیت عرفی ہونے کے ایسے ہیں کہ انکا استعمال گلیوں میں کسی مقامی قانون کی رو سے ممنوع ہے، اور انکے ذریعہ سے بطور فطری نتیجہ کے، اپنے مخالفین کو نقض امن کی ترغیب دیتا ہے تو وہ ان خلاف قانون افعال کا ذمہ دار قرار پاسکتا ہے جس کا باعث اسکی تقریر ہوئی ہو، گو وہ قانونی وجہ نہ قرار پاسکتی ہو۔ اور اگرچہ وہ نہ خود نقض امن کرتا ہے، اور نہ اسکی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں سے نقض امن کرائے، تاہم اس سے یقینی طور سے یہ چاہا جاسکتا ہے کہ وہ ضمانت نیک چلنی داخل کرے، اور غالبًا کوتوالی اسے ان تقریروں کے جاری رکھنے سے روک سکتی ہے جن سے نقض امن ہو جانے کی ترغیب ہوتی ہو، کیونکہ ان مقدمات سے جہیں نقض امن کا اندیشہ تھا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

"قانون انسانی مزاج کی کمزوریوں کا لحاظ کرکے یہ خیال کرتا ہے کہ نقض امن اگرچہ ایک خلاف قانون 276

[1] یہی مقدمہ تذکرۂ بالا میں بالکل صاف کردیا گیا ہے (لاحظہ ہو صفحہ ۳۰۲)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہفتم

فعل ہے، مگر وہ توہین آمیز الفاظ یا طرز عمل کا فطری نتیجہ ہو سکتا ہے"۔[1]

پس جس حالت میں کہ نقض امن کے روکنے کی کوئی اور صورت نہو، وہاں ایک شخص کے قانونی حق میں دست اندازی کرنا، اور اسکو ایسے عمل سے باز رکھنا جو بالکل درست ہو جائز ہو جاتا ہے۔ فرض کرو کہ الف، ایک پُرجوش پروٹسٹنٹ خاتون، رومن کیتھولک کے مجمع میں ایک فرقہ واری نشان امتیاز یعنی نارنجی گل سوسن لگائے ہوے داخل ہوتی ہے جس سے بلحاظ صورت حال مجمع کو غصہ آنا چاہئے اور آتا ہے، خاتون مذکور کی یہ نیت نہیں ہے کہ وہ نقض امن کی ترغیب دے، اور نہ وہ کوئی ایسا فعل کر رہی ہے جو بجائے خود خلاف قانون ہو، مگر اسکا ضرور اندیشہ ہے کہ اسکی توہین کیجائے یا مجمع اسپر حملہ آور ہو۔ فرض کرو کہ ہنگامہ شروع ہو گیا، 'خالد' ایک جوان کوتوالی نے جسکے پاس کوئی اور ذریعہ خاتون مذکور کو بچانے یا امن قائم رکھنے کا نہ تھا خاتون مذکور سے درخواست کی کہ وہ پھول نکال دے، مگر خاتون نے اسکے نکالدینے سے انکار کیا، اسپر جوان کوتوالی نے بلا غیر ضروری استعمال جبر کے پھول نکال لیا اور امن قائم ہو گیا۔ خالد کا طرز عمل بظاہر بالکل جائز ہے، اور خاتون مذکور کو اس فعل کے متعلق جو دوسرے حالات میں حملہ کی تعریف میں داخل ہوتا اس کے خلاف استغاثہ دائر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ 'خالد' نے جو کچھ کیا اس کا قانونی عذر یہ نہیں ہو سکتا کہ خاتون مرتکب فعل ناجائز تھی، یا ہنگامہ کرنے والے اپنے دائرۂ حقوق کے اندر تھے، بلکہ اس کا عذر یہی ہو سکتا ہے کہ شاہی امن بغیر اس کے قائم نہیں رہ سکتا تھا کہ خاتون کو مجبور کر کے وہ پھول اس سے چھین لیا جائے۔[2]

---

[1] وائز بنام ڈننگ [۱۹۰۲] ا کے بی، ۱۶۷ صفحات ۱۷۹ و ۱۸۰، تجویز جسٹس اوچنیل۔

[2] مقدمہ ہمفریز بنام کونر، ۱۷ آئیرش سی ایل آر آئی۔ یہ مقدمہ بطور خاص قابل لحاظ ہے اس سے مجسٹریٹ یا جوان کوتوالی کو (الف) کے قانونی عمل میں دست اندازی کا حق پیدا ہوتا ہے، اور خالد نقض امن کو روکنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم
277
جلسہ محض سرکاری اعلان کی بنا پر ناجائز نہیں ہو جاتا۔

مزید براں کوئی عام جلسہ جو دوسرے طریقہ سے خلاف قانون نہ ہو، سکرٹری آف اسٹیٹ، یا مجسٹریٹ، یا کسی دوسرے عہدہ دار کے اعلان یا اطلاع کی بنا پر (اگر وہ پارلیمنٹ کے کسی مخصوص ایکٹ کی بنا پر ناجائز نہ ہو) ناجائز نہیں ہو جاتا ہے۔ مثال کے لئے فرض کرو کہ مکتی فوج کی طرف سے تمام شہر میں اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ اس میدان میں جو انھوں نے "اکسفورڈ" کے قریب کرایہ سے لیا ہے ایک جلسہ منعقد کرنے والی ہے، تجویز یہ ہے کہ بمقام "سینٹ گائیل" سب جمع ہوں اور وہاں سے اسطرح کہ جھنڈیاں اڑتی ہوں اور باجا بجتا ہو مجوزہ مقام عبادتگاہ تک جائیں۔ فرض کرو کہ ہوم سکرٹری کسی نہ کسی وجہ سے یہ خیال کرتا ہے کہ اس جلسہ کا انعقاد نامناسب ہے، اور فوج مذکور کے ہر رکن، یا ان عہدہ دارونکو جو "اکسفورڈ" کی طرف یہ مہم لیجانے والے ہیں اطلاع دیتا ہے کہ جلسہ نہ منعقد ہونا چاہئے۔ اس اطلاع سے جلسہ کی نوعیت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یا اسکو ختم کرنے کے لئے اپنے انتہائی اختیارات کام میں لاتا ہے۔ یہ دست اندازی اگر کسی طرح جائز متصور ہو سکتی ہے تو صرف ضرورت ہی کی بنا پر ہو سکتی ہے؛ "آئرلینڈ" کے ایک ممتاز جج کا خیال ہے کہ اس مقدمہ میں ضرورت کو بیضرورت طور سے اہم کر دیا گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

"ہم نہیں جانتے کہ خط تفریق کہاں کھینچا جانا چاہئے۔ اگر "خالد" الف سے پھول اس وجہ سے لے لیتا ہے کہ اسکا لگانا دوسرے لوگوں کو ناگوار ہے جو اسے نقض امن کا ایک عذر بنالیں گے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کو کس جگہ ٹھہر جانا چاہئے؟ مجھکو بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہم قانون ملک کو نہیں بلکہ بلوائیوں کے قانون کو برتری دے رہے ہیں، اور ملکہ کی رعایا پر جوانان کوتوالی کے ایسے اختیارات کو تسلیم کر رہے ہیں، جن کی اگر پورے طور سے تعمیل کیجائے تو ان سے دستوری خطرات کے پیدا ہو جانیکا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ خاتون مذکور پھول اس نیت سے لگائے ہوے تھی کہ نقض امن کی محرک ہو تو وہ خاطی قرار پاتی اور اسپر نقض امن کرانیکا الزام قائم ہو سکتا"۔

ہمفریز بنام کونر، آئیرش، سی، ایل، از صفحات ۸، ۹ تجویز جسٹس فٹزجرلڈ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہفتم

کوئی فرق نہیں آتا، صرف جلسہ کے ناجائز ہونے کی صورت میں اس اطلاع کے پڑھنے والے کو جلسہ کی نوعیت کا حال معلوم ہو جاتا ہے، اور اسطور سے یہ اطلاع انکی شرکت جلسہ کی ذمہ واری پر موثر ہوتی ہے[1] فرض کرو کہ اطلاع کے نہ دیئے جانے کی حالت میں جلسہ مذکور

278 جائز ہوتا، تو وہ اس وجہ سے کہ سکرٹری آف اسٹیٹ نے اسکی ممانعت کردی ہے یقیناً ناجائز نہیں ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں اعلان مذکور کا اتنا ہی قانونی اثر ہے جتنا ہوم آفس کے اس اعلان کا ہوتا جو ہمارے یا کسی دوسرے شخص کے نام اس ممانعت کے متعلق جاری ہوتا کہ ہم شاہراہ عام پر نہ چلیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حکومت کو ایسے جلسوں کے انعقاد کی ممانعت کا کوئی حق نہیں ہے جو بظاہر ہر طرح جائز نظر آتے ہیں، اگرچہ وہ منعقد ہونے کے بعد اپنے طرز عمل کیوجہ سے خلاف قانون ہو جائیں۔ یہ اس اصول کے متبعین کی کہ حکومت کا صحیح فریضہ جرایم کی بابتہ سزا دہی ہے نہ کہ انکا انسداد، ایک عجیب مثال ہے اور اس سے عہدہ داران انتظامی کے اختیارات تمیزی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

ایک جلسہ جائز ہوسکتا ہے اگرچہ اسکا انعقاد دفعہ عامہ کے خلاف ہو۔

ممکن ہے کہ ایک جلسہ جائز ہو مگر ایک دانشمند یا خیر خواہ قوم اسکے منعقد کرنے میں پس و پیش کرے۔ الف، ب، ج کو یہ حق ہوسکتا ہے کہ "وہ ایک جلسہ منعقد کریں، اگرچہ انکا یہ عمل بقیاس غالب مخالفین کو برانگیختہ کرکے ہنگامہ اور خونریزی کا باعث ہو۔ فرض کرو کہ ایک متعصب پروٹسٹنٹ ایک جلسہ اس غرض سے منعقد کرنا چاہتا ہے کہ اسمیں اعتراف گناہ کی رسم کے نقائص ظاہر کئے جائیں، اور اس زیر سا جلسہ کے لئے اس بڑے قصبہ میں جسمیں غریب رومن کیتھولک کی کثیر آبادی ہے ایسا مقام منتخب کرتا ہے جہاں عموماً جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے

---

[1] دیکھو مقدمہ سرکار بنام فرسی ۶ سی ڈبلیو ۱۸، ۳ ایس ٹی ٹی آر (سلسلہ جدید) ۴۳۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

جلسہ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ جایز ہے گو کہ کوئی شخص اسمیں شبہ نہیں کر سکتا کہ مخالفین ہنگامہ برپا کرینگے لیکن (مانا یہ جاتا ہے کہ) حکومت یا مجسٹریٹ، کم از کم بطور قاعدہ، اسکے مجاز نہیں ہیں کہ وہ ایسے جلسہ کے انعقاد کی مخالفت کریں اور اسکو روک دیں۔ بظاہر اس کے روکنے کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ پروٹسٹنٹ مقرر اور اسکے موید ین کی نسبت معلوم ہو کہ وہ مثلاً مزل حیثیت عرفی بیانات وغیرہ سے ایسا طرز عمل اختیار کرنے کی نیت رکھتے ہیں جو خلاف قانون، اور فطری طور سے باعث نقض امن ہوگا، یا حالت ایسی ہو کہ بجز جلسہ کے روک دینے کے کوئی اور ذریعہ امن قائم رکھنے کا نہ پایا جاتا ہو[1]۔ لیکن مانا یہ جاتا ہے کہ نہ حکومت اور نہ مجسٹریٹ اسکا مجاز ہے کہ وہ باوقار عایا کو ایک پر امن طریقہ سے اور جائز مقصد کے لئے جلسہ منعقد کرنے سے محض اس بنا پر روکے کہ اس سے مخالفین میں اشتعال پیدا ہوگا اور خاطی نقض امن کے مرتکب ہونگے۔ اس امر کے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے کہ آیا ملک کی اعلیٰ ترین حکومت کو ایسے وسیع اختیارات تمیزی کے دینے سے

279

---

[1] دیکھو صفحہ ۲۶۹، اور مقابلہ کرو مقدمہ اوکلی بنام ہاروے ۱۴ ایل آر ۱۰۵ مع مقدمہ سرکار بنام جٹسان اوف لنڈزی ۲۸ ایل آر آئیرش ۴۴۰) وائیز بنام ڈنگ (۱۹۰۲) ۱ کے بی ۱۶۷ مع بیٹی بنام گلینکس ۵ کیو بی ڈی ۳۰۸۔ بقیاس غالب مجسٹریٹوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بانیان جلسہ سے نیک چلنی کی ضمانت لیں۔ پس جو قانون اسبارہ میں رائج ہے اس کا خلاصہ غالباً اس طرز سے بیان کیا جا سکتا ہے کہ

"ان لوگوں سے بھی جو فی الحقیقت کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں ضمانت نیک چلنی یا قیام امن لیجا سکتی ہے بشرطیکہ اس اندیشے کے معقول وجوہ موجود ہوں کہ بانیان مذکور کسی جرم کا ارتکاب کرینگے یا باعث ترغیب ہو کر دوسروں سے یہ عمل کرائیں گے یا وہ خود کوئی عمل اسطرح کرینگے جو دوسرے لوگوں کو بھڑکا کر فطری طور سے (انکی خواہش کے خلاف) کسی جرم کے ارتکاب کی طرف مائل کر دیگا" دیکھو، کا خلاصہ قانون فوجداری صفحہ ۴۸۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہفتم

انکار کرنا جن کے ذریعہ سے وہ احتیاطی تجاویز ان خرابیوں کے مقابلہ میں نہ اختیار کرسکے جو قانونی حقوق کے بیجا استعمال سے پیدا ہوتی ہوں، قرین مصلحت ہے یا نہیں۔ یہاں جو امر قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ حق انعقاد جلسہ عام کے قواعد سے کسطرح ہمارے دستور کے قانونی رجحان، اور اس عمل کا اظہار ہوتا ہے جسکے ذریعہ سے عدالتوں کے ان فیصلہ جات نے، جو شخصی حقوق کے متعلق ہوئے ہیں، انعقاد جلسہ عام کے حق کو، ہمارے دستور کا ایک جز قرار دیدیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ششم

قانون حربی (مارشل لا)

شخصی قانون، قانون فوجداری اور دستوری قانون کے قواعد میں کامل یقین کے ساتھ ما بہ الامتیاز قائم کرنا مشکل ہے۔

جن حقوق مثلاً شخصی آزادی، یا آزادانہ حق اظہار رائے، سے گزشتہ فصل میں بحث کی گئی ہے، انکی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ انکو فی الحقیقت دستوری قانون کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ صحیح طور سے شخصی قانون، یا معمولی قانون فوجداری کے اجزا ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ الف کا شخصی حق آزادی صرف اسقدر ہے کہ 'خالد' نہ اسپر حملہ کرے اور نہ اسے قید کرے؛ یا (اگر اسی کو دوسرے نقطہ نظر سے دیکھا جائے) تو یہ حق اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا کہ اگر الف پر 'خالد' حملہ کرے تو الف کو 'خالد' پر استغاثہ دائر کرنے کا حق دیا جائے، یا 'خالد' کو بطور مجرم کے حملہ کی بابتہ سزا دلائی جائے۔ اس بیان میں صداقت کا ایک اہم جز شریک ہے، لیکن اس میں بھی کسی شک کی گنجایش نہیں کہ شخصی آزادی، اور آزادانہ اظہار رائے اور اسیطرح کے دوسرے حقوق اکثر مکتوبہ دستوروں کے نمایاں اور ممتاز خد و خال ہیں؛ اور وہ مخصوص فوائد ہیں جن کے حصول کی اہل ملک اس حالت میں امید کرتے ہیں، جبکہ شخصی خود مختار حکومت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہشتم

دستوری حکومت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حقوق دو نقطہ نظر سے دیکھے جا سکتے ہیں، ممکن ہے کہ وہ صرف شخصی یا فوجداری قانون کے اجزا متصور ہوں؛ اور اسطور سے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، "الف" کا شخصی آزادی کا حق، یہ سمجھا جاتا ہے کہ خالد، اسکے جسمانی اختیار میں دست اندازی نکرنے پائے؛ لیکن جب ان حقوق کا نفاذ بمقابلہ حکمران جماعت کے ہوتا ہے، یا یوں کہو کہ جب یہ حقوق اہل ملک کے افراد کے تعلقات کو انتظامی جماعت کے ساتھ متعین کرتے ہیں، تو وہ دستوری قانون کے جزاور اہم جز ہو جاتے ہیں۔ 281

جو امر سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ انگلستان میں باشندگان ملک کو جو حقوق ایک دوسرے کے مقابل میں حاصل ہیں (عام طور سے) وہی حقوق ان کو ملازمین حکومت کے مقابلہ میں بھی حاصل ہیں۔ یہی اس مقولہ کا مفہوم ہے کہ اس ملک کا دستوری قانون ملک کے معمولی قانون کا ایک جز ہے۔ یہ واقعہ کہ سکرٹری آف اسٹیٹ کسی سرکاری مصلحت کے لحاظ سے اپنے اختیار تمیزی کام میں لاکر کسی شخص کو گرفتار یا قید کرنے یا سزا دینے کا اسوقت تک مجاز نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے مخصوص اختیارات کسی قانون مثلاً باشندگان ملک غیر کے ایکٹ، یا تحویل ملزمین کے ایکٹ سے نہ دیئے گئے ہوں، محض اس اصول کا نتیجہ ہے کہ سکرٹری آف اسٹیٹ اپنی سرکاری اور خانگی دونوں حیثیتوں میں ملک کے معمولی قانون کا پابند اور محکوم ہے۔ اگر ہوم سکرٹری مخالف جماعت کے صدر پر غصہ سے مغلوب ہو کر حملہ آور ہو، یا یہ خیال کر کے کہ اسکے مخالف کی آزادی ملک کے لئے خوفناک ثابت ہوگی اسکو قید کر دے، تو ان دونوں صورتوں میں سکرٹری آف اسٹیٹ کے مقابلہ میں نالش دائر ہو سکے گی، اور وہ ان تمام سزاؤں کا مستوجب ہو سکے گا جن کا ایک حملہ آور مستوجب ہو سکتا ہے۔ یہ عذر کہ ایک با اثر سیاسی شخص کی گرفتاری اس بنا پر عمل میں آئی کہ اسکی تقریروں سے ہنگامہ کا اندیشہ تھا، اور یہ ایک انتظامی کارروائی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

تھی، اس وزیر، اور اس جوان کوتوالی کے لئے جس نے وزیر مذکور کے حکم کی تعمیل کی، مطلق کارآمد نہ ثابت ہوگا۔

جن مضامین سے اس فصل اور آئندہ تین فصلوں میں بحث کیجاتی ہے وہ صاف طور سے دستوری قانون میں داخل ہوتے ہیں، اور کوئی شخص یہ نہیں کہ سکتا کہ وہ فی الحقیقت شخصی قانون کے اجزا ہیں، اور ایسی کتاب میں داخل نہیں ہوسکتے جو دستوری قانون کے متعلق ہو، باوجود اسکے اگر اس معاملہ پر عمیق نظر ڈالی جائے تو ظاہر ہوگا کہ جو قواعد سرسری طور سے شخصی قانون سے متعلق معلوم ہوتے ہیں وہ فی الحقیقت دستوری اصول کی بنیاد ہیں، اسی طور سے جو مضامین بظاہر دستوری قانون سے متعلق معلوم ہوتے ہیں وہ ہمارے یہاں دراصل شخصی یا فوجداری قانون پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے (جیسا کہ ہم کو آگے چلکر معلوم ہوگا) کہ انگلستان میں ایک سپاہی کی حیثیت کا تعین اس اصول سے ہوتا ہے، کہ اگرچہ اسپر اسکی فوجی حیثیت سے مخصوص ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، مگر اسے باوجود شریک فوج رہنے کے ایک معمولی اہل شہر کی طرح وہ تمام ذمہ داریاں برداشت کرنی پڑتی ہیں جو فوج میں داخل ہونے سے قبل اسپر عائد ہوتی تھیں۔ اسطور سے، قانونی نقطہ نظر سے، وزرا کی ذمہ داری صرف اس اصول کا استعمال ہے جو انگریزی قانون[1] میں دائر و سائر ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے عمل کے متعلق، جو قانون سے جائز نہ ہو، یہ عذر نہیں پیش کرسکتا کہ وہ کام اسکے افسر بالا کے حکم سے کیا گیا تھا، گو یہ حکم شاہی حکم ہی کیوں نہ ہو۔

اس معاملہ پر خواہ کسی طور سے نظر ڈالی جائے وہ ہر پھر کر اسی اہم نقطہ پر آکر ٹھہرتی ہے جس سے ہم قبل ازیں بحث کرچکے ہیں یعنی یہ کہ

282

[1] دیکھو مومسن کی کتاب رومن قانون دستوری، صفحہ ۶۷۲، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم رومی قانون میں ایک اسی قسم کا اصول موجود تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہشتم

اکثر ممالک غیر کے دستوروں میں شخصی حقوق دستور کے فقرات سے پیدا ہوتے یا بظاہر پیدا ہوتے نظر آتے ہیں مگر انگلستان میں دستوری قانون شخصی حقوق کا ماخذ نہیں، بلکہ اس کا نتیجہ ہے۔ یہ امر بھی واضح اور صاف ہوتا جاتا ہے کہ جن ذرائع سے عدالتوں نے دستوری قانون کو قایم رکھا ہے وہ ان دو اصول کی سختی کے ساتھ پابندی ہے؛ اول قانون کی نظر میں مساوات، جس سے معمولی اہل شہر کی ذمہ داریوں یا معمولی عدالتوں کے حدود اختیارات سے کوئی شخص بری یا مستثنی نہیں ہوسکتا۔ 283
دوسرے مرتکب فعل ناجائز کی ذاتی ذمہ داری، جس سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ ایک ماتحت شخص کی خلاف ورزی قانون اسکے افسر بالا کے حکم سے جائز ہو جاتی ہے۔ یہ قانونی مقولہ، جو کم از کم ایڈورڈ چہارم، کے زمانہ سے چلا آتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو بلا قانونی وارنٹ کے گرفتار کرے گا، گو وہ بادشاہی حکم سے کیوں نہ ہو، وہ قابل معافی نہ سمجھا جائے گا، بلکہ اسپر قید ناجائز کی نالش ہوسکے گی، اس غرض سے نہ تھا کہ شاہی حقوق اور مراتب پر کوئی مخصوص حد قائم کیجائے، بلکہ اس شخصی ذمہ داری کے اصول کو جسپر تمام قانون ہرجہ[1] مبنی ہے، ان افعال سے متعلق کرنا تھا جو شاہی حکم کے تحت میں کئے جاتے تھے۔

قانون حربی

قانون حربی سے[2] اسکے صحیح معنوں، یعنی ان معنوں میں کہ کسی ملک یا اسکے ایک جز میں معمولی قانون معطل کرکے فوجی عدالتوں کی

---

[1] دیکھو ہیرن، کی کتاب حکومت انگلستان (۲ طبع) فصل چہارم اور اس کا مقابلہ کرو 'کارڈوز' کی تاریخ جلد ۱۰ صفحات ۱۴۴-۱۴۵۔

[2] دیکھو 'فارسٹھ' کی کتاب 'آر'، صفحات ۱۸۸-۲۱۶، و ۴۸۱-۵۶۲ اور اسٹیفن کی تاریخ قانون فوجداری جلد ۱ صفحات ۲۰۱-۲۱۶؛ و مقدمہ سرکار بنام بینی، ۵، سی پی ۲۵۴، ۳ ایس ٹی ٹی آر، (سلسلہ جدید) ۱۱؛ سرکار بنام ونسنٹ، ۹ سی پی ۹۱؛ ۳ ایس ٹی ٹی آر، (سلسلہ جدید) ۱۰۳۷؛ سرکار بنام نیل، ۹ سی پی ۴۳۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

عارضی حکومت قایم کردیجائے، 'انگلستان' کا قانون قطعاً ناآشنا ہے[1]؛ اور نہ اسمیں 'فرانس' کے 'اعلان حالت محاصرہ'[2] کے مماثل کوئی چیز موجود ہے، جسکے ذریعہ سے وہ اختیارات قیام امن و کوتوالی جو عام طور سے عہدہ داران ملکی کے تفویض ہوتے ہیں، کلیتہً اہالی فوج کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں، یہ اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ ہمارے دستور میں قانون کی برتری مستقل اور دائمی ہے۔

284

یہ بیان کہ ہمارے نظام حکومت میں قانون حربی کا وجود مفقود ہے، اگرچہ بالکل صحیح ہے مگر اس سے ایسے اشخاص کو غلط فہمی ہوسکتی ہے جو اس فرق پر پوری طرح غور نہیں کرتے جو ان دو مختلف مفہوم میں پایا جاتا ہے جسمیں 'انگلستان' کے مصنف الفاظ 'قانون حربی' کو استعمال کرتے ہیں۔

انگلستان کے قانون میں قانون حربی کس مفہوم میں تسلیم کیا جاتا ہے

سلطنت اور اسکے ملازمین کو قانون عمومی کی رو سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ بحالت حملہ، بغاوت، ہنگامہ یا عام طور سے قانون کے بجبر اور سختی کے ساتھ مقابلہ کی حالت میں جبر کو جبر کے ساتھ دفع کریں، بعض اوقات قانون حربی اسی حق کے مترادف کے طور سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ حق یا اختیار ہر منظم حکومت کے لئے لازمی ہے، اور 'انگلستان' کا قانون، یقینی اور کامل طور سے اسے تسلیم کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا اختیار ہے جسے بجائے خود مسلح قوت سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ حکومت کو یہ حق ہے کہ وہ نقض امن کو رفع کرے۔ رعایا کا ہر فرد خواہ وہ ملکی ہو یا فوجی، اور خواہ وہ ملازم سرکار ہو مثلاً جوان کوتوالی، یا ملازمت سرکاری

[1] اس بیان کا تعلق بجز 'انگلستان' کے قانون کے کسی اور ملک کے قانون سے نہیں ہے، اگرچہ وہ ملک حکومت 'انگلستان' کا ایک جزو نہ ہو۔ زمانہ امن میں یہ بیان 'انگلستان' کے متعلق یقینی طور سے صحیح ہے۔ اس امر کی نسبت کہ حالت جنگ میں یہ بیان کہاں تک صحیح رہے گا دیکھو ضمیمہ نوٹ (۱۰) متعلق بہ 'قانون حربی' انگلستان میں جنگ یا بغاوت کی حالت میں۔ [2] دیکھو قانون حالت محاصرہ ۹۔ اگسٹ ۱۸۴۹ء، روژیر و سوریل، وضوابط (قوانین) صفحہ ۴۳۶ قانون ۳۔ اپریل ۱۸۷۸ء دفعہ ۱، اور عام طور پر 'دیوگی' کا کتابچہ قوانین دستوری دفعہ ۶، صفحہ ۵۱۰-۵۱۳ و صفحہ ۹۲۶۔ دیکھو صفحہ (288) آئندہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہشتم

ہے بالکل غیر متعلق ہو، نہ صرف یہ حق رکھتا ہے، بلکہ اس کا قانونی فرض[1] ہے کہ وہ نقض امن کے فرو کرنے میں مدد کرے۔ اسمیں شک نہیں کہ کوتوالی کے جوان اور فوج کے سپاہی، جو قیام انتظام کے لئے ملازم ہوتے ہیں، عام طور سے ہنگامہ فرو کرنے کے لئے طلب کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہر وفادار رعایا اسکی پابند ہے کہ وہ ہنگامہ فرو کرنے میں شرکت کرے؛ اور یہ بھی اسیطرح ظاہر ہے کہ
285 فوج کا سپاہی، بحیثیت سپاہی ہونے کے، اس ذمہ داری سے مستثنیٰ نہیں ہے جو بروے قانون قیام انتظام کے متعلق اسپر عائد ہوتی ہے۔ عہدہ دار مجسٹریٹ، سپاہی، کوتوالی کے جوان، اور معمولی باشندگان ملک سب کی حیثیت قانون کی نظر میں مساوی ہے، انمیں سے ہر شخص پر منفرداً اور مجموعاً یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نقض امن مثلاً ہنگاموں یا دوسرے قسم کے بلووں کا مقابلہ کرکے انکو فرو کرے؛ اور انمیں ہر شخص منفرداً اور مجموعاً اسکا مجاز ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے اسقدر جبر استعمال کرے جسقدر جبر کی ضرورت ہو، اور یہ جان لینے پر بھی حاوی ہوسکتا ہے؛ لیکن انمیں سے کوئی شخص بھی اس کا مجاز نہیں ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ جبر کام میں لائے۔ انمیں سے ہر شخص اسکا مستوجب ہے کہ وہ زیادتی جبر یعنی غیر ضروری جبر کے استعمال کی بابتہ جوری کے سامنے حاضر ہوکر جوابدہی کرے؛ یہ امر بھی بیان کر دینا ضرور ہے، کیونکہ یہ عموماً پیش نظر نہیں رہتا، کہ انمیں سے ہر شخص، کم از کم بلحاظ اصول کے، اس کا مستوجب ہے کہ وہ بحیثیت باشندۂ ملک کے ہنگامہ کے فرو کرنے میں اپنا فرض نہ ادا کرنے کی بنا پر عدالت کے سامنے جوابدہی کے لئے

---

[1] مقابلہ کرو مقدمۂ ملر بنام نکس، ۶ اسکاٹ، ۱۔ دیکھو بیانات کمشنران بشمول لارڈ چیف جسٹس بوس، آر، پی، ہالڈین، گوئنس کونسل جو ۱۸۹۳ء میں فینڈر ہٹون کے ہنگامونکی تحقیقات کے لئے مقرر ہوے تھے (سی ۲۲۴۷) اور دیکھو ضمیمہ نوٹ ۶ متعلق بہ فرائض ان سپاہیوں کے جو مجمع ناجایز کو منتشر کرنے کیلئے طلب کئے گئے ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

طلب کیا جائے؛ اگرچہ قیام انتظام کے لئے جسقدر کد و کاوش کی ہر شخص سے بطریق معقول توقع کیجاسکتی ہے اسکی مقدار اور نوعیت اسکی حیثیت یعنی افسر، مجسٹریٹ، سپاہی، یا معمولی باشندۂ ملک ہونے پر منحصر اور مختلف ہوتی ہے۔ جس شخص کو ان نظریات کے متعلق کوئی شبہ ہو اسے چاہئے کہ وہ مشہور مقدمہ سرکار بنام پینی[1] کو پڑھے، جس میں سنہ ۱۸۳۱ء کے اصلاحی ہنگاموں کے متعلق 'برسٹل' کے امیر بلدیہ کے فرائض سے بحث کی گئی تھی۔

لوگ اس خیال کے اسقدر عادی ہو گئے ہیں کہ امن کا قائم رکھنا صرف اہالی کوتوالی اور فوج کے سپاہیوں کے فرائض میں داخل ہے کہ اکثر طلبہ کو ان اصول سے جو مقدمۂ سرکار بنام پینی میں طے ہوے یہ معلوم کر کے بیحد تعجب ہوگا کہ ہنگامہ کے وقت مجسٹریٹ کے فرائض کسقدر سخت ہیں، اور قانون کی تائید میں وہ کتنا غیر محدود جبر استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ علاوہ اسکے طلبہ کو بلوہ کے ایکٹ کے الفاظ سے جس 286
غلط فہمی کا احتمال ہوسکتا ہے اس سے بھی محفوظ رہنا چاہئے[2]۔ قانون مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بارہ بلوائی بعد اسکے کہ مجسٹریٹ نے حسب مضمون مندرجہ ایکٹ اعلان کر دیا اور انکو منتشر ہو جانے کا حکم دیدیا ہو (یہ اعلان کرنا بلوہ کے ایکٹ کا پڑھا جانا کہا جاتا ہے جو مہمل ہے) ایک گھنٹہ تک یکجا جمع رہتے ہیں، تو مجسٹریٹ بلوائیوں پر فیر کرنے، یا تلوار سے حملہ کرنے کا حکم دینے کا مجاز ہے[3]۔ یہ ایکٹ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ اسکا نتیجہ ہے۔ اس سے جو غلط فہمی ناواقف پڑھنے والے کو ہوسکتی ہے، اور جس میں وقتاً فوقتاً افسر اور مجسٹریٹ بھی (خصوصاً سنہ ۱۸۷۰ء میں گارڈن کے بلووں میں) مبتلا ہو گئے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ بلوہ

---

[1] ۵، ۱، سی وی، ۲۵۴ [2] ۱، جارج اول، قانون ۲ فصل ۵۔ [3] دیکھو اسٹیفن کی تاریخ قانون فوجداری ج ۱ صفحات ۲۰۲ - ۲۰۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہشتم

کے ایکٹ کا اثر مثبت اور منفی دونوں طرح کا ہے، اور اس لحاظ سے فوج سے اسوقت تک کام نہیں لیا جاسکتا جب تک ان شرائط کی تکمیل نہ ہو جائے جو قانون سے عائد کی گئی ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ خیال غلط ہے، جس موقع پر جبر سے کام لینا چاہئے، اور جس قسم اور جس مقدار کا جبر بلوہ فرو کرنے کے لئے کام میں لانا جائز ہے، اس کا تصفیہ بجز ضرورت وقتی کے اور کسی امر سے نہیں ہوسکتا۔

پس اگر قانون حربی سے حکومت یا وفادار باشندگان شہر کا وہی اختیار مراد ہے جو امن عام قائم رکھنے کے لئے بلا لحاظ خونریزی و تضیع جائداد کے ضروری ہوتا ہے، تو قانون حربی یقیناً قانون انگلستان کا ایک جز ہے۔ اس قسم کے قانون حربی کے متعلق بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ یہ سوال کہ آیا جو جبر کیا گیا وہ حسب ضرورت یا ضرورت سے زیادہ تھا ایک جج اور جوری کے تصفیہ پر منحصر ہوگا، خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ جبر کے استعمال سے اموات بھی واقع ہوئی ہوں۔ اور ضروری جبر کے متعلق جو رائے ایسا جج اور جوری[1] قائم کریگی، جو بلوہ کے فرو ہو جانے کے بعد بحالت امن و سکون بیٹھ کر اسپر غور کر رہی ہو، وہ اس رائے سے بہت مختلف ہوگی جو اس جنرل یا مجسٹریٹ نے قائم کی تھی جو مسلح بلوائیوں کے نرغہ میں گھرا ہوا تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ بلوہ ایک

287

---

[1] اس بیان میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس سے اسکی تردید ہوتی ہو جو مقدمہ یکطرفہ ڈی ایف میرس (۱۹۰۲) اے سی ۱۰۹ میں طے ہوا ہے، اور نہ اسمیں کوئی چیز ایسی ہے جو ان الفاظ کے خلاف ہو جو پرایوی کونسل کی تجویز میں استعمال ہوے ہیں بشرطیکہ الفاظ مذکور کی تعبیر ان اہم اصول کے لحاظ سے کیجائے اور کیجانی چاہئے کہ (۱) "ایک مقدمہ صرف اسی امر کی سند ہوتا ہے جو فی الحقیقت اسمیں طے کیا جاتا ہے" (کوئین بنام ولیتھم (۱۹۰۱) اے سی ۵۰۶، تجویز لارڈ چیف جسٹس ہالسبری) —— (۲) "ہر تجویز انھیں مخصوص واقعات کی روشنی میں پڑہی جانی چاہئے جو ثابت کئے گئے ہوں، یا جو مثبتہ تسلیم کرلئے گئے ہوں کیونکہ عام طور سے جو الفاظ انمیں استعمال کئے جاتے ہیں انکا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ ان سے تمام قانون کی تشریح ہو بلکہ وہ ان مقدمات کے مخصوص واقعات سے محدود ہوتے ہیں جنمیں وہ استعمال کئے گئے ہیں"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

خوفناک بغاوت کی شکل اختیار کرلیگا، اور اگر وہ بغاوت نہ روکی گئی تو وہ ایک کامیاب انقلاب ثابت ہوگی۔

قانون حربی کن معنوں میں قانون انگلستان میں تسلیم نہیں کیا جاتا

قانون حربی عموماً ایک ملک یا ضلع کی اس حکومت کا نام ہے جو فوجی عدالتوں کے ذریعہ سے قایم کیجاتی ہے، اور جس سے کم و بیش (ملکی) عدالتوں کے اختیارات سلب ہو جاتے ہیں۔ جب اس مفہوم میں قانون حربی کا اعلان کیا جاتا ہے، تو جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا[1] وہ 'فرانس' اور دوسرے ممالک کی تقریباً ان حالتوں کے مساوی ہو جاتا ہے جو بیرونی ممالک میں 'حالت محاصرہ' کہلاتی ہیں؛ اور وہ عملاً ایک ملک کی عارضی، اور مسلمہ فوجی حکومت ہوتی ہے۔ جن حکومتوں میں اس قسم کا حربی قانون تسلیم کیا جاتا ہے وہاں ایسی حالتوں کا قانونی نقطہ نظر، اس سے بہتر کسی اور طریقہ سے ظاہر نہیں کیا جاسکتا کہ اس قانون کے چند مضامین بیان کر دیئے جائیں جو اسوقت 'فرانس' میں 'حالت محاصرہ' کے متعلق نافذ ہے۔ 288

حالت محاصرہ کے متعلق 'فرانس' کا قانون۔

۷۔ جس وقت کہ محاصرہ کا اعلان کیا جائے، فوراً وہ تمام اقتدار جو معمولی ملکی ادارات کو امن و امان قائم رکھنے کے حاصل ہوتے ہیں، فوجی ادارات کی طرف منتقل ہو جانے چاہئیں۔ لیکن ساتھ ہی معمولی ملکی ادارات کو وہ تمام اختیارات برابر حاصل رہتے ہیں جو اس طرح منتقل نہیں کئے جاتے۔

۸۔ بلالحاظ ملزموں اور انکے شرکا کی حیثیت کے، فوجی عدالتیں اسکی مجاز ہونگی کہ ان سب جرائم اور قانونی خلاف ورزیوں کی تحقیقات کریں جو جمہوریہ، دستور مملکت، اور امن و امان عامہ کے خلاف سرزد ہوں۔

۹۔ فوجی ادارات کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ:

(۱) وہ رات میں یا دن میں اہل شہر کے مکانوں کی تلاشی لیں۔

(۲) سرایاوں نیز ان لوگوں کو جن کا مسکن ان مقامات میں نہیں ہے جن کے حالت

---

[1] دیکھو صفحہ 283 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہشتم

محاصرہ میں ہونیکا اعلان کیا گیا ہے، ان مقامات سے علیحدہ کردیں۔

(۳) اسلحہ و سامانِ حرب داخل کرنیکا حکم دیا جائے اور تلاشی لیکر وہ ضبط کرلیا جائے۔

(۴) ایسے مطبوعات یا مجالس کو ممنوع قرار دیں جن کی وجہ سے امن و امان میں خلل پیدا ہونیکا اندیشہ ہو"[1]

ہم بطور معقول یہ قیاس کرسکتے ہیں کہ اس قانون کے الفاظ سے معاملات کی اس حقیقی حالت کا صرف ایک موہوم سا تصور قایم ہوتا ہے جس حالت میں کسی ہنگامہ یا بغاوت کی وجہ سے 'پیرس' یا 'فرانس' کے کسی دوسرے حصّہ کے متعلق یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ 'بحالت محاصرہ' ہے، یا یورپ کے بعض دوسرے ممالک کی معنی خیز اصطلاح کے مطابق دستوری ضمانتیں معطل کردیگئی ہیں'۔ اس فرض کرنے میں بہت کم غلطی کا امکان ہے، کہ معمولی قانون کے التوا کے اس زمانہ میں وہ فوجی عدالت، جو چند عہدہ داران فوج سے مرکب ہوتی ہے، اور جو ان جذبات سے مشتعل ہوتی ہے جو خانہ جنگیوں کا لازمی خاصہ ہے، اسکی مجاز ہوتی ہے کہ وہ جس شخص کو چاہے گرفتار، قید، یا قتل کردے۔

289 بہر حال حقیقت خواہ کچھ ہو یہ صاف ظاہر ہے کہ 'فرانس' میں موجودہ جمہوری حکومت کے عہد میں بھی اعلان 'حالت محاصرہ' کے ساتھ قانون کے عمل کا ملتوی ہوجانا ایک ایسا امر ہے جو دستور میں کامل طور سے تسلیم کرلیا گیا ہے اور (اگرچہ یہ امر بظاہر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے) 'حالت محاصرہ' میں فوجی عدالتوں کے اختیارات جمہوری حکومت کے عہد میں اس سے بہت بڑھے ہوے ہیں جو 'لوی فلیپ' کی خود مختار شاہی کے زمانہ میں تھے[2]

[1] روژیر و سوریل، ضوابط و قوانین، صفحہ ۴۲۶ و ۴۲۷۔ [2] دیکھو گیوفرے کا مقدمہ ۲۴۔ جنرل ڈی پلیس، صفحہ ۱۲۱۸ جسکا حوالہ 'فورسٹہ' کی کتاب 'آر'، صفحہ ۴۸۳ پر دیا گیا ہے۔ فرانسیسی قانون سے جو قیود بحالت محصورہ فوجی عہدہ داروں کے اختیارات پر عاید ہوتے ہیں انکی توضیح کیلئے دیکھو دیوگی کا مجموعہ قوانین دستوری، اور اسکا مقابلہ کردہ بیان ہذا کیساتھ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

'انگلستان' کا دستور اس قسم کے قانون حربی سے بالکل ناآشنا ہے۔ ممکن ہے کہ فوج کے سپاہیوں سے بلوے کے فرو کرنے میں مدد لیجائے جسطرح انسے ایک حملہ کے دفعیہ میں مدد لیجاتی ہے، اور وہ باغیوں سے اسی طرح مقابلہ کرسکتے ہیں جسطرح اغیار دشمنوں سے، مگر انکو از روئے قانون کوئی حق نہیں ہے کہ وہ بلوہ یا بغاوت کے متعلق کوئی سزا نافذ کریں۔ امن قائم کرنے کی کوشش میں قانوناً باغی اسیطرح قتل کئے جاسکتے ہیں جسطرح دشمن لڑائی میں بطریق جائز قتل کئے جاسکتے ہیں، یا قیدیوں کو اس لئے کہ وہ بھاگ کر نکل نہ جائیں گولی ماری جاسکتی ہے، لیکن ہر ایسا قتل (بہ استثنائے قانون فوج کے) جو حربی عدالت سے عمل میں آئے ناجایز، اور اصطلاحی طور سے قتل عمد ہوگا۔ باضابطہ قانون کی عظمت قائم رکھنے کے لئے جنوں نے باغیانہ تشدد کے زمانہ میں بھی، جو قابل عظمت کوششیں کی ہیں انکا پتا 'ولف ٹون' کے مقدمہ سے بخوبی چلتا ہے[1] ۱۷۹۸ء میں ایک 'آئرلینڈ' کی باغی نے 'آئرلینڈ' کے اس حملہ میں شرکت کی جو فرانسیسیوں کی طرف سے ہوا تھا۔ وہ جنگی جہاز جس میں 'ولف ٹون' سوار تھا گرفتار ہوگیا، اور 'ولف ٹون' 'ڈبلن' میں ایک حربی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا، اور اسکے لئے پھانسی کی سزا تجویز ہوی۔ وہ انگریزی فوج کا معاہد عہدہ دار نہ تھا، بلکہ صرف فرانس کی جمہوری حکومت کا معاہد عہدہ دار تھا۔ جسدن وہ پھانسی دیا جانیوالا 290
تھا ایک درخواست 'آئرلینڈ' کی شاہی عدالت (کنگس بنچ) میں اسکو جسمانی طور سے حاضر عدالت کرنے کے لئے پیش کی گئی۔ جو عذر کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ 'ولف ٹون' فوجی شخص نہ تھا، اور اسلئے فوجی عدالت اسکو سزا دینے کی مجاز نہ تھی، یا یہ کہ جن عہدہ داروں نے اسکی تحقیقات کی ہے وہ ناجائز طور سے اسپر فوجی قانون کا نفاذ کرنا چاہتے ہیں۔ شاہی عدالت نے فوراً حکم حاضری جاری کردیا۔ اس امر کو پیش نظر

[1] ۲۷، ایس ٹی، ٹی آر، ۶۱۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل ہشتم

رکھ کر، کہ 'ولف ٹون' کا حقیقی جرم مسلمہ تھا، اور عدالت جن ججوں سے مرکب تھی وہ باغیوں سے سخت نفرت کرتے تھے، اور ۱۷۹۸ء میں 'آئرلینڈ' میں ایک سخت بغاوت بپا تھی، یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ 'آئرلینڈ' کی عدالت کا، 'ولف ٹون' کو بچالینا قانون کی عظمت اور برتری کی ایسی مثال ہے جس سے بہتر کسی دوسری مثال کا ملنا دشوار ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم

فوج[1]

291

فوج

اس کتاب کے مقاصد کے لئے انگریزی فوج دو حصوں پر تقسیم کیجاسکتی ہے، مستقل فوج، یا حسب اصطلاح مقررہ، فوج باقاعدہ[2] (ریگولر فورسس)، اور مقامی فوج (ٹیریٹوریل فورس)[3] جو جبری فوج (ملیشیا)[4]

292

---

[1] دیکھو اسٹیفن کی شرح جلد ۲ حصہ ۴، فصل ۵، اور نیٹ کی انگریزی فوج ۱۹۵۲-۱۹۶۶ء، مجموعہ قوانین فوجی۔ اور فوج باقاعدہ کیلئے، ۱۔ ولیم و میری، فصل ۵ اور دیکھو فوج کے ضوابط و قواعد کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۱ء، ۴۴ و ۴۵ وکٹوریا، فصل ۵۸، اور فوجی ایکٹ بابتہ ۱۸۸۱ء، ۴۴ و ۴۵ وکٹوریہ، فصل ۵۸ جسمیں ۱۹۰۱ء تک کی ترمیمات شریک ہیں۔ [2] فوج باقاعدہ، یا شاہی باقاعدہ فوج، سے مراد وہ عہدہ دار اور سپاہی ہیں جو اپنے معاہدہ، شرائط داخلہ، یا دوسری طرح اسکے متوجب ہیں کہ وہ ایک خاص مدت تک مسلسل بادشاہ کی فوجی خدمات انجام دیتے رہیں خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں انجام دینی پڑیں؛ انمیں (باتباع ترمیمات متذکرہ ایکٹ) شاہی بحری سپاہی، ہندوستانی شاہی فوجیں، اور رائل کاشاہی توپخانہ شامل ہے؛ مگر اس شرط کے ساتھ کہ جب ردیف فوجیں، فوجی قانون کی پابندی میں داخل ہو جائیں تو یہ فوجیں اس پابندی کے زمانہ میں باقاعدہ فوج کا ایک جز سمجھی جائیں گی۔ [آرمی ایکٹ دفعہ ۱۹۰ (۸)] [3] دیکھو مقامی فوج اور ردیف فوجوں کا ایکٹ ۱۹۰۷ء، (۷ ایڈورڈ ہفتم فصل ۹) خاصکر دفعہ ۶، و دفعہ ضمن (۶) و آرمی ایکٹ۔ [4] جبری فوج۔ جو ایکٹ ملکی اور ردیف فوجوں کے لئے جاری ہوے ہیں انسے جبری فوج کے مختلف ایکٹ منسوخ نہیں ہوتے ہیں۔ جب تک وہ ایکٹ منسوخ نہ ہو جائیں جبری فوج کو فوج باقاعدہ یا مقامی فوج میں داخل کرنے، اور انکو رجمنٹوں اور کمپنیوں میں مرتب کرنے کا قانونی حق بدستور باقی رہیگا۔ (جبری فوج کے قانون کے لئے دیکھو ۴۳ چارلس دوم ایکٹ (۱) فصل ۶، ۴۴ چارلس دوم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم

کی طرح سلطنت برطانیہ عظمیٰ کی حفاظت کے لئے ہے۔

انہیں سے ہر فوج قانون ملک کی تابع ہے۔ میں ان ایکٹوں کا سرسری تذکرہ کرنا بھی نہیں چاہتا جن کا تعلق فوج سے ہے، میں صرف ان اصول کی تشریح کرونگا جن کے ذریعہ سے تمام فوج پر قانون کی فرمانروائی اور برتری قائم ہوتی ہے۔

اس معاملہ پر غور کرتے وقت اس ترتیب کو الٹ دینا موجب آسانی ہوگا جو معمولی کتابوں میں ملحوظ رکھی جاتی ہے؛ ان کتابوں میں زیادہ تر بحث جبریہ اور اس زمانہ کی مقامی فوجوں سے کیجاتی ہے اور باقاعدہ فوج یا اس جمعیت سے جسے ہم اسوقت "فوج" کے نام سے موسوم کرتے ہیں،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — فصل ۳، ۵ چارلس دوم فصل ۴ و ایکٹ فوج باتبہ ۱۸۰۲ء ۴۲ جارج سوم فصل ۱۹۰ ایکٹ فوج باتبہ ۱۸۸۲ء ۴۵ و ۴۶ وکٹوریا فصل ۴۹؛ وضوابط ایکٹ افواج باتبہ ۱۸۸۱ء ۴۴ و ۴۵ وکٹوریا فصل ۵۸ جبری فوج جب تک کہ اسکا وجود قایم ہے اصولاً ایک مقامی فوج ہے جو جبریہ بھرتی کیجاتی ہے اسکا قرعہ اندازی کے ذریعہ سے بھرتی کیا جانا ایک عرصہ ہوا کہ موقوف کردیا گیا ہے اور اب اسکی بھرتی محض رضامندی سے ہوتی ہے۔ اجتماع (ایسامبلمنٹ) سے جبری فوج باقاعدہ فوج میں شامل ہوجاتی ہے مگر اس سے بیرون ملک کام نہیں لیا جاسکتا: اجتماع قانوناً اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ کوئی سخت قومی اندیشہ یا سخت ضرورت پیش آجائے اگر پارلیمنٹ کے اجلاس ہورہے ہیں تو اس ضرورت کی اطلاع اسکو دیجاتی ہے اور اگر اجلاس نہیں ہوتے تو اسکا اعلان کونسل کے حکم سے کیا جاتا ہے (جبری فوج کا ایکٹ باتبہ ۱۸۸۲ء دفعہ ۱۸؛ ۲ سٹیفن کی شرح (۱۴ طبع، صفحہ ۴۹۹) اجتماع کے بعد جبری فوج کے ارکان میں انتظام قایم رکھنا فوجی (سالانہ) ایکٹ کے اجرا یا عام فہم الفاظ میں یوں کہو کہ بغاوت کے ایکٹ کے نافذ رہنے پر منحصر ہے (دیکھو صفحہ 305 آئندہ)

جبری فوج کی حیثیت مقامی اور رویف فوجوں کے ایکٹ ۱۹۰۷ء سے دو طرح پر متاثر ہوتی ہے۔

(۱) عام (یا باقاعدہ) جبری فوج کے تمام افراد کہا جاتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں یا تو رویف فوج میں منتقل ہوسکتے ہیں یا ہوجائیں گے (زیر دفعہ ۳۲) یا انکو برخاست کردینا پڑیگا۔

(۲) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ باقاعدہ جبری فوج کے ارکان کا تھوڑے عرصہ کے بعد کوئی وجود باقی نہ رہیگا۔ جب تک کہ وہ ایکٹ جس پر اس فوج کا وجود قایم ہے منسوخ نہ ہوجائیں اسوقت تک اس فوج کا وجود قابل لحاظ ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ پارلیمنٹ سلطنت کے اس تاریخی حق یعنی جبریہ فوج کی بھرتی کے حق کو قائم رکھنا مناسب تصور کرے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

بہت کم بحث ہوتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جبریہ فوج (ملیشیا) کا ادارہ
بہ نسبت مستقل فوج کے قدیم تر ہے؛ اور مستقل فوج، تاریخی، اور دستوری
اصول کے لحاظ سے ایک قسم کی بے ضابطگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مستند
293 مصنفین نے مستقل فوج سے بطور استثنا، یا بطور ایک ضمنی مضمون کے
بحث کی ہے؛ گویا کہ وہ قومی اور دستوری جبریہ فوج (ملیشیا)[1] کے
جسم پر ایک قسم کی زائد روئیدگی ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسوقت
مستقل فوج ہی حقیقی قومی فوج ہے، اور مقامی فوج کا رتبہ اسکے بعد ہے۔

مستقل فوج۔ تنخواہ یاب سپاہیوں کی ایک مستقل فوج کا
رکھا جانا جس کا سب سے بڑا فرض احکام سنی کامل طور سے تعمیل ہے، بظاہر
ایک ایسا انتظام نظر آتا ہے جو قانونی حکومت، یا ملکی عہدہ داروں،
اور خصوصاً ججوں کی اس اطاعت اور تابعداری کے ساتھ مطابقت نہیں
رکھتا، جو عمومی یا پارلیمنٹری حکومت کے لوازم سے ہے؛ اور درحقیقت
ایک مستقل اور تنخواہ یاب فوج کا وجود، اکثر ممالک اور بعض اوقات،
انگلستان، اور خصوصاً جمہوری حکومت کے زمانہ میں، اس طرز حکومت کے ساتھ
جو سرسری گو قابل فہم الفاظ میں، آزاد حکومت کے نام سے موسوم کیجاتی ہے،
ناموزوں اور غیر مطابق سمجھا گیا ہے[2]۔ سنہ ۱۶۸۹ء کے انقلاب عظیم کے
بعد تک بھی ہمارے مدبران ملک کا یہ اعتقاد تھا کہ مستقل فوج، انگلستان،

مستقل فوج ایکے وجود کا تطابق پارلیمنٹری حکومت کے ساتھ سالانہ بغاوت کے ایکٹوں کی بنا پر۔

---

[1] سترہویں صدی تک بظاہر پارلیمنٹ انگلستان کی حفاظت کیلئے اس قومی فوج پر بھروسا کرتی تھی جو مختلف اضلاع میں بھرتی کر کے شرفاء ملک کے تحت رکھی جاتی تھی۔ دیکھو ۴ چارلس دوم فصل ۳۔

[2] دیکھو مثلاً میکالے، کی تاریخ جلد ۳ صفحات ۴۲۔ ۴۷۔ "اس تمام عرصہ مدت [خانہ جنگی اور وقفہ درمیانی] میں عہدہ داران فوج نے ان جرائم پر جو عہدہ داروں اور سپاہیوں سے سرزد ہوے، تنہا اپنے پورے اختیارات سختی کے ساتھ قائم رکھے۔ اس مسئلہ کے متعلق سول مجسٹریٹوں اور افسران فوج میں کئی بار نزاع بھی ہوی ہے" فرتھ، کی کتاب کرامول کی فوج، صفحہ ۲۱۰ مسٹر فرتھ نے مختلف مثالیں اس سول اقتدار کی عمل آوری یا کوشش عمل آوری کی دی ہیں جو فوجی غلبہ کے زمانہ میں بھی کی گئی تھیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم

294

کی آزادی کے لئے سم قاتل ثابت ہوگی، مگر اس انقلاب کے تھوڑے زمانہ کے بعد ہی یہ ظاہر ہوگیا کہ تنخواہ یاب سپاہ کا وجود قومی حفاظت کے لئے ضرور ہے؛ اسلئے سترہویں صدی کے ختم اور اٹھارہویں صدی کے آغاز میں 'انگلستان' کے لوگ اس مشکل میں پڑ گئے کہ مستقل فوج کی موجودگی میں ملک استبدادی حالت سے محفوظ نہیں رہ سکتا' اور بغیر مستقل فوج کے کسی حملہ کا دفعیہ ممکن نہیں؛ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قومی آزادی کے قیام کے لئے قومی خود مختاری کو قربان کر دینا پڑیگا؛ مگر محض اتفاقیہ طور سے 'انگلستان' کے مدبرین کو بغاوت کے ایکٹ نے اس اصولی مشکل سے نجات دلادی؛ اگرچہ یہ ایکٹ ایک فوری اندیشہ کو روکنے کے لئے نہایت عجلت کے ساتھ نافذ کیا گیا تھا، مگر اس میں اس بظاہر لاینحل مسئلہ کا حل موجود ہے۔

جو کامیابی انگریزوں کو اس موقع یا دوسرے مواقع پر' اس چیز سے ہوئی ہے جو عملی حسن فہم' یا سیاسی ادراک' یا مدبرانہ حذاقت' سے موسوم کیجاتی ہے' انمیں ہم کو دو غلطیوں سے محفوظ رہنا چاہئے۔

اول یہ کہ ہم کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ 'انگلستان' کے مدبرین نے کسی نہایت پیش اندیشی کے ساتھ یہ کام کیا تھا' یا یہ پیش بینی انکے لئے مخصوص تھی جسکا وجود دوسرے ممالک کے مدبرین میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرے یہ سمجھنا اور زیادہ غلط ہوگا کہ اس قسم کی مشکلات میں' جن کا مقابلہ دوسرے ممالک کے لوگ نہیں کر سکتے' انگریزوں کو بخت یا اتفاق سے مدد مل جاتی ہے۔ سیاسی فہم عام' یا سیاسی ادراک کے معنی' معاملات کو روبراہ کرنے میں' عادتی تربیت سے کچھ زیادہ نہیں ہیں؛ 'انگلستان' کے تعلیم یافتہ باشندوں کو 'فرانس' اور 'جرمنی' کے تعلیم یافتہ باشندوں کے مقابلہ میں' ایک یا دو صدی پیشتر معاملات عامہ سے عملی سابقہ پڑا' اور یہی وجہ ہوئی کہ 'انگلستان' میں بمقابلہ ان اصول کے جو دوسرے ممالک میں کچھ عرصہ قبل تک جاری تھے حکومت کے زیادہ ترصحیح اصول جاری ہو جانیکا موقع ملا۔ زمانہ انقلاب کے مدبرین کو مشکل مسائل کے حل میں جو کامیابی ہوئی اسکی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم 295

وجہ یہ نہ تھی کہ انھوں نے جدید خیالات پیدا کئے، یا قسمت نے انکی یاوری کی، بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ 'انگلستان' میں قانون اور حکومت کے متعلق جو تصورات قائم ہوے وہ زیادہ تر صحیح تھے، اور ۱۶۸۹ء کے مدبرین نے اپنے زمانہ کی مشکلوں کو حل کرنے کے لئے انھی تصورات سے کام لیا جنکے 'انگلستان' کے اس زمانہ کے عقلا عادی تھے۔ فوج کی حیثیت کا تعین فی الحقیقت اسی امر سے ہوا کہ بغاوت کے سب سے پہلے ایکٹ کے مصنفین نے 'انگلستان' کے قانون کے اس اہم اصول کو ہاتھ سے نہ جانے دیا کہ گو سپاہی، پر ایک پادری کی طرح، اپنی سرکاری حیثیت میں مخصوص ذمہ داریاں عائد ہوتی ہوں، مگر وہ اس بنا پر باشندگان شہر کی عام ذمہ داریوں سے مستثنی نہیں ہوسکتا۔[1]

۱۶۸۹ء کے پہلے ایکٹ بغاوت کا مقصد اور اصول بعینہ وہی تھا جو اس فوجی ایکٹ[2] کا ہے جو اسوقت فوج کے متعلق نافذ ہے۔ ان دونوں ایکٹوں کا مقابلہ کرنے سے، ایک سرسری نظر میں، وہ ذرائع ظاہر ہو جاتے ہیں جن سے فوجی نظم کے قیام کے ساتھ ساتھ آزادی قائم رہ سکتی ہے، یا اگر زیادہ صحت کے ساتھ کہا جائے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ فوجی نظم کے ساتھ قانون کی عظمت اور برتری قائم رہتی ہے۔

بغاوت کے پہلے ایکٹ کی تمہید کا، ہر بعد کی بغاوت کے ایکٹ میں خفیف تبدیلی کے ساتھ اعادہ کیا گیا ہے، اور وہ ان الفاظ میں ہے

> اگرچہ کوئی شخص، بجز اپنے ہمچشموں کی تجویز، اور ملک کے معروف اور مقررہ قوانین کے مطابق، اپنی زندگی یا کسی عضو سے محروم نہیں کیا جا سکتا، اور نہ قانون حربی اور نہ کسی دوسرے طریقہ سے کسی اور سزا کا مستوجب ہوسکتا ہے؛ تاہم موجودہ افواج کے برقرار رہنے، اور جو افواج کسی وقتی ضرورت کے لئے آئندہ بھرتی ہوں

---

[1] ا ولیم وہیری، فصل ۵۔

[2] شمولہ ایکٹ فوجی جو ہر سال نافذ ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم
296

انکو پابند ڈائض رکھنے اور پورے طور سے فوجی نظم کی بقا، اور اس غرض سے کہ جو سپاہی بغاوت کریں یا بدخواہی کی ترغیب دیں یا شاہی خدمت چھوڑ کر مفرور ہو جائیں انکو ایسی فوری، اور عبرت انگیز سزائیں دیجاسکیں جن کی گنجایش معمولی قوانین میں نہیں ہے، یہ امر ضرور ہے[1]...

اس انتخاب سے ان مشکلوں کی پوری طور سے صراحت ہوتی ہے جو ۱۶۸۹ء کے مدبرین کو درپیش تھیں؛ اب ہم اس طریقہ سے بحث کریں گے جس کے ذریعہ سے مشکلات رفع کی گئیں۔

مستقل فوج کے ہر عہدہ دار یا سپاہی یا (زمانہ حال کے ایکٹوں کی ایک وسیع تر اصطلاح کے مطابق) ہر شخص تابع قانون فوج کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں[2] ایک بلحاظ ان تعلقات کے جو اسے دوسرے باشندگان ملک

---

[1] دیکھو کلاڈ کی کتاب سلطنت کی جنگی فوجیں ج ۱ صفحہ ۴۹۹ مقابلہ کرو ۴۷ وکٹوریا فصل ۸ - زمانہ حال کے ایکٹوں میں جو تغیرات ہیں اگرچہ وہ خفیف ہیں مگر معنی خیز ہیں۔

[2] فوجی ایکٹ کے حصہ پنجم میں بتایا گیا ہے کہ انگریزی قانون کے لحاظ سے اشخاص تابع قانون فوج کون لوگ ہیں؛ یعنی وہ لوگ جو فوجی اور بعض صورتوں میں غیر فوجی جرایم کی بابتہ حسب احکام مندرجہ ایکٹ اسکے مستوجب ہیں کہ انکے جرائم کی تحقیقات عدالت حربی سے ہو کر سزایاب ہو سکیں۔

ہمارے موجودہ مقاصد کے لئے یہ اشخاص (سرسری طور سے) تین اقسام میں منقسم ہوتے ہیں - اول وہ لوگ جو باقاعدہ فوج میں داخل ہیں یا عام اصطلاح میں مستقل فوج [دیکھو فوجی ایکٹ دفعات ۱۷۵ (۱) ۱۹۰ (۸)]۔ دوسرے وہ لوگ جن کا تعلق مقامی فوج سے ہے مگر مخصوص حالات میں یعنی جب وہ زیر تعلیم ہوں جب باقاعدہ فوج کے ساتھ کام کر رہے ہوں جب باقاعدہ فوج میں شریک کرلئے جائیں جب حفاظت کی غرض سے حقیقی فوجی کام کے لئے طلب کئے جائیں۔ [فوجی ایکٹ دفعات ۱۷۶، ۱۹ (۶) (الف)] تیسرے وہ لوگ جن کا تعلق افواج باقاعدہ یا امدادی افواج سے نہ ہو مگر وہ اس فوج کے جو سمندر پار مصروف بہ جنگ ہو ملازم یا تابع ہوں [دیکھو حسب حوالہ سابق دفعہ ۱۷۶ (۹) (۱۰)]۔ فوج باقاعدہ میں شاہی ملاح جبکہ خشکی پر ہوں اور ردیف فوجیں جبکہ وہ طلب کی جائیں شامل ہیں۔ دیکھو فوجی ایکٹ دفعات ۱۷۵، ۱۷۶، مقابلہ مارکس بنام فراگلے [۱۸۹۸] ۱ - کیو - بی (سی اے) ۸۸۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

کے ساتھ بیرون فوج ہوتے ہیں۔ دوسرے بلحاظ ان تعلقات کے جو اسے فوج کے دوسرے افراد اور خصوصاً اپنے فوجی افسروں کے ساتھ ہوتے ہیں؛ خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص جو فوجی قانون کا تابع ہوتا ہے اس پر اہل شہر اور اہل فوج دونوں کے فرائض اور حقوق عائد ہوتے ہیں اور انگریزی قانون میں اسکی ہر حیثیت کے متعلق اصول منضبط ہیں۔ 297

سپاہیوں کی شہری حیثیت۔

سپاہی کی شہری حیثیت۔ انگلستان کے قانون کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ ایک سپاہی اگرچہ وہ مستقل فوج کا ایک فرد ہو، مگر وہ انگلستان میں ایک معمولی اہل شہر کے تمام فرائض اور ذمہ داریوں کا پابند ہے۔ پہلے ایکٹ بغاوت کی عبارت یہ ہے کہ

> جو کچھ اس میں درج ہے وہ اسپر حاوی نہ ہوگا اور نہ اس کی یہ تعبیر ہوسکے گی کہ کوئی افسر یا سپاہی قانون کے معمولی عمل سے آزاد ہے۔[1]

ان الفاظ سے ہمارے ان تمام قوانین کا پتا چل جاتا ہے جو مستقل فوج کے متعلق ایسی حالتیں کہ وہ سلطنتہائے متحدہ میں کارگزار ہو، نافذ ہیں۔ ایک سپاہی فوج میں بھرتی ہونے کا معاہدہ کرکے ان فرائض کے علاوہ جو ایک باشندہ ملک پر عائد ہوتے ہیں، اور بہت سے فرایض اپنے ذمے عائد کرلیتا ہے، لیکن وہ انگلستان کی ایک معمولی رعایا کے فرائض سے مطلق سبکدوش نہیں ہوتا۔

اس اصول کے آثار سب بغاوت کے ایکٹوں میں پائے جاتے ہیں۔[2]

فوجداری ذمہ داری

یہ ایک سپاہی پر وہی تمام فوجداری ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں جو ایک غیر فوجی شخص پر عاید ہوتی ہیں۔ وہ جب تک سلطنت انگلستان کے اندر ہے تحقیقات کے لئے، ہر مقتدر ملکی (یعنی غیر فوجی) عدالت کے سامنے، ایسے جرم کی بابتہ پیش ہوسکتا ہے جو اسکے فوج سے غیر متعلق ہونیکی صورتیں

---

[1] دیسی وبیری فصل ۶ دفعہ ۶ نیز دیکھو کلاڈ کی کتاب سلطنت انگلستان کی فوجیں، ج صفحہ ۵۰۰۔

[2] مقابلہ کرو فوجی ایکٹ دفعات ۱۴، ۱۴، ۱۶۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم

عدالت مذکور کی تحقیقات کے قابل ہونا[1] اسطور سے اگر ایک سپاہی 'انگلستان' یا جزیرہ وان ڈائمن کے قیام کی حالت میں اپنے کسی ساتھی کو مار ڈالتا، یا کسی مسافر کو لوٹ لیتا ہے، تو اس کی فوجی حیثیت اس کی مانع نہیں ہوسکتی کہ وہ قتل یا سرقہ کے الزام میں عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔

298

دیوانی (سول) ذمہ داری۔

کوئی سپاہی دیوانی ذمہ داری مثلاً قرضہ کی ذمہ داری سے بھی بری نہیں ہوسکتا، ایک سپاہی جس برائت کا دعویدار ہوسکتا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ وہ عدالت میں بجبر حاضر نہیں کیا جاسکتا، اور جن صورتوں میں قرضہ کے بابتہ قید کیا جانا جائز ہے، وہ کسی ایسے قرضہ کے بابتہ قید نہیں ہوسکتا جسکی مقدار ۵۰ پونڈ سے زیادہ نہ ہو[2]

جو لوگ یورپ کے دوسرے ممالک (مثلاً فرانس یا روس) کے قوانین کے طبعی میلان سے واقف ہیں وہ کبھی یقین نہیں کرسکتے کہ خانگی اشخاص کے حقوق کو ملازمت سرکاری کے حقوق پر اسطرح ترجیح حاصل کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

جہاں فوجی اور ملکی (سول) عدالتوں کے اختیارات میں تصادم ہوتا ہے وہاں ہمیشہ ملکی عدالتوں کے اختیارات کو غلبہ دیا جاتا ہے، مثلاً اگر ایک سپاہی کسی جرم کی بابتہ ایک مقتدر عدالت سے سزایاب یا بری کیا جاتا ہے تو پھر اسی جرم کی بابتہ اسکی تحقیقات عدالت حربی سے نہیں ہوسکتی ہے[3] مگر ایک حربی عدالت کا قتل انسان یا سرقہ کے جرم سے کسی شخص کو بری یا سزایاب کردینا اسکا مانع نہیں ہے کہ وہ اسی جرم

---

[1] مقابلہ کرو ایکٹ قتل بابتہ ۱۸۶۲ء، ۲۶ و ۲۷ وکٹوریا فصل ۱۰۵ اور کلاڈ کی کتاب متذکرہ بالا صفحات ۲۰۶، ۲۰۷۔ [2] دیکھو فوجی ایکٹ دفعہ ۱۴۴ مقابلہ کرو کلاڈ کی کتاب 'سلطنت کی فوجیں' ج ۱ صفحات ۲۰۷، ۲۰۸، ومقدمہ ترسٹن بنام ملز، ۱۶ ایسٹ ۱۴ ۲۵۔ [3] فوجی ایکٹ دفعات ۱۶۲ ضمنی دفعات ۱-۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

جرائم کی جوابدہی میں افسران بالادست کے حکم کا عذر نہیں ہو سکتا۔

کی بابتہ انگلستان کی عدالت مشن میں دورہ سپرد نہ کیا جائے[1]۔
جب کوئی سپاہی کسی جرم کے الزام میں تحقیقات کے لئے پیش ہوتا ہے تو یہ عذر کہ فعل مذکور باتباع حکم افسران بالادست عمل میں آیا بجائے خود اسکی برائت کیلئے قابل قبول نہیں قرار پا سکتا ہے[2]۔

[1] فوجی ایکٹ دفعات ۱۶۲ ضمنی دفعات ۱-۶ اور مقابلہ کرو کہ فرانس میں فوج کا ملک کے قانون کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ فرانس کے قانون کا اصل اصول یہ ہے اور ہمیشہ رہا ہے کہ جن جرائم یا ناجائز افعال کے مرتکب سپاہی یا ایسے اشخاص ہوں جو فوجی قانون کے تابع ہیں انکی تحقیقات فوجی عدالتوں میں ہونی چاہئے۔ دیکھو فوجی عدالت کا ضابطہ دفعات ۵۵، ۵۶، ۷۶، ۷۷ اور لی فار کا قانون فوجی صفحات ۱۶۷، ۱۷۳۔

[2] اسٹیفن کی تاریخ قانون فوجداری ج ۱ صفحات ۲۰۴-۲۰۶، اور مقابلہ کرو کلاڈ کی کتاب "سلطنت کی فوجوں" کے ساتھ ج ۲ صفحات ۱۲۵-۱۵۵۔ سپاہی کی حیثیت کا اظہار عجیب طور سے مفصلہ ذیل مقدمہ سے ہوتا ہے۔

"ایچیلز" نامی ایک جہاز پر جبکہ وہ مال اتار رہا تھا، الف ایک سنتری (محافظ) تھا۔

"اسکو محافظ ماقبل سے یہ ہدایت ملی تھی کہ وہ کسی کشتی کو جہاز کے پاس نہ آنے دے، جب تک کہ اس کشتی پر افسر وردیوں میں نہ ہوں یا جب تک کہ افسر موجودہ جہاز انکے پاس آنے کی اجازت نہ دے۔ اس ہدایت کے ساتھ اسکی تحویل میں ایک بندوق اور تین خالی اور تین گولی کے کارتوس دیئے گئے۔ کشتیاں پاس آنے لگیں، اسپر محافظ نے انکو بار بار دور رہنے کے لئے کہا، مگر ایک کشتی بڑھتی چلی آئی اور بالکل جہاز کے قریب آگئی اس پر محافظ نے اس شخص پر بندوق چلائی جو کشتی میں تھا اور اسے مار ڈالا۔ جوری کے سامنے جو سوال تصفیہ طلب تھا وہ یہ تھا کہ کیا محافظ نے اس غلط خیال کی بنا پر بندوق نہیں چلائی کہ وہ اسکے فرائض میں داخل تھا، جوری نے اسکا اثبات میں تصفیہ کیا۔ مقدمہ بغرض تصفیہ حکام بالا محفوظ کر لیا گیا، ججوں کی متفقہ رائے یہ تھی کہ (باوجود تصفیہ جوری) یہ فعل قتل تھا، مگر انکی رائے میں یہ ایسا مقدمہ تھا جسمیں صحیح طور سے معافی دیئے جانے کا موقع تھا، ججوں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ اگر یہ فعل جہاز کی حفاظت کیلئے لازم ہوتا مثلاً متوفی بغاوت پھیلاتا ہوتا تو محافظ کا یہ عمل جائز متصور ہوتا"

دیکھو رسل کی کتاب "جرائم اور افعال ناجائز" (طبع چہارم) ج ۱ صفحہ ۸۲۳ بربنائے مقدمہ سرکار بنام تامس ایسٹ ٹی ۱۸۱۶، ایم ایس جسٹس پہلے۔ تجویز کی تاریخ قابل لحاظ ہے ۱۸۱۶ء کے ججوں کی نسبت مطلق یہ نہیں سمجھا جا سکتا تھا کہ وہ بادشاہ یا اس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکے لئے کسیقدر تشریح کی ضرورت ہے۔
299 ایک سپاہی کا فرض ہے کہ وہ ہر ایسے جائز حکم کی تعمیل کرے جو اسے اپنے فوجی افسر بالادست سے ملے؛ لیکن وہ بھی ایک غیر فوجی شخص کی طرح قانون کی خلاف ورزی کی ذمہ داری سے یہ عذر کرکے نہیں بچ سکتا کہ اس نے قانون کی خلاف ورزی (مثلاً) کمانڈر انچیف کے حکم کی باضابطہ اتباع کی بنا پر کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک سپاہی کیحالت اصولاً اور عملاً دوسرے لوگوں سے مشکل تر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ اگر وہ احکام کی تعمیل نہیں کرتا تو وہ اس کا مستوجب ہوسکتا ہے کہ عدالت حربی اسکو گولی مار دینے جانیکا حکم دے؛ اور اگر وہ احکام کی تعمیل کرتا ہے تو ممکن ہے کہ جج اور جوری اسکو پھانسی پر چڑھا دینے کا حکم دے۔ ایک سپاہی کی حیثیت، اور اسکے فرائض کی نوعیت کا پتا اس سے چل سکتا ہے کہ اسپر غور کیا جائے کہ مفصلۂ ذیل صورتوں میں اسکو کسطرح عمل کرنا چاہیے۔

ایک بلوے میں فوجی افسر اپنے سپاہیوں کو بلوائیوں پر گولی چلانیکا حکم دیتا ہے یہ حکم اس بنا پر جائز ہے کہ اسکے علاوہ کوئی اور ترکیب بلوا فرو کرنے
300 کے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ ایسی حالتیں سپاہیوں پر قانونی اور فوجی دونوں لحاظ سے لازم ہے کہ وہ اپنے افسر کے احکام کی تعمیل کریں۔ یہ ایک جائز حکم ہے، اور جو لوگ اسکی تعمیل کر رہے ہیں وہ بحیثیت سپاہی، اور بحیثیت اہل شہر، اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں۔

ایک سیاسی جوش و خروش کے اثنا میں، ایک افسر اپنے سپاہیوں کو، ایک مشہور اور معروف رعایا کے لیڈر کے متعلق جسپر کوئی جرم ثابت نہیں ہے بلکہ صرف باغیانہ کارروائیوں کا شبہ کیا جاتا ہے، یہ حکم دیتا ہے کہ وہ گرفتار کرکے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ملازمین کے حقوق کی کم وقتی کرینگے۔ عدالت کی تجویز قانون عمومی کے اس ناقابل تبدیل اصول پر مبنی اور اسکی مظہر ہے کہ کسی شخص کا سپاہی ہونا اور اسکا حکم عمل کرنا بجائے خود اسکو ان افعال کی فوجداری ذمہ داری سے بری نہیں کردیتا جن کا مرتکب اگر ایک غیر فوجی شخص ہوتا تو وہ جرم متصور ہوتے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

بغیر کسی قسم کی تحقیقات کے گولی سے مار دیا جائے۔ اس صورت میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سپاہی جو اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں، اور وہ افسر جو ایسا حکم دیتا ہے، دونوں قتل کے مرتکب ہیں، اور تحقیقات قانونی کے بعد پھانسی دیئے جانے کے مستوجب ہیں۔ ایسی انتہائی صورتوں میں سپاہیوں کا فرض ہے کہ وہ افسر بالادست کے احکام کی نافرمانی کے خطرات کو برداشت کر کے، قانون ملک کے احکام بجالائیں۔

ایک افسر اپنے سپاہیوں کو ایسے مجمع پر گولی چلانے کا حکم دیتا ہے جسکی نسبت وہ سمجھتا ہے کہ بغیر آتش بار آلات کے استعمال کے وہ منتشر نہ ہوگا، اور حقیقت یہ ہے کہ جسقدر سختی سے وہ کام لینا چاہتا ہے وہ ضرورت سے زیادہ ہے، مجمع میں امن قایم رکھنے کیلئے صرف جبریہ کارروائی کی دھمکی کافی ہے، اس لئے گولی چلانے کا حکم دینا بجائے خود جائز حکم نہیں ہو سکتا، اور جو کرنل یا افسر ایسا حکم دیتا ہے وہ قانوناً اس کا مجاز نہیں ہے، اور جو لوگ اس آتش باری سے ضایع ہوں وہ انکی موت کا بذات خود ذمہ دار قرار پائے گا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ازروے قانون ایسی صورت میں سپاہیوں کا کیا فرض ہے؟ یہ معاملہ ایسا ہے جس کا ابتک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے، مسٹر جسٹس اسٹیفن نے اس سوال کا جو مفصلۂ ذیل جواب دیا ہے وہ بلحاظ اسناد موجودہ تقریباً صحیح متصور ہو سکتا ہے۔

301 "میں نہیں سمجھتا کہ یہ سوال کہ افسروں کے احکام کس حد تک سپاہیوں اور ملاحوں کو رعایا پر حملہ آوری کے مجاز کر سکتے ہیں کبھی قانونی عدالتوں میں اس طریقہ سے پیش ہوا ہے کہ اسپر کامل طور سے غور ہو کر کوئی تصفیہ ہوا ہو۔ بقیاس غالب ایسی دلیل پر (جو پیش ہوگی ہے) یہ قرار پائے گا کہ فوجی افسروں کے ایسے احکام کی تعمیل انکے ماتحتوں کے لئے جائز ہوگی جسکی نسبت ماتحتوں کو بطریق معقول یہ فرض کرنیکی گنجایش ہو کہ یہ احکام انکے افسروں نے بوجوہ مناسب صادر کئے ہیں۔ سپاہی بطریق معقول یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے افسروں نے جو حکم ایک غیر منظم اور بے ترتیب مجمع پر گولی چلانے کا دیا ہے اسکے لئے انکے افسروں کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پنجم

ذہن میں مناسب وجوہ ہونگے، اگرچہ مجمع مذکور خود سپاہیوں کے نزدیک فی الوقت خوفناک اعمال کا ارتکاب نہ کر رہا ہو، لیکن سپاہی یہ قیاس بمشکل کر سکتے ہیں کہ انکے افسروں کے ذہن میں کوئی معقول وجہ ہوگی جب انکے افسر انہیں ایسی گلی میں جہاں کثرت سے لوگ موجود ہوں ایک باڑہ چلانے کا ایسے وقتیں حکم دیں جبکہ نہ کوئی ہنگامہ ہو رہا ہو اور نہ ایسے ہنگامہ کا خوف ہو۔ یہ اصول کہ ایک سپاہی پر ہر امکانی حالتیں اپنے بالادست افسر کے حکم کی تعمیل لازم ہے خود تمام فوجی نظام کو درہم برہم کر دینے والا ثابت ہوگا، کیونکہ اس صورتیں ایک سپاہی کے لئے جائز ہو جائیگا کہ وہ اپنے کپتان کے حکم پر کرنل کو گولی مار دے، یا میدان جنگ میں اپنے عہدہ دار بالادست کے حکم پر اپنی فوج چھوڑ کر دشمن سے جا ملے۔ میرے خیال میں یہ فرض کر لینا بھی کچھ کم خوفناک نہ ہوگا کہ افسر کے حکم سے ایک سپاہی بحالت امن بے قصور رعایا کا قتل، اور اثنائے بغاوت میں وحشیانہ مظالم مثلاً عورتوں یا بچوں کا مار ڈالنا، جائز ہو جاتا ہے۔ میری سمجھ میں جو کچھ آتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک سپاہی اپنے افسر کے حکم کی بنا پر اسی صورتیں معذور رکھا جا سکتا ہے جبکہ سپاہی کو بطریق معقول یہ یقین کرنے کی گنجایش ہو کہ جو حکم دیا گیا ہے انکے معقول وجوہ افسر مذکور کے ذہن میں تھے۔ وہ ایسے اختیارات کے تابع ہونے سے جنکے مقاصد متحد نہ ہوں، جو وقتیں پیش آتی ہیں وہ دو مختلف ضرورتوں یعنی ایکطرف قانون کی برتری، اور دوسری طرف فوجی نظام کے قائم رکھنے کا لازمی نتیجہ ہے[1]۔"

302

اس وقت کیوجہ سے سپاہیوں کو جو مشکلیں پیش آتی ہیں، انہیں سلطنت کے اس اختیار سے بہت کچھ تخفیف ہو جاتی ہے کہ وہ ناجی سزاؤں کے اثرات کو معافی کے ذریعہ سے زائل کر سکتی ہے[2]۔ اگرچہ سپاہی کو ایسے احکام کی تعمیل کی بنا پر جنہیں ایک معمولی سمجھ کا آدمی دیانت داری کے ساتھ

---

[1] اسٹیفن کی تاریخ قانون فوجداری ج ۲ صفحات ۲۰۵، ۲۰۶۔ مقابلہ کرو جسٹس دلز کے الفاظ کا جو انھوں نے مقدمہ کیلے بنام بل میں استعمال کئے تھے، ۴ ایف وایف ۷۶۳۔ نیز ملاحظہ ہو لارڈ بون کی رائے جو ضمیمہ نوٹ (۹) میں ایسے سپاہیوں کے فرائض کے متعلق ہے جن کو مجمع ناجائز منتشر کرنے کا حکم دیا جائے۔ [2] نیز اٹرنی جنرل کو بحیثیت نمایندہ سلطنت یہ حق حاصل ہے کہ وہ مقدمہ سے دست بردار ہو جائے۔ دیکھو اسٹیفن کی تاریخ قانون فوجداری ج ۲ صفحہ ۹۶۔ اور ارجیبولڈ کی کتاب عرضی دعوی فوجداری مقدمات (۲۲ ایڈیشن) صفحہ ۱۲۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

خلاف قانون نہیں سمجھ سکتا، بڑی حد تک سزا کا اندیشہ نہیں باقی رہتا لیکن وہ اس سے کسی صورت میں بھی نہیں بچ سکتا کہ اس کی فوجی کارروائی کی تحقیقات ملکی عدالت میں کیجائے، اور نہ بعذر تعمیل حکم افسران بالادست اس فعل کی ذمہ داری سے بچ سکتا ہے جسے ایک معمولی فہم کا آدمی جرم سمجھ سکتا تھا۔[1]

سپاہی کی حیثیت بطور رکن فوج

سپاہی کی حیثیت بطور رکن فوج

303

۔ ایک باشندہ ملک فوج میں داخل ہوکر مخصوص فرائض کا ذمہ دار یعنی قانون فوج کا پابند ہو جاتا ہے، اور اسوجہ وہ افعال جو ایک باشندہ ملک سے صادر ہونیکی حالتیں جرائم نہ سمجھے جاتے یا جرائم خفیف شمار ہوتے، مثلاً ایک افسر کی توہین کرنا، یا اسپر ہاتھ چلانا، وہ ایک سپاہی سے صادر ہونیکی حالتیں سنگین جرائم ہو جاتے ہیں اور مجرم کو سزائے سخت کا مستوجب قرار دیتے ہیں۔ علاوہ اسکے سپاہی کے جرائم کی تحقیقات اور سزا عدالت حربی سے بھی ہو سکتی ہے، اس لحاظ سے ایک سپاہی کی فوجی حیثیت ایک باشندہ ملک کی حیثیت سے بالکل جدا ہو جاتی ہے، اس کو وہ آزادی حاصل نہیں ہوتی جو ملک کے ایک باشندہ کو حاصل ہوتی ہے، اور ان فرائض کے علاوہ جو اسپر بحیثیت باشندہ ملک عائد ہوتے ہیں وہ ان تمام ذمہ داریوں کو بھی برداشت کرتا ہے جو فوجی قانون کی رو سے اسپر عاید ہوتی ہیں۔ اگرچہ حقیقت حال یہی ہے، لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ سپاہی کے فوجی آدمی ہونے کی حیثیت سے فوج، کم از کم بحالت امن، معمولی قانون کی حکومت سے خارج ہے۔

اس مضمون کے متعلق عام اصول یہ ہے کہ قانونی عدالتوں کو یہ

[1] برآن بنام ڈنمین، ۲ ای ایکس، ۱۶۷ کا مقدمہ بعض اوقات اسکی تائید میں پیش کیا جاتا ہے کہ ایک عہدہ دار کا بربنائے حکم سلطنت قانون کی خلاف ورزی کرنا قانوناً جائز ہے، لیکن اس مقدمہ میں جو تجویز ہوئی ہے اس سے وہ اصول مستنبط نہیں ہوتا جو غلطی سے اسکی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جو کچھ مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو فعل انگلستان کے کسی فوجی یا بحری افسر سے ملک غیر میں بمقابلہ باشندہ ملک غیر کے بتعمیل احکام سلطنت صادر ہو وہ ممکن ہے کہ جنگی عمل قرار پائے، مگر وہ قانون کی ایسی خلاف ورزی نہیں تصور ہو سکتی جسکی بابت افسر کے مقابلہ میں دعوی دایر ہو سکے۔ مقابلہ مقدمہ فیدر بنام ملک، ۲ بی ایس، ۱۵۷، ۲۹۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم

اختیار حاصل ہے کہ وہ اس امر کا فیصلہ کریں کہ قانون فوج کن لوگوں پر نافذ ہے، اور آیا ایک مخصوص کارروائی جسکی نسبت یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ وہ فوجی قانون پر منحصر ہے، اس قانون کے قواعد کے لحاظ سے جو فوج پر نافذ ہے درست ہے یا نہیں۔

اس سے (منجملہ دوسرے نتائج کے) مفصلۂ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

عدالتہائے دیوانی اس امر کا تعین کرتی ہیں[1] کہ آیا ایک مخصوص شخص اشخاص تابع قانون فوج[2] کے زمرہ میں داخل ہے یا نہیں۔

بھرتی جو بمنزلہ اس معاہدہ کے ہے[3] جس کی بنا پر ایک شخص فوجی قانون کا تابع ہو جاتا ہے ایک دیوانی کارروائی ہے، اور بعض اوقات عدالت دیوانی کو اس امر کی تحقیقات کرنی پڑتی ہے کہ آیا فلاں شخص باضابطہ طور سے بھرتی ہوا یا وہ اسکا مجاز ہے یا نہیں کہ فوجی خدمت سے علیحدہ ہو جائے[4]

304

[1] دیکھو مقدمہ ولف ٹون ۲۷ ایس ٹی آر ۹۱۴، اور ڈگلاس کا مقدمہ ۳ کیو بی ۸۲۵ و مقدمہ فرائی بنام اگلی جس کا حوالہ فوجی قانون کے دستور العمل میں دیا گیا ہے فصل ۷ دفعہ ۱۴۔

[2] دیکھو فوجی ایکٹ دفعات ۱۷۵-۱۸۴۔

[3] سپاہی کی بھرتی ایک قسم کا معاہدہ ہے جو بادشاہ اور سپاہی کے درمیان ہوتا ہے، اور قانون کے معمولی اصول کے لحاظ سے اسمیں کوئی تبدیلی اسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ فریقین اسپر رضامند نہ ہوں نتیجہ یہ ہے کہ جس قانون کے تحت سپاہی بھرتی ہوتا ہے اسکے شرائط میں اسکی رضامندی کے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ دستور العمل قانون فوجی فصل ۱، دفعہ ۱۸

[4] دیکھو فوجی ایکٹ کی دفعہ ۹۶ اس مخصوص طریقہ کے لئے جسکے تحت ایک ایسا کارآموز جو ۲۱ سال سے کم عمر میں بطور سپاہی کے بھرتی ہوا ہو ایک معلم کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ بہرحال موجودہ فوجی قانون کے لحاظ سے ایسی صورت بطور شاذ پیش آسکتی ہے کہ عدالت کو یہ تصفیہ کرنا پڑتا ہو کہ آیا فلاں شخص بطریق ناجائز بحیثیت سپاہی فوجی حراست میں ہے یا نہیں۔ دیکھو فوجی ایکٹ دفعہ ۱۰۰ ضمنی دفعات ۲، ۳۔ جب سپاہی جبریہ بھرتی کئے جاتے تھے تو ناجائز بھرتیوں کے متعلق عدالتوں کو دست اندازی کی ضرورت پڑتی تھی۔ دیکھو کلاڈ کی کتاب فوجی جمعیت جلد ۲ صفحات ۸، ۵۸۷۔ عدالت دیوانی کو یہ بھی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ آیا ایک شخص جو فوجی قانون کا تابع ہے، وہ اپنے کمیشن سے دست بردار ہونیکا حق رکھتا ہے یا نہیں، مقدمہ ہرسرن بنام چرچل [۱۸۹۲] ۱ کیو بی (سی اے) ۱۴۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

اگر عدالت حربی اپنے اختیارات سے متجاوز ہو جاتی ہے، یا اگر کوئی افسر خواہ وہ عدالت حربی کا رکن ہو یا نہ ہو، کوئی ایسا عمل کرتا ہے جسکی اجازت قانون سے نہیں ہے، تو عدالت، یا افسر مذکور کے عمل پر قانونی عدالتوں کو نگرانی کا حق حاصل ہے۔

جس کارروائی کے ذریعہ سے قانونی عدالتیں عدالتہائے حربی یا افسروں کے افعال کی نگرانی کرتی ہیں وہ فوجداری اور دیوانی دونوں صیغوں سے ہو سکتی ہے۔ فوجداری کارروائی اسطرح ہوتی ہے کہ حملہ، ناجایز قید، قتل انسان، یا قتل عمد کے متعلق فرد قرار جرم لگائی جاتی ہے۔ دیوانی کارروائی دو قسم کی ہوتی ہے، بغرض انسداد، یعنی کسی مضرت کے ارتکاب کو عمل میں لانے، یا اسکے جاری رکھنے کے انسداد کے لئے؛ یا بغرض چارہ، یعنی اس مضرت کا جو درحقیقت پہنچی ہے معاوضہ دلانے کے متعلق۔ عام الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قانونی عدالتوں کے دیوانی اختیارات، حربی عدالتوں پر بذریعہ احکام امتناعی یا حکمنامہ انتقال مقدمہ، نافذ ہوتے ہیں، اور عہدہ دار وغیرہ کی ذات پر ہرجہ کے دعوے کے ذریعہ سے، قیدی کو حاضر عدالت کرنے کا حکمنامہ ہر ایسے افسر، یا قید خانہ کے مہتمم یا کسی دوسرے شخص کے نام جاری ہو سکتا ہے جسکی نسبت بیان کیا جائے کہ اس نے، فوجی قانون کے نام سے کسی شخص کو بے ضابطہ طور سے حراست میں رکھا ہے[1]

305

خاتمہ یہ بیان کر دینا چاہئے کہ مستقل فوج کا تمام تر وجود اور نظام، کم از کم امن کے زمانہ میں، بغاوت کے سالانہ ایکٹ[2] یا اگر زیادہ تر صحت سے کہا جائے تو فوج کے سالانہ ایکٹ کے نفاذ پر منحصر رہتا ہے۔ اگر یہ ایکٹ نافذ نہ ہو تو کوئی سپاہی فوجی قانون کا پابند نہیں رہ سکتا۔ بغیر

---

[1] دستور العمل قانون فوجی فصل ۸ دفعہ ۸۔ اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ عدالتہائے قانونی عام طور سے ان حقوق کے متعلق کسی قسم کی کارروائی نہ کرینگی جو فوجی حیثیت، اور فوجی قواعد پر مبنی ہونگے۔ [2] صورت حال یہ ہے کہ مستقل فوج کا نظام ۱۸۸۱ء کے فوجی ایکٹ ۴۴، ۴۵ وکٹوریا کی فصل ۵۸ پر منحصر ہے، جو بروے دفعہ ۱۲ اسوقت تک نافذ رہتا ہے جبکی صراحت اس ایکٹ میں کر دیجائے جو سالانہ جاری ہوتا ہے اور (سالانہ) فوجی ایکٹ کہلاتا ہے۔ یہ ایکٹ مستقل فوج کے وجود کو قائم اور فوجی ایکٹ کے نفاذ کو برقرار رکھتا ہے، اسلئے صحیح طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ فوجی (سالانہ) ایکٹ کے نفاذ پر مستقل فوج کا وجود اور اس کا نظام قائم ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم

اس ایکٹ کے فوج کو چھوڑ کر مفرور ہو جانا زیادہ سے زیادہ نقض معاہدہ قرار پا سکتا تھا اور ایک افسر کو مارنا حملہ سے زیادہ نہیں شمار ہو سکتا تھا۔

مقامی افواج

مقامی افواج کے متعلق - یہ فوج بہت سے امور میں جبریہ فوج (ملیشیا) اور رضاکار فوج کی جمعیت کے قائمقام ہے جسطرح جبریہ فوج آخر زمانہ میں رضامندی سے بھرتی ہونے لگی تھی اسیطرح یہ بھی رضامندی سے بھرتی ہوتی ہے۔ وہ سلطنتہائے متحدہ سے باہر انجام دہی خدمات کے لئے بجبر نہیں بھیجی جا سکتی؛ وہ اس خصوصیت میں بھی جبریہ فوج کے مشابہ ہے، اور بلحاظ اپنی نوعیت کے اس سے پارلیمنٹی حکومت توڑنے کا کام کسی طرح نہیں لیا جا سکتا؛ لیکن اس فوج کے متعلق بھی یہ احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے کہ وہ قانون کی حکومت سے باہر نہ رہنے پائے عام طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مقامی فوج کے افراد صرف انہی وقت فوجی قانون کے تابع ہوتے ہیں جبکہ وہ زیر تعلیم ہوں یا اجتماعی صورت واقع ہو (یعنی وہ فوج میں منتقل کر لئے جائیں) اجتماع سے مقامی جمعیت (Force) مقامی فوج (Army) کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے، اگرچہ وہ ایسی فوج ہوتی 306
ہے جس سے بیرون ملک کام نہیں لیا جا سکتا۔

'اجتماع' (ایماڈیمنٹ) بطریق جائز صرف اسی صورت میں واقع ہو سکتا ہے، جب کسی فوری قومی خطرہ کا اندیشہ ہو، یا اس کی سخت ضرورت پیش آئے یا فوری ضرورت سے قطع نظر کر کے پارلیمنٹ کو مقامی فوج کے 'اجتماع' کے خلاف درخواست پیش کرنے کا موقع ملا ہو۔ اس مضمون کے متعلق ایکٹوں کا عام نتیجہ یہ ہے کہ جس حالتمیں کہ کوئی پارلیمنٹ موجود ہو اسوقت مقامی فوج کا اجتماع بہ استثنائے سخت ضرورت کے، بغیر منظوری

لہ مقامی فوج کا کوئی شخص اگر اجتماع کی صورتمیں حاضر نہ ہو تو اسکی تحقیقات عدالت حربی سے ہو سکتی ہے اگرچہ وہ دوسری صورت میں فوجی قانون کا پابند نہیں ہے۔ یہی ایک صورت ہے جس میں اسپر فوجی قانون کی پابندی لازم آتی ہے۔ مقامی اور ردلیف فوج کا ایکٹ بابتہ ۱۹۰۸ء دفعہ ۲۰۔ نیز دیکھو وہ مقدمات جنمیں حربی اور سرسری عدالتوں کے اختیارات ساتھ ساتھ چلتے ہیں حوالہ متذکرہ بالا دفعات ۲۴ - ۲۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

پارلیمنٹ کے وقوع میں نہیں آسکتا[1] اسکے ساتھ یہ بھی اضافہ کر دینا چاہئے کہ اجتماع واقع ہو جانے کے بعد مقامی فوج کے افراد میں نظام کا قائم رہنا فوجی ایکٹ اور فوجی (سالانہ) ایکٹ[2] کے نافذ اور برقرار رہنے پر منحصر ہوتا ہے۔

[1] مقابلہ کرو مقامی اور رولیف فوجوں کا ایکٹ بابتہ ۱۹ رفعہ ۲، و ایکٹ فوج رولیف بابتہ ۱۸۸۲ دفعات ۱۲، ۱۳، و ایکٹ فوج جبری بابتہ ۱۸۸۲ دفعہ ۱۸، اور دیکھو نوٹ ۴ صفحہ 291 گزشتہ۔

[2] تبعات قانون فوج اور مسلمہ کلیسا کے پادریوں کی حیثیت میں ایک سبق آموز تطابق پایا جاتا ہے۔

قومی کلیسا کا ایک پادری، قومی فوج کے ایک سپاہی کی طرح، ان فرایض اور عدالتوں کا پابند ہے جن کی پابندی انگلستان کے دوسرے باشندوں پر عائد نہیں ہوتی جسطرح وہ اپنی جماعت کی مخصوص مراعات سے مستفید ہوتے ہیں، اسی طرح وہ انکے قیود کے بھی پابند ہیں، لیکن پادری بھی سپاہیوں کی طرح قانون ملک سے مستثنی نہیں ہیں جس فعل کا ارتکاب ایک معمولی شخص کے لئے جرم یا غلط ہوگا وہ ایک پادری سے سرزد ہونیکی حالتمیں بھی جرم یا غلط متصور ہوگا اور ہر صورتمیں انکی تجویز معمولی عدالتوں میں ہوگی۔

علاوہ انکے جسطرح معمولی نوٹی عدالتیں، عدالت حربی کے قانونی اختیارات کے حدود متعین کرتی ہیں، اسیطرح وہ (پابندی ایکٹہائے پارلیمنٹ) مذہبی عدالتوں کے اختیارات بھی متعین کرتی ہیں۔

ابتدا میں پادریوں کو معمولی (غیر پادریوں) اشخاص کے مساوی قرار دینا تقریباً ایسا ہی دشوار تھا جسطرح تمام فوجی معاملات میں ملکی (سول) حکومت کو تفوق دینا۔ یہ مشکلیں بہ نسبت دوسرے ممالک کے انگلستان میں بہت پہلے اور زیادہ تر تکمیل کے ساتھ حل کی گئیں۔ اس سے بطریق معقول یہ قیاس قائم کیا جاسکتا ہے کہ قانونکی اس فتحمندی کی بنیاد وہ مسلمہ برتری تھی جو بادشاہ کو باجلاس پارلیمنٹ حاصل تھی اور خود اس برتری کا باعث وہ طریقہ تھا جسکے مطابق بادشاہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان کے ساتھ عمل پیرا ہو کر صریح طور سے قوم کا نمایندہ سمجھا جاتا تھا اور اسطور سے سلطنت کی تمام اخلاقی قوت کا منبع تھا۔

307

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

308

فصل دہم

آمدنی (ریونیو)[1]

آمدنی

جسطرح فوج سے بحث کرنے میں میرا مقصد صرف یہ دکھانا تھا کہ کن اصول پر ملک کی فوجوں کا تعلق ملک کے قانون کے ساتھ ہوتا ہے، اسی طرح آمدنی سے بحث کرنے میں میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں قومی آمدنی کے ذرائع، طریقہ وصول، اور مصارف کے معاملات کے متعلق کوئی سرسری خاکہ بھی پیش کروں، بلکہ صرف یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ آمدنی کے وصول، صرف، اور اسکے معاملات متعلقہ، سب میں قانون کے قواعد کی سختی کے ساتھ پابندی کیجاتی ہے۔ اس بارہ میں قابل توجہ تین امور ہیں یعنی قومی آمدنی کے ذرائع، اسکے صرف کا اختیار، اور وہ احتیاطیں جو اسکے صحیح طور سے خرچ ہونے کے متعلق قانون میں درج کی گئی ہیں، یعنی اس آمدنی کے اسطور سے صرف میں آنے کے متعلق جیسا کہ قانون میں بتایا گیا ہے۔

---

[1] اسٹیفن کی شرح جلد ۲ کتاب چہارم فصل (۷)؛ ہیرن کی کتاب انگلستان کی حکومت (طبع ۲) فصل ۱۳، صفحات ۲۵۱-۳۸۸؛ ٹے کی کتاب عملدرآمد پارلیمنٹ، فصل ۱۹؛ نیز دیکھو خزانہ اور تنقیح کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۶ء، ۲۹، ۳۰، وکٹوریا فصل ۳۹ و ۱، ۲، وکٹوریا فصل ۲ دفعہ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
ذرائع

قومی آمدنی کے ذرائع ۔ بلیک اسٹون اور دوسرے مستند مصنفین نے لکھا ہے کہ (قومی) آمدنی، بادشاہ کی موروثی یا 'معمولی' آمدنی، اور 'غیر معمولی' آمدنی پر مشتمل ہے، جو ان محصولات سے وصول ہوتی ہے جو پارلیمنٹ عاید کرتی ہے۔ بلحاظ تاریخ یہ فرق اور امتیاز دلچسپی سے خالی نہیں؛ مگر ہم کو اپنے مقصد کے لیے بادشاہ کی اس موروثی آمدنی پر جو شاہی زمینات، حق امیرالبحری، وغیرہ سے وصول ہوتی ہے زیادہ تر توجہ کرنے کی ضرورت نہیں؛ وہ قومی آمدنی کا ایک خفیف جز ہے جسکی مقدار پانچ لاکھ پونڈ سالانہ سے زیادہ نہیں ہے۔ علاوہ اسکے اسوقت اسکا تعلق بطور خاص بادشاہ کی ذات سے باقی بھی نہیں رہا ہے۔ کیونکہ وہ آمدنی موجودہ بادشاہ[1] کے آغاز عہد میں، ولیم چہارم، اور ملکہ وکٹوریا کے عہود کی طرح ایک مقررہ رقم صرف خاص، (سول لسٹ)[2] کی شکل میں تبدیل ہوگئی ہے؛ یعنی ایک ایسی رقم کی شکل میں ہے جو بادشاہ کو سالانہ اپنا اعزاز قائم رکھنے کے لیے دیجاتی ہے؛ اسی وجہ سے اب تمام موروثی آمدنی قومی خزانہ میں داخل ہوتی ہے، اور قومی آمدنی کا ایک جز ہے۔ موروثی آمدنی سے قطع نظر کرنے کے بعد ہم کو اپنی تمام تر توجہ اس آمدنی کی طرف مبذول کرنی چاہیے جو حیرت انگیز طریقہ سے 'غیر معمولی' کے نام سے موسوم کی جاتی ہے، اگرچہ فی الحقیقت وہی معمولی یا پارلیمنٹی آمدنی قوم کی حقیقی آمدنی ہے۔

309

جملہ قومی آمدنی کی مقدار معمولی سال میں تقریباً چودہ کروڑ پونڈ ہوتی ہے[3]، اور یہ سب (بادشاہی موروثی خفیف آمدنی سے قطع نظر کرکے) ان محصولات کے ذریعہ سے وصول ہوتی ہے جو بروئے قانون عائد کئے

---

[1] سول لسٹ ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۰۱ء، ایڈورڈ ہفتم فصل ۴

[2] سول لسٹ کے متعلق دیکھو تے کی تاریخ دستور جلد اول فصل ۴

[3] خزانہ کا چانسلر اپنی موازنہ کی تقریر مورخہ ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء [۲، اہنسارڈ (سلسلہ چہارم) کالم ۱۱۸۰] میں سنہ ۱۹۰۶-۱۹۰۷ء کی آمدنی (موصولہ خزانہ) چودہ کروڑ پونڈ بتاتا ہے۔ (سالہائے مابعد کے محصولات اور لگان کیلئے دیکھو کتاب 'قانون و آرا' ج ۱ صفحات ۴۷۰-۴۷۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دہم

گئے ہیں؛ اسلئے قومی آمدنی کا انحصار قوانین اور وہ بھی موضوعہ قوانین پر ہے، اور یہ آمدنی پارلیمنٹ کے ایکٹوں کی پیدا کی ہوی ہے۔

310 اس زمانہ میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ محصولات بجز پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے کسی اور طرح عائد کئے جا سکتے ہیں؛ البتہ یہ ضرور ہے کہ اکثر لوگوں کے ذہن میں ان تعلقات کا صحیح اندازہ نہیں ہے جو ذرائع آمدنی کے مہیا کرنے اور پارلیمنٹ کے اجلاسوں میں ہے۔ بعض اوقات لوگ اسطرح گفتگو کرتے ہیں جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر پارلیمنٹ کے اجلاس نہ ہوا کرتے تو کوئی محصول قانوناً واجب الادا نہیں ہو سکتا تھا، اور قومی خزانہ کو بھرنے کی ضرورت نے پارلیمنٹ کے اجلاسوں کو لازم کر دیا ہے۔ اس خیال کی تائید بعض ازمنہ کی تاریخ پر غور کرنے سے ہوتی، مثلاً چارلس اول کا زمانہ جبمیں بادشاہ بغیر پارلیمنٹ کی متواتر مداخلت کے، کوئی آمدنی بطریق جائز حاصل نہیں کر سکتا تھا؛ لیکن اس زمانہ میں یہ خیال کہ اگر پارلیمنٹ کے اجلاس موقوف ہو جائیں تو کوئی آمدنی بطریق جائز حاصل نہیں ہو سکتی، بالکل بے بنیاد ہے۔ خزانہ میں لاکھوں کی آمدنی ہوگی اگر پارلیمنٹ کے اجلاس بالکل بند بھی ہو جائیں؛ اسلئے کہ اگرچہ تمام محصولات کا انحصار پارلیمنٹ کے ایکٹوں پر ہے، مگر اب تمام محصولات سالانہ اور عارضی ایکٹوں پر منحصر نہیں رہے ہیں۔

تمام محصولات دو مختلف طریقوں سے واجب الادا ہیں یعنی یا تو مستقل یا سالانہ ایکٹوں کے ذریعہ سے۔

وہ محصولات جن کی آمدنی ۱۹۰۶-۷ء میں جملہ سالانہ آمدنی کی $\frac{3}{4}$ تھی، ایسے تھے جو مستقل ایکٹوں کے ذریعہ سے عائد کئے گئے تھے اور وہ مالگزاری[1] آبکاری[2] (مسکرات) اور اسٹامپ[3] اور موجودہ محصولات کے

---

[1] ۳۸ جارج سوم فصل ۵۔ [2] دیکھو ہسٹیفن کی شرح جلد ۲ صفحات ۵۵۲-۵۵۳۔ [3] اسٹامپ ایکٹ ایت ۱۸۹۱ء ۵۴، ۵۵، وکٹوریا فصل ۳۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
311

بڑے حصہ پر مشتمل تھے۔ یہ وہ محصولات ہیں جو برابر واجب الادا رہیں گے، گو پارلیمنٹ کا اجلاس برسوں نہ ہو۔ ہم ایک ایسی مثال لیتے ہیں جو ہر شخص کے ذہن میں بآسانی آسکتی ہے، ہم اپنے خطوط کے لئے ٹکٹ خریدنے پر قانوناً مجبور ہیں گو کہ پارلیمنٹ کا دوسرا اجلاس ۱۹۰۱ء تک نہ ہو۔

دوسرے محصولات، اور خصوصیت کے ساتھ محصول آمدنی (انکم ٹیکس) جو قومی آمدنی کے بقیہ اجزا ہیں، ایسے محصولات ہیں جو سالانہ ایکٹوں کے ذریعہ سے عائد کئے جاتے ہیں[1]، اگر کسی اتفاق سے پارلیمنٹ ایک سال منعقد نہ ہو، تو کوئی شخص قانوناً ادائے محصول آمدنی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

ان محصولات میں جو مستقل ایکٹوں پر منحصر ہیں، اور ان محصولات میں جنکا مدار عارضی ایکٹوں پر ہے جو فرق ہے وہ ضرور قابل توجہ ہے، مگر جو امر اس سلسلہ میں یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ تمام محصولات بذریعہ قانون عائد کئے جاتے ہیں، اور کوئی شخص بطور محصول ایک شلنگ بھی ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ ججوں کو اس امر کا اطمینان نہ دلایا جائے کہ وہ کسی پارلیمنٹ کے ایکٹ کی رو سے اس سے واجب الوصول ہے۔

صرف کی اجازت۔

آمدنی کے صرف کرنیکا اختیار۔ ایک زمانہ میں عام دستور یہ تھا کہ جو آمدنی محصولات سے وصول ہوجاتی تھی وہ فی الحقیقت پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان کی طرف سے بادشاہ کو ایک عطیہ یا ہدیہ متصور ہوتی تھی۔ جو رقمیں چارلس اول یا جیمس اول کو دیجاتی تھیں وہ فی الحقیقت بادشاہ کو دیجاتی تھیں، اور اس کا اخلاقی فرض ہوتا تھا کہ وہ ان رقوم اور اپنی موروثی آمدنی سے انتظام حکومت کے مصارف ادا کرے، جو رقم پارلیمنٹ کی طرف سے دیجاتی تھی اسکا ہرگز یہ منشا نہ ہوتا تھا کہ بادشاہ

[1] سالانہ محصول جو سالانہ ایکٹ کے ذریعہ سے عائد کیا جاتا ہے وہ چاء پر محصول کروڑ گیری (کسٹم ڈیوٹی) ہے، جو اس سال جس کا خاتمہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء کو ہوا بمقدار ۸۸، ۸۸، ۵ پونڈ کے تھا۔ اور نیز محصول آمدنی جسکی مقدار اسی سال کے لئے ۹۴، ۹۱، ۱۸، ۳ پونڈ تھی، جس سے اس سالانہ محصول کی مجموعی مقدار جسکی سالانہ منظوری دیجاتی ہے ۲۲، ۸۰، ۷، ۳ ہوجاتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دہم
312

اسکو بقول شخصے اپنی جیب میں رکھے، مگر حقیقت حال یہ ہے کہ اسکی تقسیم کا اختیار بادشاہ اور وزیر ہی کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ انگلستان کے دستور کی ایک خصوصیت یہ بھی کہ اسمیں قرون وسطی کے خیالات کے آثار پائے جاتے تھے جن کی بنا پر بادشاہ کی جائداد، کم وبیش، قومی آمدنی کا ایک جز متصور ہوتی تھی، اس تمدنی حالت کے گزر جانے کے بعد بھی جسمیں ایسے خیالات فطری طور سے شایع ہوتے ہیں، جارج سوم کے زمانہ تک اکثر عام (پبلک) مصارف مثلاً ججوں کی تنخواہیں، بادشاہ کے صرف خاص (سول لسٹ) پر عائد کیجاتی تھیں، اور اسطور سے وہ بادشاہ کے خانگی مصارف کے ساتھ خلط ملط ہو جاتی تھیں۔ زمانہ حال میں کل قومی آمدنی بادشاہ کی ملک نہیں سمجھی جاتی، بلکہ قوم کی ملک متصور ہوتی ہے اور اسکے متعلق دو امور قابل لحاظ ہیں۔

اول۔ تمام قومی آمدنی، شاہی خزانہ کے نام[1]، ان لینڈ ریونیو آفس (اندرونی ملک کی آمدنی کے دفتر) سے، بنک اوف انگلینڈ[2] میں جمع کرا دیجاتی ہے۔ دفتر مذکور میں تمام محصولات جمع ہوتے ہیں، وہ بمنزلہ ایک عظیم الشان بخوری کے ہے جسمیں روزانہ وہ رقمیں جو ٹیکسوں کی بابتہ آتی ہیں جمع ہوتی جاتی ہیں، اور وہیں سے روزانہ بنک میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ان لینڈ ریونیو آفس میں روزانہ کثیر رقم داخل ہوتی ہے، اور بنک سے دو شخص گاڑی میں بیٹھ کر سہ پہر کو آتے ہیں، اور وہ افسران متعلقہ کے ساتھ اسدن کے

---

[1] دیکھو خزانہ اور تنقیح کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۶ء (۲۹، ۳۰ وکٹوریا فصل ۳۹) دفعہ ۱۰ انتظام وتنقیح آمدنی ومصارف رقوم سرکاری صفحہ ۱۰۲، لیکن چند سال سے امدادی تخصیص کا ایک طریقہ جاری کیا گیا ہے جسکے ذریعہ سے بعض رقمیں جو قبل ازیں زاید آمدنی کے نام سے خزانہ شاہی میں جمع ہوتی تھیں اب خزانہ میں جمع نہیں کیجاتی ہیں بلکہ انہی سررشتہ جات میں صرف ہوتی ہیں جہاں وہ وصول ہوتی ہیں تاکہ اس رقم میں جو پارلیمنٹ سے انکے لئے منظور ہوتی ہے تخفیف ہو سکے۔

[2] یا بنک اوف آیرلینڈ میں، دیکھو حوالہ نوٹ سابق۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

تمام حساب کی جانچ کرتے ہیں، اور اسوقت تک نہیں جاتے جب تک کہ ہر رقم کا حساب پورے طور سے صاف نہیں ہو جاتا، انکے بعد جملہ رقم
313 موصولہ کو لیکر وہ چلے جاتے، اور بنک اوف انگلینڈ میں داخل کر دیتے ہیں۔

دوسرے۔ اس آمدنی کا ایک پیسہ بھی پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کی اجازت کے بغیر قانوناً صرف نہیں ہو سکتا۔

یہ اجازت ممکن ہے کہ مستقل ایکٹ کے ذریعہ سے دیجائے جیسے سول لسٹ ایکٹ ۱، ۲، وکٹوریا فصل (۲)، یا قومی قرضہ یا مقامی دستگردان قرضہ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۸ء؛ یا تخصیص کے ایکٹ یعنی سالانہ ایکٹ سے جسکے ذریعہ سے معین رقمیں خاص کاموں (جنمیں اہم تر بری اور بحری فوج کی نگہداشت ہے) کے لئے پارلیمنٹ سے محفوظ کر دی جاتی ہیں، اور جن کا انتظام پارلیمنٹ کے مستقل ایکٹوں سے نہیں کیا جاتا، جیسا کہ قومی قرضہ کی ادائی کیلئے کیا جاتا ہے۔

پس معاملہ کی مختصر صورت یہ ہے کہ

معمولی سالوں میں[1] قومی آمدنی جو مختلف محصولات سے وصول ہوتی ہے تقریباً مقدار چودہ کروڑ پونڈ سالانہ کے بنک اوف انگلینڈ میں داخل ہوتی ہے، اور یہ چودہ کروڑ پونڈ، آمدنی یا مجتمعہ سرمایہ متصور ہوتے ہیں۔

اسمیں سے ہر ایک پائی بشرطیکہ قانون کی خلاف ورزی نہ کی جائے پارلیمنٹ کے ایکٹ کے مطابق صرف ہوتی ہے؛ اکثر صورتوں میں ادائی کی اجازت مستقل ایکٹوں کے ذریعہ سے دیجاتی ہے، مثلاً قومی قرضہ کا سود، قومی قرضہ اور مقامی دستگرداں قرضہ کے ایکٹ بابتہ ۱۸۸۸ء کی رو سے مجتمعہ سرمایہ سے ادا کیا جاتا ہے؛ دوسری صورتوں میں ادائی کا حکم یا اجازت سالانہ ایکٹوں سے دیجاتی ہے مثلاً تخصیص کے ایکٹ سے، جنمیں یہ بتایا جاتا

[1] دیکھو صفحہ 309 گزشتہ (۳)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دہم
314

ہے کہ جو رقوم پارلیمنٹ نے منظور کی ہیں (اور جو مستقل ایکٹوں کے ذریعہ سے کسی دوسرے طور سے مخصوص نہیں کرتی گئی ہیں) کس طرح صرف کیجائینگی۔ بہرصورت یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو کچھ قومی آمدنی سے صرف ہوتا ہے وہ حسب قانون صرف ہوتا ہے یعنی پارلیمنٹ کے کسی خاص ایکٹ کے مطابق

ان امور کی تفصیل کہ پارلیمنٹ سالانہ رقوم کی منظوری کسطرح دیتی ہے اور وہ کسطرح مخصوص کردی جاتی ہیں ان کتابوں میں کافی طور سے ملے گی جو پارلیمنٹ کے طرز کارروائی[1] سے بحث کرتی ہیں جس واقعہ کی طرف ہمیں توجہ مبذول کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ خرچ کی ہر ایسی مد (مثلاً وہ اجرت جو بری اور بحری فوجوں کو دیجاتی ہے) جسکی اجازت اور منظوری کسی مستقل ایکٹ سے نہیں ہوتی، وہ بالآخر تخصیص رقوم کے سالانہ ایکٹ، یا ان مخصوص ایکٹوں سے، جو تخصیص رقوم کے ایکٹ سے قبل بغرض آسانی نافذ کئے جاتے ہیں، اور جن کا تذکرہ ایکٹ مذکور میں کردیا جاتا ہے، منظور کیجاتی ہے؛ اسلئے رقم کے صرف کرنے اور محصولات کے بڑھانے کا معاملہ کلاً پارلیمنٹ کے نافذہ ایکٹوں پر منحصر ہوتا ہے

آمدنی کے بطریق مناسب صرف کئے جانیکا اطمینان۔

آمدنی کے بطریق مناسب صرف کئے جانیکا اطمینان

یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اسکا حقیقی طور سے کیا اطمینان ہے کہ جو رقم محصول ادا کرنے والوں سے وصول ہوتی ہے اسے حکومت حسب منشاء پارلیمنٹ صرف کرتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ اسکا اطمینان نگرانی اور تنقیح کے مکمل طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ اس انتظام کی وجہ سے حکومت ایک پائی بھی ان لوگوں کی اجازت یا منظوری کے بغیر (جو کیبنٹ کے اثر سے بالکل آزاد ہیں)

[1] دیکھو ہمارے کی کتاب "عملدرآمد پارلیمنٹ" فصل ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
315

نہیں حاصل کر سکتی انکے فرائض میں داخل ہے کہ وہ اس امر کی نگرانی رکھیں کہ کوئی رقم بغیر قانونی منظوری کے خزانہ سے باہر نہ جانے پائے۔ انھی عہدہ داروں کو بالآخر یہ علم ہوتا ہے کہ جو رقمیں اسطور سے دیگئی تھیں وہ فی الحقیقت کسطرح صرف ہوئیں، اور انکے فرائض میں داخل ہے کہ وہ ہر ایسے خرچ کی نسبت جو خلاف قانون ہو، یا خلاف قانون نظر آتا ہو، پارلیمنٹ کو اطلاع دیں۔

اس پارلیمنٹی نظام نگرانی کا مرکز کنٹرولر اور اڈیٹر جنرل[1] (مستوفی یا امین الحسابات) ہے۔ وہ ایک بڑے درجہ کا عہدہ دار ہے جو کابینہ کا مطلق ماتحت نہیں ہوتا، وہ سیاسیات میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا، کیونکہ وہ دارالعوام یا دارالامرا کا رکن نہیں ہو سکتا۔ وہ بشمول اپنے ماتحت عہدہ دار یعنی مددگار کنٹرولر و اڈیٹر جنرل، کے ایک سند کے ذریعہ سے جسپر مہر اعظم ثبت ہوتی ہے مقرر کیا جاتا ہے، اور جب تک اس کا چال چلن درست رہتا ہے وہ اپنی خدمت پر بحال رہتا ہے، اسکی علیحدگی کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان مل کر اسکی علیحدگی کی درخواست کریں[2]۔ وہ خزانہ اور دفتر تنقیح کا اعلیٰ افسر ہے، اور ان دو عہدوں کو انجام دیتا ہے جو قدیم زمانہ میں دو مختلف اشخاص کے سپرد رہتے تھے؛ یعنی وہ زر عامہ کے اجرا کا نگران اور حسابات عامہ کی جانچ کا ذمہ دار ہے، یہ دونوں فرائض وہی انجام دیتا ہے جو ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں، اور اس کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔

بحیثیت نگران عام (کنٹرولر جنرل) کے اسکا فرض ہے کہ وہ اپنے ماتحت عہدہ داروں کی مدد سے اسکا انتظام رکھے کہ قومی آمدنی جو حسب بیان سابق بنک اوف انگلینڈ میں بنام خزانہ جمع رہتی ہے،

---

[1] دیکھو قومی آمدنی کی جمع و خرچ کی نگرانی کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۳ء۔

[2] خزانہ اور تنقیح کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۶ء (۲۹ و ۳۰ وکٹوریا فصل ۳۹) دفعہ ۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باجازت قانون یعنی پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کی رو سے برآمد کیجائے۔

کنٹرولر جنرل یہ کام بخوبی انجام دیسکتا ہے، کیونکہ جب خزانے کو (جو تنہا قومی آمدنی بنک سے برآمد کرنے کا مجاز ہے) ملازمین سرکاری کے لئے رقم برآمد کرنے کی ضرورت ہو تو اسکے لئے لازم ہے کہ وہ اپنا مطلوبہ کنٹرولر جنرل کے پاس اس غرض سے پیش کرے کہ وہ ایک معینہ مقدار[1] رقم اس قومی آمدنی میں سے جو خزانہ میں جمع ہے برآمد کرنے کی اجازت دے۔

خزانہ جو رقوم ادا کرتا ہے، وہ جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کرچکے ہیں، یا تو مستقل ایکٹوں کے تحت میں انکے لئے ہوتی ہیں جو اصطلاح میں خدمات سرمایہ مجتمعہ (Consolidated Fund services) کہلاتی ہیں، جیسے قومی قرضونکے سود کی ادائی؛ یا سالانہ تخصیصی ایکٹ کے تحت میں ان کے لئے جو اصطلاح میں خدمات مطلوبہ (supply Services) کے نام سے موسوم کیجاتی ہیں، جیسے بری اور بحری افواج کے اخراجات۔

ان دونوں صورتوں میں، ضروری رقوم کی منظوری دینے سے قبل کنٹرولر جنرل کو اس امر کا اطمینان کرلینا لازم ہوتا ہے کہ اس ایکٹ کی رو سے جسکے تحت میں رقم طلب کیجاتی ہے، اسے ایسا اختیار حاصل ہے۔ اس کو اس امر کے متعلق بھی اطمینان حاصل کرنا چاہئے کہ قومی رقم بنک سے نکالنے کے لئے جن قانونی ضوابط کی تکمیل کی ضرورت ہے ان سب کی تکمیل ہوگئی ہے، جب تک کہ اسے ان تمام امور کے متعلق اطمینان نہیں ہوجاتا وہ اسوقت تک رقم مطلوبہ کی اجرائی کی منظوری نہیں دیتا اور نہ اس کو دینی چاہئے؛ اور جسوقت تک یہ منظوری نہیں ملجاتی اسوقت تک رقم مطلوبہ بنک سے نہیں نکالی جاسکتی۔

کنٹرولر جنرل سے منظوری کا لیا جانا بعض لوگوں کو محض ایک تکمیل

---

[1] دیکھو قومی آمدنی و خرچ کی نگرانی اور تنقیح کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۵ء صفحات ۶۱-۶۴ و فارمس از ۸ تا ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

ضابطہ معلوم ہوگا' اور اسمیں شک نہیں کہ یہ منظوری اکثر صورتوں میں بلا کسی
317 قسم کی ردو قدح کے دیجاتی ہے؛ مگر یہ ایک ایسا ضابطہ ہے جس سے
ایک ایسے عہدہ دار کو' جسے قانون سے تجاوز کرنے میں کسی قسم کی
دلچسپی نہیں ہوسکتی' ایسا موقع مل جاتا ہے کہ وہ قومی آمدنی کے برآمد کرنیمیں
حکومت کی چھوٹی سے چھوٹی فروگزاشت کا بھی انسداد کرسکتا ہے۔

حکومتی اخراجات روکدینے کا جو اختیار کنٹرولر جنرل کو حاصل ہے
وہ زمانہ حال ہی میں حیرت انگیز طریقہ سے وسیع کردیا گیا ہے۔ ۱۸۱۱ء
میں انگلستان' فرانس' کے ساتھ ایک عظیم الشان لڑائی میں مصروف تھا'
بادشاہ دیوانہ ہوگیا تھا' اور ریجنسی (شاہی قائمقامی) کے متعلق کوئی ایکٹ
اسوقت تک نافذ نہیں ہوا تھا' اور بحری فوج کے لیئے دس لاکھ پونڈ کی ضرورت
تھی۔ لارڈ گرنیولی نے جو اسوقت خزانہ کے افسر تنقیح تھے اور جن کی
خدمت ایک حد تک اسوقت کے کنٹرولر و اڈیٹر جنرل کی خدمت کے
مماثل تھی' بنک سے رقم برآمد کرنے کے حکم کے اجرا سے انکار کردیا جسکا
نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دس لاکھ پونڈ جنکی منظوری پارلیمنٹ سے ہوچکی تھی برآمد
نہ کیئے جاسکے۔ لارڈ موصوف کے وجوہ انکار یہ تھے کہ انکو کوئی حکم بہ مہر
شاہی نہیں ملا تھا' اور مہر شاہی سے کسی حکم نہ ملنے کی وجہ یہ تھی کہ
بادشاہ اس حالتمیں نہ تھا کہ وہ مہر ثبت کرسکے' اور بغیر ثبت مہر کے
اہلکاران مہر شاہی نے یہ محسوس کیا یا کہا کہ وہ بلحاظ اپنے حلف کے بادشاہی مہری
کاغذات جاری نہیں کرسکتے؛ اس زمانہ میں جو احکام شاہی مہر سے
جاری ہوتے تھے وہ اسی قسم کے مہری کاغذات پر جاری ہوتے تھے۔ جو
حقیقت حال تھی اس سے تمام دنیا واقف تھی۔ رقم پارلیمنٹ منظور کرچکی
تھی' اور احکام کے اجرا میں جو بے ضابطگی تھی وہ محض اصطلاحی تھی'
باوجود اسکے قانونی عہدہ داروں یعنی ارکان وزارت نے اسکو مان لیا کہ
لارڈ گرنیولی اور اہلکاران مہر شاہی حق بجانب تھے۔ اس تکلیف دہ
عمل کی تہ میں جو زمانہ حال کے لوگوں کی نگاہ میں قانونی احتیاط کی
318

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دہم

نامعقول نمائش سے زیادہ نہیں ہے، ممکن ہے کہ بہت کچھ سیاسی چالیں پوشیدہ ہوں۔ اگر لارڈ گرینویلی اور انکے دوست اسکے طرفدار نہوتے کہ وزارت کو بہت جلد رخصتی، کے انتظام کا ایکٹ نافذ کرانا چاہیئے، تو شاید عہدہ داران خزانہ ان اصطلاحی شکلونکو جو بظاہر ناقابل رفع معلوم ہوتی تھیں بآسانی رفع کردیتے، اور اس حالتمیں ناممکن ہے کہ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ لارڈ گرینویلی نے جو کارروائی کی وہ بہ نسبت عہدہ دار تنقیح خزانہ کے زیادہ تر ایک (سیاسی) جماعت کے رہبر (لیڈر) کی حیثیت سے تھی۔ بہرحال واقعہ خواہ کچھ ہو جو مباحث ۱۸۱۱ء میں پیش آئے انسے ثابت ہوتا ہے کہ کنٹرولر جنرل اگر چاہے تو قومی رقوم کے متعلق ہر بیضابطہ کارروائی کو فوراً روک سکتا ہے۔

کنٹرولر جنرل بحیثیت افسر تنقیح تمام سرکاری حسابات[1] کی تنقیح کرکے حسابات سالگرہ شہ کی بابتہ ہر سال پارلیمنٹ میں ایک رپورٹ پیش کرتا ہے تخصیصی ایکٹ کے تحت میں جو رقمیں صرف ہوتی ہیں انکا حساب دارالعوام کی کمیٹی تنقیح حسابات سرکاری کے ہر اجلاس کے آغاز میں پیش کیا جاتا ہے، اور اس میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ مصارف عامہ کے لئے پارلیمنٹ نے جو رقمیں منظور اور مخصوص کردی تھیں وہ کسطرح صرف ہوئیں۔ یہ تنقیح برائے نام یا محض تکمیل ضابطہ کے لئے نہیں ہوتی، کمیٹی کی رپورٹوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک پادو پونڈ کی چھوٹی سے چھوٹی رقمیں جو ذرا بھی بے ضابطہ معلوم ہوتی ہیں انپر کمیٹی پورے طور سے بحث کرتی ہے، اور ان بحثوں کے نتیجے ان رپورٹوں میں شائع کئے جاتے ہیں جو پارلیمنٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ 319

اس نگرانی اور تنقیح کے نظام کا عام نتیجہ یہ ہے کہ انگلستان میں

[1] کابٹ کی کتاب پارلیمنٹ کے مباحث، ۸ صفحات ۶۷۸، ۷۳۴، ۷۸۷، [2] حسابات کی تنقیح کے اثنا میں وہ ان مقاصد کے جواز کے متعلق بھی تفتیش کرتا ہے جن کے لئے رقم عامہ صرف ہوئی اور اپنی رپورٹ میں پارلیمنٹ کی توجہ ہر ایسے صرف کی طرف مبذول کراتا ہے جس کا جواز مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

قومی مصارف کا حساب جس قدر صحت اور احتیاط کے ساتھ موجود رہتا ہے اسکا مقابلہ کسی دوسرے ملک کا عام حساب نہیں کر سکتا، اور قومی آمدنی کی ایک ایک پائی کسی نہ کسی پارلیمنٹ ایکٹ کے تحت اور اس کی منظوری سے صرف ہوتی ہے[1]۔

ایک ملک غیر کا نکتہ چیں یہ سوال کر سکتا ہے کہ کنٹرولر جنرل کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ عام کاروبار کے باضابطہ اجرا کے ساتھ کس طرح مطابق ہو سکتے ہیں؟ یعنی وہ مشکلیں جو ۱۸۱۱ء میں پیش آئیں وہ متواتر اور مسلسل کیوں نہیں پیش آتیں۔

اسکا عام جواب یہ ہے کہ انگلستان کے اعلیٰ عہدہ داروں اور خصوصاً ان عہدہ داروں کو جو سیاسی ماحول سے دور رہتے ہیں مطلق اس کی 320

[1] قومی اخراجات کی نگرانی اور تنقیح کے نظام کی خصوصیات جو باضابطہ طور سے مختصر کر کے بتائی گئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

"جملہ عام آمدنی جو وصول ہوتی ہے وہ خزانہ میں جمع کر دیجاتی ہے۔

اخراجات کے لئے جو رقوم اور جس مقدار میں پارلیمنٹ سے منظور ہوتی ہیں وہی اور صرف اسی مقدار میں خزانہ سے جاری ہو سکتی ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔

خزانہ سے رقوم کا اجرا، اور حسابات کی تنقیح کنٹرولر اور اڈیٹر جنرل کے ذمہ ہوتی ہے، جو ایک خود مختار عہدہ دار اور صرف دارالعوام کا جوابدہ ہوتا ہے، اور اس کی علیحدگی صرف ہر دو ایوانوں کے (ووٹ) رائے سے ہو سکتی ہے۔

جو رقمیں حقیقی طور سے اندرون سال ادا کیجاتی ہیں، وہی اس سال کی منظوری کے تحت میں محسوب ہو سکتی ہیں۔

آمدنی اور خرچ کی ہر مد کی تقسیم اور تخصیص حصت کے ساتھ عمل میں آتی ہے۔

سالانہ منظوریات کی غیر صرف شدہ رقم اور زائد آمدنی، اور وہ رقوم جو منظوری کی تائیدی رقوم ہیں اندازہ سے زائد وصول ہوتی ہیں، وہ سب بالآخر بحق خزانہ چھوڑ دیجاتی ہیں۔

ہر سال کے حسابات پر بذریعہ کمیٹی حسابات عامہ دارالعوام کی تنقید ہوتی ہے، اور پارلیمنٹ کی منظورہ رقوم سے اگر کوئی رقم کسی شاخ ملازمت کی بابتہ زیادہ صرف ہو جاتی ہے تو اسکے لئے قانونی منظوری حاصل کرنی پڑتی ہے"۔

نگرانی و تنقیح آمدنی و اخراجات عامہ بابتہ ۱۸۸۵ء صفحات ۲۴، ۲۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دہم

خواہش یا ترغیب نہیں ہوتی کہ وہ عام کاروبار کے اجرا میں مزاحم ہوں؛ یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ۱۸۱۱ء میں خزانہ کا عہدہ دار متنفیذ ایک امیر سلطنت اور سیاسی شخص تھا۔

زیادہ تر اصطلاحی جواب سوال مذکور کا یہ ہوسکتا ہے کہ ایسے کنٹرول کے متعلق جو بغیر معقول وجوہ کے رقوم عامہ سے منظوری دینے میں دقتیں اور مزاحمتیں پیدا کرے، قانون نے دو علاج بتائے ہیں؛ یعنی وہ پارلیمنٹ کے ہر دو ایوانوں کی درخواست پر اپنے عہدے سے علیحدہ کردیا جاسکتا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غالباً عدالت کا ہائی کورٹ اسکا مجاز ہے کہ وہ بذریعہ ایک حکم[1] کے عہدہ دار مذکور کو اپنے فرائض منصبی صحیح طور سے ادا کرنے پر مجبور کرے۔ یہ ایک سربرآوردہ مقنن کی تجویز ہے لیکن نہ آج تک اسکا تجربہ ہوا، اور نہ غالباً کبھی اسکی آزمایش کا موقع پیش آئے؛ لیکن اس کا امکان، کہ کسی وقت عہدہ داران انتظامی کو ان رقوم کے حصول کے لئے جنھیں پارلیمنٹ منظور کرچکی ہو عدالتوں سے امداد لینے کی ضرورت واقع ہو عجیب طریقہ سے ثابت کر رہا ہے کہ آمدنی کا معرض صرف میں آنا کس حد تک قانون پر منحصر ہے، یا یوں کہو کہ پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے ان معنی پر جو جج مقرر کریں منحصر ہوسکتا ہے۔

[1] دیکھو بوائیر کی شرح دستوری قانون پر صفحہ ۲۱۰؛ اور ہیلن کی کتاب حکومت انگلستان (۲ طبع) صفحہ ۳۷۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

فصل یازدہم

وزرا کی ذمہ داری

321

ذمہ داری وزارت۔

وزارتی ذمہ داری کے دو معنی ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

عام زبان میں اسکے معنی یہ ہیں کہ وزرا پارلیمنٹ کے جوابدہ ہیں، یا یہ کہ جب دارالعوام کو انپر اعتبار نہ رہے تو وہ اسکے مستوجب ہو جائیں کہ اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیے جائیں۔

اس معاملہ کا تعلق دستور کے مقررہ عملدرآمد (Conventions) سے ہے اور اس سے قانون کو براہ راست کوئی تعلق نہیں۔

وزراتی ذمہ داری کے الفاظ جب اپنے صحیح معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں تو انکا مقصد ہر وزیر کی اس قانونی ذمہ داری سے ہوتا ہے جو سلطنت کے ہر ایسے فعل کی بابتہ جسمیں وہ شریک رہتا ہے اسپر عاید ہوتی ہے۔

اس قانونی ذمہ داری کی بنیاد حسب ذیل ہے۔ انگلستان کے قانون میں یورپ کے دوسرے اکثر ممالک کی طرح کہیں بصراحت یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ کا ہر فعل وزرا کے ذریعہ سے عمل میں آنا چاہئے اور سلطنت کے تمام تحریری احکام پر جو عموماً تحریری ہی ہوتے ہیں، کسی نہ کسی وزیر کے دستخط ہونے لازم ہیں، مگر عملی طور سے یہ قاعدہ موجود ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل یازدہم

اس مقصد کے لئے کہ سلطنت کا فعل شاہی مرضی کا اظہار متصور ہو، اور اس میں قانونی اثر پیدا ہو یہ امر لازم ہے کہ وہ عموماً بہ اتفاق رائے یا بذریعہ کسی وزیر یا وزرا کے عمل میں آئے جو اسکے ذمہ دار قرار پائیں گے؛ کیونکہ عام طور سے شاہی مرضی کا اظہار صرف تین مختلف ذرائع سے ہو سکتا ہے۔ (۱) ذریعہ حکم باجلاس کونسل (۲) ذریعہ حکم کمیشن یا وارنٹ زیر دستخط شاہی (۳) ذریعہ اعلانات، احکام، اسناد، خطوط یا دوسری تحریرات کے جو شاہی مہر کے ساتھ جاری ہوں۔

322

حکم باجلاس کونسل، بادشاہ اپنی پرایوی کونسل کی صلاح اور اسکے مشورہ سے نافذ کرتا ہے، اور جو کچھ کیا جاتا ہے اسکے وہ سب لوگ جو کونسل کے اجلاس میں موجود ہوتے ہیں ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وارنٹ بہ دستخط شاہی، یا کسی دوسری دستاویز پر جسپر شاہی مہر ثبت ہوتی ہے، عموماً کسی ذمہ دار وزیر یا وزرا کے دستخط لئے جاتے ہیں، اور بعض اوقات ان مواہیر سے بھی اسکی تصدیق کیجاتی ہے جنکے استعمال کا سکرٹری آف اسٹیٹ ذمہ دار ہوتا ہے جس تحریر پر شاہی مہر ثبت ہوتی ہے اس کا ذمہ دار چانسلر (وزیر) ہوتا ہے، ممکن ہے کہ 'چانسلر' کی طرح اور لوگ بھی اسکے ثبت کئے جانے کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ سلطنت کے ہر ایسے کام میں جس کا کوئی قانونی اثر ہو، مثلاً کسی عطیہ کا دیا جانا، یا کسی حکم کا اجرا یا کسی معاہدہ پر دستخط کرنا[1] کم ازکم ایک وزیر

[1] اس جملہ مضمون کے متعلق قارئین کو انیسن کی کتاب دستور کا قانون اور رسم و رواج، ج ۲ دیکھنی چاہئے اور کتاب موسومہ بہ کراؤن، (تاج) طبع ۳ جسمیں فصل اصفحات ۵۰-۵۹ جہانتک میرا علم ہے شاہی مرضی کے اظہار کی مختلف اشکال اور ان اشکال کے نتائج سے جنکی بنا پر وزرا قانوناً ذمہ دار گردانے جاسکتے ہیں جس تفصیل سے انیسن نے بحث کی ہے اور کسی نے نہیں کی ہے۔ نیز دیکھو ٹکلاڈ کی کتاب سلطنت کی فوجی قوت، ج ۲، صفحات ۳۲۰-۳۲۱؛ و مقدمہ براؤن بنام ڈنمین ۲ ای ایکس ۱۶۷، ۱۸۹ و ایکٹ مہر شاہی بابتہ ۱۸۸۴، ۴۷، ۴۸ وکٹوریا فصل ۳۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

اور اکثر اوقات اس سے بھی زیادہ وزرا کا شریک رہنا اور اس بنا پر انکا ذمہ دار ہونا لازم ہے۔

جو وزیر یا ملازم سلطنت اس طور سے بادشاہ کی مرضی کے اظہار میں حصہ لیتا یعنے اسمیں شریک رہتا ہے وہ قانوناً اس فعل کا ذمہ دار ہوتا ہے، اور وہ یہ عذر کر کے بری الذمہ نہیں ہوسکتا کہ اس نے فعل مذکور بہ اتباع حکم شاہی کیا تھا۔ فرض کرو کہ جو فعل عمل میں آیا ہے وہ ناجائز ہے، اس صورت میں وزیر متعلقہ فوراً اس کا مستوجب ہوجاتا ہے کہ عدالت قانونی میں اسپر بصیغہ فوجداری یا دیوانی نالش کیجائے۔ اسمیں شک نہیں کہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اسکے جرم کی سزا دہی کیلئے بجز انتظامی مواخذہ (امپیچمنٹ) کے اور کوئی چارہ نہیں ہے، مگر انتظامی مواخذہ بجائے خود ایک مسلمہ عدالت یعنی ہائی کورٹ پارلیمنٹ کے اجلاس میں ایک غیر معمولی، مگر باضابطہ طریقہ تحقیقات کا ہے۔ انتظامی مواخذہ جس کا اخیر موقع ۱۸۰۵ء میں آیا تھا ممکن ہے کہ اس زمانہ میں منسوخ العمل متصور ہو، مگر وزرا کی ذمہ داری کے اس چارہ کار کے منسوخ العمل ہوجانیکی جزاً یہ وجہ ہے کہ وزرا کی اب ایسی حالت نہیں رہی ہے کہ انکو ایسے جرایم کے ارتکاب کی ترغیب بھی ہو جنکی تحقیقات انتظامی مواخذہ کے ذریعہ سے مناسب متصور ہوتی ہے؛ اور جزاً یہ وجہ ہے کہ جو مقصد انتظامی مواخذہ سے پیش نظر ہوتا ہے وہ بزمانہ حال، اکثر صورتوں میں معمولی عدالتوں میں کارروائی کے ذریعہ سے بطریق اولیٰ حاصل ہوسکتا ہے۔ بہرحال جو امر یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اب یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ بادشاہ صرف وزرا کے ذریعہ سے، اور ان مقررہ طریقوں پر کام کرتا ہے جنمیں کسی نہ کسی وزیر مثلاً سکرٹری آف اسٹیٹ یا لارڈ چانسلر کے توسط کی ضرورت لازمی ہوتی ہے، اور اس بنا پر وہ اس فعل کے جواز کا جسمیں وہ شریک ہوتا ہے نہ صرف اخلاقی، بلکہ قانونی طور سے بھی ذمہ دار ہوتا ہے؛ اور اس طور سے نہ صرف سلطنت کے ہر ملازم، بلکہ خود سلطنت کا ہر فعل، گو بالواسطہ ہو یقینی طور سے قانون ملک کی اعلیٰ حکومت کے تحت میں آجاتا ہے؛ اور

323

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پارلیمنٹی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ قانونی ذمہ داری موجود رہتی ہے اور نہ صرف وزرا، بلکہ انکے ماتحتوں کے افعال بھی قواعد قانونی کے پابند ہو جاتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

324

فصل دوازدہم

قانونی حکومت کا مقابلہ انتظامی قانون[1] کیساتھ

تمہید

یورپ کے اکثر ممالک، اور خاصکر فرانس میں انتظامی قانون کا

[1] انتظامی قانون کیلئے دیکھو اوکوک: مباحث متعلق نفاذ قانون انتظامی (اشاعت سوم) برتے لیمی: مبادیات قانون انتظامی (اشاعت پنجم ۱۹۰۰ء)؛ شاردون: انتظام فرانس: عہدہ داران (۱۹۰۸ء)؛ دیوگی: کتابچہ قانون دستوری (۱۹۰۷ء)؛ دیوگی: رسالہ قانون دستوری (۱۹۱۱ء)؛ دیوگی: مملکت، حکام اور ان کے مختار (۱۹۰۳ء)؛ ایزمین: مبادیات قانون انتظامی (۱۸۹۶ء)؛ آریو: قانون انتظامی؛ تراکلین: اصول قانون انتظامی (۱۸۹۱ء) تراکلین: قانون انتظامی کے بنیادی اصول ۱۸۹۹ء؛ تیز: قانون انتظامی کے اساس عام ۱۹۰۴ء؛ لافیریر: انتظامی اختیار سماعت، دو جلد (اشاعت دوم ۱۸۹۶ء)؛ تتی سے: اقتدار عامہ کی فرمانروائی ۱۹۰۶ء

اس فصل میں میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں فرانس کے انتظامی قانون کو تفصیل کے ساتھ بیان کروں جو امر میرے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ قانون مذکور کے ان اہم اصول سے بحث کیجائے جو انگلستان کے موجودہ قانونی حکومت کے خیالات کے مخالف ہیں، اور مخصوص طور سے یہ دکھایا جاسکے کہ اس قانون کے ذریعہ سے طازمین سلطنت کی غیر معمولی حفاظت کسطرح کیجاتی ہے اور انکے ساتھ کیا مخصوص رعایتیں کیجاتی ہیں؛ مگر ساتھ ہی اسکے میں ایک ممتاز نظام قانونی کے دوسرے پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے باز نہیں رہ سکتا، اور نہ ان طریقوں کے تذکرہ سے درگزر کرسکتا ہوں جن کے ذریعہ سے فرانس کے انتظامی قانون نے جسکی ابتدائی بنیاد قدیم زمانہ میں شاہی اختیارات پر مبنی تھی، فرانس کے مقننین کی دانشمندی سے ایک حد تک، قانونی صورت اختیار کرلی ہے اور ملک کے عام قانون میں شامل ہوگیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

325

ایک نظام[1] قایم ہے جسے اہل فرانس (droit administratif) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اسکی بنیاد ان خیالات پر قایم ہے، جو ہمارے انگلستان کے عمومی قانون کے مسلمہ مبادیات اور خصوصاً اس حالت کے بالکل خلاف ہے جسے ہم حکومت قانونی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ اختلاف خصوصیت کے ساتھ اس حفاظت سے ظاہر ہوتا ہے جو ممالک غیر میں ان ملازمین سلطنت کی (جنھیں ہم انگلستان میں ملازمین شاہی کہتے ہیں) کیجاتی ہے، جو بتعمیل احکام عہدہ داران متعلقہ یا اپنے عہدوں کے باضابطہ طور سے فرائض منصبی کی انجام دہی کی کوشش میں، ایسے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو بجائے خود ناجائز اور خلاف قانون ہوتے ہیں۔ اس حفاظت کی مقدار، فرانس، میں جس سے اسوقت ہم بحث کر رہے ہیں، وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتی رہی ہے۔ ایک زمانہ میں بھی وہ کامل نہ تھی، اور اب تو وہ اسقدر بھی وسیع نہیں رہی ہے جتنی چھتیس سال قبل تھی[2] مضمون ہذا منجملہ انتظامی قانون کے نظام کے صرف ایک جز ہے، مگر قانون فرانس کا یہی وہ جز ہے جسکی طرف میں اس فصل میں طلبہ کی توجہ بطور خاص مبذول کرانا چاہتا ہوں؛ مگر مجھے یہ بھی انکے ذہن نشین کر دینا چاہیئے کہ وہاں کا تمام قانون انتظامی بغور پڑھنے کے قابل ہے۔ یورپ کے دوسرے ممالک میں اسکی تقلید کی گئی ہے، اور اسی سے بذریعہ تقابل ہمارے ملک کے معمولی قانون کی اس قطعی برتری کا (جسے

[1] یہ مختلف ممالک میں مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً جرمنی میں اسکا نام قانون انتظامی ہے۔ قانونی حکومت کے اس مفہوم سے جو انگلستان میں لیا جاتا ہے بہ نسبت جرمن قانون انتظامی کے فرانس کا انتظامی قانون قریب تر ہے۔ اس موقع پر دوسرے مواقع کی طرح تخالف بھی مثل تشابہ کے باہمی مقابلہ کا محرک ہوتا ہے۔ فرانس کی تاریخی فاتحانہ شان و شوکت نے اس اہم واقعہ پر پردہ ڈال رکھا ہے کہ یورپ کی بڑی سلطنتوں میں فرانس اور انگلستان وہ دو ہی ایسی سلطنتیں ہیں جو متواتر اس کوشش میں لگی رہی ہیں کہ ملکی (سول) قوت کو بمقابلہ ایسی جماعت کے جو قوم کی جائز بادشاہی کو مٹا دینا چاہتی ہو قایم اور برقرار رکھیں؛ اگرچہ اس کوشش میں جو کامیابی ہوئی وہ دونوں قوموں میں مختلف رہی ہے۔ (مقابلہ کرو اٹومیر کے قانون انتظامی جرمنی جلد ۱ ترجمہ زبان فرانسیسی صفحہ ۲۹۳ و فقرہ ۱۷) [2] یا جتنی اسوقت بھی تمام جرمن سلطنت میں ہے دیکھو دیوگی، بملکت مسئلہ ۶۲۴ نوٹ (۱)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ملک غیر کا ایک نقاد سخت قانون پسندی کے نام سے موسوم کریگا) پورا مفہوم سمجھ میں آئے گا، جسے ہم انگلستان کے دستور کی ایک نمایاں صفت پاتے ہیں۔ اور اسی سے بذریعۂ تشابہ، نہ کہ بذریعہ تقابل، انگلستان کی دستوری تاریخ کی بعض شکلوں کی تشریح اور توضیح بھی ہو جائے گی، کیونکہ 'فرانس' کے قانون انتظامی نے اس اثنا میں ایسی ترقی کی ہے کہ اس سے موجودہ اور جمہوری تمدن کی تمام ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں، اور اسطور سے انگلستان کے دستوری قانون کے ارتقا کی کم از کم ایک نوبت پر ضرور روشنی پڑتی ہے۔

326

ہمارا مضمون دو خاص عنوانوں میں تقسیم ہو جاتا ہے؛ ایک عنوان فرانس کے قانون انتظامی کی نوعیت اور اسکے نشو و نما کی تاریخ اور خصوصاً اس جز پر مشتمل ہے جس سے ہم کو بطور خاص تعلق ہے۔ دوسرا عنوان انگلستان کے قانونی قواعد اور فرانس کے انتظامی قانون کے مقابلہ پر حاوی ہے۔

الف۔ فرانس کا قانون انتظامی

فرانس کے قانون انتظامی کے لئے انگلستان کے قانونی مصطلحات میں کوئی مناسب لفظ موجود نہیں ہے۔ قانون سررشتہ انتظامی سے جو فرانسیسی اصطلاح (droit administratif) کا فطری ترجمہ ہے، انگلستان کے جج اور وکلا بالکل ناواقف ہیں، اور بغیر مزید توضیح کے خود اصطلاح مذکور کا سمجھنا دشوار ہے۔

ہماری زبان میں اس لفظ کے لئے کسی قابل اطمینان مترادف کا نہ ہونا معنی خیز ہے، کیونکہ کسی شے کے نام کا نہ موجود ہونا ہمیں بالآخر اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ ہم خود شے مذکور کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے حقیقت یہ ہے کہ انگلستان، اور وہ ممالک جن کی تہذیب کا ماخذ امریکہ کی طرح انگلستان ہے، انتظامی قانون کے نظام، اور ان اصول سے جن پر قانون مذکور مبنی ہے بالکل ناواقف ہیں۔ اہل امریکہ کی جمہوری خصوصیات کی دریافت کے اثنا میں ٹاک ویل کی توجہ سب سے پہلے اس واقعہ کی طرف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

مبذول ہوئی کہ امریکہ کے جمہوری ادارات میں کوئی ایسی شے موجود نہیں ہے جو انتظامی قانون کے مماثل ہو۔ ۱۸۳۱ء میں اس نے فرانس کے ایک تجربہ کار جج میسیو ڈی بلاسولی سے لکھ کر دریافت کیا کہ اس معاملہ میں فرانس اور امریکہ کے ادارات میں جو تفاوت اور تقابل پایا جاتا ہے اسکی توضیح کیا ہے، اور وہ کیا تصورات عامہ ہیں جو اسکے ملک کے انتظامی قانون کی بنیاد ہیں[1]۔ اس نے بغرض حصول اطلاع جو درخواست کی ہے، اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ فرانس کے اصول قانون کی اس شاخ سے ناواقف ہے[2]، جس سے وہ صاف طور سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ

327

---

[1] ٹاک ویل کے الفاظ قابل لحاظ، اور ہمارے مضمون سے اسقدر متعلق ہیں کہ وہ اس قابل ہیں کہ یہاں بجنسہٖ نقل کر دیئے جائیں۔

۱۔ ٹاک ویل کا طرز بیان اس قدر دلپذیر ہے اور اسکا تعلق ہمارے موضوع سے اسی قدر قریب ہے کہ یہاں اس کا اقتباس ہدیۂ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے: "میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ پورے طور پر نہیں معلوم ہے کہ خود میرے ملک فرانس میں اس امر کی بابت کیا کیا جاتا ہے پھر میں امریکہ کی بابت کیسے حکم لگا سکتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے یہاں یعنی فرانس میں قانون انتظامی کا عالم معمولی دیوانی کے قانون کے عالم سے بالکل جدا ہے اور ان دونوں میں برابر کشمکش ہوتی رہتی ہے۔ یہ دونوں ایسے دو شخصوں کے مماثل ہیں جن میں نہ اتنی دوستی ہے نہ اسقدر دشمنی کہ وہ ایک دوسرے سے زیادہ واقف ہوں۔ رہا میں، تو میں ہمیشہ ایک ہی قانون کے سایۂ عاطفت میں رہا ہوں اور دوسرے سلسلہ قوانین کی بابت مجھے بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ ساتھ ہی مجھے یہ محسوس ہوا کہ جو مجھے نہیں معلوم اسکی بابت بھی اپنے علم میں اضافہ کروں، اور اسی لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس کی نسبت آپ کے سامنے کچھ معروضہ پیش کروں۔" "کلیات" جلد ۷، صفحہ ۶۷-۶۸۔

[2] اس لاعلمی کی توضیح ممکن ہے، اگرچہ وہ قابل معافی نہ تصور ہو۔ ۱۸۳۱ء میں ٹاک ویل کی عمر ۲۶ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اسوقت بھی انتظامی قانون کے متعلق کتابیں موجود تھیں جو قانون پیشہ لوگوں کی ضروریات کے لئے لکھی گئی تھیں،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

یہ لاعلمی فرانسیسی مقننین میں عام طور سے پھیلی ہوئی ہے۔
جب ہم دیکھتے ہیں کہ 'ٹاک ویل' سے دل و دماغ کا مقنن 'انتظامی
قانون' کے متعلق تصورات عامہ کی دریافت کو ضروری تصور کرتا ہے'
تو ہم بلاتردد یہ فرض کر سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا مضمون تھا کہ اسکی نوعیت
خود فرانس کے ایک مقنن کی نظر میں بھی غیر معمولی تھی! اس صورتمیں
ہم کو مطلق تعجب نکرنا چاہیے اگر انگلستان کے رہنے والوں کو ان قواعد
کی نوعیت کے سمجھنے میں دشواری پیش آئے جو مسلمہ طور سے ہمارے
ادارات کے اغراض اور روایات سے بعید ہیں۔ جب فرانس کا
وہ انتظامی قانون جو اسوقت نافذ ہے' اور جو انیسویں صدی کے بڑے
حصہ میں نافذ رہا' ان مساوات کے خیالات کے مقابلہ میں لایا جاتا 328
ہے جنھیں 'انگلستان' کا قانون ظاہر کرتا ہے اور جو ملک مذکور میں مضبوطی
کے ساتھ جاگزیں ہو گئے ہیں' اسوقت 'فرانس' کے انتظامی قانون کے'
بقول 'ٹاک ویل' تصورات عامہ نہ کہ تفصیل کی دریافت کی ضرورت
محسوس ہوتی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم انتظامی قانون کی
عام نوعیت' اور وہ اصول جن پر فرانس کے اس انتظامی قانون کا
دارومدار ہے' دریافت کریں' اور اس نظام کی ان نمایاں خصوصیات
تک پہنچ جائیں جو اس کو بطور خاص ممیز کرتی ہیں' اور یہ بخوبی سمجھ جائیں
کہ انتظامی قانون کے وجود سے 'فرانس' کے ایک عہدہ دار سرکاری
کی قانونی حیثیت' انگلستان کے ملازم سرکاری کی قانونی حیثیت سے
کسطرح مختلف ہو جاتی ہے' اور کس طریقہ سے وہ حالت پیدا ہو جاتی ہے
جسے انگریز معمولی قانون ملک کی حقیقی برتری کے خلاف تصور کرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ مگر ابھی تک دستوری ادب کا وہ دلچسپ ذخیرہ جو لافیری' ہاریوں' ویوگی' جز'
یا برتھلمی کی تالیفات پر مشتمل ہے' اور جس سے اس اصول کی توضیح ہوتی ہے' اور جو فرانس کے قانون کی ایک
مخصوص اور عجیب شاخ کی تاریخ کا پتا دیتا ہے معرض وجود میں نہ آیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم
(۱) قانون انتظامی کی نوعیت۔

فرانس کے مستند مقنن نے انتظامی قانون کی عام الفاظ میں اسطرح تعریف کی ہے "قواعد کا وہ مجموعہ جو سررشتہ انتظامی یا انتظامی عہدہ داروں کے تعلقات معمولی باشندگان ملک کے ساتھ متعین کرتا ہے[1]"۔

اور آکوک نے جو کتاب انتظامی قانون پر لکھی ہے اسمیں وہ اپنے موضوع کی تعریف ان وسیع الفاظ میں کرتا ہے، کہ

329 "انتظامی قانون سے (۱) دستور اور تمدن (سوسائٹی) کے ان اعضا (آرگن) کے تعلقات کا تعین ہوتا ہے جنکی حفاظت میں وہ تمدنی مفاد دیدیئے جاتے ہیں جو انتظام عامہ کے موضوع ہیں، اور اس اصطلاح 'اعضا' سے مراد تمدن (سوسائٹی) کے مختلف نمایندے ہیں جنمیں سے خود سلطنت سب سے اہم تر ہے؛ اور (۲) قانون مذکور انتظامی عہدہ داروں کے تعلقات بھی باشندگان ملک کیساتھ متعین کرتا ہے"۔

یہ تعریفات جامع اور مانع نہیں ہیں، اور انکا ایسا نہ ہونا معنی خیز ہے۔ فرانس کے انتظامی قانون کے معنی ملک غیر کی کتابوں سے اخذ کرکے بیان کرنے کی اگر 'انگلستان' کا کوئی باشندہ جرأت کرسکتا ہے، تو اسکا ہمارے مقاصد کے لئے اسطرح بیان کرنا مناسب ہوگا کہ وہ 'فرانس' کے قانون کا ایسا جز ہے جس سے مفصلۂ ذیل امور کا تعین ہوتا ہے:۔ (۱) سلطنت کے عہدہ داروں کی حیثیتوں اور ذمہ داریوں کا (۲) ان معاملات میں جو عہدہ داران سرکار سے میں بحیثیت نمائندۂ سرکار اور عام رعایا

---

[1] ۱۔ عام طور پر اس سے مراد وہ مجموعہ قواعد ہیں جن کے ذریعہ سے حکومت یا عمال حکومت اور شہریوں کے باہمی تعلقات کا تعین ہوتا ہے"۔ اوکوک: 'قانون انتظامی' جلد ۱، دفعہ ۶۔

۲۔ ہمارے نزدیک قانون انتظامی کے ذریعہ سے دو امور کا تعین ہوتا ہے، یعنی (۱) معاشرت کے ان اعضا کی ترکیب اور انکا باہمی تعلق جن کے سپرد اس اجتماعی مفاد کی نگرانی کردیگئی ہے جو دراصل تمام انتظامات عامہ کا مقصد ہے۔ اس سے ہماری مراد معاشرت کے تمام شخصے ہیں جنمیں سے مملکت سب سے زیادہ اہم ہے (۲) انتظامی ادارات کے تعلقات شہریوں کے ساتھ۔ اوکوک۔ قانون انتظامی جلد ۱ دفعہ ۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

میں پیش آتے ہیں، عام رعایا کے ملکی (سول) حقوق اور ذمہ داریونکا؛ (۳) اور اس ضابطہ کا جس سے ان حقوق اور ذمہ داریوں کی تعمیل کرائی جاتی ہے۔

یہ امر بطور خاص یاد رکھنا چاہئے کہ انگلستان کا کوئی طالب علم فرانس کے قانون کے اس جز کو اسوقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ وہ اسکے تاریخی پہلو کو مضبوطی کیساتھ پیش نظر نہ رکھے، اور ان تبدیلیوں پر احتیاط کیساتھ غور نہ کرے جو ۱۷۸۹ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک اور خصوصاً گزشتہ تیس چالیس سال کے عرصہ میں ہوتی رہی ہیں، اور جنھوں نے اسکی شکل کو بالکل بدلدیا ہے۔ اس کو معلوم ہوگا کہ 'فرانس' کے قانون کا یہ جز جن اہم خیالات پر مبنی ہے وہ مستقل ہیں گو کہ انمیں مختلف مقدار اور مختلف حیثیتوں سے تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں؛ اسلئے فرانس کے انتظامی قانون کا انگلستان کی قانونی حکومت کے ساتھ مقابلہ کرنا اسوقت تک بے نتیجہ ثابت ہوگا، جب تک کہ ہم دونوں ممالک کے قوانین کے مختلف مدارج کا نہایت احتیاط کے ساتھ مقابلہ نہ کرتے جائیں: مثلاً اگر ہم انگلستان، اور 'فرانس' کے قوانین کا، جیسے کہ وہ ۱۹۰۸ء میں موجود ہیں، باہم مقابلہ کرینگے تو (میری رائے میں غلطی سے) ہم یہ خیال کرینگے کہ رعایا کے ساتھ معاملت کرنے میں حکومت اور اسکے ملازمین کی حیثیت اور حقوق کے لحاظ سے دونوں ممالک کے قوانین میں حقیقی اختلاف بہت خفیف ہے؛ لیکن جب ہم فرانس کے اس سے قبل کے قانون مثلاً ۱۸۰۰ء اور ۱۸۱۵ء یا لوئی فلپ کی تخت نشینی ۱۸۳۰ء اور سلطنت ثانی کے خاتمہ ۱۸۷۰ء کے درمیانی زمانہ کے قوانین پر غور کرینگے اسوقت ہم کو صحیح طور سے اس حقیقی اختلاف کا احساس ہوگا جو ہماری موجودہ قانونی حکومت اور ان اصولی تصورات میں پایا جاتا ہے جو نہ صرف فرانس بلکہ ان تمام ممالک میں جنمیں یہ حکومتی تجویز یا قانون عہدہ داران نافذ ہے، انتظامی قانون کے سنگ بنیاد ہیں۔

330

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم (۲) تاریخی نشوونما

فرانس کے موجودہ انتظامی قانون نے بتدریج ترقی کر کے انیسویں صدی میں موجودہ شکل اختیار کی ہے، اور وہ ایک صدی سے زیادہ انقلابات اور دستوری کشمکشوں کا نتیجہ ہے[1]۔ اسکی ترقی بآسانی تین زمانوں میں تقسیم ہوسکتی ہے جو مفصلۂ ذیل ناموں سے موسوم کئے جاسکتے ہیں:- نپولین کی سلطنت اور عود شاہی (۱۸۰۰ تا ۱۸۳۰)، دور اور لبرل سلطنت ثانی (۱۸۳۰ تا ۱۸۷۰) اور تیسری جمہوریت (۱۸۷۰ تا ۱۹۰۸)۔

نپولین اور اعادۂ سلطنت

پہلا دور۔ نپولین اور عود شاہی سنہ ۱۸۰۰ء تا سنہ ۱۸۳۰ء۔ اہل فرانس کی رائے میں حقیقی قانون انتظامی کی پیدائش سنہ آٹھ کے تفصیلی دستور (کانسلر کانسٹیٹوشن) (۱۸۰۰) سے ہوئی، جسے نپولین نے ۱۸ برومیر کی جست علمی کے بعد قائم کیا تھا؛ لیکن متقنین مورخین کی طرح یہ مانتے ہیں کہ جن خیالات پر انتظامی قانون کی بنیاد رکھی گئی ہے انکا پتا قدیم زمانہ تک چلایا جاسکتا ہے جیسا کہ ٹاک ویل نے کیا؛ بوناپارٹ

331

---

[1] قانون انتظامی کی تاریخ کے لئے بطور خاص ملاحظہ ہو لافیریر جلد ۱ (طبع دوم) حصہ اول فصل ۱ تا ۴ صفحات ۱۳۷ تا ۲۰۱۔ جمہوریت ثانی نے (سنہ ۱۸۴۸ء تا سنہ ۱۸۵۱ء) فرانس کے انتظامی قانون پر بہت کم مستقل اثر ڈالا، میں نے اسکو اپنے تین زمانوں میں سے دوسرے میں شریک کرلیا ہے۔

[2] ۱۔ باضابطہ سیاسی ادارات کے قیام کے بعد ہماری (یعنی فرانس کی) بیسد سے بعید تاریخ پر نظر ڈالئے آپکو کوئی ایسا زمانہ نہیں ملیگا جسمیں وہی عدالتیں جن کے سپرد دیوانی و فوجداری کے قوانین کا انطباق ہے، ان امور میں بھی تحکیم کرتی ہوں جن کا تعلق انتظام عامہ سے ہو۔ لافیریر، جلد ۱، صفحہ ۱۳۹؛ نیز مقابلہ کرو ایضاً صفحہ ۶۴۰۔

۲۔ اگر کوئی شخص انتظامی دفتر بے معنی کا مطالعہ کرے تو اسے ایک چیز سب سے زیادہ نمایاں محسوس ہوگی، وہ یہ کہ انتظامی ادارات ہمیشہ عدالتی امور میں داخلت کرتے رہتے ہیں۔ انتظامی قانون داں بار بار ہم سے یہ کہتے رہتے ہیں کہ قدیم طرز حکومت کی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ جج انتظامات میں حصہ لیتے تھے، اسی طرح سے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کی حکومت کا ہر جز قدیم شاہی کے کسی نہ کسی ادارہ کی یادگار تھا۔ اسکی Conseil d'Etat (مجلس سلطنت) Conseil du Roi (مجلس شاہی) کی تصویر، اور اسکے 'پریفیکٹ' (کوتوال) شاہی 'انٹنڈنٹ' کی نقل تھے: باوجود اس کے اس موقعہ پر عام رائے نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بالکل درست ہے، اور موجودہ قانون انتظامی کی تشکیل کا سہرا بونا پارٹ ہی کے سر ہے؛ اگر وہ قدیم حکومت کا زندہ کرنے والا تھا تو انقلاب کا محافظ بھی وہی تھا۔ قدیم فرانس کی روایات سے جو کچھ اس نے اخذ کیا انکو نشلہ کے جدید فرانس کے تبدیل شدہ حالات کے ساتھ مطابق کرنا بھی اسی کا کام تھا؛ اسی کے مس سے قدیم تصورات نے جدید حیثیت اور ایک جدید زندگی حاصل کی، شخصی حکومت کی قوی ترین روایات کو اس نے یعقوبی (Jacobinism) خودمختارانہ اعتقادات کی قوی روایات کے ساتھ مخلوط کردیا۔ یہ اختلاط کسی مقام پر اتنا نمایاں نہیں نظر آتا جتنا کہ ان طریقوں میں نظر آتا ہے جنکے ذریعہ سے بونا پارٹ کے وضع قانون اور حکمت عملی نے شاہی حقوق کے متعلق ان خیالات اور تصورات کو ظاہر کیا ہے جو زمانہ قدیم کے انتظامی عملدرآمد کی جان تھے 332

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ عمال حکومت عدالتی امور میں حصہ لیتے تھے۔ آج ہم نے پہلی بات کی تو اصلاح کردی ہے لیکن دوسرے امور میں ہم قدیم طرز کی ہو بہو نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ اب تک میں نے نہایت سادگی سے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جسے ہم انتظامی عدل کہتے ہیں اس کی بنا نپولین نے ڈالی تھی؛ لیکن واقعاً یہ قدیم طرز حکومت کا بقیہ ہے۔ اور یہ اصول کہ اگر مملکت اور کسی فرد کے مابین کوئی قول و قرار ہو جس سے مطلب باضابطہ معاہدہ ہے، تو مملکت ہی اس پر فیصلہ صادر کرنے کی مجاز ہوگی۔ یہ اصول گو آجکل کی اکثر مملکتوں میں تسلیم نہیں کیا جاتا لیکن فرانس کے قدیم حکومت کے عمال اسے اتنا ہی مقدس سمجھتے تھے جتنا ازکار زمانہ حال کا جانشین جو انسے اسقدر مشابہ ہے، یعنی فرانس کا صوبہ دار"۔

ٹاک ویل، 'کلیات' جلد ۶ صفحہ ۲۲۱-۲۲۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

اور ایسے خیالات پیدا کردیئے جن کی وجہ سے سنہ ۱۸۰۰ء میں فرانس کا ہر باشندہ حکومت کی آزادانہ کارروائی میں قانونی عدالتوں کی خفیف سے خفیف مداخلت کو بھی ناپسندیدہ نظر سے دیکھتا تھا۔ یہ خیالات اگرچہ اصولی طور سے انقلابی اعتقادات کی رو سے جائز تھے، مگر فی الحقیقت ان کو حامیان انقلاب نے شاہی طرز حکومت سے اخذ کیا تھا۔

انتظامی قانون کے دو اہم اصول

جو شخص فرانس کے انتظامی قانون، یا ان مضامین پر جن سے وہ متعلق ہے تھوڑا سا بھی غور کرے گا اس کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ اسکی بنیاد ہمیشہ سے دو خیالات پر قائم ہے اور رہی ہے جن سے اس زمانہ کے انگریز بالکل غیر مانوس ہیں۔

سلطنت کے مرافق۔

ان میں سے پہلا خیال یہ ہے کہ حکومت، اور حکومت کے ہر ملازم کو بحیثیت نمایندہ قوم، بمقابلہ عام رعایا کے، مخصوص حقوق، مرافق یا رعایتیں حاصل ہیں، اور انکے حدود ان اصول پر متعین کئے جاتے ہیں جو ان اصول سے مختلف ہیں جن کی رو سے ایک باشندہ شہر کے قانونی حقوق اور وجوب کا بمقابلہ دوسرے باشندہ شہر کے حقوق اور وجوب کے تعین کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی خیالات کے لحاظ سے جب کوئی شخص رعایا میں سے حکومت کے ساتھ معاملت کرتا ہے تو اسکی وہی حیثیت نہیں ہوتی جو اپنے ایک پڑوسی کے ساتھ معاملت کرنے میں ہو سکتی ہے[1]۔

[1] قانون دیوانی میں مسلم ہے کہ اگر کوئی شخص حسب وعدہ معاملہ نہ کرے تو اسے اپنے مالک کارخانہ کو اسقدر رقم ادا کرنی ہوگی جو اسکے نفع کے مناسب ہو لیکن انتظامی قانون کے اعتبار سے اگر حکومت کسی معاہدے کو توڑے تو اسے فریق ثانی کو صرف اسقدر رقم ادا کرنا ہوگا جتنا وہ اپنا نقصان ثابت کرے۔ اسکے معنی یہ ہوئے کہ (تا حدود قوانین نافذہ) مملکت (جو جملہ شہریوں کا ہی دوسرا نام ہے) اور خزانہ عامہ (یعنی تمام قابل محصول اشیا کا مجموعہ) کو ہی مفاد انفرادی پر فوقیت حاصل ہوگی۔ دی دیان:۔ مطالبات انتظامی، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱-۱۴۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
333
تفریق اختیارات

ان عام خیالات میں سے دوسرا خیال اس ضرورت کو قائم رکھنا ہے جو 'تفریق اختیارات' کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں حکومت و اعیان 'قانون' اور عدالتوں کو ایک دوسرے کے دائرہ اقتدار میں دخل انداز ہونے سے باز رکھنا ہے۔ 'تفریق اختیارات' کی اصطلاح جسطرح اہل فرانس عدالتوں، اور انتظامی عہدہ داروں کے تعلقات کی نسبت استعمال کرتے ہیں، جن سے اس وقت ہم کو بحث ہے، اس سے بآسانی غلط فہمی واقع ہوسکتی ہے۔ فرانس کے مدبرین ملک اور مقننین جن معنوں میں یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں وہ انگلستان کے ججوں کی آزادی، اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ کے مفہوم سے جدا ہیں۔ 'فرانس' کی تاریخ، وضع قانون، اور فرانس کی عدالتوں کے فیصلہ جات کی تعبیر سے انکے معنی اس اصول کے قیام سے زیادہ نہیں معلوم ہوتے کہ اگرچہ معمولی ججوں کو عہدہ داران انتظامی موقوف کردینے کے مجاز نہیں ہیں اور اس لحاظ سے وہ عہدہ داران انتظامی کے اختیارات سے باہر ہیں، لیکن حکومت اور اسکے عہدہ دارونکو (جبکہ وہ بحیثیت عہدہ دار ہونکے کام کر رہے ہوں) معمولی عدالتوں کے حدود اختیارات سے بڑے درجہ تک آزاد اور بالکل خود مختار رہنا چاہیئے[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - یہ الفاظ ایک بڑے مستند فرانس کے مقنن کے ہیں جو ۱۸۵۳ء میں لکھے گئے تھے۔ ان میں جو مخصوص اصول بیان ہوا ہے اس سے اب فرانس کے مقننین کو اختلاف ہے۔ دائیون کی تعلیم سے اگرچہ اسوقت اسکی تائید نہیں کی جاتی ہے، ان عام خیالات کا اظہار ہوتا ہے جو فرانس میں ایک معمولی رعایا اور حکومت کے تعلقات کی نسبت شایع تھے۔ دائیون کی اس رائے کے استعمال سے انکار کیا جانا اس تبدیلی کو ظاہر کر رہا ہے جو گزشتہ پچپن سال کے عرصہ میں انتظامی قانون اور اہل فرانس کی رائے میں واقع ہوی ہے۔

[1] دیکھو آکوکا انتظامی قانون دفعات ۲۰، ۲۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

"تفریق اختیارات" کے کل مسئلہ کی تاریخی ارتقا پر نظر ڈالنا دلچسپی سے خالی نہیں، بظاہر اسکی بنیاد مانٹیگ کی کتاب (Esprit des Lois) کے گیارہویں جزو (۱۱) فصل پر قایم ہے اور وہ خود ایک دہری غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اس معاملہ میں اول مانٹیگ نے انگلستان کے دستور کے اصول اور عملدرآمد کے سمجھنے میں غلطی کی، اور اسکے بعد اسکے اصول کے سمجھنے میں اگر فرانس کے زمانہ انقلاب کے مدبرین نے غلطی نہیں کی، تو انہیں مبالغہ سے ضرور کام لیا، اور اسکا غلط استعمال کیا۔ ان تکالیف اور ان سخت خرابیوں کے علم نے جو فرانس کی پارلیمنٹ کی مداخلت سے حکومتی معاملات میں پیش آئی تھیں اور اس یقین نے کہ عدالتیں اہم اور ضروری اصلاحات سے اختلاف کریں گی جیسا کہ وہ پہلے کر چکی تھیں، مدبرین مذکور کی رائے پر بڑا اثر ڈالا۔ فرانس کے ہادیان رائے ان قدیم خواہشات سے بھی غیر متاثر نہ تھے، جنکے زیر اثر خود مختار حکمرانوں کی طرح جمہوریت کے خود سر (عہدہ دار) بھی تھے، اور قانونی عدالتوں کی قوت کو توڑ کر مرکزی حکومت کی قوت بڑھانا چاہتے تھے۔ اس اصول کی ارتقائی حالت میں جو بحر اٹلانٹک کے دونوں کناروں پر وقتاً فوقتاً تبدیلی ہوتی رہی اسکی تفتیش ہمیں اپنے موضوع سے بہت دور کردے گی، ہمیں جو امر اسوقت پیش نظر رکھنا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ مانٹیگ کی تعلیم کے اس جز کا فرانس اور ان ممالک پر جنھوں نے فرانس کا اتباع کیا، غیر معمولی اور اس حد تک اثر پڑا کہ اسکے آثار اسوقت تک جمہوریت فرانس کے سیاسی اور قانونی ادارات میں پائے جاتے ہیں۔

خصوصیات

ان دو عام خیالات کے اختلاط سے فرانس کے انتظامی قانون کی چار نمایاں خصوصیتوں کا پتا چلتا ہے۔

(۱) حکومت کے حقوق کا تعین

335

مخصوص قواعد کے ذریعہ سے۔

ان خصوصیات میں سے پہلی خصوصیت یہ ہے، جیسا کہ ہر قاری کو معلوم ہوگیا ہوگا، کہ حکومت اور اسکے عہدہ داروں کے تعلقات کا تعین رعایا کے ساتھ ایسے قواعد کی رو سے ہونا چاہیئے جو فی الحقیقت قانون کا حکم رکھتے ہوں، مگر ان قوانین سے بہت مختلف ہوں جو رعایا کے ایک فرد کے تعلقات کو دوسرے فرد کے ساتھ متعین کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

معمولی قانون اور انتظامی قانون کا یہ فرق ایسا فرق ہے جو نشاۃ سے 'فرانس' میں کامل طور سے تسلیم کرلیا گیا ہے، اور 'فرانس' کے عام قانون (پبلک لا) کا ایک اہم جز ہے جیسا کہ ہر ایسے ملک کے قانون کا ہونا چاہیئے جہاں انتظامی قانون اپنے صحیح مفہوم میں موجود ہو[1]

(۲) مقدمات سلطنت اور انتظامی نزاعات میں قانونی عدالتوں کو کوئی اختیار نہیں، انکا فیصلہ انتظامی عدالتوں سے ہونا چاہیئے۔

ان خصوصیات میں سے دوسری خصوصیت یہ ہے کہ معمولی قانونی عدالتوں کو جو ان دیوانی اور فوجداری تنازعات کا تصفیہ کرتی ہیں جو رعایا کے افراد میں باہم پیش آتی رہتی ہیں عام طور سے ان تنازعات سے کوئی تعلق نہیں ہے جو رعایا کے افراد اور سلطنت میں پیش آتی ہیں یعنی انتظامی قانون کے مسائل سے؛ ایسے مسائل کا، اگر وہ از روئے قانون تصفیہ طلب قرار دیئے جاسکتے ہیں، ان انتظامی عدالتوں سے تصفیہ ہونا چاہیئے جنکا تعلق کسی نہ کسی طرح حکومت یا سررشتہ انتظام سے ہو۔

انقلابی حکمت عملی یا خیالات میں سے نپولین نے جس رائے کو بدل وجان قبول کرلیا وہ یہی تھی کہ ججوں کو ہرگز اسکی اجازت نہ ہونی چاہیئے کہ وہ حکومت کی کارروائیوں میں خلل انداز ہوں۔ اس نے اس رائے کو عملی جامہ دو مختلف طریقوں سے پہنایا۔

سب سے پہلے اس نے دو مختلف قسم کی عدالتیں بطور جدید یا دوبارہ قائم کیں۔ اول قسم کی عدالتیں 'قانونی' یا جیسا کہ ہم کو کہنا چاہیئے 'عمومی قانون' کی عدالتیں تھیں۔ انکے متعلق عام طور سے دو کام تھے۔ ایک کام یہ تھا کہ وہ ان تنازعات کا تصفیہ کریں جو صحیح طور سے رعایا کے دو افراد میں پیش آئیں، اور اس فرض کو وہ بحیثیت عدالتہائے ابتدائی، اور عدالتہائے مرافعہ انجام دیتی تھیں۔ دوسرا کام مقدمات فوجداری کی

336

[1] فی الحقیقت یہ ممکن ہے کہ کسی ملک میں انتظامی قانون کے قواعد رائج ہوں جیسا کہ بلجیم میں ہے جہاں ان قواعد کی تعمیل صرف معمولی عدالتوں سے کرائی جاتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

تحقیقات کا تھا، یہ عدالتیں اس فرض کو بحیثیت، اصلاحی عدالتوں، یا عدالتہائے دورہ سیشن[1] کے انجام دیتی تھیں، ان قانونی عدالتوں کے اوپر ایک عدالت 'کازیشن کورٹ' کے نام سے قائم کی گئی تھی جو اب تک موجود ہے، جس کا فرض یہ ہے کہ وہ ان قانونی غلطیوں کی اصلاح کرے جو عدالتہائے ماتحت سے سرزد ہوں[2] دوسری قسم کی عدالتیں انتظامی عدالتیں تھیں اور اسوقت بھی ہیں جیسے کہ 'عدالتہائے پریفیکٹ'[3] اور کونسل آف اسٹیٹ۔ ان انجمنوں کا کام جہانتک کہ اسکا تعلق قانونی کارروائیوں سے تھا (کیونکہ ان کے ذمہ بہت سے ایسے کام تھے جو کہ قانونی نہ تھے) انتظامی قانون کے مسائل کے تصفیہ سے تھا۔ یہ دو قسم کی عدالتیں ایک دوسرے کے مخالف تھیں؛ قانونی عدالتوں کو عام[4] طور سے انتظامی مسائل کے تصفیہ سے کوئی تعلق نہ تھا، یعنی ایسے مقدمات سے جنمیں حکومت، یا اس کے ملازمین کے مقاصد زیر بحث ہوتے تھے کسی انتظامی مقدمہ کا تصفیہ کیلئے کسی قانونی عدالت میں سپرد کر دیا جانا، اکثر اہل فرانس کی رائے میں 337
نہ صرف ۱۸۰۰ء میں بلکہ اسوقت بھی، تفریق اختیارات کے اصول کی خلاف ورزی اور ججوں کو ایسے مقدمات میں جن سے حکومت اور اسکے

---

[1] فرانس میں صرف یہی عدالتیں ہیں جنمیں تحقیقات جوری کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

[2] 'کازیشن کورٹ' درحقیقت صحیح معنوں میں عدالت مرافعہ نہ تھی۔

[3] پریفیکٹ کی عدالتوں یا کونسلوں سے واقفیت کی انگلستان کے ایک طالبعلم کو مطلق ضرورت نہیں ہے۔

[4] نپولین کے زمانہ میں بھی مستثنیٰ شکلیں پیش آتی تھیں اور اب انکی تعداد میں اضافہ ہوگیا ہے جنمیں واضعان قانون نے محض حالیہ آسانی کی غرض سے قانونی عدالتوں کو ایسے معاملات کے تصفیہ کا اختیار دیدیا ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے انتظامی عدالتوں میں جانے چاہئے تھے، جسطرح واضعان قانون نے انتظامی عدالتوں کو ایسے معاملات کے تصفیہ کا اختیار دیا ہے جو درحقیقت قانونی عدالتوں کے حدود اختیارات میں آنے چاہئے تھے؛ یہ استثنائی صورتیں کسی صریح اصول کے تحت میں نہیں لائی جا سکتی ہیں اور ہمارے مقاصد کیلئے انپر غور کرنا ضروری نہیں ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ملازمین کے مقاصد وابستہ ہوں دست اندازی کی اجازت دینا متصور ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے انتظامی عدالتوں کو عام طور سے ان معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا جو قانونی عدالتوں کے دایرہ اختیارات میں داخل تھے؛ لیکن جب ہم کونسل آف اسٹیٹ کی نوعیت پر غور کریں گے تو ہم کو معلوم ہوجائے گا کہ جو قیود اس انجمن کے اختیارات پر قائم کئے گئے تھے جو کہ نپولین کے عہد میں حکومت کا ایک جزو تھی، وہ ایسے سخت نہ تھے جیسے کہ وہ قیود تھے جو کہ معمولی قانونی عدالتوں کے عطیہ اختیارات پر قائم کئے گئے تھے۔

علاوہ اسکے نپولین معمولی ججوں کو حقارت آمیز اور مشتبہ نظر سے دیکھتا تھا، جیسا کہ انقلابی زمانہ کے وضع قانون سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگسٹ ۱۶ تا ۲۴ کا قانون بابتہ سنہ ۱۷۹۰ء[1] بیسیوں مثالوں میں سے ایک مثال ہے جس سے زمانہ انقلاب کے صحیح رجحانات کا پتا چلتا ہے۔ اس قانون کے ذریعہ سے قانونی عدالتوں کو ممانعت کردیگئی ہے کہ وہ واضعان قانون کے کسی ایکٹ میں کسی قسم کی بھی مداخلت نہ کریں، اور یہ صاف طور سے بتا دیا گیا ہے کہ قانونی کارروائیوں کو انتظامی کارروائیوں سے بالکل جدا رہنا چاہئے۔ ججوں پر لازم ہے کہ وہ انتظامی عہدہ داروں کی کارروائیوں میں نہ ہارج ہوں اور نہ کسی قسم کی دست اندازی کریں اور نہ کسی ایسے فعل کی بابتہ جو عہدہ داران انتظامی نے اپنے فرائض منصبی کے متعلق انجام دیئے ہوں انکو اپنے سامنے طلب کریں، اگر ایسا کیا جائیگا تو انکو سلب اختیارات کی سزا دیجائے گی۔ ان ایکٹوں کے خیالات سے نپولین کا دماغ بھرا ہوا تھا؛ اسکی رائے یہ تھی جیسا کہ اسکے بعد سب ایسے لوگونکی ہوگئی جن کو انتظامی حکومت سے کوئی تعلق تھا کہ "جج انتظامی حکومت کے ملازمین کے دشمن ہوتے ہیں، اور ہمیشہ اس کا اندیشہ لگا رہتا ہے کہ وہ اپنی غلط یا کم از کم

338

[1] ٹٹ ج ۲ دفعات ۱۱-۱۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

نا عاقبت اندیش دست اندازی سے حکومت کی معمولی اور مفید عام کارروائیوں میں خرابی ڈالنے کے باعث ہونگے[1]" اندیشہ کم از کم شاہی حکومت کے عہد میں بالکل بے بنیاد تھا؛ اور انتظامی عہدہ داروں کی کسی قسم کی مخالفت عدالتوں سے نہ ہوتی تھی؛ انقلاب کے بعد جج بیحد دب گئے، اور غلامانہ اتباع کرنے لگے، وہ قوت کے مقابلہ میں کانپتے تھے اور حکومت کے احکام کی جو بعض اوقات نہایت توہین آمیز ہوتے تھے بے چون و چرا تعمیل کرتے تھے[2] اسکا سمجھنا یقیناً مشکل ہے کہ نپولین کے زمانہ میں دلیر سے دلیر اور بہادر سے بہادر معمولی جج بھی حکومت اور اسکے نمایندوں کی کارروائیوں میں کسطرح دست اندازی کرسکتے ہونگے کیونکہ وہ از روئے قاعدہ اسوقت بھی حکومت کے معاملات میں بالکل بے اختیار ہیں؛ اگر سرکاری کاغذات مثلاً ایک ایسے خط میں جو ایک وزیر صیغہ یا ایک جنرل اپنے کسی ماتحت عہدہ دار کو لکھے کوئی اہم امر زیر بحث ہو، تو معمولی ججوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسکے معنی اور قانونی اثرات کا تعین کرسکیں۔ انکو اسوقت بھی بعض ایسے تنازعات میں مطلق اختیار نہیں ہے جو رعایا کے ایک فرد اور سرکار کے کسی ایک محکمہ میں پیش آتے ہیں۔ نپولین کے زمانہ میں یہ ممکن نہ تھا کہ وہ بغیر حکومت کی رضامندی کے کسی ایسے فوجداری یا دیوانی کے دعوی کی سماعت کریں 339

[1] "نہ صرف حکومتوں اور عمال سلطنت بلکہ اکثر قانون داں اصحاب میں بھی یہ تعصب برابر قائم رہا کہ جج عمال حکومت کے ازلی دشمن ہیں۔ اور ہر عمل میں انکی بداندیشانہ یا کم از کم کوتاہ اندیشانہ مداخلت کا وجہ سے انتظامات کی معمولی روش میں سخت خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔" ژیر (اشاعت ۱۹۰۶ء) صفحہ ۱۲۹۔

[2] "عمال حکومت کی خودسری ایسی تھی جو نہ کبھی دیکھی اور نہ سنی گئی تھی، اور انکے کام میں ججوں کو مطلق دخل اندازی کا حق نہ رہا تھا بلکہ انقلاب کے بعد تو انھوں نے انتہا درجہ کی عاجزی اور غلامانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا، اور ہمیشہ انھوں نے حکومت کے ذلیل ترین احکام کی لرزتے ہوئے تعمیل کی۔" ژیر، صفحہ ۱۲۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

جو کسی عہدہ دار کے مقابلہ میں کسی ایسے مضرت رساں فعل یا جرم کی بابتہ دایر ہوا ہو جو اس سے سرکاری فرایض کی انجام دہی میں کسی رعایا کے متعلق سرزد ہوا ہو۔ قانونی عدالتوں کی اس بے اختیاری کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نپولین کے زمانہ میں بھی جس شخص کو حکومت کے نمایندے سے کوئی ضرر پہنچتا تھا اسکے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا؛ اسکے لئے یہ چارہ کار موجود تھا کہ وہ اپنا دعوی انتظامی عدالتوں خصوصاً کونسل آف اسٹیٹ میں پیش کرکے چارہ کار حاصل کرے، یا جب کسی جرم یا فعل مضرت رساں کا ارتکاب ہوا ہو تو، باجازت حکومت اپنا معاملہ معمولی عدالتوں کے سامنے لائے۔

(۳) اختیارات کا تصادم۔

قانونی اور انتظامی عدالتوں کا ایک ساتھ موجود ہونا اسبات کا مستلزم ہے کہ حدود اختیارات کے متعلق سوالات پیدا ہوں۔ مثال کیلئے فرض کرو کہ (الف) ایک قانونی عدالت میں (ب) پر نقض معاہدہ کی بنا پر ہرجے یا ہماری اصطلاح کے مطابق حملہ یا قید بیجا، کا دعوی کرتا ہے۔ (ب) کا اصل جواب یہ ہے کہ اس نے محض بحیثیت ایک ملازم سرکار کے عمل کیا تھا، یہاں انتظامی قانون کا ایک مسئلہ درپیش ہوجاتا ہے جس کا تصفیہ انتظامی عدالتوں یا اگر وسیع تر طریقہ سے کہا جائے تو کونسل آف اسٹیٹ سے ہونا چاہئے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ قانونی عدالتوں کو اس معاملہ میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ اب اس بحث کا تصفیہ کسطرح ہونا چاہئے؟۔ انگریزوں کا فطری خیال تو یہ ہے کہ اس بحث کا تصفیہ قانونی عدالتوں سے ہونا چاہئے، یعنی معمولی ججوں کے ذریعہ سے، کیونکہ ملک کے جج ہی اپنے اختیارات کے حدود متعین کرنے کے بطریق صحیح مجاز قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ یہ رائے جو انگلستان کے مقننین کو اسقدر فطری معلوم ہوتی ہے اہل فرانس کے تفریق اختیارات کے تصور کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اگر مسلسل اور متواتر اسپر عمل ہوتا رہے تو عدالتوں کو انتظامی معاملات میں دخل دہی کا موقع مل جاتا ہے؛ اور یہ اہل فرانس کے زمانہ حال کے قانون کے اس مسلمہ اصول کے بھی خلاف ہے کہ انتظامی عہدہ دار اپنے فرایض منصبی کی انجام دہی میں قانونی

340

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

اختیار کے کسی فعل سے تکلیف میں مبتلا کئے جائیں؛ انگلستان کا کوئی باشندہ جسکے پیش نظر وہ مقدمات ہونگے جو عام وارنٹوں پر چلتے ہیں وہ اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ ہمارے جج اکثر صورتوں میں انتظامی کارروائیوں میں ہارج اور مزاحم ہوئے ہیں۔ مانٹیک کے مجوزہ اصول پر یقیناً اعتراض کی گنجایش ہے، لیکن اگر اسکا اصول صحیح ہو تو یہ ظاہر ہے کہ قانونی جماعتوں کو ہرگز اسکی اجازت نہ ہونی چاہئے کہ وہ خود اپنے اختیارات کے حدود کے متعلق کوئی قطعی اور آخری تجویز کرسکیں۔

نپولین کے قوانین میں حدود اختیارات کے ایسے مسائل کے تصفیہ کا حق حکومت کے اعلیٰ افسر کیلئے محفوظ کرلیا گیا تھا، مگر فی الحقیقت اس کو کونسل آف اسٹیٹ یعنی انتظامی عدالتوں کی سب سے اعلیٰ عدالت کام میں لاتی تھی۔ اسکے اختیارات اس معاملہ میں دو مختلف طریقوں سے محفوظ کئے گئے تھے جیسے کہ اسوقت بھی محفوظ ہیں۔ اگر کسی مقدمہ میں جو معمولی یا قانونی عدالت کے سامنے پیش ہوتا تھا، صاف طور سے کوئی سوال انتظامی قانون کا پیدا ہوجاتا تھا تو عدالت مذکور پر لازم تھا کہ وہ معاملہ کو تصفیہ کے لئے کونسل آف اسٹیٹ کے سامنے پیش کرے؛ مگر فرض کرو کہ عدالت اپنے حدود اختیارات سے بڑھجاتی ہے یا حکومت ایسا خیال کرتی ہے کہ وہ اپنے حدود اختیارات سے متجاوز ہوکر انتظامی عدالتوں کے اختیارات میں دست انداز ہوگئی ہے تو اس صورت میں 'پریفکیٹ' جو کہ حکومت کا ایک عہدہ دار ہوتا ہے اس کا مجاز ہے کہ وہ اسمیں دخل دے یعنی مناسب کارروائی کرکے اسپر زور دے کہ مسئلہ زیر بحث تصفیہ کیلئے کونسل آف اسٹیٹ میں پیش کیا جائے۔ اسطور سے جو وسیع اختیارات کونسل کو دیئے گئے تھے اسمیں مطلق شبہ کی گنجایش نہیں ہوسکتی؛ اسے اپنے
341 اختیارات کے حدود متعین کرنیکا اختیار حاصل تھا، اور وہ اس کی بھی مجاز تھی کہ کوئی ایسا مقدمہ جو قانونی عدالتوں میں چل رہا ہو وہاں سے

لہ دیکھو آکو کا قانون انتظامی دفعہ ۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

(۴) عہدہ داروں کی حفاظت۔

اٹھاکر اپنے یہاں منتقل کرے[1]۔

چوتھی، اور سب سے زیادہ استبدادی خصوصیت انتظامی قانون کی یہ تھی کہ اسکا رجحان اسطرف تھا کہ وہ حکومت کے ان ملازمین کو جو اپنے عہدہ دار ان بالادست کے احکام کی باضابطہ تعمیل اور جہانتک کہ ارادہ کا تعلق ہے محض اپنے فرائض منصبی کی ادائی میں سخت سے سخت خلاف قانون عمل کے مرتکب ہوے ہوں انکو معمولی عدالتوں کی نگرانی اور دسترس سے محفوظ رکھا جائے[2]۔

ایسے عہدہ دار ۱۸۰۰ء سے لیکر ۱۸۷۲ء تک سہ گانہ تحفظ میں رہے۔

افعال حکومت

اول تو وہ کسی حکومتی فعل کی تعمیل کی بابتہ کسی عدالت کے سامنے خواہ وہ قانونی ہو یا انتظامی، ذمہ دار نہیں قرار پاسکتے تھے۔

فرانس کے قانون نے ہمیشہ سے بعض اقسام کے افعال کو جنکی تعداد متعین نہیں ہے، حکومتی افعال تسلیم کیا ہے اور اس بنا پر کہ انکا تعلق اعلیٰ حکمت عملی امن عام، یا بیرونی ممالک کے ساتھ طرز عمل، یا معاہدات کی تعمیل، یا ممالک غیر کے باشندوں کے ساتھ برتاؤ سے ہوتا ہے یہ قرار دیا ہے کہ وہ محض حکومت کے بے روک ٹوک

342 اختیارات تمیزی پر منحصر ہیں، اور تمام عدالتوں کے حدود اختیارات سے باہر ہیں۔

حکومتی افعال کی صحیح تعریف کے متعلق اسوقت تک فرانس میں مشتہر مقننین کا اتفاق نہیں ہوسکا ہے اسلئے بجز خود ایک فرانسیسی مقنن کے اور کسی کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس امر کا تعین کرسکے کہ وہ کیا خصوصیات ہیں جو ایک ناجائز اور خلاف قانون فعل کو ایک ایسے حکومتی فعل کی صورت میں لے آتی ہیں جسکی سماعت کا اختیار کسی فرانسیسی عدالت کو نہیں رہتا۔ اسمیں شک نہیں کہ چند سال سے فرانسیسی مقننین کا رجحان اسطرف ہے کہ اس مجمل اصطلاح کے معنی محدود اور تنگ کردیئے جائیں جو نہایت آسانی

[1] ۱۸۷۲ء تک ممکن تھا کہ مقدمات فوجداری میں بھی مقدمات دیوانی کیطرح انتقال مقدمہ پر زور دیا جائے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ قانونی عدالتوں کو انتظامی عدالتوں کے اختیارات میں دست اندازی سے روکنے کیلئے تو انتظام تھا مگر نپولین کے زمانہ میں اور نہ اسوقت کوئی ایسا قانونی انتظام ہے جسکے ذریعہ سے انتظامی عدالتیں قانونی عدالتوں کے حدود اختیارات میں دست اندازی سے روکی جاسکیں۔

[2] اس حفاظت کا اظہار فرانس کے قانون کے بعض اجزا سے ہوتا ہے (مثلاً پینل کوڈ دفعہ ۱۱۴) جسکا اصطلاحی طور سے انتظامی قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر فی الحقیقت اسکا تعلق جملہ نظام قانون انتظامی سے ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

کے ساتھ مظالم کے جواز کا ایک ذریعہ نجاتی ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ نپولین کے زمانہ میں اور اسکے بعد بھی ایک مدت تک جو عمل حکومت اور اس کے ملازمین باضابطہ طریقہ سے ملک کے مفاد یا امن کی تائید میں کرتے تھے وہ سب حکومتی افعال متصور ہوتے تھے۔

اطاعت احکام

دوسرے یہ کہ فرانس کا (تعزیری قانون) پینل کوڈ دفعہ ۱۱۴[1]، ان عہدہ داروں کو تعزیری نتائج سے محفوظ رکھتا تھا، اور اب بھی محفوظ رکھتا ہے، جو باشندگان شہر کی ذاتی آزادی میں خلل انداز ہوتے ہیں، جبکہ وہ عمل جسکی شکایت کیجاتی ہے افسران بالادست کے زیر حکم کیا جاتا ہے[2]

343

[1] "اگر کوئی عہدہ دار یا عامل یا ناظر حکومت کسی ایسے فعل کا حکم دے یا خود اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو کسی شخص یا بہت سے اشخاص کی ذاتی آزادی یا قانونی حقوق میں مخل ہو، یا اسکا احتمال ہو، یا جس سے مشورہ کی خلاف ورزی عمل میں آئی ہو تو اس صورتیں وہ سزا کا مستحق ہوگا اور وہ معزول کر دیا جائے گا۔"

"لیکن اگر وہ یہ ثابت کردے، اس نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے افسران بالادست کے حکم سے کیا ہے تو پھر وہ کسی سزا کا مستوجب نہ ہوگا، اور اس حالت میں جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے وہ ان افسران بالادست پر عائد ہوگا۔" "قانون تعزیری" دفعہ ۱۱۴، گارسون: "قانون تعزیری مع حواشی" صفحہ ۲۴۵۔ اس کے ساتھ پڑھو گارسون: "قانون تعزیری" دفعات ۳۴ و ۷۱، اور مقابلہ کرو ضابطہ تحقیقات تعزیری، دفعہ ۱۰، "کتابچہ" صفحہ ۵۲۴-۵۲۷ کے ساتھ اور تمام موضوع کیلئے دیکھو دیوگی: "مملکت" باب ۵، دفعہ ۱۰ صفحہ ۶۱۵-۶۲۴۔

[2] بجز فرانس کے ایسے متقنن کے جو کہ قوانین فوجداری کا ماہر ہو کوئی شخص یقین کے ساتھ دفعہ ۱۱۴ کے کامل اثرات نہیں بیان کرسکتا، مگر جو بحث گارسون نے (پینل کوڈ صفحات ۲۴۵-۲۵۵) اسکے متعلق کی ہے اس سے انگلستان کے متقنن کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جو مجرم اپنے آپکو اس استثنا میں لے آتا ہے جو اس دفعہ کی دوسری ضمن بتائی گئی ہے، وہ باوجود الزام منسوبہ کا مجرم ثابت ہونے کے بھی دفعہ ۱۱۴ یا پینل کوڈ کی کسی دوسری دفعہ کی تحت میں سزایاب نہیں ہوسکتا اور دفعہ ۱۱۴ سرکاری ملازمین کی ایک تعداد کثیر کی حفاظت کرتی ہے (دیکھو گارسون کی شرح زیر عنوان "ڈی" ای صفحات ۲۴۹-۲۵۲ و زیر عنوان رجی، صفحہ ۲۵۳ دفعہ ۱۰۰، صفحہ ۲۵۴ نیز ملاحظہ ہو دیوگی، کا مجموعہ قوانین دفعات ۷۵ تا ۷۷، خصوصاً صفحات ۵۰۴، ۵۲۷؛ اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

تیسرے آٹھویں سال یعنی ۱۸۰۰ء کے دستور کی مشہور دفعہ ۷۵ کی رو سے، کسی عہدہ دار پر کسی ایسے فعل کی بابتہ جو اس نے اپنے فرائض منصبی کے ضمن میں کیا ہو، بغیر کونسل آف اسٹیٹ کی اجازت کے، کوئی مقدمہ نہیں چل سکتا، اور نہ کوئی دوسری کارروائی ہو سکتی ہے۔

یہ تحفظ بالکل کافی تھا؛ دفعہ ۷۵ کے الفاظ ایسے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ انکا تعلق صرف استغاثہ فوجداری سے ہے، مگر عدالتوں نے انکی تعبیر اسطرح کی ہے کہ وہ ہرجہ کے دعاوی پر بھی حاوی ہو گئے ہیں[1] نپولین کے دستور کی رو سے حکومت کے کسی ملازم کو خواہ وہ پریفیکٹ، امیر بلدیہ یا کوتوالی کا جوان ہو، جسکی کارروائی، (گو وہ قانون کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) حکومت سے بنظر پسند دیکھی جاتی تھی، کسی ایسے فعل کی بابتہ جو بنام بہنہاد فرائض منصبی کیا جاتا تھا، کسی قسم کی سزا یا ادائی ہرجہ کا کوئی حقیقی اندیشہ باقی نہ رہتا تھا۔ 344

انتظامی قانون کی ان چار خصوصیتوں کا عملی اثر، اور خصوصاً اس مقدار حفاظت کا جو ایسے عہدہ داروں کی کیگئی ہے جو اپنے افسران بالادست کے زیر حکم کام کر رہے ہوں، بطور خاص ایک سوال کے جواب پر منحصر ہے،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: دیوگی کی کتاب لا ایٹ، صفحات ۶۱۵-۶۳۴۔

انگلستان کے ایک باشندے کیلئے یہ سمجھنا دشوار ہے کہ ایک پریفیکٹ، یا جوان کوتوالی یا حکومت کا کوئی دوسرا ملازم جو باضابطہ طریقہ سے اپنے افسر بالا کے حکم کے مطابق کام کر رہا ہو وہ زیر احکام پنل کوڈ حملہ یا بے قاعدہ قید وغیرہ کی علت میں سزایاب ہو سکتا ہے۔

[1] علاوہ وزرا کے دوسرے عمال حکومت کو اپنے حد اختیار کے اندر کسی کام کی بابت صرف مجلس مملکت کے حکم ہی کے بعد ملزم گردانا جا سکتا ہے اور ایسی حالت میں ان پر معمولی عدالتوں میں مقدمہ قائم کیا جائے گا۔

دیوگی دمونیے: دساتیر فرانس، اشاعت دوم صفحہ ۱۲۷۔

[2] دیکھو ڈاکلین: اصول مقدمات انتظامی، صفحہ ۱۲۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

یعنی یہ کہ ایک مخصوص وقت پر کونسل آف اسٹیٹ کی نوعیت اور اسکا دستور کیا ہے؟ کیا کونسل آف اسٹیٹ نپولین کے زمانہ میں ایک ایسی قانونی عدالت تھی، جو فرانسیسی قانون کے ایک جز کو عدالتی طریقہ سے برتتی تھی، یا وہ محض انتظامی حکومت کی ایک شاخ تھی؟ جواب بہت صاف اور صریح ہے۔ بوناپارٹ نے جس کونسل کو قائم، یا زندہ کیا، وہ اسکی تمام حکومتی تعمیر کی بنیاد تھی۔ اسمیں وہ تمام سربرآوردہ مدبران ملک شریک تھے جن کو نپولین فراہم کرسکتا تھا۔ کونسل کے ارکان کا نہ صرف حق، بلکہ ان کا فریضہ تھا کہ وہ حکومت کے اعلیٰ ترین حاکم کو مشورہ دیں۔ کونسل یا یوں کہو کہ اسکے بعض ارکان ہر قسم کے معاملات میں شریک رہتے تھے۔ اس قول میں کچھ مبالغہ نہیں کہ حکومت سے مراد کونسل کے ارکان تھے، جو بالکل نپولین کی آزاد مرضی کے تابع رہتے تھے۔ ارکان کا اس عہدہ پر قائم رہنا محض نپولین کی مرضی پر منحصر تھا، مگر انمیں ارکان کی رائے پر حکومت کے طرز عمل، انتظامی اور انتظامی قانون کے مسائل کا تصفیہ ہوتا تھا۔ قیاس غالب یہ ہے کہ ۱۸۰۰ء میں انتظامی مقدمات صاف طریقہ سے حکومت کی دوسری کارروائیوں سے جدا نہ تھے۔ یہ کونسل جس وقت عدالتی کارروائی کرتی تھی اس وقت بھی اس کی حیثیت بہ نسبت عدالت کے زیادہ تر وزارت کی ہوتی تھی، اور جب کونسل بحیثیت عدالت عمل کرکے کوئی فیصلہ صادر کرتی، یا کوئی مشورہ دیتی تھی، اسکے پاس ایسے ذرایع موجود نہ تھے کہ وہ اپنے فیصلہ جات کی تعمیل کراسکے۔ بعض اوقات سالہا سال گزر جانے کے بعد عہدہ داران انتظامی 345
نے کونسل کے فیصلہ جات کی تعمیل کی طرف توجہ مبذول کرنا مناسب تصور کیا ہے، البتہ ۱۸۷۲ء میں اسکے فیصلے ایک قانون کے ذریعہ سے حقیقی (قانونی) فیصلے قرار پائے۔ علاوہ اسکے، جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کرچکے ہیں، یہ کونسل ابتدا میں تصفیہ اختلافات کی مختتم عدالت تھی؛ اور اس تصفیہ کا اسی کو حق تھا کہ آیا ایک مخصوص مقدمہ کا تعلق انتظامی قانون سے تھا یا نہیں، اور آیا وہ خود اسکے حدود اختیارات، یا معمولی عدالتوں کے حدود اختیارات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

میں آتا ہے۔ اسطور سے انیسویں صدی کی ابتدا میں جو حالت فرانس میں تھی وہ تقریباً اسی حالت کے مشابہ تھی جو انگلستان میں اسوقت پیدا ہوسکتی ہے، اگر وہاں کیبنٹ میں، جو کہ پرایوی کونسل کا ایک جز ہے، اور پرایوی کونسل کی جو ڈیشل کمیٹی میں کوئی زیادہ تمیز قائم نہ رکھی جائے، اور کیبنٹ جوڈیشل کمیٹی کی حیثیت سے تمام ایسے مقدمات کا جنہیں ایک فریق حکومت اور دوسرا فریق رعایا ہو، فوائد عامہ یا سیاسی مصالح کا لحاظ رکھ کر فیصلہ کرنے لگے۔ نپولین کی شکست سے اس حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اعادہ شدہ بادشاہت نے ان حقوق کو جو سلطنت (امپائر) نے پیدا کر دیئے تھے نہایت خوشی کے ساتھ قبول کرلیا، بلکہ ایک حد تک "ڈائرکٹری" کے زمانہ کی بے روک ٹوک خودسری عود کر آئی۔ ۱۸۲۰ء یعنی چارلس دہم کے اخراج کے دو سال کے اندر البتہ عام رائے نے ان طریقوں پر کچھ قیود قائم کئے جن کے ذریعہ سے انتظامی عہدہ دار، یعنی حکومت قانونی عدالتوں کے اختیارات غصب کرتی جاتی تھی۔

پہلے دور کے انتظامی قانون پر خاص طور سے توجہ کرنے کے دو وجوہ ہیں۔ زمانہ حال کا انتظامی قانون انہیں بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے جو نپولین رکھ گیا تھا جو عدالتیں اس نے قائم کی تھیں وہ ابتک موجود ہیں اور انکے حدود اختیارات کی تصریح اور تعریف زیادہ تر اسی خاکہ کے مطابق کیجاتی ہے جو وہ ڈال گیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ جو ذرائع ایک معقول استبدادی نظام کی تائید کے لئے ایجاد کئے گئے تھے انہیں بعد کے زمانہ میں مقننین اور مصلحین قانونی آزادی کی ترقی کے لئے کام میں لانے لگے، مگر یہ امر ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ فرانس کا انتظامی قانون ان خیالات سے پیدا ہوا ہے جو کہ قومی مفاد کے تحفظ کیلئے حکومت کے حقوق اور مرافق کی تائید کرتے ہیں۔

346

شاہی دور

دور ثانی۔ اور لیئن کی شاہی، اور دوسرا دور شاہی از ۱۸۳۰ء لغایۃ ۱۸۷۰ء[1]

---

[1] جمہوریت ثانی کا عہد جو ۱۸۴۸ء سے لیکر ۱۸۵۱ء تک قایم رہا زیادہ تر قابل توجہ نہیں ہے کیونکہ انتظامی قانون میں اسوقت واضحاں قانون نے جو اصلاحیں کیں وہ اسکے مختصر اور پرشور عہد کے بعد باقی نہیں رہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

انگلستان کے طلبہ کیلئے یہ دور بطور خاص توجہ کے قابل ہے۔ نپولین کی شاہی خود مختارانہ شاہی تھی، عود ایک قسم کا ردعمل یا رجعت کا زمانہ تھا، اور دونوں کا مقابلہ کسی ایسے نظام حکومت سے نہیں ہوسکتا جس سے زمانہ حال کا انگلستان واقف ہو۔ وہ چالیس سال کا زمانہ جو چارلس دہم کے اخراج، اور نپولین سوم کی شکست کے اثنا میں گزرا، اگرچہ تین سخت انقلابات یعنی ۱۸۳۰ء کا انقلاب، اور ۱۸۵۱ء کی سیاسی چال (Coup d'etat) اور شاہی حکومت کے دور ثانی کی درہمی و برہمی سے ممیز اور نمایاں ہے، مگر باوجود اسکے وہ ایسا زمانہ ہے جو بہمہ وجوہ پُرامن اور باترتیب کہا جاسکتا ہے۔ اس چالیس سال کے زمانہ میں فرانس پر بہ استثنائی ایک مدت کے جسکی میعاد چھ مہینے سے زیادہ نہ تھی، ملک کے مقررہ قانون کی حکومت رہی۔ پُرامن ترقی کا زمانہ ایسا زمانہ ہے جسمیں فرانس کے عام قوانین کو انگلستان کے عام قوانین کے ساتھ روشن خیالی سے مقابلہ کرنے کا موقع مل سکتا ہے؛ یہ خاصکر لوئی فلپ کے عہد پر صادق آتا ہے، جو انگریزوں کی نظر میں سب سے 347
بڑھکر ایک دستوری بادشاہ تھا[1] اسکے وزراء پارلیمنٹ، اس کا دارالامراء اور اس کا دارالنائبین، اور اسکی حکومت کا تمام طرز عمل ایسا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انکی بنیاد 'انگلستان' کے دستور پر قائم کی گئی ہے؛ اسکے زمانہ میں ملک کے معمولی قانون کی عظمت، جسے معمولی عدالتیں کام لاتی تھیں، اہل انگلستان کے خیال میں اسی طرح فرانس میں بھی قائم ہوگئی تھی جسطرح وہ انگلستان میں قایم تھی؛ اسلئے انکو یہ معلوم کرکے سخت تعجب ہوا کہ اس چالیس سال کی مدت میں اس انتظامی قانون کی خصوصیات میں جسے نپولین نے جاری کیا تھا

[1] اسکی تخت نشینی کا مؤید و مصرح، اگرچہ سطحی تشابہ تھا جو انگلستان کے سترہویں صدی کے انقلاب اور فرانس کے اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے انقلابات عظیم میں پایا جاتا ہے۔ لوئی فلپ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہی ایک ایسا شخص تھا جو فرانس میں وہ کام کرسکتا تھا جو انگلستان میں ولیم سوم نے کیا تھا، اور وہی انقلابی دور کا خاتمہ کرسکتا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

واضعان قانون، یا پارلیمنٹ کی طرف سے بہت کم اصلاح عمل میں آئی، اور وہ اسوقت تک ایک جداگانہ نظام قانون رہا ہے جسے صرف انتظامی عدالتیں کام میں لاتی ہیں، اور قانونی عدالتوں کو اس وقت تک بھی اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو پارلیمنٹی حکومت لوئی فلپ کے عہد میں رائج ہوئی اس سے کونسل آف اسٹیٹ کے اکثر سیاسی فرائض زائل ہوگئے، مگر باوجود اس کے وہ آج بھی ہمیشہ کی طرح، سب سے بڑی انتظامی عدالت ہے۔ اس کا یہ حق قائم تھا، گو وہ اب نہیں رہا ہے کہ وہ قانونی عدالتوں کے حدود اختیارات کا تعین کرے؛ حکومت کے ملازمین کو وہی حقوق یا مراقی باقی رہے جو رسم و رواج یا نپولین کے وضع کردہ قوانین کی رو سے حاصل تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انتظامی قانون ۱۸۷۰ء تک اپنی تمام اہم خصوصیات کے ساتھ قایم رہا۔ اسکی تصدیق دو امور پر غور کرنے سے ہوتی ہے۔ 348

کونسل قطعی طور سے عدالتی ادارہ نہ تھا۔

اول یہ کہ زمانہ زیر بحث میں کونسل آف اسٹیٹ نے بھی پوری طور سے عدالتی حیثیت اختیار نہ کی۔

یہ فی الحقیقت ایک ایسا معاملہ ہے جسکے متعلق انگلستان کے ایک نقاد کو بہت پس و پیش کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیے۔ اس کو یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ فرانس کا ایک باشندہ خواہ وہ انگلستان کے حالات سے کیسا ہی واقف کار کیوں نہو، کس آسانی سے اسوقت انگلستان کے ادارات کی طرز کارروائی کے متعلق غلطی میں پڑسکتا ہے، مثلاً وہ ان تعلقات کی بنا پر جو لارڈ چانسلر اور وزارت میں ہوتے ہیں یہ خیال کرسکتا ہے کہ کیبنٹ جس کا لارڈ چانسلر ہمیشہ ایک رکن ہوتا ہے، ان مقدمات کی تجویز میں جو ہائی کورٹ کے چانسری ڈویژن میں دائر ہوتے ہیں لارڈ چانسلر کی رائے پر اثر ڈال سکتی ہے، حالانکہ ہر انگریز جانتا ہے کہ لارڈ چانسلر کو چانسری میں بحیثیت جج کام کرتے ہوئے صدیاں گزر گئیں مگر کبھی اسکی رائے کیبنٹ کے مقاد یا خواہشات سے

---

[1] دیکھو حال کی کانفلکٹ کورٹ، صفحہ 360 آئندہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

ستاثر نہیں ہوئی ہے۔ ایک انگریز ناقد کے یہ امر بھی پیش نظر رہیگا کہ اسوقت فرانس میں کونسل آف اسٹیٹ اسی وقعت اور عظمت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے جسطرح کوئی دوسری عدالت دیکھی جاتی ہے اور عامہ خلائق کی نظر میں اسکی وہی وقعت ہے جو کورٹ آف کاریشن کی ہے جو اعلیٰ ترین قانونی عدالت ہے۔ مزید برآں ۱۸۳۰ء سے لے کر اسوقت تک کونسل کی وقعت میں برابر اضافہ ہوتا رہا ہے؛ لیکن باوجود اس تردد کے جو ایسے ادارات کی تنقید میں جو خود اس کے ملک کے نہوں ایک شخص کو پیش آنا چاہیئے، ایک انگریز ناقد کو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ ۱۸۳۰ء سے لے کر ۱۸۷۰ء تک کونسل اپنی انتظامی عدالت کی حیثیت میں، بڑی حد تک ایک سرکاری یا
349 حکومتی جماعت تھی، جسکے ارکان کا بنیم عدالتی فرائض کی انجام دہی میں وزرائی یا سرکاری آرا سے متاثر ہونا بقیاس غالب لازم تھا، گو کہ اسکا مسلسل اور متواتر رجحان اسطرف تھا کہ وہ ہر سال زیادہ تر قانونی عدالتوں کی حیثیت اختیار کرتی جاے۔ اس قول سے ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کونسل جو کہ معزز ترین اصحاب اور اہل الرائے سے مرکب ہوتی تھی انصاف رسانی نہیں کرتی تھی یا انصاف رسانی کو ہمیشہ پیش نظر نہیں رکھتی تھی؛ اس سے جو مطلب ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ انصاف کا جو تصور کونسل کو تھا وہ قانونی یا معمولی عدالتوں کے قانونی تصور سے جدا تھا۔

عہدہ داروں کی حفاظت میں کمی کا نہ ہونا۔

دوسرے۔ عہدہ داروں کی جو قانونی حفاظت کی گئی تھی اسمیں کوئی کمی نہ ہونے پائی۔

حکومت کے کسی فعل کی انجام دہی کی بابتہ کوئی شخص کسی عدالت کے سامنے (جوابدہی کے لئے) حاضر نہیں کیا جا سکتا تھا[1] اور لوئی فلپ

[1] دیکھو صفحہ 341 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

اور شاہی کے دوسرے دور میں اصولاً اور عملاً اس غیر محدود اصطلاح (یعنی سرکاری یا حکومتی فعل) کو بیحد وسعت دیدی گئی تھی۔

۱۸۳۲ء میں ڈچز ڈی بری نے لاونڈی میں ایک خانہ جنگی کے برپا کرنے کا اقدام کیا، اور وہ اس علت میں گرفتار ہوئی۔ بادشاہ اسقدر جرأت نہ کرسکتا تھا کہ وہ اسے ملک سے باہر چلے جانے کی اجازت دے، اور نہ وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنی بیوی کی بھتیجی کو تحقیقات کے لئے سپرد عدالت کرے۔ جمہوری اور اصول پسند (Legitimist) دونوں فرقے یہ چاہتے تھے کہ وہ قانونی عدالت کے سامنے تحقیقات کے لئے لائی جائے۔ ایک فرقے کی یہ خواہش تھی کہ کرولائین بری کے ساتھ ایک معمولی مجرم کا برتاؤ کیا جائے، دوسرا فرقہ اس خیال میں تھا کہ وہ اسے ایک ہر دلعزیز ذات ثابت کرے۔ پارلیمنٹ میں اسکے متعلق بارہا مباحث ہوئے، درخواستوں میں یہ استدعا کیجاتی تھی کہ وہ یا تو آزاد کردیجائے یا تحقیقات کے لئے ایک جوری کے سامنے پیش کیجائے؛ لیکن حکومت نے ان صورتوں کے اختیار کرنے سے انکار کردیا؛ اور وہ اسوقت تک قید میں رکھی گئی یہاں تک کہ خانگی حالات نے اسکے اعتبار اور اسکی ہر دلعزیزی کو زائل کردیا، اور اسکے بعد وہ خاموشی کے ساتھ بذریعہ جہاز صیقلیہ روانہ کردیگئی۔ حکومت یا درحقیقت پادشاہ کا یہ طرز عمل ازسرتاپا خلاف قانون تھا، اور وزارت نے میسیو تھیرز کے ذریعہ سے اس کا اعتراف کیا کہ قانون کی خلاف ورزی ہوی ہے، اور دارالنائبین نہ کہ مجلس واضعان قانون کی رائے پر یہ قرار پایا کہ اس موقع پر قانون کی خلاف ورزی بالکل جائز تھی[1]۔ ۱۸۳۲ء میں ایک دستوری پادشاہ کے

350

[1] ۱۔ موسیو تی ایر نے ۲۰ جون کی نشست میں بآواز بلند ان تمام خلاف قانون امور کو شمار کیا جو ڈچس کی گرفتاری قید اور رہائی کے سلسلے میں وجود میں آئے دراصل یہ (یعنی ایوان) کا منصب ہے کہ یہ فیصلہ کرے کہ آیا یہ سب مفاد عامہ کی خاطر کیا گیا تھا یا نہیں۔ بعد ازاں ایوان فوراً پروگرام کے دوسرے معاملہ کیطرف رجوع ہوگیا۔ گریگوار، تاریخ فرانس، جلد ۱ صفحہ ۳۶۴ نیز دیکھو ایضاً صفحہ ۲۹۲-۳۰۸؛ صفحہ ۳۵۶-۳۶۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

دستوری وزرا حکومتی افعال کے متعلق ایسا برتاؤ جائز رکھتے تھے۔ نپولین سوم نے خاندان اورلین کی جائداد کے متعلق جو کارروائی کی اسکے متعلق بھی اسی لوچدار عذر سے کام لیا گیا۔ اس امر کا باور کرنا کسی قدر دشواری سے خالی نہیں کہ بعض وہ کارروائیاں جو ۱۸۸۵ء تک غیر مسلمہ مذہبی جماعتوں کے خلاف کی گئیں وہ اسی رجحان کی مثالیں نہ تھیں جس کی بنا پر حکومت کے افعال قانون ملک کی دسترس سے باہر متصور ہوتے ہیں۔

پینل کوڈ (تعزیری قانون) کی دفعہ ۱۱۴[1]، جو حکومت کے اس نمایندہ کو جو باوجود ارتکاب جرم کے اپنے افسر بالادست کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اگرچہ قانونی لعنت و ملامت سے نہ سہی، مگر سزا سے محفوظ رکھتی ہے، بدستور بحال رہی اور اسوقت تک بحال ہے۔

351 اسیطرح آٹھویں تمثال کے دستور کی مشہور دفعہ ۷۵ بھی ابتک منسوخ نہیں ہوی ہے جسکی رو سے یہ ممکن نہیں کہ کسی جرم یا فعل ضرر رساں کی بابتہ کسی عہدہ دار کے مقابل میں بغیر کونسل آف اسٹیٹ کی اجازت حاصل کئے کوئی قانونی کارروائی ہوسکے، اور کونسل کا ایسی صورت میں اس زمانہ کی حکومت کی متابعت میں کارروائی کرنا یقینی امر ہے۔

یہ درست ہے کہ عام رائے نے کونسل کو قانونی عدالت تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور خاطی عہدہ داروں کی جو حفاظت کیجاتی تھی اسے بنظر استحسان نہیں دیکھا؛ اسبارہ میں جو الفاظ انگیز دی ٹاک ویل[2] نے استعمال کئے ہیں وہ قابل لحاظ ہیں۔

> فرانس کی جمہوریت کے آٹھویں سال ایک دستور مرتب ہوا جس میں ایک دفعہ حسب ذیل تھی: دفعہ ۷۵۔ حکومت کے تمام نمایندوں پر جن کا رتبہ وزرا سے کم ہو، ان[3] جرایم کی بابتہ جن کا تعلق انکے فرایض منصبی سے ہو، صرف باجازت کونسل

---

[1] دیکھو صفحہ 342 نوٹ گزشتہ [2] دیکھو صفحہ 343 [3] قانونی فیصلوں سے اس اصطلاح میں اسقدر وسعت دی گئی ہے کہ وہ ہر جرم کے دعاوی پر بھی حاوی ہوگئی ہے۔ دیکھو جیکولن کی کتاب 'اصول قانون انتظامی' صفحہ ۱۲۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

آف اسٹیٹ مقدمہ چل سکتا ہے اور ایسی صورتمیں تحقیقات معمولی عدالتوں کے سامنے ہوسکتی ہے۔ یہ دفعہ آٹھویں سال کے دستور کے نفاذ کے بعد بھی قائم رہی، اور ہوقت تک بھی باوجود قوم کی واجبی شکایتوں کے قائم ہے۔ اسکے معنی انگلستان اور امریکہ کے رہنے والونکو سمجھانے میں مجھے بیحد مشکلیں پیش آتی ہیں۔ وہ فوراً جس نتیجہ پر پہنچتی ہیں وہ یہ ہے کہ فرانس میں کونسل آف دی اسٹیٹ ایک بڑی عدالت ہے جو سلطنت کے وسط میں قائم ہے اور جو تمام سیاسی مقدمات میں ابتدائی اور ایک حد تک جابرانہ اختیارات کام میں لاتی ہے؛ لیکن میں ان سے یہ کہتا ہونکہ کونسل اف دی اسٹیٹ عوام اصطلاح کے مطابق، کوئی قانونی عدالت نہیں، بلکہ انتظامی کونسل ہے جو ایسے ارکان سے مرکب ہے جو سلطنت کے تابع ہیں، ہوتا یہ ہے کہ بادشاہ اپنے ایک ملازم 'پریفیکٹ' کے ذریعہ سے ایک غیر منصفانہ 352
فعل کراتا ہے، اور اسی کے ساتھ اپنے ایک دوسرے ملازم کو جو 'کونسلر آف اسٹیٹ' کہلاتا ہے، یہ حکم دیتا ہے کہ وہ 'پریفیکٹ' مذکور کو سزا سے محفوظ رکھنے کا انتظام کرے۔ جب میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ جس باشندہ ملک کو بادشاہ کے حکم سے مضرت پہنچتی ہے وہ اسپر مجبور ہے کہ حصول چارہ کار کے لئے بادشاہ ہی سے اجازت حاصل کرے، تو وہ ایسے صریح ظلم پر اعتبار کرنے سے انکار کرتے ہیں، اور انمیں یہ ترغیب پیدا ہوتی ہے کہ وہ یا تو مجھ پر غلط بیانی کا الزام لگائیں یا مجھے جاہل سمجھیں۔ انقلاب عظیم کے قبل اکثر ایسی صورتیں پیش آچکی ہیں کہ پارلیمنٹ نے ایک ایسے سرکاری ملازم کے نام وارنٹ جاری کیا جس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا تھا، مگر وہ کارروائی بادشاہ کے حکم سے روک دی گئی اور اس نے اپنے اس استبدادی اور خودمختارانہ حکم کی پورے طور سے تعمیل کرائی۔ یہ دیکھکر سخت تکلیف ہوتی ہے کہ ہم اپنے آبا و اجداد سے اسبارہ میں کسقدر پیچھے رہگئے ہیں، اور ہم انصاف کے پردہ میں اور قانون کے نام سے ایسے امور ہوتے دیتے ہیں جنہیں ہمارے بزرگ صرف زبردستی اور جبر سے برداشت کرسکتے تھے[1]

[1] ڈی ٹاک ویل کی جمہوریت امریکہ، جلد (۱) ترجمہ صفحہ ۱۰۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

یہ مشہور فقرہ ۱۸۳۵ء میں 'ٹاک ویل' کی کتاب موسومہ جمہوریت امریکہ، سے اخذ کرکے شایع کیا گیا تھا، جبکہ مصنف نے ۳۰ سال کی عمر میں وہ شہرت حاصل کی تھی جس کا مقابلہ اس کے دوست 'مانٹیک' کی شہرت کے ساتھ کرتے تھے۔ اس نے جو رائے انتظامی قانون کے متعلق قائم کی تھی وہ اسوقت بھی نہ بدلی تھی جبکہ اس نے اپنی عمر کے آخر حصہ میں کتاب 'عہد قدیم و انقلاب عظیم' شایع کی تھی جو اسکی تصانیف میں سب سے زیادہ مدلل اور پختہ کتاب ہے۔

اسمیں وہ لکھتا ہے کہ "یہ صحیح ہے کہ ہم نے حکومت کے دائرہ سے عدالتی اختیارات خارج کردیے ہیں جو قدیم حکومت نے بدقسمتی سے اسمیں داخل کرلئے تھے، مگر ساتھ ہی اسکے ہر شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ حکومت کی مداخلت عدالتوں کے فطرتی حدود اختیارات میں رفتہ رفتہ بڑھتی گئی ہے، اور ہم نے اسکے زائل کرنے کی کوئی تدبیر نہیں اختیار کی، گویا کہ ہمارے نزدیک اختیارات کی درہمی اور برہمی اگر وہ حکومت کی طرف سے ہو، ایسی یا اس سے زیادہ خوفناک نہیں ہے جیسی کہ وہ عدالتوں کی طرف سے ہونے کی صورت میں ہوسکتی ہے۔ حالانکہ حکومت کے معاملات میں قانونی عدالتوں کی مداخلت سے صرف کاروبار کے انتظام میں فرق آتا ہے، برخلاف اسکے انصاف رسانی میں حکومت کی مداخلت رعایا کی مخرب اخلاق ہے اور انکو انقلاب پسند اور غلام بنا دیتی ہے"[1]

353

[1] اسمیں شبہ نہیں کہ ہم نے محکمہ عدلیہ کو انتظامی حیطہ اقتدار سے جہاں اسے حکومت قدیم نے ناواجب طور پر داخل کردیا تھا، اب خارج کردیا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو ہم معلوم کرینگے کہ رفتہ رفتہ حکومت دائرہ عدلیہ میں برابر مداخلت کرتی جاتی ہے، اور ہمنے اسے یہ عمل برابر کرنے دیا ہے۔ حالانکہ انتظامی اور عدلیہ اداروں کا خلط ملط ہونا پہلی صورت سے زیادہ خطرناک ہے ہماری رائے میں جہاں عدالتوں کی انتظامی امور میں مداخلت کیوجہ سے کاروبار میں رکاوٹیں پیدا ہونیکا احتمال ہے وہاں محکمہ عدلیہ کے کارہائے مفوضہ میں حکومت کی مداخلت سے شہریوں کے بداخلاق ہوجانیکا اندیشہ ہے اور اسکی وجہ سے شہری ایک طرف تو انقلاب پسند ہوجاتے ہیں اور دوسری طرف انکی روش غلامانہ ہوجاتی ہے۔
"ٹاک ویل": حکومت قدیم و انقلاب، اشاعت ہفتم، صفحہ ۸۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

یہ ایک ایسے شخص کا قول ہے جو غیر معمولی طور سے ذہین تھا، اور 'فرانس' کی تاریخ اور اپنے زمانہ کے فرانس سے بخوبی واقف تھا اور سالہاسال پارلیمنٹ کا رکن رہ چکا تھا اور کم ازکم ایکمرتبہ کیبنٹ میں بھی شریک رہا تھا، اور جو اپنے ملک کی عام زندگی سے اسی طرح آگاہ تھا جسطرح میکالے انگلستان کی عام زندگی سے آگاہ اور باخبر تھا۔ ممکن ہے کہ 'ٹاک ویل' کے الفاظ مبالغہ آمیز معلوم ہوں، مگر انکی توضیح جزئی اسکے جادہ طبیعت اور جزئی اسکے پرواز خیال سے ہوسکتی ہے جس نے موجودہ زمانہ کی جمہوریت کے نقائص اور قدیم شاہی عہد کی کمزوریوں پر غور کرنے اور انکے باہمی تعلقات کو یکساں ٹھہرانے میں اسے مبالغہ کی طرف مائل کردیا تھا۔ بہرحال سبب خواہ کچھ ہو یہ مسلم ہے کہ اس نے اپنے زمانہ کے تعلیم یافتہ طبقہ کی رائے کا اظہار کیا تھا۔ ایک ایسا مصنف جس نے کونسل آف اسٹیٹ کی اکثر خوبیوں اور ان طریقوں کو بہ تفصیل بتایا ہے جن کے ذریعہ سے کونسل مذکور انتظامی تنازعات میں اپنے لئے روز افزوں عدالتی حیثیت پیدا کرتی گئی صریح طور سے بیان کرتا ہے کہ انیسویں صدی کے آخری حصہ تک روزمرہ کی گفتگو میں جو کہ خیالات عامہ کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے 'عدالتہائے انصاف' یا 'انصاف' کے الفاظ صرف عدالتی یا معمولی قانونی عدالتوں کی نسبت استعمال ہوتے تھے[1]۔ 'ٹاک ویل' کی رائے کی صحت کی اس سے بہتر اور کیا تصدیق ہوسکتی ہے؟ کم ازکم خود اس کے زمانہ کیلئے۔

354

انتظامی قانون کا اثر عہد دراز تک فرانس کی حیثیت پر۔

اب ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ۱۸۳۰ء سے لے کر ۱۸۷۰ء تک انتظامی قانون کے وجود نے 'فرانس' کے سرکاری ملازمین کی قانونی حیثیت 'انگلستان' کے سرکاری ملازمین کی حیثیت سے کسطرح مختلف کردی تھی۔

سرکاری ملازمین کا طبقہ جو فرانس میں بہ نسبت انگلستان کے طبقہ ملازمین کے عامہ خلایق کا ذی وقعت تر حصہ سمجھا جاتا تھا، اس کی 'فرانس'

[1] جز، صفحہ ۳۸ نوٹ ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

میں بعض لحاظ سے وہی حیثیت تھی جو انگلستان میں سپاہیوں کی ہے۔ اسکے فرض کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوسکتی کہ عہدہ دارانہ ضوابط (Official Discipline) کی خلاف ورزی میں انکو فوراً کوئی نہ کوئی سزا ملجاتی ہوگی، لیکن اگر وہ انگلستان کے سپاہیوں کی طرح عہدہ دارانہ ضوابط کے پابند تھے، تو اسکے ساتھ انکو وہ چیز حاصل تھی جس سے انگلستان کے سپاہی محروم ہیں یعنی یہ کہ جو مضرت عامہ رعایا میں سے کسی شخص کو پہنچے اسکے متعلق وہ قانونی عدالتوں کے سامنے پیش کئے جانے سے ایک بڑی حد تک محفوظ رہتے تھے۔ مثال کے لئے ایک ایسے پریفیکٹ، یا کوتوالی کے جوان کو لو جو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے جوش میں حملہ یا مداخلت بیجا کرکے قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے، یہ شخص عملی طور سے محفوظ ہے؛ وہ یہ عذر کرسکتا 355
ہے کہ جو ضرر پہنچا وہ سرکاری کارروائی میں تھا۔ اگر اس کا یہ عذر نہ چلے تو وہ پیٹل کوڈ کی دفعہ ۱۱۴ کی پناہ لے سکتا ہے، اور اس طور سے، اگر مخالف تجویز سے نہیں، تو سزایابی کے امکان سے ضرور بچ سکتا ہے۔ اگر وزارت نے اسکے طرز عمل کو پسند کرلیا ہے تو اس کو قانونی جوابدہی کی ضرورت ہی نہیں ہے؛ کیونکہ کونسل آف اسٹیٹ کی بغیر رضامندی کے وہ کسی قانونی عدالت میں جوابدہی کے لئے طلب ہی نہیں ہوسکتا تھا، گویا دفعہ ۷۵ عہدہ داروں کے حقوق یا ذمہ داریوں کا مرجع اور مرکز تھی۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ بازوئے حفاظت امتداد زمانہ سے ضعیف ہوگیا ہے، اور اب اس سے کام نہیں لیا جاسکتا۔ ۱۸۵۲ء سے لے کر ۱۹۰۲ء تک ۲۶۴ درخواستیں اس غرض سے پیش ہوئیں کہ زیر دفعہ ۷۵ عہدہ داروں کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت دیجائے جنمیں سے صرف ۴۴ منظور ہوئیں جسکے معنی یہ ہوے کہ ۲۲۰ درخواستیں نامنظور کردی گئیں[1]

[1] دیکھو جیکوبن کی کتاب "انتظامی مقدمات کے بنیادی اصول" صفحہ ۲۶۴۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ دفعہ ۷۵ کا اصول قریب زمانہ تک جرمنی کی بعض ریاستوں میں جاری تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

اس مشہور دفعہ کے خلاف انصاف ہونے کا احساس عرصہ سے کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ ۱۸۱۵ء میں خود بنپولین نے اس کی اصلاح کا وعدہ کیا تھا۔

تیسرا دور۔ جمہوریت ثالث۔ من ابتدائے ۱۸۷۰ء لغایت ۱۹۰۸ء

دوسرے عہد شاہی کے زوال سے دو سال کے اندر ہی عامہ رائے نے فرانس کے انتظامی یا عہدہ داروں کے قانون میں تین امور کی کلی اصلاح کے لئے زور دینا شروع کیا۔

منسوخی دفعہ ۷۵

۱۹ ستمبر ۱۸۷۰ء کو دفعہ ۷۵ منسوخ کر دی گئی، جو شاہی، عود شاہی، اور لئیس کی شاہی، ۱۸۴۸ء کی جمہوریت، اور دوسری شاہی کے زمانہ میں برابر قائم رہی تھی۔ انگلستان کے غور کرنے والے کو جو امر سب سے زیادہ تعجب میں ڈالنے والا ہے وہ یہ نہیں کہ یہ مشہور دفعہ ایک مدت دراز 356
تک ہر قسم کے حملوں سے کسطرح بچتی رہی، بلکہ اس کے منسوخ ہونے کا طریقہ اور اسکی تنسیخ کی تاریخ ہے۔ دفعہ مذکور ۱۹ ستمبر ۱۸۷۰ء کو منسوخ ہوئی جبوقت جرمنی فوجیں پیرس کی طرف بڑھتی چلی آتی تھیں۔ اسکی تنسیخ ایک ایسی حکومت کی طرف سے ہوئی تھی جو ایک بغاوت کے ذریعہ سے قائم ہوگئی تھی جسے حقیقی اقتدار کا کوئی دعوی اور اخلاقی تائید کا کوئی استحقاق بجز اس سخت ضرورت کے نہ تھا کہ فرانس دشمنوں کے حملے سے بچا لیا جائے۔ یہ امر سخت حیرت انگیز ہے کہ ایک عارضی حکومت جو پیرس کی حفاظت کی تدبیروں میں لگی ہوئی ہو وہ فرانس کے قانون کے ایک اہم اصول کو منسوخ کر دے۔ اس امر کے متعلق ملک غیر کا کوئی نقاد یقین کے ساتھ کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا کہ وہ کیا تحریک تھی جس نے ان لوگوں کو جو ایک بغاوت سے فائدہ اٹھا کر عارضی حاکم ہوگئے تھے ایک ایسی قانونی ایجاد کی طرف مائل کیا جس نے فرانس کے عہدہ داروں کی حیثیت کم از کم ظاہری صورت میں بدل دی ہے۔ ایک قیاس جسکی تائید بعد کے واقعات سے بھی ہوتی ہے یہ ہے کہ دفعہ ۷۵ کی تنسیخ کی کارروائی نہایت آسانی سے ہوئی اور لوگوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

نے اسے خوشی کے ساتھ منظور کر لیا، کیونکہ اس سے جو تبدیلی ہوتی تھی وہ بجائے حقیقی کے زیادہ تر ظاہری تھی، جیسا کہ اکثر مقننین کے پیش نظر ہوگا اور اس سے فرانس کے عہدہ داروں کی حیثیت یا وہاں کے انتظام میں، کوئی زیادہ مداخلت نہیں ہوتی تھی[1]

انگلستان کے مقننین کو مزید تعجب اسپر ہوتا ہے کہ دفعہ ۵، کی تنسیخ، بغیر کسی مجلس واضعان قانون کی صریح تصدیق کے، ملک کے قانون کا ایک جز ہو گئی اور ابتک ایک جز ہے۔ یہاں ہمیں فرانس کے دستوری قانون کے ایک مسلمہ اصول سے آگاہی ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرانس کے قانون اور نیز عام رائے کے لحاظ سے ایسی حکومت کو جو درحقیقت قائم ہو جاتی ہے اور جسے لوگ عام طور سے قبول کر لیتے ہیں بجا اقتدارات حاصل ہوتے ہیں۔ ایسی جماعت کو بھی اگرچہ اسکی نسبت ۱۸۴۸ء کی عارضی حکومت کی طرح یہ بھی نہ معلوم ہو کہ وہ کسطرح ایک ایسے مجمع کے شور وغل سے معرض وجود میں آگئی تھی، جسکے شرکا کے ناموں سے بھی زیادہ تر کوئی واقف نہ تھا، جب تک کہ وہ برسر اقتدار رہتی ہے وضع قانون کے پورے اختیارات حاصل رہتے ہیں، وہ حسب اصطلاح فرانس نہ صرف واضع قانون بلکہ واضع دستور بھی ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ وہ ڈکریاں جاری کرے جو اصطلاحی طور سے قانون ڈکری، کے نام سے موسوم کیجاتی تھیں۔ یہ ڈکریاں جب تک کہ باضابطہ طور

357

[1] اس نظریہ کی جزئی تصدیق کیلئے دیکھو آکوکا انتظامی قانون، دفعات ۴۱۹۔ ۴۲۶ جیکولن کی حدود اختیارات انتظامی، صفحہ ۴۲۷؛ لافریری کی کتاب جلد ۳ فصل مقتم۔

دفعہ (۵،) کی تنسیخ سے اس اہم کا تسلیم کر لیا جانا مستنبط ہوتا ہے کہ عہدہ دار بھی مثل دوسرے اشخاص کے افعال ناجائز کے کم از کم بادی النظری طور سے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ مستند مقننین کا خیال ہے کہ اس سے رائے فرانس کی عام رائے میں ایک عظیم الشان تبدیلی کا پتا چلتا ہے اور یہ منجملہ دوسری علامتوں کے ایک علامت اس امر کی ہے کہ حکومت کے اقتدارات کو بنظر حسد دیکھنے کا رجحان پیدا ہو گیا تھا۔

[2] قانونی اصول اور اس قسم کے قانون ڈکری کی مثالوں کیلئے دیکھو دیوگی، کا دستور العمل صفحات ۱۰۲، ۱۰۳، مورپاکے قواعد انتظامی، صفحات ۱۰۲، ۱۰۴۔ ایسے قوانین ڈکری اور عارضی حکومت نے ۲۴ فروری اور ۴ مئی ۱۸۴۸ء کے درمیان دی ہیں،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

سے کسی ایسے شخص یا انجمن کے طرف سے منسوخ نہ کی جائیں جسے باضابطہ وضع قانون کے اختیارات حاصل ہوں اسی طرح ملک کا قانون سمجھی جاتی تھیں جسطرح وہ ایکٹ سمجھا جاتا ہے جو اسوقت فرانس کی قومی مجالس بحیثیت ضابطہ کی پابندی کے ساتھ نافذ کرتی ہے۔ حکومت کے یہ اختیارات جس آسانی سے تسلیم کر لئے گئے انکا مقابلہ اس رائے سے کرو جو انگلستان کی عدالتوں اور پارلیمنٹوں نے ہر ایسے قانون کے متعلق قائم کی جو ۱۶۴۲ء سے لیکر ۱۶۶۰ء تک بغیر شاہی منظوری کے جاری ہوا۔ ان میں سے بعض قانون اس حکمران کی پارلیمنٹوں کے نافذ کردہ تھے، جو انگلستان اور اکثر بیرونی ممالک میں انگلستان کا حاکم اعلیٰ سمجھا جاتا تھا۔ یہ حاکم اعلیٰ جو 'محافظ' کے نام سے 358
پکارا جاتا تھا بحالت امن مرگیا، اور اسکا بیٹا رچرڈ بغیر کسی ہنگامہ اور فساد کے اسکا جانشین ہوا، باوجود اسکے کوئی ایسا قانون جو آغاز بغاوت سے لیکر زمانہ عود سلطنت تک نافذ ہوا انگلستان کے مجموعہ قوانین میں نہیں پایا جاتا۔ انگلستان کے مقننین کی قانونی احتیاط نے اسکی اجازت نہ دی کہ وہ ۱۶۶۰ء میں کسی با اختیار پارلیمنٹ کو تسلیم کریں بجز اس لونگ پارلیمنٹ کے، جو اس قانون کی رو سے جو باضابطہ طور سے نافذ اور چارلس اول کا منظور کردہ تھا بغیر خود اپنی مرضی کے برخاست نہیں ہو سکتی تھی۔ اس موقع پر ایک طالب علم متحیر ہو جاتا ہے اور اسکی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اہل فرانس، کے اس معقول مگر ضرورت سے زیادہ عاجلانہ روش کو پسند یا ناپسند کرے جس کی بنا پر وہ ہر حکومت کو جو فی الوقت حقیقی طور سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نے ۲ دسمبر ۱۸۵۱ء کی سیاسی چال اور ۲۹ مارچ ۱۸۵۲ء کے درمیان میں نافذ کئے تھے، یعنی ایسے حکمراں نے جس نے قانون ملک اور اپنے حلف کے خلاف حکومت کے تمام اعلیٰ اختیارات غصب کر لئے تھے جسے اسوقت تک قوم نے تسلیم نہیں کیا تھا آخر میں ایسے قوانین قومی حفاظت کی حکومت نے ۴ ستمبر ۱۸۷۰ء اور ۱۲ فروری ۱۸۷۱ء میں جاری کئے، یعنی ایسے انتظامی عہدہ داروں نے جو صحیح طور سے وقت ضرورت کی حکومت کے نام سے موسوم کئے جا سکتے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

غالب ہو جاتی ہے تسلیم کر لیتے ہیں، یا انگریزوں کی اس قانونی احتیاط کو جس کا مرتبہ معقولیت کی حد سے گزرا ہوا ہے جس کی بنا پر وہ سیاسی معاملات میں اصطلاحی قانونیت کو ان مقتضائے وقت اور مناسب حال قواعد پر ترجیح دیتے رہے ہیں جنھیں تقریباً اصول انصاف تصور کرنا چاہیئے۔ یہ بحث جو بظاہر ہمارے مضمون سے غیر متعلق معلوم ہوتی ہے فی الحقیقت اس سے متعلق ہے، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انقلابات کے زمانوں میں بھی 'انگلستان' اور 'فرانس' کے باشندوں نے قانون کی حکومت کو کن مختلف نظروں سے دیکھا ہے۔

دفعہ (۷۵) کے عجیب قصہ کی تکمیل کے لئے ہنوز چند کلمات کی اور ضرورت ہے۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۷۰ء کی قانونی ڈگری کے الفاظ ایسے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہدہ دار جن پر خلاف ورزی قانون کا الزام ہو کلیتہً قانونی عدالتوں کے زیر اختیار کر دیئے گئے ہیں۔ اور ۱۸۷۰ء اور ۱۸۷۲ء کے درمیان میں قانونی اور انتظامی دونوں عدالتیں اسکا یہی مطلب سمجھتی رہیں، لیکن قانونی فیصلہ جات (بظاہر) فرانس میں بھی دوسرے مقامات کی طرح، ان قوانین کے عمل کو باطل کر دیتے ہیں جن کو وہ منسوخ نہیں کر سکتے۔ ۱۸۷۰ء 359
کے بعد سے ہر قسم کے عہدہ داروں کے خلاف مقدمات بکثرت دایر ہونے لگے، یہ امر قابل لحاظ ہے، اور حکومت نے اپنے ملازمان کی حفاظت کرنی چاہی اور اس نے اس جدید ترکیب یافتہ 'عدالت اختلاف'[2] کے سامنے ایک ایسا مقدمہ پیش کیا جسمیں ۱۹ ستمبر ۱۸۷۰ء کی قانونی ڈگری کے اثرات سے بحث تھی۔ عدالت نے یہ طے کیا کہ اگرچہ کونسل آف اسٹیٹ کی اجازت کے بغیر عہدہ داروں کے خلاف کارروائی چلائی جا سکتی ہے، مگر تفریق اختیارات کا اصول ایسا اصول ہے جسکی اسوقت بھی وقعت کیجانی چاہیئے اور 'عدالت اختلاف'

[1] اس نظریہ کی تائید کیلئے دیکھو 'جیکولائن' کی کتاب 'انتظامی مقدمات کے بنیادی اصول' صفحہ ۱۲۔
[2] دیکھو صفحہ 460 آئندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

کا یہ کام ہے کہ وہ اسکا تصفیہ کرے کہ آیا فلاں مقدمہ قانونی عدالتوں کے حدود و اختیارات کے اندر ہے، یا وہ عدالتہائے انتظامی یعنی کونسل آف اسٹیٹ[1] میں جانا چاہیئے۔ اس فیصلہ کا اصول اب عام طور سے مان لیا گیا ہے۔ اس طور سے اس تجویز نے جو تفریق اختیارات پر مبنی تھی، اور جس میں اس قدیم خیال کو بھی دخل تھا کہ حکومتی معاملات میں معمولی ججوں کو دست اندازی کا کوئی حق نہونا چاہیئے کم از کم ایک مستند شخص کے بیان کے مطابق، دفعہ ۷۵ کی تنسیخ کو تقریباً بیکار کر دیا۔ ڈیوگی لکھتا ہے کہ

"مختصر یہ ہے کہ جو فرق حقیقی نظام اور اس نظام میں ہے جو آٹھویں سال کے دستور سے قائم ہوا وہ صرف اسقدر ہے کہ ۱۸۷۲ء کے پہلے حکومت کے عہدہ داروں پر مقدمہ چلانے کے لئے کونسل آف اسٹیٹ کی اجازت کی ضرورت ہوتی تھی؛ اور اب عدالت اختلاف کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے"[2]

360

۲۴ مے ۱۸۷۲ء کے قانون کی رو سے کونسل آف اسٹیٹ کی ایسی تمام تجویزوں نے، جن کا تعلق انتظامی قانون کے مقدمات سے تھا پہلی مرتبہ قابل اتباع فیصلہ جات کا مرتبہ حاصل کیا۔ یہ تجویزیں اسوقت تک اصولاً اور بعض نقطۂ نظر سے عملاً بھی اس مشورہ سے زیادہ نہیں سمجھی جاتی تھیں جو حکومت کے اعلیٰ ترین حاکم کو دیا جاتا تھا، جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں[3]

(۲) کونسل آف اسٹیٹ کی تجویزیں فیصلہ جات ہو جاتی ہیں۔

---

[1] دیکھو پلیٹیر کا مقدمہ منفصلہ ۲۶ جولائی ۱۸۷۳ء اور بہ تائید تبصرہ قانون جواب عام طور سے تسلیم شدہ ہے۔ لافریری جلد ۱ صفحہ ۶۳۲-۶۵۴؛ برٹھلمی صفحہ ۶۵ "دیوگی" کی دستور العمل کی دفعہ ۶، صفحہ ۴۶۲، ۴۶۴، "جسٹ" صفحات ۱۳۳-۱۳۵۔

[2] آخری بات یہ ہے کہ موجودہ نظام اور دستور شدہ انقلابی کے نظام کے مابین واحد فرق یہی ہے کہ ۱۸۷۲ء سے پہلے عہدہ داران حکومت پر بغیر مجلس مملکت کی اجازت کے مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تھا، درانحالیکہ آجکل اس کے لئے صرف عدالت تنازعات کی اجازت کافی سمجھی جاتی ہے۔ "دیوگی"، کتابچہ، صفحہ ۴۶۴۔

[3] دیکھو دفعہ ۹۔

[4] دیکھو صفحہ 344 گزشتہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم (۳) خود مختار عدالت / اختلاف کا قیام۔

جس قانون نے کونسل کی تجویزوں کی وقعت بڑھادی وہی[1] اسکے حدود اختیارات گھٹانے کا باعث ہوا۔ ۱۸۷۲ء سے کونسل اس کا فیصلہ کرتی تھی کہ فلاں مقدمہ یا فلاں مقدمہ میں فلاں امر قانونی عدالتوں کے حدود اختیارات میں داخل ہوتا ہے یا انتظامی عدالتوں یعنی دراصل خود کونسل کے حدود اختیارات کے اندر ہے۔ یہ اختیارات ۱۸۷۲ء میں ایک جداگانہ اور جدید قایم شدہ عدالت اختلاف[2] کی طرف منتقل کر دیئے گئے۔

'عدالت اختلاف' اس احتیاط کے ساتھ قائم کی گئی ہے کہ وہ ملک کی اعلیٰ ترین قانونی عدالت 'کورٹ آف کاسیشن' اور ملک کی اعلیٰ ترین انتظامی عدالت کونسل آف اسٹیٹ کے اختیارات کی مساویانہ طور سے نمایندگی کرے۔ وہ نو ارکین پر مشتمل ہے اسکے تین رکن 'کورٹ آف کاسیشن' سے لئے جاتے ہیں جن کا انتخاب ارکین کورٹ مذکور کرتے ہیں، اور تین کونسل آف اسٹیٹ سے لئے جاتے ہیں انکا انتخاب بھی انھیں کے شرکاء کرتے ہیں، اور یہ چھ جج ملکر دو اور اشخاص کو منتخب کر لیتے ہیں؛ اس عدالت کے یہ آٹھ رکن تین سال کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔

361 یہ لوگ دوبارہ منتخب ہو سکتے ہیں اور تقریباً ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس زمانہ کا وزیر عدالت جو وزارت کا ایک رکن ہوتا ہے بحیثیت عہدہ کے اس عدالت کا صدر نشین ہوتا ہے، مگر وہ عام طور سے شریک اجلاس نہیں ہوتا عدالت اپنے ارکان میں سے کسی ایک شخص کو قائمقام صدر نشین بنالیتی ہے اور وہی صدارت کا کام انجام دیتا ہے[3]۔ عدالت اختلاف 'تقریباً' قانونی عدالت ہے، اور جیسا کہ مستند بیانات سے ظاہر ہوتا ہے اسپر عام طور سے عامہ خلایق کو اعتبار ہے۔ اسکا وزیر عدالت کی صدارت کے ذریعہ سے (جسکا مقتضی ہونا

---

[1] قانون مصدرہ ۲۴ مئی ۱۸۷۲ء، جلد ۴ دفعات ۲۵-۲۸

[2] ایسی ہی ایک جداگانہ عدالت اختلاف عہد جمہوریت ثانی ۱۸۴۸-۱۸۵۱ء میں قائم ہوئی تھی مگر ۱۸۵۱ء کی سیاسی چال نے جمہوریت کا خاتمہ کر دیا اور اسکے ساتھ اسکا بھی خاتمہ ہو گیا۔

[3] دیکھو ضمیمہ نوٹ (۹) دستور عدالت اختلاف از برتھلمی (۵ ایڈیشن) صفحہ ۸۸۰-۸۸۱؛ کلارڈون صفحہ ۴۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

کچھ لازمی نہیں ہے) حکومت وقت کے ساتھ تعلق رکھنا، اور اسکے ارکان کا مستقل تقرر نہ ہونا[1] جو کہ کامل عدالتانہ آزادی کیلئے ایک لازمی امر ہے، ایسے نقائص ہیں جو کہ فرانس کے منصف مزاج ترین مقننہ کے نزدیک بھی قابل اصلاح ہیں[2] انگلستان کے باشندے کے ذہن میں یہی آتا ہے کہ یہ عدالت اب بھی ایک طرح کی سرکاری جماعت ہے جو بعض اوقات وزارت کی حکمت عملی اور اس سے زیادہ تر سرکاری یا حکومتی خیالات سے متاثر ہوسکتی ہے۔ اس شبہ میں اس علم سے کوئی تخفیف نہیں ہوتی کہ ۱۹۰۸ء میں ایک وزیر عدالت نے اپنے لئے اس عدالت کی صدارت قائم رہنے کی تائید میں یہ حجت کی کہ اسمیں کسی ایسے شخص کا شریک رہنا ضرور ہے جو حکومت کے مفاد اور مقاصد کی نمایندگی کرسکے[3]

اصلاح قانون استثنائی کی تدریجی ترقی کا نتیجہ ہے۔ 362

جن تین کامل اصلاحوں کا ہم نے اوپر ذکر کیا وہ وضعان قانون کی کارروائی کا نتیجہ تھیں اور بظاہر اسوقت کی ضروریات کے لئے بالکل کافی تھیں[4]۔ وہ اسقدر تیزی کے ساتھ عمل میں آئیں کہ بظاہر فوری معلوم ہوتی تھیں، مگر انکی یہ ظاہری تشکل دھوکے میں ڈالنے والی ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ اس آہستہ مگر مسلسل تبدیلی کا نتیجہ تھیں جو اہل فرانس کی عام رائے میں ہورہی تھی، اور اسمیں اس استقلال کو بھی دخل تھا جس کے ساتھ کونسل آف اسٹیٹ،

---

[1] کونسل آف اسٹیٹ کا رکن بحیثیت اسکے رکن کے تمام عمر کے لئے نہیں ہوتا، حکومت اسکو کونسل سے علیحدہ کرسکتی ہے، مگر ۱۸۷۵ء سے اب تک ایسا نہیں ہوا ہے۔

[2] لافریری ج ۱ صفحہ ۲۴؛ چارڈن صفحہ ۴ نوٹ ۲ جز، صفحات ۱۳۳-۱۳۴۔

[3] دیکھو جز، کی کتاب نظر بر قانون عام (۱۹۰۸) جلد ۲۵۔

[4] یہ اصلاحیں یا تو خاموشی کے ساتھ منظور کرلی گئی تھیں (۱۹ ستمبر ۱۸۷۰ء کی قانونی ڈکری یا ۱۸۷۵ء کی جمہوریت کے باضابطہ قیام سے بھی پہلے بطور ایکٹ کے جاری ہوئی تھیں (قانون ۲۴ مے ۱۸۷۲ء) اور انکو ایک ایسی قومی مجلس نے جاری کیا تھا جسمیں تبدیلی پسندوں یا مصلحین کے غلبہ کی بجائے ایسے لوگوں کا غلبہ تھا جو عود شاہی کے طرفدار تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

کے مقنن فرانسیسی اصول قانون اور منطق کے زیر ہدایت بے قاعدہ انتظامی عملدرآمدوں سے صحیح انتظامی قانون کا ایک مقررہ نظام قائم کر رہے تھے۔ انتظامی قانون کی اس تدریجی ترقی کو سمجھنے کے لئے جو ایک صدی سے زیادہ مدت میں (۱۸۰۰-۱۹۰۸) ہوئی، ہمیں فرانسیسی قانون کی اس شاخ کی تمام ترقی پر نظر ڈالنی چاہئے اور اس کو اسی حیثیت سے دیکھنا چاہئے جس حیثیت سے وہ ہمارے سامنے آتی ہے، یعنی نہ بطور مورخ 'فرانس' بلکہ بطور اس مقنن کے جو 'فرانس' کے عام قانون کی ترقی کو مورخانہ نظر سے دیکھنا چاہتا ہے۔ اس طور سے جو مدت زیر بحث ہے وہ حسب ذیل تین دوروں[1] میں تقسیم ہوتی ہے۔

(۱) دور جس کی ترقی محسوس نہیں ہوئی یعنی (۱۸۰۰-۱۸۱۸ تک) اس زمانہ میں کونسل نے قانونی نظائر کے ذریعہ سے چند اصول قایم کر دیئے جن سے انتظامی تنازعات کے تصفیہ میں کام لیا جانے لگا۔

363 (۲) دور اشاعت (۱۸۱۸ سے ۱۸۶۰ تک) اس بیالیس سال کی مدت میں مختلف اصلاحیں ہوئیں، کچھ وضع قانون کے ذریعہ سے اور بیشتر ججوں کے بنائے ہوئے قوانین سے۔ اس زمانہ میں کونسل کے انتظامی فرائض کم و بیش عدالتی کاموں سے علیحدہ ہو گئے۔ عملی طور سے تصفیہ نزاعات قانونی کا کام ایک مخصوص کمیٹی کے سپرد تھا اور وہی انکا فیصلہ کرتی تھی۔ اس ضمن میں یہ امر کچھ کم قابل لحاظ نہیں ہے کہ یہ کام ایک ایسی جماعت انجام دیتی تھی جسکا انداز کارروائی عدالتانہ تھا، جس میں وکلا کو پیروی کی اجازت تھی، انکی بحث سنی جاتی تھی، اور عام مباحثہ کے بعد قانونی فیصلہ صادر ہوتا تھا۔ یہ فیصلے طبع ہوتے تھے اور لوگ ان سے بہت دلچسپی لیتے تھے، اور اس طریقہ سے جس سے انگلستان کے مقنن بخوبی واقف ہیں انھوں نے ایک نظام قانونی کی شکل

[1] دیکھو ہیریو صفحات ۲۴۵-۲۶۸۔ یہ دور ٹھیک طور سے ان تین دوروں سے مطابق نہیں ہوتے جو فرانس کی تاریخ میں سیاسی تبدیلیوں کے لحاظ سے ممتاز ہیں اور جنکی تحت میں ہم قانون انتظامی کی تاریخ سے بحث کر چکے ہیں (دیکھو صفحہ 380 گزشتہ)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

اختیار کرلی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کونسل کے فیصلوں کی حیثیت نظائر کی حیثیت ہوگئی تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ فرانس کے سیاسی انقلابات نے جن پر ضرورت سے زیادہ توجہ کی گئی ہے اور فرانس کے اداارات کی مسلسل ترقی نے جس پر بہت کم توجہ مبذول ہوئی ہے، انتظامی قانون کی روز افزوں ترقی کو بعض اوقات روکدیا یا اسکے اثرات کو کم کردیا، مگر اسے زائل نہیں ہونے دیا۔ دوسرے شاہی عہد میں بھی فرانس کے اصول قانون کی یہ شاخ رفتہ رفتہ بے اصولی سے صاف ہوکر زیادہ تر ایک مقررہ اور باریک قانونی مسائل کے نظام کی حیثیت اختیار کرنے لگی تھی۔

(۳) دور انتظام (۱۸۶۰ سے ۱۹۰۸ تک)۔ گزشتہ اڑتالیس سال کی مدت میں جسمیں فرانس شاہی سے جمہوریت میں تبدیل ہوگیا اور جسمیں جرمنوں کا حملہ اور خانہ جنگی بھی واقع ہوئی، انتظامی قانون کی نشو و نما میں ایک عجیب اور مطمئن تسلسل جاری رہا۔ فوری تبدیلیاں بطور شاذ ہوئیں اور انکا کوئی بڑا اثر بھی نہیں ہوا۔ جو اصلاحیں ۱۹ ستمبر ۱۸۷۰ء اور ۲۴ مئی ۱۸۷۲ء کی قانونی ڈکریوں سے ہوئیں وہ بہمہ وجوہ اہم تھیں، لیکن فی الحقیقت وہ ان خیالات کی بنا پر تھیں جو ۱۸۰۰ء سے کم و بیش کونسل آف اسٹیٹ اور کورٹ آف کاسیشن کے وضع قانون اور عملدرآمد کے ہادی اور رہبر تھے۔ اگر فرانس کی قانونی تاریخ پر ۱۸۰۰ء سے مجموعی طور پر نظر ڈالی جائے تو انگلستان کے ایک باشندے کو بطور معقول یہ نتیجہ اخذ کرنے کی گنجایش ہے کہ جو بے قاعدہ اختیارات انتظامی عہدہ داروں کے ہاتھ میں نپولین کے زمانہ میں تھے اور جو لوئی فلپس یا لوئی نپولین کے زمانہ تک بھی کام میں لائے جاتے رہے اگر قطعی طور سے زائل نہیں تو رفتہ رفتہ بہت کم ہوگئے تھے خصوصاً اس حصہ کی بابتہ جسکا تعلق انتظامی عدالتوں کے حدود اختیارات سے تھا۔ انتظامی نظم، اگرچہ اس کا نفاذ ایسی جماعتوں سے ہوا تھا جو غالباً صحیح طور سے عدالتی نہیں کہی جاسکتیں، اور اگرچہ اسکے اصول انگلستان کے اس زمانہ کے قانونی حکومت کے تصورات کے مطابق نہ تھے، تاہم وہ قانون کے قریب قریب تھا، اور ایک خود مختار قوت کے بے سروپا

364

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم (ب) انتظامی قانون اور قانونی حکومت میں فرق۔ ۱۔ تشابہ

اور بے اصول حقوق و مرافق سے بالکل جدا تھا۔

فرانس کے انتظامی قانون اور ہماری قانونی حکومت کا اگر صحیح نقطۂ نظر سے مقابلہ کیا جائے تو ہمیں بہت سے دلچسپ امور متشابہ اور غیر متشابہ پائے جائینگے۔ غالباً یہ امر پیش نظر ہوگا کہ 'انگلستان' کے وہ تصورات 'جدید' ہیں جنکے ساتھ ہم ان خیالات کا مقابلہ کر رہے ہیں جو 'فرانس' اور 'یورپ' کی دوسری حکومتوں میں انتظامی قانون کے متعلق شایع ہیں۔ ان دونوں کے اختلافات کو اس طریقہ سے پیش کرنے کی وجہ قابل لحاظ ہے۔ ایک زمانہ میں جو تاریخی لحاظ سے ہم سے بہت زیادہ بعید نہیں ہے، بادشاہ کی حیثیت کے متعلق جو خیالات انگلستان میں (اگر غالب نہیں) رائج تھے وہ ان اصول سے بہت ملتے جلتے تھے جو فرانس میں انتظامی قانون کی پیدائش کے باعث ہوئے تھے[1] علاوہ اسکے ایک ہی قسم کے خیالات کا لازمہ یہ ہے کہ ان سے ایک ہی قسم کے نتائج پیدا ہوں، اور 'انگلستان' کی تاریخ میں ایک وقت ایسا ضرور آیا ہوگا جبکہ اسکا امکان نظر آتا ہوگا کہ وہ قانون جسے اسوقت ہم انتظامی قانون کے نام سے موسوم کر رہے ہیں 'انگلستان' کے ادارات کا ایک مستقل جز قرار پا جاے، کیونکہ 'خاندان' ٹیوڈر' کی تخت نشینی سے لے کر 'خاندان' اسٹورٹ' کے آخری اخراج تک بادشاہ اور اسکے تمام ملازمین نے حکومت کے متعلق وہی تمام خیالات، کم و بیش کامیابی اور عامہ خلائق کی مختلف درجہ کی پسند کے ساتھ قائم رکھے اور اثر عامل رہنے جو ان اصول سے بالکل مشابہ تھے جنھیں اہالی فرانس نے دوسری شکلوں میں قبول کر لیا ہے۔ 'خاندان اسٹورٹ' کے بادشاہوں کے ذاتی نقایص، اور اس اختلال نے جو مذہبی تحریکات کو سیاسی تحریکات کے ساتھ مخلوط کر دینے سے پیدا ہوا ان قانونی اور دستوری سوالات کی حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے جو سترہویں صدی کی سیاسی نزاعات میں پیدا ہوے تھے۔ جو مقنن اس معاملہ کو محض قانونی نظر سے دیکھتا ہے اسے یہ کہنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ

365

[1] اسکی توضیح اس امر سے ہوتی ہے کہ ایک زمانہ میں 'انگلستان' اور یورپ کے دوسرے ممالک میں ان تعلقات کی نسبت جو حکومت اور مطابع میں ہونے چاہئیں ایک ہی قسم کے خیالات رائج تھے دیکھو صفحات ۳۵۵۔ ۳۵۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

جس نزاع میں ایک طرف بیکن اور ونٹورتھ سے مدبرین اور دوسری طرف 'کوک' اور 'ایلیٹ' سے لوگ تھے اسمیں اصل امر زیر بحث یہی تھا کہ آیا انگلستان میں اسی قسم کا مضبوط انتظامی نظام قائم ہونا چاہئے یا نہیں جیسا کہ یورپ کے دوسرے ممالک میں قائم تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ بیکن اور اسکے ہمخیالوں نے اس اندیشہ کو زیادہ اہمیت نہ دی تھی کہ بادشاہ کے اختیارات میں اضافہ سے استبداد قائم ہو جائیگا۔ لیکن جو لوگ شاہی مرافق کی تائید میں تھے، ان کی نسبت یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ انکا مقصد یہ نہ تھا کہ وہ اپنی آزادیوں کو قربان کردیں، یا اہل ملک کے معمولی شخصی حقوق میں دست اندازی کریں، ان کے پیش نظر وہ قباحتیں تھیں جو 'کوک' کی قانونی قدامت پسندی سے پیدا ہوئی 366
تھیں، اور وہ اسکی ضرورت محسوس کرتے تھے کہ بادشاہ کو بحیثیت سردار قوم اس قابل کردینا چاہئے کہ وہ قوی اور با اثر لوگوں اور جماعتوں کی خود غرضیوں کا مقابلہ کرسکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ حکومت کو ایسے اختیارات دینا چاہتے تھے جیسے ممالک غیر کے عہدہ داران انتظامی کو از روئے اصول قانون انتظامی حاصل ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ 'فرانس' کے انتظامی قانون کے ہر امر کی ہمیں (اپنے بیان میں) عجیب مثال ملتی ہے خواہ وہ دعاوی میں ہو جو پیش کئے گئے تھے یا ان ادارات میں ہو جنکے سترہویں صدی کے شاہی متقنن طرفدار تھے۔

'بیکن' کا اس اصول کو کہ مرافق (شاہی) کی نوعیت اس قسم کی ہے کہ اُسے معمولی قانون سے بالاتر ہونا چاہئے مختلف استعاروں میں اظہار کرنا ممالک غیر کے اس اصول کے مماثل ہے جسکی رو سے یہ کہا جاتا ہے کہ تدبیر مملکت کے اعلیٰ معاملات میں سررشتہ انتظامی کو ایسا اختیار تمیزی حاصل ہے جسمیں کسی عدالت کی دست اندازی نہیں ہوسکتی۔ یہ مشہور مقولہ کہ "جج اگرچہ شیر ہیں مگر انھیں شیران زیر تخت ہی رہنا چاہئے"۔ اس امر کا مخبر ہے کہ وہ شاہی امور میں کسی امر سے اختلاف نہیں کرتے اور نہ اسکے سدراہ ہوتے ہیں[1] یہ اس

[1] گارڈنر کی تاریخ انگلستان جلد سوم صفحہ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

اصول کی عجیب تمہید ہے جسے فرانس کے انقلابیوں نے قائم کیا تھا یعنی یہ
کہ ججوں کو کسی صورت میں بھی انتظامی کارروائیاں درہم اور برہم نہ کر دینی
چاہئیں؛ اگر اسکا نتیجہ منطقی طور پر نکالا جائے تو ہر انتظامی کام یا اگر انگریزی
اصطلاحات کے لحاظ سے کہا جائے تو ہر ایسا فعل جسکا بوبنائے مرافق (شاہی)
عمل میں آنا بیان کیا جائے وہ عدالت کے اختیارات سماعت سے باہر
ہو جاتا ہے؛ اسٹار چیمبر اور کونسل کے روز افزوں اختیارات نے شاہی
مرافق کے مروجہ اصول کو عملی جامہ پہنا دیا، اور ان عدالتوں کا جو فی الحقیقت 367
انتظامی حکومت کے اجزا تھے، فرانس کی کونسل آف اسٹیٹ، اور دوسری
انتظامی عدالتوں سے مقابلہ کرنا کسی طرح بیجا اور محض خیالی نہیں متصور ہو سکتا
ہے۔ سال ہشتم[1] کے دستور کی مشہور دفعہ ۷۵ کا جواب بھی موجود ہے اس
جواب کا وجود بیکن کی اس کوشش میں پایا جاتا ہے جو اس نے اس غرض
سے کی تھی کہ جج بذریعہ حکمنامہ امتناعی (جسکا نام بلا شاہی اجازت کے مقدمہ
آگے بڑھانے کی ممانعت تھا) ان مقدمات میں کارروائی کرنے سے روک
دیئے جائیں جنکا تعلق شاہی مفاد سے ہو۔ مسٹر گارڈنر لکھتے ہیں کہ

"اگر بیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوتا تو اس حکمنامہ پر عمل کئے جانے کے
تقریباً وہی تمام اثرات ہوتے جو فرانس کے اکثر اداروں میں نظر آتے ہیں جن کی رو
سے حکومت کا کوئی نمائندہ ایسے افعال کی بابتہ جو وہ اپنے عہدہ کی حیثیت سے
کرتا ہے کسی عدالت کے سامنے طلب نہیں کیا جا سکتا، بغیر اسکے کہ پہلے سے اسکے لئے
کونسل آف اسٹیٹ سے منظوری حاصل کر لیجائے۔ ہمیں کلام نہیں کہ انگریزی حکمنامہ محولہ
بالا کا اثر انھیں مقدمات تک محدود ہونے کی وجہ سے جنمیں خود بادشاہ کی مضرت
متصور تھی، اسقدر عام نہ ہوتا تاہم وہ اصول جسپر اسکی بنیاد قائم کی گئی تھی ویسا ہی
مضرت رساں ثابت ہوتا[2] علاوہ اسکے اس اصول میں بیحد توسیع کی گنجایش تھی اور

---

[1] دیکھو صفحہ 343 گزشتہ۔

[2] گارڈنر کی تاریخ جج ۳ صفحہ، نوٹ (۲)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

خود بیکن اس سے واقف تھا۔ وہ بادشاہ کو لکھتا ہے کہ انگلستان کے قدیم قانون میں اس حکمنامہ کے ذریعہ سے اسکا انتظام موجود ہے کہ ہر ایسا مقدمہ جسمیں حضور والا کے مفاد یا اختیارات کی بحث ہو وہ معمولی اجلاسوں سے اٹھاکر 'انگلستان' کے چانسلر کے سامنے تحقیقات اور تجویز کے لئے اس اختیار کے معمولی اور قانونی اثر کے لحاظ سے پیش کیا جائے حضور والا اس سے واقف ہیں کہ حضور کا چانسلر ہمیشہ بادشاہ کا مشیر خاص اور اسکا دست و بازو ہوتا ہے اور چونکہ وہ بالکل بادشاہ ہی پر منحصر ہوتا ہے اس لئے وہ شاہی حقوق کا قابل اطمینان اور دلسوز محافظ سمجھا جاسکتا ہے[1] 368

اگر بیکن کی یہ جدت چل جاتی تو انتظامی قانون کا یہ اہم اصول قائم ہوگیا ہوتا کہ انتظامی مسائل کا تصفیہ انتظامی جماعتوں سے ہونا چاہئے۔ جو شابہ ان انتظامی تصورات میں جو یورپ کے دوسرے ممالک میں ابھی تک شایع ہیں[2] اور مرافق (شاہی) کے ان تصورات میں پایا جاتا ہے جو انگلستان کے بادشاہوں نے سترویں صدی میں قائم کئے تھے وہ ایک غور کرنیوالے شخص کے لئے بیحد دلچسپ ہے۔ اسمیں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ وہ انتظامی خیالات جنھیں اکثر فرانسیسی مصنف انقلاب عظیم اور اول بادشاہی کے مدبرین کے پیدا کئے ہوئے سمجھتے ہیں، بڑی حد تک 'فرانس' کی عہد شاہی کی روایات اور عادات کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔ یہ امر ضرور قابل دریافت ہے کہ خاندان 'ٹوڈر' اور 'اسٹورٹ' کے بادشاہوں کی اس کوشش پر کہ ایک مضبوط حکومت قائم کیجائے بیرونی مثالوں کا کتنا اثر تھا؛ مگر یہ ایک ایسا سوال ہے جسکا تعلق مورخ سے ہے۔ ایک مقنن کو صرف اتنا ہی معلوم کرلینا کافی ہے کہ 'فرانس' کی تاریخ سے ان اسباب کا پتا چلتا ہے جو 'انگلستان' میں ایک مضبوط انتظامی نظام قائم کرنے میں جزئی کامیابی اور بالآخر ناکامی

---

[1] 'ایبٹ' کی کتاب فرانسس بیکن، صفحہ ۲۲۴

[2] یہ امر قابل لحاظ ہے کہ انتظامی قانون کا نظام اگرچہ فرانس میں دوسرے ممالک سے زیادہ قانونی ہوگیا ہے، مگر اسکا وجود کسی نہ کسی شکل میں اکثر یورپین سلطنتوں میں پایا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

کا باعث ہوے۔ اس کوشش میں جزاً کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ پوری سولہویں اور سترہویں صدی کے ایک حصہ میں 'انگلستان' کے حالات ایسے تھے کہ انھیں بادشاہوں کے اختیارات کے اضافہ کی طرف رجحان تھا، جسطرح اسی قسم کے حالات نے 'فرانس' میں مطلق العنان بادشاہوں کو پیدا کر دیا تھا۔ اس
369 کوشش کی بالآخر ناکامی کا سبب جزاً خاندان 'اسٹوورٹ' کے بادشاہوں کے ذاتی نقائص، اور زیادہ تر یہ امر تھا کہ انتظامی قانون کا تمام نظام اس عادت کے خلاف تھا جسکے لحاظ سے قانون کے سامنے سب لوگ مساوی سمجھے جاتے تھے، اور جو ایک مدت دراز سے 'انگلستان' کے ادارات کی ایک اہم خصوصیت متصور ہوتی تھی۔

دوسرا امر۔ انتظامی قانون نظائر پر مبنی ہے۔

'فرانس' کا انتظامی قانون بلحاظ مضامین مندرجہ کے 'انگلستان' کے موجودہ قانون کی کسی شاخ سے بھی مشابہ نہیں ہے، مگر ترکیب میں بہ نسبت 'فرانس' کے دوسرے مدونہ دیوانی قوانین کے انگریزی قانون سے بہت زیادہ مشابہ ہے؛ کیونکہ فرانس کا قانون انتظامی انگریزی قانون کے بڑے حصے کی طرح 'نظائری قانون' یا ججوں کا بنایا ہوا قانون ہے[1]؛ اسلئے اسکے احکام کسی دستور العمل میں نہیں پائے جاسکتے وہ محض نظایر پر مبنی ہیں۔ 'فرانس' کے ارباب قانون اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ انکے انتظامی قانون کی تدوین نہیں ہوسکتی، جسطرح انگلستان اور امریکہ کے مقننین ان وجوہ کی بنا پر جن کو وہ آج تک صاف طور سے نہ سمجھا سکے ہیں، اسکے قائل ہیں کہ انگریزی قانون اور خصوصیت کے ساتھ تعہدی قانون کی تدوین نہیں ہوسکتی۔ اس عقیدہ کے جو بظاہر بے اصول معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے طرفدار اپنے عقیدہ کے صحیح وجوہ نہیں بیان کرتے یا نہیں کرسکتے، اصلی معنی یہ ہیں کہ قانون مذکور کے شیدائی

---

[1] دیکھو ڈائسی کی کتاب 'انگلستان میں قانون اور رائے' خطبہ ۹ صفحہ ۳۵۹ اور ضمیمہ کا نوٹ ۴ صفحہ ۴۸۱۔ اس پر شبہ کیا جاسکتا ہے کہ انگلستان کے مقنن ان اثرات کو گھٹا کر ظاہر کرتے ہیں جو نظائر سے فرانس کی عدالتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

انگلستان کے تعمیمی قانون کے شیدائیوں کی طرح اس امر سے واقف ہیں کہ جن نظاموں کے وہ دونوں معترف ہیں وہ بجونکی قانون سازی کا نتیجہ ہیں اور وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ اگر تدوین ہوئی تو فرانس کی انتظامی عدالتوں، یا انگلستان کے ججوں کے اختیارات وضع قوانین محدود ہو جائیں گے، اور ایسی حالتیں انکا محدود ہو جانا ایک لازمی امر ہے۔ علاوہ اسکے ہر کتاب میں جو فرانس کے انتظامی قانون کے متعلق لکھی جاتی ہے بڑا زور مقدمہ انتظامی پر دیا جاتا 370
ہے جس طرح انگلستان کی قانونی کتابوں میں طریقہ کارروائی (ضابطہ) کو نمایاں طور سے ظاہر کرنے کا رواج ہے دونوں جگہ سبب ایک ہے یعنی فرانسیسی اور انگریزی مقنن دونوں ایک ایسے نظام قانونی سے بحث کرتے ہیں جو نظائر پر مبنی ہے۔

اس امر کا اظہار غیر متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ فرانس کا انتظامی قانون ان نظائر پر مبنی ہونے کی وجہ سے جو عدالتیں منظور یا قائم کرتی تھیں، انگلستان کے قانون کی طرح مصنفین اور شارحین کی رائے سے بیحد متاثر ہوا۔ انگلستان کے قانون کی مختلف شاخیں ایسی ہیں جنھیں مشہور مصنفین کی کتابیں (مختصر کر کے) چند منطقی اصول کی شکل میں لے آئی ہیں۔ اسٹیفن، ان قواعد کو جو عرضی دعوے اور جوابدعوے وغیرہ کے ادخال کے متعلق، اور محض وکلار کے تجربہ پر مبنی تھے، ایک مسلسل اور منطقی نظام میں لے آیا۔ شخصی قانون بین الاقوام (جس مفہوم میں کہ وہ اسوقت انگلستان میں سمجھا جاتا ہے) کا نشو و نما پہلے اسٹوری کی شرح 'اختلاف قوانین' اور بعدہٗ مسٹر ولیٹ لیک کے شخصی قانون بین الاقوام' سے ہوا۔ انگریزی قانون کی ہر شاخ میں جو اثر مصنفین مذکور اور دوسرے ممتاز مصنفین کا پڑا۔ وہی اثر فرانس کے انتظامی قانون پر کارنیئین، میکرل، داوین، لافریری، اور ہیریو، سے مصنفین اور استادان فن کا پڑا۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہ تھا، کیونکہ جہاں عدالتوں کو وضع قانون کا اختیار ہوتا ہے وہاں مستند کتابوں کے مصنفین کا اثر پڑنا بھی ضرور ہے۔ اس کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ججوں کے بنائے ہوئے قوانین کی نوعیت کے لحاظ سے انتظامی قانون کے دائرہ میں بھی نظائر کو وہی وقعت حاصل ہو جاتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

ہے جو انھیں بہ استثنائے ان شاذ مواقع کے جن میں ہمارے قانون کا ایک جز مدون ہوگیا ہے، انگریزی قانون کی دوسری شاخوں میں حاصل ہے۔

371 تیسرا امر۔ فرانس کے انتظامی قانون کی ترقی۔

فرانس کے انتظامی قانون اور انگلستان کے قانون کے مقابلہ کرنے میں ایک نقاد کو لازم ہے کہ وہ صرف انھیں مماثل امور پر اکتفا نکرے جو اسوجہ سے پائے جاتے ہیں کہ وہ دونوں قانونی فیصلہ جات سے پیدا ہوئے ہیں؛ بلکہ اسے یہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ انکے تاریخی نشو و نما کے عمل میں بھی ایک مزید اور عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔ 'فرانس' کی کونسل آف اسٹیٹ کا ایک انتظامی جماعت سے عدالتی یا نیم عدالتی جماعت میں منتقل ہوجانے کا باعث وہ تدریجی علیحدگی تھی جو اسکے عدالتی اور انتظامی فرایض میں اسوجہ سے واقع ہوتی گئی کہ اسکے عدالتی فرایض ان کمیٹیوں کی طرف منتقل ہوتے گئے جو روز بروز صاف طریقہ سے عدالتوں کا کام کرنے لگیں۔ (حسب اصطلاح 'انگلستان') یہ جوڈیشل کمیٹیاں، ابتداً صرف کونسل آف اسٹیٹ، یا تمام انتظامی سررشتہ کو مشورہ دیتی تھیں، مگر تھوڑے زمانہ کے بعد یہ سمجھا جانے لگا کہ کونسل بطور عام قاعدہ کے، اپنی جوڈیشل کمیٹیوں کے فیصلہ جات کا اتباع، یا تصدیق کیا کرے گی۔ انگریزی قانون کے پڑھنے والے طالب علم کو اس سے یہ واقعہ یاد آجاتا ہے کہ ہمارے تمام نظام قانونی کے نشو و نما کی تاریخ اسطرح بیان ہوسکتی ہے کہ جو اختیارات بادشاہ بہ اجلاس کونسل استعمال کرتا تھا وہ کونسل کے ایک حصہ کیطرف منتقل کردیئے گئے؛ اور یہ فرض کرنا کچھ بیجا نہوگا کہ جو غیر محدود اور غیر متعین تعلقات فرانس کی مجموعی کونسل آف اسٹیٹ اور کمیٹی ہائے مضامین میں قائم تھے انسے ایک طالب علم کو اس کا پتا بھی چل سکتا ہے کہ انگلستان کی تاریخ کے ابتدائی زمانہ میں بادشاہ کی کونسل ان تمام عدالتی اور انتظامی اختیارات کو کام میں لاتی تھی جنمیں کسی تمیز کا قایم کرنا مشکل تھا؛ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسطرح فطری طریقہ سے، جس پر بہ مشکل نظر پڑی ہوگی کونسل کے عدالتی فرایض اسکے انتظامی فرایض سے علیحدہ ہوگئے، اور کسطرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم
372

اس تفریق کار سے آخر کار عدالتیں وجود میں آئیں جنکا تعلق سیاسی انتظامی جماعت کے ساتھ صرف تاریخی تھا علاوہ اسکے اس عمل تفریق نے جسے فرانس اور انگلستان دونوں جگہ وضع قانون سے وقتاً فوقتاً مدد ملتی رہی ہے۔ زمانہ حال ہی میں فرانس کی کونسل آف اسٹیٹ کو ایک حقیقی انتظامی عدالت کی شکل میں منتقل کر دیا ہے اور کسی طرح اس تفریق عمل سے انگلستان میں پرایوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی ان مرافعہ جات کی باضابطہ قانونی عدالت قرار پائی ہے جو نوآبادیات سے بادشاہ بہ اجلاس کونسل کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔

یہ امر بھی باوجود خفیف ہونے کے قابل لحاظ ہے کہ فرانس کی کونسل آف اسٹیٹ کی موسومہ تجویزوں پر ۱۸۷۲ء تک صحیح طور سے تجویزوں کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ فی الحقیقت یہ سمجھا جاتا کہ وہ کونسل آف اسٹیٹ کا ایک مشورہ ہے جو کونسل مذکور انتظامی معاملات میں سرشتہ انتظامی کے اعلیٰ افسر کو دیتی ہے اس مشورہ کے مطابق عمل کرنا بھی اسپر لابد نہ تھا۔ اسیطرح پرایوی کونسل کی تجویزیں جو ڈیشل کمیٹی کی حیثیت سے کام کرنے کی حالت میں تھی باوجود حقیقی تجویزیں ہونے کے بادشاہ کے سامنے صرف بطور ناچیز مشورہ کے پیش کیجاتی ہیں۔ تجویزوں کا اس شکل میں پیش ہونا اس زمانہ میں ایک ایسی یادگار ہے جو ہمیں انگلستان کی دستوری تاریخ کے اس قدیم عہد کو یاد دلاتی ہے جسمیں عدالتی فرائض میں کونسل یعنی سرشتہ انتظامی کی مداخلت سے اس قانونی برتری کو حقیقی اندیشہ تھا جو انگلستان کی آزادی کی ضامن رہی ہے۔ انگلستان کی تاریخ کے اس عہد کا پرتو پھر عجیب طریقہ سے فرانس کے انتظامی قانون کی تاریخ (بعد عود بوربن از ۱۸۱۵ تا ۱۸۳۰) میں پایا جاتا ہے۔

اس زمانہ میں جیسا کہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے اور جیسا کہ اسوقت بھی ہے کونسل آف اسٹیٹ کے ارکان کا اپنی خدمتوں پر قائم رہنا محض سرشتہ انتظامی کی خوشی پر منحصر تھا۔ اور وہ لوگ بڑی حد تک ایک سیاسی جماعت کی حیثیت رکھتے تھے؛ علاوہ اسکے اس زمانہ میں کوئی کانفلکٹ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم
373

کورٹ، قایم نہ تھی، یا یوں کہو کہ خود کونسل آف اسٹیٹ کانفلکٹ کورٹ یا وہ جماعت تھی جو معمولی قانونی اور انتظامی عدالتوں کے حدود اختیارات متعین کرتی تھی؛ جس کے معنی اگر صحیح طور سے لئے جائیں تو یہ ہیں کہ کونسل خود اپنے حدود اختیارات کا تصفیہ کرتی تھی۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ کونسل آف اسٹیٹ اپنے ان اختیارات کو کام میں لاکر قانونی عدالتوں سے مقدمہ اٹھالیتی تھی، اور یہ ایسے وقت میں بھی ہوتا تھا جبکہ تمام ملازمین حکومت، سال ہشتم کے دستور کی دفعہ ۷۵ کی رو سے اس سے محفوظ تھے کہ اگر وہ کسی سرکاری کام کی انجام دہی میں اپنے قانونی اختیارات سے متجاوز ہو جائیں تو کسی عدالت کے سامنے ان افعال کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں۔ باوجود اسکے، چونکہ کونسل آف اسٹیٹ پر بڑی حد تک قانونی خیالات کا اثر تھا اس لئے اس نے ان بیضابطہ اختیارات کا، جنکی خواہش شاہ پسندی کی رجعت سے پیدا ہوگئی تھی، مقابلہ اور کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس نے قومی جائدادوں کی اس فروخت کو بحال رکھا، جو ۱۷۸۹ء سے لیکر ۱۸۱۴ء تک عمل میں آئی تھی؛ اور اس کوشش کا مقابلہ کیا جو انقلاب عظیم یا شاہی زمانہ کے ان فیصلوں کو ناجائز قرار دینے کے متعلق کیجاتی تھی جو سرشتہ انتظامی سے صادر ہوئے تھے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کونسل آف اسٹیٹ کی قانونی آزادی دیکھ کر بادشاہ نے وہ کارروائی شروع کی جسکا مقصد یہ تھا کہ انتظامی تنازعات کے فیصلوں کا تعلق کونسل یا اسکی کمیٹیوں سے جو بطور عدالت کام کرتی تھیں قطع کرکے وزرا سے کر دیا جائے جو سرشتہ انتظامی کے جز تھے۔ ۱۸۱۴ء اور ۱۸۱۷ء کے احکام نے بادشاہ کو اسکا مجاز کر دیا کہ وہ ایسے تمام انتظامی مقدمات کو جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہو کونسل آف اسٹیٹ کے حدود اختیارات سے خارج کرکے اس کو نسل وزرا کے سامنے پیش کئے جانے کا حکم دے جو مجلس اعلیٰ کے نام سے موسوم کیجاتی تھی۔ اسکا اور اسی قسم کے دوسرے انتظامات کا جنکی تفصیل میں داخل ہونے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے نتیجہ یہ تھا کہ انتظامی قانون کے تمام ایسے مسائل جنکے تصفیہ کے ساتھ حکومت کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم
374

کوئی دلچسپی تھی آخر کار نیم عدالتی جماعتوں کو چھوڑ کر خود بادشاہ اور اسکے وزرا کے اجلاس سے تصفیہ پانے بھی لگے جو ان فیصلوں میں سیاسی مصلحت کو علانیہ طور سے پیش نظر رکھتے تھے[1] ۱۸۲۹ء میں اہالی فرانس نے زور دیکر چارلس دہم سے ضوابط میں ترمیمات کرائیں جن سے کونسل کے بے ضابطہ اختیارات گھٹ گئے[2] کسی شخص کو اسپر تعجب نہیں ہوسکتا کہ باشندگان فرانس بے ضابطہ اختیارات کے بڑھنے سے خوف زدہ تھے یا یہ کہ فرانس کی آزاد خیال جماعت ۱۸۳۰ء کے انقلاب عظیم کے بعد سے انتظامی قانون اور انتظامی عدالتوں کی موقوفی کی طالب تھی۔ وہ لوگ کونسل آف اسٹیٹ کے اختیارات سے اسی طرح ڈرتے تھے جسطرح سولہویں اور سترہویں صدی میں انگریز پریوی کونسل کے اختیارات سے ڈرتے تھے خواہ ان اختیارات کو خود کونسل یا اسٹار چیمبر یا عدالت چانسری کام میں لائے۔ دونوں ملکوں میں اسکا معقول اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں حقوق اور مرافق کا قاعدہ قانون کی برتری اور عظمت پر غالب نہ آجائے۔

یہ مقابلہ (جو ہم کر رہے ہیں) مختلف لحاظ سے مفید علم ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان میں بھی ایک وقت تقریباً انتظامی قانون کے لگ بھگ ایک قانون پیدا ہوگیا تھا، اور نیز یہ کہ اگر انتظامی قانون پر عدالتی طرز اور طریقہ سے عمل کیا جائے تو اسکے کچھ نہ کچھ فوائد ضرور ہیں۔ اس مقابلہ سے اسکا بھی پتا چلتا ہے کہ اس قانون کے ساتھ ساتھ یہ فطری اندیشہ بھی ہر وقت موجود رہتا ہے کہ وہ پورے طور سے کبھی قانونی حیثیت نہ پیدا کر سکیگا، بلکہ ہمیشہ انتظامی کے ساتھ تعلق قریبہ رکھنے کی وجہ سے ایک ایسا بے ضابطہ اختیار رہے گا جو ملک کے باضابطہ قانون سے بالاتر یا اسکے مخالف ہوگا۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ سولہویں اور سترہویں
375

---

[1] دیکھو لافریری ج ۱ صفحہ ۲۲۶-۲۳۴؛ اور کارمینن کی کتاب مجلس مملکت بحیثیت ایک مجلس کے اور بحیثیت ایک عدالت کے، ۱۸۲۱ء [2] احکام مورخہ یکم جون ۱۸۲۸ء لافریری ج ۱ صفحہ ۲۳۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

صدی میں پرایوی کونسل کیا بلکہ اسٹار چیمبر سی بدنام مجلس کے اختیارات سے بھی عامہ خلایق کو فائدہ پہنچا۔ یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جن محبان وطن نے خاندان اسٹورٹ کے بادشاہوں کے مظالم کا مقابلہ کیا وہ تعمیمی قانون کے فدائی تھے، اور اگر انکا بس چلتا تو وہ اسٹار چیمبر تو کیا عدالت چانسری کو بھی باقی نہ رہنے دیتے۔ چانسلر، بادشاہ کا ملازم تھا اور اسکی موقوفی اور بحالی بادشاہ ہی کے ہاتھ میں تھی اسلیئے بآسانی ممکن تھا کہ چانسلر انصاف یا نصفت کے بڑھانے کے بہانہ سے تعمیمی قانون کے یقین اور نیز اس کے ضوابط کو بگاڑ دے۔ پس انگلستان کے ان متعصبین (پیورٹین) یا آزاد خیالوں (وگ) کی حالت جنھوں نے سترہویں صدی میں کونسل کے بے ضابطہ اختیارات کی مخالفت کی، اور فرانس کے ان آزاد خیالوں کی حالت جنھوں نے عود کے زمانہ (۱۸۱۵ - ۱۸۳۰) میں کونسل آف اسٹیٹ کے بے ضابطہ اختیارات اور قانون استظامی کی توسیع کی مخالفت کی تھی، بالکل یکساں تھی۔ اور دونوں صورتوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ طرفداران آزادی کامیاب رہے؛ البتہ اس کامیابی کا نتیجہ جہاں تک کہ اس کو معاملہ زیر بحث سے تعلق ہے نمایاں طور سے مختلف تھا۔ پارلیمنٹ نے اسٹار چیمبر اور کونسل کے بے ضابطہ اختیارات کا قطعی اور ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا، اور انگلستان میں کسی قسم کی استظامی عدالتوں یا استظامی قانون کے نظام کو زندہ اور قایم ہونے نہ دیا؛ فرانس کے آزاد خیالوں نے خاندان بورین کے بادشاہوں کے اخراج کے بعد نہ استظامی عدالتیں توڑیں اور نہ استظامی قانون کا نام ونشان مٹا سکے۔

376 یہ فرق بیّن اور نمایاں ہے، مگر جو طالب علم ظاہری صورت سے آگے بڑھکر نظر ڈالے گا اس کو معلوم ہو جائیگا کہ اس ظاہری اختلاف میں بھی ایک اہم جز تشابہ کا موجود ہے۔ اسٹار چیمبر توڑ دیا گیا، اور کونسل کے بے ضابطہ اختیارات باقی نہیں رہے، مگر چانسلر کے عدالتی اختیارات میں نہ لونگ پارلیمنٹ، اور نہ کسی دوسری پارلیمنٹ نے جو ۱۶۸۸ کے انقلاب کے بعد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

سے سالانہ قایم ہوتی گئیں، کوئی دست اندازی کی۔ اس اختلاف کے وجوہ کا دریافت کرلینا کچھ دشوار نہیں ہے۔ جس قانون سے لارڈ چانسلر کام لیتا تھا یعنی نصفت، اسمیں ابتداءً بے ضابطگی یا اختیار تمیزی کا ایک جز ضرور پایا جاتا تھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے قوم کو یقینی فواید پہنچے، اور وہ اکثر لحاظ سے اس تمیمی قانون سے اعلیٰ اور برتر سمجھا جاتا تھا جسے معمولی عدالتیں کام میں لاتی تھیں۔ باریک نظر لوگوں کو سنہ ۱۶۶۰ء سے پہلے ہی سے نظر آرہا تھا کہ نصفت ایک مستقل قانونی نظام کی شکل اختیار کرتی جاتی ہے۔ نصفت کے معنی ابتدا میں چانسلر کی تمیزی بلکہ بیضابطہ دست اندازی کے سمجھے جاتے تھے، اور اسکا حقیقی یا مفروضہ مقصد یہ ہوتا تھا کہ ایک مخصوص مقدمہ میں فریقین کے ساتھ حقیقی انصاف کیا جاسکے؛ اس نصفت کا نشوونما اسطور سے ہوسکتا تھا کہ وہ بادشاہ کے مطلق العنان حقوق و مرافق کی محافظ اور وسعت دینے والی ثابت ہو؛ لیکن نصفت کے نشوونما نے جو صورت اختیار کی وہ یہ نہ تھی کم ازکم لارڈ ناٹنگھام کے زمانہ (۱۶۷۳) سے ظاہر ہونے لگا کہ نصفت ایک قانونی نظام کی صورت اختیار کرتی جاتی ہے، اور اسمیں ایسے اصول سے کام لیا جاتا ہے جو اگرچہ تمیمی قانون کے اصول سے مختلف ہیں مگر انسے کم مستقل نہیں ہیں۔ یہ خطرہ کہ نصفت استبداد کا ایک آلہ بن جائیگی گزر چکا تھا، اور انگلستان کے مدبرین سے جن میں سے اکثر مقتن بھی تھے یہ توقع نہیں کیجاسکتی تھی کہ وہ ایک ایسے نظام قانون کی تباہی کے باعث ہونگے جو اگرچہ ایک لحاظ 377
سے بے ضابطہ مگر مفید اصلاحات کا باعث تھا۔ اہالی فرانس نے انیسویں صدی میں جو برتاؤ انتظامی قانون کے ساتھ کیا، وہ اس برتاؤ کے بالکل مشابہ ہے جو اہالی انگلستان نے سترہویں صدی میں نصفت کے ساتھ کیا تھا۔ فرانس کے انتظامی قانون پر متواتر حملے ہوتے رہے ہیں، اور ایک سے زیادہ مشہور مصنفین نے اسکی منسوخی کی رائے دی ہے؛ یا یہ خواہش کی ہے کہ جو اختیارات انتظامی عدالتوں کو حاصل ہیں وہ معمولی یا دیوانی عدالتوں کیطرف منتقل کردیئے جائیں، مگر ابھی تک یہ حملے رد ہوتے رہے ہیں، اور قانونی اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

انتظامی عدالتوں کی جداگانہ فضائیں بدستور قایم رکھی گئی ہیں۔ اس امر کا دریافت کرلینا کہ ایسا کیوں ہوا کچھ مشکل نہیں۔ 'فرانس' کا انتظامی قانون اور اس کی انتظامی عدالتیں، باوجود غرائب اور نقائص کے کیوں قایم رہیں؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس نظام کو اہالی 'فرانس' بہمہ وجوہ مفید تصور کرتے ہیں۔ اسکے سخت سے سخت معترضین بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسمیں بعض بڑی عملی خوبیاں موجود ہیں، اور اس کو اہالی 'فرانس' کے اوارات کے طبائع کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ ایک زمانہ سے قانون مذکور کا نشو ونما بجائے مدبرین کے مقننین کے زیر اثر ہو رہا ہے، اور نصف صدی سے زیادہ زمانہ گزرا کہ وہ بڑی حد تک بے قاعدگی سے علیحدہ ہوکر کم وبیش ایک ایسے مستقل نظام قانونی کی شکل اختیار کر رہا ہے جسکے مطابق حقیقی عدالتیں عمل کر رہی ہیں:

اسمیں شک نہیں کہ ان انتظامی عدالتوں میں بعض امور کی کمی ہے مثلاً حکومت سے بطریق کامل آزاد نہ ہونا، جو انگریزوں اور بعض فرانسیسیوں کی رائے کے مطابق تمام عدالتوں کے لئے ضروری ہے، مگر اسپر بھی یہ عدالتیں محض انتظامی حکومت کے سرشتے نہیں کہے جاسکتے۔ جو لوگ 'انگلستان' کی قانونی 378
تاریخ سے واقف ہیں انکے نزدیک یہ نہ صرف ممکن بلکہ اغلب ہے کہ 'فرانس' کا انتظامی قانون قانون داں اصحاب کی زیر ہدایت تدریجی ترقی کرکے آخر کار 'فرانس' کے قانون کا (اگر قانون کا لفظ اپنے صحیح ترمعنوں میں بھی استعمال کیا جائے) کامل طور سے ایک جز ہوجائے گا، جسطرح نصف سے دو صدیوں سے زیادہ زمانہ سے انگلستان کے قانون کی ایک مسلمہ شاخ ہوگئی ہے۔

چوتھا امر۔ قانون نظار کا عاجلانہ نشو ونما۔

'فرانس' کے انتظامی قانون کے ان واقعات سے جو اسے انیسویں صدی میں پیش آئے، 'انگلستان' کے قانون کی قدیم تاریخ کے ایک ایسے مسئلہ کی بھی توضیح ہوتی ہے جو طالب علموں کیلئے ایک حد تک باعث خلجان ہے، اور وہ یہ ہے کہ قانونی عدالتوں کا محض وجود اور انکا عمل کسقدر عجلت کے ساتھ ایک نظام قانونی کی پیدائش یا توسیع کا باعث ہوسکتا ہے۔ جس شخص نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

'انگلستان' کے قانون کی تاریخ مولفہ 'پالک' و 'میٹلینڈ' پڑھی ہے اسکا اس موقع پر متعجب ہونا کچھ بعید نہیں ہے کہ شاہی عدالت کا قانون کس عجلت کے ساتھ ملک کا عام یا تعمیمی قانون ہوگیا۔ یہ قانونی انقلاب ایک با اختیار عدالت کی پرزور عدالتی کارروائیوں کا فطرتی نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ ہم یہ امر یقین کے ساتھ باور نہیں کرسکتے کہ جو نتیجہ پیدا ہوا' وہ پہلے سے مقصود بالذات تھا ممکن ہے کہ یہ دراصل دو ایسے اسباب کا نتیجہ ہو جن کی طرف ذہن بھی نہیں گیا تھا۔ اول یہ کہ قابل ججوں کا میلان ہمیشہ اس طرف ہونا کہ مخصوص مقدمات کے فیصلے عام اصول پر محمول کئے جاتے ہیں' اور نظائر کی پابندی کیجائے۔ دوسرے ماتحت عدالتوں کا یہ میلان کہ وہ اپنے سے باختیار اور ذیعزت تر عدالتوں کا اتباع کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں ایم ٹارڈے کی کتاب (Lois de l'mitation) کے مندرجہ اصول کی ہزارہا مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں نقل کرنے کا جو فطری مادہ رکھا گیا ہے اس سے اس امر کی توضیح 379
ہوتی ہے کہ ایک ادارہ یا عادت کی جسے کسی کامیابی یا کسی دوسرے سبب نے باوقعت بنا دیا ہے' کیوں پہلے ایک ملک اور بالآخر تمام مہذب دنیا میں اشاعت ہوجاتی ہے۔ باوجود اسکے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدالتی اثر سے ایک نظام قانون کا پیدا ہوجانا ایک ایسا عمل ہے جسکے لئے ایک مدت درکار ہوتی ہے' اور 'انگلستان' میں شاہی عدالت کے اثر سے تمام ملک کے قانون کا اس عجلت کے ساتھ ایک سانچہ میں ڈھل جانا بہ مشکل باور کیا جاسکتا ہے۔ یہ یقیناً صحیح ہے کہ نارمنی کی فتح سے 'ایڈورڈ' اول کی تخت نشینی تک (۱۰۶۶ - ۱۲۷۲) کا زمانہ دو صدیوں سے زیادہ نہیں ہوتا' اور سنہ ۱۲۷۲ میں 'انگلستان' کے قانون کی بنیاد مضبوطی کے ساتھ قایم ہوگئی تھی' برخلاف اسکے اگر ہم اپنے یہاں کے قانونی نظام کا انتظام نہری دوم' کی تخت نشینی (۱۱۵۴) سے شمار کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک عظیم الشان قانونی انقلاب میں ایک صدی سے زیادہ عرصہ نہیں لگا۔ یہی وہ مقام ہے جہانتک 'فرانس' کے قانون انتظامی کی تاریخ سے ایسے طالب علم کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

دہ ملتی ہے جو متقابل قوانین کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ایسے وقت میں، جبکہ ذی اختیار اور قوی عدالتوں کا اخلاقی اثر یا دماغی نفوذ اس سے بہت زیادہ تھا جتنا کہ وہ انسانی ترقی کے آخری مراحل میں رہگیا تھا، ہمیں قانونی اصول اور قانونی ضوابط کی عاجلانہ ترقی پر زیادہ تعجب نکرنا چاہیئے۔ بہرحال یہ امر یقینی ہے اور نہایت سبق آموز ہے کہ 'فرانس' میں بحالت ترقی موجودہ ایک صدی کے اندر ہی اندر، قانونی قواعد اور اصول کا ایک مجموعہ، اور نیم عدالتی ضابطہ کا ایک نظام پیدا ہوگیا ہے۔ یہاں لفظ 'پیدا' دیدہ و دانستہ استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ 'فرانس' کے قانون انتظامی کی وہ ترقی جو اس نے ۱۷۸۹ء سے لے کر ۱۸۷۰ء میں کی، فطری نشوونما سے زیادہ تر مناسب معلوم ہوتی ہے۔ 'فرانس' کے
360 قانون کی یہ شاخ 'انگلستان' کے دستور کی طرح 'وضع' نہیں کی گئی ہے بلکہ پیدا ہوگئی ہے۔

۲۔ غیر شناسا اول امر۔ فرانس کے انتظامی قانون کو انگلستان کے قانون کے کسی جز کے ساتھ نہ ملانا چاہیئے۔

ایک ہوشیار طالب علم کو بہت جلد یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ 'فرانس' کا انتظامی قانون ملازمین سرکار کی حیثیت، مرافق، اور انکے فرائض کے قواعد پر مشتمل ہے، اور اس لئے وہ خیال کرتا ہے کہ وہ اسے ان قوانین، قواعد یا ضوابط آمدوں کے مطابق قرار دیسکتا ہے جن سے 'انگلستان' میں شاہی ملازمین یا سول سرویس کے لوگوں کی حیثیت کا (فوج سے قطع نظر کرکے) تعین کیا جاتا ہے۔ اسمیں کلام نہیں کہ عہدہ داروں کے متعلق ایسے قانون ایک حد تک 'انگلستان' اور 'فرانس' دونوں جگہ پائے جاتے ہیں، اور اس لحاظ سے ایک ملک کے اس قسم کے قانون کا دوسرے ملک کے قانون کے ساتھ مقابلہ کرنا ممکن ہے؛ لیکن مزید غور اور تلاش سے یہ امر ظاہر ہوجاتا ہے کہ عہدہ داروں کا قانون اس مفہوم میں، اگرچہ 'فرانس' کے انتظامی قانون کا ایک جز متصور ہوسکتا ہے، مگر وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ قانون، خواہ وہ کسی نام سے موسوم کیا جائے، جو ملازمین سول کے حقوق یا انکی مجبوریوں کا تعین کرتا ہے وہ ایک جماعت یا فرقہ کا قانون ہے، جس طرح فوجی قانون ایک جماعت یا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

فرقہ یعنی فوج کا قانون ہے؛ مگر فرانس کا انتظامی قانون ایک جماعت یا فرقہ کا قانون نہیں ہے، بلکہ اس سے بالکل مختلف ہے، یعنی ایسا قانون ہے کہ وہ خاص حالات میں فرانس کے ہر باشندے کے حقوق پر موثر ہو سکتا ہے، مثلاً (الف) (ب) پر معمولی عدالت میں نالش کرتا ہے، اثنائے تحقیقات میں معلوم ہوتا ہے کہ فریقین کے حقوق کا انحصار ایک انتظامی ایکٹ پر ہے جسکی تعبیر کی مجاز صرف انتظامی عدالت ہے حقیقت یہ ہے کہ فرانس کا انتظامی قانون سول ملازمت کا قانون نہیں ہے، بلکہ فرانس کے عام قانون کا ایک جز ہے جو ایسے افعال میں جن کا تعلق بحیثیت نمایندہ سرکار سرشتہ انتظامی سے ہو، ہر فرانس کے باشندہ پر موثر ہو سکتا ہے۔ جو تعلق فرانس کے انتظامی قانون کو وہاں کے معمولی قانون کے ساتھ ہے اسکا صحیح مقابلہ انگلستان کے عام قانون اور ایک جماعت کے قانون مثلاً فوج کے قانون کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا؛ البتہ اسکا مقابلہ اس تعلق سے کیا جا سکتا ہے جو نصفت کو انگلستان کے عمومی قانون سے ہے۔ امور متشابہ اگرچہ دوسری حیثیت سے خفیف ہوں، یہ ہیں کہ قانون انتظامی فرانس میں اور نصفت انگلستان میں ایسے مجموعہ قوانین ہیں جو ملک کے معمولی قوانین سے مختلف ہیں اور بعض صورتوں میں رعایا کے معمولی سول حقوق میں ردوبدل کر سکتے ہیں۔

381

جب ہمارے ملک کے طالب علموں کو معلوم ہوتا ہے کہ فرانس کا انتظامی قانون اور سول ملازمت کا قانون ایک نہیں ٹھہرایا جا سکتا، تو وہ فطری طور سے یہ خیال کرتا ہے کہ فرانس کے انتظامی قانون کو ایک مجموعہ قوانین قرار دینا چاہئے جو سرشتہ انتظامی کو مخصوص اختیارات دیتا اور مخصوص ذمہ واریاں عاید کرتا ہے، یا یوں کہو کہ حکومت کی کارروائیوں کو چلاتا ہے۔ اگرچہ ایسے قوانین کا ہر ملک میں پایا جانا لازمی ہے، مگر زمانۂ حال تک ان کا وجود انگلستان میں بہت کم تھا، کیونکہ انگلستان میں پچاس ساٹھ سال قبل تک حکومت کی کارروائیوں کا دایرہ بہت محدود تھا۔ انگلستان میں ایسے قوانین کا جن سے سرکاری ملازمین پر خاص خاص فرائض عاید ہوتے ہوں ہمیشہ سے پائے جاتے تھے، مگر چند سال سے انکی تعداد بیحد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

بڑھگئی ہے، منجملہ بیسیوں مثالوں کے کارخانجات کے قوانین کی ایک مثال پیش کردینا کافی ہوگا۔ ان قوانین کا نشو ونما مخصوص طور سے انیسویں صدی کے آخری نصف حصہ میں ہوا، ان قوانین سے حکومت اور اسکے ملازمین کو کارخانجات اور ورک شاپوں کے معائنہ اور انتظام کے متعلق وسیع حقوق حاصل ہوگئے اور اسکے ساتھ ہی انپر وسیع ذمہ داریاں عائد ہوگئی ہیں۔ پس اگر 'فرانس' کے انتظامی قانون کے معنی اس سے زیادہ نہیں

382 ہیں کہ وہ تمام ایسے قوانین کا مجموعہ ہے جن سے سول ملازمین کے فرایض کا تعین ہوتا ہے، تو قانون مذکور اپنی عام حیثیت میں 'انگلستان' کے سرکاری قانون کا مماثل قرار دیا جاسکتا ہے (یعنی اس قانون کا جس کا تعلق سرکاری فرایض سے ہے۔ مترجم)۔ اس مماثلت کے ممکن الوقوع ہونیکے خیال کا مؤید یہ امر ہے کہ 'فرانس' کی مستند کتابوں[1] میں جو تعریف 'انتظامی قانون' کی کی گئی ہے وہ بہت وسیع ہے، اور 'انگلستان' کے مصنفین نے اس اصطلاح کو بعض اوقات نہایت مبہم طور سے استعمال کیا ہے؛ مگر یہاں پہنچکر پھر اس مماثلت کا سلسلہ جسکے قائم کرنے کے لئے اس قدر کوشش کیجاتی ہے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ 'فرانس' کا انتظامی قانون بحالت موجودہ سررشتہ انتظامی کے اختیارات محصلہ اور فرایض مفوضہ کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ وہ ان اصول کا مجموعہ ہے جو باشندگان 'فرانس' کے شخصی اور سررشتہ انتظامی کی سرکاری حیثیت کے باہمی تعلقات کا تعین کرتے ہیں۔ یہاں سے ہم کو 'فرانس' اور 'انگلستان' کے خیالات میں جو اہم فرق ہے اس کا پتا مل جاتا ہے۔ 'انگلستان' میں حکومت اور اسکے ملازمین کے اختیارات میں وقتاً فوقتاً کمی اور زیادتی ہوسکتی ہے، مگر یہ اختیارات خواہ کم ہوں یا زیادہ، معمولی عمومی قانون کے اس اصول پر برتے جاتے ہیں جو ایک انگریز کے تعلق کو دوسرے انگریز کے ساتھ متعین کرتا ہے۔ مثال

[1] دیکھو اکاک 'فرانس' کا قانون انتظامی ج ۱ دفعہ ۶، 'ہیریو' کا خلاصہ قانون انتظامی طبع سوم صفحہ ۲۲ اور طبع ۶ صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲ اور لافریری ج ۱ صفحہ ۱-۱۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کے طور پر کارخانجات کے انسپکٹر ہی کو لے لیجئے جسے پارلیمنٹ کے ایکٹ کی رو سے مخصوص اختیارات حاصل ہیں، لیکن اگر وہ اپنے افسران بالادست کے احکام کی بنا پر اپنے ان اختیارات سے متجاوز ہو جاتا ہے جو اسے قانوناً حاصل ہیں تو وہ فوراً اس ناجائز فعل کا جسکا وہ مرتکب ہوا ہے ذمہ دار ہو جاتا ہے، اور وہ یہ عذر نہیں کر سکتا کہ اس نے اپنے افسران بالادست کے احکام کی تعمیل کی تھی؛ مزید براں جس ناجائز فعل کا وہ مرتکب ہوا ہے، اسکی بابت وہ معمولی عدالتوں میں جوابدہی کیلئے طلب ہو سکتا ہے۔

383 برخلاف اسکے فرانس، میں گو کہ ان اختیارات میں جو سررشتہ انتظامی کو دیئے جاتے ہیں کمی ہو سکتی ہے، مگر ہمیشہ یہ تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ اہل شہر (رعایا) کے جو تعلقات حکومت کے ساتھ ہوتے ہیں ان کا اصول اس اصول سے مختلف ہے جس سے رعایا کے باہمی تعلقات کا تعین کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ 'فرانس' کا انتظامی قانون ایسے خیالات پر مبنی ہے جس سے 'انگلستان' کا قانون مطلق نا آشنا ہے؛ انمیں سے پہلا خیال یہ ہے جیسا کہ میں قبل ازیں بیان کر چکا ہوں[1]، کہ رعایا اور حکومت کے تعلقات کا تعین ایسے اصول سے ہوتا ہے جو شخصی قانون کے ان قواعد سے بالکل مختلف ہیں جن سے ایک رعایا کے حقوق کا تعین بمقابلہ اسکے پڑوسیوں کے کیا جاتا ہے۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ جو سوالات ان اصول کے استعمال کے متعلق پیش ہوتے ہیں وہ معمولی عدالتوں کے حدود اختیارات سے باہر ہیں۔ یہ ایک ایسا اہم فرق ہے جسکی وجہ سے فرانس کے انتظامی قانون کو 'انگلستان' کے قانون کی کسی شاخ کے ساتھ مطابق قرار دینا محال ہو جاتا ہے اسلئے وہ مباحث جو 'فرانس' کے مقننین کو بجا طور سے پیش آتے رہتے ہیں مثلاً یہ کہ امور انتظامی، کی صحیح تعریف کیا ہے، اور 'امور اقتدار عامہ' میں ٹھیک فرق کیا ہے، اور عام طور سے معمولی اور انتظامی عدالتوں کے اختیارات

---

[1] دیکھو صفحہ 384 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل دوازدہم

کے کیا حدود ہیں، یہ ایسے مباحث ہیں جو انگریزی قانون میں کچھہ معنی نہیں رکھتے۔

دوسرا امر۔ انتظامی قانون فی الحقیقت انگلستان کے قانون میں نہیں لیا گیا ہے۔

384

کیا 'فرانس' کا انتظامی قانون زمانۂ حال میں کسی معنوں میں بھی 'انگلستان' کے قانون میں داخل کرلیا گیا ہے؟۔

یہ ایک ایسا سوال ہے جسے بعض ممتاز مصنفین نے اٹھایا[1] ہے اور جس نے ایک قسم کا انتشار پیدا کردیا ہے۔ ہم اس کا جواب قطعی اور نفی میں دیتے ہیں۔

انگریزی حکومت کے اختیارات گزشتہ ساٹھ ستر سال میں بہت کچھہ بڑھ گئے ہیں اور حکومت نے بہت سے جدید فرائض اپنے ذمہ کرلئے ہیں مثلاً فیکٹری ایکٹ کی تحت میں مزدوروں، اور تعلیمی ایکٹوں کی تحت میں تعلیم، کا انتظام۔ حکومت کے کاروبار میں اس توسیع کی اہمیت اس خیال کی بنا پر کم نہیں ہوجاتی کہ ان اختیارات کو اکثر صورتوں میں کاونٹی کونسل وغیرہ استعمال

[1] دیکھو لافریری ج ۱ صفحات ۹۷-۱۰۶؛ 'انگلستان' میں انتظامی قانون کا وجود ثابت کرنے کے لئے حفاظت عہدہ داران کے ایکٹ بابتہ ۱۸۹۳ء یا دوسرے ایسے ایکٹوں کو پیش کرنا جنمیں ان ایکٹوں کے احکام کو جو ۱۶۰۱ء سے لیکر ۱۹۰۰ء تک جاری ہوتے رہے یکجا اور عام کردینے سے زیادہ کچھہ اور نہیں کیا گیا ہے میری رائے میں لفظی بحث سے زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ ایکٹ مذکور میں یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ہر شخص قانوناً اس فعل کا مرتکب ہوسکتا ہے جسکی تعمیل کا اسے قانوناً حکم دیا گیا ہو وہی قانون ایسے شخص کے حقمیں جو اپنے قانونی فرایض کی تعمیل مثلاً پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے تحت میں کوئی کام کرتا ہے میعاد کے متعلق رعایت کرتا ہے یعنی ایک خاص مدت دیتا ہے جسمیں کسی ایسے ناجایز فعل کی بابتہ جو اس سے اسکے فرایض کی ادائی میں سرزد ہوا ہو اسکے خلاف استغاثہ دایر ہوسکتا ہے؛ مگر اسمیں مطلق یہ حکم نہیں ہے کہ افسر اعلیٰ کا حکم مثلاً ایک کوتوالی کے جوان کو کسی ناجایز فعل کے ارتکاب کے نتائج سے محفوظ کردیگا۔ اسمیں شک نہیں کہ ایک یا دو صورتیں ایسی ہیں جنمیں وہ ہرجہ جو ملازم سرکار کے کسی عمل سے عاید ہو وہ اسی خاطی کی ذات سے وصول کئے جانے کے سوائے کوئی اور چارۂ قانونی موجود نہیں ہے مگر یہ صورتیں ناقابل لحاظ ہیں۔ دیکھو ضمیمہ نوٹ ۱۲ 'کارروائی بمقابلہ سرکار'۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کرتی ہیں۔ اگرچہ ان اشخاص یا جماعتوں کے مختلف اختیارات میں جو بواسطہ یا بلاواسطہ حکومت کی نمایندگی کرتی ہیں بہت اضافہ ہوگیا ہے مگر انگلستان کے قانون میں دیوانستہ فرانس کے قانون انتظامی کے مخصوص اصول داخل کرنیکی کوئی کوشش نہیں کیگئی ہے جو عہدہ داران اختیارات سے تجاوز کرتا ہے جو اسے قانون کی رو سے دیئے گئے ہیں وہ اپنے فعل ناجایز کی بابتہ تعمیمی قانون کی ذمہ واری برداشت کرتا ہے، اور وہ معمولی عدالتوں میں جو ابدہی کے لئے طلب کیا جاسکتا ہے، اور وہی عدالتیں اپنے حدود اختیارات کے مسائل کے تصفیہ کی مجاز ہیں، اور اس کا بھی فیصلہ کرتی ہیں کہ جس حکم کی 385
تعمیل میں عہدہ دار نے عمل کیا وہ جایز اور حسب قانون تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ عدالتیں فی الحقیقت سرشتہ انتظامی (اگر یہ لفظ اپنے وسیع ترین معنوں میں استعمال کیا جائے) کی کارروائیوں دخیل ہوتی، اور اسکے دائرہ کو محدود کردیتی ہیں۔ بطور مثال یہ واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ لندن کے مدرسوں کے بورڈ نے یہ دعوی کیا کہ اسکو یہ حق ہے کہ وہ اس ابتدائی تعلیم سے جس کا انتظام عموماً مدرسوں کے بورڈ سے ہوتا ہے، اعلی تر تعلیم کے لئے محصول ادا کرنے والوں پر ایک ٹیکس عاید کرے اور اسکے مطابق عمل بھی کیا، مگر اعلی ترین عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ اسکو ایسا کوئی حق نہیں ہے۔ دو ایک سال گزرے کہ چند عہدہ داروں نے سرشتہ امیرالبحری کے امرا کے صریح حکم کے اتباع میں ایک ایسے قطعہ زمین پر قبضہ کرلیا تھا جو سرکاری کہی جاتی تھی، قطعہ مذکور کے مملوکہ سرکار ہونیکی نسبت نزاع ہوی، ایک عدالت نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ عہدہ داران مذکور خاطی اور فعل ناجائز کے مرتکب تھے۔ انمیں سے ہر ایک مقدمہ میں نہایت باریک اور متنازع قانونی مسائل پیش ہوئے، لیکن انگلستان کے کسی مقنن نے، خواہ اسکی رائے فیصلہ مصدرہ عدالت کی نسبت کچھ ہو، کبھی اسمیں شک نہیں کیا کہ ہائی کورٹ کو مدرسوں کے بورڈ یا سرکاری حقوق کے متعلق تصفیہ کا اختیار نہ تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ فرانس کا انتظامی قانون انگلستان میں کبھی قدم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ جما سکا، البتہ حال میں واضعان قانون نے بعض مواقع ... شاذ ... ور ح
کے لئے عہدہ داروں کو ایسے اختیارات دیئے ہیں جو عدالت ... نوعیت مختلف ... ور
ملتے جلتے ہیں، جیسا کہ ممالک غیر کے ایک نقاد نے بتایا ہے ... وابط کی پا ... نون
403 میں جو بالکل شاذ ہیں، "فرانس" کے انتظامی قانون کی جھلک ... عدالت پیدا
یہ تمام جدتیں، جیسی کچھ بھی ہیں، عملی آسانیوں کے لحاظ سے کیونکہ ... یہ اور محسنہ ... پنے
مطلق یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ "انگلستان" کے مدبرین کا یہ قصد ہے ... لے دونوں ... ص
کے قوانین کے حقیقی اصول میں کوئی تغیر و تبدل کیا جائے۔ پس درحقیقت ... رتے ہیں ...
میں "فرانس" کے انتظامی قانون کا کوئی وجود نہیں ہے۔

"انگلستان" کے ایک مقنن کو، جسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ "انگلستان" ... تری ا
قانون کی کوئی شاخ ممالک غیر کے انتظامی قانون سے مطابقت نہیں ... کو "انگلستان"
اس غلط خیال میں نہ مبتلا ہو جانا چاہیئے کہ اس زمانہ کے "فرانس" کا انتظام ... ل ہیں
قانون (اس مفہوم میں جس میں یہ اصطلاح "انگلستان" میں استعمال ہوتی ... ت اندیشہ
مطلق "قانون" کی حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ ان چند اصول کا نام ہے ... ہیں،
سرشتہ انتظامی کے عہدہ داروں کے اُن اختیارات کے استعمال میں، جو ... کارآمد
بے قاعدہ نہیں تاہم تمیزی ضرور ہیں، بطور ہدایت کے کام دیتے ہیں۔ مجھے امید ... ت
کہ اب میرے تمام قارئین پر یہ امر روشن ہو گیا ہوگا کہ یہ خیال بالکل غلط ہے، اگرچہ ... ہند
اسکے پیدا ہونے کے ایک حد تک معقول اور واجبی اسباب موجود ہیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ فرانسیسی حکومت وسیع اختیارات تمیزی استعمال کرتی ہے خصوصاً ممالک غیر کے باشندوں کے متعلق، اور اسپر کسی عدالت کی نگرانی نہیں ہے۔ کسی ایسے فعل کے متعلق جسکا تعلق حکومت (اسٹیٹ) سے ہو، 391
سرشتہ انتظامی یا اسکے ملازم کسی عدالت میں خواہ وہ قانونی ہو یا انتظامی جوابدہی کے لئے طلب نہیں ہو سکتے۔ اسمیں شک نہیں کہ "حکومتی افعال" [1]

[1] مقابلہ کرو لافریری، ج ۲ جز چہارم فصل ۲ صفحہ ۳۲، "وہیریو" صفحات ۲۸۲-۲۸۷ کا "جیکولن" کے ساتھ صفحات ۴۳۸-۴۴۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کرتی ہیں۔ اگرچہ الجزائر پر خود فرانس کے مصنفین میں بیحد اختلاف ہے[1] جہاں فرانسیسی یا بلاواسطہ حکومت کے مقنن کو کسی رائے کا قائم کرنا دشوار ہے البتہ وہ یہ کہ قانون میں کرنیکی کوشش کی ہے کہ بدامنی کیحالت میں فرانس کی حکومت اختیارات جو اسے قانون اندیشہ کے کام میں لاسکتی ہے کہ انمیں معمولی عدالتوں کی طرف قانون کی پست اندازی ہوگی اور اگر انتظامی عدالتیں کسی قسم کی کے لئے طاب کرینگی تو وہ بقیاس غالب 'حکومتی افعال' کی اصطلاح کی تعبیر مسائل کر کرینگی جو سرشتہ انتظامی کے اختیارات کی مؤید ہوگی۔ بہرحال 385
تعمیل پیچھے ہو انگلستان کے ایک باشندے کے لئے اسکا امکان ہے کہ فرانس کے انتظامی عہدہ داروں کے ان وسیع حقوق اور مرافق میں حاصل ہیں ان انتظامی قانون کی نوعیت کے ساتھ خلط ملط کردے کہ نفاذ ان عدالتوں سے ہوتا ہے جو کم از کم جزوً عہدہ داروں سے ہوتی ہے۔

علاوہ اسکے 'فرانس' کا قانون جو قیود معمولی عدالتوں کے اختیارات کا تعین کرتا ہے اور جسکی وجہ سے وہ سرشتہ انتظامی اور اسکے ملازمین کی کارروائیوں میں کوئی دخل نہیں دیسکتیں، انگلستان کے ایک باشندہ کے خیال میں جو ایسے نظام قانونی کا خوگر ہے جسمیں قانونی عدالتیں خود اپنے اختیارات کے حدود کا تعین کرتی ہیں، بالکل اسی کے مساوی معلوم ہوتا ہے کہ تمام ایسے معاملات جنمیں حکومت کا تعلق ہوتا ہے سرشتہ انتظامی کے اختیارات تمیزی پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے، اور ایسے حالات کی بنا پر پیدا ہوا ہے جو اتفاقی کہے جاسکتے ہیں۔ 'فرانس' کے قانون انتظامی کے وجود اور اسکی نوعیت کا علم اکثر انگریزوں، اور یقیناً مصنف کتاب ہذا کو 'الکسنڈر ڈی ٹاک ویل' کی تحریرات کے ذریعہ سے ہوا، جسکی تصنیفات نے انیسویں صدی

[1] دیکھو صفحہ 382 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

کے انگلستان میں وہی اثر پیدا کیا جو اٹھارہویں صدی
مانٹسک کی تصنیفات نے پیدا کیا تھا، اور یہ ٹاک ویل، خ شاذ ور ح
کہ وہ اپنے زمانہ میں فرانس کے انتظامی قانون کے حقیقی نوعیت مختلف ہی ور
403 کم واقف تھا یا یوں کہو کہ مطلق واقف نہ تھا۔ اسمیں شک والبطا کی پا نون
اخیر زمانہ میں اپنے معلومات بہت بڑھائے تھے، مگر وہ مرتے دم عدالت پیدا
انتظامی قانون کے مضمون پر نہ بطور کام کرنیوالے وکیل کے، یہ اور محنت پنے
اور عام مورخ کی حیثیت سے ایک مخصوص طریقہ سے نظر ڈالتے دونو ں
اسکی کتاب موسومہ نظام قدیم و انقلاب، کا مقصد اس اصول کا تا رتے ہیں ے
کہ موجودہ فرانس کے ادارات اکثر امور میں قدیم شاہی عہد کے اور ری ا
مماثل ہیں، ٹاک ویل، تاریخ کے اس نظریہ کی تائید میں جو اسکے زما کو انگلستان
قیاس سمجھا جاتا تھا، مگر زیادہ تر اسی کی کوششوں کی وجہ سے مقبول عام ل ہیں
اس مماثلت میں مبالغہ کرنے کی طرف مائل تھا جو انقلابی فرانس، شاہی
یا جمہوری حکومت اور فرانس کے عہد قدیم میں پائی جاتی تھی۔ وہ تا اندیشہ
کرتا ہے کہ جن خیالات پر فرانس، کا انتظامی قانون مبنی ہے انھیں فرانس ا ہیں،
مقننین اور مدبرین ۱۷۸۹ء سے قبل ہی تسلیم کر چکے تھے، اور عہد شاہی میں انظ کارآمد
قانون کی بضابطگی کو دکھاتا ہے، اور عہد قدیم میں جو تعلق سرشتہ انتظامی ایت
عدالتی کارروائیوں میں تھا انکا نہ صرف اظہار، بلکہ افسوس بھی کرتا ہے، ہند
اور یہ بتاتا ہے کہ فرانس کے انیسویں صدی کے انتظامی قانون کو بے ضابطہ ہے
اختیارات کے استعمال کے ساتھ ویسا ہی تعلق تھا جیسا کہ سترہویں یا اٹھارہویں صدی
کے انتظامی قانون کو اختیارات مذکور کے ساتھ تھا۔
391 اس نے ان تبدیلیوں کو کبھی تسلیم نہیں کیا جو انتظامی قانون کی نوعیت
میں خود اس کے زمانہ میں آہستہ آہستہ ہو رہی تھیں، اور نہ وہ ان اصلاحات
کی امید کر سکتا تھا جو اسکے مرنے کی نصف صدی کے بعد عمل میں آئیں۔ اس

لہ ٹاک ویل، ج ۷، کلیات صفحہ ۶۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کرتی ہیں۔ اگرچہ ا... اگر وہ انگریز جس نے فرانسیسی ادارات کا علم ٹاک ویل کے
یا بلاواسطہ حکومت ... ہو، انتظامی قانون کے دایرۂ قانون اور ضابطہ
کے قانون میں ... میں آجانے کو پورے طور سے نہ سمجھ سکے، جو فرانس کی
کرنیکی کوئی کوشش ... عجب انگیز اور قابل لحاظ واقعہ ہے۔
جو اسے قانو... انگلستان کی قانونی حکومت اور فرانس کے انتظامی قانون کی
قانون کی ... کا باہم مقابلہ کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔
کے لئے طا... قانونی حکومت میں جو سخت اور مضبوط ہے کثیر اور مسلمہ خوبیاں پائیجاتی
مسائل ... سے شخصی آزادی جسقدر انگلستان میں حکومت کے مظالم سے محفوظ 385
تعمیل ... کے کسی ملک میں نہیں ہے۔ ہیبیس کارپس[1] کے ایکٹ جسطرح باشندگان
ہے ... کی آزادی کے محافظ ہیں اسیطرح وہ باشندگان ملک غیر کی آزادی کی
میں ... کرتے ہیں؛ قانون حربی[2] (مارشل لا) کا دایرہ بہت تنگ کردیا گیا ہے،
کر... عدالتونکی نگرانی قایم ہے، اس عدالتی اختیار کی توسیع نے جس سے تفریق اختیارات
... باطل ہوجاتا ہے عدالتی آزادی کے ساتھ ملکر ججوں کے اجلاسوں کو موقر بنادیا ہے
بجائے حکومت کے زیادہ تر اس سلطنت کی عظمت اور شان کے نمایندے
کے جاتے ہیں جو انگریزی قانون کی اصطلاح میں "تاج" سے تعبیر کیجاتی ہے۔ جوری
... ذریعہ سے تحقیقات پر بہت کچھہ اعتراض وارد ہوسکتے ہیں؛ "فرانس" کا ایک ممتاز
... کرنیوالا شخص صحیح طور سے یہ رائے قایم کرسکتا ہے کہ واقعات کے مشکل مسائل تصفیہ
کے لئے ایسے بارہ آدمیوں کے سامنے پیش کرنے کی عادت، جنکی تعلیم اور فہم متوسط
درجہ سے زیادہ نہ ہو عنقریب زمانہ میں ایسی ہی بیہودہ قرار پائے گی جیسا کہ قدیم
زمانہ کا وہ فیصلہ قرار پاچکا ہے جو متخاصمین میں جنگ وغیرہ (Ordeal by battle)
کے ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ انگلستان میں جوری کی کامیابی کی بڑی شہادت اور اسکے
قیام کا اصلی سبب وہ عام اعتبار ہے جو عدالتی اجلاسوں پر کیا جاتا ہے۔ جج، 39
اہل جوری کا شریک اور انکا مسلمہ رہبر ہے۔ دارالعوام نے اپنے انتخاب کنندگان
کے خیالات کا اظہار کرکے ان درخواستوں کا تصفیہ بھی عدالتی ہائیکورٹ کے سپرد

[1] دیکھو صفحہ 212 گزشتہ۔ [2] دیکھو صفحہ 280 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر دیا ہے جو انتخاب کے متعلق پیش ہوتی ہیں۔ ایسی شاذ و نادر
جیسی ۱۸۶۶ء میں بمقام شفیلڈ پیش آئی، جنہیں مخصوص نوعیت، مختلف ہی
کی ضرورت ہوتی ہے اور جن کا عدالتوں کے مقررہ ضوابط کی پابندی کے
403 ساتھ انجام پانا دشوار ہوتا ہے، قوم، مدد کے لئے حکام عدالت پیدا
سے مخصوص اور منتخب لوگوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ سرمایہ اور محنت نے
کشمکش کی سخت نزاعوں میں مزدور اور ان سے کام لینے والے دونوں بعض
اختلافات کو ایسے اشخاص کی ثالثی میں سپرد کر دینا پسند کرتے ہیں
ہائی کورٹ کے جج رہ چکے ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ قانون کی برتری اس
حالت میں بہترین شکل میں نظر آتی ہے جب ہم اس برتری کو انگلستان
میں ججوں کی وقعت کا سبب اور نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

قانونی حکومت کی ان برکتوں کے مقابلہ میں جو قوم کو حاصل ہیں
بعض مسلمہ مگر پوشیدہ نقایص بھی پائے جاتے ہیں، مثلاً عدالتیں بغیر سخت اندیشہ
کے حکومت کا آلہ نہیں بنائی جا سکتیں، نہ وہ اس غرض سے قائم کی گئی ہیں،
اور نہ وہ اس غرض کے لئے کسی طور سے بھی اس زمانہ یا ملک میں کارآمد
ثابت ہو سکتی ہیں جہاں تاریخ نے قانون اور قانونی عدالتوں کو باوقعت
نہیں کر دیا ہے[1] علاوہ اسکے قانونی وقعت کی صورت کا بگڑ کر قانونی جکڑ بند
(Legalism) کی شکل اختیار کر لینا بآسانی ممکن ہے، جو اپنی سختی کی وجہ سے
قوم کو بہت کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ حکومت کے ایجنٹ
یا ملازمین کی حیثیت کو (قانونی نقطہ نظر سے) دوسرے آقاؤں کے ملازمین کی حیثیت
391 سے مختلف نہ قرار دینا یا ان پر ایسی ذمہ داریاں نہ عائد کرنا یا ان کو
ایسی رعایتوں کا مستحق نہ قرار دینا جو معمولی رعایا کے ملازمین پر عاید یا عطا
کیجاتی ہیں، ایک ایسا امر ہے جس نے انگلستان میں بادشاہ کے بے ضابطہ

[1] انقلابی جذبات کے جوش کے زمانہ میں جو تحقیقات جوری کے ذریعہ سے عمل میں آتی ہے اس سے انصاف
کی وقعت کے حصول میں مدد نہیں ملتی۔ جو بدنام مظالم جیفریز نے خونیں عدالت (Bloody Assize)
میں کئے وہ ناممکن تھے اگر اہل جوری اور مغربی اضلاع کے آزاد زمیندار اس کے شریک جرم نہ ہوتے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کرتی ہیں ۔ کی نشوونما کو روکا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے وہ مختلف طور
یا بلاواسطہ سرکاری ملازمت کے حقمیں مضرت رساں بھی ثابت ہوا ہے۔
کے قانون کے طور پر یہ امر پیش کیا جاسکتا ہے کہ قانون نے بڑے پس وپیش
کرنیکی امر تسلیم کیا ہے کہ سرکاری ملازم کی اپنے فرایض منصبی کی خلاف ورزی
جو اہمیت رکھتی ہے، اور اس سے زیادہ تر سخت سزا کے لایق ہے،
قسم کے عمل کی بابتہ معمولی شخص کے ایجنٹ (کارندہ) کو دیجاسکتی ہے۔
سال ہوئے کہ سرکاری دفتر کے ایک نقل نویس نے ایک نہایت اہم
385 سی دستاویز کا مضمون اخباروں کے ذریعہ سے شایع کردیا۔ اس سے
زیادہ تر بدنما فرایض منصبی کی خلاف ورزی کا ذہن میں آنا مشکل ہے، لیکن
اسوقت بظاہر مجرم کو سزا دینے کے لئے کوئی ذریعہ موجود نہ تھا؛ البتہ اگر یہ
ثابت کیا جاسکتا کہ وہ دفتر سے اس کاغذ کو نکال لے گیا تھا جسپر وہ
مضمون درج تھا تو اسپر بقیاس غالب سرقہ خفیف (Larceny) کا الزام
عائد ہوسکتا تھا[1] لیکن ایک ملزم کو ایسے الزام کی بابتہ جس سے وہ اخلاقاً
بری تھا عدالت میں پیش کرنا خود اسکی رہائی کا ضامن تھا، کیونکہ وہ سخت
اخلاقی خطا جسکا وہ مرتکب ہوا جرم نہ تھی۔ یہ درست ہے کہ اب ۱۸۸۹ء کا سرکاری
راز کا ایکٹ اس فعل کو جس کی بابتہ ۱۸۷۸ء میں کوئی سزا نہیں دیجاسکتی تھی
جرم خفیف (Misdemeanour) قرار دیتا ہے، مگر یہ ایکٹ بھی انگریزی
وضع قانون کی روش پر یہ عام اصول نہیں قائم کرتا کہ سرکاری راز کا افشا
392 جرم ہے؛ اس لحاظ سے یہ بالکل ممکن ہے کہ ملازمین سرکار کی وہ لغزشیں جو
دوسرے ممالک میں سخت سزا کے قابل متصور ہوتی ہوں انگلستان میں ان کا
مرتکب کسی قانونی سزا کا مستوجب نہ قرار پائے۔

یہ بھی عامہ خلایق کے لئے بہت زیادہ مفید نہیں ہے کہ افسر بالادست
کے احکام کی باضابطہ تعمیل، ایک ایسے ماتحت کے بچاؤ کے لئے کافی نہ سمجھی
جائے جس نے بحیثیت ملازم سرکار اپنے فرایض منصبی کے ادا کرنے میں ادنیٰ سے

[1] دیکھو اینول رجسٹر بابتہ ۱۸۵۸ء و کرانیکل صفحہ ۱۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

403

ادنیٰ رعایا کے قانونی حقوق میں دست اندازی کی ہو؛ یا آنکہ عہدہ دار دوسرے اشخاص کے اپنی کارروائیوں کی بابتہ معمولی قانونی عن مختلف ہی طلب کئے جائیں اور وہ بھی ایسی عدالتوں میں جنہیں فیصلہ جوری کے قانون کے مطابق صادر ہوتا ہو۔

اس بارہ میں اس سے زیادہ کوئی دوسرا امر مفید نہیں ہوسکتا پیدا ہونے مقدمات پر غور کیا جائے جو مجلس تجارت کے عہدہ داروں پر ایسے جہاز روک لینے کے متعلق دایر ہوے ہیں جو بحری سفر پر روانہ ہونے کیلئے تیار تجارتی جہازوں کے ایکٹوں کی رو سے ۱۸۹۴ء سے مجلس مذکور کے فرایض میں داخل ہے کہ وہ ایسے جہازوں کو سمندر میں سفر کرنے سے روک دے جو غیر مطمئن حالتیں ہونیکی وجہ سے انسانی زندگی کو سخت خطرہ میں ڈالے بغیر سمندر کا سفر نہیں اختیار کرسکتے۔ اکثر اشخاص کی یہی رائے ہوگی کہ مجلس مذکور کے وہ عہدہ دار جو دیانتداری کے ساتھ، بغیر کسی عداوت یا بے ایمانی کے، قانون کے احکام کی تعمیل کریں انھیں مالکان جہاز کی نالشوں سے محفوظ رہنا چاہیئے تھا؛ مگر فی الحقیقت حالت یہ نہیں ہے۔ مجلس اور اسکے عہدہ داروں پر بارہا کامیابی کے ساتھ دعاوی ہوچکے ہیں[2]۔ انپر کبھی عداوت یا غفلت کا الزام نہیں لگایا گیا، مگر صرف یہی واقعہ کہ مجلس بحیثیت انتظامی کام کرتی ہے انھیں ایسی نالشوں سے محفوظ نہ رکھ سکا، اور نہ اسکے ملازمین کے مقابلہ میں جو دعوے ہوے انہیں یہ جواب دیا جاسکا کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ محض مجلس مذکور 393 کے احکام کی تعمیل میں کیا تھا۔ مزید براں اُن ایکٹوں کے الفاظ سے تھوڑا سا بھی تجاوز یعنی ایسے ضوابط کا متروک ہوجانا جسکے کوئی خاص معنی نہیں ہیں ہر ایسے شخص کو، خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، جسے جہاز کے روک رکھنے سے تعلق رہا ہو، مضرت رساں افعال کا مرتکب قرار دیتا ہے۔ اصل سوال، جسکے جواب پر

---

[1] تجارتی جہازوں کا ایکٹ بابتہ ۱۸۹۴ء (۵۷، ۵۸ وکٹوریا دفعہ ۶۰) دفعہ ۴۵۹۔

[2] دیکھو مقدمہ تامس بنام فریزر ۹ کیو بی ڈی (سی اے) ۳۷۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

انحصار ہوتا ہے، یہ ہوتا ہے کہ آیا جہاز کو روک رکھنے کیلئے
کرتی ہیں وجہ تھی یا نہیں، اور اسکا فیصلہ جوری کی رائے پر ہوتا ہے جسے
یا بلاوار
کے قانون جہاز کے نقصانات کا زیادہ تر احساس ہوتا ہے جن کے جہاز
کرنیکی سے روک لئے جاتے ہیں، بہ نسبت اسکے کہ انھیں اس انسپکٹر کی
جو کی قدر ہو جس نے اپنے فرایض ادا کئے، اور انسانوں کی جانوں
ہونے سے محفوظ رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارتی
کے ایکٹوں میں جو احکام ناقابل سفر جہازوں کو روک رکھنے کے
تھے وہ بالکل بیکار ہوگئے۔ اہل جوری کے خیالات عموماً حکومت
385 خلاف ہوتے ہیں؛ اور ایک اصطلاحی مسئلہ ایسے لوگوں (ججوں)
کی طرف سے جو کم وبیش اس مضمون سے واقف، اور غیر طرفدار ہوتے
ہیں، ایسے لوگوں کے سامنے تصفیہ کیلئے پیش کیا جاتا ہے جو ناواقف اور
طرفدار (اہل جوری) ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں ایسی حکومت کی نسبت،
جس کا بجز عامہ خلایق کے فایدہ کے کوئی اور مقصد نہیں ہوتا غلط طور سے
یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ کسی اپنے فایدہ کے لئے مقدمہ چلا رہی ہے۔ ان
تمام امور کو پیش نظر رکھنا چاہئے، کیونکہ اسسے اگر اس رائے کی صحت
نہیں ثابت ہوتی تاہم اسکی توضیح ضرور ہوتی ہے جو 'ٹاک ویل' سے مدبر
نے، جو انگریزوں کے طرز حکومت کا بیحد طرفدار تھا، اسقدر سختی کے ساتھ
قائم کی تھی کہ انتظامی مسائل کا انتظامی عدالتوں میں پیش ہونا لازم ہے۔

انتظامی قانون کی ان خوبیوں پر جن کا اظہار زمانہ حال کے فرانس
کے انتظامی قانون سے ہوتا ہے یعنی جب وہ اپنی بہترین شکل میں نظر کے
سامنے آتی ہیں، انگریزوں کی توجہ مبذول نہیں ہوتی، اور 'انگلستان' کے
394 ماہران فن دستور انکی پوری قدر نہیں کرتے[1] کوئی منصف یہ دیکھ کر تعریف

انتظامی قانون کی خوبیاں۔

[1] ایک اہم فائدہ اسمیں یہ ہے کہ کونسل آف اسٹیٹ میں رجوع ہونا جو انتظامی عدالت ہے، آسان اور بغیر مصارف کے ہے۔ [2] اسکا ایک اور بڑا فایدہ یہ ہے کہ 'کونسل آف اسٹیٹ' کا انتظامی عدالت ہونا موجب آسانی اور کم خرچ ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کونسل آف اسٹیٹ نے جسکے اختیارات اور حد
میں سال بسال توسیع ہوتی گئی ہے، کس ہوشیاری کے ساتھ ان مختلف ہی
خرابیوں کا جدید علاج تجویز کیا ہے جن کے لئے ملک کے معمولی قانون
403 میں کوئی انتظام نہ تھا۔ مثلاً یہ کہ کونسل نے تقریباً ہر شخص کیلئے یہ حق پیدا
اور وسیع کر دیا ہے کہ وہ ہر ایسے فعل پر، جو کسی سررشتہ انتظامی (اپنے
وسیع معنوں میں) سے اس قانونی اختیار سے متجاوز عمل میں آے جو شخص
یا جماعت عمل کنندہ کو دیا گیا ہے، اعتراض کرے اور اس کو منسوخ کرا دے
اسی طور سے ہر ایسا حکم جو کوئی "پریفکٹ" دے، یا وہ قواعد جو کوئی
سند یافتہ جماعت، اپنے قانونی اختیارات سے متجاوز جاری کرے، ایک
مدعی کی درخواست پر جسے معاملہ سے کوئی تعلق ہو، نہ صرف مدعی کے فایدہ
کے واسطے بلکہ تمام دنیا کے لئے قطعاً منسوخ اور باطل قرار دیئے جا سکتے ہیں۔
اور اسکے لئے یہ بھی ضرور نہیں ہے کہ مدعی کو فعل زیر شکایت سے کوئی
مالی نقصان یا ہرجہ پہنچا ہو۔ اسکے علاوہ کونسل آف اسٹیٹ، نے ایک
895 نہایت نازک[1] فرق بیحد احتیاط کے ساتھ قایم کر دیا ہے جسکے ذریعہ سے

[1] فرانس، کے قانون کی رو سے ایک اہم فرق اس مضرت میں قائم کیا گیا ہے جو سررشتہ انتظامی یا حکومت کے کسی ایسے فعل سے رعایا کے کسی فرد کو پہنچتی ہے جو متجاوز الاختیار ہو اگرچہ فعل مذکور کی تعمیل باضابطہ طور سے ہوی ہو، یا کم از کم اسکی تعمیل میں ماتحت عہدہ دار مثلاً کوتوالی کے جوان سے جو سرکاری حکم کے تحت میں کام کر رہا ہو کوئی سخت غلطی نہ واقع ہوی ہو؛ اور اس مضرت میں جو رعایا کے کسی فرد کو اس ماتحت عہدہ دار کے طرز عمل یعنی غفلت یا عداوت سے پہنچی ہو جو ایک ایسے سرکاری حکم کے تحت کام کر رہا ہو جو بالکل جایز ہو۔ صورت مقدم الذکر میں کوتوالی کے جوان پر کسی قسم کی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی، اور مضرت رسیدہ فریق کو لازم ہے کہ وہ چارہ کار کے لئے بمقابلہ سلطنت کسیطرح انتظامی عدالتوں میں رجوع ہو؛ موخر الذکر صورتمیں کوتوالی کا جوان ذاتی طور سے ذمہ دار ہے، اور فریق متضرر کو اسکے مقابلہ میں معمولی عدالتوں میں چارہ جوئی کرنی چاہئے۔ دیکھو ہیریو، صفحات ۱۷۰ و ۱۷۱، و لافریری، ج ۱ صفحہ ۶۵۲، بظاہر اسکو بمقابلہ حکومت کارروائی کا کوئی حق نہیں معلوم ہوتا۔ فرانس کے مقنن اس بارہ میں مختلف ہیں کہ وہ کیا حقیقی معیار ہے جسکے ذریعہ سے ذاتی قصور اور اس قصور میں جو اثنائے کارروائی میں سرزد ہو، تمیز کیجا سکے،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کرتی ہرجوں میں جو کسی عہدہ دار مثلاً 'پریفکٹ' یا امیر بلدہ' سے تعمیل پالام سرکاری کے اثنا میں اسکے ذاتی قصور مثلاً عداوت' زبردستی' غفلت کی بنا پر عائد ہوں' اور ان ہرجوں میں جو عہدہ داروں کے بلا کسی قصور کے خود ناجائز یا مضرت رساں احکام کی تعمیل سے عاید ہوں تمیز کیجا سکتی ہے۔ اس تمیز کے قایم ہو جانے سے حال ہی میں ان لوگوں کو ایک عمدہ چارہ کار حاصل ہو گیا ہے' جنھیں عہدہ داروں کے اختیارات کے بیجا استعمال سے نقصان پہنچا ہے' اور ایک نقطۂ نظر سے عہدہ دار کی ذمہ داری وسیع اور مضبوط ہو گئی ہے۔ اور یہ ایسی ذمہ داری ہے' جس کی وجہ سے ایسے غلط عمل کی بابتہ جو محض انکے ذاتی فعل پر محمول ہو سکتا ہو' معمولی عدالتوں میں چارہ کار حاصل ہو سکتا ہے۔ اور کونسل کے ججوں کے بنائے ہوے اس قانون سے سب سے زیادہ فایدہ ان مقدمات میں ہوا ہے جو میرے خیال میں زمانہ حال کے ہیں' جنھیں لوگوں کو اس سرکاری طرز عمل کی بابتہ جو اصطلاحی طور سے جایز تھا معاوضہ دلایا گیا ہے' مگر ان مقدمات میں فی الحقیقت اس اختیار کا ناجایز استعمال ہوا تھا جو قانون نے حکومت یا حکومتی جماعتوں کو ایک خاص مقصد کے لئے دیا تھا' مگر وہ اس مقصد کے لئے نہیں بلکہ ایسے مقصد کے لئے کام میں لایا گیا تھا جو اس قانون کے منشا میں داخل نہ ہوتا تھا۔ اس سے میرا جو کچھ مطلب ہے وہ مفصلۂ ذیل مثال سے واضح ہو جائے گا۔ ۱۸۷۲ء میں دیاسلائی کی فروخت کا حق تنہا حکومت کو حاصل تھا' جیسا کہ اسوقت تک ہے۔ حکومت کو قانون کے ذریعہ سے یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ موجودہ دیاسلائی کے کارخانے جبریہ طریقہ سے خرید سکتی ہے۔ ایک چالاک وزیر کے ذہن میں یہ بات 398

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور بظاہر رجحان اسطرف معلوم ہوتا ہے کہ کوتوالی کے جوان کا (مثلاً) اسمیں کوئی ذاتی قصور نہیں ہے جبکہ اس نے اپنے فرض منصبی کی تعمیل کرنے میں باضابطہ طور سے کوشش کی ہو۔ دیکھو دیوگی: 'مملکت' صفحہ ۶۳۸۔ ۶۴۰؛ (دیوگی: 'رسالہ قانون دستوری' جلد ۲ صفحہ ۵۳۵۔ ۵۵۹)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

403

آئی کہ جتنے کم کارخانے فروخت کے لئے کھلے رہ جائیں گے اتنا ہی کم حکومت کو کارخانوں کے خریدنے میں صرف کرنا پڑیگا۔ ایک 'پریفیکٹ' کو دوسری براہِ راست حکومت کا ملازم تھا یہ حق حاصل تھا کہ وہ بلحاظ حفظان صحت کارخانوں کو بند کردے۔ اس نے حسب حکم وزیر 'زید' کے کارخانہ کو بظاہر حفظان صحت کی بنا پر بند کردیا لیکن اصلی منشا یہ تھا کہ ان دیاسلائی کے کارخانوں کی تعداد کم ہوجائے۔ جو حکومت کو اپنا تنہا حق قائم رکھنے کے لئے خریدنے پڑیں گے۔ اسمیں 'پریفیکٹ' کا کوئی ذاتی قصور نہ تھا' اور اس کے خلاف کوئی مقدمہ کامیابی کے ساتھ قانونی[1] یا انتظامی عدالتوں میں نہیں چل سکتا تھا؛ لیکن 'زید' نے خود اس فعل پر کونسل آف اسٹیٹ میں اعتراض کرکے 'پریفیکٹ' کے حکم کو منسوخ کرادیا[2] اور آخر کار کارخانے کے قبضہ کی قیمت[3] کے علاوہ کارخانہ کے ناجائز طور سے بند کردیئے جانے کی بابتہ بذریعہ کونسل آف اسٹیٹ حکومت سے دو ہزار پونڈ سے زیادہ ہرجہ وصول کیا۔

نقائص

کونسل آف اسٹیٹ کے اختیارات کی روزافزوں ترقی پر جو سب سے بڑی انتظامی عدالت ہے' کسی انگریز کو تعجب نہیں ہوسکتا۔ اس کے اختیارات کی توسیع سے حقیقی شکایتیں رفع اور معمولی اشخاص کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں' جسطرح ایک زمانہ میں 'انگلستان' میں نصفت کی ترقی سے یہی نتائج پیدا ہوئے تھے۔ باوجود اسکے اس نہ بدلنے والے اعتقاد کی بنا پر کہ ملک کے اس معمولی قانون کی برتری کو قایم رکھنا جسے معمولی عدالتیں نافذ کریں نہایت ضروری امر ہے' موجودہ 'فرانس' کا انتظامی قانون 'انگلستان' کے باشندہ کی نظر میں سخت اعتراضات سے خالی نہیں متصور ہوسکتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ کونسل آف اسٹیٹ کے اعلیٰ اور روز افزوں اختیارات

---

[1] ڈلاز بابتہ ۱۸۷۵ء ج ۱' ۴۹۵۔
[2] ڈلاز بابتہ ۱۸۷۸ء ج ۳' ۱۳۔
[3] ڈلاز بابتہ ۱۸۸۰ء " ۳' ۴۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کرتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ قانونی عدالتوں کی وقعت اور عزت میں کمی واقع ہو۔ ہسپانیہ کا مشہور مقولہ کہ "زیادتی میں جسقدر زیادتی ہوتی ہے کمی میں اسیقدر کمی ہو جاتی ہے" بڑی دانشمندی پر مبنی ہے اور اکثر حالتوں پر صادق آتا ہے۔ انگلستان، کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا آیا جبکہ اسکا امکان تھا کہ چانسلر، کے عدالتی اختیارات جو بادشاہ کے حقوق اور مرافق کے ساتھ وابستہ تھے، قانونی عدالتوں کے ان اختیارات پر غالب آجائیں جو انگلستان کی موروثی، اور انگریزوں کی ذاتی آزادی کے محافظ تھے۔ یہ فرض کرنا مشکل ہے کہ کونسل کے اختیارات کی توسیع سے، گو کہ اسکے نتائج بذات خود مفید ہوں، قانونی عدالتوں کے اختیارات میں کمی نہیں ہوتی۔ ایک سے زیادہ مصنفین نے جو تعلیم یافتہ فرانسیسیوں کے نمایندہ متصور ہو سکتے ہیں، اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اگرچہ کونسل آف اسٹیٹ کے ارکان کو اپنی خدمتوں پر قایم رہنے کا وہ اطمینان حاصل نہیں ہے جو عام طور سے قانونی آزادی کا بہترین ضامن سمجھا جاتا ہے، مگر ساتھ ہی اسکے وہ ناقابل موقوفی جج بھی، جو باوجود موقوفی سے محفوظ ہونے کے ہمیشہ اپنی ترقی کیلئے مضطر رہتے ہیں، ارکان کونسل آف اسٹیٹ سے زیادہ تر اس حکومت سے مستغنی نہیں ہو سکتے جسکے ہاتھ میں انکی ترقی ہوتی ہے۔ ارکان کونسل مذکور اگرچہ بلحاظ قانون اپنی خدمات سے ہٹائے جا سکتے ہیں مگر عادت یہ ہے کہ وہ اپنی اعلیٰ خدمتوں سے کبھی نہیں ہٹائے جاتے۔

جوری کے ذریعہ سے جو تحقیقات کیجاتی ہے اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ایک تمسخر ہے، اور جہانتک کہ اسکا تعلق عامہ خلایق سے ہے ایک نہایت بدنما تمسخر ہے مستغنیت اور ملزم دونوں ان سیشن کی دورہ کنندہ عدالتوں پر، جہاں ججوں کی صدارت میں اہالی جوری فیصلہ صادر کرتے ہیں، ان تادیبی عدالتوں کو ترجیح دیتے ہیں جہاں جوری کا وجود نہیں ہوتا۔ مستغنیت جانتا ہے کہ 398

[1] دیکھو چارٹون، صفحہ ۳۲۶-۳۲۸۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

تادیبی عدالتوں (Correctional Courts) میں ثبوت جرم کے بعد
کا ہونا ضرور ہے۔ ملزم یہ سمجھتا ہے کہ ادنیٰ عدالت میں پیش ہونے ہی
ممکن ہے کہ بنک نہاد اور پر جذبات اہالی جوری کی تائید سے رہا ہو جانے
403 موقع جاتا رہے، مگر وہ عدالت اعلیٰ کی سخت تر سزا سے بھی محفوظ رہے گا
یہ دو واقعات یقینی ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں ججوں سے جوری کو ہدایت کرنیکا حق
سلب کر لیا گیا؛ اور ان مقدمات کی تعداد میں جو دورہ کنندہ سیشن کی عدالت
میں پیش ہوتے ہیں سال بسال کمی ہوتی جاتی ہے۔ اسپر اتنا اور اضافہ کر لینا
چاہئے کہ قانونی عدالتوں میں خواہ وہ دیوانی ہوں یا فوجداری، جس ضابطہ
اور نہج پر کارروائی کیجاتی ہے وہ از کار رفتہ اور پیچیدہ ہے۔ برخلاف اسکے
اعلیٰ ترین انتظامی عدالت کا ضابطہ جو زمانہ حال کے خیالات کے مطابق
ہے سادہ، سستا، اور کارآمد ہے۔ فرانس کی مرافعہ کی اعلیٰ ترین عدالت
(Court of Cassation) اسوقت تک وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی
ہے مگر دوسری عدالتوں کی عام وقعت میں فرق آجانے کی نسبت کسی قسم کا
شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان عدالتوں کے عہدہ داروں کو نہ ہائی کورٹ کے
ججوں کی طرح اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور نہ اسقدر انکی اخلاقی جرأت
پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اسکے علاوہ انگلستان کے باشندے کیلئے یہ باور کرنا دشوار ہے کہ
انتظامی عدالتوں میں، بلحاظ انکی نوعیت کے، شخصی آزادی کی اسقدر حفاظت
ہو سکتی ہے جتنی حفاظت انگلستان کے ایک باشندے یا ملک غیر کے اس
باشندے کی آزادی کی کیجاتی جو انگلستان میں مقیم ہو، کم از کم ایسے معاملات
میں جن کا تعلق سیاسیات سے ہو۔ صورت حال خواہ کچھ ہو، یہ امر یقینی
ہے کہ جو تمیز معمولی اور انتظامی قانون میں کیجاتی ہے (بشمول اصول تفریق
اختیارات جسطرح اسکی تعبیر اسوقت تک فرانس کے مقننین نے کی ہے)
اس سے پتا چلتا ہے کہ عام خیال یہ ہے کہ جب سرکاری عہدہ دار
بطور جایز سرکاری خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہوں، اسوقت ان کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

کرتوی عدالتوں سے محفوظ رکھنے کی ضرورت مسلم ہے۔ اس کا ثبوت ایک سے زیادہ واقعات سے ملتا ہے۔ سرکاری ملازمین کی حفاظت کی خواہش نے تعزیری قانون میں دفعہ ۱۱۴ کے وضع کئے جانے پر مجبور کیا، اور اسی نے سال ہشتم کے دستور کی دفعہ ۷۵ کو ستر سال تک زندہ رکھا۔ جن لوگوں نے اس دفعہ کو منسوخ کیا وہ بھی اس خیال کے اثر سے خالی نہ تھے، کیونکہ تنسیخ جن الفاظ میں کی گئی ہے خود اسسے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکاری ملازمین کی مخصوص حفاظت کے لئے انتظام کرنا مقصود تھا۔ اسکا اثر ان فیصلہ جات پر بھی تھا جنھوں نے ۱۹ دسمبر ۱۸۰۰ء کے اس قانون کو معطل کردیا جسکی نسبت ابتداءً یہ فرض کیا جاتا تھا کہ وہ سول ملازمین کو مستوجب سزا یا انکے فرایض منصبی کی انجام دہی میں مشتبہ الجواز افعال کی بابتہ معاوضہ دلانے کے مسائل میں صرف قانونی عدالتوں کو مجاز کرتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ انتظامی عدالتوں نے جس کامیابی کے ساتھ رعایا کے اس حق کو وسعت دی ہے کہ وہ حکومت کے ملازمین کے ناجایز یا مضرت رساں افعال کی بابتہ خود حکومت سے ہرجہ وصول کرسکے، اسے انگلستان کے نقاد ان ملازمین سرکاری کی مزید حفاظت کا جو تعمیل حکم کررہے ہیں ایک ذریعہ تصور کرتے ہیں۔ ایک ایسے ماتحت عہدہ دار کے مقابلہ میں جس کا جرم صرف اسی قدر ہے کہ وہ اپنے افسر بالادست کے ایک ناجایز یا مضرت رساں حکم کی تعمیل کررہا ہے، کارروائی کرنے کی کوئی ترغیب نہیں ہوسکتی، درانحالیکہ شخص مضرت رسیدہ حکومت یا دوسرے الفاظ میں خود سلطنت سے معاوضہ حاصل کرسکتا ہے[1] معاملہ پر خواہ کسیطرح سے نظر ڈالیجائے 400

[1] اس مزید حفاظت پر بھی غور کرو جو حکومت کے ہر ملازم کو اس اصول سے حاصل ہوتی ہے کہ وہ کسی غلطی کے بابتہ ذاتی طور سے ذمہ دار نہیں قرار دیا جاسکتا، جسے کم از کم ایک مستند مصنف نے پیش کیا ہے۔

"الغرض اگر کسی عہدہ دار نے اپنے دائرہ اقتدار میں کچھ کیا ہے یعنی اس فرض منصبی کو انجام دینے کے لئے اس سے کوئی فعل سرزد ہوا ہے جسکے لئے وہ مقرر کیا گیا تھا، تو ایسی حالتیں گو اس سے غلطی ہی کیوں سرزد نہ ہوی ہو وہ نہ مملکت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

یہ مسلم ہے کہ ان عہدہ داروں کا محفوظ رہنا جو بلا کسی دوسرے قصور کے
کی کسی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں، گو کہ 'فرانس' کے موجودہ انتظار
قانون کے مطابق ہو، مگر ان خیالات کے مخالف ہے جو 'انگلستان' کے عمومی
403 قانون میں دایر و سایر ہیں۔ 'فرانس' کے ایک ممتاز مصنف نے اس
اختلاف کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

"ہیریو لکھتا ہے کہ 'ہر قانونی نظام میں اسکا کچھ نہ کچھ انتظام ہے کہ جس شخص
کو کسی سرکاری ملازم سے بحیثیت ملازم سرکار کوئی مضرت پہنچے اسے ملازم مذکور
کے مقابلہ میں دعویٰ کرنیکا حق دیا جائے۔ یہ حق اس فطری خواہش کے مطابق ہے جو
ہر قانونی مضرت رسیدہ کے دلمیں جوش زن ہوتی ہے کہ اپنے بلا واسطہ اور ظاہری
مضرت رساں سے معاوضہ حاصل کرے! مگر اسبارہ میں مختلف ممالک کے قوانین
کا مختلف رجحان ہے۔ بعض ممالک (مثلاً 'انگلستان' اور 'امریکہ' کی ریاستہائے متحدہ)
ایسے ہیں جہاں اس امر کی کوشش کیجاتی ہے کہ سلطنت کی ذمہ داری اسکے ملازمین
کی ذاتی ذمہ داری کے پردہ میں پوشیدہ رہے، دوسرے ممالک انکی کوشش کرتے
ہیں کہ ملازمین سلطنت کی ذمہ داری کا بچاؤ خود سلطنت کی ذمہ داری سے ہو جائے'
اور ملازمین سلطنت سے جو قصور سلطنت کی خدمات کے ادا کرنے کے اثنا میں سرزد
ہوں انکے تکلیف دہ نتائج سے اسکے ملازم محفوظ رکھے جائیں۔ یورپ کی مرکزی
حکومتوں اور خصوصاً 'فرانس' کے قوانین اسی نوعیت کے ہیں۔ وہاں تم کو وہ اصول
ملے گا جو 'تحفظ عہدہ داران' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور نہ کسی دوسرے شخص کے روبرو ذمہ دار قرار
دیا جا سکتا ہے"۔ 'دیوگی' 'مملکت' صفحہ ۶۳۸۔

[1] "ہر ملک کے واضعان قانون نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے کہ سرکاری ملازمین
کے خلاف چارہ جوئی ممکن ہونی چاہیے۔ اس لئے کہ ہر وہ شخص جو کسی سرکاری ملازم کی
بدعنوانی کا شکار رہا ہے فطری طور پر اسکے خلاف اپنی حفاظت کی کوشش کرے گا،
401 جس نے اسے صریحی طور پر نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن اس باب میں مختلف ممالک کے
قوانین میں دو طرح کے رجحان ملیں گے۔ ایک یہ کہ ملازم سے جوابدہی کرائی جائے،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

فصل سیزدہم

پارلیمنٹ کے اعلیٰ اقتدار اور قانونی حکومت کے باہمی تعلقات

پارلیمنٹ کی بادشاہت اور قانون ملک کی برتری، جو انگریزی دستور کے دو بڑے دایر وسایر اصول ہیں، بظاہر ایک دوسرے کے خلاف، یا کم از کم ہموزن اور مساوی الحیثیت نظر آتے ہیں؛ مگر یہ ظاہری صورت مغالطہ دہ ہے اور پارلیمنٹ کی بادشاہت بہ نسبت دوسری قسم کی بادشاہتوں کے قانونی برتری کی زیادہ تر مؤیّد ہے، اور ہمارے تمام ادارات میں قانون کی سخت پابندی، پارلیمنٹ کے اختیارات کے استعمال، اور اسطور سے ان اختیارات میں اضافہ کا موقع دیتی ہے۔

پارلیمنٹ کی بادشاہت قانون ملک کی برتری کی مؤیّد ہے۔ اس کی خاص وجہ وہ دو خاص امتیاز ہیں جو انگلستان، کی پارلیمنٹ کو دوسری شاہی

پارلیمنٹ کی بادشاہت قانونی حکومت کی مؤیّد ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اور ریاست کو اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ ریاست اپنے قصوروار ملازم کی پشت پناہی کرے اور اسے اسکی غلطیوں کے مہلک نتائج سے محفوظ رکھے۔ وہ ممالک جنہیں مرکزیت کا دور دورہ ہوتا ہے جیسے فرانس، وہ عموماً آخرالذکر رجحان کے تابع ہوتے ہیں۔ ان ملکوں میں گویا ریاست سرکاری ملازمین کے افعال کی اپنے اوپر ذمہ داری لیتی ہے۔ ہوریو، خلاصہ قانون انتظامی صفحہ ۱۷۰-۱۷۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

قوتوں سے جدا کرتے ہیں۔

انمیں سے پہلا امتیاز یہ ہے کہ پارلیمنٹ (جو کہ بادشاہ، دارالامرا اور دارالعوام سے مرکب ہوتی ہے) کے احکام، ہر سہ اجزا مرکبہ کی مشترکہ رضامندی سے صادر ہوتے ہیں، اور اسوجہ سے ہمیشہ باضابطہ اور باقاعدہ وضع کردہ قانون کی شکل میں ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ کی مرضی کا اظہار صرف پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔

403

یہ محض ظاہری صورت کا معاملہ نہیں ہے بلکہ اس سے اہم عملی اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے وہ حملے اور دست اندازیاں رک جاتی ہیں جو 'ٹیوٹی چہاردہم'، 'نپولین اول یا نپولین سوم' سے خود سر بادشاہ بذریعہ احکام یا فرامین ملک کے قانون پر کرسکتے تھے یا جو 'فرانس' کی مختلف دستوری جماعتیں، یا 'فرانس' کا مشہور معاہدہ (Convention) فوری رزولیوشن کی منظوری سے کرسکتا ہے۔ اس اصول سے کہ پارلیمنٹ کی مرضی کا اظہار صرف پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعہ سے ہوتا ہے ججوں کے اختیارات میں بہت اضافہ ہوجاتا ہے۔ ایک مسودہ قانون منظور اور نافذ ہوجانے کے ساتھ ہی قانونی تعبیر کی حدود میں آجاتا ہے، اور 'انگلستان' کی تمام عدالتیں کم از کم اصولاً، پارلیمنٹ کے ایکٹوں کی تعبیر بجز انکے الفاظ کے اور کسی طریقہ سے کرنے سے انکار کرتی ہیں۔ 'انگلستان' کا جج 'دارالعوام یا دارالامرا کے رزولیوشن کا کوئی لحاظ نہیں کریگا' اور نہ ان امور پر غور کرے گا جو معرض بحث میں آئے (جس کا باضابطہ اور سرکاری طور سے اسکو علم بھی نہیں ہوتا)

۱؎ دو دو مجلسوں کے قیام کی تائید میں قوی ترین دلیل جو پیش کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ وضع قانون کی دو مجلسوں کا ایک ساتھ موجود ہونا اس پریشان عملی کا مانع ہوتا ہے جو کسی ایک مجلس کے رزولیوشن متعلقہ قانون کے منظور کرنے سے عاید ہوسکتی تھی، اور اسطور سے کسی ایک مجلس کی بیقاعدہ خواہش کو ملک کے عام قانونی برتری کے قائمقام نہیں ہونے دیتی۔ جو شخص اس دلیل کی قوت کا اندازہ کرنا چاہتا ہے اسے نہ صرف 'فرانس' کے معاہدہ (Convention) بلکہ 'انگلستان' کی 'لونگ پارلیمنٹ' کی تاریخ پر احتیاط کیساتھ غور کرنا چاہیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزدوم

اور نہ ان تبدیلیوں کا خیال کریگا جو مسودہ کے ابتداءً پارلیمنٹ میں پیش ہونے سے شاہی منظوری تک وقتاً فوقتاً مسودہ مذکور میں ہوتی رہی ہیں۔ یہ تمام امور جو 'انگلستان' کے مقننہ کو بالکل فطری معلوم ہوتے ہیں اکثر ممالک غیر کے مقننین کیلئے موجب حیرت ثابت ہونگے، اسمیں شک نہیں کہ اس سے ایکٹوں کی قانونی تعبیر کا دائرہ تنگ ہوجاتا ہے، مگر اس سے (جیسا کہ میں پہلے ظاہر کرچکا ہوں) ججوں کے اختیارات اور قانونی استقلال میں اضافہ ہوتا ہے۔[1] 404

دوسرا امتیاز یہ ہے کہ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ نے، بہ استثنائے ایام بغاوت، کسی زمانہ میں بھی براہ راست انتظامی اختیارات اپنے ہاتھ میں نہیں لئے ہیں، اور نہ انتظامی حکومت کے عہدہ داروں کا تقرر کیا ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ زمانہ حال میں دارالعوام نے حقیقی طور سے وزیر اعظم اور کابینہ کے دوسرے ارکان کو خدمت کے لئے نامزد کرنیکا حق حاصل کرلیا ہے؛ مگر یہ حق، اگر بنظر تاریخ دیکھا جائے، تو زمانہ حال کا محصلہ ہے، اور اسکا استعمال نہایت پیچیدہ طریقہ سے ہوتا ہے، اور اس کا وجود اس قول کی صداقت میں مطلق خلل انداز نہیں ہوتا کہ ایوانہائے پارلیمنٹ بلا واسطہ کسی ملازم سلطنت کو موقوف یا مقرر نہیں کرسکتے، اور نہ دارالامرا اور نہ دارالعوام اور نہ دونوں ایوان متفق ہوکر اس وقت بھی بلا واسطہ کوئی حکم کسی فوجی افسر یا جوان کو توالی یا محصل ٹیکس کو دے سکتے ہیں؛ سلطنت کے ملازم اسوقت بھی برائے نام بادشاہی ملازم ہیں جیسے کہ وہ فی الحقیقت ایک زمانہ میں تھے۔ اسمیں جو امر خاص طور سے قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ کا برتاؤ ملازمین سلطنت کے ساتھ اسوقت بھی ویسا ہی اور انھی احساسات کے ساتھ ہے جیسا کہ اس زمانہ میں تھا جبکہ سلطنت کے ملازم بادشاہ کی ذات خاص کیساتھ وابستہ تھے، اور وہ ایسی ذات اور قوت تھی جس سے پارلیمنٹ ہمیشہ کھٹکتی اور

---

[1] اس اصول کی بنیاد کہ شاہی واضع قانون اپنے احکام کا اظہار ایک خاص طریقہ یعنی پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے ذریعہ سے کریگا، تاریخی اسباب پر قایم ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ پارلیمنٹ کا ایکٹ، ایک زمانہ میں فی الحقیقت اور اب بھی برائے نام، ایسا قانون متصور ہوتا ہے "جسے بادشاہ نے دارالامرا اور دارالعوام کے مشورہ اور رضامندی سے باجلاس پارلیمنٹ نافذ کیا ہے"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نہم دہم
405

چمکتی رہتی تھی۔

اسطور سے مختلف نتائج بواسطہ قانون کی برتری کے قایم رکھنے میں مؤید ہو جاتے ہیں۔ پارلیمنٹ کو اگرچہ شاہی اقتدار حاصل ہے، مگر وہ ایسی بادشاہ نہیں ہے جو نہ تنہا واضع قانون بلکہ فرمانروا یعنی انتظامی حکومت کا افسر اعلیٰ بھی ہوتا تھا؛ اور اسی وجہ سے اب تک پارلیمنٹ، انتظامی حکومت کے اختیارات کے ذریعہ سے قانون کی باضابطہ رفتار میں[1] دست اندازی نہیں کر سکی ہے، اور سب سے مہتم بالشان امر یہ ہے کہ وہ عہدہ داروں کو معمولی اشخاص کی ذمہ داریوں، اور معمولی عدالتوں کے حدود اختیارات سے مستثنیٰ رکھے جانے کو ناپسند اور نامنظور کرتی رہی ہے۔ پارلیمنٹ کی شاہی، انتظامی قانون، کے نشو و نما کے حق میں سم قاتل ثابت ہوتی رہی ہے۔ آخر میں یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ پارلیمنٹ کے اس طرز عمل نے ججوں کی آزادی کی فطری طور سے اسی طرح حفاظت کی، جسطرح دوسرے بادشاہ اپنے عہدہ داروں کی کارروائیوں کی حفاظت کرتے تھے۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ پارلیمنٹ عدالتی آزادی کی جو حفاظت کرتی ہے وہ فی الحقیقت وہیں ختم ہو جاتی ہے جہاں بوجہ معقول اسے ختم ہو جانا چاہئے۔ صحیح طور سے جج ناقابل موقوفی نہیں ہیں، وہ اپنے عہدوں سے ہر دو ایوان کی تحریک پر موقوف ہو سکتے ہیں، پارلیمنٹ نے انکو سوائے اپنے دونوں ایوانوں کے، اور سب عہدہ داران سلطنت کے اختیارات سے آزاد رکھا ہے۔

مالک غیر کی نمایندہ جماعتیں عموماً رجحان نہیں پایا جاتا کہ قانونی حکومت کی تائید کریں۔

میری کتاب کے پڑھنے والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ میں نے جو امتیاز، انگلستان، کی پارلیمنٹ کے بتائے ہیں وہ اب اکثر یورپ کی دوسری نمایندہ جماعتوں میں بھی پائے جاتے ہو گئے، مثلاً، فرانس، کی قومی انجمن (اسمبلی) جو ہماری پارلیمنٹ سے بظاہر بعید مشابہ ہے، مگر، فرانس، کی قومی انجمن پر دوسرے

---

[1] اسکے ساتھ ان طریقوں کا مقابلہ کرو جن طریقوں سے، اٹھارہویں صدی کے اخیر تک، فرانس کے بادشاہ عدالتی کارروائیوں میں دست اندازی کیا کرتے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم
406

اثرات ہیں اور وہ مختلف حیثیتوں سے 'خاندان بوربن' کے بادشاہوں اور 'نپولین' کی حکومت کی یادگار ہے۔ بظاہر اسکا رجحان یہی ہے کہ وہ انتظامی تفصیل میں دخل دے، اگرچہ ایک غیر ملک کے باشندہ کو ایسا کہتے ہوئے بہت پس وپیش کرنا چاہیئے۔ انجمن مذکور معمولی ججوں کے اختیارات اور انکی آزادی کو مخصوص طرفداری کی نظر سے نہیں دیکھتی؛ اور نہ 'فرانس' کے اس قانون انتظامی کے نظام کو ناپسند کرتی ہے، جسے اہل فرانس غالباً صحیح طور سے اپنے ملک کے لئے مفید اور موزوں تصور کرتے ہیں، اور اسطور سے حکومت کے ہاتھ میں وہ وسیع انتظامی اور وضع قانون کے اختیارات دیدیتی ہے جو انگلستان کی پارلیمنٹ نے کبھی کسی بادشاہ یا اسکے ملازمین کو نہیں دیئے ہیں۔ اس بارہ میں جو کچھ 'فرانس' کا حال ہے وہی بہ اختلاف شکل اکثر دوسری حکومتوں مثلاً 'سوئٹزرلینڈ' یا 'پروشیا' کا حال ہے۔ 'انگلستان' میں پارلیمنٹ کی شاہی کا جسطرح نشو ونما ہوا وہ قانونی برتری کو مدد دیتا رہا؛ مگر یہ ان تمام ممالک پر صادق نہیں آتا جو اسوقت نمایندہ یا پارلیمنٹی حکومتوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔

قانونی حکومت پارلیمنٹ کی شاہی کی تائید کرتی ہے۔

قانون کی برتری کیوجہ سے پارلیمنٹ کے شاہی اقتدار کو کام میں لانے کی ضرورت واقع ہوتی ہے۔ قانون کی سختی اکثر انتظامی کارروائیوں میں حارج ہوتی رہتی ہے (جس سے بعض اوقات عامہ خلائق کو سخت نقصان پہنچ جاتا ہے)، سخت قانون کے بندھے ٹکے قواعد سے بچنے کے لئے جن کی تعبیر خود جج کرتے ہیں، حکومت کو سوائے اسکے چارہ نہیں کہ وہ پارلیمنٹ سے اختیارات تمیزی حاصل کرے جو قانون ملک کی رو سے بادشاہ کو بھی حاصل نہیں ہیں۔ اسکو بغور دیکھنا چاہیئے کہ اختیارات تمیزی کی ضرورت کی وجہ سے کسطرح غیر معمولی وضع قانون سے مدد لینی پڑتی ہے۔ زمانہ حال کی پیچ در پیچ معاشرت میں، کوئی حکومت بدنظمی یا جنگ کے زمانہ میں اسیر قادر نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنے ملک میں امن قایم رکھ سکے، یا دوسری سلطنتوں کے متعلق اپنے فرایض ادا کر سکے، بغیر اسکے کہ وہ کبھی کبھی بیضابطہ اختیارات سے کام

407

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

لینے پر مجبور ہو۔ مثلاً تمدنی شورشوں کے زمانہ میں صرف اسی کی ضرورت نہیں پڑتی کہ سازش کرنے والوں کو سزا دیجائے، بلکہ ان لوگوں کو بھی گرفتار کرنا پڑتا ہے جنکی نسبت بوجوہ معقول یہ شبہ ہو کہ وہ شریک سازش ہیں۔ ممالک غیر کے انقلاب پسندوں کی نسبت معلوم ہے کہ وہ تمام ملک میں باغیانہ خیالات پھیلا رہے ہیں ایسی حالتیں کسی طرح انتظام قائم نہیں رہ سکتا جبتک کہ انتظامی عہدہ داران لوگونکو ملک سے خارج کر دینے کا اختیار نہ رکھتے ہوں۔ جب دو غیر قومیں مصروف جنگ ہوں، یا جب ایسے ملک میں جس سے دوستانہ تعلقات ہوں خانہ جنگی کیوجہ سے دو فریق ہو گئے ہوں۔ تو 'انگلستان' کے لئے، اپنے غیر جانب دارانہ فرایض ادا کرنا ناممکن ہو جاتا ہے جب تک کہ بادشاہ کو قانوناً یہ اختیار نہ ہو کہ وہ 'انگلستان' کے باشندونکی ان ہمدردانہ کارروائیوں کو سرسری طور سے نہ روک دے جو وہ لوگ مخاصمین میں سے کسی ایک فریق کے متعلق کرنا چاہتے ہوں۔ علاوہ اسکے غیر قومیں بھی اسکو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھ سکتیں کہ وہ اپنے سارقین اور قاتلین کی سزادہی سے باز رکھی جائیں، یعنی انکا تمام قانون فوجداری اسطرح سے کمزور کر دیا جائے کہ ہر بدمعاش 'انگلستان' میں بھاگ کر چلے آنے سے تمام جرایم کی سزاؤں سے محفوظ ہو جائے، مگر اسکا پیش آنا لازم ہے اگر 'انگلستان' کے عمال کو 'فرانس' یا 'جرمنی' کے مجرمین کو ان ممالک کی حکومتونکے حوالے کر دینے کا اختیار حاصل نہ ہو؛ اسلئے 'انگلستان' کے انتظامی عہدہ داروں کو اختیارات تمیزی استعمال کرنیکا حق حاصل ہونا لابد ہے، مگر ان اختیارات کے استعمال میں عدالتوں کو مانع ہونا چاہئے، اور وہ ضرور مانع ہونگی، کم از کم ایسی صورتوں میں جن کا تعلق شخصی آزادی سے ہوگا۔ بادشاہ بغیر کسی قانون کے، اسکا مجاز نہیں ہے کہ وہ 'انگلستان' سے کسی ملک غیر کے باشندے[1] کو خارج کر دے، اگرچہ وہ ایسا قاتل ہو جس نے 'بولن' کے ایک تمام خاندان کو قتل کر کے خون آلودہ

[1] دیکھو صفحہ 220 نوٹ ۲، گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو دوم

ہاتھوں کے ساتھ اسیدن آبنائے 'ڈوور' کو عبور کیا ہو اسلئے انتظامی
408 عہدہ داروں کو پارلیمنٹ سے مدد لینے کی ضرورت واقع ہوتی ہے' جو
انکو ہمیشہ دیجاتی ہے۔ ایک 'ایلین ایکٹ' (Alien Act) کی رو سے
وزارت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بدنظمی کے زمانہ میں ملک غیر کے کسی
باشندے کو ملک سے خارج کردے' اور فارن انلسٹمنٹ ایکٹ (Foreign
Enlistment Act) کے ذریعہ سے اسکی مجاز ہے کہ بیرونی جنگوں میں
مداخلت کرنے یا متخاصمین کو آلات حرب بہم پہنچانے میں مانع ہو۔ بحول کے
ایکٹوں سے حکومت مجاز ہے کہ وہ 'انگلستان' کو ممالک غیر کے مجرمین کا پامن
نہ بننے دے' اور دوسری سلطنتوں کے ساتھ ملکر جرایم کے انسداد میں کوشش
کرے جو تمام مہذب دنیا کے لئے مفید ہے۔ صرف یہی مثالیں نہیں ہیں
جنمیں قانون کی سختی کیوجہ سے پارلیمنٹ کی مداخلت کی ضرورت واقع ہوتی
ہے' بلکہ ہنگاموں یا حملوں کی وجہ سے ایسا وقت بھی آجاتا ہے جبکہ خود قانون
کے لئے قانونی قواعد کی خلاف ورزی کرنی پڑتی ہے۔ ایسی صورتوں میں
حکومت کو جو راستہ اختیار کرنا چاہیئے وہ ظاہر ہے' یہ ایسی صورتیں ہیں کہ
انمیں وزارت کو قانون توڑنا لازم ہوجاتا ہے اور وہ اپنی حفاظت کے لئے
تحفظ عہدہ داران کے ایکٹ پر بھروسا کرتی ہے۔ اس قسم کا ایکٹ (جیساکہ
قبل ازیں بیان ہوچکا) پارلیمنٹ کے شاہی اقتدار کے استعمال کی اعلیٰ ترین
اور آخری مثال ہے جو غیر آئینی کو آئین میں تبدیل کردیتی ہے' اور وہ مسئلہ
عملی طور سے حل ہوجاتا ہے جس نے سولھویں اور سترہویں صدی کے مدبرین
کو اسقدر متردد اور پریشان رکھا تھا' یعنی یہ کہ قیام قانون اور ایوانہائے
پارلیمنٹ کے اقتدار کو اس اختیار تمیزی یا حق سے کسطرح امتزاج دینا چاہیئے
جو نازک مواقع پر کسی نہ کسی شکل میں ہر مہذب ملک کی انتظامی حکومت کے
ہاتھ میں رہنا چاہیئے۔

بعض نقاد اس حل کو محض فرضی اور ظاہری (Formal)' یا زیادہ
409 سے زیادہ شاہی حقوق اور مراعات کی جگہ پارلیمنٹ کی خودسری کا قیام تصور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل سیزدہم

کرینگے، مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ یہ واقعہ کہ انگلستان کے عمال کے بیضابطہ بے ضابطہ اختیارات کا استعمال بھی پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کی تحت میں ہوتا ہے حکومت کو، خواہ اسے کیسے ہی وسیع اختیارات کیوں نہ حاصل ہوں، عدالتوں کی نگرانی کے دایرہ سے باہر نہیں جانے دیتا۔ اور قانون خواہ کیسے ہی غیر معمولی اختیارات کیوں نہ دے وہ فی الحقیقت غیر محدود نہیں ہوسکتے، کیونکہ ان کو خود ایکٹ کے الفاظ محدود کرتے ہیں، اور اسکے علاوہ وہ ججوں کی تعبیر قوانین مذکور سے بھی محدود ہوجاتے ہیں۔ ہمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ پارلیمنٹ اعلیٰ ترین واضع قانون ہے، مگر جب یہ واضع قانون ایکمرتبہ اپنی مرضی کا اظہار کرچکتا ہے تو اسکی مرضی کی تعبیر ملک کے ججوں کے ہاتھ میں آجاتی ہے، اور جج، جو کہ مجسٹریٹوں کے احساسات اور عمومی قانون کے عام منشا سے متاثر ہوتے ہیں، عام طور سے عمومی قانون کی مستثنیات کی تعبیر اسطرح کرتے ہیں جسے عہدہ داران انتظامی یا خود پارلیمنٹ (اگر پارلیمنٹ سے تعبیر کی خواہش کیجائے) بنظر پسندیدہ نہیں دیکھ سکتی۔ ممالک غیر، اور خصوصاً فرانس، میں ان انتظامی خیالات نے، جو خود سر حکومت کی یادگار چلے آتے ہیں، ججوں کے اختیارات کو محدود، اور انکے خیالات کو ایک حد تک متاثر کردیا ہے۔ برخلاف اسکے انگلستان میں عدالتی احساسات نے انتظامی حکومت کی کارروائیوں میں ترمیم کردی ہے، اور اسکے خیالات پر اثر ڈالا ہے۔ بہرحال ہم ہرطرف سے ہرپھر کر اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ پارلیمنٹ کی بادشاہت نے قانونی حکومت کو مدد دی ہے، اور قانون ملک کی برتری پارلیمنٹ کی بادشاہت کی محرک ہوتی ہے اور اسی قانونی انداز سے کام میں لائے جانے کی طرف مائل کرتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

114

جزسوم

قانون دستوری اور مفروضات (مفروضات) دستوری

کا

باہمی تعلق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزو سوم

فصل چہاردہم

دستور کے مفروضات (مفروضات) کی نوعیت

418

وہ سوالات، جنکا جواب باقی رہگیا ہے۔

اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں[1] ہم اس اہم فرق کو بتا چکے ہیں جو دستوری قانون، اور مفروضات (مفروضات) دستور میں پایا جاتا ہے۔ دستوری قانون، اپنے صحیح معنوں میں، ان قواعد پر مشتمل ہے جنھیں عدالتیں تسلیم اور نافذ کرتی ہیں؛ اور مفروضات (مفروضات) دستور وہ مراسم عملدرآمد، اور اصول ہیں جنھیں عدالتیں نافذ اور تسلیم نہیں کرتی ہیں، وہ قانون نہیں، بلکہ دستوری یا سیاسی اخلاق ہیں۔ ہم قبل ازیں یہ بھی دکھا چکے ہیں کہ فن قانون کا موضوع قانون ہے نہ کہ دستور کے اخلاقیات[2]۔ اس امر کو پیش نظر رکھ کر ہم نے ابتک اپنے قارئین کی توجہ صرف انھیں دو اصول یعنی پارلیمنٹ کی بادشاہت[3]، اور قانونی حکومت[4] کے معنی اور استعمال کی طرف مبذول کرائی ہے جو کہ دستوری قانون کی روح رواں ہیں۔

---

[1] دیکھو صفحات 22-30 گزشتہ۔
[2] دیکھو صفحات 29-31 گزشتہ۔
[3] دیکھو حصہ اول۔
[4] دیکھو حصہ دوم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہاردہم

لیکن کوئی مقنن 'انگلستان' کے دستور کے قانونی پہلو پر بھی اسوقت تک حاوی نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ ان دستوری مفترضات (مفروضات) پر بھی کسی قدر توجہ مبذول نہ کرے جن کی طرف لازمی طور سے مورخین یا مدبرین
414 ملک کو متوجہ ہونا پڑتا ہے مقنن کو کم از کم اتنا معلوم کرنا ضرور ہے کہ دستوری قانون کا دستوری مفترضات (مفروضات) کے ساتھ اگر کوئی تعلق ہے تو وہ کس قسم کا ہے؛ جو مقنن اس کام کو شروع کریگا اسے بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس نے ایک آگے کی منزل کے راستہ میں قدم رکھا ہے' اور وہ ایسے راستے پر پڑ گیا ہے جس سے اسکو قانونی برتری کی وہ آخری اور سب سے مہتم بالشان مثال دستیاب ہو جائے گی جس نے 'انگلستان' کے انتظام کو ایک خاص رنگ میں رنگ دیا ہے؛ اسلئے میں بقیہ کتاب میں ان تعلقات کے تعین یا دریافت کی کوشش کرونگا جو دستور کے قانونی اور مفروضی (Conventional) عناصر میں پائے جاتے ہیں' اور یہ بتاؤنگا کہ ان تعلقات کو اچھی طرح سمجھ لینے سے دستوری قانون کے مختلف ضمنی سوالات یا مسائل پر کسطرح روشنی پڑتی ہے۔

یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جبکہ ان دونوں سوالونکا جواب حاصل ہو جائے یعنی دستور کے مفترضات (مفروضات) مسلمات (understandings) کی نوعیت کیا ہے؟ وہ کونسی قوت یا (بہ اصطلاح اصول قانون) قوت' یا زور (Sanction) ہے جو دستوری مفترضات (مفروضات) کی تعمیل پر مجبور کرتا ہے۔ ان سوالات کے جوابات سے خود بخود ان ضمنی سوالات پر روشنی پڑیگی جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔

دستوری مسلمات یا مفترضات (مفروضات) کی نوعیت۔

ان مسلمات کا جن پر موجودہ 'انگلستان' کے دستور کے اخلاقیات کا انحصار ہے' نمایاں امتیاز یعنی ظاہری شکل وصورت کا اظہار مسٹر 'فریمین' کے الفاظ سے بہتر اور کسی طریقہ سے کرنا مشکل ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"ہمارے یہاں سیاسی اخلاقیات کا پورا نظام موجود ہے' یہ مدبرین ملک کے لئے ہدایات کا ایک کامل مجموعہ ہے' جس کا پتا کسی ایکٹ یا عمومی قانون سے نہیں چل سکتا؛ مگر
415 ان کا احترام اسی طرح کیا جاتا ہے جسطرح کہ ان اصول کا کیا جاتا ہے جو 'گریٹ چارٹر'

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

(دستور اعظم) یا "ڈیکلریشن آف رائٹس" (اعلان حقوق) میں درج ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ ہمارے مکتوبہ قانون کے پہلو بہ پہلو ایک غیر مکتوبہ یا مفروضہ (مفروضہ) دستور پیدا ہوگیا ہے۔ جب کوئی انگریز کسی سیاسی مدبر کے طرز عمل کی نسبت یہ کہتا ہے کہ وہ دستوری (یا آئینی) یا غیر دستوری (غیر آئینی) ہے تو اسکا مقصد بالکل اس سے جدا ہوتا ہے کہ وہ قانونی ہے یا غیر قانونی۔ ایک بڑے سیاسی مدبر نے ایکمرتبہ دارالعوام میں یہ مشہور اور معروف تحریک پیش کی کہ دارالعوام کو اس زمانہ کے وزرا پر اعتماد نہیں ہے، اور اسلئے انکا اپنے عہدوں پر قائم رہنا دستور کے عام منشا کے خلاف ہے۔ اس قدیم اصول کے لحاظ سے جسکی پابندی کئی پشتوں سے مدبران ملک کرتے چلے آئے ہیں، اس تحریک کی صحت کی نسبت کوئی کلام نہیں ہوسکتا، مگر اس اصول کا پتا ہمارے کسی مکتوبہ قانون سے نہیں چل سکتا۔ اس تحریک کے پیش کرنے والے کا مطلق یہ مقصد نہ تھا کہ موجودہ وزارت پر کسی ایسے خلاف قانون فعل کے ارتکاب کا الزام لگائے جس کی تحقیقات عدالت ماتحت، یا اسکی دریافت خود پارلیمنٹ کے ہائی کورٹ میں ہوسکے۔ محرک کا یہ منشا بھی نہ تھا کہ بادشاہ کے وزرا نے، جو بادشاہ کی خوشی تک اپنے عہدوں پر قایم ہیں، ایسے عہدوں پر اسوقت تک قایم رہنے میں کہ بادشاہ انکی موقوفی مناسب تصور کرے قانون کی کوئی ایسی خلاف ورزی کی ہے جس کے متعلق قانون دست اندازی کرسکے؛ جو کچھ اسکا مقصد تھا وہ صرف اسقدر تھا کہ انکا عام طرز عمل ایسا تھا جسے دارالعوام کا بڑا حصہ قوم کیلئے مفید یا دانشمندانہ نہیں سمجھتا تھا، اور اسلئے وہ بلحاظ ان مفروضات (مفروضات) کے جو مکتوبہ قانون کیطرح عام فہم اور موثر تھے، اسکے پابند تھے کہ ان عہدوں سے دست کش ہوجائیں جنکے قابل دارالعوام انکو نہیں سمجھتا تھا[1] 416

ہمارے اس مفروضہ (مفروضہ) دستور کی تصویر پر جو ایک اعتراض ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اسمیں "مکتوبہ قانون" اور غیر مکتوبہ مفروضات (مفروضات) کا مقابلہ کیا گیا ہے، مگر حقیقی مقابلہ، جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے، قانون (خواہ وہ مکتوبہ ہو یا غیر مکتوبہ) اور ان مفروضات (مفروضات) یا عملدرآمد میں ہے جنکی عام طور سے

[1] فریمین، انگلستان کے دستور کا نشوونما (ابتدائی طبع) صفحات ۱۰۹، ۱۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہاردہم

پابندی کیجاتی ہے، اگرچہ صحیح معنوں میں انپر قانون کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ نقص لفظی نقص سے زیادہ نہیں ہے، اور ہم بخوشی اسپر رضامند ہیں کہ مسٹر 'فریمین' کے الفاظ کو نقطۂ آغاز قرار دیکر ان اصول کی نوعیت یا عام خصوصیت دریافت کریں جو ہمارے دستوری اخلاق کے مجموعہ کی بنیاد ہیں۔

دستوری مسلمات یا مفروضات (مفروضات) کی مثالیں۔

جن مفروضات (مفروضات) کیطرف مسٹر 'فریمین' نے اشارہ کیا ہے، اور جن کا تعلق اس مجموعہ قواعد سے ہے جس کے مطابق 'انگلستان' کی معاشرت عامہ چل رہی ہے (یا اسکا چلنا فرض کرلیا گیا ہے) انکی مثالیں حسب ذیل ہیں[1]۔

"جو وزارت دارالعوام میں اپنی طرف غلبہ نہ حاصل کرسکے اسپر اکثر صورتوں میں لازم ہے کہ وہ مستعفی ہوجائے" ——— "جس کابینہ کو کسی اہم سوال کے متعلق شکست ہوجائے وہ بذریعہ تحلیل (برخاست) صرف اکیمرتبہ ملک سے مراجعہ (استدعا) کی مجاز ہے" ——— "اگر انتخاب کنندگان، وزارت کے مراجعہ (استدعا) کو منظور نہ کریں تو اسپر لازم ہے کہ وہ خدمت سے علیحدہ ہوجائے اسے پارلیمنٹ کی دوبارہ تحلیل کا حق نہیں ہے" ——— "کابینہ بحیثیت مجموعی، عام کارروائیوں کے اجرا میں پارلیمنٹ کی جوابدہ ہے" ——— "مزید براں وہ ان تقررات میں بھی جو اسکا کوئی رکن کرے یا اگر زیادہ ترصحت کے ساتھ کہا جائے تو ان تقررات میں جو بہ سفارش رکن کابینہ بادشاہ کی طرف سے عمل میں آئیں، ایک حد تک پارلیمنٹ کی جوابدہ ہے، گو حد مذکور ٹھیک طور سے معین نہیں ہے" ——— "وہ جماعت جسے فی الوقت دارالعوام میں غلبہ حاصل ہو (عام طور سے) اسکا حق رکھتی ہے کہ اپنے رہنماؤں (لیڈرس) کو عہدوں پر مقرر کرائے" ——— "ان رہنماؤں میں سے جو سب سے زیادہ ممتاز اور بااثر ہو اسی کو (عام طور سے) وزیر یا کابینہ کا افسر اعلیٰ ہونا چاہئے"۔ یہ تو وہ مفروضات (مفروضات) ہیں جن کا تعلق کابینہ کی حالت اور ترکیب سے ہے۔ دوسرے مضامین کے متعلق بھی دوسرے دستوری مفروضات (مفروضات) کا دریافت کرلینا کچھ دشوار نہیں ہے۔

417

---

[1] دیکھو مزید مثالوں کے لئے صفحات 25, 26 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

"عہد ناموں کے لئے پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کی ضرورت نہیں ہے مگر بادشاہ یا درحقیقت وزارت جو بادشاہ کی قائمقام ہے اسکی مجاز نہیں ہے کہ کوئی ایسا عہد نامہ کرے جسے پارلیمنٹ پسند نہ کرتی ہو" ——— "ملک کے خارجی تعلقات، اعلان جنگ، اور صلح کرنا بادشاہ یا فی الحقیقت بادشاہ کے ملازمین کے ہاتھ میں رہنا چاہیئے، لیکن خارجی اور خانگی دونوں معاملات میں پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان کی خواہش کے مطابق، اور جب انمیں اختلاف ہو تو صرف دارالعوام کی خواہش کے مطابق عمل کیا جانا لازم ہے" ——— "وزارت کا خلاف مرضی پارلیمنٹ اعلان جنگ، یا صلح کرنا دستور کی سخت خلاف ورزی متصور ہوگی" ——— "اگر دارالامرا اور دارالعوام میں اختلاف رائے ہو تو دارالامرا کو ایک حد تک جو صحیح طور سے متعین نہیں ہے دارالعوام کی رائے تسلیم کرنی چاہیئے۔ اگر امرا اسکو قبول نہ کریں اور دارالعوام کا ملک میں اعتبار بدستور قایم رہے، تو بادشاہ یا اسکے ذمہ دار مشیروں کا یہ فرض ہوجاتا ہے کہ وہ اسقدر جدید امرا مقرر کریں یا انکے مقرر کرنیکی دھمکی دیں کہ اس سے دارالامرا کا اختلاف رفع ہوکر وضعان قانون کی دونوں شاخوں میں اتفاق پیدا ہوجائے"[1] ——— "اجرائے کار کیلئے کم از کم سال میں ایکمرتبہ پارلیمنٹ کا طلب کیا جانا لازم ہے" ——— "اگر کوئی فوری ضرورت پیش آجائے مثلاً بغاوت ہوجائے یا ملک پر کوئی بیرونی غنیم حملہ آور ہو ایسی حالتمیں وزارت پر لازم ہے کہ اگر مزید اختیارات کی ضرورت محسوس کرے تو فوراً پارلیمنٹ کو طلب کرکے وہ اختیارات حاصل کرے جو ملک کی حفاظت کے لئے ضروری ہوں: اور اس اثنا میں وزرا کو لازم ہے کہ وہ بغاوت یا حملے کو دور کرنے کے لئے ہر ضروری کارروائی عمل میں لائیں، اگرچہ اسمیں قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہو؛ اور بحالت خلاف ورزی قانون اسپر بھروسا کریں کہ پارلیمنٹ بذریعہ اجرائے ایکٹ تحفظ عہدہ داران انکی حفاظت کرے گی"

418

دستوری مقرضات (مفروضات) کے عام امتیاز۔

انھیں اور اسی قسم کے دوسرے قواعد پر (جنھیں میں نے دیدہ و دانستہ سرسری اور عام الفاظ میں بیان کیا ہے) زمانہ حال کے دستوری اخلاق مشتمل ہیں؛ اگرچہ انکے مطابق متواتر عمل ہوتا ہے، مگر اسوجہ سے کہ انکی تعمیل

[1] دیکھو ہیرن کی کتاب حکومت انگلستان (طبع دوم) صفحہ ۱۷۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہاردہم

کوئی قانونی عدالت نہیں کرا سکتی، انپر قانون کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہ مختلف النوع ہیں اور جیسا کہ سرسری طور سے نظر آتا ہے نہ صرف اہمیت بلکہ عام حیثیت اور وسعت استعمال میں بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو انمیں ایک مشترکہ صفت یا خاصیت پائیجاتی ہے؛ یعنی یہ کہ وہ سب یا انکا بیشتر حصہ وہ قواعد ہیں جن کے ذریعہ سے ان طریقوں کا تعین ہوتا ہے جنہیں بادشاہ (یا اسکے ملازم وزرا) کو اپنے اختیارات تمیزی استعمال کرنے چاہئیں، اور غور کرکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ یہی وہ مشترکہ صفت ہے جو نہ صرف قواعد متذکرۂ بالا بلکہ (اگر تمام میں نہیں تو) بیشتر دستوری مفترضات (مفروضات) میں پائی جاتی ہے۔ اس معاملہ کو صحیح طور سے سمجھنے کے لئے کسی قدر مزید تشریح کی ضرورت ہے۔

419

دستوری مفترضات (مفروضات) وہ مخصوص قواعد ہیں جو مراقبتی کا استعمال بتاتے ہیں۔

حکومت کے اختیارات تمیزی کے مفہوم میں ہر ایسی کارروائی داخل ہے جو قانوناً بادشاہ یا اسکے ملازم پارلیمنٹ سے کسی جدید قانون کے اجرا کی استدعا کئے بغیر استعمال کر سکتے ہیں؛ اسلئے پارلیمنٹ کو برخاست یا طلب کرنے، صلح یا جنگ کرنے، یا کسی کو طبقہ امرا میں بطور جدید داخل کرنے، یا کسی وزیر کو اسکی خدمت سے ہٹاکر اسکی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کرنے کے لئے بادشاہ کو کسی (جدید) ایکٹ کے نفاذ کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ ان سب امور کا اختیار قانوناً بادشاہ، اور اسطور سے حکومت کے اختیار تمیزی کے اندر آجاتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اس اختیار کی بنیاد پارلیمنٹ کے ایکٹ ہیں، اور ایک حد تک وہ فی الحقیقت انہیں ایکٹوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ مثلاً کالونیز لائیزیشن ایکٹ، سکرٹری آف اسٹیٹ کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ خاص حالات میں ملک غیر کے ایک باشندے کو 'انگلستان' کی رعایا بنالے؛ اور تحویل مجرمین کے ایکٹ مثلاً ۱۸۷۰ء کی رو سے وہ مجاز ہے کہ (ان شرائط کی پابندی کے ساتھ جو ایکٹ مذکور میں مندرج ہیں) قانون ملک کے علی الرغم ملک غیر کے مجرم کو تحقیقات کے لئے خود اسکی حکومت کے حوالے کردے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جز سوم

ایسے اختیارات تمیزی سے جو بادشاہ یا اسکے ملازمین کو پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے ذریعہ سے دیئے گئے ہیں ہمیں زیادہ تر بحث کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان اختیارات تمیزی کے استعمال کے طریقے کم و بیش صراحت کے ساتھ خود ان ایکٹوں میں موجود ہیں، اور اکثر صورتوں میں اسطرح محدود کر دیئے گئے ہیں کہ وہ درحقیقت قانونی فیصلوں کے تحت میں آجاتے ہیں، اور اسطور سے دستوری اخلاق کے دائرہ سے نکل کر حقیقی قانون میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ بادشاہ کے اختیارات تمیزی کا منبع عام طور سے، پارلیمنٹ کا کوئی ایکٹ نہیں بلکہ 'مرافق' ہیں۔ اور یہ (مرافق) وہ اصطلاح ہے جو دستور کی تمام اصطلاحوں سے زیادہ تر طلبہ کے لئے موجب پریشانی ثابت ہوتی ہے۔ 'مرافق' تاریخی اور حقیقی طور سے ان تمیزی اور بے قاعدہ اختیارات کا باقیماندہ جز ہے جو ایک زمانہ میں ازروئے قانون بادشاہ کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک زمانہ میں بادشاہ، درحقیقت، جیسا کہ وہ اسوقت بھی برائے نام ہے، اعلیٰ ترین حکمران (the sovereign) تھا، اگرچہ معنوں میں جسمیں مقننہ اس اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں وہ اعلیٰ ترین حکمران نہ تھا، تاہم اسکے اعلیٰ ترین حکمرانی کی قوت کے جزاعظم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ ۱۶۹۱ء میں دارالعوام نے اس زمانہ کی حکومت کو وزرا کی مرضی کے خلاف اس امر پر مجبور کیا کہ 'انگلستان' کے قوانین کی تاریخ کے فاضل مصنف مسٹر ریوس' کے خلاف مقدمہ چلایا جائے اس بنا پر کہ انھوں نے ایسی رائے کا اظہار کیا تھا جس سے بادشاہ کے مرافق کی توصیف' اور دارالعوام کے اختیارات کی تضعیف اور تنقیص مستنبط ہوتی تھی۔ جن بیانات کی اشاعت کی بنا پر وہ ملزم قرار دئے گئے تھے' انمیں ایک طویل تشبیہ تھی جسمیں بادشاہ ایک درخت کا تنہ' اور دوسرے ادارات اس عظیم الشان درخت کی شاخیں اور پتے قرار دیئے گئے تھے۔ اس تشبیہ سے یہ نتیجہ نکالنا مقصود تھا کہ بادشاہ تمام قانونی قوتوں کا منبع ہے' بادشاہ کے اختیارات کا ضایع کر دینا اس شاہ بلوط کے پرعظمت درخت کو کاٹ ڈالنا ہے جسکے سایہ میں 'انگلستان' کے باشندوں

420

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے یعقوبی طوفان (Jacobinism) میں پناہ لی تھی، دارالعوام اور دوسرے ادارات صرف شاخیں اور پتے ہیں جو درخت کو سخت نقصان پہنچائے بغیر کاٹے اور چھانٹے جا سکتے ہیں۔ مسٹر 'ریوس' کے اصول کا ایک عام جوش و خروش کے زمانہ میں شایع کیا جانا ممکن ہے کہ خلاف مصلحت قرار دیا جائے مگر یہ امر معلوم کرکے خوشی ہوتی ہے کہ اہالی جورمی نے اسے بغاوت قرار نہیں دیا کیونکہ مسٹر 'ریوس' کے اصول تاریخی واقعات کی مضبوط بنیاد پر قایم تھے۔

بادشاہ کے اقتدارات یقیناً دارالعوام کے اقتدارات سے قدیم تر تھے؛ 'نارمن' قوم کی فتح سے لے کر ۱۶۸۸ء کے انقلاب تک فی الحقیقت بادشاہ کی ذات میں اعلیٰ ترین حکومت کے بیشتر اوصاف جمع رہے، اور انھیں قدیم اختیارات کے پسماندہ جز کا نام 'مرافق' ہے اور اسی بنا پر ہم نے قبل ازیں انکو ان اختیارات تمیزی کے باقیماندہ حصہ سے موسوم کیا ہے جو کسی وقت بادشاہ کے ہاتھ میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں، خواہ انکو خود بادشاہ استعمال کرے یا اپنے وزرا کے ذریعہ سے کام میں لائے۔ ہر فعل جو انتظامی حکومت بغیر پارلیمنٹ کے ایکٹ کے قانوناً (بطور جایز) کر سکتی ہے وہ انھیں مرافق کے ذریعہ سے عمل میں آتا ہے؛ اسلئے اگر ہم ان اختیارات سے قطع نظر کرلیں (جو بآسانی ممکن ہے) جو بادشاہ یا اسکے ملازمین کو پارلیمنٹ کے ایکٹوں سے دیئے گئے، مثلاً وہ اختیارات جو ایلین (ممالک غیر کے باشندوں کے) ایکٹ سے حاصل ہیں، تو ہم 'مرافق' کی اصطلاح کو سرشتہ انتظامی کے اختیارات تمیزی کے مترادف کی طرح استعمال کر سکتے ہیں؛ اور اس صورت میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ دستور کے مفروضات (مفروضات) دراصل وہ اصول ہیں جن کے ذریعہ سے اس امر کا تعین کیا جاتا ہے کہ مرافق کا استعمال کس طریقہ اور کن خیالات کے ساتھ کیا جانا چاہئے؛ یا یوں کہو کہ ان سے وہ طریقہ معلوم ہوجاتا ہے جس طریقہ سے ایسا معاملہ جو قانوناً شاہی مرافق کی بنا پر عمل میں آتا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم
422

ہے (مثلاً جنگ یا صلح کا اعلان وغیرہ) انجام پانا چاہیئے۔ اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ تمام ایسے اختیارات تمیزی پر صادق آتا ہے جو قانون کے دیئے ہوئے اختیارات کے علاوہ سررشتہ انتظامی استعمال کرتا ہے، اور نیز ان افعال پر جو بادشاہ درحقیقت اپنی ذاتی خواہش سے کرتا ہے، اور ان معاملات پر جنمیں بادشاہ اور اسکے وزرا حقیقی حصہ لیتے ہیں (اور یہ بکثرت واقع ہوتے ہیں، اگرچہ زمانۂ حال کے دستوری اس حد تک انھیں تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں معلوم ہوتے) اور ان کثیر اور روز افزوں کارروائیوں پر بھی جو اگرچہ بادشاہ کے نام سے کی جاتی ہیں مگر فی الحقیقت کلاً وزرا کی کارروائیاں ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دستوری مفروضات (مفروضات) وہ قواعد ہیں جن کے ذریعہ سے بادشاہ کے ان تمام اختیارات تمیزی کے استعمال کا جو اس کے ہاتھ میں باقی رہ گئے ہیں انتظام ہوتا ہے، خواہ ان اختیارات کو خود بادشاہ استعمال کرے یا اسکے وزرا۔ اسکی سچائی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ مفروضات (مفروضات)، مرافق کے استعمال کے متعلق، نہایت آسانی اور اصطلاحی صحت کے ساتھ، قواعد کی شکل میں ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔ اسطور سے یہ کہنا کہ جب ایک کابنیہ کو کسی مہتم بالشان معاملہ میں شکست ہو جائے تو عام طور سے لازم ہے کہ وہ اپنے عہدوں سے علیحدہ ہو جائے اس کہنے کے مساوی ہے کہ سلطنت کا اپنے ملازمین کو بادشاہ کی مرضی سے موقوف کر دینے کے مرافق کا استعمال ایوانہائے پارلیمنٹ کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیئے؛ اس بیان کے کہ وزرا کو کوئی ایسا عہدنامہ نہ کرنا چاہیئے جو ایوانہائے پارلیمنٹ کو پسند نہ ہو، یہ معنی ہیں کہ بادشاہ کو جو مرافق عہدنامہ کرنیکے متعلق ہیں (اور جو امریکہ میں 'معاہدی اختیارات' کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں) وہ پارلیمنٹ کی مرضی کے خلاف کام میں نہ لائے جانے چاہئیں۔ اسی طرح یہ قاعدہ کہ پارلیمنٹ کا سال بھر میں کم از کم ایکمرتبہ منعقد ہونا لازم ہے فی الحقیقت اس کے مساوی ہے کہ بادشاہ کا یہ قانونی حق یا مرافق کہ وہ جب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہاردہم

چاہے پارلیمنٹ کے انعقاد کا حکم دے اسطرح کام میں لایا جانا چاہئے کہ پارلیمنٹ سال میں ایکمرتبہ منعقد ہوتی رہے۔

423

بعض دستوری مفروضات (مفروضات) کا تعلق پارلیمنٹ کے مراسم کے استعمال سے ہے۔

دستوری مفروضات (مفروضات) کی اس طور کی تجزی پر جو اعتراض صحیح طور سے وارد ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ گو حقیقت مذکور اپنی حد تک صحیح ہو، مگر غیر مکمل ہے، کیونکہ چند دستوری عملدرآمد یا مراسم ایسے ہیں جنھیں شاہی مراسم کے استعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے، مثلاً یہ مفروضہ (مفروضہ) کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی رائے میں مستقل اختلاف کی صورت میں دارالامرا کو بعض امور میں دارالعوام کی رائے سے دب جانا چاہئے بجد مبہم ہے؛ یہی حال اس عملدرآمد کا ہے یا کم از کم تھا جسکی بنا پر لازم تھا کہ دارالامرا کے عدالتی فرایض صرف قانونی امرا (Law Lords) ادا کریں؛ یا یہ مفروضہ (مفروضہ) کہ طلاق کے ایکٹ عدالتی کارروائیاں متصور ہوں نہ کہ اضعان قوانین کی کارروائیاں۔ ایسے عملدرآمدوں یا قواعد کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ انسے ان طریقوں کا تعین ہوجائے جنکے مطابق پارلیمنٹ کا ایک ایوان یا دونوں ایوان اپنے اختیارات تمیزی، یا اگر تاریخی اصطلاح استعمال کی جائے، اپنے 'حقوق' کام میں لائیں گے۔ لفظ 'حقوق' (privilege) کا استعمال ہی تقریباً اس مقصد کے اظہار کے لئے کافی ہے کہ دستور کے تمام مفروضات (مفروضات) کسطرح ایک عام عنوان کی تحت میں لائے جاسکتے ہیں۔ 'مراسم' (prerogative) اور 'حقوق' (privilege) میں بہت قریبی تشابہ پایا جاتا ہے، مقدم الذکر بادشاہ کے اختیارات تمیزی کا، اور موخرالذکر پارلیمنٹ کے ہر ایوان کے اختیارات تمیزی کا تاریخی نام ہے۔ اسطور سے ایسے مفروضات (مفروضات) جن کا تعلق مراسم کے استعمال سے ہے وہ طریقہ معین کرتے ہیں، یا انسے اسکا تعین کرانا مقصود ہوتا ہے، جسمیں فرمانروا جماعت کے ایک رکن یعنی بادشاہ کو اپنے اختیارات تمیزی کام میں لانے چاہئیں؛ اور جن مفروضات (مفروضات) کا تعلق حقوق کے استعمال سے ہوتا ہے وہ ایسا طریقہ معین کرتے ہیں یا انسے تعین کرانا مقصود ہوتا ہے جسمیں فرمانروا جماعت

424

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

کے دوسرے ارکان کو اپنے اپنے اختیارات استعمال کرنے چاہئیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ دستوری مفروضات (مفروضات) پر جب بحیثیت مجموعی نظر ڈالی جاتی ہے تو وہ ایسے رسوم ثابت ہوتے ہیں جن سے شاہی واعیان قانون کی جماعت یعنی بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ[1] کے مختلف ارکان کے اختیارات تمیزی کے استعمال کا طریقہ معین ہو جاتا ہے، خواہ وہ رسوم بادشاہ کے مرافق کے یا پارلیمنٹ کے حقوق کے نام سے موسوم کئے جائیں۔ لیکن اس لحاظ سے کہ ہمارے دستوری مفروضات (مفروضات) کا بڑا اور اہم حصہ درحقیقت مرافق کے استعمال سے متعلق ہے، اختصار اور صراحت اسی کی مقتضی ہے کہ ہم دستوری مفروضات (مفروضات) کو وہ قواعد یا مراسم قرار دیں جنکے ذریعہ سے وہ طریقہ معین ہوتا ہے جس طریقہ سے سررشتہ انتظامی کے تمیزی اختیارات، یا اصطلاحی زبان میں، مرافق کام میں لائے جانے چاہئیں (یعنی جسطرح قوم انکے کام میں لائے جانیکی توقع کرتی ہے)۔

دستوری مفروضات (مفروضات) کا مقصد۔

یہ معلوم کرلینے کے بعد کہ دستوری مفروضات (مفروضات) (دراصل) مرافق کے استعمال کے تعین کے قواعد ہیں، ہم ان کی نوعیت کی تحقیقات میں ایک قدم اور بڑھا کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان سب کا انتہائی مقصد ایک ہی ہے: یعنی یہ کہ پارلیمنٹ یا کابینہ، جسے بواسطہ پارلیمنٹ ہی مقرر کرتی ہے، بالآخر اس قوت کی مرضی کے مطابق عمل کرے جسے موجودہ انگلستان میں حقیقی سیاسی بادشاہت حاصل ہے، جس سے مراد انتخاب کنندگان کی کثیر جماعت یا (اگر عام الفاظ میں کہا جائے جو زیادہ صحیح نہیں سمجھے جاسکتے) قوم ہے۔

اس موقع پر پہنچکر وہ اہم فرق ہمارے پیش نظر ہو جاتا ہے جو 'قانونی' اور 'سیاسی' بادشاہت میں پایا جاتا ہے، اور جسپر ہم قبل ازیں اسقدر زور دے چکے ہیں[2]۔ قانونی نقطہ نظر سے انگریزوں کی تمام سلطنت میں پارلیمنٹ قطعی فرمانروا ہے، اسلئے پارلیمنٹ کا ہر ایکٹ تمام انگریزی سلطنت کی عدالتوں میں قابل پابندی ہے اور کوئی قاعدہ خواہ وہ اخلاقی ہو یا قانونی، جو

425

[1] دیکھو صفحہ 37 گزشتہ۔ [2] دیکھو صفحات 68-78 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہاردہم

پارلیمنٹ کے ایکٹ کے خلاف ہو ملک کی کسی عدالت پر واجب التعمیل نہیں ہوسکتا؛ لیکن اگر قانون کی نظر میں پارلیمنٹ اعلیٰ ترین واضع قوانین ہے، تو نیابتی حکومت (representative government) کا اقتضا یہ ہے کہ واضعان قانون کی جماعت، سیاسی بادشاہ یعنے جماعت انتخاب کنندگان، یا قوم کی نمایندگی کرے یا اسکی مرضی کے مطابق چلے۔ تمام امور پر نظر ڈالکر قیاس غالب یہ چاہتا ہے کہ جماعت واضع قانون کے مختلف اجزا کا طرز عمل ایسے قواعد سے قرار پانا چاہئے جنکا مقصد یہ ہو کہ قانونی بادشاہت کی کارروائیاں، اور سیاسی بادشاہت کی خواہشات، باہم مطابق رہیں۔ اگر انگلستان کا صحیح فرمانروا یا سیاسی حکمراں قدیم زمانہ کی طرح بادشاہ ہوتا، تو بادشاہ کی مرضی کے مطابق وضع قوانین کے دو ہی طریقے ہو سکتے تھے، یا تو بادشاہ خود شاہی اعلانات یا فرامین کے ذریعہ سے قوانین وضع کرتا، یا کسی دوسری جماعت مثلاً کونسل آف اسٹیٹ یا پارلیمنٹ کو اسوقت تک کیلئے اجازت دیتا جب تک کہ جماعت مذکور بادشاہ کی مرضی کے مطابق عمل کرتی رہتی۔ پہلی صورت کے اختیار کرنے میں دستوری مفروضات (مفروضات) کی نہ ضرورت تھی اور نہ گنجایش؛ دوسری صورت کے اختیار کرنے میں یہ امر لازم تھا کہ واضعان قانون کی کارروائیوں میں بعض قواعد کی پابندی یکجائی جس سے اس کا یقین ہوسکتا کہ واضعان قوانین کی کارروائیاں بادشاہ کی مرضی کے خلاف نہ ہونگی حقیقت میں 'انگلستان' کی فرمانروائی انتخاب کنندگان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ایک ایسی جماعت ہے جو خود قانون وضع نہیں کرتی اور نہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے کرسکتی ہے، اسلئے اس نے تاریخی اسباب کی بنا پر، ایک ایسی جماعت پیدا کردی ہے جو اصولاً اعلیٰ ترین جماعت واضع قانون متصور ہوتی ہے۔ اس حالت کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ اس واضع قانون جماعت کی کارروائیاں، جو (بر بنائے اصول مفروضہ) کسی قانون کی پابند نہیں ہوسکتی ہیں ایسے مفروضات (مفروضات) کی پابند کردی جائیں جن کا مقصد یہ ہو کہ پارلیمنٹ اور قوم کی مرضی میں اختلاف نہ واقع ہونے

426

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

پائے؛ اور یہ مقصد فی الحقیقت حاصل ہوگیا ہے۔ اسوقت دستوری مفروضات (مفروضات) مراسم پر مبنی ہیں، (خواہ انکی تاریخی ابتدا کسی طرح ہوی ہو) اور اسوقت تک اسی غرض سے قائم رکھے گئے ہیں کہ انکے ذریعہ سے دارالعوام کی برتری قایم رہے، اور چونکہ دارالعوام قوم کا منتخب کردہ ہوتا ہے اسلئے یوں کہنا چاہئے کہ قوم کی برتری برقرار رکھی جائے۔ ہمارا زمانہ حال کا دستوری اخلاق کا مجموعہ اگرچہ پیچیدہ طریقہ سے ہو اس حالت کو برقرار رکھتا ہے جو دوسرے ممالک میں عامہ خلایق کی بادشاہی کے نام سے موسوم کیجاتی ہے۔

اگر اس مجموعہ کے دو ایک اہم امور پر غور کیا جائیگا تو جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسکی صداقت ظاہر ہو جائے گی۔ اس قاعدہ کے، کہ بادشاہ کے اختیارات کا استعمال ایسے وزرا کے ذریعہ سے ہونا چاہئے جو پارلیمنٹ کے کسی نہ کسی ایوان کے رکن ہوں، اور جن پر دارالعوام کو بھروسا ہو یہ معنی ہیں کہ مجالس واضعان قانون کا وہ حصہ جو انتخاب کے ذریعہ سے منتخب ہوتا ہے فی الحقیقت، گو بواسطہ ہو، انتظامی حکومت (کے عہدہ داروں) کو مقرر کرتا ہے، اور نیز یہ کہ بادشاہ یا وزرا پر لازم ہے کہ وہ بالآخر دارالعوام کی خواہشات کی پابندی کریں، یا کم از کم انکی خواہشات کی خلاف ورزی نہ ہونے دیں، اور چونکہ نمایندگی کا مقصد اسکے سوائے کچھ نہیں ہے کہ نمایندہ جماعت، یا دارالعوام کی خواہشات قوم کی خواہشات کے مطابق ہوں؛ اس سے یہ نتیجہ خود بخود نکلتا ہے کہ جس قاعدہ کی رو سے ارباب حکومت کا تقرر خاص طور سے دارالعوام کے ذریعہ سے ہوتا ہے وہ فی الحقیقت ایسا قاعدہ ہے جس سے انتظامی حکومت کے ارکان کا انتخاب اور انکی نگرانی قوم کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ یہی حال اس مفروضہ یا رسم کا ہے جسکی رو 427
سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ ہر اہم سیاسی نزاع میں دارالامرا کو دارالعوام کی خواہشات سے کسی نہ کسی طرح دب کر عمل کرنا چاہئے، کیونکہ دارالعوام قوم کی قطعی رائے کا آئینہ ہے۔ اسی طرح اس رسم کی کیفیت ہے جو حال ہی میں جاری ہوی ہے، مگر جو زمانہ حال کے سیاسی اخلاق کی وہ اہم دفعہ ہے جسکی رو سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسی حالتیں کہ امرا قطعی طور سے دارالعوام کے فیصلہ کے ساتھ اتفاق کرنے سے انکار کردیں، بادشاہ سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ امرا کے اختلاف کو رفع کرنے کی غرض سے جدید امرا کی ایک جماعت مہیا کریگا[1] اس کے متعلق یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اس موقع کا تعین کسطرح کیا جائے گا جہاں پارلیمنٹ کے ہر دو ایوانات کے اختلاف کی صورت میں طبقہ امرا کو دب جانا چاہیئے، یا بادشاہ کو اپنے مرافق کام میں لاکر امرا کی ایک جدید جماعت پیدا کرنی چاہیئے؟ یہ سوال یقیناً معرض بحث میں آنے کے قابل ہے، کیونکہ اسکے حل سے ہمارے مجموعہ مفروضات (مفروضات) کی نوعیت اور مقاصد پر بڑی روشنی پڑتی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ وہ موقع جس میں امرا کو دب جانے یا بادشاہ کو دست اندازی کی ضرورت ہوتی ہے صحیح طور سے اسوقت پیش آتا ہے جب کسی امر سے قطعی طور سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ معاملہ زیر بحث میں دارالعوام قوم کے قطعی فیصلہ کی نمایندگی کر رہا ہے۔ اس جواب کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا، لیکن یہ تسلیم کرنا کہ انتخاب کنندگان کی سوچی اور سمجھی ہوی رائے قطعی طور سے فیصل کن ہے فی الحقیقت اس امر کو مان لینا ہے کہ دارالامرا اور بادشاہ کی کارروائی کے متعلق جو مفروضات (مفروضات) 428
ہیں، وہ جیسا کہ ہم کو معلوم ہوچکا ہے، ایسے قواعد ہیں جن کے ذریعہ سے حقیقی سیاسی بادشاہ، یا دوسرے الفاظ میں، انتخاب کنندہ جماعت کو بالآخر قطعی برتری حاصل ہوجاتی ہے[2]

پارلیمنٹ کی برخاست کے متعلق قواعد۔

تمام دستوری مفروضات (مفروضات) کے حقیقی معنوں کی بہترین مثال وہ خاص حالت ہے جو سرسری نظر سے دستوری اخلاق کے عام اصول کی ایک نمایاں مستثنیٰ صورت نظر آتی ہے جو وزارت دارالعوام کے آرا کی بنا پر

[1] مسٹر ہیرن، اس قاعدہ یا مفروضہ کے وجود کے تسلیم کرنے سے منکر ہیں جسکے لئے میرے خیال میں کافی وجہ موجود نہیں۔ دیکھو ہیرن کی کتاب حکومت انگلستان (طبع دوم) صفحہ ۱۷۸۔

[2] مقابلہ کرو بیگیٹ کی کتاب انگلستان کے دستور صفحات ۲۵-۲۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

قلت (Minority) میں ہو جائے اسے مسلمہ اصول کی بنا پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ پارلیمنٹ کی برخاست کی استدعا کرے۔ برخلاف اس کے بعض حالات ایسے ہیں جنکے باہم ملکر پیش آنے کی صورت میں بادشاہ کو یہ حق ہو جاتا ہے کہ وہ ایسی وزارت کو موقوف کردے جسکے ہاتھ میں پارلیمنٹ کی کثرت (Majority) ہو، اور اس پارلیمنٹ کو برخاست کردے جو اس وزارت کی تائید کرتی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ برخاست کے مرافق، دستوری طور سے، جماعت نمایندگان، یا جیسا کہ عام طور سے کہا جاتا ہے، 'پارلیمنٹ کے دارالعوام' کی مرضی کے علی الرغم کام میں لائے جاسکتے ہیں۔ یہ قول بادی النظری طور سے اس کہنے کے مساوی معلوم ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں مرافق کا استعمال اسطور سے کیا جاسکتا ہے کہ قوم کی خواہشات کا مطلق لحاظ نہ کیا جائے، لیکن فی الحقیقت معاملہ بالکل اسکے برعکس ہے۔ بادشاہ کے اختیارات تمیزی بعض اوقات موجودہ دارالعوام کے اقتدارات کے سلب کی غرض سے کام میں لائے جاسکتے ہیں، اور دستوری نظائر سے اسکی تائید ہوتی ہے کہ انکا کام میں لایا جانا ضرور ہے۔ ازروئے دستور، دارالعوام کے اختیارات کے سلب کرلئے جانے، اور خود اسکے وجود کو قایم نہ رہنے دینے کی وجہ یہ ہے کہ ایسے مواقع پیش آئے ہیں جنمیں یہ فرض کرنے کی کافی وجہ موجود تھی کہ دارالعوام کی رائے انتخاب کنندگان کی رائے نہ تھی۔ برخاست فی الحقیقت ایک مرافعہ ہے 429
جو قانونی فرمانروا، (کے احکام یا کارروائی) کا سیاسی فرمانروا سے کیا جاتا ہے؛ پس ایسی حالتیں کہ واضعان قانون کی رائے فی الحقیقت قوم کی خواہشات کے خلاف ہو، یا بطریق معقول ایسے سمجھنے کے وجوہ موجود ہوں، اس وقت پارلیمنٹ کا برخاست کردیا جانا نہ صرف جایز بلکہ ضروری ہو جاتا ہے۔

سنہ ۱۷۸۴ء اور سنہ ۱۸۳۴ء کی برخاستیں۔

یہ اصول سنہ ۱۷۸۴ء اور سنہ ۱۸۳۴ء کی مشہور نزاعوں سے قایم ہوا۔ ان دونوں موقعوں پر بادشاہ نے ایک ایسی وزارت کو موقوف کردیا، جس پر دارالعوام کو اعتماد تھا، اور بذریعہ برخاست کے ملک سے مرافعہ کیا۔ سنہ ۱۷۸۴ء میں ایسے مرافعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ پٹ، اور اسکے شرکا کی تائید کی گئی جنکا تقرر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہاردہم

بادشاہ نے دارالعوام کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔ ۱۸۳۴ء کے مرافعہ کا نتیجہ بھی اسی طرح قطعی تھا، مگر وہ 'پیل' اور 'ولنگٹن' کے خلاف تھا۔ انھیں بھی بادشاہ نے دارالعوام کی مرضی کے خلاف مقرر کیا تھا۔ اسمیں جو امر قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں نزاعوں میں دراصل یہ اصول تسلیم کرلیا گیا کہ سیاسی فرمانروا یعنی قوم کا حکم ہی وہ حکم ہے جو بالآخر کسی کابینہ کو برسرعہدہ رہنے کے حق، یا (حسب اصطلاح سیاسیات) اقتدار کا تصفیہ کرتا ہے۔

اس امر پر بہت سی تقریریں اور تحریریں ہوچکی ہیں کہ آیا ۱۸۳۴ء اور ۱۸۴۱ء میں پارلیمنٹ کا برخاست کردیا جانا دستوری لحاظ سے صحیح تھا یا نہیں[1]۔ یہ بحث ایک حد تک محض لفظی بحث ہے اور اسکا انحصار لفظ 'دستوری' کے معنوں پر ہے۔ اگر 'دستوری' کے معنی 'قانونی' کے لئے جائیں تو کسی شخص کو اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ 'جارج سوم' اور اسکا فرزند بغیر خلاف ورزی قانون کے پارلیمنٹ کی برخاست کے مجاز تھے۔ برخلاف اسکے اگر اسکے معنی 'معمول' کے لئے جائیں تو کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ متذکرہ بالا دونوں بادشاہوں نے ایک ایسی وزارت کے برخاست کردینے میں جسپر بغلبہ آرا دارالعوام کو اعتماد تھا ایک غیرمعمولی طریقہ اختیار کیا۔ اور اگر 'دستوری' سے مراد 'دستور کے اہم اصول کے مطابق' کے لئے جائیں تو ہم بلا تامل یہ کہہ سکتے ہیں کہ 'جارج سوم' کا عمل دستوری تھا یعنی دستور کے موجودہ مفہوم کے اصول کے مطابق تھا؛ وہ باور کرتا تھا کہ دارالعوام کا جو طرز عمل ہے اسے قوم پسند نہیں کرتی، اور اسکا ایسا باور کرنا صحیح تھا۔ زمانہ حال کا کوئی ماہر دستور اسمیں شبہ نہیں کرسکتا کہ دارالعوام کے اختیارات کی بنیاد یہ ہے کہ وہ قوم کی خواہشات کی نمایندگی کرتا ہے اور برخاست کا اصلی منشا یہی دریافت کرنا ہے کہ پارلیمنٹ کی خواہشات قوم کی خواہشات

430

[1] دیکھو ضمیمہ نوٹ نشان (۱)، غیر دستوری قانون کے معنی کے متعلق۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں یا نہیں۔ پس 'جارج سوم' کا اس برخاست کے مرافق سے کام لینا ٹھیک اسی مقصد کے لئے تھا جس کے واسطے وہ موضوع ہوا تھا؛ اور زمانہ موجودہ کے دستوری اصول کے لحاظ سے اسکا عمل جہانتک کہ اسکا تعلق برخاست سے تھا، قطعی طور سے دستوری تھا۔ البتہ یہ مشتبہ ہے کہ بادشاہ نے جو کچھ ۱۷۸۴ء میں کیا وہ اس زمانہ کے مسلمہ اصول میں ایک جدت تھی یا نہیں، اگرچہ وہ جدت یقیناً مفید اور کارآمد تھی۔ جو شخص ان مسائل پر غور کرے گا جو 'جان ولکس' کی طرف منسوب ہیں، یا ان نزاعات پر جو 'انگلستان' اور 'امریکہ' کی نوآبادیوں میں جاری تھیں، اس کو معلوم ہوجائے گا کہ 'جارج سوم' اور اسکے وزرا کے کثیر حصے نے ۱۷۸۴ء تک پارلیمنٹ کی بادشاہی کا نظریہ قایم رکھا، جس نے پارلیمنٹ کو فی الحقیقت شاہی قوت بنا دیا۔ 'فاکس' تمام عمر، جوانی میں بحیثیت قدامت پسند کے، اور بعدہٗ بحیثیت جدت پسند کے، اسی اصول کا پابند رہا۔ 'چیتھم' اور اسکے فرزند کی بڑی عظمت اسی سے قایم ہوتی ہے کہ انھوں نے یہ محسوس کرلیا کہ بادشاہت، اور انقلابی زمانہ کے خاندانوں، اور خود پارلیمنٹ کے پیچھے ایک ایسی قوت موجود تھی، جسے 'چیتھم' 'عظیم الشان پبلک' کے نام سے موسوم کرتا 431
ہے، اور جسے ہمیں قوم کہنا چاہئے، اور نیز یہ کہ قوم ہی کی مرضی پر پارلیمنٹ کی تمام قوت اور اقتدار کا انحصار ہے۔ ۱۷۸۴ء میں 'جارج سوم' نے ضروریات وقت پر لحاظ کرکے 'چیتھم' اور 'پٹ' کی رائے اختیار کی؛ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس نے پارلیمنٹ کی بادشاہت کا مرافعہ، جس کا وہ ہمیشہ سخت طرفدار رہا تھا، عامہ خلایق کی بادشاہت کے سامنے پیش کیا، جسے وہ ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ یہ بحث کہ اس مرافعہ کو دستوری کہنا چاہئے یا انقلابی اسوقت بیکار ہے، اس مرافعہ نے قطعی طور سے ہمارے موجودہ دستور کے اس اہم اصول کی توثیق کردی کہ سیاسی نقطہ نظر سے سلطنت کی اعلیٰ ترین قوت قوم ہے نہ کہ پارلیمنٹ۔ اسی لحاظ سے 'برک' نے جو تمام عمر عمومی جدتوں کے خلاف رہا، اس برخاست کی سخت مخالفت کی جو 'تعزیری' برخاست کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہاردہم

نام سے موسوم کیجاتی ہے۔ فاکس بھی اسکا مخالف تھا اگرچہ اسکی مختلف آرا
میں تطابق نہ پایا جاتا تھا، کیونکہ اس نے اپنے سیاسی اعتقاد میں پارلیمنٹ
کی قطعی پادشاہت کے ساتھ عامہ خلایق کی پادشاہت کے مخالف اصول
کو مخلوط کر دیا تھا۔

ولیم چہارم کے طرز عمل کی نسبت قطعی طور سے کچھ کہنا مشکل ہے۔
۱۸۳۴ء کی برخاست، دستوری نقطہ نظر سے، یقیناً ایک غلطی تھی؛ اگر وہ
کسی طور سے صحیح سمجھی جاسکتی ہے تو اسی بنا پر کہ بادشاہ کو یہ یقین تھا کہ
دارالعوام قوم کی مرضی کی نمایندگی نہیں کر رہا ہے۔ یہ یقین غلط ثابت ہوا،
لیکن جو غلبہ آر اپیل، کو حاصل ہوا، اور جس عجلت کے ساتھ جدت پسند طبقہ
کے اثرات میں تنزل پیدا ہوگیا، اس نے ثابت کر دیا کہ اگرچہ بادشاہ
نے جو اندازہ عام رائے کی نسبت قایم کیا تھا وہ غلط تھا، مگر یہ باور
کرنے کے معقول وجوہ موجود تھے کہ پارلیمنٹ قوم کی عام رائے کی نمایندہ
باقی نہ رہی تھی۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ ایسی حالتیں کہ فی الحقیقت 432
دارالعوام اپنے انتخاب کنندگان کا نمایندہ نہ رہا تھا، بادشاہ کا پارلیمنٹ
کے متعلق انتخاب کنندگان سے مرافعہ کرنا دستوری لحاظ سے درست تھا،
تو یہ کہنا سخت مشکل ہوجائیگا کہ پارلیمنٹ کی برخاست محض اس بنا پر
غیر دستوری (خلاف قاعدہ) تھی کہ جب انتخاب کنندگان سے مرافعہ
کیا گیا تو انھوں نے اپنے نمایندوں کی رائے کی تائید کی۔ یہ امر مان لو کہ
انتخاب کنندگان سلطنت کے سیاسی پادشاہ ہیں، اور جس وقت یہ باور
کرنے کے واجبی اور معقول وجوہ موجود ہوں کہ انکے نمایندے پارلیمنٹ
میں انکی خواہشات کی نمایندگی نہیں کرتے ہیں تو اسکا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ
پارلیمنٹ کی برخاست کے ذریعہ سے ان سے مرافعہ کرنا دستور کے مطابق
ہے؛ اسلئے ۱۸۳۴ء کی برخاست کے دستور کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کا
دار و مدار اس غیر مفصلہ واقعاتی سوال پر رہجاتا ہے کہ آیا بادشاہ اور اسکے
مشیروں کے پاس ایسے معقول وجوہ موجود تھے جنکی بنا پر وہ یہ فرض کرسکتے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

تھے کہ اصلاح شدہ دارالعوام پر قوم کو اعتماد نہیں رہا ہے۔ اس سوال کا جواب خواہ مورخ کچھ دیں، مگر ۱۸۸۴ء اور ۱۹۳۴ء کے نظایر قطعی ہیں، اور اُن سے اس اصول کا تعین ہوجاتا ہے جسکے مطابق برخاست کا مرافق کام میں لایا جاسکتا ہے اور نیز یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں پارلیمنٹ کی برخاست کے قواعد کا مقصد دستور کے دوسرے مفروضات (مفروضات) کی طرح یہ ہے کہ انتخاب کنندگان کی بحیثیت صحیح سیاسی بادشاہ ہونے کے انتہائی برتری برقرار رہے؛ مختصر یہ ہے کہ دستوری اصول کا جواز عامہ خلایق کی بادشاہت کے اہم اصول کے ماتحت اور اسکے تابع ہے۔

برخاست کے حق کا تعلق پارلیمنٹ کے 433 خلاف اقتدار کے ساتھ

پارلیمنٹ کی بادشاہت کے وجود سے برخاست کی ضرورت کا قریبی تعلق ہے۔ امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں، جہاں واضعان قانون کی مجالس کو شاہی اقتدارات حاصل نہیں ہیں، حق برخاست کی ضرورت واقع نہیں ہوتی، کیونکہ دستور میں ایسے احکام موجود ہیں جن کی رو سے کوئی اہم تبدیلی عامہ خلایق کی مشورت کے بغیر نہیں ہوسکتی، اور مجلس واضع قانون کی حیثیت میں جو کلی یا جزئی تبدیلی جدید انتخابات کے ذریعہ سے اوقات مقررہ پر ہوتی رہتی ہے وہ اس بات کی ضامن ہوتی ہے کہ بالآخر مجلس واضع قانون کی رائے عامہ خلایق کے احساسات کے مطابق رہے گی۔ البتہ ایسے مقامات میں جہاں پارلیمنٹ اعلیٰ ترین قوت ہے اس قسم کے تطابق پیدا کرنے کے لئے کسی مزید ضمانت کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ ضمانت برخاست کا حق عطا کئے جانے سے مہیا ہوتی ہے جسکے ذریعہ سے بادشاہ یا وزارت کو یہ اختیار حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ مجلس واضع قانون کا مرافعہ قوم سے کرے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ ضمانت کامل ضمانت نہیں ہے، کیونکہ یہ امر ممکن ہے کہ بادشاہ، کابینہ اور پارلیمنٹ ایسی جدید دستوری تبدیلیاں کرنا پسند کرے جو انتخاب کنندگان کی مرضی کے مطابق نہ ہوں۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ انگلستان میں سپٹینیل (Septennial) ایکٹ، اور آیرلینڈ کی پارلیمنٹ کا اتحادی ایکٹ بہ مثل منظور ہوسکتا تھا اگر اس قانونی انقلاب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل چہاردہم

کے قبل لازمی طور سے انتخاب کنندگان کی رائے لیجاتی، یا انسے مرافعہ کیا جاتا۔ اس موقع پر، دوسرے مواقع کی طرح، 'امریکہ کی دستوریت' بمقابلہ 'انگلستان' کی دستوریت کے زیادہ تر سخت ثابت ہوتی ہے باوجود اسکے موجودہ سیاسی زندگی میں حق برخاست کے متعلق جو مفروضات (مفروضات) ہمارے یہاں پائے جاتے ہیں انسے مجلس وضع قانون کی کارروائیوں اور عامہ خلایق کی رائے میں تطابق اور ہمدردی پیدا کرنے کے تقریباً وہی تمام مقاصد حاصل ہوجاتے ہیں جو ان قیود سے حاصل ہوتے ہیں جو 'امریکہ' کے دستور کی رو سے مجلس وضع قانون کے اختیارات پر قایم کیئے گئے ہیں۔ اس موقع پر بھی، دوسرے مواقع کیطرح، وہ اصول جو 'امریکہ' کے مختلف دستوروں اور خود وفاقی دستور میں بصراحت بیان ہوے ہیں 'انگلستان' کے سیاسی
434 اداروں کی عمل آوری میں معنوی طور سے مضمر نظر آتے ہیں۔ برخاست کا حق فی الحقیقت عامہ خلایق سے مرافعہ کرنے کا حق ہے اور اسطور سے ان تمام دستوری مفروضات (مفروضات) میں دایر وسایر ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے قانونی اور سیاسی شاہی اختیارات میں تطابق پیدا کیا جائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

فصل پانزدہم

435

وہ قوت جس سے دستور کے مفروضات (مفروضات) کی تعمیل کرائی جاتی ہے

مسئلہ حل طلب

وہ کونسی قوت ہے جو بالآخر دستوری مفروضات (مفروضات) کی تعمیل کا باعث ہوتی ہے؟

دستوری قانون پڑھنے کے بعد خیالی سوالات میں سے جو سوال سب سے زیادہ پریشان کن ہے وہ یہی ہے۔ اس موقع پر "دیر آید درست آید" کا یہ مقولہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ اکثر صورتوں میں لوگوں کو ایک مشکل کے وجود سے آگاہ کرنا، اسکی توضیح کے ذہن نشین کرنے سے بدرجہا زیادہ دشوار ہوتا ہے، اس لئے پہلے ہم کو اس معمے کی نوعیت پورے طور سے سمجھ لینی چاہئے جسکے وجود سے بھی اکثر طلبہ پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔

یہ مسلم ہے کہ دستوری مفروضات (مفروضات) قانون نہیں ہیں، یعنی وہ ایسے قواعد نہیں ہیں جنکی تعمیل عدالتوں سے کرائی جاسکے۔ اگر کوئی وزیر دارالعوام کی ناپسندیدگی اور عدم اعتبار کی رائے کے اظہار کے بعد بھی اپنے عہدہ پر قایم رہے، اور (جیسا کہ لارڈ پامرسٹن نے ایسی حالت میں کیا) پارلیمنٹ کو برخاست کردے یا زیادہ تر صحیح الفاظ میں، بادشاہ سے برخاست کرادے،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم
436

اور جدید منتخب شدہ پارلیمنٹ سے پھر ناپسند اور غیر قابل اعتبار قرار دیا جائے (جو لارڈ پامرسٹن کے متعلق نہیں ہوا) اور باوجود ان تمام کارروائیوں کے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھے، تو کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ ایسے وزیر نے دستور کی خلاف ورزی کی، لیکن باوجود اسکے کوئی قانونی عدالت اسکی مجاز نہیں ہے کہ اسکے اس طرز عمل کے متعلق کوئی کارروائی کرسکے۔ فرض کرو کہ قانون کا ایک اہم مسودہ پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان سے منظور ہوکر بادشاہ کے سامنے پیش ہو، اور بادشاہ اس تجویز کی منظوری نہ دے، یا (حسب محاورہ عام) اپنا حق تنسیخ (Veto) استعمال کرے۔ یہ یقیناً رسم ورواج اور عملدرآمد کی سخت خلاف ورزی ہے لیکن انگلستان کے قانون میں کوئی ایسا قاعدہ موجود نہیں ہے جسکی بنا پر یہ کارروائی عجوں کے سامنے لائی جاسکے۔ دوسری مثال لو اور فرض کرو کہ پارلیمنٹ بغرض کارروائی ایک سال تک طلب اور منعقد نہ کی جائے، یہ عمل یقیناً بحد خلاف دستور متصور ہوگا، لیکن باوجود اسکے ملک بھر میں کوئی عدالت ایسی نہیں ہے جسکے سامنے کوئی شخص پارلیمنٹ کے عدم انعقاد کی شکایت لیکر جاسکے۔[1] یہ سب کچھ ہے، مگر پھر بھی دستور کے مفروضات (مفروضات) کے متعلق، اگرچہ وہ قانون نہیں ہیں، متواتر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ تقریباً قوانین کی طرح قابل پابندی ہیں، اور انکی فی الحقیقت، یا بظاہر ایسی ہی وقعت کی جاتی ہے جیسے اکثر وضعان قانون کے ایکٹوں کی کی جاتی ہے، بلکہ اکثر ایکٹوں سے بھی زیادہ۔ اب جو معمّا قابل حل ہے وہ یہ ہے کہ وہ کونسی طاقت ہے جو عادتاً ایسے قواعد کی تعمیل کراتی ہے جنکی پشت پر عدالت کی تعملی قوت موجود نہیں ہے۔

جزئی جواب کہ دستوری مفروضات (مفروضات) کی اکثر خلاف ورزی کیجاتی ہے۔

اس مسئلہ کے حل میں جو دقت پیش آرہی ہے، وہ اس بیان سے

[1] دیکھو (۱۴) ایڈورڈ ۳، سوم فصل ۱۴، (۱۶) چارلس دوم فصل ۱، اور (۱) ولیم ومیری دفعہ ۲ فصل ۲۔ مقابلہ کرو (۱۶) چارلس اول فصل ۱ سے جو منسوخ شدہ ہے، اسکے ذریعہ سے پارلیمنٹ کا انعقاد ایک قانونی معاملہ ہوگیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

اگرچہ کلاً رفع نہیں ہوتی البتہ منتقل اور خفیف ضرور ہو جاتی ہے کہ دستوری مفروضات (مفروضات) کی مسلسل تعمیل خود کم و بیش مفروضہ امر ہے۔ مجموعہ مفروضات (مفروضات) کی خاص خاص دفعات کی فی الحقیقت اکثر خلاف ورزی کیجاتی ہے بعض اوقات ایک وزیر ایسی حالتیں اپنے عہدے سے دست برداری سے انکار کر دیتا ہے جبکہ اسکے مخالفین کے بیان کے مطابق اسے بیباکی دستور اپنی خدمت سے علیحدہ ہو جانا چاہئے تھا۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اس زمانہ کی مخالف جماعت نے یہ بحث کی کہ وزارت نے ایک ایسے قاعدہ کی خلاف ورزی کی ہے جو قانون حقوق (Bill of Rights) میں موجود ہے، اگرچہ اسکی بحث قطعی طور سے قابل قبول نہ تھی تاہم اسمیں بڑی حد تک معقولیت پائیجاتی تھی، ۱۸۷۸ء میں دارالعوام، نہ صرف دلائل بلکہ متواتر اظہار رائے کے ذریعہ سے یہ کہتا رہا کہ 'پٹ' نے دیدہ و دانستہ ایک سے زیادہ دستوری اصول کی خلاف ورزی کی ہے، اور ۱۸۲۴ء کی جدت پسند جماعت نے اسی قسم کے الزامات 'ولنگٹن' اور 'پیل' پر لگائے۔ اسمیں بھی شک نہیں کہ اگر 'ہنسرڈ' (Hansard) کی ورق گردانی کیجائے تو اسمیں اور بھی ایسی مثالیں ملیں گی جن میں ایک عرصہ کے قایم شدہ اور مشہور و معروف دستوری اصول توڑ دیئے گئے ہیں۔ دستوری مفروضات (مفروضات) کی جو مشتبہ وقعت کیجاتی ہے اس کا اظہار اس زمانہ کے طرز تقریر سے ہوتا ہے، جسکی بنا پر ہر دستوری قاعدہ کی کامیابی کے ساتھ خلاف ورزی اس امر کا ثبوت قرار دیجاتی ہے کہ قاعدہ مذکور فی الحقیقت دستور کا کوئی جز ہی نہ تھا۔ اگر وہ عملدرآمد یا اصول جسکی خلاف ورزی کیجاتی ہے اسی بنا پر دستوری اخلاق کے دایرہ سے خارج متصور ہونے لگے تو اسکا فطری نتیجہ یہ ہے کہ کسی صحیح دستوری قاعدہ کی کبھی کوئی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی۔

437

اگرچہ وہ مفروضہ اتباع، جو سیلک زندگی کے متفرق مفروضات (مفروضات) یا اصول کا کیا جاتا ہے، ایک حد تک خود فرضی ہے، لیکن یہ

لیکن قوم کی مرضی کے اتباع کا اصول ہمیشہ چلتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

بیان کہ ان مفروضات (مفروضات) کو تقریباً قانون ہی کی سی وقعت حاصل ہے بے معنی نہیں ہے۔ دستور کے بعض مفروضات (مفروضات) کی بجد سختی کے ساتھ پابندی کیجاتی ہے، مثلاً پارلیمنٹ کا انعقاد، سالانہ اس تواتر اور تسلسل کے ساتھ واقع ہوتا رہتا ہے کہ وہ ایک فطری قانون معلوم ہوتا ہے؛ اس سے زیادہ تر اہم یہ امر ہے کہ اگرچہ بعض مفروضات (مفروضات) کا وجوب غیر متعین حالتیں ہے، تاہم بادشاہ یا اس کا کوئی ملازم اس عظیم الشان اصول کے اتباع سے انکار نہیں کرسکتا کہ حکومت کا دارالعوام یعنی قوم کی اس مرضی کے مطابق چلنا لازم ہے جسکا اظہار اسی ایوان کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اور یہی اصول جیسا کہ ہمکو معلوم ہوچکا ہے دستور کے تمام مفروضات (مفروضات) کی بنیاد ہے۔

438

یہ اصول یقیناً قانون نہیں ہے، اور وہ کسی قانون میں نہیں ملتا، نہ وہ عمومی قانون کا کوئی مقولہ ہے، اور نہ اسکی تعمیل کوئی معمولی قانونی جماعت کرا سکتی ہے۔ پھر اس اصول اور اسکے بعض قریبی مفروضات (مفروضات) کو قانونی وقعت حاصل ہونیکی کیا وجہ ہے؟ جب معاملہ صاف اور مختصر ہو کر اسطرح پیش نظر ہوتا ہے اسوقت وہ ایک سہل سا نظر آتا ہے جو اسوقت زیر بحث ہے۔ اسکے حل کی بجد ضرورت ہے۔ اکثر مستند مصنف اس حل طلب مشکل کی پورے طور سے نوعیت سمجھنے سے عاجز رہتے ہیں؛ اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ دستور پر قانونی پہلو سے نظر نہیں ڈالتے، وہ لوگ یا تو اس سے سرسری طور سے گزر جاتے ہیں، یا ان دو جوابوں میں سے کسی ایک جواب کو قبول کر لیتے ہیں جنمیں صداقت کا ایک جز ضرور موجود ہے، لیکن ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی ان خطرات اور شبہات کو پورے طور سے رفع نہیں کرسکتا جو ان سے دریافت کرنے والے کو پیش آتے ہیں جو محض الفاظ سے مطمئن ہوجانے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔

غیر کافی جوابات اور مواضعہ۔

جو جواب اصولی طور سے نہیں، بلکہ سرسری طور سے چند الفاظ میں دیدیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

جاتا ہے وہ یہ ہے کہ دستوری مفترضات (یا مفروضات) کی تعمیل مواخذہ (Impeachment) کے خوف سے ہوتی ہے۔

اگر یہ رائے صحیح ہوتی تو یہ مفترضات (مفروضات) مفترضات (مفروضات) کے نام سے نہ موسوم کئے جاتے، بلکہ اپنے صحیح معنوں میں قانون کہلاتے؛ اور انکی صرف ایک خصوصیت یہ قرار پاتی کہ قانون ہونے کی 439
حیثیت سے انکی خلاف ورزی کی سزا صرف ایک غیر معمولی عدالت یعنی پارلیمنٹ کی ہائی کورٹ صادر کرسکتی ہے۔ یہ امر ایک بڑی حد تک قابل تسلیم اور اہم ہے کہ دستور کے اتباع کی عادت ابتداً پارلیمنٹ سے مواخذہ کے خوف یعنی 'امپیچ منٹ' سے پیدا اور موثق ہوئی، لیکن یہ باور کرنا مشکل ہے کہ زمانہ حال کے مدبرین سلطنت کے طرز عمل پر قید اور قتل کے خوف کا کوئی قابل احساس اثر ہوتا ہے۔ دستور کی خلاف ورزی کے متعلق ڈیڑھ صدی سے کوئی دریافت پارلیمنٹ میں نہیں ہوئی ہے، ہم اپنے موجودہ مقاصد کے لحاظ سے ان کارروائیوں کو نظر انداز کئے دیتے ہیں جو لارڈ 'میکلسفیلڈ' 'وارن ہیسٹنگ' اور لارڈ 'ملول' کے مقابلہ میں ہوئیں۔ یہ مفروضہ عمل کہ زمانہ حال کے وزیر پر لازم ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں اپنے طرفداروں کی تعداد بیحد کم ہوجانے کی صورت میں مستعفی ہوجائے ایک عرصہ سے بالکل منسوخ ہے۔ وہ بازو جس سے ایک زمانہ میں وہ حملے دور کئے جاتے تھے جو آزادی پر ہوتے تھے، ایک عرصہ تک بیکار رہنے سے خشک ہوکر دستور کی قدیم اشیا کی نمائش گاہ میں رکھ دیا گیا ہے، اور جہاں تک خیال کیا جاتا ہے اسے پھر اپنے غلاف آہنین سے باہر نکلنے کی ضرورت نہ واقع ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ دستوری اخلاق کی تعمیل کرانے میں پارلیمنٹ کی دریافت کے خوف کو وجہ قرار دینے میں ہمیشہ ایک سخت دشواری کا سامنا رہا ہے۔ 'امپیچ منٹ' کو کام میں لانے کا امکان، ایک اہم ترین سیاسی عملدرآمد کی خلاف ورزی کی طرف اگر ترغیب نہیں دیتا، تاہم اشارہ ضرور کرتا ہے؛ اور وہ یہ ہے کہ جس وزیر کو یہ خوف ہوگا کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

پارلیمنٹ اسپر الزام قایم کریگی وہ بادشاہ کو فطری طور سے یہ صلاح دیگا کہ پارلیمنٹ طلب نہ کی جائے کیونکہ پارلیمنٹ ہی ایسی عدالت ہے جو اسکے الزامات کی تحقیقات کی مجاز ہے۔ یہ کہنا کہ ایک وزیر ملزم قرار دیئے جانیکے خوف سے (اگر پارلیمنٹ منعقد ہو) پارلیمنٹ کے انعقاد کے متعلق مشورہ دینے پر مجبور ہوگا، بجائے خود بے معنی ہے۔ اگر دستور کی 440
خلاف ورزی میں صرف پارلیمنٹ سے سزا کا خوف ہوتا تو یقیناً اس زمانہ میں بھی کوئی دل چلا جماعت کا رہبر گزشتہ صدیوں کی طرح بعض اوقات پارلیمنٹ کے نہ طلب کئے جانے کے متعلق مشورہ دیتا۔

عام رائے کی قوت

جس سوال پر ہم اسوقت غور کر رہے ہیں اسکا دوسرا اور مروج جواب یہ ہے کہ دستور کے فرضی اصول کی پابندی عام رائے کی قوت کرائی ہے۔ اسمیں کلام نہیں کہ یہ جواب ایک لحاظ سے درست ہے۔ قوم یہ توقع کرتی ہے کہ پارلیمنٹ کے اجلاس سالانہ ہوتے رہیں گے اور ایسا وزیر جسپر دارالعوام کو اعتبار باقی نہ رہیگا اپنے عہدے سے دست کش ہو جائیگا، یہ توقعات ایسے ہیں جن کی خلاف ورزی کی کوئی وزیر جرات نہیں کرسکتا۔ اس لحاظ سے یہ بیان کہ سیاسی زندگی کی رفتار میں مسلمہ اصول کے جواز کی تائید عام رائے سے ہوتی ہے درست ہے۔ اسمیں جو نقص ہے وہ یہی ہے کہ اگر وہ بغیر کسی مزید توضیح کے تسلیم کرلیا جائے تو اسکے معنی تقریباً یہ ہونگے کہ جس مسئلہ کے حل کی کوشش کیجا رہی ہے اسی کا اعادہ کر دیا گیا ہے؛ کیونکہ وہ اصل سوال جسکا جواب مطلوب ہے یہ ہے کہ دستوری مفروضات (مفروضات) کی تعمیل کرانے میں، کم از کم بظاہر عام رائے کیوں کافی قوت متصور ہوتی ہے؟ اس سوال کا یہ جواب نہیں ہوسکتا کہ ان مفروضات (مفروضات) کی تعمیل عام رائے کراتی ہے۔ یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اکثر کارروائیاں جنکی تائید میں پورے طور سے عام رائے ہوتی ہے روزانہ اس رائے کے خلاف کیجاتی ہیں۔ عام رائے یہ چاہتی ہے کہ جو وعدے کئے جائیں انکا ایفا ہو، اور ارتکاب جرائم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

کو ناپسند کرتی ہے؛ مگر قوم کا یہ مسلمہ منشا کہ وعید دنکا ایفا ہونا چاہیئے سوداگروں
کو دیوالیہ ہو جانے سے نہیں روکتا ہے، اور نہ قاتل سے عام نفرت ارتکاب 441
قتل کی مانع ہوتی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ عام رائے ایک حد تک
بے اعتدالیوں اور جرایم کا انسداد کرتی ہے، مگر اس حالتمیں اسکے عمل کی تائید
قانون یا بالآخر اس مادی قوت سے ہوتی ہے جو سلطنت کے ہاتھ میں ہے۔
عام رائے کا محدود اثر، جبکہ اسکی تائید میں کوتوالی بھی ہو، بہ مشکل رائے
مذکور کے ان قوی اثرات کی توضیح کرسکتا ہے جو ان قواعد کی تعمیل کراتے
ہیں جنکی خلاف ورزی بغیر اس خوف کے کیجاسکتی ہے کہ ان کا مرتکب کسی
عدالت کے سامنے لایا جاسکیگا۔ یہ کہنا کہ دستور کے مفترضات (مفروضات)
کی تعمیل کرانے والی قوت صرف عامہ خلایق کی پسند ہے بالکل اسی کہنے کے
مساوی ہے کہ قانون بین الاقوام کے مفترضات (مفروضات) محض اخلاقی
قوت سے زندہ ہیں۔ بجز چند خیالی آدمیوں کے ہر شخص جانتا ہے کہ جو وقعت
بین الاقوامی اخلاق کی کیجاتی ہے وہ اخلاقی قوت پر نہیں بلکہ بڑی حد تک
مادی قوت پر مبنی ہے جس کا اظہار بری اور بحری فوجوں کی شکل میں ہوتا
ہے، اور اکثر صورتوں میں عام رائے کے احکام کی انھیں سے تائید ہوتی
ہے؛ کم از کم انگلستان میں اس شبہ کی پوری طرح گنجایش ہے کہ دستوری
مفترضات (مفروضات) کی تائید اور تعمیل میں عامہ رائے کے علاوہ کسی
دوسرے امر کو بھی دخل ہے۔

صحیح جواب۔ مفترضات (مفروضات) کی تعمیل قانون کی قوت کراتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دوسرا امر کیا ہے۔ میرا جواب
یہ ہے کہ وہ قانون کی قوت ہے۔ سیاسی اخلاقیات کے اصول ممکن ہے کہ
پارلیمنٹ میں دریافت کے خوف نے پیدا کیے ہوں، اور اسمیں شک نہیں کہ
عام رائے نے انکی قوت میں اضافہ کردیا ہے؛ لیکن وہ قوت جو جری سے
جری سیاسی جانباز کو دستور کے اہم اصول اور ان مفترضات (مفروضات)
کی پابندی پر مجبور کرتی ہے جنمیں ان اصول کا اظہار کیا گیا ہے، یہ ہے کہ 442
ان اہم اصول اور مفترضات (مفروضات) کی خلاف ورزی، بلا کسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل نمبر دہم

توقف کے، مرتکب کو عدالتوں اور قانون ملک کی بازپرس کا مستوجب کر دیتی ہے۔

جو بحث میں نے پیش کی ہے اسکا صحیح جواب یہی ہے اگرچہ یہ ایسا جواب ہے جسکے لئے تشریح اور تائید کی یقیناً ضرورت ہے۔

تشریح

اس بیان کے معنی اور اسکے وجوہ کو دستور کے مسلمہ اصول کی تائید ملک کے قانون سے ہوتی ہے اس امر پر غور کرنے سے بآسانی سمجھ میں آسکتے ہیں کہ اگر دستور کے چند مسلمہ اصول کی خلاف ورزی کیجائے تو انکا لازمی قانونی نتیجہ کیا ہوگا۔

پارلیمنٹ کا سالانہ اجلاس

کوئی قاعدہ اس سے زیادہ مسلم اور مضبوط نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کا سال بھر میں کم از کم ایکمرتبہ منعقد ہونا ضرور ہے۔ یہ اصول جیسا کہ قبل ازیں بتایا جا چکا ہے، عمومی قانون سے اخذ نہیں کیا گیا ہے اور نہ اسکی بنیاد کسی موضوعہ ایکٹ پر ہے، اب فرض کرو کہ ایکسال تک پارلیمنٹ کے اجلاس وقتاً فوقتاً ملتوی ہوتے رہے یہاں تک کہ دو سال تک پارلیمنٹ کا کوئی اجلاس ویسٹمنسٹر میں نہ منعقد ہوسکا۔ یہ دستوری عملدرآمد یا مفروضہ کی ایک صریح خلاف ورزی ہے، مگر اس سے قانون کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسکا کیا نتیجہ ہوگا؟ عام طور سے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ زمانہ حال کی جس وزارت نے اس خلاف ورزی کی منظوری دی یا اسکو جایز رکھا ہے، اسے اور ہر ایسے شخص کو جسے حکومت کے ساتھ کوئی تعلق ہے فوراً قانون ملک کے مقابلہ میں آنا پڑے گا۔

ادنیٰ غور سے معلوم ہوسکتا ہے اس سے ملک کی کیا حالت ہوگی، فوج کے سالانہ ایکٹ کی مدت ختم ہو جائے گی، اور اسطور سے فوج کا وہ ایکٹ جسپر فوجی نظم کا انحصار ہے غیر نافذ ٹھہریگا[1] اور وہ تمام ذرائع جن سے بلا خلاف ورزی قانون فوج کا انتظام ہوسکتا تھا مفقود ہو جائیں گے۔ اس صورت میں

443

[1] بلحاظ عام محاورہ کے جو صحیح نہیں ہے، ایکٹ بغاوت کا خاتمہ ہو جائیگا، دیکھو نوٹ صفحہ 305 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

یا تو فوج کو موقوف کر دینا پڑیگا، جس سے ملک میں امن و امان (قانون اور انتظام) کے ذرایع کا خاتمہ ہو جائیگا، یا فوج اور اسکے انتظام کو بغیر قانونی اجازت کے قایم رکھنا پڑے گا۔ اگر موخرالذکر صورت اختیار کی گئی تو ہر شخص کو جسے فوج کے انتظام سے کوئی تعلق ہے کمانڈران چیف سے لیکر ادنی سپاہی تک جو افسران بالادست کے احکام کی تعمیل کرینگے یہ معلوم ہوگا کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ ایسے افعال کے مرتکب نہیں ہوتے یا انکے ارتکاب کی منظوری نہیں دیتے جو انھیں ملزم قرار دیکر اسکا مستوجب نہیں کر دیتی کہ وہ عدالت فوجداری میں جوابدہی کیلئے طلب کئے جائیں۔ علاوہ اسکے اگرچہ اکثر محصول خزانہ میں داخل ہوتے رہیں گے، مگر آمدنی کا معتدبہ حصّہ قانوناً ناقابل ادا اور ناقابل وصول ہو جائے گا، اور جو عہدہ دار اسے وصول کریگا وہ اپنے آپکو نالش یا استغاثہ کا مستوجب قرار دے گا، اور اسپر طرہ یہ ہے کہ جو رقم اسطور سے وصول بھی ہو جائے گی وہ قانوناً سرکاری کاموں میں صرف نہو سکیگی؛ اگر وزارت نے ایسی آمدنی میں تصرف کیا تو انکے لئے مخصوص قوانین کی خلاف ورزی سے بچنا مشکل ہو جائے گا، اور وہ لامحالہ عدالتوں میں کھینچے جائیں گے۔ انکی جرأت جرأت ہی ایسے کاموں کے لئے کافی نہیں ہے، کیونکہ وہ اس آمدنی پر بغیر ایک کثیر جماعت کی چشم پوشی یا مدد کے متصرف نہیں ہو سکتے۔ اس جماعت میں بعض عہدہ دار اور بعض ایسے اشخاص بھی شامل ہیں جن کو حکومت سے کوئی تعلق نہیں مثلاً گورنر جنرل اور انگلستان کے بنک کے گورنر وغیرہ۔ یہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ان عہدہ داروں کو حکومت یا بادشاہ قانونی ذمہ داری سے نہیں بچا سکتا، اور ہر شخص مثلاً کمانڈران چیف یا ایک رجمنٹ کا کرنل جو سرکاری مقاصد کے اجرا میں جبر سے کام لیتا ہے ایسی حالتیں ہو جاتا ہے کہ اسکے تمام احکام کا مقابلہ عدالتی تائید کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ قانون کا عمل دو طرح ہوتا ہے، ایک تو وہ قانون کے توڑنے والوں پر جرمانے اور سزائیں عاید کرتا ہے، دوسرے قانون کے وقعت کرنے والے لوگوں کو اس قابل کر دیتا ہے کہ وہ ناجایز احکام کی تعمیل سے انکار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل یازدہم

کرسکیں، جو مقدم الذکر امر سے کم اہم نہیں ہے؛ یعنی وہ غیر جبری مقابلہ کو جایز ٹھہرا دیتا ہے۔ اس قانونی مقابلہ میں مزید قوت اس وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے کہ "انگلستان" میں "فرانس" کی طرح کوئی انتظامی قانون، یا وہ وسیع اختیارات تمیزی جو یورپ کے دوسرے ممالک میں پائے جاتے ہیں، موجود نہیں ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ جو حکومت پارلیمنٹ کے سالانہ جلسوں کو موقوف کرنیکی کوشش کرتی ہے وہ اس قابل بھی نہیں رہتی کہ خود اپنے ملازمین سے اپنے احکام کی تعمیل کراسکے، اور جب تک کہ وہ ملک کے مسلمہ قوانین کی صریح خلاف ورزی پر آمادہ نہ ہوجائے، اسے معلوم ہوگا کہ اس سے نہ صرف اختلاف کیا جارہا ہے بلکہ وہ بالکل بے دست و پا ہے۔

بناءً علیہ یہ قاعدہ کہ پارلیمنٹ کو سالانہ منعقد ہونا چاہئے اگرچہ صحیح معنوں میں ایک ایسا دستوری مفروضہ ہے جو کہ قانون کی حیثیت نہیں رکھتا اور اسکی تعمیل عدالتوں سے نہیں کرائی جاسکتی، تاہم وہ ایک ایسی قرار دادیا مفروضہ ثابت ہوتا ہے جو اس وقت تک نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ سیکڑوں آدمی جنہیں اکثر ایسے ہوتے ہیں جن پر خاص طور سے حکومت کا کوئی اثر نہیں ہوتا، ایسے صریح ناجایز افعال کے ارتکاب میں مبتلا نہ کرا دیئے جائیں، جنہیں

445 دست اندازی کا حق ملک کی عدالتوں کو حاصل ہے؛ اسواسطے دستور کا یہ مفروضہ فی الحقیقت ملک کے قانون پر مبنی، اور اسی سے محفوظ ہے۔

یہ مسئلہ بیحد صاف ہے، میں نے اسکی توضیح میں جو طوالت دی اس کے دو وجوہ تھے۔ اول یہ ہے کہ یہ ایک خاص طور سے صاف شکل تھی، دوسرے یہ کہ اسکے کامل طور سے سمجھ میں آجانے سے اس اصول کا پتا لگ جاتا ہے جسپر فی الحقیقت دستوری مفروضات (مفروضات) کی تعمیلی قوت کا انحصار ہے۔

اس وزارت کا استعفا جسپر دارالعوام کو اعتماد نہ رہا ہو۔

اسکی تصدیق کیلئے ہم کو تھوڑی دیر کے واسطے اس امر پر غور کرنے دو کہ اگر حکومت دستوری اخلاقیات کے اصول میں سے محض ایک مفروضہ اصول،

لہ دیکھو فصل ۱۲ گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

یعنی اس قاعدہ کی کہ دارالعوام کے اظہار بے اعتباری پر وزارت کو مستعفی ہو جانا چاہیئے، خلاف ورزی کرے تو اسکا کیا اثر ہوگا؟ - فرض کرو کہ ایک وزارت نے دارالعوام کے اظہار رائے کے بعد اس زمانہ میں بھی وہی عمل کیا جو ۱۷۸۳ء میں پٹ نے کیا تھا، اور باوجود پارلیمنٹ کی رائے کے اپنے عہدہ سے علیحدہ نہ ہوی - یہ بادی النظری طور سے صریح دستوری اخلاق کی خلاف ورزی ہے، اور اس کا جو کچھ نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے - اگر وزارت کا منشا دستور کے اندر رہنے کا ہے تو وہ اس کا اعلان کریگی کہ اسکا ارادہ انتخاب کنندگان سے مرافعہ کرنیکا ہے، اس صورت میں ممکن ہے کہ ایوان مذکور پارلیمنٹ کو بعجلت برخاست کرادینے میں اسکی تائید کرے، ایسی قانون کی کوئی خلاف ورزی نہ ہوگی، اسوجہ سے کہ کابینہ کا یہ طرز عمل دستوری اخلاقیات کے خلاف نہ متصور ہوگا، کیونکہ دستور کا مسلمہ قاعدہ یہ نہیں ہے کہ ایک وزارت دارالعوام کے عدم اعتبار کے اظہار کے بعد اپنے عہدہ پر قایم نہیں رہ سکتی، بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ ایسی حالتیں کابینہ کو برسر خدمت نہ رہنا چاہیئے جب تک کہ وہ اہل ملک سے مرافعہ کرکے ایک ایسے ایوان کا انتخاب نہ کرالے جو حکومت کا مؤید ہو - فرض کرو کہ ان حالات میں جو 446
ہمارے پیش نظر ہیں، وزارت نے پارلیمنٹ کے برخاست کی سفارش نہ کی اور پارلیمنٹ قدیم کی برخاست اور جدید منتخبہ دارالعوام کی دوبارہ اظہار ناپسندی کے بعد بھی اپنے عہدے سے دست کش نہ ہوی، تو یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اس نے دستور کے مقتضیات (مفروضات) کی خلاف ورزی کی - یہ بھی ظاہر ہے کہ وزارت کو دستور کی وقعت، یا عدم وقعت پر مجبور کرنے کے ذرایع بالآخر خود دارالعوام کے ہاتھ میں ہوں گے، بعجلت یا بہ تعویق وہ دن آئیگا جبکہ فوج کے سالانہ ایکٹ یا ایکٹ تصرفات رقوم کے نفاذ کی ضرورت واقع ہوگی، اور دارالعوام ان ایکٹوں کی نامنظوری سے وزارت کو ان تمام ناقابل برداشت مصیبتوں میں مبتلا کرسکتا ہے جو پارلیمنٹ کو ایکسال سے زیادہ عرصہ تک نہ منعقد کرنے سے عاید ہوتی ہیں، جن کی تفصیل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

میں قبل ازیں کر چکا ہوں، اسلئے محض ایک ایسے مفروضہ قاعدہ کی خلاف ورزی جس کا "انگلستان" کے قانونی اصول میں کوئی وجود نہیں ہے، اور جو فی الحقیقت اسکے مخالف بھی ہے، خلاف ورزی کرنے والے کو علانیہ ملک کے مسلمہ قانون سے آمادہ پیکار کر دیتی ہے؛ اس بنا پر ہم کو یہ کہنے کا حق ہے کہ جو قوت بالآخر دستوری اخلاقیات کی پابندی پر مجبور کرتی ہے وہ قانونی قوت کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ دستوری مفروضات (مفروضات) بیشک قانون نہیں ہیں، مگر انمیں جو قوت تعمیل کرانے کی پائیجاتی ہے وہ اس بنا پر ہے کہ جو شخص انکی خلاف ورزی کرتا ہے وہ درحقیقت قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے، اور اسے قانون شکنی کی سزا برداشت کرنی پڑتی ہے۔

اعتراضات

اس اصول پر کہ دستوری اخلاقیات کی قوت کا ماخذ قانون ہے جو اعتراضات کم و بیش معقولیت کے ساتھ کئے جاتے ہیں انمیں سے دو ایک پر غور کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

447

مادی زور قانون پر غالب آجاتا ہے۔

بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ حکومت مادی زور سے ایک کام کرگزرتی ہے اور ملک کے قانون کو توڑ دیتی ہے۔

یہ کہنا صحیح ہے لیکن یہ واقعہ متعلقہ نہیں ہے۔ کوئی دستور انقلاب یا جبری کارروائی سے قطعی طور سے محفوظ نہیں ہوسکتا، مگر یہ امر کہ قانون جبریہ کارروائی سے درہم برہم ہوسکتا ہے اس بیان کی صداقت میں کوئی فرق نہیں ڈال سکتا کہ دستوری مفروضات (مفروضات) کی بنا قانون پر قایم ہے۔ یہ یقینی ہے کہ ان مفروضات (مفروضات) کو قانون سے زیادہ قوت حاصل نہیں ہے۔ جو وزیر "فرانس" کے ۱۸۵۱ء کے وزیر کی طرح قانون کی خلاف ورزی کرسکتا ہے وہ یقیناً دستور کو بھی توڑ سکتا ہے۔ جو نظریہ ہمنے پیش کیا ہے اسکا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ جب دستوری مفروضات (مفروضات) کی قوت تقریباً وہی ہوتی ہے جو قانون کی ہے تو ان کی قوت کا انحصار اس واقعہ پر ہوتا ہے کہ انکی خلاف ورزی اسوقت تک نہیں کیجاسکتی جب تک کہ خود قانون کی خلاف ورزی نہ کیجائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

کوئی شخص نہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے اور نہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ قانون کی کبھی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی، یا دستور کبھی توڑا نہیں جاسکتا۔

یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ پارلیمنٹ کی مسلمہ پادشاہی کا یہ رجحان ہے کہ وہ دستور کو سخت حملوں سے محفوظ رکھے۔ انقلاب پسند اور سازش کرنیوالے عام طور سے یہ یقین کرتے ہیں کہ قوم کا بڑا حصہ انکا مؤید ہے اور کامیابی کی صورت میں عموماً انکا یہ یقین بجائے خود اور درست ہوتا ہے، لیکن موجودہ زمانہ کے انگلستان میں وہ فریق، خواہ وہ کیسا ہی جبر پسند کیوں نہ ہو جسکے ساتھ عامہ خلائق کی ہمدردی ہوتی ہے، پارلیمنٹ میں کثرت حاصل کرکے وہ تمام مقاصد حاصل کرسکتا ہے جو ایک کامیاب انقلاب سے حاصل ہوسکتے ہیں جب تمام ملک میں کسی ردعمل یا جدت کے خیالات شایع ہوجاتے ہیں، تو خود پارلیمنٹ اس ردعمل یا جدت کے طریقہ کو اختیار کرلیتی ہے اور کسی فریق کو جبر کام میں لانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ سترہویں صدی کے ان ظالمانہ قوانین نے جو اعادہ سلطنت کے وقت جاری ہوئے، اور قدامت پسندوں کے ان قوانین نے جو انقلاب کے آغاز سے جارج سوم کے آخر عہد تک انقلاب کے خلاف جاری ہوتے رہے، دستور کو (جبری) حملوں سے بچا لیا۔ خیالات کے بدل جانے سے شکل میں تبدیلی نہ ہونے پائی، جس سے دستور کی لچک اور ملائمت کی قوت کا ثبوت مل گیا۔

448

پارلیمنٹ نے کبھی بغاوت کے ایکٹ کی منظوری سے انکار نہیں کیا ہے

یہ سوال ایک حد تک ضرور معقول ہے کہ اگر سیاسی اخلاقیات کے قیام کا انحصار فی الحقیقت پارلیمنٹ کے اسی حق پر ہے کہ وہ فوج کے سالانہ ایکٹ کے مماثل قوانین کے نفاذ سے انکار کردے، جن پر نہ صرف انتظام بلکہ تمام تمدن کا دارومدار ہے، تو انگلستان کی کوئی پارلیمنٹ دستور کی تعمیل کے لئے اس انتہائی طریقہ کو کیوں نہ کام میں لائی؟

اس اعتراض کا صحیح جواب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قاعدہ کی تعمیل کہ پارلیمنٹ کا سالانہ اجلاس برابر ہوتا رہے، جو تمام دستوری قواعد میں مخصوص اور اہم تر ہے، بغیر پارلیمنٹ کی کسی کارروائی کی ضرورت کے متیقن ہے، اسکی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

وجہ یہ ہے کہ فوجی ایکٹ ایک عارضی ایکٹ ہے، اور پارلیمنٹ کو یہ اختیار کامل طور سے حاصل ہے کہ وہ اس ایکٹ کی منظوری سے انکار کر کے اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کرائے، محض اس اختیار کی موجودگی اس اختیار کے عمل میں لانے کی ضرورت کو مرتفع کر دیتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۶۸۹ء کے انقلاب کے بعد سے کسی وزارت نے دارالعوام کا مقابلہ اسوقت تک نہیں کیا جب تک کہ کابینہ کو اسکا یقین نہیں ہو گیا کہ ملک کی تائید اسکے ساتھ ہے، یا یوں کہو کہ جب تک اسے اسکا یقین نہ ہوا کہ جدید منتخب شدہ
449 ایوان حکومت کے طرز عمل کی تائید کریگا۔ اسکے ساتھ ہی یہ بیان کر دینا بھی ضرور ہے کہ شاذ مواقع پر جب کسی وزیر نے دارالعوام سے اختلاف کی جرأت کی ہے اسوقت فوجی ایکٹ کی منظوری سے انکار کر دینے کا خیال کیا گیا ہے یا اس کی دھمکی دی گئی ہے۔ 'پٹ' کو جو کامیابی اجتماع (Coalition) کے مقابلہ میں ہوی وہ اس امر کے ثبوت میں پیش کیجاتی ہے کہ پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ تصرف رقوم یا فوجی انتظام کے ایکٹ کی منظوری دینے سے انکار کر سکے؛ لیکن جو شخص اجتماع کے "اہم مقدمہ" کو بغور پڑھیگا اسے معلوم ہو جائیگا کہ اس سے اس مسئلہ کی تائید نہیں ہوتی جسکی تائید میں وہ پیش کیا جاتا ہے۔ 'فوکس' اور اسکے طرفداروں نے یقیناً دارالعوام کے تمام قانونی اختیارات کو کام میں لانیکا ارادہ کیا اور اسکی دھمکی دی؛ مگر انکو اپنے ارادہ میں ناکامی کی وجہ یہ ہوی کہ ان کو بالآخر یہ معلوم ہو گیا کہ دارالعوام کا فریق غالب ملک کی خواہشات کی نمایندگی نہیں کر رہا ہے۔

اس اہم ترین نظیر سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ جب کابینہ کی تائید پر بادشاہ ہوتا ہے اور جب اُسے اسطور سے پارلیمنٹ کی برخاست کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے، اسوقت وہ دارالعوام کی مرضی کے خلاف کارروائی کر سکتی ہے بشرطیکہ دارالعوام کی تائید پر انتخاب کنندگان نہ ہوں۔ یہاں ہم پھر پھرا کر دوبارہ موجودہ دستور کے اس اہم مسئلہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ پارلیمنٹ کی قانونی بادشاہت قوم کی سیاسی بادشاہت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

کے ماتحت ہے۔ ۱۷۸۲ء کے واقعات سے فی الحقیقت جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے۔ پٹ، رسم و رواج پر غالب آگیا اسی وجہ سے کہ اس نے دستور کے اصول کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اس نے دستور کے مفروضات (مفروضات) کی خلاف ورزی اسطرح کی کہ اسکے اقتدار اور عزت پر کوئی حرف نہیں آیا قیاس غالب یہ ہے کہ اگر ضرورت واقع ہوتی تو وہ بلا تامل اور بغیر کسی نقصان کے خود قانون کی خلاف ورزی کو بھی جایز رکھتا؛ کیونکہ اگر اجتماع اپنے انتہائی قانونی اختیارات سے کام لیتا تو بقیاس غالب ۱۷۸۲ء کی جدید پارلیمنٹ ان تمام بے ضابطگیوں کی اصلاح کا ایکٹ نافذ کرتی یا انکو جو عمل میں آچکی تھیں معاف کردیتی، اس بنا پر کہ ایک غیر ہر دلعزیز اجتماع اس امر کا کوشاں تھا 450
کہ ایک ایسے وزیر کو جسکی تائید میں بادشاہ، امرا، اور قوم تھی اسکے اختیارات سے محروم کردے۔ صورت حال خواہ کچھ ہو یہ مسلم ہے کہ 'پٹ' اور 'فوکس' کے مشہور مقابلہ سے اس خیال کی مطلق تائید نہیں ہوتی کہ دارالعوام جس کی تائید میں ملک ہو دستور کے اخلاقیات کی تعمیل کرانے سے عاجز ہے، اور اس وزیر کے سامنے، جو اسکی خواہشات کے مطابق عمل کرنے سے قاصر رہتا ہے، استعفا یا انقلاب کی دو صورتیں پیش کرکے ایک صورت کے منتخب کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔[1]

ضمنی سوالات

دستوری مفروضات (مفروضات) اور قانون ملک کے باہمی تعلقات کے صحیح احساس سے وہ تمام ضمنی سوالات حل ہوجاتے ہیں جو طلبہ اور شارحین کیلئے موجب پریشانی ثابت ہوتے ہیں۔

پارلیمنٹ میں ارکان لگانے کا طریقہ کیوں چھوڑ دیا گیا۔

پارلیمنٹ کے اقتدار جتانے کے قدیم طریقے مثلاً پارلیمنٹ کا خاطی پر

[1] علاوہ بریں اس خیال کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ رقوم کی نامنظوری کی ترکیب سے زمانہ حال کے مدبرین ناواقف ہیں ۱۸۶۱ء میں پارلیمنٹ کی فوری برخاست کیلئے اس عمل کی دھمکی دیگئی تھی ۱۸۶۱ء میں پارلیمنٹ کی برخاست ایسے وقتیں عمل میں آئی کہ ہنوز پوری رقوم کی منظوریاں نہ ہونے پائی تھیں، اور جو رقوم منظور ہوئی تھیں وہ ایک محدود زمانہ کے لئے تھیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

الزام لگانا (Impeachment) یا رقوم کی منظوری سے انکار کردینا وغیرہ کس وجہ سے متروک ہوگئے؟

اسکا جواب یہ ہے کہ ان طریقوں کے متروک ہوجانیکی وجہ یہ ہے کہ زمانہ حال کے دستورات کا بنیادی اصول، جو سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ قوم کی اس مرضی کا اتباع کیا جائے جس کا اظہار پارلیمنٹ کے ذریعہ سے ہوتا ہے، ملک کے قانون کے ساتھ اسطرح وابستہ ہے کہ اسکی خلاف ورزی بغیر اسکے ممکن نہیں کہ معمولی قانون کی خلاف ورزی کیجائے، اسلئے وہ غیر معمولی چارہائے کار جو ایک زمانہ میں قوم کی قطعی مرضی کی تعمیل کرانیکے لئے ضروری متصور ہوتے تھے غیر ضروری ہوگئے ہیں۔ اگر انمیں سے کچھ باقی رہگئے ہیں تو اسکی ایک وجہ یہ ہے کہ انگلستان کے لوگ قدامت پسند واقع ہوے ہیں دوسری
451 معقول وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات اسوقت بھی ایسے جرایم کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے جنکی پاداش میں ملک کا قانون کافی سزا دینے سے قاصر رہتا ہے، اور اس بنا پر انکے متعلق پارلیمنٹ کے ہائی کورٹ سے کارروائی کا ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

دستوری مفترضات (مفروضات) کے بدلتے رہنے کے اسباب۔

اسکا کیا سبب ہے کہ دستوری مفترضات (مفروضات) مبہم اور تبدیل پذیر ہوتے ہیں۔

اس غیر معین ہونے اور تبدیلی قبول کرنیکی حالت کی خاص تمثیلیں لیکر ہم یہ دریافت کرسکتے ہیں کہ اسکا کیا سبب ہے کہ کوئی شخص قطعی طور سے ان حالات کا تعین نہیں کرسکتا جنمیں وزیر اعظم کو اپنے عہدہ سے دست کش ہوجانا لازم ہوجاتا ہے، اور نہ کوئی شخص ٹھیک اس حد کو بتاسکتا ہے جس پر پہنچکر دارالامرا کا دارالعوام کی رائے سے اختلاف کرنا دستور کے خلاف متصور ہوتا ہے، اور یہ کسطرح واقع ہوا کہ امرا ایک زمانہ میں جس طریقہ سے وضع قانون کو روکدینے پر قادر ہوسکتے تھے وہ اس زمانہ میں عام طور سے دستوری اخلاق کی خلاف ورزی متصور ہونے لگا؟ اور اسکا کیا سبب ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں بتاسکتا کہ سرکاری کاموں کے اجرا میں فرمانروا بادشاہ کا اپنے اثر سے کام لینا کس حد تک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

درست ہے، اور جارج سوم اور جارج چہارم نے قوم کے طرز عمل پر اپنی ذاتی رائے یا خیال کا ایسا اثر کسطرح ڈالا جو اُس اثر کی نوعیت اور مقدار سے بالکل مختلف ہے جو بلکہ وکٹوریا سلطنت کے معاملات میں کبھی ڈال سکی ہوں؟

انکا اور اس قسم کے دوسرے سوالات کا جواب عام الفاظ میں یہ ہے کہ دستور کا مقدم اور اہم اصول یہ ہے کہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اولاً دارالعوام کی باضابطہ طور سے اظہار کردہ رائے کا اتباع کرے اور بالآخر قوم کی اس رائے کا تتبع ہو جسکا اظہار پارلیمنٹ کے ذریعہ سے کیا جائے۔ سیاسی اخلاقیات 452
کا مجموعہ جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا، ایسے قواعد کا مجموعہ ہے جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ اصول متذکرہ بالا کی وقعت کیجائے۔ ان قواعد میں سے بعض مثلاً یہ قاعدہ کہ پارلیمنٹ کا سال میں ایکمرتبہ انعقاد لازمی ہے، پارلیمنٹ یا قوم کے اقتدار کی وقعت کے ساتھ اسطرح کا قریبی تعلق رکھتے ہیں کہ کوئی شخص انکو ترک نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ انقلاب پسند جماعت کے ایک رکن ہونے کے لئے آمادہ نہ ہو؛ ان قواعد پر قومی پسند کی قطعی مہر لگی ہوئی ہے اور انکی تعمیل اس بنا پر محفوظ ہے کہ جو شخص انکی خلاف ورزی کرتا یا اسمیں معین ہوتا ہے وہ فوراً اپنے آپکو قانون کی خلاف ورزی میں مبتلا پاتا ہے۔ دوسرے دستوری قواعد کی یہ حالت اور حیثیت نہیں ہے، انکی پابندی بیشک ایک حد تک پارلیمنٹ کی برتری کے قایم رکھنے میں مدد دیتی ہے، مگر وہ خود غیر معین اور مبہم ہیں، اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ خود پارلیمنٹ یا قوم کس حد تک انکی سختی کے ساتھ تعمیل کرانا چاہتی ہے، اور اسلئے انکی پابندی مختلف اور غیر معین طریقہ سے ہوتی ہے۔

دارالعوام کا اپنے اعتماد کو ہٹالینا

اس لحاظ سے یہ قاعدہ کہ ایک ایسی وزارت کو جسپر دارالعوام کو اعتماد نہیں رہا ہے اپنے عہدہ سے الگ ہوجانا چاہئیے، بالکل صاف ہے، اور اس قاعدہ کے منشا سے مستقل طور سے بے پروائی قطعی طور سے پارلیمنٹ کی حکومت کے خلاف ہے، اور جو وزیر اس قاعدہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا وہ یقیناً بالآخر ایسے افعال کا مرتکب متصور ہوگا جو خلاف قانون ہیں؛ لیکن جب یہ سوال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل یازدہم

453

پیش آئیگا کہ وہ کیا علامتیں ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دارالعوام کو ایک وزارت پر اعتماد نہیں رہا ہے (مثلاً یہ کہ وزارت کی کسی اہم پیش کردہ تجویز میں ناکامی ہوئی، یا وزارت کی طرفدار جماعت کی کثرت میں کمی ہوگئی ہے جسے وزارت کو خدمت سے دست بردار ہوجانیکا قطعی ثبوت قرار دیا جائے) اسوقت کسی قطعی جواب کا دینا مشکل ہوجائیگا[1] جو کچھ اسبارہ میں کہا جاسکتا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ (بہ استثنائے اس حالت کے جس سے میں قبل ازیں بحث کرچکا ہوں[2]) دارالعوام کی اس خواہش کے معلوم ہوجانیکے بعد کہ وہ کابینہ کی برخاست چاہتا ہے کابینہ کو برسر خدمت نہ رہنا چاہئیے، اسلئے اگر دارالعوام کسی وزیر یا وزارت کے متعلق عدم اعتماد کی رائے کا اظہار کرتا ہے، تو اسے اپنا استعفا پیش کردینا لازم ہے۔ پارلیمنٹ کی ناپسندیدگی کے اظہار کے سیکڑوں طریقے ہوسکتے ہیں جو بلحاظ حالات اس اطلاع کیلئے کافی یا ناکافی متصور ہوسکتے ہیں کہ ایک وزیر کو اپنی خدمت سے علیحدہ ہوجانا چاہئیے۔ اصل امر یہ ہے کہ وزارت کو چاہئیے کہ وہ پارلیمنٹ کا بحیثیت نمایندہ قوم کے اتباع کرے۔ البتہ اسکے لئے کہ دارالعوام نے بواسطہ اس خواہش کا اظہار کیا ہے یا نہیں کہ کابینہ کو خدمت سے علیحدہ ہوجانا چاہئیے، کوئی خاص اصول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس امر کے تصفیہ میں کہ وزیر اور اسکے ساتھیوں کو کب اور کس حد پر پہنچکر یہ سمجھنا چاہئیے کہ انپر دارالعوام کو اعتماد باقی نہیں رہا، وہی دقتیں پیش آرہی ہیں جو گزشتہ صدی کے وزیر کو اس امر کے تعین میں پیش آتی تھیں کہ اسے کس حالتیں

---

[1] دیکھو 'ہیرن' کی کتاب 'انگلستان کی حکومت' فصل نہم جسمیں ان حالات کے تعین کی کوشش کیگئی ہے جنمیں وزارت کو اپنے عہدہ پر قایم یا نہ قایم رہنا چاہئیے۔ نیز دیکھو وہ بحث جو ۲۴ جولائی ۱۹۰۵ء کو دارالعوام میں اسپیر اور اس کے نظایر پر غور کرنے کے متعلق ہوئی کہ وزارت کو دارالعوام کے اعتماد نہ باقی رہنے کی صورت میں کس وقت خدمت سے دست بردار ہوجانا چاہئیے۔ مباحث پارلیمنٹ ۴ سلسلہ جلد ۱۵۰ کالم ۵۰۔

[2] دیکھو صفحات 428-434 گزشتہ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

یہ سمجھنا لازم ہے کہ اسپر بادشاہ کو اعتماد باقی نہیں رہا جو اس زمانہ میں سب سے زیادہ اہم امر تھا۔ 'ڈیوک' آف نیوکاسل نے' باوجود لارڈ بیوٹ' کے ان صریح اشارات کے کہ اب استعفا پیش کرنے کا وقت آگیا ہے جو مضحکہ خیز کوششیں خزانہ کی افسری پر قایم رہنے کی کیں وہ اس بدنما اصرار کے مماثل تھیں جو بعد کی بعض وزارتوں سے اپنے عہدہ پر قایم رہنے کے متعلق ظہور میں آیا' باوجودیکہ دارالعوام نے اس امر کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کردیا تھا کہ وہ حکومت میں تبدیلی چاہتا ہے۔ جب تک ایک آقا اپنے ملازم کو صراحتہً موقوف نہیں کردیتا' اسوقت تک یہ سوال کہ آیا آقا کے طرز عمل سے اس خواہش کا اظہار ہوتا ہے کہ خود ملازم کو ترک ملازمت کا نوٹس دینا چاہیئے' ایک ایسا سوال رہتا ہے جسمیں بہت کچھ اشتباہ اور بحث کی گنجایش ہے اگر کسی وقت پارلیمنٹ کی مرضی کی دریافت میں دقت پیش آتی ہے' تو قوم کی مرضی' یا یوں کہو کہ انتخاب کنندگان کی جماعت کثیر کی مرضی کا دریافت کرنا اکثر اوقات اور زیادہ مشکل ہوجاتا ہے۔ 454

دارالامرا کو کن حالات میں دارالعوام سے دب جانا چاہیئے۔

یہ عام قاعدہ' کہ وضع قوانین کے معاملات میں دارالامرا کو بالآخر دارالعوام سے دب جانا چاہیئے' زمانہ حال کے دستوری اخلاقیات کا مسلمہ اصول ہے' لیکن اگر کوئی پوچھنے والا یہ پوچھے کہ وہ کس طرح مقرر کیجاتی ہے جسپر بھیج کر امرا کو دب جانا چاہیئے تو کوئی صحیح اور صاف جواب بجز اس مبہم جواب کے نہیں دیا جاسکتا کہ دارالامرا کو اس موقع پر دب جانا چاہیئے جبکہ بصراحت یہ ثابت ہوجائے کہ دارالعوام کی رائے قوم کی قطعی رائے کا اظہار کررہی ہے۔ البتہ ثبوت کی نوعیت مختلف حالات میں مختلف ہوگی۔

جب کسی معاملہ کی صحیح حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے تو ایسے امر کا سمجھنا جسکی تصریح دستور کے کسی معینہ اور مقررہ اصول سے بہ مشکل ہوسکتی ہے' بہت آسان ہوجاتا ہے' جس امر کی طرف ہمارا اشارہ ہے وہ زمانہ حال کے کابینہ کے تعلقات دارالامرا کے ساتھ ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ پچاس سال سے زیادہ زمانہ سے جو وزرا مقرر ہوتے رہے ہیں ان پر امرا کو اعتماد نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل یازدہم

رہا ہے اور ایسے وزیر، بغیر اسکے کہ امرا کی طرف سے انکی کوئی بڑی مخالفت
455 ہو، عام طور سے ایسی روش پر چلتے رہے ہیں جو امرا کے پسند نہ تھی۔ یہ امر
بھی اسی طرح یقینی ہے کہ باوجود اسکے کہ امرا اکثر ایسے مسودات قانون
کی منظوری دینے پر مجبور ہوئے ہیں جنھیں وہ پسند نہیں کرتے تھے مگر انکو وضع
قوانین کے معاملہ میں بڑا دخل رہا ہے گو اسکی مقدار مختلف حالات میں بدلتی
رہی ہے۔ ۱۸۳۲ء اور ۱۸۴۸ء کے درمیان دارالامرا نے لارڈ ولینڈ ہرسٹ کی
قیادت میں وزرا کی ان تجویزوں کی کامیابی کے ساتھ بارہا مخالفت کی ہے
جو دارالعوام سے منظور ہوچکی تھیں۔ سالہاسال یہودی، پارلیمنٹ کی شرکت
سے محض اس بنا پر محروم رکھے گئے کہ امرا انکی شرکت قبول کرنے کے لئے
آمادہ نہ تھے۔ اگر تم اس حالت کا صحیح سبب دریافت کروگے تو تم کو
معلوم ہوجائیگا کہ اسکا سبب بجز اسکے کچھ اور نہ تھا، جسے مختلف سیاسی فرقوں
کے مغالطہ انگیز بیانات چھپائے ہوئے تھے کہ اس معاملہ میں انتخاب کنندگان
کی جماعت اس پر آمادہ نہ تھی کہ وہ کابینہ کو کوئی ایسی کارروائی کرنے
دے جس سے دارالامرا کو دبنا پڑے۔ کسی ایسے معاملہ میں جسپر انتخاب کنندگان
سختی کے ساتھ جمے ہوئے ہوں، وزیر کے ہاتھ میں بحیثیت نمایندہ دارالعوام
ایسے ذرایع موجود رہتے ہیں جن سے وہ امرا کو مجبور کرسکتا ہے جس سے مراد
امرا کے طبقہ میں جدید لوگوں کے لینے کا اختیار ہے۔ انگلستان، ایک ایسا ملک ہے
جسمیں انتہائی تدبیروں کے کام میں لانیکی بہت کم ضرورت واقع ہوتی ہے؛
محض یہ علم کہ ایک ایسا اختیار موجود ہے اور وہ ضرورت کے وقت کام
میں لایا جاسکتا ہے ہمیشہ حقیقی طور سے اسکے کام میں لانیکا مانع ہوتا ہے۔ یہ
حالت خانگی زندگی میں بھی پائیجاتی ہے، اکثر اشخاص اپنے دیون عدالت میں
کھینچے جانے کے قبل ہی ادا کردیتے ہیں، لیکن یہ فرض کرنا محض بے بنیاد ہوگا
کہ عدالتوں اور 'شرف' کے امکانی جبر کو دیون کے بروقت ادا کردینے میں
کوئی دخل نہیں ہے۔ امرا کی ایسی تجویزوں پر جنھیں وہ پسند نہیں کرتے
456 راضی ہوجانے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ زمانہ حال کے دستور کی رو سے قوم کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایک طویل اور پیچیدہ کارروائی کے ذریعہ سے امرا کو اس دستوری قاعدہ کی تعمیل پر مجبور کرے جسکی بنا پر دارالامرا کی خواہشات کو بالآخر دارالعوام کے فیصلہ جات کے سامنے سر جھکا دینا لازم ہے؛ مگر خود یہ قاعدہ مبہم ہے اور اسکی پابندی کی مقداریں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ عموماً قوم کی خواہش کا اظہار صاف طریقہ سے نہیں ہوتا، اور دوسرے معاملات کی طرح اس میں بھی کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اگر موجودہ 'انگلستان' کے دستوری انتظام کی کل کی روانی اور ہمواری اس قوت کو چھپائے ہوئے ہے جو اسکو اسطرح چلا رہی ہے تو ہم 'انگلستان' کی نوآبادیات کے تجربات سے (اس قوت کی دریافت میں) مفید طریقہ سے مدد لے سکتے ہیں۔ اسکی مثال کہ ایک ایوان نمایندگان بالآخر کسطرح ایوان اعلیٰ کو اپنی خواہشات کی تعمیل پر مجبور کرسکتا ہے شاید اس نزاع سے بہتر کہیں نہیں مل سکتی جو ۱۸۷۸ء اور ۱۸۷۹ء میں ریاست 'وکٹوریا' کے دونوں ایوانوں میں مختلف شکلوں میں واقع ہوتی رہی ہے۔ ایوان عام نے ایک مترددشدہ مسودہ قانون کے مضامین کو تصرفات رقم کی منظوری کے مسودہ میں شریک کرکے یہ کوشش کی کہ ان تجاویز کی منظوری پر کونسل کو مجبور کرے جسے ایوان اعلیٰ ناپسند اور نامنظور کرچکا تھا۔ کونسل نے تصرفات رقم کے مسودہ کو نامنظور کردیا، اسپر وزارت نے عہدہ داروں، مجسٹریٹوں، اضلاع کے ججوں اور دوسرے لوگوں کو موقوف کردیا، کیونکہ اسکے پاس انکی تنخواہوں کی ادائی کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا تھا، اور ان رزولیوشنوں کی بنا پر جو صرف ایوان عام نے جاری کئے تھے خزانہ سے رقم حاصل کرنے کی کوشش کی۔ یہاں وزارت کو پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ یعنی ملک کے قانون سے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ نزاع مختلف صورتیں اختیار کرتی رہی یہانتک کہ عام رائے میں تبدیلی واقع ہوکر ایک ایسے ایوان عام کا انتخاب کرنا پڑا جو کونسل کے ساتھ ملکر کام کرسکے۔ 457
اس نزاع کے نتیجہ سے ہم کو بحث نہیں ہے، مگر اس میں تین امور قابل لحاظ ہیں یعنی یہ کہ نزاع کا خاتمہ بالآخر انتخاب کنندگان کی صریح مرضی کے مطابق ہوا،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

اس نزاع کے اثنا میں فریقین نے ان دستوری اختیارات سے کام لیا جو 'انگلستان' میں کبھی کام میں نہیں لائے گئے تھے۔ چونکہ کونسل انتخابی تھی اسلئے وزارت کے ہاتھ میں کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا کہ وہ ایوان اعلیٰ کے ارکان کی تعداد بڑھا کر دونوں ایوانوں کو متحد الخیال کر دے۔ یہ امر یقینی ہے کہ اگر گورنر کو ارکان کونسل کے نامزد کرنیکا اختیار ہوتا تو اعلیٰ ایوان کو ایوان عام سے ضرور دب جانا پڑتا جسطرح 'انگلستان' میں امرا کو آخرکار دارالعوام سے دب جانا پڑتا ہے۔

بادشاہ کا ذاتی اثر غیر یقینی کیوں ہے؟

اسکا کیا سبب ہے کہ وہ تمام مفروضات (مفروضات) جنکی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کے ذاتی تعلقات کا حکومت کی حقیقی کارروائیوں کے ساتھ تعین کرتے ہیں، اسقدر مبہم اور غیر یقینی ہیں؟ یہ سوال بھی ایک حد تک اسی سلسلہ خیال سے حل ہو جاتا ہے جسکا اتباع ہم نے دارالامرا اور وزارت کے تعلقات کی تصریح میں کیا ہے۔

سیاسی یادداشتوں کے معائنہ اور زمانہ حال کی پبلک زندگی پر غور کرنے سے وہ دو امور بالکل صاف نظر آجاتے ہیں جو قدیم وضع کے اصول کے انبار کے نیچے عجیب طریقہ سے دبا کر رکھے گئے ہیں، اور جو ہمارے ادارات کے حقیقی عمل کو پیش نظر نہیں ہونے دیتے۔ انمیں سے پہلا امر یہ ہے کہ اگرچہ سلطنت کا ہر فعل بادشاہ کے نام سے کیا جاتا ہے، مگر 'انگلستان' کی حقیقی انتظامی حکومت کابینہ کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ اگرچہ بادشاہ کو ان معاملات کے بڑے حصہ سے، جو اسکے نام سے کئے جاتے ہیں، کوئی حقیقی 458
تعلق نہیں ہوتا، لیکن بادشاہ کے جانشینان سابق، یا خود بادشاہ نے اس اصول پر کبھی عمل یا تعمیل نہیں کی جو 'تہیرس' نے ایجاد کیا تھا یعنی یہ کہ بادشاہ سلطنت کرتا ہے مگر حکومت نہیں کرتا، 'جارج سوم' نے انتظامی کام میں بڑا حصہ لیا؛ اسکے دونوں بیٹے مختلف طریقوں اور مختلف مقداروں میں اپنے ذاتی خواہشات اور رجحانات کا انتظام مملکت میں اثر ڈالتے رہے۔ فی الحقیقت کوئی شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ ہمارے دستور میں بادشاہ کی ذاتی رائے کا اگرچہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

وہ غیر متعین ہو، کوئی معتد بہ اثر موجود نہیں ہے۔ جو شخص بچپن سے انگلستان کی دستوریت کے معمے اور ضابطہ سے آشنا نہیں ہے وہ ضرور ان قواعد یا عملدرآمدوں کو جو بادشاہ کے ذاتی عمل کے متعلق نافذ ہیں بیحد تعجب کیساتھ غیر متعین اور مبہم تصور کریگا۔ بادشاہ کے ذاتی اثر کی بنیاد یہ نہیں ہے کہ سلطنت کی کارروائی اسکے نام سے کیجاتی ہے، بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ قانونی بادشاہ یعنی پارلیمنٹ، اور نہ سیاسی بادشاہ یعنی قوم اسپر رضامند ہے کہ انتظام مملکت میں بادشاہ کی رائے کو کوئی وقعت نہ دیجائے۔ جو مفروضات (مفروضات) اور قراردادیں بادشاہ کے ذاتی اثر کے متعلق ہیں انکے غیر متعین اور مبہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مدبرین ملک سمجھتے ہیں کہ یہ معاملہ ایسا ہے جس میں صریح قواعد کا قرار دینا سخت دشوار ہے، اور انسانی عقل اسکا تعین نہیں کرسکتی کہ قوم کس حد تک فرمانروا بادشاہ کی ذاتی خواہشات کو قابل توجہ قرار دینا پسند کرتی ہے۔

459 اسبارہ میں جو کچھ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ بادشاہوں کا عملدرآمد اور قوم کی خواہشات وقتاً فوقتاً بدلتی رہی ہیں۔ 'جارج سوم' نے کبھی اس تنسیخ کے اقتدار سے کام نہیں لیا جس سے 'ولیم سوم' نے کام لیا تھا، مگر بارہا اہم ترین معاملات میں اپنی رائے کے مطابق عمل کرایا۔ 'جارج سوم' کے جانشینان مابعد میں سے کسی شخص نے عام حکمت عملی کی حیثیت سے اپنی ذاتی رائے کو قطعی نہیں قرار دیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ رجحان اس طرف ہوگیا تھا کہ چھوٹے اور بڑے تمام معاملات میں وہ اقتدار جو ایک زمانہ میں محض بادشاہ استعمال کرتا تھا کابینہ کی طرف منتقل کردیئے جائیں جو معاملہ جینی ڈینس، اور ملکہ کارولائین، کے درمیان ہوا وہ اس حالت کی صحیح تصویر ہے جو 'جارج دوم' کے عہد میں پیش آسکتی تھی، مگر جارج سوم کے استقلال نے ڈاکٹر ڈاڈ کو قتل ہی کرانے سے چھوڑا۔ اگر اس زمانہ میں کوئی جینی ڈینس، پیدا ہو تو اسکا معاملہ ہوم آفس میں جائیگا۔ اسوقت اس سوال کا جواب کہ آیا ایک عام پسند واعظ کو اس کے جرایم کی سزا ملنی چاہئے یا نہیں، بادشاہ کو نہیں بلکہ کابینہ کو دینا ہوگا، بظاہر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم بادشاہ کے مرافق کے قایم رکھنے کا اثر۔

اس تبدیلی میں ملک کا کوئی بڑا فائدہ نظر نہیں آتا۔

اب سوال یہ ہے کہ مرافق کے قایم رکھنے کا حقیقی اثر کیا ہے؟ اس موقع پر ہمیں دو باتوں میں تمیز اور فرق کرنیکی ضرورت ہے؛ یعنی یہ کہ ان مرافق کے قائم رکھنے کا بادشاہ کے ذاتی نفوذ، اور انتظامی حکومت پر کیا اثر پڑتا ہے۔

سلطنت کے تمام اہم معاملات بادشاہ کے نام سے کئے جاتے ہیں، اور اکثر صورتوں میں اسے اطلاع دینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور انہیں سے بعض حالتیں ایسی ہیں جو پارلیمنٹ کی براہ راست نگرانی یا اختیار سے خارج ہیں جیسے ججوں یا بطریقوں کا تقرر یا سلطنت ہائے غیر سے معاملت وغیرہ 460
یہ وجوہ ایسے ہیں کہ انسے فرمانروائے وقت کو سلطنت کے کاموں میں بڑا دخل حاصل ہوجاتا ہے۔ 'بیگہاٹ' نے اپنی فطری ذہانت سے اس طریقہ کی عمدگی سے توضیح کی ہے جسکے ذریعہ سے ایک دستوری بادشاہ بھی محض اس بناء پر کہ وزرا اس سے مشورہ کرنے یا اسے اطلاع دینے پر مجبور ہیں، ایک وسیع دایرہ میں اپنا جایز اثر ڈال سکتا ہے۔

بادشاہ کے باضابطہ اختیارات کی وجہ سے جو حقیقی قوت اسے حاصل ہوتی ہے اسے خفیف تصور کرنا سخت غلطی ہے اس بارہ میں سب سے زیادہ قابل غور یہ امر ہے کہ مرافق (شاہی) کا جو جز باقی رہگیا ہے اسکا کابینہ کی حیثیت پر کس طرح اثر پڑتا ہے۔ اس باقیماندہ مرافق کے ذریعہ سے وزیر اعظم اور اسکے شرکا کے ہاتھ میں وسیع اختیارات آجاتے ہیں جنھیں وہ پارلیمنٹ کے توسط کے بغیر آزادانہ طریقہ سے استعمال کرسکتے، اور کرتے رہتے ہیں؛ خصوصاً ایسے معاملات میں جنکا تعلق دوسرے ممالک کے تعلقات سے ہوتا ہے۔ یہ امر ممکن ہے کہ پارلیمنٹ وزارت کو اسپر سرزنش کرے کہ اس نے ملک کی خارجی حکمت عملی کا انتظام صحیح طور سے نہیں کیا؛ لیکن جو معاہدہ بادشاہ، یا درحقیقت کابینہ (کسی سلطنت کے ساتھ) کرلیتی ہے وہ بغیر اجازت و منظوری پارلیمنٹ کے بھی درست ہے اور یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا سرشتہ انتظامی اختیار تکمیل معاہدہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم
461

بعض صورتوں میں قانون ملک پر بھی غالب نہیں آجاتا[1]

بہرحال معاملہ کی صورت خواہ کسی طرح ہو، یہ امر مسلم ہے کہ قوم کے سیاسی تعلقات کا انتظام، اور صلح اور جنگ کے تمام سوالات کا تصفیہ پارلیمنٹ سے نہیں بلکہ وزارت سے ہوتا ہے۔ امریکہ کے اتحاد کے قایم کرنے والوں نے ان وسیع اختیارات کی جو سرشتہ انتظامی کو انگلستان کے دستور کی رو سے حاصل ہیں پوری قدر کرکے انہیں بعض نہایت قابل لحاظ ایجادیں کی ہیں۔ انہوں نے عہدنامہ کرنیکا اختیار پریسیڈنٹ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ پریسیڈنٹ اور سنیٹ کے ہاتھ میں دیا ہے، اور سنیٹ کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ ان تقررات کو جو پریسیڈنٹ کرے منسوخ کردے۔ ان انتظامات سے ایک عمدہ مثال اس امر کی ملتی ہے کہ وہ قیود جو مرافق پر قائم کئے جاتے ہیں وہ کسطرح سرشتہ انتظامی کے اختیارات تمیزی پر قیود ثابت ہوتے ہیں۔ اگر کسی قانون کی رو سے دارالامرا کو سنیٹ کے اختیارات دیدیئے جائیں تو اسکی وجہ سے جو تبدیلی ہمارے دستور میں ہوجائے گی اسے بادشاہ کے تکمیل عہدنامجات اور تقررات کے مرافق پر حد قائم کرنے کے نام سے موسوم کرنا اصطلاحی طور سے درست ہوگا مگر اس دستوری تبدیل کا حقیقی اثر یہ ہوگا کہ کابینہ کے اختیارات تمیزی پر ایک قانونی روک قائم ہوجائے گی۔

مرافق کے باقیماندہ آثار اگرچہ کابینہ کو وسیع اختیارات عطا کرتے ہیں

[1] دیکھو پارلیمنٹ بلجیم، ۴ پی، ڈی ۱۲۹؛ ۵، پی، ڈی (سی۔ اے) ۱۹۷ ۔
"آیا بادشاہ کا یہ اختیار (کہ وہ اپنی رعایا کو اس معاہدہ کی تکمیل پر مجبور کرے جو اسنے دوسری سلطنت سے کیا ہے) صرف معاہدات صلح تک محدود ہے یا ایسے معاہدات پر بھی حاوی ہے جو صلح کے معاہدات کے مماثل ہوتے ہیں؛ اور آیا انمیں سے دونوں یا کسی ایک معاہدہ سے جو دست اندازی شخصی حقوق میں ہوتی ہے وہ بغیر وضع قانون کے بھی جایز ہے۔ یہ ایسے اہم سوالات ہیں جن پر فاضل جج کسی رائے کا اظہار ضروری نہیں تصور کرتے"
مقدمہ ڈاکر، بنام بیارڈ (۱۸۹۲) اے سی، ۴۹۱، ۴۹۷ تجویز پرایوی کونسل۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

مگر اسکے اس نتیجہ پر عموماً مطلق غور نہیں کیا جاتا کہ اس سے دارالعوام اور دراصل ان انتخاب کنندگان کے اختیارات میں جو دارالعوام کے ارکان کا انتخاب کرتے ہیں بیحد اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ امر لازمی ہے کہ وزرا ان تمام اختیارات تمیزی کے استعمال میں جو انکو حاصل ہیں سلطنت کی برترین قوت کا لحاظ رکھیں جس زمانہ میں فرمانروا جماعت کا اعلیٰ ترین رکن بادشاہ ہوتا 462
تھا اسوقت وزرا نہ صرف برائے نام، بلکہ درحقیقت بادشاہ کے ملازم تھے۔ ہمارے زمانہ میں جسوقت امرا ملک میں سب سے زیادہ با اثر سمجھے جاتے تھے، وزارت کو کم و بیش امرا کی خواہشات کے مطابق کارروائی کرنی پڑتی تھی۔ اب فرمانروا جماعت میں سب سے زیادہ ذی اثر دارالعوام ہوگیا ہے اسلئے وزرا کو تمام تمیزی معاملات میں دارالعوام کی مرضی کے مطابق کارروائی کرنی پڑتی ہے یا اسکے کرنے کی طرف رجحان ہوتا ہے۔ جب ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ کابینہ بغیر وضع قانون کے کوئی کارروائی نہیں کرسکتی تو دوسرے امور قابل لحاظ ہو جاتے ہیں۔ قانون کے لئے دارالامرا کی منظوری بھی ضرور ہے۔ کوئی حکومت اپنے قانون کی وقعت اسوقت تک نہیں بڑھا سکتی جب تک کہ اس قانون کی منظوری ایوان اعلیٰ سے نہ حاصل کرلیجائے؛ اسلئے جو ایکٹ پارلیمنٹ سے منظور ہوتا ہے اس سے نہ تنہا دارالعوام کی خواہشات بلکہ ان خواہشات کا اظہار ہوتا ہے جو دارالامرا کے اثر سے تبدیل ہوکر قرار پاتی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ امرا کو بالآخر انتخاب کنندگان کی خواہشات کا اتباع کرنا پڑتا ہے؛ لیکن ممکن ہے کہ امرا کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ایک ایسا مسودہ قانون جسے دارالعوام نے پسند کیا ہے وہ انتخاب کنندگان کے ناپسند ہوگا، یا کم از کم انھیں اسکی طرف زیادہ اعتنا نہ ہوگا؛ اسلئے کابینہ کی ہر کارروائی جو برنائے مرافق کیجاتی ہے وہ ایوان نمایندہ (دارالعوام) کی راست نگرانی میں ہوتی ہے، گو اسکے نام سے نہیں ہوتی، اور وہ تمام اختیارات جو صرف قانون کی رو سے کام میں لائے جاتے ہیں کم و بیش اپنی پیدائش میں دارالامرا کی خواہشات کے متبع ہوتے ہیں، مزید براں انکے استعمال میں عدالتوں کی دست اندازی سے بھی نگرانی ہوتی ہے۔ زمانہ حال کے واقعات کی ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

463

مثال سے اس فرق کا عملی اثر صاف طور سے نظر آجائیگا[1] ۱۷۶۷ء میں وزارت وقت نے دارالعوام سے ایک مسودہ قانون منظور کرالیا جسکی رو سے فوج میں خرید (عہدہ) کا طریقہ ممنوع قرار پایا تھا؛ اس مسودہ کو دارالامرا نے نامنظور کردیا، اسکے بعد کابینہ کو خیال آیا کہ اس طریقہ کا شاہی فرمان سے بھی منسوخ کرادینا ممکن ہے[2] یعنی اس عمل سے جو مرافق کے استعمال کے مشابہ ہے چنانچہ اس سے فائدہ اٹھاکر طریقہ مذکور فوراً منسوخ کردیا گیا۔ غالباً اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا کہ اس تبدیلی کو نہ صرف دارالعوام بلکہ انتخاب کنندگان نے بھی پسند کیا، اور یہ بھی اسیطرح مسلم ہے کہ اگر اس تبدیلی کے لئے قانونی اختیارات کے استعمال کی ضرورت ہوتی تو وہ طریقہ اسوقت تک بحال خود جاری رہتا۔ اس موقع پر مرافق کی موجودگی نے وزارت کو اس قابل کردیا کہ وہ فوراً انتخاب کنندگان کی خواہشات کے مطابق عمل کرسکے، اور زمانہ حال کی سیاسیات میں مرافق کے باقیماندہ آثار سے ہر موقع پر ایسا کام لیا جاسکتا اور یہ نتیجہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ بادشاہ کے مرافق اب عامہ خلائق کے حقوق ہوگئے ہیں، اور جو شخص اسکا اندازہ کرنا چاہتا ہے کہ دارالعوام کے براہ راست حقیقی طور سے بادشاہ کے صحیح قائمقام ہوجانے کے ساتھ ساتھ یہ حقوق کسطرح بڑھتے جاتے ہیں اسے 'بیگہاٹ' کے ان الفاظ پر باحتیاط غور کرنا چاہیے جنمیں وہ بادشاہ کے ان اختیارات کی تصریح کرتا ہے جو وہ بطریق جایز بغیر پارلیمنٹ کے مشورہ کے عمل میں لاسکتا ہے، اور اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اختیارات اب ایک ایسی کابینہ کام میں لاتی ہے جو

464

فی الحقیقت بادشاہ کی نہیں بلکہ ایک ایسے نمایندہ ایوان کی ملازم ہے جو

---

[1] اس مضمون پر اسٹیفن نے اپنی کتاب 'سوانح فاسٹ' میں جو کچھ لکھا ہے وہ قابل لحاظ ہے صفحات ۲۷۲-۲۷۱۔

[2] قانونی اصطلاح کے عام معنی میں یہ خرید مرافق کے ذریعہ سے ممنوع نہیں قرار پائی۔ قانون میں عہدوں کی فروخت ممنوع قرار دیگئی تھی بہ استثنائے اس صورت کے جسمیں ایسے عمل کی اجازت فوج میں شاہی فرمان سے دیجائے؛ اسلئے جب اجازت فروخت کے فرمان کا اجرا ممنوع قرار پایا تو قانون اپنا عمل کرنے لگا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

خود انتخاب کنندگان کے احکام کا پابند ہے۔ (بیگہاٹ کے الفاظ یہ ہیں)

"میں نے اس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ لوگوں کو سخت تعجب ہوگا اگر میں وہ امور بیان کروں جو ملکہ بغیر پارلیمنٹ کے مشورہ کے عمل میں لاسکتی ہے، اور فی الحقیقت ایسا ہی ہوا ہے، کیونکہ جب ملکہ نے مرافق سے کام لیکر فوج میں عہدوں کی خرید وفروخت کو موقوف کردیا (بعد اسکے کہ امرا اس مسودہ کو نامنظور کرچکے تھے) تو لوگوں کو عام طور سے سخت تعجب ہوا؛ مگر اسکی ان امور کے مقابلہ میں جو ملکہ بغیر پارلیمنٹ کے مشورہ کے قانوناً کرسکتی ہے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ منجملہ دوسرے امور کے جن کا ذکر نہیں کیا جاتا اسکو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ فوج کو موقوف کردے، (وہ ازروے قانون اسکی مجاز نہیں ہے کہ ایک مقررہ تعداد سے زیادہ لوگوں کو بھرتی کرے مگر وہ ایک شخص کے بھرتی کرنے پر بھی مجبور نہیں ہے) وہ کمانڈر ان چیف سے لیکر ادنی سپاہی تک کی موقوفی کی مجاز ہے، اسیطرح وہ تمام بحری فوج کو بھی موقوف کرسکتی ہے، وہ ہمارے تمام جنگی جہاز اور بحری ذخیروں کے فروخت کردینے کی مجاز ہے، وہ کارنوال، حوالہ کرکے صلح کرسکتی ہے، اور برٹینی کی فتح کیلئے جنگ آغاز کرسکتی ہے، وہ مجاز ہے کہ سلطنت ہائے متحدہ کے ہر مرد عورت کو طبقہ امرا میں داخل کرے، اور سلطنتہائے متحدہ کے ہر محلہ کو ایک یونیورسٹی بنادے، وہ اکثر سول ملازمین کو موقوف کرسکتی ہے، اور تمام مجرمین کو معافی دیسکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ملکہ مرافق کی بنیاد پر ملکی حکومت کے تمام کاروبار درہم وبرہم کرسکتی ہے، اور ایک بدنام کن جنگ یا صلح سے قوم کی بے عزتی کا باعث ہوسکتی ہے، اور بری اور بحری افواج کو موقوف کرکے ہمیں غیر قوموں کے مقابلہ میں بالکل بے دست وپا کرسکتی ہے[1]"

اگر پارلیمنٹ کی حکومت کسی وقت تبدیل ہوکر صرف دارالعوام کی حکومت رہگئی تو قیاس غالب یہی ہے کہ یہ عمل صرف شاہی مرافق کے استعمال سے ہوسکیگا۔

465 نتیجہ

"انگلستان" کے دستور پر قانونی پہلو سے نظر ڈالنے کا جو کچھ نتیجہ ہے اسپر تھوڑی دیر کیلئے ہمیں غور کرنا چاہئے۔

---

[1] "بیگہاٹ" کی کتاب موسومہ "انگلستان کا دستور" دیباچہ صفحات (۳۵) تا (۳۶)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

جب دستور مذکور اس نظر سے دیکھا جاتا ہے تو وہ ایک قسم کا معما نہیں رہتا، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے دو مختلف اجزا ہیں، ایک جز قرارداد، مراسم یا مفروضات (مفروضات) پر مشتمل ہے، اور چونکہ انکی تعمیل عدالتیں نہیں کرا سکتیں اسلئے وہ صحیح معنی میں قانون نہیں ہیں؛ دوسرا حصہ ان قواعد پر مشتمل ہے جنکی تعمیل عدالتیں کرا سکتی ہیں، اور خواہ وہ کسی ایکٹ میں درج ہوں یا نہ ہوں صحیح معنی میں قانون ہیں، اور وہی دستور کے اصلی قانون سمجھے جاتے ہیں۔

ہم کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دستوری قانون ہی انگلستان کے تمام نظام مملکت کی صحیح بنیاد ہے، اگرچہ بظاہر ایسا نہیں معلوم ہوتا، اور حقیقت یہ ہے کہ دستوری قانون کے مفروضی جز کو بھی جو قوت حاصل ہے وہ اسی کی بدولت ہے[1]

دستوری قانون مع اپنی فروعات کے ان دو اہم اصول کا نتیجہ ہے جنھیں انگلستان کے مدبر اور متقن پشتہا پشت سے ایک حد تک دیدہ و دانستہ کوششوں سے بڑھاتے رہے ہیں۔

انمیں سے پہلا اصول پارلیمنٹ کی بادشاہی ہے، جس سے فی الحقیقت مراد بادشاہ سے اختیارات کا تدریجی انتقال اس جماعت کی طرف ہے جو اب تقریباً بطور کل قوم کی نمایندہ قرار پا گئی ہے[2] اس عجیب عمل کے، جس کے ذریعہ سے

---

[1] دیکھو صفحات 435-450 گزشتہ۔

[2] اس طریقہ سے جو تبدیلی ہوئی اسکو مختصراً یہاں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:- انگریزی قوم کے ہادیوں نے شاہی اقتدارات کے مقابلہ میں، بجز انقلابی دست درازیوں کے زمانہ کے، کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی کہ بحیثیت سردار سلطنت بادشاہ کے اختیارات کو ضایع اور درہم برہم کر دیں۔ سیکڑوں برس انکا طرز عمل یہی رہا کہ بادشاہ کے اختیارات کو ہاتھ نہ لگائیں، بلکہ اسکی کارروائیوں کو ایسے مقبولہ اور مسلمہ طریقوں پر لے آئیں کہ اگر انکے مطابق عمل ہوتا رہے تو اول قانون کی برتری اور بعدہٗ قوم کی بادشاہی محفوظ ہو جائے۔ بادشاہ اعلیٰ ترین جج تسلیم کر لیا گیا تھا مگر ابتدا ہی سے یہ قرار دیدیا گیا تھا کہ وہ عدالتی کارروائی صرف اپنی عدالتوں کے ذریعہ سے کرنیکا مجاز ہے۔ ملک کا تنہا اور واحد مقنن بھی وہی مانا گیا تھا مگر وہ کوئی صحیح اور جایز قانون نافذ کرنیکا مجاز نہ تھا جب تک وہ بحیثیت بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ کے اسے نافذ نکرے، انتظامی حکومت کے تمام مرافق بھی بادشاہ ہی کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فصل پانزدہم

بادشاہ کے ذاتی اختیارات، بادشاہ باعتبار پارلیمنٹ کے اختیارات میں منتقل ہو گئے ہیں، دو نتیجے ہوئے؛ اول یہ کہ بادشاہ کے بیقاعدہ اختیارات کا خاتمہ ہو گیا، دوسرے یہ کہ سلطنت کے اعلیٰ اختیارات بغیر کسی کمی کے محفوظ اور مستحکم ہو گئے۔

466

ان اصول میں سے دوسرا اصول وہ ہے جسے میں نے 'حکومت قانون' کے نام سے موسوم کیا ہے، یعنی ملک کے معمولی قانون کا ہمارے تمام ادارات میں برتر اور بالا ہونا۔ حکومت قانون، جسکے حقیقی معنی یہ ہیں کہ عدالتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خلاف قانون افعال کے مرتکب کو خواہ وہ کوئی شخص ہو، سزا دیں، 'انگلستان' کے دستور کی روح رواں ہے۔ اگر پارلیمنٹ کی بادشاہی ہمارے دستور کی ہیئت ظاہری قایم کرتی ہے تو قانون ملک کی برتری اسکی جان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ 'انگلستان' کا دستور جو ایک لحاظ سے محض عملدرآمدوں یا مراسم کا مجموعہ نظر آتا ہے جب قانونی نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے تو قانون ملک پر مبنی نظر آتا ہے، جسکی نظیر دنیا میں ریاستہائے متفقہ 'امریکہ' کے سوائے[1]

467

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - یہ قدرت میں سمجھے جاتے تھے، لیکن بڑی کشمکش کے بعد یہ طے ہوا کہ وہ ان مراعات سے بذریعہ ان وزرا کے کام لے سکتا ہے جو کونسل کے رکن ہوں اور جو بادشاہ کے افعال کے ذمہ دار متصور ہونگے؛ اسطور سے بادشاہ کی ذاتی خواہش رفتہ رفتہ سلطنت کی باضابطہ اور قانونی طور سے ظاہر شدہ رائے کے مطابق ہو گئی۔ یہ تبدیلی مفروضات (مفروضات) کے متواتر استعمال سے عمل میں آئی، ہفتنین کی ایجاد کے آثار ہمیں صاف طور سے نظر آتے ہیں اگر اسکا ثبوت درکار ہو تو وہ اس واقعہ سے مل سکتا ہے کہ 'فرانس' کی پارلیمنٹوں نے اٹھارہویں صدی کے آخری حصہ میں 'فرانس' کے بادشاہوں کے کامل اختیارات کے مقابلہ میں ان مفروضات (مفروضات) کو کام میں لانے کی کوشش کی جو ان ترکیبوں کو یاد دلاتی ہیں جنکے ذریعہ سے 'انگلستان' کے دستوریوں نے اس سے قبل زمانہ میں بر اے نام شاہی مراعات کی دست درازی کو روکنے مگر فی الحقیقت بادشاہ کے دایرہ اثر کو محدود کرنے کے لئے استعمال کی تھیں۔ قانونی تدبیر کی نوعیت ہر جگہ یکساں ہے۔ دیکھو روکین: 'انقلاب سے پہلے انقلابی تحریک'۔

[1] یہ امر قابل لحاظ ہے کہ امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کا دستور درحقیقت ایک بڑی حد تک ججوں کے وضع کردہ قانون پر مبنی ہے۔ چیف جسٹس مارشل بحیثیت شارح دستور کے، اگر اسکا موجد نہیں تو تقریباً 'امریکہ' کے انتظام مملکت کا بانی ضرور متصور ہو سکتا ہے۔ دستوری مسائل کے متعلق اسکی تجویزوں کا مجموعہ موسومہ 'جان مارشل' سابق چیف جسٹس 'امریکہ' کی تحریرات متعلقہ 'دستور وفاقی' قابل ملاحظہ ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جزسوم

کہیں اور نظر نہیں آتی ۔

جب ہم ان اصول سے واقف ہو جاتے ہیں جن پر فی الحقیقت 'انگلستان' کے انتظام مملکت کا دار و مدار ہے تو ہم کو صاف طور سے نظر آتا ہے کہ ممالک غیر کے جن مدبرین نے 'انگلستان' کے دستور کی نقل کرنیکی کم و بیش کوشش کی ہے اسمیں انھیں بہ مشکل کوئی کامیابی ہوی ہے جو سخت دستور ان اہم ممالک میں نافذ ہیں جنھوں نے نمایندہ حکومت کے نظام کو اختیار کیا ہے' وہ پارلیمنٹ کے بادشاہی تصور سے قطعی طور سے غیر مطابق ہیں؛ البتہ 'حکومت قانون' ایک ایسا تصور ہے جسکی ترقی 'امریکہ' میں 'انگلستان' سے بھی آگے بڑھگئی ہے؛ مگر اس تصور سے 'فرانس' اور اسکا اتباع کرنے والے یورپ کے دوسرے ممالک کے واضعان دستور اسقدر ناواقف نہ تھے کہ وہ اسکو دیدہ و دانستہ نامنظور کرتے؛ کیونکہ قانون ملک کی برتری کے بالآخر یہ معنی قرار پاتے ہیں کہ ججوں کو انتظامی حکومت کی نگرانی کا حق حاصل ہے' برخلاف اسکے 'تفریق اختیارات' کے معنی حسب تعبیر اہل فرانس یہ ہیں کہ حکومت کو ججوں پر نگرانی کا حق حاصل ہے؛ اسلئے قانونی عدالتوں کے اختیارات کے جو معنی انگلستان میں سمجھے جاتے ہیں وہ اس انتظامی قانون کے نظام کے ساتھ مطابقت نہیں رکھ سکتے جو 'فرانس' میں رائج ہے۔ غالبًا 468
ہم اس حد تک یہ کہنے کے مجاز ہوسکتے ہیں کہ 'انگلستان' کی قانونیت کو بہ مشکل تمام عہدہ داروں کی اس جماعت کے وجود کے ساتھ کوئی حقیقی مشابہت ہوسکتی ہے جسے ممالک غیر کے لوگ 'انتظامی جماعت' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جو کچھ ہم نے کہا ہے اسکا یہ منشا نہیں ہے کہ دوسرے ممالک کا انتظام مملکت لازمی طور سے 'انگلستان' کے دستور سے ادنی یا مہذب اور آزاد اقوام کے لئے ناموزوں ہے۔ ہمارے دستور پر غور کرنے اور دوسرے ممالک کے دستوروں سے مقابلہ کرنے سے جو لازمی نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ 'انگلستان' کا دستور اب بھی' ان خصوصیتوں سے ممیز ہے' جن سے وہ لوگ عام طور سے واقف نہیں ہیں' اور جو بطور اختصار پارلیمنٹ کی شاہی اور قانونی حکومت کی یکجائی اور اتحاد سے نامزد کیجاسکتی ہیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

469

ضمیمہ

نوٹ ۱

فرانسیسی دستور کی سختی

سنہ ۱۷۸۹ء کے اسٹیٹ جنرلوں کے اجلاس کے بعد سے فرانس کے واضعان دستور نے بارہ[1] دستور وضع کئے ہیں، ان دستوروں میں دستوروں کی

---

[1] یعنی (۱) سنہ ۱۷۹۱ء کا شاہی دستور؛ (۲) سنہ ۱۷۹۳ء کا جمہوری دستور؛ (۳) سنہ ۱۷۹۵ء کا جمہوری دستور (ڈائریکٹری) ۵ فرکٹ، این، سوم۔ (۴) سال ہشتم سنہ ۱۷۹۹ء کا کونسلر دستور؛ (۵) سنہ ۱۸۰۴ء کا شاہنشاہی دستور؛ (۶) سنہ ۱۸۱۴ء کا دستور جسے سنیٹ اور عارضی حکومت نے مشتہر کیا۔ (۷) سنہ ۱۸۱۴ء کا دستوری منشور (بعد اعادہ سلطنت) (۸) سنہ ۱۸۱۵ء کا زاید ایکٹ بہ اصلاح دستور شاہنشاہی، (۹) سنہ ۱۸۳۰ء (لوی فلپ) کا دستوری منشور، (۱۰) سنہ ۱۸۴۸ء کا جمہوری دستور، (۱۱) سنہ ۱۸۵۲ء کا وہ سراسر شاہنشاہی دستور، (۱۲) سنہ ۱۸۷۵ء تک کا موجودہ جمہوری دستور۔ دیکھو ہیلی کی کتاب ہوسومہ دستور فرانس، اور ڈیوگی اسٹ مونیر کی کتاب دستور فرانس، (ڈیزیبی ایڈیشن)

تبدیلی کی اس مقدار کے لحاظ سے جو جدید دستور سے سلطنت کے انتظام میں ہوئی، فرانس کے دستوروں کی فہرست میں لکھنے والے کی رائے کے مطابق کمی وبیشی کی گنجائش ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نظر ثانی کا جو کچھہ انتظام کیا گیا ہے (اگر اسپر انتظام کا اطلاق ہوسکتا ہے) اسکا معائنہ بہت سے دلچسپ نتائج پیدا کرتا ہے۔

اول یہ کہ 'فرانس' کے ہر دستور میں، بہ استثنائے دو دستوروں کے سختی کی خصوصیت موجود ہے؛ اور اس لحاظ سے یہ سمجھنا چاہئے کہ 'فرانس' کے تمام سیاسی فرقے اس معاملہ میں متفق الرائے ہیں کہ سلطنت کی سیاسی بنیاد معمولی واضعان قانون کی دسترس سے خارج رہنی چاہئے، اور اگر کبھی اسمیں تبدیلی کی ضرورت ہو تو وہ نہایت دشواری سے عمل میں آسکے، اور اسمیں عموماً اسقدر تعویق ہو کہ قوم کو مجوزہ تبدیلی پر کامل طور سے غور کرنے کا موقع ملجائے۔

اس لحاظ سے ۱۷۹۱ء کا بادشاہی دستور قابل لحاظ ہے۔ اس دستور کی رو سے صرف ایک مجلس واضعان قانون کی قایم ہوتی تھی، مگر اس مجلس یا پارلیمنٹ کو دستور پر نظر ثانی کرنیکا کوئی حق نہیں دیا گیا تھا؛ نظر ثانی کا حق صرف 'مجلس نظر ثانی' کو دیا گیا تھا، اور اس امر کی کوشش کی گئی تھی کہ اس مجلس کے انعقاد میں جہانتک ممکن ہو دقتیں پیش آئیں اور اسکی کارروائی ایک حد تک محدود رہے۔ اس مقصد کے لئے جو انتظام کیا گیا تھا وہ حسب ذیل تھا: ایک 470
معمولی مجلس واضع قانون دو سال کیلئے منتخب کیجاتی تھی؛ جب تک ایسی تین مسلسل مجلسیں دستور کی کسی دفعہ کی تبدیلی کے متعلق اپنی خواہشات کا اظہار نہیں کرتیں دستور میں کوئی تبدیلی ممکن نہ تھی۔ جب مسلسل تین مجلسیں یا پارلیمنٹ کسی اصلاح کے متعلق متفق ہوکر اظہار رائے کرچکتی تھی، تو جو مجلس واضعان قانون اسکے بعد قایم ہوتی تھی اسمیں (۲۴۹) ارکان کا اضافہ کیا جاتا تھا اور یہ اضافہ شدہ مجلس 'مجلس نظر ثانی' قرار پاتی تھی۔

یہ 'مجلس نظر ثانی' جہانتک کہ دستور کے الفاظ سے ممکن تھا، اسپر مجبور کیجاتی تھی کہ وہ صرف ان معاملات پر غور کرے، جو تین ماقبل کے مجالس کے رزولیوشن سے اسکے سامنے پیش کئے گئے ہیں؛ اس لحاظ سے یہ مجلس دستور کی جزئی نظر ثانی کی مجاز تھی۔ نظر ثانی کی کارروائی ختم ہوجانے پر (۲۴۹) اضافہ شدہ ارکان ہٹ جاتے تھے اور نظر ثانی کی مجلس معمولی واضعان قانون کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجلس رہجاتی تھی۔ اگر ۱۷۹۱ء کا دستور نافذ رہتا تو کسی حالتمیں اسکی دفعات میں کسی تبدیلی کا چھ سال سے کم مدت میں ہونا ممکن نہ تھا۔ واضعان دستور ہذا کی نظر میں جو شرطیں عاجلانہ اور بلاغور وفکر[1] وضع قانون کو روکنے کے لئے عاید کی گئی تھیں وہ بھی کافی نہ تھیں، اسلئے انھوں نے مزید یہ شرط لگادی تھی کہ دستور کے اعلان کے بعد جو متواتر دو مجالس واضعان قانون کی قایم ہوں انکو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ دستور کے کسی مضمون کی اصلاح کے متعلق کوئی تجویز بھی پیش کرسکیں۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ کم از کم دس سال کیلئے (۱۷۹۱ء سے لیکر ۱۸۰۱ء تک) فرانس کی حکومت کے کسی اصول میں کوئی تبدیلی نہ ہوسکے اور وہ بحال خود قایم رہیں[2]۔

۱۷۹۳ء کے جمہوری ۱۷۹۱ء کے واضعان دستور کے ساتھ اسبارہ میں متفق تھے کہ سلطنت کے بنیادی اصول معمولی واضعان قانون کی دسترس سے باہر رہنے چاہئیں مگر انھوں نے نظر ثانی کا دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ ۱۷۹۳ء کے دستور کی رو سے دستوری اصول کی تبدیلیاں معمولی واضعان قانون کی رائے پر نہیں بلکہ قوم کی خواہشات پر منحصر کردی گئیں۔ سلطنت جمہوری کے نصف سرشتہ جات کی ابتدائی مجالس (Primary Assemblies) کے دسویں حصہ کی استدعا پر مجلس واضعان قانون پر لازم تھا کہ وہ تمام ابتدائی مجالس کو جمع کرکے انکے سامنے دستور کی تبدیلی کے لئے ایک قومی جلسہ کے طلب کئے جانیکا مسئلہ پیش کرے، اور مجالس مذکور اسکی ضرورت یا عدم ضرورت یعنی نظر ثانی کے ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ کا تصفیہ کرے۔ 471

فرض کرو کہ انھوں نے نظر ثانی کی ضرورت کو تسلیم کرلیا، ایسی حالت میں ایک مجلس اسی طریقہ سے جسطرح ایک معمولی مجلس وضع قوانین منتخب کیجاتی ہے فوراً منتخب ہوگی اور وہ دستور کے صرف انھیں مضامین پر غور کریگی جن پر غور

---

[1] ایک تجویز یہ بھی پیش کیگئی تھی اگرچہ منظور نہیں ہوی کہ دستور میں (۳۰) سال تک کسی قسم کی تبدیلی نکیجائے "ہیلی" کا دستور فرانس، صفحہ ۳۰۲۔ [2] دیکھو ۱۷۹۱ء کا دستور ٹٹ، ہفتم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے کے لئے وہ طلب کی گئی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اہل ملک کے بڑے حصّے کی خواہش پر ایک مجلس وضع قوانین محدود اختیارات کے ساتھ اس غرض سے منعقد ہوگی کہ وہ دستور کے بعض دفعات کی ترمیم کرے[1]۔

۱۷۹۵ء کا جمہوری اور ڈائرکٹری دستور بھی سابق کے دستوروں کی طرح اسی اصول پر مبنی تھا کہ دستوری تبدیلیوں کو جہانتک ممکن ہو وقت طلب کر دینا نہایت ضرور ہے، اور اس سے ڈرتا تھا کہ کہیں قدیم مشہور و معروف اور قابل نفرت مجلس کی طرح پھر کوئی خود مختار شاہانہ مجلس نہ قایم ہو جائے۔

جو ترکیبیں عاجلانہ تبدیلیوں اور منتخب کنندگان کی مجلس کے مظالم روکنے کے لئے کی گئی تھیں انھیں صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسے یہ معلوم ہے کہ ڈائرکٹری کے دستور کی رو سے واضعان قوانین کی دو مجلسیں تھیں یعنی مجلس سفید ریشاں (Council of ancients) اور مجلس پانصدی؛ دستور میں تبدیلی کی تجویز کیلئے لازم تھا کہ اسکا آغاز مجلس سفید ریشاں سے ہو اور اسے پانصدی مجلس منظور کرے۔ جب باضابطہ طور سے ایسی تجویز نو سال میں تین مرتبہ ہو کر منظور ہو جاتی تھی اسوقت مجلس نظر ثانی طلب اور منعقد ہوتی تھی۔ یہ مجلس وہ مجلس ہوتی تھی جسے اب اہل امریکہ "دستوری مجلس" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ مجلس ایک خاص مقصد کے لئے ہوتی تھی، اور کسی طرح وضع قوانین کی معمولی مجلس یا سررشتہ انتظامی کی کارروائی میں حارج نہیں ہوتی تھی مجلس نظر ثانی کا کام اتنا تھا کہ وہ صرف انھیں دفعات پر غور کرے جو مجلس وضع قوانین نے اسکے غور کے لئے پیش کئے ہیں۔ اسکے اجلاس کی مدت تین مہینے سے زیادہ نہ تھی، اور اسکا کوئی فرض اسکے سوائے نہ تھا کہ وہ اصلاح کا خاکہ کھینچ کر سلطنت جمہوری کی ابتدائی مجالس کے غور کیلئے پیش کر دے۔ اس فرض کے تمام ہو جانے کے بعد خود بخود مجلس نظر ثانی برخاست ہو جاتی تھی۔ دستور میں صرف یہی حکم نہ تھا کہ مجالس نظر ثانی کو حکومت یا معمولی وضع قوانین کی کارروائیوں میں کوئی دخل نہ ہوگا،

[1] دستور (۵) فرکڈیٹر فصل سوم دفعات ۳۳۶ - ۳۵۰؛ ہیلی، صفحات ۴۳۶، ۴۶۳، ۴۶۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلکہ یہ ہدایت بھی تھی کہ جب تک اس مجلس کی مجوزہ ترمیمین اہالی ملک منظور نہ کرلیں موجودہ دستور بحال خود نافذ رہیگا۔

472 'کانسلر' اور شاہنشاہی دستوروں نے کم وبیش صراحت کے ساتھ 'دستوری تبدیلیوں کو اول سنیٹ کے رزولیوشن اور دوم اہالی ملک کی عام رائے کی منظوری پر منحصر رکھا تھا۔ دستوری اصلاح کے اس طریقہ کو 'مینپولین' کے نظام کا معمولی طریقہ سمجھنا چاہیے، جو تمام تبدیلیونکو ایک ایسی جماعت کی رائے پر محول کردیتا ہے جسے خود سرشتہ انتظامی مقرر کرتا ہے، اور جس کی منظوری اہالی ملک کی عام رائے پر منحصر ہوتی ہے، اور یہ رائے اسطرح لیجاتی ہے کہ رائے دہندگان کو بجز اسکے کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ وہ یا تو ان تجاویز کو نامنظور کردیں، یا جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے وہ ان تجویزونکو منظور کرلیں جو سرشتہ انتظامی انکے سامنے پیش کرتا ہے۔ مجوزہ تبدیلیوں اور ترمیموں کے متعلق کسی بحث کا موقع نہیں دیا جاتا۔ ہمیں یہ فرض کرنے کی گنجایش ہے کہ پارلیمنٹی شہنشاہی حکومت میں بھی جسکا خاکہ ۲۳ اپریل ۱۸۱۵ء کے زاید ایکٹ میں کھینچا گیا ہے دستور کی نظر ثانی کا انحصار سنیٹ کی مرضی اور عامہ خلایق کی منظوری پر کیا گیا ہے۔ یہ زاید ایکٹ ایک لحاظ سے بہت غور کے قابل ہے اسمیں قطعی طور سے کسی ایسی تجویز کی ممانعت کی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہو کہ خاندان 'بوربن' میں پادشاہت اعادہ کرے، یا جاگیری حقوق یا عشر مذہبی، یا کوئی مسلمہ اور مقبولہ کلیسا پھر قایم ہو یا قومی جائدادوں کی فروخت منسوخ ہوجائے یا بہ الفاظ دیگر فرانس کے زمینداروں کے حقوق میں خلل واقع ہو۔ اس کوشش سے کہ بعض اصول نہ صرف معمولی واضعان قوانین بلکہ دستوری تبدیلیوں کے اثرات کی دسترس سے بھی خارج کردیئے جائیں 'انگلستان' کی تاریخ پڑھنے والوں کو 'کرامول' کا دستور مجریہ ۱۶۵۳ء یاد آجاتا ہے جسمیں اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ بعض اصول 'بنیادی اصول' قرار دیئے جائیں جنمیں پارلیمنٹ یا بظاہر سلطنت میں کوئی دوسری جماعت ہاتھ لگانے کی مجاز نہ ہو۔

۱۸۴۸ء کی جمہوری حکومت نے ان قوانین میں جنمیں واضعان قوانین

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنی معمولی حیثیت سے تبدیلی کر سکتے ہیں، اور دستوری مضامین میں جنمیں بغیر خاص وقت، اور بغیر مجلس نظر ثانی کے تقرر کے کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، پھر نمایاں فرق قایم کر دیا۔ معمولی مجلس وضع قوانین کا انتخاب تین سال کے لئے ہوتا تھا، یہ مجلس بطور خود دستور کے کسی مضمون کو بدل نہیں سکتی تھی، البتہ اس کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنے اجلاس کے تیسرے سال یہ تجویز کرے کہ دستور کے جزو یا کلیتہً تبدیلی کی ضرورت ہے، مگر یہ رزولیوشن بھی اسوقت تک بیکار تھا جب تک کہ وہ ایک مہینے کے فاصلہ سے تین مرتبہ نہ منظور کیا جائے، اور رائے دینے والوں کی تعداد (۵۰۰) سے کم نہ ہو، اور انمیں سے تین چوتھائی ارکان اسکی تائید میں نہ ہوں۔

جب دستور میں تبدیلی کی رائے باضابطہ طور سے منظور ہو جاتی تھی اسوقت نظر ثانی کی مجلس کا انتخاب ہوتا تھا۔ اس مجلس کا وجود صرف تین مہینے کے لئے ہوتا تھا، اور معمولی مجالس و اعیان قانون سے زیادہ ارکان پر مشتمل ہوتی تھی، اور صرف وہی فرائض انجام دینے پر مامور تھی جسکے لئے وہ منعقد ہوئی تھی، لیکن اگر ضرورت ہو تو وہ معمولی قوانین بھی نافذ کر سکتی تھی، اور اس لحاظ سے وہ انتخاب کنندگان کی ایک جماعت متصور ہوتی تھی اور معمولی مجلس وضع قوانین کی قائمقام ہو جاتی تھی[1]۔ 473

دوسری بادشاہت کے عہد میں وضع قانون کا نظام پھر پہلی بادشاہت کے طریقہ پر آگیا، اور دستوری تبدیلیوں کا انحصار دوبارہ سینیٹ کے رزولیوشن اور عامہ خلایق کی رائے پر ہو گیا[2]۔

زمانہ حال کی جمہوری حکومت اکثر امور میں اس انتظام مملکت سے مختلف ہے جو فرانس کے مدبرین نے زمانہ سابق میں قایم کیا تھا۔ دستوری انتظامات کسی ایک جگہ نہیں ملتے بلکہ متعدد دستوروں میں پھیلے ہوئے ہیں جنمیں اس قومی مجلس نے نافذ کیا ہے جو ۱۸۷۱ء میں منعقد ہوئی تھی۔ ان قوانین کو معمولی

---

[1] دیکھو ۱۸۷۵ء کا دستور دفعہ ۱۱۱۔ [2] دیکھو ۱۸۵۲ء کا دستور دفعات ۳۱، ۳۲؛ ہیلی، صفحہ ۱۱۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجلس وضع قوانین تبدیل نہیں کر سکتی: یعنی سینیٹ اور ایوان نائبین معمولی واضعان قانون کی حیثیت سے انہیں ردوبدل کا مجاز نہیں ہے۔ دستور میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کے لئے لازم ہے کہ ہر ایوان پہلے جداگانہ اس رائے کا اظہار کرے کہ دستور میں تبدیلی مناسب ہے جب ہر ایوان ایسی رائے دے چکتا ہے تو دونوں ملکر ایک مجلس منعقد کرتے اور بحیثیت قومی مجلس یا کانگرس کے رائے دیتے ہیں، اس مجموعی مجلس کو دستور کے کسی جز کی تبدیلی کا اختیار ہوتا ہے اور وہ اس اختیار کی بنا پر دستوری قانون کے بعض اجزا کو تبدیل کر چکے ہیں[1]۔

میں نے ۱۸۱۴ء کے دستوری منشور عطیۂ لوی ہیژدہم اور ۱۸۳۰ء کے منشور منظورۂ لوی فلپ کا ذکر دیدہ و دانستہ ترک کر دیا ہے، کیونکہ ان دونوں وثائق میں تبدیلی کے متعلق کوئی خاص انتظام نہیں بتایا گیا ہے۔ 'انگلستان' کا ایک باشندہ اس سے یہ نتیجہ مستنبط کر سکتا ہے کہ ان منشوروں میں معمولی وضع قانون کے طریقہ پر ردوبدل ہو سکتا ہے، ممکن ہے کہ یہ استنباط صحیح ہو۔ ۱۸۱۴ء اور ۱۸۳۰ء کے دستوریوں کا منشا یہ تھا کہ وہ 'انگلستان' کے نمونہ پر ایک دستوری بادشاہت قائم کریں، مگر جو استنباط کیا جاتا ہے وہ، جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں، قطعی نہیں ہے[2]۔ ممکن ہے کہ 'لوی ہیژدہم' کا یہ خیال ہو کہ جو دستور بادشاہ کی طرف سے بطور منشور کے منظور ہوا ہے اسمیں جو تبدیلی ہوگی وہ صرف منطی منشور ہو سکے گی۔ 'لوی فلپ' کی یقیناً یہ خواہش ہوگی کہ اس کے انتظام حکومت کی جو بنیادیں ہیں وہ قانوناً ناقابل تغیر رہیں۔ بہرحال حقیقت خواہ کچھ ہو یہ امر بالکل صاف ہے کہ 'فرانس' کے بانیان دستور بطور قاعدہ اس خیال پر مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے تھے کہ دستور کے بنیادی اصول معمولی واضعان قانون کی رائے پر فوری تبدیلیوں سے محفوظ اور مصئون رہیں۔

---

[1] دیکھو ۱۸۷۵ء کا دستوری قانون دفعہ ۔

[2] دیکھو صفحات 118—120 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

474

دوسرے یہ کہ 'فرانس' کے مُدبرین نے کبھی پورے طور سے ان دقتوں اور خطروں کا اندازہ نہیں کیا ہے جو دستور کی انتہائی سختی سے پیش آسکتے ہیں۔ انھیں اسکا بہ مشکل احساس ہوا ہے کہ قوم کی ترمیم اور اصلاح کی خواہش کو ایک قلیل جماعت کا سالہا سال معرض التوا میں ڈالے رکھنا بغاوت کیلئے ایک عذر یا سبب ہوسکتا ہے۔

زمانۂ حال کی جمہوریت کے بانیوں نے اسبارہ میں کچھہ کچھہ تجربہ سے سبق حاصل کیا ہے۔ انھوں نے دستور اور معمولی قانون کا فرق تو قائم رکھا ہے، مگر دستور میں قواعد کی تعداد کم کردی ہے جس سے دستور کی ترمیم اور نظر ثانی میں آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں، اور موجودہ ایوانوں کو ایسے اختیارات دیدیئے ہیں جن سے وہ تقریباً شاہی پارلیمنٹ کے مساوی ہوگئے ہیں۔ اسبارہ میں کہ یہ حالت بہمہ وجوہ مفید ہے یا غیر مفید کسی رائے کا اظہار دانائی کے خلاف ہوگا۔ جو کچھہ اس موقع پر کہنے کی بات ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ 'فرانس' کی موجودہ نسل نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ ایک دستور ممکن ہے کہ ایسا سخت ہو کہ اس سے کام چلنا مشکل ہوجائے اور امن قائم نہ رہ سکے[1]

تیسرے یہ کہ 'انگلستان' کے نقاد اہالی فرانس کی اس جد و جہد پر ہنستے ہیں جو وہ اپنے ان دستوروں کو ناقابل تبدیل بنانے میں صرف کرتے رہے ہیں جو بلحاظ اوسط دس سال سے زیادہ مدت تک بھی قایم نہیں رہے ہیں۔ نقاد مذکور یہ خیال کرتے ہیں کہ جو عمارت پہلی قومی مجلس کی ذہانت نے تعمیر کی تھی وہ اگر بحال خود رہنے دیجاتی تو اسمیں قانوناً ۱۸۰۱ء تک کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تین دستوروں کے درہم برہم

---

[1] ان حالات کے لئے جن سے 'فرانس' کے موجودہ دستور کی توضیح ہوتی ہے دیکھو 'لوول' کی کتاب یورپ کے دوسرے ممالک کی حکومتیں اور اسکی جماعتیں، ج ۱ صفحات ۱۴۰۷، اور اسپر غور کرو کہ 'فرانس' کا موجودہ دستور ان تمام دستوروں سے زیادہ تر عرصہ تک قایم رہا ہے جو ۱۷۸۹ء سے مختلف اوقات میں قایم ہوتے رہے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو جانے کے بعد، بونا پارٹ، ایک خود مختار حکومت کی بنیاد قایم کر رہا تھا، اسی طرح ۱۷۹۵ء کی "ڈائرکٹری جمہوریت" اگر بحالت خود قایم رکھی جاتی تو اسمیں ۱۸۰۴ء تک جو شاہی سلطنت کے زور کا زمانہ تھا ایک ذرہ برابر بھی تبدیلی ممکن نہ تھی۔

ستم ظریف تقدیر اپنے مظلوموں کو انکی حماقت کی بنا پر مستوجب سزا نہیں قرار دیتی؛ اگر ہم دنیا کی اس حالت پر نظر کریں جبکہ فرانس نے اپنے وضع دستور کے تجربے شروع کئے تو ہم کو معلوم ہوگا کہ اس خیال میں کہ ایک ملک کے اہم قوانین بتدریج بدلنے چاہئیں یا اس توقع میں کہ 'فرانس' کے قوانین میں متواتر تبدیلیاں نہ ہونگی، کوئی امر قابل مضحکہ نہ تھا۔ 'انگلستان' کے دستور کا بنیادی پتھر، بہ استثنائے الحاق 'انگلستان' و 'اسکاٹ لینڈ' کے جہانتک کہ ایک بیرون ملک کے دیکھنے والے کو نظر آتا تھا، ایک صدی سے بجائے خود قایم تھا، اور اگرچہ انگلستان، کی پارلیمنٹ اصولاً ہر قسم کے ادارہ میں تبدیلی کی مجاز تھی مگر 'جارج سوم' کی پارلمنٹوں سے یہ توقع نہیں کیجا سکتی تھی کہ وہ کسی ایسے قانون کو بدل سکیں گی جو دستوری سمجھا جا سکتا ہو، جسطرح موجودہ پارلیمنٹ سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ بادشاہ کو علیحدہ کر دیگی۔

475 حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۲۹ء میں اسٹیٹ جنرلوں کا جو جلسہ منعقد ہوا اس سے تقریباً چالیس سال بعد 'انگلستان' کی حکومت کی شکل میں کوئی ایسی تبدیلی ہوی جسے اہم کہہ سکتے ہیں۔ ایک صدی قبل کوئی شخص 'انگلستان' یا 'فرانس' میں یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ پر امن انقلابات کی یہ حالت ہوجائے گی جس کے 'انگلستان' کے موجودہ لوگ ایسے عادی ہوگئے ہیں کہ انکو اسکا احساس بھی باقی نہیں رہا ہے۔ ریاستہائے متفقہ امریکہ کے جدید قایم شدہ دستور نے اپنی استقامت کی علامتیں ظاہر کی ہیں، اور وہ ایک صدی سے زیادہ مدت سے، بغیر اسکے کہ اسکی شکل میں کوئی تبدیلی ہو، بحال خود قایم ہے؛ اسلئے ۱۷۸۹ء کے لوگوں کا یہ سمجھنا بیجا نہ تھا کہ اگر دستور کی عمارت احتیاط کے ساتھ تعمیر کیجائے تو وہ بغیر ترمیم کی ضرورت کے ایک مدت دراز تک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قایم رہ سکتی ہے۔

چوتھے یہ کہ اگر واقعات کے لحاظ سے اندازہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'فرانس' کے دستوری ارسال دو قسم کی غلطیوں کے مرتکب ہوے ہیں۔ اہالی 'فرانس' ہمیشہ اس حقیقت سے ناواقف رہے کہ دستور ایسے قوانین کے نفاذ سے بیکار محض ہو جاتے ہیں جو اگرچہ صراحت کے ساتھ انکے احکام کو تبدیل کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے، مگر اندر ہی اندر انکی جڑوں کو کاٹ دیتے ہیں، اسلئے انھوں نے غیر دستوری قوانین کے نفاذ روکنے کے لئے وہ کافی ذرایع اختیار نہیں کئے جو 'امریکہ' کے بانیان دستور نے اختیار کئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں نے عام طور سے، اگرچہ ہمیشہ نہیں، ان خطرات کی بہت کم پروا کی جو دستوری مجلس کی طلبی سے عاید ہوتے ہیں، یہ مجلس جو مسلمہ اور مقبولہ واضعان قانون اور سرشتہ انتظامی کے اختیارات کو ملتوی کر دینے کا سبب ہوتی ہے، ممکن ہے کہ بغاوتی انقلاب کی صورت اختیار کرلے۔

پانچویں یہ کہ ۱۷۹۵ء کا ڈائرکٹری دستور اصولی نظر سے اہالی فرانس، کے فن دستور سازی میں سب سے زیادہ دلچسپ تجربہ تھا۔ اسکے بانی برنائے تجربہ ان خطرات سے واقف تھے جو انقلابی تحریکوں کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں، دستور کی ترمیم کے خطرات کو خفیف کرنے کے لئے انھوں نے جو ترکیبیں ایجاد کیں اس سے انکی ذہانت کا پتا چلتا ہے۔ نظر ثانی کا کام ایک ایسی مجلس کے سپرد کرنا جو محض اسی مقصد کے لئے طلب کی گئی ہو، اور جس کا کوئی اور کام نہ ہو، اور جو مسلمہ اور مقبولہ واضعان قانون یا سرشتہ انتظامی کی کارروائی میں مداخلت نہ کرسکے، 'امریکہ' کی اصطلاح کے مطابق صحیح دستوری مجلس (Constitutional Convention) کا قائم کرنا تھا[1] اور جہانتک ماورائے بحر ایٹلانٹک کے تجربوں کا تعلق ہے یہ کہا

[1] دیکھو لفظ (Convention) کیلئے 'امریکہ کے فنون کی انسکلوپیڈیا' اور 'برائس' کی 'امریکہ کی جمہوریت' ج اول (طبع سوم) ضمیمہ دستوری مجالس صفحہ ۶۶۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک مکتوبہ اور سخت دستور کے تبدیل اور ترمیم کا سب سے زیادہ دانشمندانہ طریقہ تھا۔ مزید براں اس اصول کا قایم کرنا کہ جو ترمیمیں مجلس نظر ثانی تجویز کرے وہ عامہ خلایق کی رائے کے لئے پیش کی جائیں اور جبتک عامہ خلایق ان کو منظور نہ کرے نافذ نہ ہوں، اس مراجعت (Referendum) کی طرف پیشقدمی تھی جو اب سوئٹزرلینڈ میں پوری طرح سے قایم ہوگئی ہے اور جو آئندہ کسی نہ کسی شکل میں عمومی سیاست کا ایک مسلمہ جز قرار پانے والی ہے۔ ۱۷۹۵ء کے واضعان دستور نے جس
476 ذہانت کا اظہار کیا ہے اسکی طرف قارئین کی دو وجہ سے توجہ مبذول کرانا مناسب معلوم ہوتا ہے، اول یہ کہ ذہانت فرانس کے دوسرے واضعان دستور کی عدم ذہانت کے مقابلہ میں نمایاں طور سے نظر آتی ہے دوسرے یہ کہ ڈائرکٹری حکومت نے جو ناقابلیت انتظامی کام میں ظاہر کی وہ انکی اس ذہانت کی وقعت کو جو اس نے دستور کے بعض اجزا کی ایجاد میں ظاہر ہوئی کھو دیتی ہے اور اسے ناقابل توجہ قرار دیتی ہے۔

نوٹ ۲

وفاقی ریاستونمیں تقسیم اختیارات

جو طالب علم وہ اصول سمجھنا چاہتا ہے جسکی رو سے کسی وفاقی نظام میں اختیارات کی تقسیم قوم یا مرکزی حکومت اور اسکی متعلقہ ریاستوں میں ہوتی ہے اسے مفصلۂ ذیل امور پر غور کرنا چاہئے۔ اول یہ کہ آیا مخصوص اختیارات یعنی وہ اختیارات جو دستور کی رو سے دیئے گئے ہیں صرف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قومی حکومت کے لئے ہیں یا ریاستوں کیلئے بھی ہیں۔ دوسرے یہ کہ آیا جو ایکٹ وفاقی واضعان قانون نافذ کرتے ہیں انکی تنسیخ یا ناقابل نفاذ قرار دینے کا اختیار کسی عدالت یا کسی دوسرے مقتدر شخص کو حاصل ہے یا نہیں۔ تیسرے یہ کہ وفاقی حکومت کس حد تک جداگانہ ریاستوں کے وضع قانون کی نگرانی کی مجاز ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر کوئی ایسی جماعت ہے جو دستور کو تبدیل کرنیکی مجاز ہے تو اسکی نوعیت کیا ہے۔

ان امور میں پانچ مختلف وفاقی نظاموں کا مقابلہ کرنا دلچسپی سے خالی نہیں۔

الف۔ امریکہ کی ریاستہائے متفقہ۔ ۱۔ دستور کی رو سے جو اختیارات ریاستہائے متفقہ کو دیئے گئے ہیں وہ پورے طور سے "محدود" یا مصرحہ ہیں اور جو اختیارات علیحدہ علیحدہ ریاستوں کے لئے چھوڑ دیئے گئے ہیں وہ "غیر محدود" یا غیر مصرحہ ہیں۔ دستور کی رو سے جو اختیارات ریاستہائے متفقہ کو نہیں دیئے گئے ہیں اور نہ دستور مذکور کی رو سے جداگانہ ریاستوں کے لئے ممنوع قرار پائے ہیں وہ علی الترتیب جداگانہ ریاستوں یا اہالی ملک کیلئے محفوظ ہیں[1]۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ریاستہائے متفقہ (یعنی قومی حکومت) کسی ایسے اختیار کی دعویدار نہیں ہوسکتی جو اسے دستور کی رو سے ظاہری یا معنوی طریقہ سے حاصل نہیں ہے۔ ہر ریاست جو وفاق میں شریک ہے ہر ایسے اختیار کے کام میں لانیکا دعوی کرسکتی ہے جو ایک آزاد قوم کا حق ہے، اور جو بواسطہ یا بلاواسطہ اس سے بذریعہ دستور سلب نہیں کرلیا گیا ہے۔

۲۔ وفاقی (مرکزی حکومت کی) قانون سازی اسیطرح دستور کی تابع ہے جسطرح ریاستوں کی قانون سازی ہے۔ ہر ایکٹ خواہ وہ کانگرس کا وضع کردہ ہو یا کسی ریاست کا، جو دستور کے خلاف ہو باطل ہے، تمام عدالتوں میں وہ ایسا ہی سمجھا جائے گا۔ 477

[1] دستور ریاستہائے متفقہ ترمیم شان ۱۰

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۳۔ وفاقی حکومت کو
یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی ریاست کے مجریہ قانون کو منسوخ یا غیر نافذ قرار دے۔ ریاستوں کے دستوروں کا وجود وفاقی حکومت پر منحصر نہیں ہے اور نہ وہ اسکی منظوری کے محتاج ہیں؛ مگر ریاستہائے متفقہ کا دستور اسکا ضامن ہے کہ ہر ریاست کی حکومت جمہوری ہوگی؛ اور کہا جاتا ہے کہ وفاقی حکومت کو یہ حق حاصل ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کا فرض ہے کہ وہ ریاستوں کے ایسے دستوروں کو جو جمہوری نہ ہوں فسخ کردے، اصطلاح "جمہوری" کی صحیح تعریف خواہ کسی طریقہ سے کیجائے۔

۴۔ دستور میں تبدیلی
کیلئے تین چوتھائی ریاستوں کی رضامندی کی ضرورت ہے؛ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بروی دستور کوئی ریاست سینیٹ میں مساوی حق رائے دہی سے بغیر اپنی رضامندی[1] کے محروم نہیں کیجاسکتی۔

ب۔ سوئٹزرلینڈ کا وفاق۔ ۱۔ قومی حکومت کے اختیارات یا وفاقی قوت محدود، اور ہر صوبہ (کینٹن) کے اختیارات غیر محدود ہیں[2]۔

۲۔ جو قوانین وفاق نافذ کرے اسے عدالتیں نافذ العمل ٹھہرائیں گی؛ لیکن جو قانون وفاقی مجلس نافذ کرے گی وہ آٹھ صوبوں یا تیس ہزار باشندوں کے مطالبہ پر منظوری یا نامنظوری کے لئے عامہ خلائق کی رائے کے لئے پیش ہوسکیگا۔ بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وفاقی عدالت صوبوں کے نافذ کردہ ایسے قوانین کو جو دستور کے خلاف ہوں ناجائز قرار دیگی۔

۳۔ وفاقی عہدہ دار اسکے مجاز نہیں ہیں کہ وہ صوبوں کے نافذ کردہ قوانین کو منسوخ یا نامنظور کریں؛ لیکن صوبوں کے دستوروں اور انکی ترمیمات کے لئے وفاق کی ضمانت کی ضرورت ہے، اور یہ ضمانت صوبوں کے دستوروں میں ایسے مضامین کے متعلق نہیں دیجاسکتی جو

[1] ریاستہائے متفقہ امریکہ کا دستور دفعہ ۵۔ [2] دیکھو دستور وفاقی دفعہ ۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وفاقی دستور کے مخالف ہوں مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ صوبوں کے دستوروں کی ترمیمات اسوقت تک نافذ نہیں ہوتیں جب تک کہ انکی نسبت وفاقی ضمانت حاصل نہ ہو جائے۔

۴۔ وفاقی دستور کی نظر ثانی صرف باشندگان سوئٹزرلینڈ اور سوئٹزرلینڈ کے صوبوں کی کثرت رائے سے ہو سکتی ہے۔ دستور میں کوئی تبدیلی بطریق جائز اسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ صوبے بغلبہ آرا اسکو پسند نہ کرلیں۔

ج۔ کینیڈا کی ماتحت حکومت (ڈومنین)۔ ۱۔ ماتحت حکومت یا وفاقی گورنمنٹ کے اختیارات غیر محدود اور غیر مصرحہ ہیں، ریاستوں یا صوبوں کے اختیارات محدود اور مصرحہ ہیں مگر انکی تصریح نہایت تنگی کے ساتھ کی گئی ہے[1]۔

وفاقی نقطۂ نظر سے ایک ماتحت حکومت (Dominion) کے دستور اور ریاستہائے متفقۂ امریکہ، اور سوئٹزرلینڈ، کے دستوروں میں یہ فرق اور امتیاز نہایت اہم ہے۔ 478

ماتحت حکومت یعنی ڈومنین، کی پارلیمنٹ تمام ایسے معاملات کے متعلق قانون وضع کرنے کی مجاز ہے جو بطور خاص صوبوں کے واضعان قانون کے تفویض نہیں کر دیئے گئے ہیں۔ صوبوں یا ریاستوں کے واضعان قانون صرف انھیں خاص خاص معاملات کے متعلق وضع قانون کے مجاز ہیں جو بطور خاص انکے تفویض ہیں؛ برخلاف اسکے امریکہ، کی کانگرس یا سوئٹزرلینڈ کی وفاقی مجلس انھیں مخصوص معاملات کے متعلق قانون وضع کر سکتی ہے جنکے متعلق دستور سے اسکو اختیار دیا گیا ہے، باقی تمام اختیارات وضع قانون کے ہوں یا دوسرے، ریاستیں یا صوبے عمل میں لاتے ہیں بشرطیکہ وہ بذریعۂ دستور بطور خاص انسے لے نہ لئے گئے ہوں۔

---

[1] دیکھو انگریزی شمالی امریکہ، کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء صفحات ۹۱، ۹۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۲۔ وفاقی یا ماتحت
حکومت کی پارلیمنٹ اسیطرح دستور (یعنی انگریزی شمالی امریکہ کے ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء) کی تابع اور پابند ہے جسطرح صوبوں کی مجالس وضع قوانین ہیں۔ ہر ایسا ایکٹ خواہ وہ ماتحت حکومت کی پارلیمنٹ کا نافذ کردہ ہو یا صوبوں کے واضعان قانون کا جو دستور کے خلاف ہے، ناجایز ہے، اور عدالتیں اسے ناجایز ہی قرار دینگی۔

۳۔ ماتحت حکومت
کی گورنمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایک ایسے ایکٹ کو جسے ایک صوبہ کے واضعان قانون نے نافذ کیا ہو منسوخ کردے۔ یہ اختیار صوبہ کے ایسے ایکٹوں سے بھی متعلق ہوسکتا ہے جو دستور کے مطابق ہوں یعنی جنکے نفاذ کا حق دستور سے صوبوں کو دیا گیا ہو[۱]

۴۔ ماتحت حکومت
کا دستور شاہی قانون پر مبنی ہوتا ہے اور اس لحاظ سے بجز اس کے کہ خود قانون مذکور میں کوئی دوسرا حکم ہو، وہ صرف شاہی پارلیمنٹ کے حکم ہی سے بدلا جاسکتا ہے۔ ماتحت حکومت کی پارلیمنٹ اس حیثیت سے اسکی مجاز نہیں ہے کہ وہ "کنیڈا" کے دستور کے کسی جز کو بدل دے؛ البتہ وہ واضعان قانون صوبہ جات کی کارروائیوں کے ساتھ اتفاق کرکے ایک حد تک دستور کی اصلاح اسغرض سے کرسکتی ہے کہ ماتحت حکومت اور صوبوں کے قوانین میں یکسانیت پیدا ہوجائے[۲]۔

انگریزی شمالی امریکہ کے ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء کی دفعہ ۹۲ ضمن (۱) کی رو سے صوبوں کے واضعان قانون کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ صوبوں کے دستور کو بدل دیں مگر وہ قانون جس سے صوبوں کے دستور میں تبدیلی واقع ہوتی ہو،

---

[۱] دیکھو انگریزی شمالی امریکہ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء دفعہ ۹۰؛ اور بوریناٹ کی کتاب "پارلیمنٹ کا ضابطہ اور عملدرآمد"، صفحات ۷۶-۸۱۔ [۲] انگریزی شمالی امریکہ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء دفعہ ۹۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صوبوں کے دوسرے قوانین کیطرح ماتحت حکومت سے نامنظور کیا جاسکتا ہے۔

ب۔ آسٹریلیا کی جمہوری حکومت ۱۔ وفاقی حکومت کے اختیارات محدود، اور ہر ریاست کے اختیارات، جو اس ریاست کی پارلیمنٹ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، غیر محدود ہیں[1]۔

۲۔ وفاقی و اضعان قانون (یعنی جمہوری پارلیمنٹ کی مجلس وضع قوانین کے ارکان) ریاستوں کے واضعان قانون کی طرح دستور کے تابع اور پابند ہیں۔ ہر ایسا ایکٹ، خواہ وہ جمہوری پارلیمنٹ کا نافذ کردہ ہو یا صوبوں کی مجلس واضع قوانین کا، جو دستور کے خلاف ہوگا، ناجائز متصور ہوگا، اور عدالتیں بھی اسے ناجائز قرار دینگی۔ 479

۳۔ وفاقی یا جمہوری حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی ریاست کے وضع کردہ قانون کو بواسطہ یا بلاواسطہ منسوخ یا نامنظور کرے۔

۴۔ جمہوری حکومت کے دستور میں ایسے قانون کے ذریعہ سے ترمیم ہوسکتی ہے جسے جمہوری پارلیمنٹ نافذ کرے، اور بعض صورتوں میں ایسے قانون سے جسے جمہوری پارلیمنٹ کے کسی ایک ایوان نے نافذ کیا ہو، اور اُسے جمہوری حکومت کے رائے دہندگان کی جماعت کثیر اور اکثر ریاستوں نے پسند کیا ہو[2] مگر یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ:-

(۱) دستور کے اکثر مضامین ایسے ہیں جو بروے دستور جمہوری پارلیمنٹ کے معمولی ایکٹ سے تبدیل ہوسکتے ہیں[3]۔

(۲) چونکہ جمہوری حکومت کا دستور شاہی پارلیمنٹ کا ایک ایکٹ ہے

---

[1] جمہوری دستور کا ایکٹ دفعات ۵۱، ۵۲، ۱۰۶، ۱۰۷۔

[2] دستور دفعہ ۱۲۸؛

[3] دیکھو دستور مطبوعہ تشیل دفعات ۷ و ۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسلئے اسکی تنسیخ یا ترمیم شاہی پارلیمنٹ کے ایکٹ سے ہوسکتی ہے۔

۷۔ جرمنی سلطنت ۔ ۱ ۔ شاہی (وفاقی) اختیارات دستور کے لحاظ سے بظاہر محدود اور مصرحہ ہیں۔ اور ان ریاستوں کے اختیارات جن سے وفاق مرکب ہے غیر محدود اور غیر مصرحہ ہیں۔

مگر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بیان دو حدود سے محدود ہے: اول یہ کہ جو اختیارات شاہی حکومت کو دیئے گئے ہیں وہ بہت وسیع ہیں، دوسرے یہ کہ شاہی وضع قانون سے دستور میں تبدیلی ہوسکتی ہے[۵۱]

۲ ۔ شاہی وضع قانون اگر صحیح طریقہ پر عمل میں آئے تو وہ بظاہر خلاف دستور، (ناجائز) نہیں ہوسکتا[۵۲] البتہ ریاست کا وضع کردہ قانون اگر وہ دستور یا شاہی وضع کردہ قانون کے خلاف ہے تو باطل متصور ہوگا[۵۳]

۳ ۔ یہ امر بالکل صاف نہیں ہے کہ آیا شاہی حکومت کسی ریاست کے وضع کردہ قانون کو اس بنا پر منسوخ کرسکتی ہے کہ وہ دستور کے خلاف ہے لیکن جہانتک کہ ایک بیرون ملک کا شخص اندازہ کرسکتا ہے وہ یہی ہے کہ شاہی دستور کی رو سے ایسا کوئی اختیار موجود نہیں ہے۔ اگر کسی ریاست میں کوئی دستوری پیچیدگی پیش آجائے تو بالآخر اسکا فیصلہ شاہی حکومت سے ہوتا ہے[۵۴]

۴ ۔ شاہی (وفاقی) وضعان قانون

---

۵۱ ریشور فاسنگ، دفعات ۲ و ۸۷۔

۵۲ اس غیر منفصلہ سوال کے لئے کہ آیا قانون سلطنت اور حدتیں عام طور سے ایسے قانون کو جسے ڈائٹ، (ریشٹاگ) نے نافذ کیا ہے خلاف سمجھیں گے، دیکھو لوول، کی کتاب موسومہ یورپ کی دوسری حکومتیں اور جماعتیں صفحات ۲۸۲۔۲۸۴۔

۵۳ ریشور فاسنگ، دفعہ ۲ و لابوڈ کی کتاب سلطنت جرمنی کا دستور، دفعہ ۱۰۔

۵۴ ریشور فاسنگ، دفعہ ۷۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معمولی طریقہ وضع قانون پر دستور کی تبدیلی کے مجاز ہیں۔ لیکن کوئی قانون
به ترمیم دستور نافذ نہیں ہوسکتا اگر وفاقی کونسل (Bundesrath) میں چودہ 480
رائیں اسکے خلاف ہوں۔ اس سے فی الحقیقت پروشیا اور دوسری مختلف
ریاستوں کے اتحادوں (Combinations) کو دستور کی تبدیل میں حق
تنسیخ حاصل ہوجاتا ہے۔

علاوہ اسکے بعض ریاستوں کو مخصوص اختیارات حاصل ہیں جو از روئے
دستور بغیر اس ریاست کی رضامندی کے تبدیل نہیں ہوسکتے[1]

نوٹ ۳

پارلیمنٹی حکومت عاملانہ اور غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کا فرق

اس زمانہ میں یورپ کی اکثر سلطنتوں اور ان تمام ممالک میں

[1] جنوبی افریقہ کے دستور کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے کہ وہ فی الحقیقت صاف الفاظ میں اپنے صحیح مفہوم میں وفاقی نہیں ہے۔ وہ ایکٹ جسکے تحت میں یہ دستور مرتب ہوا ہے، پارلیمنٹ کے اختیارات تبدیل دستور کو حقیقی طور سے محدود نہیں کرتا ہے۔ دفعہ ۱۵۲ میں صاف طور سے یہ حکم ہے کہ پارلیمنٹ بذریعہ قانون اس ایکٹ کے مضامین میں سے ہر مضمون کو بدل دینے کی مجاز ہے بشرطیکہ کوئی ایسا عمل جسکے نافذ رہنے کے لئے ایک معین وقت مقرر ہے وہ مدت مذکور کے ختم ہونے سے قبل تبدیل یا منسوخ نہ ہوسکیگا' اور نہ دفعہ مذایا و فعات ۳۳ اور ۳۴ کے مضامین میں جو مجلس وضع قوانین کے ارکان کی تعداد سے متعلق ہیں دس سال گذر جانے یا ارکان مجلس مذکور کی تعداد (۱۵۰) تک پہنچ جانے سے قبل (جو صورت بعد میں واقع ہو) تبدیل یا منسوخ ہوسکیں گے؛ اسیطرح دفعہ ۳۵ کے مضامین جو ایوان کے ارکان کے انتخاب کنندگان کی قابلیت کے متعلق ہیں اور نیز دفعہ (۱۳۷) کے مضامین متعلق بہ زبان بحال خود

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو یورپ کے خیالات سے متاثر ہیں، کسی نہ کسی قسم کی نمایندہ حکومتوں کا وجود پایا جاتا ہے، مہذب سلطنتوں میں بہت کم ایسی سلطنتیں ہیں جنمیں وضع قانون کے اختیارات نمایندہ یا کم وبیش عام جماعتیں کام میں نہیں لاتیں، مگر نمایندہ حکومت کے معنی ہر جگہ یکساں اور مساوی نہیں ہیں۔ اسکی دو مختلف شکلیں ہیں جن میں بلحاظ ان تعلقات کے جو واضعان قانون کو عہدہ داران انتظامی کے ساتھ ہوتا ہے، فرق کیا جاتا ہے۔ نمایندہ حکومت کی ایک وہ شکل ہے جسمیں واضعان قانون یا یوں کہو کہ اسکا انتخابی حصہ عہدہ داران انتظامی کو مقرر اور موقوف کرتا ہے، اس صورتمیں عہدہ داران انتظامی عام طور سے واضعان قانون کی مجلس کے ارکان میں سے منتخب ہوتے ہیں۔ ایسے
481 عہدہ دار دنکو "پارلیمنٹی حکومت عاملانہ" سے موسوم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ نمایندہ حکومت کی دوسری شکل وہ ہے جسمیں حکومت عاملانہ کو، خواہ وہ بادشاہ ہوں یا اسکے وزرا یا پریسڈنٹ اور اسکی کابینہ، مجلس وضع قانون مقرر نہیں کرتی، ان کو غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ، کے نام سے موسوم کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ نمایندہ حکومتوں کے ان دو اشکال میں جو فرق ہے اسکی طرف سربرآوردہ مصنفین نے اگرچہ حال میں توجہ کی ہے مگر ابھی تک انگلستان، کے دستور کے اصول اور عمل کی کتابوں میں اسکو کافی طور سے نمایاں نہیں کیا گیا ہے اسلئے اس ضمن میں دو تین امور خاص توجہ کے قابل ہیں۔

اول، یہ کہ اس امتیاز سے دستور کی تقسیم کا ایک جدید معیار قایم ہوتا ہے اور مختلف دستوروں کے اتحاد اور اختلاف کے ذرایع معلوم ہو جاتے ہیں۔ اسطور سے اگر انتظام مملکت کی نوعیت کا اندازہ اسکی حکومت عاملانہ سے کیا جائے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ قایم رہیں گے جب تک کہ مسودہ ترمیمات کو ہر دو ایوان کے مشفقہ اجلاس نے منظور نہ کر لیا ہو، اور اسکی تیسری خواندگی کے وقت ہر دو ایوانوں کے دو تہائی ارکان نے اسکی تائید نہ کی ہو۔ دفعہ ہذا کے الفاظ ایسے صریح ہیں کہ اسکے منشا کا خود دفعہ کی امکانی تبدیل سے پوشیدہ رہنا ناممکن ہے۔ دیکھو کینیڈا کی کتاب جنوبی افریقہ کا وفاق نیز برانڈ کی کتاب اتحاد جنوبی افریقہ مخصوص طور سے فصل ۱۱۔ قابل ملاحظہ ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو معلوم ہوگا کہ 'انگلستان' 'بلجیم' 'اٹلی' اور 'فرانس' کی موجودہ جمہوریت کے دستور ایک ہی نوعیت اور ایک ہی قسم کے ہیں کیونکہ انمیں سے ہر دستور کے تحت 'پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کا وجود پایا جاتا ہے۔ برخلاف اسکے 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ جرمنی کی سلطنت' اور 'فرانس' کی جمہوریت ثانی دوسری قسم میں آتی ہیں۔ کیونکہ انمیں سے ہر ایک کے دستور میں غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کا وجود پایا جاتا ہے۔ نمایندہ حکومتوں کی اس قسم کی تقسیم یقیناً فائدہ سے خالی نہیں ہے' اس امر کا معلوم ہو جانا قطعاً مفید ہے کہ 'امریکہ' کی عمومی جمہوریت اور جرمنی کی شاہی حکومت میں ایک ایسی اہم خصوصیت مشترک ہے جو اسکو نہ صرف 'انگلستان' کی دستوری شاہی بلکہ 'فرانس' کی عمومی جمہوریت سے بھی ممیز کرتی ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ مجلس وضع قانون یا پارلیمنٹ کی عملی قوت بڑی حد تک حکومت عاملانہ کے تقرر اور موقوفی پر منحصر ہے۔ یہی قوت کم از کم نصف ان اختیارات کا ذریعہ ہے جو آج 'انگلستان' کے دارالعوام کو حاصل ہیں۔ یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ پارلیمنٹی حکومت' اپنے صحیح معنوں میں' اسوقت تک وجود میں نہیں آتی جب تک کہ حکومت عاملانہ کا اپنے عہدوں پر قایم رہنا پارلیمنٹ کی خوشی پر منحصر نہیں رہتا۔ اور جب انکا اپنے عہدوں پر قایم رہنا پارلیمنٹ کی خوشی پر موقوف ہو جاتا ہے اسوقت البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پارلیمنٹی حکومت درجہ کمال کو پہنچی اور وہ پارلیمنٹی حکومت ہوگئی۔ اگرچہ یہ صحیح ہے' لیکن ساتھ ہی اسکے یہ بھی صحیح ہے کہ جو امتیاز اس کتاب میں ان دستوروں میں قایم کیا گیا ہے جنکے ساتھ پارلیمنٹی حکومت عاملانہ ہیں اور جن کے ساتھ نہیں ہیں وہ اس امتیاز کے ساتھ مطابق نہیں ہوتا جو ان دستوروں میں کیا گیا ہے جنمیں شاہی پارلیمنٹ کا وجود پایا جاتا ہے اور جنمیں نہیں پایا جاتا۔

یہ بالکل درست ہے کہ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ ایک 'شاہی مجلس' اور 'انگلستان' کی حقیقی انتظامی مجلس یعنی کابینہ ایک پارلیمنٹی انتظامی جماعت ہے' گو وہ اس نام سے موسوم نہ کیجاتی ہو' لیکن پارلیمنٹی بادشاہت میں پارلیمنٹی حکومت 482

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عاملانہ کا موجود ہونا لازمی نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کو شاہی اقتدار صدیوں سے حاصل ہیں، مگر کم از کم ۱۶۸۹ء کے انقلاب تک 'انگلستان' کی حکومت کی باگ غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ 'جرمنی' میں وفاقی کونسل (Bundesrath) اور وفاقی مجلس (Reichstag) دونوں ملکر ایک شاہی واضعان قانون کی جماعت قایم کرتی ہیں[1] لیکن کوئی شخص جسکے سامنے زمانہ حال کے واقعات ہیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ 'جرمنی' میں پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کی حکومت ہے۔ اس معاملہ میں، دوسرے معاملات کی طرح، 'آئرلینڈ' کی پارلیمنٹی حکومت کی تاریخ کے مطالعہ سے بہت کچھ بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ زمانہ حال میں اس دستور کے حامی اور نکتہ چیں، جو عام طور سے 'گراٹن' کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور جو ۱۷۸۲ء سے لے کر ۱۸۰۰ء تک قایم رہا، 'آئرلینڈ' کی پارلیمنٹ کی نوعیت کو استعجاب اور حیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس صورت کی خصوصیت جسے ہم بہ نسبت 'گراٹن' اور اسکے معاصرین کے زیادہ تر آسانی سے سمجھ سکتے ہیں، اس واقعہ پر مبنی ہے کہ 'آئرلینڈ' کی پارلیمنٹ ۱۷۸۲ء سے مسلم طور سے شاہی واضع قانون تھی، اور غالباً ہر (سیاسی) جماعت کا یہ منشا تھا کہ 'آئرلینڈ' کے دونوں ایوان پارلیمنٹ اپنے ملک کے لئے وضع قوانین میں شاہی تیغ کے حق سے اسیطرح آزاد رہیں جسطرح انگریزی پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان ہیں، مگر باوجود اسکے 'آئرلینڈ' کے انتظامی عہدہ دار 'آئرلینڈ' کی پارلیمنٹ کے لحاظ سے پارلیمنٹی عہدہ دار نہ تھے، کیونکہ انکا تقرر اور انکی موقوفی 'انگلستان' کی وزارت کے ہاتھ میں تھی۔ یہ تصور کرنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ 'گراٹن' نے جو کوشش 'آئرلینڈ' کی پارلیمنٹ کو آزاد بنانے میں کی اسکی ناکامیابی کیوجہ وہ نقائص تھے جو دستوری ضابطہ میں پائے جاتے تھے، یا یہ کہ دستوری ضابطہ کی عمدہ سے عمدہ تجویز بھی اس ناکامیابی کو کامیابی

---

[1] دیکھو شاہی دستور دفعات ۲، ۷۸۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بدل کر سکتی تھی؛ لیکن دستور کا ایک ناقد بطریق معقول یہ کہہ سکتا ہے کہ ۱۶۸۸ء میں ایک شاہی پارلیمنٹ کے ساتھ غیر پارلیمنٹی انتظامی جماعت کے وابستہ رہنے سے یہ امر لازم آتا تھا کہ یا تو 'گراٹن' کے دستور میں بعید تبدیلی کیجائے یا وہ بالکل توڑ دیا جائے۔ بالفعل ہمارے مقاصد کے لئے صرف اسی پر لحاظ کرنا کافی ہے کہ یہ وابستگی جو زمانۂ حال کے ناقدوں کی نظر میں عجیب چیز معلوم ہوتی ہے 'آئرلینڈ' کی پارلیمنٹی خود مختاری کی تمام مدت میں برابر قایم رہی؛ اور چونکہ شاہی پارلیمنٹ کے وجود کیلئے پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کا وجود لازم نہیں ہے اسلئے پارلیمنٹی حکومت عاملانہ ایک غیر شاہی پارلیمنٹ کے ساتھ بھی پائی جاسکتی ہے۔ اسکی مثال 'بلجیم' اور 'انگلستان' کی ہر ایسی نوآبادی کے دستور میں جنمیں نمایندہ ادارات اور ذمہ وارانہ حکومت موجود ہو، پائیجاتی ہے۔ 483

پارلیمنٹی اور غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ میں جو فرق ہے وہ اس فرق پر اگرچہ حاوی ہو، مگر اس سے مطابق نہیں ہوتا جو 'بیگہاٹ' نے حکومت کابینہ اور حکومت پریسیڈنٹ میں اسقدر زور کے ساتھ قایم کیا ہے[1] 'بیگہاٹ' اور دوسرے مصنفین نے جن معنوں میں 'کابینی حکومت' کی اصطلاح کو استعمال کیا ہے وہ پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کی ایک شکل اور بہت عام شکل ہے؛ اور 'امریکہ' کی پریسیڈنسی حکومت جو 'بیگہاٹ' کے خیال میں تھی ایک دوسری شکل ہے، اگرچہ غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کی تنہا وہی ایک شکل نہیں ہے یہ امر بہ آسانی تصور میں آسکتا ہے کہ ایک حکومت عاملانہ باوجود پارلیمنٹی ہونیکے کابینہ نہ ہو، اسطرح کی ایک جماعت فرانس میں فی الحقیقت موجود تھی جو وقت 'فرانس' کی قومی مجلس[2] نے 'تیسو تھیرز' اور 'مارشل میک موہن' کو یکے بعد دیگرے حکومت عاملانہ کا افسر منتخب کیا تھا؛ اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک

---

[1] دیکھو 'بیگہاٹ' کا دستور انگلستان (طبع ۱۸۷۳ء) آغاز از صفحہ ۱۶۔

[2] دیکھو 'ہیلی' کی کتاب 'دستور فرانس' صفحات ۱۳۶۰، ۱۳۹۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غیر پارلیمنٹی حکومت عالمانہ ہو جیسے پریسیڈنسی حکومت کا اطلاق نہ ہو سکتا ہو۔ اسکی مثال اسوقت سلطنت جرمنی کی حکومت عالمانہ ہے جسکا حقیقی افسر اعلیٰ قیصر ہے جو پریسیڈنٹ نہیں ہے، اسکے اور اسکے مقرر کردہ وزرا کے تقرر اور موقوفی کا اختیار اس جماعت کے ہاتھ میں نہیں ہے جسے ہم وفاقی پارلیمنٹ کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔

تیسرے، یہ کہ 'انگلستان' کے معلومہ دستور میں اس موقع پر دوسرے مواقع کیطرح بعض ظاہری تعجب انگیز امور نظر آتے ہیں، وہاں کی کابینہ واقعی اور حقیقی طور سے ایک پارلیمنٹی حکومت عالمانہ ہے، کیونکہ اسکا تقرر اور اسکی موقوفی دارالعوام کے ذریعہ سے عمل میں آتی ہے، اگرچہ یہ عمل براہِ راست نہ ہوتا ہو، اور اسکے ارکان ہمیشہ کسی نہ کسی ایوان پارلیمنٹ کے ارکان میں سے منتخب کئے جاتے ہیں، مگر کابینہ بلحاظ شکل اور نام کے اسوقت بھی جیسی کہ وہ ابتدا میں تھی، ایک غیر پارلیمنٹی حکومت عالمانہ ہے، کیونکہ ہر وزیر بادشاہ کا ملازم ہے، اور اسکا تقرر اور موقوفی دارالعوام یا پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان سے نہیں بلکہ صورۃً خود بادشاہ کی طرف سے عمل میں آتی ہے۔

یہ امر غور اور بحث طلب ہے کہ آیا 'انگلستان' کی کابینہ کی نوعیت میں اسوقت ایسی تدریجی اور غیر محسوس تبدیلی نہیں ہو رہی ہے جو اسے پارلیمنٹی سے غیر پارلیمنٹی حکومت عالمانہ بنا دے گی۔ انتخاب کنندگان کے اقتدار کی روز افزوں ترقی سے اس قسم کی تبدیلی کے متعلق قیاس قایم کیا جا سکتا ہے۔ بحالت موجودہ بھی عام انتخاب، گو وہ اس نام سے موسوم نہ کیا جائے، مگر فی الحقیقت عامہ خلایق کا انتخاب ہوتا ہے جسکے ذریعہ سے صدارت عظمیٰ کے عہدہ پر ایک مخصوص شخص کا تقرر کیا جاتا ہے۔ یہ امر بالکل قرین قیاس ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے کہ 'انگلستان' کے دستور کی دوسری تمام شکلیں بحالت خود قایم رہیں، مگر 'انگلستان' کا وزیر اعظم عامہ خلایق کی
484 رائے سے منتخب ہوا کرے۔ جس طرح 'امریکہ' کا پریسیڈنٹ منتخب ہوتا ہے۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ 'امریکہ' کے پریسیڈنٹ کے انتخاب کا حق اصولاً انتخاب کنندگان کے ہاتھ میں ہے۔ مگر وہ شخصی انتخاب میں اُسے کبھی استعمال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں کرتے؛ انتخاب فی الحقیقت باشندگان ملک کرتے ہیں جنھیں الفاظ دستور کے لحاظ سے پریسیڈنٹ کے انتخاب کا کوئی حق نہیں ہے جیسا کہ 'انگلستان' کے انتخاب کنندگان کو وزیر اعظم کے انتخاب کا حق نہیں ہے۔

چوتھے۔ یہ کہ ہر قسم کی حکومت عاملانہ میں خوبیاں اور نقایص موجود ہیں۔ ایک پارلیمنٹی حکومت عاملانہ میں جسے ہم آسانی کے لحاظ سے کابینہ سے تعبیر کرسکتے ہیں، اور مجلس واضعان قانون یا اسکے اس جز میں جو کابینہ کو مقرر کرتا یا اسے برسر اقتدار رکھتا ہے بہ مشکل کوئی اختلاف ہوسکتا ہے۔ کابینہ کی حکومت نے 'انگلستان' کو ان حکومت عاملانہ اور واضعان قانون کے اقتدار کی نزاعوں سے محفوظ رکھا ہے، جو 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ میں سرکاری کارروائیوں کے اجرا میں 'ہارج' اور 'فرانس' اور دوسرے ممالک میں تشدد اور انقلابات کی باعث ہوئی ہیں۔ پارلیمنٹی کابینہ کو بلحاظ صورت حال اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ نہایت احتیاط کے ساتھ ان تبدیلیوں کا لحاظ کرتی رہے جو پارلیمنٹ کی رائے میں ہوتی رہتی ہیں، اور نہ صرف انتظامی بلکہ وضع قانون کے معاملات میں بھی اس جماعت کی خواہشات اور خیالات کی تکمیل کا خیال رکھے جسکی وجہ سے وزارت کا وجود قایم ہے۔ نہ صرف ہمارے دستور بلکہ ہمارے تمام انگریزی نظام حکومت کی نرمی اور لچک 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کی قانونی شاہی کی طرح عملاً کابینہ کی نوعیت پر بھی منحصر ہے، لیکن کابینی حکومت کے چہرے پر لازمی طور سے ایک نقص کا داغ لگا ہوا ہے جسے اسکی خوبیوں کا دوسرا اور غلط رُخ کہا جاسکتا ہے۔ ایک پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کو اپنی نوعیت کے اقتضا کے لحاظ سے پارلیمنٹ کا اتباع کرنا یا اسکی طرف مائل ہونا لازمی ہے، اسلئے کابینی حکومت کے نظام میں انتظامی معاملات کی تمام تفصیلات میں پارلیمنٹ کی غالب جماعت، یا ان انتخاب کرنے والونکی جن کی خوشنودی سے غالب جماعت کو اقتدار حاصل ہوتا ہے نہ صرف مستقل رائے، بلکہ انکی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عارضی خواہشات، وقتی جذبات، اور توہمات کا بھی پرتو نظر آتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کے متعلق یہ قیاس ہوتا ہے کہ وہ اس پارلیمنٹ کی جو اسکے وجود کا باعث ہوئی ہے، فرماں بردار رہے گی، اور اسمیں ایک حد تک وہ تمام کمزوریاں پائی جائیں گی جو ایک انتخاب شدہ جماعت کی حکومت میں پائیجاتی ہیں۔

غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کی خوبیاں اور نقایص پارلیمنٹی حکومت کی خوبیوں اور نقایص کے بالکل متضاد ہیں۔ انتظام کی ان دونوں شکلوں میں سے جو امر ایک شکل میں مضبوط ہے وہ دوسرے میں کمزور ہے۔ غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کا بڑا وصف مقابلتہً انکی آزادی ہے۔ جہاں کہیں نمایندہ حکومت کا وجود پایا جاتا ہے وہاں حکومت عاملانہ کے افسر اعلیٰ کی، خواہ وہ بادشاہ ہو یا پریسیڈنٹ، یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسکے تعلقات مجلس واضعان قانون کے ساتھ اچھے رہیں اور مجلس اسکی تائید
485 میں رہے، لیکن قیصر جرمنی کیلئے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ 'ڈائیٹ' (مجلس نمایندگان قوم) کی خواہشات کی پورے طور سے پیروی کرے، اور امریکہ کا پریسیڈنٹ کہ اگر وہ چاہے تو بالکل کانگریس کے خلاف کارروائی کرسکتا ہے۔ قیصر یا پریسیڈنٹ اگر قوی خیال اور قطعی رائے کا شخص ہے تو وہ سررشتہ انتظامی کے اعلیٰ افسر کی حیثیت سے مختلف طور سے اپنی صحیح رائے کو نافذ کرسکتا ہے۔ اگرچہ یہ عمل تھوڑی دیر کے لیئے نہ صرف واضعان قانون بلکہ انتخاب کنندگان کی بھی ناراضی کا باعث ہو۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا کہ غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ کے افسر اعلیٰ سے بلحاظ اسکی خودمختاری کے بعض اوقات قوم کو بیحد فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اکثر جرمنی اب اسکا اقرار کرینگے کہ پروشیا کے بادشاہ اور پرنس 'بسمارک' نے ایسا طریقۂ کارروائی اختیار کیا، گو کہ اسکے ساتھ پروشیا کے نمایندہ ایوان کو برابر اختلاف رہا جس نے سلطنت جرمنی کی قوت کی بنیاد قایم کردی، اسکی وجہ یہ تھی کہ 'پروشیا' کی حکومت عاملانہ خواہ دستوری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصول کے لحاظ سے کچھ ہو، ایک غیر پارلیمنٹی سرشتہ تھی۔ منجملہ اور مواقع کے کم از کم ایک موقع ایسا تھا جبکہ امریکہ، کے پریسیڈنٹ لنکن، نے برخلاف وقتی خواہشات کے خود اپنی ایسی رائے پر عمل کرکے جسے وہ صحیح سمجھتا تھا ریاستہائے متفقہ پر بیحد و شمار احسان کیا، لیکن ایسی حکومت عاملانہ کا جسکا وجود پارلیمنٹ کی تائید پر منحصر نہیں ہے، کسی نہ کسی وقت پارلیمنٹ سے تصادم ہو جانا بالکل ممکن ہے۔ فرانس، کی دوسری جمہوری حکومت کی مختصر تاریخ لوی نپولین، کے پریسیڈنٹ مقرر ہونے سے لے کر دوسری دسمبر کی فوری فیصلہ کن کارروائی تک فرانس، کی حکومت عاملانہ اور واضعان قانون کی کشمکش اور جنگ و جدل کی داستان کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ کشمکش لوی نپولین، کی عجیب حیثیت کی وجہ سے پیدا ہوئی، کیونکہ وہ جمہوری حکومت کے پریسیڈنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ خاندان نپولین، کا نمایندہ بھی تھا، لیکن جو کشمکش (امریکہ کے) اینڈرو جانسن، اور کانگریس میں ہوئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی کشمکش ایک غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ اور واضعان قانون میں بھی واقع ہو سکتی ہے جہاں شاہی کے دعوے کا کوئی سوال نہ ہو، اور جہاں کے لوگ بہ نسبت باشندگان فرانس، کے قانون ملک کی زیادہ تر وقعت کرنے کے عادی ہوں۔ یہی ایک مثال منجملہ اور بہت سی مثالوں کے اس موقع پر کافی ہے۔

پانچویں، یہ کہ بانیان دستور نے چند مرتبہ اس امر کی کوشش کی ہے کہ ایسی حکومت عاملانہ قائم کی جائے جس میں پارلیمنٹی اور غیر پارلیمنٹی دونوں سرشتوں کے خصوصیات اور اوصاف پائے جائیں، اور وہ سب توقعات دونوں کے نقائص سے پاک و صاف ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ یہی تھا کہ کسی نہ کسی شکل میں ایسی حکومت عاملانہ قایم کیجائے جسے قایم ہو جانیکے بعد واضعان قانون موقوف نہ کر سکیں۔ جو کوششیں اس نیم پارلیمنٹی حکومت عاملانہ 486
کے قایم کرنے کی کی گئی ہیں انپر جسقدر توجہ کی جائے کم ہے مگر انہیں عام طور سے کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ ڈائرکٹری، جو ۱۷۹۵ء سے لے کر ۱۷۹۹ء تک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرانس کی جمہوریت کی انتظامی جماعت تھی، ایک نہایت پیچیدہ طریقہ انتخاب سے ان دو کونسلوں کی منتخب کردہ تھی جو جمہوریت کی واضع قانون یا پارلیمنٹ تھیں۔ یہ دونوں کونسلیں اسکی مجاز نہ تھیں کہ ڈائرکٹروں کو موقوف کر سکیں؛ ہر سال کم از کم ایک ڈائرکٹر کا اپنے عہدہ سے علیحدہ ہونا ضرور تھا۔ جس کسی نے یہ کہا ہے خوب کہا ہے کہ 'ڈائرکٹری دستور کے متعلق جو پیش بینی کی گئی تھی وہ غیر محدود تھی: وہ عوام کے تشدد کی مانع، اور اقتدارات میں دست اندازی کی مزاحم ہوی' اور ہمیں ان تمام خطرات کا بندوبست تھا جو فرانس کے انقلاب عظیم کے مختلف حالات میں پیش آئے تھے۔ اگر اس زمانہ (۱۷۹۵ء) میں کوئی دستور مستقل طور سے قایم ہو سکتا تھا تو وہ یہی ڈائرکٹری دستور تھا[1] یہ انتظام چار سال قایم رہا، مگر دو ہی سال کے اندر ڈائرکٹروں اور کونسلوں میں علانیہ جنگ شروع ہو گئی؛ ایک فوری اور فیصلہ کن کارروائی کے ذریعہ سے ڈائرکٹروں کو کامیابی ہوی اور انکے مخالفین یعنی واضعان قانون کی مجلس کے ارکان خارج البلد کر دیئے گئے۔

یہ کہنا صحیح ہے کہ ڈائرکٹری کے دستور کی پورے طور سے آزمایش نہیں ہونے پائی اور ایسے زمانہ میں کہ انقلاب اور رد انقلاب کی قوتیں کامیابی اور ناکامیابی کے ساتھ غلبہ کے لئے باہم کشمکش میں مصروف تھیں ایک کامیاب جنرل کے سوائے کوئی اور شخص انتظام قایم نہیں رکھ سکتا تھا، اور کوئی قوت اس قابل نہ تھی کہ 'فرانس' کو دستوری آزادی دلا سکے ۱۸۰۵ء میں فرانس پھر ایک جمہوری دستور کی تیاری میں مصروف ہوا اور کوشش یہ کی گئی کہ ایک ایسی حکومت عاملانہ پیدا کی جائے جو نہ واضعان قانون کی جماعت کی مخالف اور نہ بالکل انکی تبع ہو۔ پریسیڈنسی حکومت کا نظام انھیں کوششوں کا نتیجہ ہے جو برائے نام اسوقت تک فرانس میں قایم ہے۔ جمہوری پریسیڈنٹ، قومی

[1] 'میگنٹ' کی کتاب موسومہ 'فرانس کا انقلاب عظیم' (انگریزی ترجمہ) صفحہ ۳۰۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجلس یعنی چمبر اف ڈیپوٹیز، اور سینیٹ، کے مشترکہ اجلاس (جسے انگلستان میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ پارلیمنٹ کے دو ایوانوں) سے منتخب ہوتا ہے وہ سات سال کی معین مدت کے لئے مقرر ہوتا ہے اور دوبارہ منتخب ہوسکتا ہے، کم از کم برائے نام اسکے اختیارات وسیع ہیں، وہ وزارت یا کابینہ کے تقرر کا مجاز ہے اور بعض اوقات اسکے اجلاسوں میں شریک بھی ہوتا ہے، اور بہ اتفاق رائے سینیٹ، چمبر آف ڈیپوٹیز، کو برخاست کرسکتا ہے۔ فرانس کی تیسری جمہوریت جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے اسوقت اڑتیس سال سے قایم ہے، اور موجودہ پریسیڈنسی دستور کو نافذ ہوکر تینتیس سال گزر چکے ہیں۔ ایسی امید نہ کرنے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں نظر آتی کہ وہ ایک غیر محدود زمانہ تک کیوں نہ قایم رہے گی، لیکن جو دسیسہ کوشش ایک نیم پارلیمنٹی حکومت عاملانہ قایم کرنے کے متعلق کی گئی تھی وہ ناکامیاب قرار پاچکی ہے۔ مارشل میک موہن، اور قومی مجلس میں جس کشمکش کا اندیشہ تھا وہ مارشل مذکور کے استعفی سے رفع ہوچکا ہے۔ اس کے متعلق اب ہم کو 487
کسی بحث کی ضرورت نہیں، اسے ان لوگونکی جو حالت قدیم پر عود کرنا چاہتے ہیں اور جمہوریت کے قیام کے مخالف ہیں آخر کوشش تصور کرنا کچھ بیجا نہ ہوگا۔ تجربہ زیر بحث میں جو ناکامی ہوئی اسکی بنیاد وہ واقعات ہیں جو میک موہن، کے عہدہ سے علیحدگی کے بعد پیش آئے۔ حکومت فرانس کی حکومت عاملانہ رفتہ رفتہ کرکے بالکل پارلیمنٹی ہوگئی ہے۔ پریسیڈنٹ گریوی، اور پریسیڈنٹ، کارناٹ، میں سے کسی نے حکومت عاملانہ کے حقیقی افسر اعلیٰ ہونے کی کوشش نہیں کی۔ پریسیڈنٹ فار، اور پریسیڈنٹ لابو، انھیں کے نقش قدم پر چلے۔ ان لوگونمیں سے کسی شخص نے بھی پریسیڈنٹ کی حیثیت سے (امریکہ کے مفہوم میں) کام نہیں کیا، بلکہ دستوری بادشاہوں کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ یہی نہیں ہوا، بلکہ جب تک پریسیڈنٹ کا عہدہ عملاً قومی مجلس کی خواہشات کی پابندی سے آزاد رہا یہ توقع بجا طور سے کیجاتی رہی کہ جب کوئی زوردار اور مشہور شخص پریسیڈنٹ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگا تو اس عہدہ کی حیثیت دوسری ہو جائے گی اور پریسیڈنٹ، جیسا کہ تھیرز اور میک موہن، ایک مفہوم میں تھے، جمہوریت کا اعلیٰ ترین افسر ہو جائے گا؛ مگر جو واقعات پریسیڈنٹ گرلوی، اور پریسیڈنٹ کاسمیر پیریر، کے اپنے عہدوں سے علیحدگی کے وقت پیش آئے انسے ظاہر ہو گیا کہ پریسیڈنٹ کا اپنے عہدہ پر قایم رہنا بھی، اسکے وزرا کی طرح، بالآخر قومی مجلس کی خوشی پر منحصر ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ قومی مجلس کو ایک پریسیڈنٹ کا موقوف کر دینا وزرا کے تبدیل کر دینے سے بہت زیادہ دشوار ہے؛ تاہم پریسیڈنٹ کی موقوفی فی الحقیقت واضعان قانون ہی کے اختیار میں ہے حقیقی طور سے وزارت ہی حکومت عاملانہ ہے، اور اگر ظاہری حالات سے اندازہ کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک فرانسیسی کابینہ ایک انگریزی کابینہ کے مقابلہ میں زیادہ تر منتخبہ مجلس کے اختیار میں رہتی ہے۔ صاف حقیقت یہ ہے کہ نیم پارلیمنٹی حکومت عاملانہ جو بانیان جمہوریت قایم کرنا چاہتے تھے وہ ایک پورے درجہ کی پارلیمنٹی حکومت عاملانہ ثابت ہوئی ہے۔

جن مدبرین نے ۱۸۴۸ء میں 'سوئٹزرلینڈ' کے وفاق کی بنیاد رکھی وہ بظاہر ایسا کام کر گئے ہیں جسمیں 'فرانس' کے مدبر، کم از کم دو مرتبہ ناکام رہ چکے ہیں۔ 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی کونسل[1] ایک کابینہ یا وزارت ہے جسے وفاقی مجلس متعنف تو کرتی ہے مگر موقوف نہیں کر سکتی۔ انتخاب کے لئے قومی کونسل اور مختلف ریاستوں کی کونسلیں مشترکہ اجلاس کرتی ہیں۔ قومی کونسل تین سال قایم رہتی ہے؛ اور 'سوئٹزرلینڈ' کی وزارت ہر وفاقی مجلس سے تین سال کیلئے منتخب ہو کر دوسری وفاقی مجلس کے انتخاب تک اپنے عہدہ پر قایم رہتی ہے۔ اس نظام کے مطابق کام چلنا بہت زیادہ لحاظ

[1] 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی کونسل کی خصوصیات کے لئے دیکھو 'لاول' کی کتاب 'یورپ کی حکومتیں اور اسکے فرقے' جلد ۲ صفحات ۱۹۱-۲۰۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے قابل ہے۔ 'سوئٹزرلینڈ' کی حکومت اگرچہ انتخابی ہے مگر اس لحاظ سے کہ
اسکا انتخاب ہر ایک مجلس سے ہوتا ہے 'سوئٹزرلینڈ' پریسیڈنٹ کے 488
انتخاب کے ہنگامے سے محفوظ رہتا ہے' اور ہر جدید مجلس اپنی زندگی سرشتہ
انتظامی کی موافقت کے ساتھ شروع کرتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کونسل کو واضعان
قانون برخاست نہیں کرسکتے اور نہ واضعان قانون کو کونسل برخاست کرسکتی
ہے' مگر باوجود اسکے حکومت اور کونسل میں کوئی کشمکش پیش نہیں آتی یورپ
کے تمام ممالک میں 'سوئٹزرلینڈ' سب سے زیادہ عمومی حکومت پسند واقع
ہوا ہے' اور حکومت عمومی بوجوہ معقول متلون سمجھی جاتی ہے' مگر باوجود اسکے
'سوئٹزرلینڈ' کی حکومت عاملانہ کو وہ استقلال اور ثبات میسر ہے جو کسی
پارلیمنٹی کابینہ کو میسر نہیں۔ زمانہ حال کے تجربہ سے کہا جاسکتا ہے کہ 'انگلستان'
کی ایک وزارت ایک پارلیمنٹ کی مدت قیام سے زیادہ برسر کار نہیں
رہتی۔ 'لوی فلپ' کے کابینے بلحاظ اوسط تین تین سال قایم رہے۔ 'فرانس'
کی جمہوریت میں حکومت عاملانہ کی عمر چند ماہ کی رہی ہے 'سوئٹزرلینڈ'
کی وزارت (اگر ہم یہ اصطلاح استعمال کرسکتے ہیں) کے ارکان صرف تین سال
کے لئے منتخب ہوتے ہیں' مگر انکا دوبارہ انتخاب ہوسکتا ہے اور ارکان کا
دوبارہ منتخب ہونا استثنا نہیں بلکہ قاعدہ ہے۔ جو لوگ حکومت عاملانہ میں
لئے جاتے ہیں وہ بہت ہی شاذ صورتوں میں تبدیل ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے
کہ ارکان کونسل میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو مسلسل اور متواتر پندرہ
یا سولہ سال سے رکن چلے آتے ہیں۔ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ اس استقلال
عہدہ کی وجہ کسی خاص شخص کی غیر معمولی ذاتی ہر دلعزیزی یا سیاسی وجاہت
نہیں ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ 'سوئٹزرلینڈ' کے نظام میں اسکی کوئی وجہ
نہیں ہے کہ ایک معتبر منتظم شخص کیوں دوبارہ نہ منتخب کیا جائے' جسطرح
'انگلستان' میں ایک مشترکہ سرمایہ کی کمپنی میں اسکی کوئی وجہ نہیں ہوتی
کہ ایک ایسا صدر نشین جسپر ارکان کمپنی اعتبار کرتے ہوں کیوں دوبارہ
صدر نشین نہ کیا جائے۔ جہاں تک ایک اجنبی شخص ایسے معاملہ میں کسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رائے کے قایم کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جسمیں سوئٹزرلینڈ کے باشندوں کے سوائے کوئی اور شخص صحیح رائے نہیں قائم کر سکتا، وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ سوئٹزرلینڈ کی کونسل 'انگلستان' کی اصطلاح کے مفہوم میں فی الحقیقت وزارت یا کابینہ نہیں ہے بلکہ ایسے ڈائیرکٹروں کا اجلاس کہنا زیادہ ترمناسب ہوگا جو اسغرض سے مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ وفاقی معاملات کا دستوری قواعد اور عام طور سے وفاقی مجلس کی خواہشات کے مطابق انتظام کرے۔ سیاسی معاملات کا اہتمام وہ کاروباری لوگ کرتے ہیں جو قومی کاموں کے انجام دینے کے عادی ہیں، انکے لئے مدبرین ملک میں سے ہونا ضرور نہیں ہے وہ ارکان کابینہ کی طرح پارلیمنٹ کی غالب جماعت کے ملازم اور ہادی بھی ہوتے ہیں۔ جو لوگ 'سوئٹزرلینڈ' سے بخوبی واقف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس نظام کا خاتمہ ہو جانا بہتر ہے۔ جو لوگ تقرر کونسل کی اصلاح اور تبدیل کے خواہشمند ہیں وہ چاہتے ہیں کہ کونسل مذکور کے انتخاب کا اختیار اہالی شہر کے ہاتھوں میں رہے۔ اگر یہ تبدیلی کسیوقت ہوگئی تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سے پارلیمنٹی نہیں بلکہ ایک غیر پارلیمنٹی حکومت عاملانہ پیدا ہو جائیگی[1]

489

نوٹ ۴

حفاظت خود اختیاری کا حق

سوال یہ ہے کہ ایک شخص کو ناجایز تشدد کے مقابلہ میں اپنی ذات، آزادی یا جائداد کو بچانے کے لئے کہانتک حق حاصل ہے یا (اگر

[1] دیکھو آڈم کا 'سوئٹزرلینڈ' کا وفاق فصل چہارم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حفاظت خود اختیاری کی اصطلاح اس سے زیادہ تر وسیع معنی میں استعمال کیجاے جسمیں وہ عموماً استعمال کیجاتی ہے) انگریزی قانون میں حق حفاظت خود اختیاری کے کیا اصول مقرر ہیں[1]؟

اس سوال کا جواب مسلمہ طور سے مجمل اور غیر محدود ہے، اس سوال کا کوئی اصولی اور یقینی جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اسپر کسی قسم کا تعجب نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جو قاعدہ اپنی آپ مدد کرنے کے حق کی حد مقرر کرتا ہے وہ خود اپنی نوعیت کے لحاظ سے دو ضرورتوں یعنی باشندگان ملک کو بمقابلہ خاطیوں کے اپنے تحفظ حقوق، اور خانگی لڑائی جھگڑے کو روکنے کی ایک درمیانی شکل ہے۔ اگر اپنی آپ مدد کرنیکا طریقہ روکدیا جائے تو نیک معاش رعایا بدمعاشوں کی غلام ہوجائے؛ برخلاف اسکے اگر اسکی ضرورت سے زیادہ تائید کیجائے تو عدالتوں کے فیصلوں کی جگہ تلوار یا تیغوں کے فیصلے قائم ہوجاتے ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ حفاظت خود اختیاری کا جو فطری حق ہے وہ قانون میں تسلیم کئے جانے کے بعد بھی "حملہ آوری کے حق پر حاوی نہیں ہے کیونکہ گزشتہ یا متوقع مضرت کے متعلق آدمیوں کو بجائے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے اسکی ضرورت ہے کہ وہ رجوع عدالت ہوں[2]"۔

یہ خیال عام طور سے شایع ہے[3] کہ ایک شخص اپنے قانونی حقوق کی حفاظت کے لئے بطریق جایز اسقدر جبر کام میں لانے کا مجاز ہے جسکی ضرورت ہو، لیکن ضرورت سے زیادہ نہیں؛ اس اصول کی تائید ایک حد تک مقننین کے

---

[1] ضابطہ فوجداری کے کمیشن کی رپورٹ بابتہ ۱۸۷۹ء صفحات ۴۳ - ۴۶ (سی ۲۳۴۵) نوٹس الف و ب، 'اسٹیفن' کا خلاصہ قانون فوجداری (طبع ششم) دفعہ ۲۲۱؛ 'ایسٹ' پی سی ۲۷۱-۲۹۴؛ 'فوسٹر' کا خطبہ دوم دفعہ ۲، ۳ صفحات ۲۷۰-۲۷۱ - [2] 'اسٹیفن' کی شرح (طبع ہشتم) جلد ۴ صفحات ۳ و ۴/۵ - [3] یہ اصول اس کمیشن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس نے ۱۸۷۹ء میں ضابطہ فوجداری کے مسودہ کے متعلق لارڈ سینٹ لیونارڈ کے سامنے رپورٹ پیش کی تھی مگر بلحاظ تبصرہ یہ امر شبتہ ہے کہ آیا انکی درحقیقت وہی رائے تھی جو انکی طرف منسوب کیجاتی ہے۔ دیکھو مسودہ ضابطہ فوجداری کی رپورٹ (سی ۲۳۴۵) صفحہ ۴۴، نوٹ (ب)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے قید مقولوں، یا قانونی کتابوں کے مبہم الفاظ سے ہوتی رہی ہے۔ یہ خیال خواہ کیسا ہی عام کیوں نہ ہو مگر غلط ہے۔ اگر اس سے پورے طور سے استنباط کیا جائے تو بعض حالتوں میں ایک مداخلت بیجا کرنے والے کو گولی سے مار ڈالنا، یا ایک نو برس کے مدرسہ کے طالبعلم کا ایک اٹھارہ سال کے تنومند دق کرنے والے ایسے طالب علم کو جس نے اس بچے کے کان کھینچنے کی کوشش کی ہو چھری سے زخمی کر ڈالنا جایز ہو جائے گا۔ ستر سال یا اس سے کچھ زیادہ زمانہ گزرا کہ ایک معقول کپتان وموائیر، نامی نے اس اصول کو عملاً اسکے انتہائی منطقی نتیجہ تک پہنچا دیا تھا۔ اسکی
490 اراضی پر مداخلت بیجا ہوا کرتی تھی، اس نے یہ اعلان کیا کہ وہ ایسے خاطی پر جو اس جرم کے ارتکاب پر مصر رہیگا گولی چلائے گا، اس نے کافی اطلاع کے بعد اپنی اس دھمکی کے مطابق عمل کیا اور ایک مداخلت بیجا کرنے والے کا بازو زخمی کر دیا۔ زخمی لڑکے کا علاج معالجہ کپتان کے خرچ سے ہوتا رہا مگر اتفاقیہ طور سے لڑکا اس زخم کی وجہ سے فوت ہو گیا۔ کپتان پر قتل کا الزام لگایا گیا، جوری نے اسے مجرم قرار دیا، عدالت نے سزا صادر کی اور دوسرے دوشنبہ کو وہ پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ بظاہر یہ شخص معقول معلوم ہوتا تھا مگر اسکو جو خیال اپنے اقتدار کے متعلق تھا وہ ضرورت سے زیادہ ترسخت تھا، قانونی ناواقفیت اسکی موت کا باعث ہوئی۔ اسکی سرگزشت سے ان اصولیوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو اس غلط قانونی اصول کی طرف مائل ہیں کہ ہر قسم کا حق بطریق جایز اسقدر جبر کے ساتھ محفوظ رکھا جا سکتا ہے جسقدر اسکی حفاظت کے لئے ضروری ہو۔

ایک شخص کے حقوق کی حفاظت یا قیام کے لئے جسقدر جبر کے استعمال کی ضرورت ہے اسکے متعلق قابل تسلیم اصول، یا یوں کہو کہ ہمارے سوال کے صرف دو جوابات ہو سکتے ہیں۔

پہلا اصول۔ ایک شخص اپنی آزادی، ذات یا جائداد کی حفاظت کے لئے بطریق جایز، اسقدر جبر کرنے کا مجاز ہے جسقدر اسکے لئے "ضروری" (یعنی جسقدر اس مقصد کے لئے کافی ہے اس سے زیادہ نہ ہو) اور "معقول" یا "مناسب ہو (یعنی جس سے خاطی کو ایسا نقصان نہ پہنچے جو اس مضرت یا نقصان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لحاظ سے نامناسب ہو جس سے محفوظ رہنے کے لئے جبر کا استعمال کرنا مقصود ہے)؛ اور کوئی شخص اپنے حقوق کی حفاظت میں اسکا مجاز نہیں ہے کہ وہ اسقدر جبر کام میں لائے جو غیر ضروری یا نامناسب ہو۔

"ضروری اور معقول جبر" کا اصول مسودۂ ضابطہ فوجداری کے کمشنروں سے اخذ کیا گیا ہے، اسلئے انھیں کے الفاظ میں اسکا بیان کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"وہ لکھتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک ایک بڑا اصول عمومی قانون کا یہ ہے کہ اگرچہ وہ ایک شخص کی ذات، آزادی، اور جائداد کو ناجایز تشدد سے حفاظت کی اجازت دیتا ہے؛ اور انسداد جرایم، تحفظ آسایش عامہ اور خاطیوں کو سزا دلانے میں جبر کے استعمال کو جایز قرار دیتا ہے، مگر ان سب میں یہ قید لگی ہوی ہے کہ جو جبر استعمال کیا جائے وہ ضروری ہو: یعنی یہ کہ جس مضرت سے محفوظ رہنا مقصود ہے وہ اس سے کم جبری طریقہ سے نہ روکا جا سکتا ہو؛ اور جو مضرت جبر کے استعمال سے پہنچائی جائے یا جسکے پہنچنے کا بطریق معقول اندیشہ ہو، وہ اس مضرت یا نقصان کے مقابلہ میں جس سے محفوظ رہنا مقصود ہے نامناسب نہ ہو۔ اس اخیر اصول سے ہمارے اکثر بیانات کی توضیح اور تصدیق ہو جائے گی۔ یہ عام طور سے مسلمہ نہیں معلوم ہوتا ہے اور اسلئے ہم نے اپنے اس خیال کے وجوہ کا بیان کرنا مناسب تصور کیا کہ اسکو نہ صرف آیندہ کے لئے قانون سمجھنا چاہیے، بلکہ یہی اسوقت کا بھی قانون ہے[1]۔"

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہاں لفظ "ضروری" (Necessary) کیسقدر غیر معمولی ہے کیونکہ وہ ضرورت اور معقولیت دونوں مفہوموں پر حاوی ہے۔ اسکو پیش نظر رکھ کر کمشنروں کی رائے یہ ٹھہرتی ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، کہ ایک شخص اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے قانوناً اسقدر جبر کام میں لانیکا مجاز ہے جسقدر حقوق مذکور کی حفاظت کیلئے ضرور ہے، اور ایسا نقصان نہیں پہنچاتا، یا اسکے 491

[1] سی، سی، بی کمیشن رپورٹ صفحہ ۱۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہنچانے کا خطرہ نہیں برداشت کرتا، جو اس مضرت کے لحاظ سے جس سے محفوظ رہنا مقصود ہے غیر مناسب ہو یا (اگر اسپر دوسرے پہلو سے نظر ڈالی جائے) تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ وہ نقصان اس حق کی قیمت سے جس کا محفوظ کرنا مقصود ہے غیر مناسب نہ ہو۔ یہ اصول نہایت معقول ہے، اور ہم تک چار ممتاز ججوں کی رائے سے پہنچا ہے، اور اس اصول کا مظہر ہے جسکی طرف 'انگلستان' کا قانون بتدریج بڑھ رہا ہے، مگر ساتھ ہی اسکے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ ایک دوسرے اور آسان تر اصول سے ہمارے مصنفین کی رائے کا نتیجہ زیادہ ترصحت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرا اصول۔ ایک شخص اپنی ذات یا آزادی کو خلاف قانون حملہ سے محفوظ رکھنے کے لئے حملہ آور کے مقابلہ میں اسقدر جبر کام میں لانے کا مجاز ہے (گو وہ حملہ آور کی جان لینے کی حد تک پہنچتا ہو) جسقدر اس حملہ کو رد کرنے یعنی اپنی حفاظت کیلئے ضروری ہو، لیکن حملہ آور کو سخت جسمانی مضرت پہنچانا یا اسکی جان لینا عام طور سے اسی وقت جایز ہوسکتا ہے جبکہ حفاظت خود اختیاری یعنی اپنی زندگی، عضو یا دوامی آزادی کو محفوظ رکھنے کے لئے اسکی ضرورت ہو[1]۔

[1] 'اسٹیفن' کی شرح (۱۴ ایچ) جلد ۲ صفحہ ۷۹، جلد ۳ صفحہ ۲۶؛ ح ۴ صفحات ۱۴۲ - ۱۴۶ 'جایز حفاظت خود اختیاری میں مضرت رسیدہ فریق مجاز ہے کہ وہ اپنی ذات، مقام سکونت، یا جائداد کی حفاظت کے لئے بمقابلہ اس شخص کے جو علانیہ تشدد یا ناگہانی حملہ کے ذریعہ سے اسکے متعلق کسی معلومہ جرم کے ارتکاب کا ارادہ یا اسکی کوشش کرتا ہے جبر کا دفعیہ جبر سے کرے۔ ایسی صورتیں وہ ہٹ جانے پر مجبور نہیں ہے، بلکہ اپنے حریف کا تعاقب جاری رکھ سکتا ہے یہانتک کہ وہ اپنے آپکو خطرہ سے باہر پائے؛ اگر وہ اپنے حریف کو ہاتھا پائی میں مار ڈالے تو ایسا مار ڈالنا جایز ہوگا۔۔۔

"جب کسی شخص کی ذات پر کسی قسم کے معلومہ جرم کے ارتکاب کی کوشش کیجائے، خواہ لوٹنے کے لئے ہو یا قتل کے لئے، تو وہ شخص جسپر حملہ کیا گیا ہے جبر کو جبر سے رفع کرسکتا ہے بلکہ اسکا لازم بھی ہے جو اسوقت اسکی حدت میں ہو، یا کوئی دوسرا شخص جو وہاں موجود ہو مضرت رد کرنے کے لئے دخل دہی کا مجاز ہے؛ اس حالتیں اگر موت واقع ہو تو دخل دینے والا فریق قابل معافی متصور ہوگا۔ اس صورتیں فطرت اور تمدن فرض دونوں ساتھ ساتھ کام کرتے ہیں"۔ 'فوسٹر' کا خطبہ ثانی فصل ۳ صفحہ ۲۷۳ - ۲۷۴ -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس اصول کو حفاظت خود اختیاری کے لئے ضروری جبر کے جواز سے موسوم کرسکتے ہیں۔ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ خاطی (مرتکب جرم) کو سخت جسمانی مضرت پہنچانے یا اسکو مار ڈالنے کا حق اس حق سے پیدا اور محدود ہوتا ہے جو ہر پابند قانون شخص کو اسغرض سے حاصل ہے کہ وہ اپنی زندگی یا کسی عضو سے اہم خطرہ، اور اپنی ذاتی آزادی سے سخت دست اندازی کو دفع کرسکے۔

ضروری اور معقول جبر کا جواز، اور حفاظت خود اختیاری کے لئے ضروری جبر کا جواز، یہ دونوں اصول عام طور سے اور اکثر حالتوں میں عملاً ایک ہی سے نتائج پیدا کرتے ہیں۔

انمیں سے ہر اصول کے لحاظ سے (الف) پر جب (ب) حملہ آور ہوگا اور (الف) کو اپنی جان کا خطرہ ہوجائے گا اور وہ اس حملہ کو کسی دوسری 492
طرح دفع یا روک نہ سکتا ہوگا تو وہ (ب) کو جان سے مار ڈالنے کا مجاز ہوجائے گا۔ ایک نظریہ کے لحاظ سے جو جبر (الف) کام میں لایا وہ ضروری اور معقول تھا؛ دوسرے نظریہ کے لحاظ سے جو جبر (الف) کام میں لایا وہ محض حفاظت خود اختیاری کے لئے تھا۔ دونوں اصول کے لحاظ سے (الف) اسکا مجاز نہیں ہے کہ وہ (ب) کو اسوجہ سے گولی مار دے کہ (ب) دیدہ و دانستہ اسکی اراضی میں مداخلت بیجا کررہا ہے، کیونکہ جو نقصان (الف) (ب) کو پہنچا رہا ہے یعنی اسکو موت کے خطرہ میں مبتلا کررہا ہے وہ غیر معقول ہے یعنی اس مضرت کے مقابلہ میں جو (الف) کو مداخلت بیجا سے پہنچی کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اور (الف) کا مداخلت بیجا کرنے والے پر گولی چلانا صاف طور سے جبر کا استعمال ہے، مگر یہ حفاظت خود اختیاری کے لئے نہیں بلکہ جائداد کی حفاظت کے لئے ہے۔ یہاں بھی دونوں نظریے ان باریک اور مسلمہ قواعد میں مطابق ہیں جنکی رو سے ایک شخص کا حق دوسرے شخص کو زخمی کرنے یا مار ڈالنے کا خود اسکی زندگی یا عضو کی حفاظت سے محدود ہوجاتا ہے[1]۔ ان

[1] دیکھو اسٹیفن، کا خلاصہ فوجداری (۶ طبع) دفعہ ۲۲۱، اور مقابلہ کرو شرح (۸ طبع) ج ۴ صفحات ۵۴-۵۶،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قواعد کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے شخص کو مار ڈالے یا اسکو ضرر شدید پہنچائے جب تک کہ وہ انتہائی جبر کے استعمال سے محترز رہنے کے لئے تمام دوسری امکانی کوشش نہ کر چکا ہو۔ (الف) کو (ب)، ایک بدمعاش نے مارا، (الف) کی جیب میں تمنچہ ہے، اسے فوراً اپنا تمنچہ نہ چلا دینا چاہئے، بلکہ ارتکاب جرم کو روکنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو پیچھے ہٹنا چاہئے۔ اگر (ب) تعاقب کرے اور (الف) کو دبا کر ایک دیوار تک لیجائے اور اسکے پاس دفع حملہ کا کوئی اور ذریعہ نہ باقی رہے اسوقت، نہ کہ اس سے قبل، وہ تمنچہ سے فیر کرنے کا مجاز ہوسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو باریک شرطیں ان حالات کے متعلق قایم کیجاتی ہیں، جنمیں ایک ایسا شخص جبر پر کوئی بدمعاش حملہ کرے اس بدمعاش، پر حملہ کرنے کا مجاز ہوسکتا ہے انکا تعلق قدیم اور گزشتہ تمدن سے ہے جو ایک حد تک اسوقت بیکار ہے، ہم اسکو مانتے ہیں، لیکن جس اصول کی بنا پر یہ شرطیں قائم کی گئی ہیں وہ صاف اور اہم ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حملہ کیا جائے تو شخص مذکور ایک بیجا حملہ آور کے مقابل میں بھی حفاظت خود اختیاری کے واسطے ایسا جبر کام میں نہیں لاسکتا جو ضروری نہ ہو، اور تشدد اس حالتمیں غیر ضروری ہے جبکہ وہ شخص جسپر حملہ کیا جائے اس ضرورت کو پیچھے ہٹ جانے یا یوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اور (ا) ہیل، پی سی ۴۷۹ کے ساتھ۔ اگر (الف) (ب) کو اتنا پیچھے ہٹ جانے سے پہلے جسقدر وہ ہٹ سکتا ہے زخمی کرے تو اسکے اس حق کے متعلق مستند مصنفین قانون متحد الرائے نہیں ہیں، لیکن عام اصول کافی طور سے صاف ہے جبر پر حملہ کیا جائے اسکے پیچھے ہٹنے کی ضرورت کے قاعدہ کو ہمیشہ اس مسئلہ حق اور فرض کے ساتھ ملائے رکھنا چاہئے جو ہر شخص پر ارتکاب جرم کے اندراج کے متعلق عاید ہوتا ہے اور نیز اس واقعہ کے ساتھ کہ قانون میں اپنے گھر کی حفاظت بھی اپنی ذات کی حفاظت کے قریب قریب متصور ہوتی ہے۔ "اگر ایک سارق ایک شریف شخص پر اسکے گھر میں یا باہر اسکو لوٹنے یا مار ڈالنے کیلئے حملہ کرتا ہے، تو شریف آدمی کیلئے یہ ضرور نہیں کہ وہ بھاگے بلکہ وہ اپنے حملہ آور شخص کو مار ڈال سکتا ہے اور یہ کوئی جرم نہ ہوگا"۔ (ا) ہیل، پی سی ۴۸۱ دیکھو گھر کی حفاظت کے لئے، (ا) اسٹیٹ، پی سی ۲۸۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہو کہ ایک عام مقام میں مخصوص جگہ پر اس کو کھڑے ہونیکا جو حق قانوناً
حاصل ہے اس سے دست بردار ہو جانے سے رفع کر سکتا ہو[1] خلاصہ یہ ہے
493 کہ دونوں اصول کا تعلق 'ضروری' جبر کے استعمال سے ہے' اور انہیں سے کوئی
اصول بھی ایسے جبر کے کام میں لانے کی اجازت نہیں دیتا جو حصول مقصد کی
ضرورت سے زیادہ ہو۔ (الف) پر (ب) حملہ آور ہوا (الف) ہر دو اصول
کے لحاظ سے (ب) کو مار ڈال سکتا یا اسکو زخمی کر سکتا ہے' اسطرح کہ اپنی
حفاظت کے لئے وہ (ب) پر کوئی دروازہ بند کر کے قفل لگا دے۔ دونوں
اصول سے اس امر کی یکساں بآسانی توضیح ہو سکتی ہے کہ کیوں جسقدر خلاف قانون
حملہ کا تشدد بڑھتا جاتا ہے اسیقدر حفاظت خود اختیاری کے لئے جائز جبر
کے استعمال کی مقدار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے' اور کسطرح جائداد کے جائز قبضہ
اور خصوصاً ایک شخص کے مکان کی حفاظت اسکی ذات کی جائز حفاظت
میں بآسانی منتقل ہو جاتی ہے[2]۔ قبضہ کی حفاظت میں جائز مار پیٹ (Battery)
اگرچہ قبضہ کی حفاظت میں واقع ہوئی ہو' مگر بالآخر وہ ذات کی حفاظت متصور
ہوتی ہے[3]۔ اس تمام بحث کا خلاصہ اس فقرہ میں موجود ہے مگر اسے
'بلیک اسٹون' کی اس تنبیہہ کی روشنی میں پڑھنا چاہیئے کہ حفاظت خود اختیاری
کا حق حملہ کو جائز کر لینے کے کام میں نہیں لایا جا سکتا[4]۔

یہ سوال کہ آیا کچھ خیالی ایسی صورتیں ہو سکتی ہیں جنمیں ان دونوں
اصول کے نتائج مختلف ہونگے' ایک نہایت دلچسپ سوال ہے' لیکن ان

---

[1] اسٹیفن کی شرح (۴ ایڈیشن) جلد ۴ صفحات ۴۲-۴۶' مقابلہ کرو (۱ ہیل) پی سی ۴۸۱' ۴۸۲؛ اور اسٹیفن کا خلاصہ
قانون فوجداری دفعات ۲۲۲؛ اور 'فوسٹر' کا خطبہ ثانی جلد ۱ فصل ۳۔ یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ وہ قاعدہ
جسمیں یہ حکم ہے کہ جبر کے استعمال سے پہلے حملہ آور کے سامنے سے ہٹ جانا چاہیئے صرف ایسے جبر کے
استعمال سے متعلق ہے جس سے ضرر شدید یا موت واقع ہو سکتی ہو۔

[2] روی کا خلاصہ قانون مداخلت بیجا' جی' ۸۔

[3] 'بلیک' کی شرح ج ۴ صفحات ۱۸۲-۱۸۴۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقدمات میں جو عموماً عدالتوں کے سامنے آتے ہیں اسے کوئی اہمیت نہیں ہے۔ عام طور سے جو کچھہ تصفیہ طلب ہوتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص حملہ دفع کرنے کے لئے کس حد تک بطریق جائز تمام ضروری جبر کام میں لاسکتا ہے، اور اس مقصد کے لئے اسکی پروا نہیں کیجاتی کہ جائز جبر کا معیار معقولیت قرار دیجائے یا حفاظت خود اختیاری؛ لیکن اگر کسی وجہ سے ان دونوں اصول میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا ضرور ہو تو انگلستان کے ایک مقنن کے لئے یہ تسلیم کرلینا زیادہ تر قرین احتیاط ہوگا کہ ایسے جبر کا استعمال جس سے جسمانی ضرر یا موت واقع ہو، یا واقع ہوسکتی ہو یعنی انتہائی جبر صرف صحیح معنوں میں حفاظت خود اختیاری کیلئے جائز ہے۔

اسپر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ حفاظت خود اختیاری کے حق کے متعلق یہ رائے باشندگان ملک کے جرایم سے محفوظ رہنے کے حق کو بہت ہی محدود کردیتی ہے؛ مگر دو امور پر لحاظ کرنے سے اس اعتراض کا وزن بہت گھٹ جاتا ہے۔ اول یہ کہ انصاف عامہ کی ترقی کے لئے ہر شخص قانوناً نہ صرف مجاز بلکہ اکثر صورتوں میں مجبور ہے کہ وہ جبر کام میں لائے جو بعض حالتوں میں جان لینے کی حد تک پہنچ سکتا ہے؛ اسلئے ایک پابند قانون باشندۂ ملک ایسے نقض امن کو دفع کرنے کا قانوناً مجاز ہے جو اسکے مواجہ میں واقع ہو، اور اس مقصد کے لئے وہ ضروری جبر کام میں لاسکتا ہے[1]۔ اور اسی وجہ سے ہر ایسے شخص پر جسکے مواجہ میں کوئی سنگین جرم واقع ہو قانوناً واجب ہے کہ وہ مرتکب جرم کو گرفتار کرلے، اگر وہ براہ غفلت اسکو بھاگ جانے دیتا ہے[2]۔ تو وہ جرمانہ اور قید کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

494

"جب کسی سنگین جرم کا ارتکاب ہو اور مجرم انصاف سے بچنے کے لئے بھاگے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اسکے بھاگ جانے سے روکنے کے لئے ہر امکانی کوشش عمل میں لائے؛ اور اگر بحالت تعاقب مفرور ایسی حالت میں کہ اسکا گرفتار

[1] دیکھو ٹمتھی، بنام سمپسن آئی، سی، ایم و آر ۷۵۷۔

[2] اسٹیفن کی شرح جلد ۴ صفحہ ۲۷۱-۲۷۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا جانا کسی دوسری صورت سے ممکن نہ ہو مار ڈالا جائے تو ایسا قتل جائز متصور ہوگا، کیونکہ تعاقب نہ صرف جائز بلکہ محکوم قانون تھا اور دیدہ و دانستہ اسکی عدم تعمیل مستوجب سزا تھی[1]"

اسمیں شک نہیں کہ یہ انتہائی جبر اسی صورت میں جائز قرار پا سکتا ہے جبکہ جرم سنگین ہو یا تشدد ی جرائم (Crimes of violence) کا ارتکاب روکنا مقصود ہو۔

"ایسا قتل جو کسی جبری اور تشدد ی جرم کے روکنے کے لئے کیا جائے قانون انگلستان کی رو سے . . . . . جیسا کہ وہ اسوقت ہے . . . جائز ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کے مقابلہ میں سرقہ بالجبر یا قتل کا اقدام کرتا ہے یا کسی مکان میں شب کے وقت نقب لگانے کے اقدام کا مرتکب ہوتا ہے اور اس اقدام میں اسے وہ شخص جسپر حملہ کیا گیا ہے یا مکان کا مالک یا ان کے ملازمین حاضر یا کوئی دوسرا شخص امداد ارتکاب جرم کے لئے مار ڈالے تو قاتل رہا اور بری کر دیا جائے گا۔ یہ ایسے جرائم پر حاوی نہیں ہو سکتا جن میں جبر عمل میں نہ آئے مثلاً جیب کترنا یا مکان میں دن کے وقت نقب لگانا بشرطیکہ اسکے ساتھ سرقہ بالجبر، آتش زنی، قتل وغیرہ کا اقدام نہ شریک ہو[2]"

اسی لئے وہ افعال جو ایک شخص کو خود اپنی جائداد کی حفاظت کے لئے جائز نہیں ہو سکتے، اکثر ارتکاب جرائم کے انسدادی اور ضروری ذرائع ہونیکی وجہ سے اور مجرمین کی گرفتاری کے لئے جائز ہو جاتے ہیں۔ چور (الف) کا گھر لوٹ کر اور اسکے باغ کی دیوار کو دکر اسکے زیورات لئے بھاگے جاتے ہیں۔ (الف) جسے اپنی جان کا کوئی خطرہ نہیں ہے انکا تعاقب کرتا ہے اور انسے چاہتا ہے کہ وہ اپنے آپکو حوالے کر دیں، اور چونکہ انکے روکنے کا اسکے پاس

---

[1] فوسٹر کا خطبہ ثانی متعلقہ قتل صفحات ۲۷۱-۲۷۲۔ اور مقابلہ کرو صفحات ۲۷۳-۲۷۴۔

بالارادہ قتل جرم نہیں ہے . . . جبکہ وہ کسی شخص سے کسی باغی، مرتکب جرم سنگین، یا بحری ڈاکو کی گرفتاری یا انہی اشخاص مفرور یا قریب بہ فراری کو حراست جائز سے بھاگ جانے سے روکنے کے لئے عمل میں آئے گو انھوں نے کسی شخص کے ساتھ تشدد نہ کیا ہو۔ اسٹیفن کا خلاصہ قانون فوجداری (۶ طبع) دفعہ ۲۲۲۔

[2] اسٹیفن کی شرح (۸ طبع) ج ۴ صفحات ۴۹، ۵۰، اور مقابلہ کرو (۱۴ طبع) صفحہ ۴۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے اسلئے وہ انہیں سے ایک شخص کو مار کر گرا دیتا ہے جو اس صدمہ سے مرجاتا ہے' (الف) اگر فوسٹر کے قول پر اعتبار کیا جائے نہ صرف بے خطا بلکہ ایک فرض عام کا انجام دینے والا متصور ہوگا[1]

اس جگہ اتنا اور اضافہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس موقع پر (الف) قانوناً (ب) کو سخت جسمانی ضرر پہنچا سکتا ہے یعنی اس کی گرفتاری میں' وہاں (ب) (الف) کا مقابلہ کرنے میں خلاف قانون عمل کا مرتکب ہوتا ہے اور اس عمل سے (الف) کو جو نقصان پہنچتا ہے اسکا وہ یعنی (ب) ذمہ دار ہے[2]۔ 495

علاوہ اسکے ہر شخص قانونی حدود کے اندر رہتا ہے جب تک وہ صرف اپنے قانونی حقوق کو کام میں لاتا رہتا ہے' وہ اپنے ان حقوق کے استعمال میں ایسے متدل جبر سے کام لے سکتا ہے جو صرف ان حقوق کے کام میں لانے کے لئے کافی ہوں۔

(الف) ایک شاہراہ عام سے اپنے گھر جا رہا ہے' (ب) اسے روکنے کی کوشش کرتا ہے (الف) اسے ڈھکیل دیتا ہے' جس سے (ب) گر پڑتا ہے اور اسکے چوٹ آتی ہے' (الف) کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوا' اس نے صرف اپنے حق کی حفاظت کی' اسکو شاہراہ عام پر چلنے کا حق حاصل تھا اسمیں جو دست اندازی کیجاتی تھی اس نے وہ دست اندازی دور کر دی۔ (ب)

---

[1] مسٹر جسٹس ولس کا جو مشہور شخص اور فاضل جج تھے ایک قصہ ایک حاضر طلبہ کے زبانی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر جسٹس ولس سے دریافت کیا گیا کہ اگر میں اپنے نشست کے کمرہ میں دیکھوں کہ ایک چور میرا گھسا اٹھا کر لئے جا رہا ہے اور وہ مجھکو نہیں دیکھتا' تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ ولس نے جو جواب دیا وہ تقریباً یہی تھا کہ بحیثیت انسان' اور بحیثیت متقن' اور بحیثیت انگلستان کے ایک جج کے میرا مشورہ یہ ہے کہ مفروضہ حالت میں تم کو یہ حق ہے' البتہ میں یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تمہارا فرض نہیں ہے کہ ایک دو ضربی بندوق لو اور نہایت احتیاط کے ساتھ اسکی دونوں نالیں بھرو اور بہت سنبھل کر اسکے دل کا نشانہ لو اور اسے مار کر گرا دو۔ دیکھو سیٹرڈے ریویو نومبر ۱۸۹۳ء صفحہ ۵۳۴۔

[2] فوسٹر کا خطبہ ثانی صفحہ ۲۷۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گر پڑنے اور چوٹ لگنے کے بعد تلوار کھینچ کر (الف) پر حملہ آور ہوتا ہے ایسی حالتمیں ظاہر ہے کہ اگر (الف) بھاگنے یا (ب) کو گرا دینے کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتا تو وہ اپنی حفاظت خود اختیاری کیلئے جسقدر جبر چاہے کام میں لاسکتا ہے، یعنی وہ (ب) کو ضرب سے بیہوش کرسکتا یا اسپر فیر کرسکتا ہے۔

یہاں فی الحقیقت ایک مشکل سوال پیش نظر ہوجاتا ہے یعنی یہ کہ اس موقع پر (الف) کو اس حق سے جو اسے شاہراہ عام پر چلنے کا حاصل ہے کس حد تک دست بردار ہوجانا چاہئے تاکہ وہ (ب) کو لنگڑا لولا کرنے یا مار ڈالنے کے خطرہ میں نہ پڑنے پائے۔

تمثیل کیلئے فرض کرو کہ (الف) اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ (ب) ایک مخصوص راستہ کو اسوجہ سے روکتا ہے کہ وہ اپنے آپکو اسکا مستحق تصور کرتا ہے، اگرچہ اسکے حق کی کوئی قانونی بنیاد نہیں ہے، اور (الف) یہ بھی جانتا ہے کہ اگر وہ اس راستہ کو چھوڑکر دوسرا راستہ اختیار کریگا تو گو کہ اسے تھوڑی سی مسافت زیادہ طے کرنی پڑے گی مگر (ب) کے حملہ کا اندیشہ یا حفاظت خود اختیاری میں (ب) کو سخت مضرت جسمانی پہنچانے کا خطرہ باقی نہ رہے گا۔

اب اپنے مقصد کے لئے (الف) کے جبر کو کام میں لانے کے حق کی یہ صورت ہوجائے گی۔ (الف) کو یہ حق ہے کہ وہ (ب) کو ڈھکیل دے جب (ب) کا تشدد بڑھجاتا ہے تو (الف) کو یہ حق پیدا ہوجاتا ہے کہ اسے دفع کرے، اسطور سے (الف) راستہ کے حق کی نزاع کو اپنی جان کی حفاظت کی کشمکش میں منتقل کرسکتا ہے اور اسطرح (ب) کے مار ڈالنے کا مجاز ہوجاتا ہے، لیکن معاملہ پر اسطور سے نظر ڈالنا صحیح نہیں ہے۔ قبل اسکے کہ (الف) کے لئے (ب) پر گولی چلانا یا اسکو زخمی کرنا جائز ہو اسے صاف طور سے یہ بتانا ہوگا کہ ہر دو اصول متذکرۂ بالا میں سے وہ کسی ایک اصول میں داخل ہوتا ہے جس سے حملہ آور کے مقابلہ میں اسے انتہائی جبر کام میں لانا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جایز ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ (ب) کا حملہ چند گز اپنے راستہ سے علیحدہ ہو کر نکل جانے سے روک سکتا تھا تو وہ اپنے عمل (جبر) کو کسی اصول کے تحت بھی جایز نہیں ٹھہرا سکتا۔ (ب) کو گولی سے مار دینا بالکل معقول نہیں کہا جا سکتا کیونکہ (الف) جو نقصان (ب) کو زخمی کر کے پہنچاتا ہے وہ (الف) کے اس نقصان کے لحاظ سے جسکا رفع کرنا مقصود تھا یعنی چند گز راستہ چھوڑ کر گھر پہنچنے کے لحاظ سے قطعاً نامناسب ہے۔ علاوہ اسکے (ب) پر گولی چلانا صحیح طور سے حفاظت خود اختیاری کے لئے نہ تھا کیونکہ (الف) دوسرا راستہ اختیار کر کے اس خطرہ کو رفع کر سکتا تھا یہاں (الف) جو جبر استعمال کرتا ہے وہ اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس حق کی حفاظت کے لئے ہے جو اسے ایک مخصوص راستہ پر چلنے کا حاصل ہے۔ (الف) کی حالت اور حیثیت کا صحیح اندازہ یہی ہے جسکا اظہار صاف طور سے ان قدیم قواعد سے ہوتا ہے جنمیں اس شخص کو جسپر حملہ کیا جائے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ قبل اسکے کہ وہ اپنے حملہ آور کو سخت زخم پہنچائے اسے جہانتک ممکن ہو پیچھے ہٹ جانا لازم ہے۔

496

مقدمہ سرکار بنام ہیولٹ میں جو ۱۸۵۸ء میں چلا تھا قانونی فیصلہ اسی طرز عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (الف) کو (ب) نے مارا تھا اس پر (الف) نے چاقو نکال کر (ب) کو زخمی کر دیا۔ جج نے یہ طے کیا کہ جبتک یہ نہ ظاہر ہو کہ قیدی (الف) کو سرتہ بالجبر یا اسی قسم کے کسی دوسرے جرم کا اندیشہ یا زندگی یا سخت جسمانی ضرر کا خوف تھا (نہ صرف گرا دیا جانا) اسوقت تک وہ حفاظت خود اختیاری میں چاقو کے استعمال کا مجاز نہ تھا[1] اس رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو جبر (الف) نے استعمال کیا وہ جایز نہ تھا کیونکہ اگرچہ اس سے (الف) کا خطرہ یعنی اسکے مار کر گرا دیئے جانے کا خطرہ رفع ہو گیا مگر وہ (الف) کی زندگی یا عضو یا جائداد کی حفاظت کے لئے

[1] ونسٹر و فلاسن (۹۱) بذریعہ کروڈر جسٹس۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضروری نہ تھا۔ مقدمہ ہذا خاص طور سے قابل توجہ ہے کیونکہ (ب) کسی اپنے فرضی حق پر بھی زور نہ دے رہا تھا بلکہ وہ محض ایک مرتکب جرم تھا۔

اب اسی مقدمہ پر سیقدر تبدیل حالات کے ساتھ نظر ڈالو۔ فرض کرو کہ (ب) کوئی بدمعاش نہیں بلکہ ایک جوان کوتوالی ہے، اور وہ حسب حکم کمشنر کوتوالی (الف) کو 'پارک' میں سنگ مرمر کی کمان سے داخل نہیں ہونے دیتا ہے؛ یہ بھی مان لو کہ کمشنر کوتوالی نے اپنے اختیارات کے متعلق جو رائے قایم کی ہے وہ غلط ہے، اور اس لحاظ سے (الف) کو 'ہائیڈ پارک' میں ایک مخصوص دروازہ سے نہ داخل ہونے دینا قانوناً جایز نہیں؛ (ب) اس صورت میں قانوناً غلطی پر ہے، اور بظاہر (الف) کو یہ حق[1] ہے کہ وہ (ب) کو ہٹا دے؛ لیکن کیا یہ کہنے کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے کہ اگر (الف) (ب) کو ہٹا نہیں سکتا تو وہ داخل ہونے کے لئے ضروری جبر کے استعمال یعنی (ب) کو زخمی کرنیکا مجاز ہے؟ قطعاً نہیں۔ (ب) کو زخمی کرنا نہ معقول اور نہ یہ حفاظت خود اختیاری کے لئے جبر کا استعمال کہا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قانونی حقوق کے متعلق جو نزاع ہو اسکا تصفیہ قانونی عدالتوں سے ہونا چاہئے، کیونکہ بادشاہ اور اسکی عدالتیں، مظالم کا بدلہ لینے والی ہیں، اور وہ مظلوم کی ایسی دادرسی کرتی ہیں جسکا وہ مستحق ہوتا ہے[2]، اور کسی شخص کو اسکی اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے متنازعہ فیہ حق کی قوت اپنے بازو کی قوت سے قایم کرے۔ قانونی نزاعوں کے تصفیہ کی اجازت مشت زنی سے نہیں دیجاسکتی۔ گزشتہ صدی میں ایک بطریق نے یہ کوشش کی کہ وہ حملہ آور بلوہ کے ذریعہ سے ایک نائب رجسٹرار کو خدمت سے علیحدہ کرنے 497

[1] اس خیالی مقدمہ میں یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کے ایسے ایکٹ نافذ نہیں ہیں جنمیں پولیس کمشنر کو پارک میں داخلہ کے حق کے انتظام کا اختیار دیا گیا ہے۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں دارالسلطنت کے پولیس کے ایکٹوں سے بحث کروں یا کمشنر پولیس کے اختیارات کے متعلق کسی رائے کا اظہار کروں۔

[2] انسٹیٹیوٹس کی شرح (۱۴ طبع) ج ۴ صفحہ ۴۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا حق ثابت کرے۔ ججوں نے اسکو سمجھایا کہ اس نے قانون کے متعلق جو رائے قایم کی ہے وہ غلط ہے، 'ارسکن' کی طلاقت لسانی اور منطقی مغالطوں نے اسے بچالیا۔ اور اہالی جوری اسے مجرم نہ قرار دیسکے۔

اس مسئلہ پر خواہ کسی طرف سے نظر ڈالی جائے ہر پھر کر نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے، یعنی ایک شخص کے واسطے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے بلاشک وشبہ جسقدر انتہائی جبر کام میں لانا جایز ہے وہ ان مستثنیات اور حدود سے محدود ہے جنھیں ہم اوپر بیان کر آئے ہیں، اور وہ خالص حفاظت خود اختیاری پر مشتمل اور اسی سے محدود ہے۔

نوٹ ۵

عام جلسوں کے منعقد کرنے کے حقوق کے متعلق مباحث

عام جلسوں کے منعقد کرنیکے حق کے متعلق چار سوال اہم ہیں۔ انمیں سے پہلا سوال یہ ہے کہ آیا عام مقامات میں جلسہ منعقد کرنے کا کوئی عام حق موجود ہے؟۔ دوسرے یہ کہ 'مجمع خلاف قانون' کے کیا معنی ہیں؟۔ تیسرے یہ کہ مجمع خلاف قانون کے متعلق کارروائی کرنے میں بادشاہ یا اسکے ملازمین کو کیا حقوق حاصل ہیں؟ چوتھے یہ کہ ایک جایز اور قانونی مجمع کے

لے 'بنگیر' کے بطریق کا مقدمہ ۲۶ ایس ٹی ٹی آر ۴۶۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ارکان کو کیا حقوق حاصل ہیں جبکہ انکے مجمع میں دست اندازی کیجائے یا وہ جبر کے ذریعہ سے منتشر کر دیئے جائیں ؟

معاملہ زیر بحث کو صحیح طور سے سمجھنے کے لئے ان دو امور کی صداقت اور انکے حقیقی منشا پر حاوی ہو جانا ضرور ہے جنکی طرف اکثر بہت کم توجہ کیجاتی ہے۔

سب سے پہلا امر یہ ہے کہ "انگلستان" کا قانون عام جلسوں کے انعقاد کے متعلق کوئی مخصوص حق تسلیم نہیں کرتا خواہ وہ جلسے سیاسی اغراض کے لئے ہوں یا دوسرے اغراض کے واسطے[1]

ایک جگہ جمع ہونے کا حق اس رائے کے نتیجے کے سوائے کچھہ اور نہیں ہے جو ہماری عدالتوں نے شخصی آزادی ذات، اور شخصی آزادی گفتگو کے متعلق قایم کی ہے؛ اسلئے ایک جایز جلسہ میں دست اندازی کرنا کسی عام حق پر نہیں، بلکہ (الف) یا (ب) کے شخصی حقوق پر حملہ ہے، اور اگر اسکی تجزی کیجائے تو وہ عام طور سے ارکان جلسہ کی ذات پر متعدد حملوں سے مرکب پایا جائیگا۔ پس جو شخص ایسے جلسے کو منتشر کرتا ہے اسکے خلاف جلسے کے منتشر کرنیکا مقدمہ یا استغاثہ نہیں چل سکتا، بلکہ اگر وہ مستوجب ہو سکتا ہے تو اسکا مستوجب ہوگا کہ اسپر سرکار سے مقدمہ چلایا جائے، یا (الف) جلسہ کے ایک مخصوص رکن پر حملہ کرنیکا استغاثہ دایر ہو[2]؛ اسلئے اس سوال کا جواب کہ جو لوگ ایک جایز جلسہ میں شریک ہوں وہ کس حد تک منتشر کئے جانے کے اقدام کے مقابلہ کے مجاز ہیں، بالآخر اس امر کے تعین پر جاکر ٹہرتا ہے کہ قانون نے (الف) ایک باشندۂ ملک کو اسکے حملہ آور کو سزا دینے اور حملہ کو دفع کرنیکے لئے کیا طریقے بتائے ہیں۔

دوسرا تمہیدی امر یہ ہے کہ عام جلسوں کے قانون کے متعلق سب سے زیادہ ابہام جو پایا جاتا ہے وہ اسکے نہ متعین ہونیکی وجہ سے ہے کہ

498

---

[1] دیکھو فصل (۸) گزشتہ۔

[2] دیکھو مقدمہ ریڈ فورڈ بنام برلے (۱) ایس ٹی ٹی آر (ان ایس) ۱۰۱۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملک کا ایک باشندہ اپنی ذات، آزادی، یا جائداد کی حفاظت کے لئے کس حد تک قانوناً جبر کے استعمال کا مجاز ہوسکتا ہے، یا اگر حفاظت خود اختیاری کا لفظ اپنے وسیع معنوں میں استعمال کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس ابہام کی وجہ یہ ہے کہ حفاظت خود اختیاری کے حق کے متعلق صحیح اصول یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہیں[1]۔

ہمارے ان تمہیدی بیانات کا تعلق سوالات زیر بحث سے جو کچھ ہے وہ آگے چلکر روشن ہوتا جائے گا۔

پہلا سوال یہ ہے کہ آیا عام مقامات پر جلسے کرنے کا کوئی عام حق موجود ہے؟۔ اسکا جواب آسان ہے۔ ایسا کوئی حق 'انگلستان' کے قانون میں نہیں پایا جاتا۔ یہ درست ہے کہ 'انگلستان' کے باشندے سیاسی یا دوسرے اغراض کے لئے 'پارکوں، میدانوں' یا دوسری کشادہ جگہوں میں جو تمام دنیا کے لئے کھلی ہوئی ہیں، یکجا ہوتے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ 'انگلستان' میں جو جلسے کھلے میدانوں میں ہوتے ہیں انپر، دوسرے ممالک مثلاً بلجیم وغیرہ کی طرح مخصوص قیود عاید نہیں کیجاتی ہیں۔ ایک مجمع جو کسی عام مقام پر تفریح، مباحثہ یا ایک نٹ کا تماشا دیکھنے، یا ایک مدبر کی ذو معنی تقریر سننے کے لئے جمع ہوتا ہے، اسکی وہی حیثیت ہوتی ہے جو ان اغراض کیلئے کوئی مجمع کسی مکان کے کمرے یا نشستگاہ میں کیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک مجمع جو جایز مقصد کے لئے کسی ایسے مقام پر جمع ہو جہاں جمع ہونے کا اسکو حق ہے، اور اسطرح کارروائی کرے کہ کسی معقول شخص کو اس سے خوف نہ پیدا ہو، وہ مجمع ایک قانونی اور جایز مجمع ہے، خواہ وہ 'ایکنر پیٹر ہال' یا 'ہیٹ فیلڈ' یا 'بلنہم' کے میدانوں، یا لندن کے پارکوں میں جمع ہو۔ ایسے جلسوں میں دخل دینے کا کسی شخص کو اختیار نہیں ہے، اور انمیں شریک ہونے سے کوئی شخص کسی قانونی سزا کا مستوجب نہیں ہوسکتا۔

---

[1] دیکھو نوٹ ۱ گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن جو قانون ان کھلے میدانوں میں اجتماع کی ممانعت نہیں کرتا وہ عام
طور سے اسکا انتظام بھی نہیں کرتا کہ ایسے مقامات رکھے جائیں جہاں عوام سیاسی 499
مباحث یا تفریح کے لئے زیرسما جلسے کرسکیں۔ یہ ممکن ہے اور یقیناً ایسے
مخصوص مقامات ہیں جو قانون، رسم و رواج، یا کسی دوسرے طریقہ سے
عوام کے استعمال کے لئے مختص کردیے گئے ہیں جو عام جلسوں کے کام میں
آسکتے ہیں۔ لیکن عام طور سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدالتیں اس امر کو تسلیم نہیں
کرتی ہیں کہ کچھ مقامات اس مقصد کے لئے مختص کردیے گئے ہیں۔ اس معاملہ
میں بھی ایکہزار آدمیوں کے مجمع کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو ایک مخصوص شخص
کی ہے۔ اگر (الف) کوئی خطبہ دینا یا تقریر کرنا، یا کوئی تماشا دکھانا چاہتا ہے
تو اسکے لئے ضرور ہے کہ وہ کوئی مکان یا میدان ایسا پیدا کرے جو وہ اس کام
کے لئے قانوناً استعمال کرسکتا ہو، اسے لوگوں کے حقوق جائیداد میں دست اندازی
یعنی مداخلت بیجا کا حق نہیں ہے، نہ وہ اسکا مجاز ہے کہ عامہ خلایق کی آسایش میں
خلل اندازیعنی امر باعث تکلیف عام کا مرتکب ہو۔

یہ خیال کہ عام مقامات میں جلسہ منعقد کرنیکا کوئی حق موجود ہے چند غیر صحیح
اختلاط اور غلط خیالات کیوجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ عام جلسہ کا حق (یعنی یہ حق کہ بہت
سے لوگ ایک ایسی جگہ جمع ہوں جہاں وہ بطریق جایز جمع ہوسکتے ہیں کسی ایسے
مقصد کے لئے جو قانوناً جایز ہو خصوصاً سیاسی مباحث کے لئے)
اس بالکل مختلف اور مبینہ غلط حق سے مخلوط کردیا گیا ہے کہ ہر شخص
انعقاد جلسہ کے لئے ہر ایسی جگہ کو کام میں لاسکتا ہے جو کسی معنی میں
بھی عوام کے واسطے کھلی ہوئی ہے۔ یہ دونوں حق، اگر انکا وجود ہوتا، ایک
دوسرے سے بالکل جدا ہیں، اور اکثر ممالک میں ان دونوں کے، انتظام کے لئے
بالکل ایک دوسرے سے مختلف قواعد نافذ ہیں۔ علاوہ اسکے یہ فرض کرلیا
گیا ہے کہ ہر میدان، گلی، یا سڑک جسے ہر شخص قانوناً استعمال کرسکتا ہے لازمی
طور سے انعقاد جلسہ کے لئے دستیاب ہوسکتی ہے۔ یہ مفروضہ بھی غلط ہے۔
ایک ایسا مجمع جو شاہراہ عام کو روک دے نہ صرف قانونی بلکہ عام طور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بھی امر باعث تکلیف عام کی تعریف میں داخل سمجھا جائیگا، کیونکہ اس سے معمولی باشندگان کے اس حق میں خلل واقع ہوگا جو انھیں بطریق مقررہ قانون اس مقام کو استعمال کرنیکا حاصل ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ شاہراہیں عوام کے استعمال کے لئے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ انکا استعمال صرف آنے جانے ہی کے لئے ہونا چاہئے[1]، انکا قانونی طریقہ استعمال ہی سیاسیوں کے اس دعوی کی تردید کرتا ہے کہ وہ شاہراہوں کو خطبات کا مقام بنا سکتے ہیں اسی طرح تماشا کرنے والونکے بھی اس دعوی کی تردید ہو جاتی ہے کہ وہ شاہراہ کو ایک زیر سما تھیٹر قرار دیسکتے ہیں۔ جو لوگ سڑکوں پر جمع ہوتے ہیں اور جو لوگ انکے جمع ہونے کے موجب ہوتے ہیں، خواہ غرض کچھہ ہو، وہ امر باعث تکلیف عام کا باعث ہوتے ہیں[2]۔ ان لوگوں کا جو اس خیال کے مؤید ہیں یہ دعوی کہ وہ جس تعداد میں اور جس وقت تک چاہیں (شاہراہ عام پر) قیام کرسکتے ہیں گو کہ دوسرے لوگونکو جو انھیں کے مساوی حقوق رکھتے ہیں ہرج پہنچے خود بلحاظ اپنی نوعیت کے اس حق کے متضاد ہے جو ہر شخص کو بلا روک ٹوک راستہ چلنے کا حاصل ہے، اور جہاں تک ہم دریافت کرسکے ہیں اس دعوی کی تائید کسی سند سے نہیں ہوتی[3]۔"

500 عوام یہ بھی نہیں ثابت کرسکتے کہ انکو کھلے میدان (Common) میں جلسہ کرنے کا کوئی حق ہے[4]۔ اس معاملہ میں عام طور سے جو دھوکا ہو رہا ہے اسکی بنیاد یہ خیال ہے کہ قانون ایسے جلسوں کو ممنوع نہیں قرار دیتا ہے جو سیاسی مباحث یا جوش و خروش پیدا کرنے کے لئے منعقد کئے جائیں، اور اسکے ساتھ یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ جب قانون ایک حق کو تسلیم کرتا ہے تو

---

[1] ڈواسٹن بنام پین، ایچ بی بی ایل ۵۲۷۔

[2] سرکار بنام کارلائل ۶، سی وپی ۶۲۸، ۶۳۶، و مقدمہ ٹراموے ٹائمس ۷ ستمبر ۱۸۸۸ء۔

[3] یکطرفہ لیوس ۲۱، کیو بی ڈی ۱۹۱-۱۹۷ ذریعہ کیوریم۔

[4] بیلی بنام ولیمسن، ایل آر ۸، کیو بی ۱۱۸، ڈی مارگن بنام مٹرا پولیٹین بورڈ آف ورکس ۵، کیو بی ڈی ۱۵۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو وہ اسکی عمل آوری کے ذرایع بھی مہیا کرتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی خیال غلط نہیں ہوسکتا۔ 'انگلستان' کا قانون جسطرح ناچ گانے کے عام جلسوں کی اجازت دیتا ہے اسیطرح سیاسی جلسوں کے انعقاد کی بھی اجازت دیتا ہے موخرالذکر جلسوں کو کوئی خاص فوقیت حاصل نہیں ہے۔ ایک شخص کو ایک مقرر کی تقریر سننے کا ویسا ہی حق حاصل ہے جیسا کہ اسے ایک بینڈ کے سننے یا ایک میٹھی روٹی کھانے کا حاصل ہے؛ لیکن ہر حق کے استعمال کے لئے لازم ہے کہ وہ اسطرح کام میں لایا جائے کہ اس سے مداخلت بیجا، امور باعث تکلیف عام، اور سرقہ کے قوانین کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔

بے شک یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک عام مقام کے نہ موجود ہونیکی وجہ سے دس ہزار معقول باشندگان ملک ایک جگہ جمع ہوکر اپنی سیاسی خواہشات کے اظہار سے محروم رہجاتے ہیں؛ یہ بات صحیح ہے مگر قانونی نقطۂ نظر سے غیر متعلق ہے۔ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ مسخرگی کا تماشا دیکھے، لیکن اگر مسخرے ایک تھیٹر میں ٹکٹ لے کر تماشہ دکھا رہے ہوں تو کوئی شخص جسکے پاس ٹکٹ کی رقم موجود نہ ہو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ ہر شخص کو بینڈ سننے کا حق ہے لیکن اگر اس مقام پر جہاں بینڈ بج رہا ہے امور تکلیف عام کے باعث ہوئے بغیر جگہ نہیں مل سکتی تو ہزارہا معقول لوگوں کو موسیقی کی سماعت کے حق سے دست بردار ہونا لازم ہوگا۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خدا کی پرستش اپنے طریقہ پر کرے لیکن اگر ایک محلہ کے تمام ارکان اراضی وسیلین گرجا کے بنانے کے لئے اراضی دینے سے انکار کردیں تو اہل محلہ کے لئے یہی چارہ کار ہے کہ وہ 'میتھاڈسٹ' کے عبادت خانہ میں جانا چھوڑ دیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ 'مجمع خلاف قانون' کے کیا معنی ہیں؟ اس سے ایسا مجمع مقصود نہیں ہے جو کسی خلاف قانون مقصد کے لئے جمع ہوا ہو۔ فرض کرو کہ پانچ بدمعاش ایک کمرہ میں اس غرض سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ کسی فریب کا ارتکاب کریں، یا کسی کے ازالہ حیثیت عرفی کی تجویز کریں یا بنک کے نوٹ بنائیں، یا دروغ حلفی کا منصوبہ کریں، یہ لوگ یقیناً خلاف قانون

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امور کے لئے جمع ہوتے ہیں، لیکن اسے 'مجمع خلاف قانون' نہیں کہہ سکتے۔ 'یہ انگلستان کے قانون کی ایک اصطلاح ہے اور اسکے معنی کم و بیش محدود اور مخصوص ہیں جنھیں مختلف مصنفین نے مختلف کامیابی کے ساتھ بیان کیا ہے[1]۔ جو تعریفیں کی گئی ہیں ان میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ بہ نسبت معنی کی زیادہ تر الفاظ کا ہے۔ بہرحال جو اختلاف ہے وہ دو طرح سے اہم ہے اول یہ کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حالات جو ایک مجمع کو مجمع خلاف قانون بنا دیتے ہیں ابتک قطعی طور سے متعین نہیں ہوے ہیں، اور ایسے مجمع کے ضروری خصوصیات کے متعلق بعض اہم سوالات ابتک زیر بحث ہیں۔ دوسرے یہ کہ جن قواعد میں عام جلسوں کے منعقد کرنے کے حق کی تعریف کی گئی ہے وہ نظائر قانونی سے مستنبط ہیں، اور جو قانون اسطور سے پیدا ہوا ہے ممکن ہے کہ جج اسمیں اور اضافہ کریں، اسلئے وکیل کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی ایک جلسہ کی حیثیت کے متعین کرنے میں اس زمانہ کے رجحان اور نظایر رپورٹ شدہ کے الفاظ کا نہایت احتیاط کے ساتھ خیال رکھے۔

'مجمع خلاف قانون' کی تعریف خواہ کسی طرح کیجائے، اس کی عام اور نمایاں خصوصیات کسی ایسے شخص سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں جو مصنفین کی آرا کو بغور معائنہ کرتا ہے۔ مجمع مذکور ایسے لوگونکا اجتماع ہے جو نقض امن کا ارتکاب کرتا ہے یا کرنیکا قصد رکھتا ہے، یا جس سے دوسرے لوگونکو بطریق معقول اسکا اندیشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نقض امن کا باعث ہوگا۔ گویا 'مجمع خلاف قانون' کی

---

[1] دیکھو ہانکس کی پی، سی جلد ۱ فصل ۶۵ دفعات ۹، ۱۱۔ 'بلیک اسٹون' ج ۴ صفحہ ۱۴۹، 'اسٹیفن کی شرح (۱۴ طبع) ج ۴ صفحہ ۱۷۴۔ 'اسٹیفن کا خلاصہ قانون فوجداری دفعہ ۷۵؛ مسودہ ضابطہ فوجداری کے کمیشن کا مسودہ دفعہ ۸۴ صفحہ ۸۰۔ مقدمہ ریڈفورڈ بنام برلے ایضاً ۱۰۷۱؛ سرکار بنام مارس ایضاً ۵۲۱، سرکار بنام ونسنٹ، ۳ ایس ٹی؛ ٹی آر (سلسلہ جدید) ۱۰۳۷، ۱۰۸۲؛ بیٹی بنام گل بینکس ۹ کیو آر، ڈی ۳۰۸؛ سرکار بنام میگ ناٹن (آئرلینڈ) ۱۴ کاکس سی، سی ۵۷۶، وکیلے بنام ہاردے (آئرلینڈ) ۱۵ کاکس، سی، سی ۴۳۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصطلاح کی مخصوص خصوصیت حقیقی یا متوقعہ نقض امن ہے اسکے متعلق جو مسلمہ بیانات ہوے ہیں اور جو تعریفیں کی گئی ہیں، اور جو کچھ سر جیمس اسٹیفن کے خلاصہ اور ضابطہ فوجداری کے کمیشن کے مسودہ میں لکھا گیا ہے، اگر انکا بغور تمام معائنہ کیا جائے تو ایک دریافت کرنیوالا "مجمع خلاف قانون" کی تعریف ایک حد تک صحیح طور سے کرسکتا ہے۔

میرے نزدیک اسکی تعریف اسطرح ہوسکتی ہے کہ وہ تین یا اس سے زیادہ اشخاص کا اجتماع ہے، جو:-

(۱) نقض امن کیلئے جمع ہوتے ہیں، یا جمع ہوکر اسکا ارتکاب کرتے ہیں، یا

(۲) اس غرض سے جمع ہوتے ہیں کہ علانیہ جبر سے کسی جرم کا ارتکاب کریں یا

(۳) کسی مشترکہ مقصد کے لئے، خواہ وہ قانونی ہو یا غیر قانونی، اس طریقہ سے جمع ہوتے ہیں کہ مقام مجمع کے گردوپیش کے مستقل مزاج اور جری باشندوں کو اسکا بوجوہ معقول اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے کہ اس اجتماع کیوجہ سے نقض امن واقع ہوگا۔ یا

[(۴) اس ارادہ سے جمع ہوتے ہیں کہ بادشاہ کی رعایا کے دلوں میں بدخواہی کے خیالات برانگیختہ کرکے ملک کی اس حکومت اور دستور کی جو قانون قایم ہے تحقیر اور تذلیل کرائیں، اور عام طور سے ایک سازش عامہ کے مرتکب ہوں یا اسکے ارتکاب کی تیاری کریں[۱]۔]

اسمیں مفصلہ ذیل امور قابل توجہ ہیں:- 503

۱- ایک ایسا مجمع خلاف قانون ہے جو امن میں خلل انداز ہوتا ہے یا قرب جوار کے معقول لوگوں کے دلمیں یہ اندیشہ پیدا کردیتا ہے کہ وہ نقض امن کا باعث ہوگا۔

---

[۱] اوکیلی بنام ہاروے (آیرلینڈ) ۵ اکاکس سی سی ۱۲۵۔ تعریف کا وہ حصہ جو قوسین میں ہے غالباً انگلستان کی طرح دوسرے مقامات میں بھی مشتبہ السنہ متصور ہوگا (مگر دیکھو مقدمہ سرکار بنام ارنسٹ جونس ۶ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۷۸۲، ۸۱۶، ۸۱۷ خلاصہ بیان چیف جسٹس وائیلڈ و مقدمہ سرکار بنام فسل ایضاً، ۷۲۳، ۷۹۴ خلاصہ بیان چیف جسٹس وائلڈ) لیکن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر اسوقت کے حالات ایسے ہوں کہ جلسہ کی بغاوتی کارروائی سے امن عامہ کے نقض کا اندیشہ ہو تو یقیناً یہ جز صحیح متصور ہوگا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پس اس امر کے تصفیہ میں کہ آیا ایک مجمع خلاف قانون ہے یا نہیں اسپیر اور اسی طرح کے دوسرے امور پر غور کرنا ہوگا کہ انعقاد مجمع کے وقت خیالات عامہ کی کیا حالت تھی، جو لوگ جمع ہوے وہ کس درجہ اور کس تعداد کے تھے، وہ کسطرح جمع ہوئے (مثلاً مسلح تھے یا نہیں) اور کہاں جمع ہوئے (مثلاً کسی کھلے میدان میں یا کسی شہر کی عین آبادی میں)

۲۔ ایک مجمع کے خلاف قانون ہونے میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی کہ مجمع کا مقصد جایز اور قانونی تھا۔

ایک مجمع جو ایک قیدی کی رہائی کے لیئے درخواست دینے، یا نٹوں کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو، اگرچہ اسکا اجتماع ایک قانونی مقصد کیلیئے ہو مگر وہ آسانی سے مجمع خلاف قانون ہوسکتا یا ہو جاسکتا ہے جس جایز مقصد کے لئے ایک لاکھ آدمیونکا اجتماع ہو اس سے ممکن ہے کہ نقض امن کے اندیشہ کی معقولیت پر اثر پڑے پس مقصد کا حسب قانون (جایز) ہونا بجائے خود مجمع کو حسب قانون (جایز) نہیں کردیتا۔

۳۔ ایک مجمع جو ناجایز (خلاف قانون) مقصد کے لئے جمع ہو وہ جیساکہ پہلے بیان ہوچکا، لازمی طور سے خلاف قانون نہیں ہے۔

مجمع کی نوعیت کی دریافت کا معیار یہ ہے کہ آیا وہ جبر خلاف قانون سے کام لینا چاہتا ہے یا نہیں، اور آیا اس سے دوسرے لوگونکو بطریق معقول اسکا اندیشہ ہوتا ہے کہ نہیں کہ وہ جبر خلاف قانون سے کام لے گا یا نہیں یعنی یہ کہ شاہی امن میں خلل انداز ہوگا یا نہیں۔

۴۔ اس خیال کی تائید میں اسناد موجود ہیں کہ جو مجمع بغاوت پھیلانے، ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ کی طرف سے برانگیختہ کرنے، یا ملک کے دستور کی تحقیر اور تذلیل کرنے کے لئے جمع ہوتا ہے وہ بجائے خود مجمع خلاف قانون ہے[1] اور اسی طرح وہ مجمع جو ایک خلاف قانون سازش عامہ

[1] دیکھو مقدمہ ریڈ فورڈ بنام برکی ایس ٹی، ٹی، آر (این، ایس) ۱۷۱، ۱۰۱؛ مقدمہ سرکار بنام ہنٹ ایضاً ۱۷۱؛ سرکار بنام مورس ایضاً ۵۲۱؛ سرکار بنام میگ ناٹن (ایرلینڈ) ۱۴ اکاکس سی، سی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو ترقی دینے کے لئے کیا جائے، اگرچہ اس سے براہِ راست نقض امن کا اندیشہ نہ ہو، مجمع خلاف قانون ہے۔

یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسکے متعلق نہایت احتیاط سے گفتگو کرنا مناسب ہے اور اسوقت تک قطعی رائے ملتوی رکھنی چاہئے جب تک کہ یہ معاملہ صاف طریقہ سے انگلستان کی عدالتوں کے سامنے آکر یکسو اور فیصل نہو جائے ممکن ہے کہ صحیح قاعدہ یہ ہو کہ جو مجمع ایسے مقصد کیلئے کیا جائے جو نہ صرف مجرمانہ ہو بلکہ بحالت تکمیل اس سے نقض امن ہوتا ہو وہ بجائے خود مجمع خلاف قانون ہے

۵۔ ابھی اسکے متعلق دو سوال تصفیہ طلب باقی رہجاتے ہیں۔

کیا کوئی مجمع اسوجہ سے مجمع خلاف قانون ہو جاتا ہے کہ اگرچہ وہ خود کافی طور سے پُر امن ہو مگر اس سے یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہو کہ وہ آیندہ ملک کے امن میں خلل انداز ہوگا؟ مثلاً ایسے مجمعے جنمیں سیاسی لیڈر ایسی تقریریں کرتے ہیں جن سے بہ طریق معقول یہ اندیشہ ہوسکتا ہے کہ مجمع کے منتشر ہو جانے کے بعد بغاوت ہو جائے گی۔

اس سوال کا جواب صاف نہیں دیا جاسکتا[1]

پھر یہ سوال پیش آتا ہے کہ جو نقض امن یا اسکا اندیشہ، ایک جلسہ کو خلاف قانون بنا دیتا ہے، کیا اس کے باعث اور سبب ارکان جلسہ متصور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ۵۷۲؛ اوکیلی بنام ہارو ۷ (آیرلینڈ) ۱۵ کاکس سی سی ۴۳۵؛ سرکار بنام برنس ۱۶ کاکس سی سی ۳۵۵؛ سرکار بنام ارنسٹ جونس ۶ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۷۸۳؛ سرکار بنام فسل ایضاً ۷۲۳۔

[1] دیکھو سرکار بنام ہنٹ ۱ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۱۷۱؛ سرکار بنام ڈیوہرسٹ ایضاً ۵۳۰ ۵۹۹ "خوف کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے مقدمات ہوسکتے ہیں کہ مجمع کی عام حالت کے لحاظ سے مجمع کے منتشر ہونے سے پہلے کسی فوری مضرت کا اندیشہ نہو" اور میرا یہ خیال ہے کہ مجمع کے منتشر ہونے سے پہلے فوری خوف کا امکان یا اندیشہ غالب آسکے اس کے لئے ضرور ہے کہ الزام دوسری مد کے لحاظ سے قائم ہوسکے جسکی طرف میں نے اشارہ کیا ہے لیکن اگر شہادت سے اسکا اطمینان ہو جائے کہ آئندہ ہنگامہ ہو جانے کا اندیشہ موجود ہے جو قرب و جوار کے لوگوں کے خوف اور ڈر کا موجب ہوگا، تو میں یہ چاہونگا کہ تمھارا فیصلہ اس شکل میں پیش کیا جائے جسے میں اسوقت ایک مخصوص فیصلہ تصور کرونگا"۔ جسٹس بیلی اور نیز دیکھو مقدمہ سرکار بنام ارنسٹ جونس ۶ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۷۸۳ و سرکار بنام فسل ایضاً ۷۲۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونگے ؟ -

اس سوال کا جواب اس کتاب کے متن میں دیا جا چکا ہے[1] -

عام طور سے جواب یہ ہے کہ ایک طرف ایک ایسا مجمع جو اپنے مقاصد اور اپنے ارکان کے طرز عمل کے لحاظ سے بالکل جایز (قانونی) ہے محض اس بنا پر خلاف قانون نہیں ہو جاتا کہ اس مجمع کے خاطی مخالفین نقض امن کا باعث ہو سکتے ہیں یا بقیاس غالب ہونگے[2] دوسری طرف ایک ایسا مجمع جو غالباً صاف طریقے سے خلاف قانون نہیں ہے، اپنے مقصد کی ناجوازی یا اپنے ارکان کے طرز عمل سے اسکا باعث ہوتا ہے کہ اسکے مخالف امن میں خلل انداز ہوں تو وہ اس بنا پر مجمع خلاف قانون ہو جاتا ہے[3] ؛ اور اگر ایسا مجمع جو ہر طریقے سے بالکل جایز (قانونی) ہے اپنے خاطی مخالفین کی وجہ سے جو اس مجمع کو ناپسند کرتے ہیں فی الحقیقت موجب نقض امن ہو جاتا ہے، اور امن قایم رکھنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہوتا، تو مجسٹریٹ یا حکام مقتدر اس مجمع کو منتشر ہو جانے کا حکم دے سکتے ہیں اور اگر اسکے ارکان منتشر ہونے سے انکار کرتے ہیں تو مجمع مذکور مجمع خلاف قانون ہو جاتا ہے[4] -

504

تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک مجمع خلاف قانون کے متعلق بادشاہ یا اسکے ملازمین کو کس قسم کے برتاؤ کرنے کا حق حاصل ہے ؟ -

۱ - ایسا شخص جو مجمع خلاف قانون میں شریک ہوتا ہے وہ جرم (صغیرہ) کا مرتکب ہوتا ہے اور سرکار کو یہ اختیار ہے کہ جرم مذکور کی بابت اسپر مقدمہ چلائے یہ امر کہ ایک مخصوص شخص (الف) جو ایک خاص جلسہ میں موجود ہے،

---

[1] دیکھو فصل ۶ گزشتہ -

[2] دیکھو مقدمہ بیٹی بنام گل بکنیس ۹، کیو، بی، ڈی، ۳۰۸، سرکار بنام جسٹسان لندنبری ۲۰ ایل آر، آئرش صفحات ۴۴۰، ۴۶۱ - ۴۶۲ فیصلہ جسٹس ہوپس -

[3] دیکھو مقدمہ وائیز بنام ڈانگ [۱۹۰۲] ۱ - کے، بی، ۱۶۷ -

[4] دیکھو مخصوص اسکے لئے مقدمہ ہمفریز بنام کوزنز (ایرلینڈ) سی ایل آر - (۱) -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس جلسہ میں شرکت کا ملزم ہے یا نہیں ہر مقدمہ کے واقعات پر منحصر ہوتا ہے۔
(الف) باوجود ایک جلسہ میں موجود ہونے کے ممکن ہے کہ اس جلسہ کا رکن نہ ہو، بلکہ اتفاقیہ طور سے آگیا ہو، یا اسے جلسہ کی نوعیت کا علم نہ ہو، یا مجمع ابتداءً جایز امور کے لئے ہوا ہو اور وہ امور مثلاً مسلح ہو جانا یا ہنگامے کا وقوع پذیر ہونا جس سے مجمع خلاف قانون ہو جاتا ہے بعد آغاز مجمع واقع ہوے ہوں، اور (الف) نے انمیں کوئی حصہ نہ لیا ہو۔ اسی وجہ سے سرکار یعنی سکرٹری آف اسٹیٹ یا کسی مجسٹریٹ کی طرف سے اس امر کا مشتہر کیا جانا اہم ہے کہ ایک جلسہ اغراض خلاف قانون کے لئے جمع ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص اس قسم کے اعلان یا اشتہار کے پڑھنے کے بعد اس جلسہ میں جاتا ہے تو اسکے نتائج کا وہ خود ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اگر بعد کو فی الحقیقت یہ ثابت ہو کہ مجمع مذکور خلاف قانون تھا تو شخص مذکور مجمع خلاف قانون کی شرکت کے الزام کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اسکی نوعیت سے ناواقف تھا[1]

۲۔ مجسٹریٹ، کوتوالی کے جوانوں، اور تمام پابند قانون باشندگان شہر کو نہ صرف یہ حق بلکہ انکا فرض ہے کہ وہ مجمع خلاف قانون کو منتشر کر دیں، اور اگر ضرورت واقع ہو تو اس مقصد کے لئے جبر کام میں لائیں، یہ خیال بالکل غلط ہے کہ انکو اسوقت تک انتظار کرنا چاہئے جب تک کہ بلوہ نہ واقع ہو، یا ایکٹ بلوہ نہ پڑھ لیا جائے[2] اسی غلط خیال کے شیوع کیوجہ سے گارڈن کے بلوہ میں لندن کئی دن تک بلوائیوں کے ہاتھ میں رہا ایک ایسے مجمع کو جو خلاف قانون جمع ہوا ہو منتشر کرنے کا طریقہ اور یہ امر کہ اسکے لئے کس حد تک جبر کام میں لانا معقول اور مناسب ہے ہر مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔

---

[1] سرکار بنام فرسی ۶، سی ڈبلیو ۱۸؛ و ۳ بمبئی ٹی آر (این ایس) ۵۴۳۔

[2] سرکار بنام نیل ۹، سی ڈبلیو ۴۳۱؛ برڈٹ بنام ایبٹ ۴ ٹانٹ ۴۰۱، ۴۹۴، دیکھو صفحات 285 286 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۳ - اگر کوئی مجمع بلوہ کی صورت اختیار کرے، یعنی اپنے بے قاعدہ طرز عمل سے امن میں خلل انداز ہونے لگے، تو مجسٹریٹ پر لازم ہے کہ یہ خبر پاکر کہ بارہ یا اس سے زیادہ اشخاص خلاف قانون بلوہ اور ہنگامہ کی صورت میں جمع ہوکر امن عامہ میں خلل ڈال رہے ہیں اس کو حسب قانون ایک مختصر اعلان دینا چاہیئے جو عام طور سے بلوہ کے ایکٹ کے پڑھے جانے سے موسوم کیا جاتا ہے[1] اسکے نتائج حسب ذیل ہیں - اول یہ کہ ہر بارہ 505
بلوائی جو اس اعلان کے ایک گھنٹہ کے بعد منتشر نہیں ہو جاتے وہ مجرم (جرائم کبیرہ) قرار پاتے ہیں، دوسرے یہ کہ مجسٹریٹ اور اسکے ساتھ کام کرنیوالے ایک گھنٹہ کے بعد بلوائیوں کو گرفتار اور مجمع کو منتشر کرنیکے مجاز ہو جاتے ہیں، اور اس مقصد کے لئے جسقدر جبر کی ضرورت ہو وہ کام میں لا سکتے ہیں، اور مجمع کے منتشر کرنے میں اگر کسی کو ضرر پہنچے، یا کوئی موت واقع ہو تو اس کی جوابدہی کے مستوجب نہیں ہوتے - خلاصہ یہ ہے کہ بلوہ کے ایکٹ کی رو سے مجسٹریٹوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اعلان متذکرہ بالا دینے کے بعد ایک گھنٹہ انتظار کریں اور اسکے بعد (مجمع کے نہ منتشر ہو جانے کی صورت میں) فوج اور جوانان کوتوالی کو بلوائیوں پر گولی چلانے یا تلوار سے حملہ کرنیکا حکم دیں[2] اس امر کا پوری طرح سے خیال رکھنا چاہیئے کہ جو اختیارات مجسٹریٹوں کو بلوہ کے ایکٹ کی تحت میں بلوائیوں کے متعلق دیئے گئے ہیں انسے انکے اور باشندگان شہر کے اس حق میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی جو انکو عمومی قانون کے تحت میں ایک خلاف قانون مجمع کو منتشر کرنے کے متعلق حاصل ہے[3]

---

[1] جارج اول بیان ۱ فصل ۵ دفعہ ۲ -

[2] دیکھو اسٹیفن کی تاریخ قانون فوجداری ج ۱، ۲۰۲ کمیشن مسودہ ضابطہ فوجداری کا مسودہ دفعات ۸۸، ۹۹،

[3] مقدمہ سرکار بنام فرسی ۶ سی ڈبلیو این، ۲ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۵۴۲ -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر ایک باضابطہ (قانونی) مجمع میں دست اندازی کیجائے یا وہ بذریعۂ جبر منتشر کیا جائے تو اسکے ارکان کو کیا حقوق حاصل ہیں؟

فرض کرو کہ مکتی فوج ایک جگہ جمع ہوتی ہے جہاں جمع ہونے کا اسے حق حاصل ہے یعنی ایک ایسے کھلے ہوئے قطعہ اراضی پر جسے اس قطعہ کے مالک نے انکو دیا ہے اور انکا اجتماع ایک جائز غرض یعنی ایک وعظ سننے کے لئے ہوا ہے۔ چند اشخاص جو ایسے جلسہ کو قابل اعتراض یا خلاف قانون متصور کرتے ہیں اسے جبراً منتشر کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا منتشر کردیتے ہیں۔ اس صورت میں مکتی فوج کے ان لوگوں کے کیا حقوق ہیں جو وعظ سننے کیلئے آئے ہیں یہی مسئلہ جو ایک مادی شکل میں پیش کیا گیا ہے قابل غور ہے[1]

ایک قانونی (جائز) مجمع کو منتشر کرنیکی جو کوشش کیجاتی ہے، خواہ وہ کامیاب ہو یا ناکامیاب، کم وبیش جبر کے ساتھ (الف)، (ب)، (ج) کی ذات پر حملہ ہے جو ایک جگہ جمع ہوے ہیں۔ حملہ آوروں کا یہ جرم، جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، مجمع کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اسے بحیثیت مجموعی قانونی حقوق حاصل نہیں ہیں، بلکہ (الف)، (ب) یا (ج) کی ذات کے مقابلے میں ہے یعنی انمیں سے ایک ایک شخص ڈھکیلا، ہٹایا، مارا، گیا ہے یا اسپر اور کسی طریقہ سے حملہ ہوا ہے۔

پس ہمارے پیش کردہ مسئلہ کا خلاصہ یہ ٹھہرا کہ قانونی مجمع کے ایک رکن (الف) کے کیا حقوق ہیں جبکہ اسپر ناجائز طریقہ سے حملہ کیا جائے۔

خود اس سوال سے بھی دو سوال پیدا ہوتے ہیں جنمیں بنظر صراحت ایک دوسرے سے جدا رکھنا ہی مناسب ہے۔

اول یہ کہ (الف) کو جو مضرت بذریعۂ حملہ کے پہنچائی گئی ہے 506

[1] ہم نے آسانی کے لئے مکتی فوج کے اجتماع کو ایک عام قانونی مجمع کی تمثیل میں لیا ہے یہ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ مکتی فوج کے حقوق کسی اور قانونی مجمع سے کم یا زیادہ نہیں ہیں مثلاً اس مجمع سے جو بینڈ سننے کے لئے جمع ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکا چارہ کار کیا ہے؟ اس سوال کا جواب آسان ہے۔ (الف) مجاز ہے کہ وہ ہر ایسے شخص کے مقابلے میں، خواہ وہ عہدہ دار ہو یا سپاہی یا کمشنر کوتوالی یا مجسٹریٹ یا جوان کوتوالی یا کوئی معمولی بدمعاش جو اسپر حملہ کا ذمہ دار ہو، دیوانی یا (بہ استثنائے ایک صورت کے) فوجداری مقدمہ دائر کرنے کا حق رکھتا ہے۔ علاوہ اسکے اگر (الف) مار ڈالا جائے تو جو شخص یا اشخاص اسکی موت کے باعث ہوے ہیں انکا چالان بنظر واقعات مقدمہ قتل انسان یا قتل عمد کے جرم میں ہو سکتا ہے۔

جو کچھ (الف) کے حق کے متعلق یا (جو دوسرے نقطۂ نظر سے اسی کے مساوی ہے) (الف) کے حملہ آوروں کی ذمہ داری کے متعلق بیان ہوا ہے اسمیں ایک استثنا پایا جاتا ہے۔ ان سپاہیوں، (یا ممکن ہے جوانان کوتوالی) کی ذمہ داری کی مقدار اور نوعیت کے متعلق بیحد شبہ کیا جاتا ہے جنھوں نے اپنے افسر اعلیٰ کے حکم سے کوئی ایسا عمل کیا ہو۔ (مثلاً الف کو گرفتار کیا ہو یا اسپر گولی چلائی ہو) جو بظاہر خلاف قانون نہ ہو، مگر جو کسی ایسی وجہ سے جس کا اندازہ عہدہ داران ماتحت نہیں کر سکتے مثلاً یہ کہ مجمع اصطلاحی لحاظ سے مجمع خلاف قانون نہ تھا، یا حکم دینے والا افسر اپنے حدود اختیارات سے متجاوز ہو گیا تھا، بعدہٗ خلاف قانون ثابت ہو۔

جسٹس ولز کا قول ہے کہ "میں امید کرتا ہوں کہ مجھے کبھی اس مشکل سوال کے تصفیہ کی ضرورت نہ واقع ہوگی کہ ایک افسر اعلیٰ کا حکم کس حد تک موجب برات ہو سکتا ہے۔ اگر مجبوراً مجھے کسی وقت یہ سوال طے کرنا پڑے تو غالباً میری یہ رائے قرار پائے گی کہ فی الحقیقت جنگ کے موقع، اور بہر صورت دشمنوں اور ممالک غیر کے لوگوں کے مقابلہ میں ایسا حکم قطعی موجب برات قرار پائیگا اور بادشاہ کی انگلستان کی پیدا شدہ رعایا کے مقابلہ میں بھی میرے نزدیک ایسا قرار پائے گا، بشرطیکہ حکم ایسا نہ ہو کہ قانوناً نہ دیا جا سکتا ہو۔ میرے خیال میں بہتر رائے یہ ہے کہ ایک عہدہ دار یا سپاہی جو اپنے افسر اعلیٰ کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے حکم کے تحت میں کام کر رہا ہو جو ملازمی اور علانیہ طور سے خلاف قانون نہو،
بربنائے حکم مذکور بری الذمہ متصور ہوگا[1]

کسی شخص کا ایسے مقنن کے قول پر نکتہ چینی کرنا جسکا قول اکثر غور اور فکر کے ساتھ صادر کردہ تجویزوں سے زیادہ تر وقیع ہو فضول اور بیکار ہے۔ علاوہ اسکے مسٹر جسٹس 'ولز' کے الفاظ ایک ایسے اصول کی طرف ہدایت کرتے ہیں جو بجائے خود بیحد معقول ہے۔ اسکی صحت کے نہ تسلیم کرنے سے ایسے نتائج پیدا ہوتے ہیں جو لغویت کے ساتھ ساتھ خلاف انصاف بھی ہیں یعنی ہر سپاہی سے یہ چاہا جاتا ہے کہ وہ ایک دم میں ان قانونی باریکیوں کو حل کرلے جو ایک عرصہ کے فکر و غور کے بعد بھی تجربہ کار مقننین کو پریشان کئے رہتی ہیں، اور وہ سپاہی جسے اسکا کمانڈنگ افسر ایک بلوہ فرو کرنے کا حکم دیتا ہے، اس مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے کہ اگر وہ حکم کی تعمیل نکرے تو کورٹ مارشل کے حکم سے گولی مار دیا جائے اور اگر تعمیل کرے تو جج کے حکم سے پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔ یہ بھی بخوبی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ مسٹر جسٹس 'ولز' کا اصول جسے ضابطہ فوجداری کے کمیشن نے پسند کیا[2] بظاہر صرف فوجداری ذمہ داری کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ جو سپاہی یا جوان کو توالی بغیر کامل قانونی وجہ کے (الف) پر حملہ آور ہوتا یا اسکو گرفتار کرتا ہے، گو حسب حکم ہی کیوں نہ ہو، وہ تمام دیوانی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے۔ 507

دوسرے یہ کہ (الف) کہاں تک اسکا مستحق ہے کہ وہ بزور و جبر تمام حملہ آوروں کے مقابلہ میں اپنے قانونی جلسہ میں شرکت کے حق کو محفوظ رکھے، یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ اپنے اس حق کی حفاظت کر سکتا ہے جو اسے ایک خاص مقام پر قانوناً کھڑے ہونیکا حق حاصل ہے: یعنی اس مقام

---

[1] دیکھو کیلی بنام بل ۴ الیف، الیف، ۶۲، ۹۰، ذریعہ جسٹس ولز، نیز دیکھو نوٹ ۶ صفحہ 512 آئندہ۔ متعلقہ فرائض ان سپاہیوں کے جنھیں ایک مجمع خلاف قانون کے منتشر کرنیکا حکم دیا گیا ہو۔

[2] دیکھو مسودہ ضابطہ فوجداری کمیشن کا مرتبہ دفعات ۴۹ - ۵۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر جسپر کھڑے ہونے کی اس مقام کے مالک نے اجازت دی ہے، اور ایسی غرض کے لئے جو بجائے خود قانونی ہے، مثلاً مکتی فوج کے ایک کپتان کا خطابہ سننے کے لئے۔

اس سوال کے صحیح جواب کے لئے ہمیں وہ اصول پیش نظر رکھنے چاہئیں جو حق حفاظت خود اختیاری کے متعلق نافذ ہیں[1] اور نیز ان مختلف حالات سے بھی قطع نظر نہ کرنا چاہئے جنمیں بغیر قانونی اجازت کے مکتی فوج کے ایک مجمع کو منتشر کرنے کی کوشش کیجاسکتی ہے۔ جو حملہ مجمع یا یوں کہو کہ (الف) پر ہوتا ہے وہ یا تو ایسے لوگونکی طرف سے ہوتا ہے جو محض قانون کی خلاف ورزی کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں، یا ایسے لوگوں کی طرف سے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنے قانونی حق یا قانونی فرض کے لحاظ سے ایسا عمل کر رہے ہیں، گو انکا یہ خیال بالکل غلط ہی کیوں نہ ہو۔ اب انمیں سے ہر ایک صورت پر ہم کو علیحدہ علیحدہ غور کرنا چاہئے۔

پہلے یہ فرض کرو کہ اس مکتی مجمع اور منجملہ انکے (الف) پر "اسکلٹن" نامی فوج، یا دوسرے بدمعاشوں کا حملہ ہوتا ہے، اور یہ بھی مان لو کہ اس حملہ کا مقصد صرف اسقدر ہے کہ مجمع منتشر ہو جائے، اسلئے اگر (الف) اور دوسرے اشخاص منتشر ہو جاتے ہیں تو انکو اپنی زندگی یا کسی عضو کی مضرت کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہتا۔

(الف) اور اسکے ساتھیوں کو قانوناً یہ حق بھی ہے کہ وہ اپنی جگہ پر قایم رہیں، اور ایسا معتدل جبر کام میں لائیں جو محض اس امر کے اظہار کے لئے کافی ہو کہ جہاں وہ کھڑے ہیں وہاں انھیں کھڑے رہنے کا حق حاصل ہے علاوہ اسکے (الف) اور اسکے ساتھی یہ بھی کر سکتے ہیں کہ "اسکلٹن" فوج کے ایک ایک رکن کو نقض امن کے الزام میں پکڑوا دیں، مگر یہ صورت بھی پیش آسکتی ہے کہ بدمعاشونکی تعداد زیادہ ہو اور مکتی فوج کو اسطرح

[1] دیکھو نوٹ ۲ صفحہ 489 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دبائیں کہ وہ بغیر آتش بار آلات یا دوسرے اسلحہ کے استعمال کے اپنی جگہ پر قایم نہ رہ سکیں۔ ایک لحاظ سے ملکی فوج کو ایسا جبر کام میں لانا ضرور ہے کیونکہ بغیر اسکے وہ اپنا جلسہ قایم نہیں رکھ سکتی۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا ایسے جبر کا کام میں لانا حسب قانون (جایز) ہے؟ (الف) اور اسکے دوستونکی تائید میں سب سے زیادہ زوردار جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے مخالفین کے مقابلہ میں جو جبر وہ کام میں لا رہے ہیں وہ نقض امن رفع کرنے کے لئے ہے، مگر تمام امور پر غور کرنیکے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان حالات میں آتش بار یا دوسرے خوفناک اسلحہ کا استعمال جلسہ کے قایم رکھنے کے لئے یقیناً قانوناً جایز نہیں ہوسکتا۔ وہ اصول جسکی بنا پر ایک ناجایز حملہ آور کے مقابلے میں حفاظت خود اختیاری کے انتہائی افعال اسوقت تک عمل میں نہیں لائے جاسکتے جب تک کہ وہ شخص جسپر حملہ کیا گیا ہے اسقدر نہ ہٹے جسقدر ہٹنا ممکن ہے، (الف)، (ب)، (ج) سے بھی اسیطرح متعلق ہے جسطرح تنہا (الف) سے ہے۔ مفروضہ حالت میں ملکی فوج کا ہر منفس اپنی جان کی نہیں، بلکہ اپنے اس حق کی حفاظت کر رہا ہے جو اسے ایک قطعہ ارضی پر کھڑے ہونے کا حاصل ہے۔ 508

اب یہ فرض کرو کہ ملکی فوج کے منتشر کرنے کی جو کوشش کیجا رہی ہے وہ اسکلٹن، فوج کی طرف سے نہیں، بلکہ کوتوالی کی طرف سے ہے جو مجسٹریٹوں کے زیر حکم کام کر رہی ہے، اور مجسٹریٹ دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں، گو وہ غلط ہو[1] کہ ہوم سکرٹری کی طرف سے جو نوٹس ملکی فوج کے اجتماع اجتماع کے متعلق جاری ہوا ہے اس سے جلسہ مذکور خلاف قانون ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں کوتوالی کا عمل صریحاً غلط ہے، اور کوتوالی کا جو جوان (الف)، (ب) یا (ج) پر حملہ کرتا ہے وہ ایک ایسے عمل کا مرتکب ہوتا ہے جو قانوناً جایز نہیں ہے۔ یہ بھی بآسانی تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ محض

[1] دیکھو مقدمہ بیٹی بنام گل بنک ۹ کیو، بی، ڈی ۳۰۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسوجہ سے کہ کوتوالی بحیثیت ملازم بادشاہ اپنے خیالی فرائض ادا کر رہی ہے' (الف) پر لازم ہے کہ وہ جلسہ سے علٰحدہ ہو جائے۔

یہ درست ہے کہ کوتوالی کے عہدہ داروں کی حیثیت دو اہم لحاظ سے محض مرتکبان جرایم سے مختلف اور علٰحدہ ہے۔ کوتوالی کا جوان زید جب (الف) کو جلسہ سے علٰحدہ ہو جانیکا حکم دیتا ہے' اور اسکی تعمیل پر مجبور کرتا ہے تو (الف) کو اپنی جان یا کسی عضو کے ضایع ہو جانے کا خوف نہیں ہوتا کیونکہ (الف) کو یقینی طور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ جلسہ سے علٰحدہ ہو جائے گا تو اسے مزید زحمت نہ دیجائیگی' یا اگر وہ اپنے آپکو بآسانی گرفتار کرادے گا تو اُسے اسکے سوائے کوئی اندیشہ نہیں ہوسکتا کہ عارضی قید میں رہے گا اور اسے کسی مجسٹریٹ کے اجلاس پر حاضر ہونا پڑیگا' جو اسکے حقوق کا فیصلہ قانون کے مطابق کریگا۔ دوسرے یہ کہ زید' جوان کوتوالی دیانتداری کے ساتھ اپنا یہ حق' گو وہ خیالی ہو' سمجھتا ہے کہ وہ (الف) کو اس جگہ سے ہٹادے جسپر کھڑے ہونے کا اسکے خیال میں (الف) کو کوئی حق نہیں ہے' زید اور (الف) میں جو جھگڑا ہے وہ ایک قانونی معاملہ کے متعلق ہے۔ اس صورتِ حال میں یہ رائے منصفانہ طریقہ سے قائم ہوسکتی ہے کہ (الف)' (ب)' (ج) کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی مدافعانہ حیثیت[1] قائم

[1] کوتوالی کا اس حد تک بھی مقابلہ کرنا قانوناً مشتبہ ہے "اگر کوئی شخص مجمع عام کو یہ صلاح دیتا ہے کہ جب کوتوالی اسے منتشر کرنے کے لئے آئے تو وہ دوش بدوش اپنی جگہ پر قایم رہیں' اگر اس سے مراد کوتوالی کی مزاحمت ہے' گو وہ اہالی کوتوالی کی زد و ضرب پر حاوی نہ ہو' تاہم اگر اسکا مقصد کوتوالی کی مزاحمت اور منتشر نہ ہونا ہے تو وہ صلاح خلاف قانون ہے۔ کوتوالی کی مزاحمت کرنے کے بعد بھی اس مجمع کو حالات مذکورہ میں مقابلہ کا اختیار نہ تھا' قانوناً انھیں منتشر ہو جانا چاہیے تھا اور بعدہٗ ناجایز دست اندازی کے متعلق چارہ جوئی کرنی چاہیے تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ (یعنی کوتوالی) ایک ایسی جماعت ہے جو قانون کی ذمہ داری میں کام کر رہی ہے' اور ان حکام کے زیر ہدایت جو اپنے احکام کے ذمہ دار اور امن عامہ کے محافظ ہیں اور جنھیں احکام کے ملنے کے بعد مجمع کو منتشر کرنے کا اختیار حاصل ہے' احکام دینے والوں پر بے شک سخت ذمہ داری عاید ہوگی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

509 رکھ کر اسی جگہ کھڑے رہیں جہاں وہ کھڑے ہیں، اسوقت تک کہ وہ یہ عمل زید یا کوتوالی کے دوسرے جوانوں کو سخت جسمانی ضرر پہنچائے بغیر کرسکتے ہوں۔ فرض کرو، جیسا کہ عام طور سے پیش آسکتا ہے، کہ کوتوالی کی کثیر جماعت کے مقابلہ میں مکتی فوج والے بغیر اسلحہ یعنی ڈنڈوں، تلواروں، پستولوں وغیرہ کے استعمال کے اپنا جلسہ قایم نہیں رکھ سکتے۔ یہ صاف اور صریح ہے کہ انھیں اس قسم کے جبر کے استعمال کا مطلق حق نہیں ہے۔ (الف) اور اسکے ساتھیوں کو جان کا کوئی خطرہ نہیں ہے، اور (الف) کا کوتوالی کے جوان کو ایک مخصوص جگہ پر کھڑے رہنے کے حق کی حفاظت میں مار ڈالنا ایک ایسا نقصان ہے جسے اس نقصان کے ساتھ جس سے (الف) بچنا چاہتا ہے کوئی مناسبت نہیں ہے[1]، اسلئے اگر (الف) زید کو زخمی کرتا یا اسے مار کر گرا دیتا ہے تو وہ کسی اصول کی بنا پر بھی حفاظت خود اختیاری کے حق سے استدلال کرنیکا مجاز نہیں ہوسکتا۔ یہاں بھی (الف) اور زید میں قانونی حقوق کی نزاع ہے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ اسکا تصفیہ اسلحہ سے نہیں بلکہ قانونی کارروائی سے ہونا چاہیئے۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ جو صورت حال ہم نے فرض کی ہے وہ کوتوالی کے حق میں حد سے زیادہ ناموافق ہے۔ کوتوالی کی حالت، اس صورت میں بھی کہ وہ ایسے مجمع میں دست اندازی کر رہی ہو جو بعدہٗ جایز اور باقاعدہ ثابت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اگر کوتوالی ایسے عامہ فرایض کے ادا کرنیمیں ناجایز طور سے دست اندازی کریگی ..... حضرات! پرامن باشندگان ملک کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں جبکہ وہ دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں، اور جب کوتوالی آکر انھیں منتشر ہو جانے کا حکم دیتی ہے تو وہ منتشر نہیں ہوتے اور اسی طرح کھڑے رہتے ہیں، ایسے لوگ پرامن طریقہ سے اپنا کوئی حق یا فرض نہیں ادا کرتے، بلکہ اسکے خلاف، اسی وقت سے مجمع خلاف قانون کی تعریف میں داخل ہو جاتے ہیں"۔ مقدمہ سرکار بنام ارنسٹ جولن، ۶ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۲۸۳، ۲۱۱، از خطبہ چیف جسٹس وائیلڈ"۔

[1] سرکار بنام فرسی، ۶ سی پی ۱۸۱؛ ۳ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۵۴۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو، حملہ آوروں کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اہالی کو توالی حسب حکم اس قطعہ اراضی پر پرا جماکر کھڑے ہوگئے ہوں جسے مکتی فوج والے اپنے جلسے کے لئے استعمال کرنیکا قصد رکھتے تھے۔ جب مکتی فوج والے جمع ہونے لگتے ہیں تو انھیں معلوم ہوتا ہے کہ انکے جلسے کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں ہے، اس صورت میں مکتی فوج جبر اور وہ بھی انتہائی جبر کے بغیر اہالی کو توالی کو وہاں سے ہٹا دینے پر قادر نہیں ہوسکتی۔ مکتی فوج ایسا جبر کرنیکی مجاز نہیں ہوسکتی، اگر وہ جبر سے کام لیتی ہے تو وہ زیادتی (حملہ) ہے اور اسمیں حفاظت خود اختیاری کا کوئی شائبہ بھی نہیں پایا جاتا، بلکہ اسکا مقصد ایک مخصوص قطعہ زمین پر قبضہ حاصل کرنا سمجھا جائے گا۔ ان کے لئے اسوقت جو صحیح چارہ کار ہے وہ یہی ہے کہ اپنا حق عدالتی کارروائی کے ذریعہ سے ثابت کریں۔

جو قدیم مقدمات اس امر کے متعلق ہیں کہ ایسی گرفتاری میں، جو بغیر باضابطہ اختیارات کے کوئی عدالتی عہدہ دار عمل میں لاتا ہے، کس حد تک جبر کے ساتھ مقاومت جایز ہے، ایسے معاملہ زیر بحث میں زیادہ مدد نہیں مل سکتی[1]؛ کیونکہ ان مقدمات میں اکثر اس امر پر غور نہیں کیا گیا ہے کہ آیا (الف) کا مقابلہ کرنا جایز تھا یا ناجایز بلکہ اسپر غور ہوا ہے کہ آیا وہ قتل عمد کی حد تک پہنچتا ہے یا صرف قتل انسان تھا، البتہ دو یا ایک حالیہ مقدمات ایسے ہیں جنھیں اس حق سے تعلق ہے جو ایک عام جلسہ کے ارکان کو بذریعہ جبر اپنے جلسہ کے منتشر کئے جانے کو روکنے کا حاصل ہے؛ اور یہ مقدمات اپنے صحیح مفہوم میں ان نتائج سے مختلف نہیں ہیں جو عام اصول سے مستخرج کئے جا چکے ہیں۔ مقدمہ سرکار بنام ہیولٹ[2] میں یہ 510

[1] دیکھو مثلاً ڈکسن کا مقدمہ ۱، ایسٹ پی سی، ۳۱۳؛ بادروک کا مقدمہ ایضاً؛ ویدر کا مقدمہ ۱، ایسٹ پی سی، ۲۳۳، ۳۰۹؛ ٹولی کا مقدمہ ۲، لارڈ ریمانڈ، ۱۲۹۶۔

[2] ۱۵ ایف وایف، ۹۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصول طے ہوا ہے کہ (الف) اسکا مجاز نہیں ہے کہ وہ 'زید' خاطی کو بھی کوئی سخت جسمانی ضرر پہنچائے جب تک کہ یہ عمل محض حفاظت خود اختیاری کی غرض سے نہ کیا گیا ہو' یہ اصول بیحد اہم ہے۔ سرکار بنام فرسی[1] کا مقدمہ ۱۸۲۳ء کا ہے' اور اسکا تعلق براہ راست مجمع کے حق سے ہے۔ سال مذکور میں لندن میں ایک عام جلسہ ہوا' (الف) اس جلسہ میں 'امریکہ' کا جھنڈا لئے ہوے تھا زید ایک کوتوالی کے جوان نے وہ جھنڈا چھین لیا' اس پر (الف) نے زید کو زخمی کر دیا۔ (الف) کا زیر قانون ۹ جارج اول فصل ۲۱' دفعہ ۱۲ چالان ہوا' جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ جلسہ قانونی تھا' اور زید کو (الف) کے جھنڈے کے چھین لینے کا کوئی حق نہ تھا' لیکن اس فرض کر لینے کے بعد بھی کہ جلسہ قانونی تھا' اگر زید اس زخم سے مرجاتا تو (الف) قتل انسان' اور بہت ممکن ہے' کہ قتل عمد کا مجرم قرار پاتا۔ سرکار بنام فرسی کے مقدمہ کے بالکل مماثل سرکار بنام ہرلسن کا حالیہ مقدمہ ہے[2] بعض الفاظ جو مختصر اخباری رپورٹ میں فاضل جج فیصل کنندہ مقدمہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں ممکن ہے کہ وہ قابل اعتراض متصور ہوں لیکن ملزم کی سزا دہی کیلئے یہ اصول کہ ایک بدمعاش کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ ایک مخصوص راستہ پر چلنے کے لئے ایک جوان کوتوالی یا ایک شریف باشندۂ ملک کو جو اس جوان کوتوالی کی مدد کر رہا ہو' مار کر گرا دے صحیح قانون اور بالکل قرین عقل ہے[3]

---

[1] ۲ ایس ٹی' ٹی آر (این' ایس) ۴۲۵ اور مقابلہ کرو مسودہ ضابطہ فوجداری کے کمیشن کی رپورٹ کے ساتھ صفحات ۴۳' ۴۴۔

[2] اخبار ٹائمس مورخہ ۱۹ ر ڈسمبر ۱۸۸۷ء۔

[3] اگر قبل اسکے' (بعد اسکے؟) کہ آدمیوں کو (کوتوالی کیطرف سے) منتشر ہونیکا حکم دیا جائے اور وہ منتشر ہونے سے انکار کریں' کچھ سر ٹوٹیں' تو ان لوگونکو جنھوں نے وہ سر توڑے ہیں خود اپنے سروں کی خیر منانی پڑیگی اگر وہ جوابدہی کیلئے کسی قانونی عدالت لائے جائینگے' کوئی جوری انکو مجرم قرار دینے اور کوئی عدالت انکو سزا دینے میں تامل نکریگی۔ مقدمہ سرکار بنام ارنسٹ جونس حوالہ حسب سابق تقریر چیف جسٹس وائیلڈ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قانونی حقوق کے دعاوی کو پنچوں اور ڈنڈوں سے موثق کرنے کی تائید ان دو فیصلہ جات سے بھی نہیں ہوتی جو کبھی کبھی اسکی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں۔

انمیں سے ایک بیٹی بنام گل بینک[1] کا مقدمہ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قانونی مجمع محض اسوجہ سے خلاف قانون نہیں ہوجاتا کہ چند بدمعاش اسکو توڑ دینے کے درپے ہوتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس نقض امن کے لئے جس سے مجمع خلاف قانون ہوجاتا ہے عام طور سے[2] یہ لازم ہے کہ وہ مجمع کے شرکاء کی طرف سے عمل میں آئے، نہ کہ ان خاطیوں کی طرف سے جو اسکے انعقاد کو روکنا چاہتے ہیں[3]۔

دوسرا مقدمہ ایم کیلینا گھان بنام وٹرز[4] کا ہے اس مقدمہ کی توضیح اسطرح کیجاسکتی ہے کہ اس سے یہ اصول مستنبط ہوسکے کہ جب اہالی
511 کو توالی حسب حکم، ایک قانونی (جایز) مجمع کے منتشر کرنے میں مصروف ہوں تو وہ "اپنے فرائض کے ادا کرنے" میں مصروف نہیں سمجھے جاسکتے، اور اس لحاظ سے مجمع کے ارکان باوجود کوتوالی کے اختلاف کے جلسہ کو قایم رکھنے پر اصرار کرسکتے ہیں۔ اس اصول کی صحت مشتبہ ہے، اسکے معنی لازمی طور سے اس سے زیادہ نہیں ہوسکتے کہ ایک شخص اپنے حق کو کام میں لانیکا مجاز ہے، اگرچہ اسے ایسے شخص کے مقابلہ میں جو اس حق کے کام میں لانے کی مزاحمت کررہا ہو، معتدل جبر کے استعمال کی ضرورت ہو۔ مقدمہ ہذا میں یقیناً یہ نہیں طے ہوا ہے کہ ایک قانونی (جایز) مجمع کے ارکان مجمع کے انتشار

---

[1] ۹ کیو بی، ڈی، ۳۰۸۔

[2] دیکھو صفحہ 502 گزشتہ۔

[3] یہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ جو اصول مقدمہ بیٹی بنام گل بینک میں قائم کیا گیا ہے وہ خود اعتراض سے بری نہیں ہے۔

[4] اخبار ٹائمس ۱۰ جولائی ۱۸۸۲ء۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو روکنے کے لئے جسقدر جبر کی ضرورت ہو کام میں لائیں، اور ہرگز مکتی فوج کے ایک رکن کو اسکا مجاز نہیں کرتا کہ وہ اپنے جلسہ عام کے موسومہ حق سے دست بردار ہوجانے کے بجائے کوتوالی کے ایک جوان کا سر توڑ دے۔
یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ آیا اس مقدمہ سے فی الحقیقت اس اصول کی بھی تائید ہوتی ہے کہ ایک جایز جلسہ کو منتشر ہونے سے روکنے کے لئے کوتوالی کے مقابلہ میں معتدل جبر بھی جایز ہے۔ اس مقدمہ میں "بیٹی بنام گل بینک" کے مقدمہ کا اتباع کیا گیا ہے، اور اسلئے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ عدالت نے دیدہ و دانستہ اس اصول کے خلاف کیا ہوگا جو "بیٹی بنام گل بنک" میں طے ہوا تھا۔ علاوہ اسکے مقدمہ "کیلینا گھان بنام واٹرز" میں جو امر عدالتی تصفیہ کے لئے تھا وہ یہ تھا کہ "آیا ان واقعات کے لحاظ سے جو بیان کئے جاتے ہیں، کوتوالی، اسوقت جب اسپر مرافعان (مکتی فوج) کا حملہ ہو رہا تھا، اسکی مجاز تھی کہ وہ جلوس کو روکنے کے لئے دست اندازی کرے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ آیا مکتی فوج کا جلسہ قانونی مجمع تھا یا نہیں؟" مقدمہ "بیٹی بنام گل بینک" کے مقدمہ کی صورت حال کے لحاظ سے اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہوسکتا تھا، اور وہی عدالت نے دیا؛ یعنی یہ تصفیہ کیا کہ "مرافعان کا جلوس میں شریک ہونا بالکل جایز تھا، اور یہ واقعہ، کہ اس عمل کی نسبت بقیاس غالب یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اسکی وجہ سے دوسرے لوگ خلاف قانون اعمال کے مرتکب ہونگے مکتی فوج کی مزاحمت کرنیکے لئے جایز وجہ نہیں ہوسکتی تھی"۔ یہ امر کہ عدالت نے اسکے سوائے کسی اور چیز کا فیصلہ کیا اشتباہ سے خالی نہیں، اگر عدالت نے، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے، یہ فیصلہ کیا کہ کوتوالی کا جس حد تک مقابلہ کیا گیا وہ جایز تھا، تو کم از کم جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ فیصلہ ان افعال کی سخت سزا سے، جنکا مرتکب قیدی "ہیرسن" ہوا تھا، غیر مطابق نہ تھا۔
بہرحال کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ مزاحمت کے مقابلہ میں ایک حق کے بہ جبر کام میں لانے، اور اس حق کے استعمال کے مزاحمین

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر ناجایز حملہ کرنے میں جو خط فارق ہے وہ نہایت باریک ہے اور اس سوال کے متعلق کہ ایک جایز مجمع کے ارکان کس حد تک ان لوگوں کی مزاحمت کرنے کے مجاز ہوسکتے ہیں جو اس کو توڑ دینا چاہتے ہیں، بہت سے ایسے مباحث ہیں جنکا تصفیہ ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ آیندہ زمانہ کا کوئی بہی خواہ ملک، یا بدمعاش جو مجمع عام کے انعقاد کے حق کو، بہ مرافقت طے کرنے کے بجائے کوتوالی کے ایک جوان کو قتل یا لنگڑا لولا کر دیگا، اسے اس مسئلہ کی آزمایش کا موقع ملیگا جو خیالی نقطۂ نظر سے ایک قیمتی قانونی تجربہ سمجھا جاتا ہے اور جس سے مقننین بہت سے دلچسپ نتائج پیدا ہونے کے متوقع ہیں۔ یہ تجربہ یقیناً ایکدن ہونیوالا ہے جسکی قیمت، مرتکب کے تشدد کی وجہ سے، یا تو اسکی آزادی ہوگی یا اسکی جان[1]۔

512

نوٹ ۶

ان سپاہیوں کا فرض جنھیں ایک مجمع ناجایز کے منتشر کرنے کا حکم دیا گیا ہو

۷ ستمبر ۱۸۹۳ء کو ایکٹن کی کوئیلے کی کان پر کپتان بیکر سپاہیونکی

[1] چیف جسٹس وائیلڈ نے مقدمہ سرکار بنام ارنسٹ جونس، ۶ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۷۸۳، ۸۰۷-۸۱۶، میں جو خلاصہ شہادت بیان کیا ہے وہ خاص توجہ کے قابل ہے۔ انکے الفاظ بیحد سخت ہیں، اگر قانون کی صحیح توضیح وہی متصور ہو جو انھوں نے کی ہے تو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے کوتوالی کے جوان کے مقابلہ میں جو دیانتداری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے کے ارادہ سے ایک ایسے مجمع کو منتشر کر رہا ہو جو بالآخر مجمع خلاف قانون بھی نہ ثابت ہو کسی شخص کو مزاحمت کا مطلق حق نہیں ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک مختصر تعداد کے ساتھ اس غرض سے متعین کئے گئے کہ اسکی حفاظت ایک عامہ خلایق کے حملہ سے کیجائے۔ بلوہ کرنے والونکی ایک جماعت لکڑیوں اور ڈنڈوں سے مسلح ہوکر کان کے احاطہ میں داخل ہوی، اور اس نے دھمکیاں دیکر یہ چاہا کہ وہاں سے فوراً سپاہی ہٹالئے جائیں۔ رفتہ رفتہ بلوائیوں کی تعداد بڑھتی گئی، انھوں نے اس مکان کی جسمیں فوج مقیم تھی کھڑکیاں توڑ ڈالیں، اور سپاہیوں پر پتھر پھینکے۔ مکان کو آگ لگا دینے کی بھی کوشش کی گئی، اور لکڑیاں فی الحقیقت جلنے لگیں۔ سپاہی پیچھے ہٹے مگر انھیں دو ہزار آدمیونکے مجمع نے گھیر لیا۔ مجمع کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا گیا، اور بلوے کا ایکٹ پڑھکر سنایا گیا۔ فوج پر اور زیادہ پتھر آنے لگے، اور کان کی حفاظت لازمی ہوگئی۔ آخر کار قبل اسکے کہ بلوے کے ایکٹ کے پڑھے جانے پر ایک گھنٹہ گزر جائے، چونکہ مجمع نے منتشر ہونے سے انکار کر دیا تھا، کپتان بیکر نے گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ اسپر مجمع منتشر ہوگیا، دو ایک آدمی جو قریب کھڑے تھے مگر بلوے میں عملی طور سے شریک نہ تھے، مارے گئے۔ فوج کے طریق عمل کی دریافت کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا جسمیں لارڈ چیف جسٹس بون بھی شریک تھے جنھوں نے بعد، لارڈ بون کا خطاب پایا۔ کمیشن کی رپورٹ میں مفصلۂ ذیل فقرہ ان سپاہیوں کے فرایض کا قانونی بیان ہے جو ایک مجمع کو منتشر کرنے کے لئے طلب کئے جاتے ہیں:۔

"اب ہم اس اہم سوال کیطرف متوجہ ہوتے ہیں کہ آیا سپاہیوں کا مجمع پر گولی چلانا صحیح اور جایز تھا، اور اس معاملہ کی وضاحت کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ قانون اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے جسکا تعلق اس معاملہ سے ہے۔ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے بلوہ کنندگان کے تمام مجمعوں کو فرو کرنے میں مدد دینا ہر ایک شخص پر لازم ہے، لیکن یہ امر کہ انکے فرو کرنے میں کس حد تک جبر کا استعمال جایز ہو سکتا ہے ہر بلوہ کی نوعیت پر منحصر ہے، کیونکہ جبر کا استعمال معتدل اور حالات کی مناسبت اور اس مقصد کے لحاظ سے ہونا چاہیے جو پیش نظر ہو۔

513

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"جان لینا صرف اسی صورتمیں جایز متصور ہوسکتا ہے جب مختلف سنگین جرایم کے مقابلہ میں ذات یا جائیداد کا بچانا، یا ایک اندیشہ ناک بلوائی مجمع کا منتشر کرنا، ضرور ہو، یا اس صورتمیں کہ وہ لوگ جنکا طرز عمل بلوہ کے ایکٹ کی خلاف ورزی کیوجہ سے مجرمانہ ہوگیا ہو، اور جو منتشر کئے جانے یا گرفتاری کی کوششوں کا مقابلہ کر رہے ہوں۔ ایکٹن ھال، کی کان کے بلوائیوں سے یہ اندیشہ صاف طور سے نظر آتا تھا کہ وہ جبراً آگ لگا دینگے، اور کان کی جائیداد کو سخت نقصان پہنچائیں گے، اور اسغرض کے لئے جو لوگ کان کے احاطہ میں موجود تھے اُنپر حملہ کرینگے۔ اس لحاظ سے یہ مجمع ایک ایسا مجمع تھا جس سے ذات اور جائیداد کے مقابلہ میں ایسی سخت کارروائیوں کا اندیشہ ہوسکتا تھا جو جرایم کی حد تک پہنچتی تھیں، اور اس صورتمیں تمام امن جو رعایا کا فرض تھا کہ وہ اس کے فرو کرنے میں مدد دے۔ ذات اور جائیداد کو بچانے کے لئے ایسے بلوائی مجمع کے مقابلہ میں محافظان امن خوفناک اسلحہ کے استعمال کے بھی مجاز متصور ہوسکتے ہیں۔

قانون کے اس اصول کی تحت میں سپاہیوں کو نہ کوئی خاص حقوق دیئے گئے ہیں، اور نہ انپر خاص ذمہ داریاں عاید کی گئی ہیں۔ ملک میں امن قائم کرنے کے لحاظ سے سپاہی صرف ملک کے ایک باشندہ کی حیثیت رکھتا ہے البتہ وہ مخصوص طور سے مسلح ہوتا ہے۔ اگر وہ بضرورت کسی کی جان لیتا ہے تو وہ محض سپاہی ہونیکی وجہ سے قابل معافی نہیں سمجھا جاسکتا۔ مجسٹریٹوں یا دوسرے عہدہ داران محافظ امن کا، مدد کیلئے فوج کو طلب کرنے یا نہ طلب کرنے کا فرض بھی مقدمہ کی ضرورت یا عدم ضرورت پر منحصر ہوتا ہے۔ سپاہی اپنے اسلحہ کے استعمال ہی سے کام کرسکتا ہے۔ جن اسلحہ سے وہ مسلح ہوتا ہے وہ جان ستاں ہوتے ہیں، بغیر جان یا عضو کے خطرہ کے انسے ہرگز کام نہیں لیا جاسکتا، اور اس زمانہ میں جبکہ بندوقوں اور گولی باروت کے سامان میں اسقدر ترقی ہوگئی ہے انسے کام لینے میں ہمیشہ اسکا خطرہ موجود رہتا ہے کہ دور کھڑے ہوئے شخص کو، جو ممکن ہے کہ بے قصور بھی ہو، نقصان پہنچے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملکی عہدہ داروں کا بلوائیوں کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کی مدد کے لئے طلب کرنا، جو ایسے اندیشہ ناک طریقہ سے دست اندازی کر سکتے ہیں، آخری تجویز ہونی چاہیئے۔ لیکن مدد کے لئے طلب کر لینے کے بعد اور ایسے وقتیں کہ فوج کی مدد کی ضرورت لاحق ہو گئی ہو اسکی مدد سے انکار کر دینا قانوناً ایک جرم ہے۔

فوج کا طلب ہونے کے بعد از ابتدا تا انتہا، یہ کام ہے کہ وہ سنگین جرایم کے انسداد کے لئے جو کارروائی بالکل ضروری ہو وہ کرے، اور بلا خوف کرے، یہی اسکے تمام طرز عمل کا اصل اصول ہے، اور جو کچھ کیا جائے اسمیں پوری احتیاط اور ہوشیاری کو ملحوظ رکھے۔ اس بارہ میں ایسے قواعد موجود نہیں ہیں جو ہر حالت پر صادق آسکتے ہوں یا جنہیں قبل از قبل ہر پیش آنیوالی ضرورت کی تصریح کیجا سکے۔ یہ عملدرآمد یقیناً مفید ہے کہ فوج کے ساتھ ایک مجسٹریٹ رہے۔ ایسے مواقع پر مجسٹریٹ کا موجود ہونا، اگرچہ قانونی لزوم نہیں ہے مگر اسکا موجود رہنا نہایت اہم ہے۔ ممکن ہے کہ فوج کسی دور دراز مقام سے آئی ہو، اور وہ مقامی اور مخصوص حالات سے بالکل ناواقف ہو۔ ایسی حالت میں اسے معلوم ہوگا کہ وہ دفعتاً میدان عمل میں لاکر کھڑی کر دیگئی ہے اور اسے ایسے مقامی حاکم عدالت کے مشورہ کی ضرورت محسوس ہوگی جو بقیاس غالب مقدمہ کے تفصیلی واقعات سے آگاہ ہوگا۔ اگرچہ مجسٹریٹ کا موجود رہنا بجد مفید اور اہم ہے لیکن اسکی عدم موجودگی سے سپاہی کے فرایض میں کوئی فرق نہیں آتا، اور نہ اسے اپنی کارروائی میں کسی بے دست و پائی کا اظہار کرنا چاہیئے، بلکہ اپنی مناسب تجاویز کے اختیار کرنے میں زیادہ تر محتاط ہو جانا چاہیئے۔ انگریزی قانون کی رو سے کوئی افسر اسکا مجاز نہیں ہے کہ وہ مجرمانہ کارروائیوں کے ارتکاب کو خاموش کھڑا دیکھتا رہے محض اس بنا پر کہ کوئی مجسٹریٹ موجود نہیں ہے۔ 514

یہ سوال کہ بلوائیوں کے مجمع پر گولی چلانے کا موقع کب آتا ہے، جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں، ہر مقدمہ کی ضرورت پر منحصر ہے۔ ایسے بلوہ کی صورتیں جو اسوقت زیر بحث ہے گولی چلانا اسی وقت جایز ہو سکتا ہے جبکہ اُن سنگین جرایم کے روکنے یا موقوف کرانے کے لئے جن کی طرف اشارہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا جا چکا ہے، اسکی ضرورت ہو، اور اسمیں لازم ہے کہ بے پروائی اور غفلت سے
کام نہ لیا جائے۔ جب صریح ضرورت ہو اسوقت سپاہیوں کا فرض ہے کہ
وہ معقول احتیاط کے ساتھ گولی چلائیں مگر اسطرح کہ اس سے زیادہ نقصان نہ پہنچے
جتنا ذات یا جائیداد کی حفاظت کے لئے قطعی طور سے ضروری ہو۔ فوجی قواعد
کے لحاظ سے اس مجسٹریٹ سے جو وہاں موجود ہو حکم لیا جانا چاہئے، اور عقل
اور احتیاط اسی عمل کی موئید ہے، لیکن قانون میں مجسٹریٹ کے حکم کا کوئی قانونی
اثر نہیں تسلیم کیا گیا ہے، اگر مجسٹریٹ غلطی کر کے گولی چلانے کا حکم دے تو ایسے حکم
کی موجودگی سے گولی چلانا جایز نہیں ہو جاتا، اور ضرورت کے وقت افسر کے
نہ گولی چلانے کے لئے کسی حکم کا نہ موجود ہونا معقول عذر نہیں متصور ہو سکتا۔
'انگلستان' کے قانون کے ان اصول سے بلوہ کا ایکٹ کسیطرح مزاحم
نہیں ہوتا۔ ایکٹ مذکور کا اثر صرف اسقدر ہے کہ وہ اعلان کے پڑھے
جانے کے ایک گھنٹہ کے بعد مجمع کے نہ منتشر ہو جانے کو سنگین جرم قرار دیتا ہے،
اور بلوائیوں کے ایک مجمع کو باوجود اندیشہ وقوع فعل منتشر کر دینے کے لئے
قانونی عذر مہیا کر دیتا ہے۔ ایکٹن بھال کے بلوہ میں ایکٹ بلوہ کے پڑھے
جانے پر پورا ایک گھنٹہ نہ گزرا تھا کہ فوج نے گولی چلا دی تھی پس بلوہ کے
ایکٹ کی رو سے اس گولی چلانے کا جواز ثابت نہ تھا، اسکے جواز کے دوسرے
وجوہ سے یہاں قطع نظر کر لیجاتی ہے۔ لیکن اس واقعہ سے کہ اعلان پر پورا
ایک گھنٹہ نہ گزرا تھا فوج اپنی کارروائی سے ممنوع نہیں متصور ہو سکتی تھی جبکہ
پیش نظر تشدد کا انسداد تھا۔ قانون عمومی سے جو انکے فرائض بحیثیت
باشندگان ملک اور سپاہیوں کے تھے وہ بحال خود برقرار تھے۔ کپتان
'بیکر' اور انکے سپاہیوں کے افعال کے جائز یا ناجائز ہونے کا مسئلہ
بالکل قانون عمومی پر منحصر تھا۔ قابل غور یہ امور ہونگے کہ آیا جرایم سنگین کے
ارتکاب کو روکنے یا موقوف کرانے کے لئے انھوں نے جو کچھ کیا وہ ضروری
تھا، اور ضرورت سے زیادہ نہ تھا؟ آیا اس عمل میں انھوں نے معمولی احتیاط
اور ہوشیاری سے کام لیا، تاکہ اس سے وہ نقصان نہ پہنچنے پائے جس سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بطریق معقول حفاظت ممکن تھی ۔؟

اگر یہ دونوں شرطیں ثابت ہوجائیں تو بے قصور اشخاص کے مارے جانے کی قانونی ذمہ داری فوج پر عائد نہیں ہوسکتی ۔ ایک مجرم سرگروہ جوان حالات میں مارا جاتا ہے ایک جائز موت مرتا ہے؛ اور ایک بے قصور شخص جوان حالات میں مارا جاتا ہے، بشرطیکہ کسی قسم کی غفلت نہ ہوئی ہو، ایک اتفاقی موت مرتا ہے۔ اسکی قانونی وجہ یہ نہیں ہے کہ بے قصور شخص کو جو کچھ پیش آتا ہے وہ اسی کے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ امر ممکن ہے (اگرچہ عام طور سے ایسا نہیں ہوتا) کہ وہ اس قسم کے خطرہ سے ناواقف، اور بے احتیاطی کے عمل سے بالکل بری ہو؛ بلکہ اس رائے کی وجہ یہ ہے کہ سپاہیوں کا گولی چلانا انکا عین قانونی فرض ہوجاتا ہے۔ 515

ایکٹن ہال کے بلوہ کے موقع پر ہم نے ضرورت کا جو اندازہ بعد کی شہادت کی مدد سے کیا ہے اس سے ہماری یہ قطعی رائے قایم ہوتی ہے کہ فوج بیحد پریشانی کی حالت میں تھی ۔ چونکہ فوج کا نصف حصہ "ناٹسل" کی کان کی حفاظت کے لئے بھیجدیا گیا تھا اسلئے اسکا باقیماندہ حصہ اسقدر کم رہگیا تھا کہ اسکے لئے کان کے احاطہ کی کافی حفاظت رات کے وقت مشکل ہوگئی تھی ۔ فوج کی موجودگی کا علم مجمع کو چند گھنٹوں سے تھا اور وہ اسکا عادی ہوکر زیادہ تر جری ہوگیا تھا؛ مصالحت کی تمام کوششیں بیکار ہوچکی تھیں؛ شام کا اندھیرا چھاتا جاتا تھا، اور کپتان "بیکر" کے لئے اپنے حملآوروں کی ٹھیک تعداد کا اندازہ کرنا مشکل تھا، اسکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کس حد تک پس وپیش اور جوانب سے گھرتا جاتا ہے؛ مجسٹریٹ چھ سات دفعہ مجمع کو سمجھا چکا، اور بلوہ کا ایکٹ پڑھا جاچکا تھا اور وہ بے نتیجہ ثابت ہوا تھا؛ فوج ایک حملہ بھی کرچکی تھی جس سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا؛ کان کے قیمتی اسباب میں آگ لگی ہوئی تھی؛ فوج بڑی مشکل سے ایک جماعت کو روکے ہوئے کھڑی تھی جو لکڑیوں اور ڈنڈوں سے مسلح تھی، اور منتشر ہونے سے انکار کررہی تھی، اور جہاں سے موقع ملتا تھا کان کے احاطہ میں داخل ہوجاتی تھی؛ آگ بجھانے کا انجن آیا تو اسپر سنگ باری کی گئی، اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پتھر وغیرہ پھینکنے کا عمل برابر جاری تھا۔ کان کو تباہی، اور اپنے آپکو محصور ہو جانے سے بچانے کے لئے فوج کو لازم ہو گیا کہ وہ گرین لین، کے دروازہ کے جہانتک ممکن ہو، قریب رہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو بلوائی اندھیرے سے فائدہ اٹھاکر بہ تعداد کثیر اندر داخل ہو جاتے۔ فوج کا اپنی جگہ چھوڑ دینا، جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں، کان کے ان دفاتر کو جو عقب میں واقع تھے آتشزدگی اور لوٹ کے حوالے کر دینا تھا۔ فوج کا اپنی جگہ پر قایم رہنا ممکن نہ تھا، اگر ایسا کیا جاتا تو سپاہیوں کو سخت ضرر پہنچتا اور انکی جمعیت بیکار ہو جاتی۔ چونکہ ہر طرف سے پتھروں وغیرہ کی بارش ہو رہی تھی، اور جو حالات پیش آچکے تھے انکے لحاظ سے ہمارے نزدیک کپتان بیکر اور انکی فوج کو اسکے سوائے کوئی اور سبیل نہ رہی تھی کہ وہ گولی چلاتے، اور ہماری رائے میں مسٹر ہارٹلے پر لازم تھا کہ وہ اسکا حکم دیتے۔

اسکی امید نہیں کیجا سکتی کہ اس رائے سے اکثر وہ لوگ متفق ہونگے جو گرین لین میں جمع تھے اور اس بلوہ میں عملی طور سے کوئی حصہ نہ لے رہے تھے۔ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسا ذریعہ موجود نہ تھا جس سے انکو معلوم ہو سکتا کہ اسوقت فوج اور کان کس خطرہ میں مبتلا ہے۔ گو کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ جو مجمع کے قریب کھڑے تھے اور زخمی ہوے کتنی ہی ہمدردی کیوں نہ ہو، اور گو کہ ہم فیدر اسٹون، پر قلت فوج، اور مجسٹریٹ کی ایک عرصہ تک عدم موجودگی کیوجہ سے معاملہ کے اس حد تک پہنچ جانے پر کتنا ہی افسوس کا اظہار کیوں نکریں، مگر ہم اس واقعہ سے کسی طرح چشم پوشی نہیں کر سکتے کہ سپاہیوں کے گولی چلانے کے وقت جو نازک حالت پیدا ہو گئی تھی اسکے لحاظ سے انھوں نے جو عمل کیا وہ ضروری تھا۔ سپاہیوں نے ان حالات میں جس استقلال اور پابندی قواعد کا اظہار کیا اسکا احساس بھی ہمارے نزدیک کیا جانا مناسب ہے۔ ہم کوئی ایسی وجہ نہیں پاتے جسکی بنا پر ہم اسکی طرف اشارہ بھی کر سکیں کہ گولی کا چلانا، اگر فی الحقیقت اسکی ضرورت ہو گئی تھی، بجز معقول ہوشیاری اور احتیاط کے کسی اور طریقہ پر عمل میں آیا۔ بلوائیوں اور غیر بلوائیوں میں تمیز کرنے کے لئے جو احتیاط کی گئی تھی اس سے زیادہ احتیاط کرنا تاریکی کی وجہ سے ناممکن تھا؛ یہ امر بھی قابل لحاظ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے کہ جو بارہ پہلی مرتبہ چلائی گئی اسکا کوئی اثر جمع پر نہیں ہوا اور اس نے اپنی جگہ نہ چھوڑی۔ اگر وہ نتائج جو ہم نے ان امور کے متعلق نکالے ہیں صحیح ہیں، جیسا کہ ہم خیال کرتے ہیں، تو اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ فوج کا عمل قانوناً درست تھا[1]"

نوٹ ے

516

"غیر دستوری" قانون کے معنی

'غیر دستوری' کا لفظ جب قانون کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے تو اسکے کم از کم تین معنی ہوتے ہیں، جو اس دستور کی نوعیت کے لحاظ سے جسکے متعلق اسکا استعمال ہوا ہے، بدلتے رہتے ہیں:-

(۱) جب یہ لفظ 'انگلستان' کی پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے متعلق مستعمل ہوتا ہے تو اسکے صرف یہ معنی ہوتے ہیں کہ ایکٹ مذکور مثلاً 'آیرلینڈ' کے کلیسا کا ایکٹ بابتہ سنہ ۱۸۶۹، متکلم کی رائے میں 'انگلستان' کے دستور کے منشا کے خلاف ہے، اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ ایکٹ قانون کی خلاف ورزی ہے یا وہ باطل ہے۔

[1] اس کمیٹی کی رپورٹ جو 'فیدر اسٹون' کے ہنگامہ، ستمبر سنہ ۱۸۹۳ کے حالات کی دریافت کے لئے مقرر کی گئی تھی [سی - ۷۲۲۴]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۲) جب یہ لفظ اس قانون کے متعلق استعمال ہوتا ہے جسے فرانس کی پارلیمنٹ نے نافذ کیا ہے، تو اسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ دستور کے احکام کے خلاف ہے، مثلاً وہ قانون جس کے ذریعہ سے پریسیڈنٹ کی میعاد عہدہ داری میں اضافہ کر دیا جائے۔ اس لفظ کے لازمی طور سے یہ معنی نہ ہونگے کہ قانون مذکور باطل ہے، کیونکہ یہ امر متیقن نہیں ہے کہ فرانس کی کوئی عدالت اسے غیر دستوری ہونے کی بنا پر ناقابل نفاذ قرار دیگی۔ ایسی صورت میں جب اہالی فرانس، اس لفظ کو استعمال کرینگے تو بقیاس غالب، گو لازماً نہیں، اس سے اظہار حقارت منظور ہوگا۔

(۳) جب اس لفظ کا استعمال کانگرس (امریکہ) کے کسی ایکٹ کے متعلق کیا جائے گا تو اسکے صریح یہ معنی ہونگے کہ وہ ایکٹ کانگرس کے اختیارات سے متجاوز اور اس لحاظ سے باطل ہے، اس صورت میں لفظ مذکور سے لازمی طور سے حقارت کا مفہوم نہ پیدا ہوگا، اور امریکہ کا ایک باشندہ بلا خوف اختلاف بیانی یہ کہہ سکے گا کہ کانگرس کا مجریہ قانون عمدہ یعنی اسکی رائے میں مفید ملک تھا، مگر افسوس ہے کہ وہ غیر دستوری یعنی متجاوز الاقتدار اور باطل تھا۔

517

نوٹ ۸

سوئٹزرلینڈ کا وفاق[1]

سوئٹزرلینڈ کا وفاقی دستور، ایک سرسری نظر سے دیکھنے والے کو

[1] دیکھو لوول کی کتاب یورپ کی حکومتیں اور جماعتیں، جلد ۲ سوئٹزرلینڈ صفحات ۱۸۰-۳۳۶، اور یلی: عہدیت سوئٹزرلینڈ کا دستور مملکت، مارکارڈسن: کتابچہ قانون عامہ جلد ۴، حصہ ۱، صفحہ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کے دستور کی ایک مختصر نقل معلوم ہوتا ہے؛ اسمیں شک نہیں کہ سوئٹزرلینڈ کے ۱۸۴۸ء کے مدبرین نے دو ایک امور اور خصوصاً کونسل آف اسٹیٹ یا سینیٹ کی ترکیب میں دیدہ و دانستہ 'امریکہ' کی نقل کی ہے؛ مگر باوجود اسکے سوئٹزرلینڈ کا وفاق سوئٹزرلینڈ کی تاریخ کا فطری ثمرہ ہے اور ایک ذاتی اور مخصوص نوعیت رکھتا ہے جسپر بہ احتیاط تمام غور کرنا فائدہ سے خالی نہیں متصور ہوسکتا۔

موجودہ سوئٹزرلینڈ کے ادارات میں تین خیالات دائر وسائر نظر آتے ہیں۔

سب سے اول براہ راست اور بلا کسی نزاع کے (یعنی مسلمہ طور سے) قوم کی بادشاہت کا خیال ہے۔

سوئٹزرلینڈ میں قوم کی وہ مرضی جسکا اظہار بطریق معینہ دستور کیا جائے مسلمہ طور سے سب سے اعلیٰ ہے؛ اس علویت کے متعلق کسی سیاسی جماعت یا قوم کے کسی فرقہ کو عذر نہیں ہوسکتا۔ کسی شخص کے خیال میں بھی یہ نہیں آسکتا کہ وہ قومی ادارات کی عمومی بنیاد (Democratic basis) میں تبدیلی کرے۔ سوئٹزرلینڈ میں کسی ایسے فرقہ کا وجود نہیں پایا جاتا جو فرانس کے رجعت پسندوں (Reactionists) کی طرح عمومی حکومت کے توڑ دینے کی کوشش میں ہو، نہ وہاں قوم کی کوئی ایسی جماعت ہے جو 'آسٹریا' کے بوہیمیوں (Bohemians) یا خطۂ السیس کے فرانسیسیوں کی طرح مرکزی حکومت سے نافر ہو، یا جسکی نسبت ایسا فرض بھی کیا جاسکتا ہو۔ 'سوئٹزرلینڈ' میں قوم کی نہ صرف علویت، بلکہ براہ راست اسکا اقتدار، عملی اور اصولی دونوں طرح سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ حکومت اور رعایا میں اختلاف کا قدیم خیال بالکل مفقود ہوچکا ہے۔ حکومت کے تمام اجزا، جس میں نہ صرف عہدہ دارانِ انتظامی بلکہ واضعان قانون بھی شریک ہیں، قوم کے مسلمہ کارندے سمجھے جاتے ہیں، اور تمام اہم قوانین کے وضع کئے جانے میں قوم براہ راست دخل دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ 'سوئٹزرلینڈ میں قوم اسیطرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بادشاہ ہے جسطرح اس زمانہ میں جبکہ یورپ میں بادشاہت اعلیٰ ترین
قوت سمجھی جاتی تھی، بادشاہ ہوتے تھے۔ 'سوئٹزرلینڈ' کے لوگوں کو
جو تعلق اپنے نمایندوں کے ساتھ ہے، خواہ وہ انتظامی سررشتہ میں ہوں
یا پارلیمنٹ میں، اسطرح بہ آسانی سمجھ میں آجائے گا کہ ہم یہ خیال کریں کہ
'سوئٹزرلینڈ' کے لوگونکی تقریباً وہی حیثیت ہے جو مثلاً انگلستانمیں ملکہ الزبتہ
کی تھی۔ ملکہ مذکور کے اختیارات گو وسیع تھے مگر وہ خودسر نہ تھی، ملکی
حکومت کی انتہائی باگ اسکے ہاتھ میں تھی، اسکے وزرا اسکے ملازم تھے
518 جو اسکی رائے کے مطابق عمل کرتے تھے۔ ملکہ مذکورہ خود قانون وضع نہ کرتی
تھی، بلکہ تنسیخ یا دوسرے ذرائع سے وہ تمام اہم قوانین کے نفاذ کی نگران
تھی؛ تقریباً یہی حیثیت سوئٹزرلینڈ کے لوگوں کی ہے۔ وفاقی سررشتہ انتظامی
اور وفاقی پارلیمنٹ وہی طرز عمل اختیار کرتی ہے جسے قوم پسند کرتی ہے۔
واضعان قانون جو قوانین نافذ کرتے ہیں عوام کی رائے سے انکی تنسیخ اس
عمل کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے، جو قوم کے ہر فرد کے اخذ رائے
(Referendum) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور چند سال سے
یہ کوشش کیجارہی ہے کہ وضع قانون ایک حد تک براہ راست عامہ خلایق کے
ہاتھ میں آجائے، اسکا نام جدت (Initiative) رکھا گیا ہے۔ 'سوئٹزرلینڈ'
کے ادارات کے اوصاف کے متعلق خواہ کچھ کہا جائے مگر جس خیال پر وہ مبنی
ہیں وہ بالکل صاف اور صریح ہے۔ قوم بادشاہ ہے، سررشتہ انتظامی اور
مجلس وضع قانون کے ارکان قوم کے کارندے یا وزرا ہیں۔

'سوئٹزرلینڈ' کے ادارات سے جس دوسرے خیال کا اظہار ہوتا ہے
وہ یہ ہے کہ سیاست ایک کاروبار کی حیثیت رکھتی ہے؛ اور وہاں کی حکومت
کاروباری طریقہ پر چلتی ہے؛ تمام قومی معاملات کی انجام دہی قابل لوگونکے
ہاتھ میں ہے جو قوم کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

'سوئٹزرلینڈ' کا آخری اور خودسہی کا پیدا کردہ ایک خیال ایسا ہے
جسے وہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے جنکی پرورش دوسرے دستوری نظامونمیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوی ہے، اور وہ یہ ہے کہ سیاسی جماعتوں (Political parties) کا وجود جماعتی حکومت (Party government) کا مستلزم نہیں ہے۔

'سوئٹزرلینڈ' کے تمام ادارات انھی اصول یا خیالات پر مبنی اور مشتمل ہیں جو باہم دیگر قریبی تعلقات رکھتے اور 'سوئٹزرلینڈ' کے دستور کے مختلف اجزا پر چھائے ہوئے ہیں، اور ایک بڑی حد تک انکے طریقہ عمل کی تشریح کرتے ہیں۔ اسمیں کلام نہیں کہ اسکے اکثر امور ایسے ہیں جو تمام وفاقی حکومتوں میں پائے جاتے ہیں، مگر 'سوئٹزرلینڈ' کے جو مخصوص خصوصیات ہیں وہ ان تین خیالات کے شیوع کی وجہ سے ہیں جنکی طرف ہم قارئین کی توجہ مبذول کرا چکے ہیں۔ اگر ہم 'سوئٹزرلینڈ' کے دستور کے مختلف اجزا کو بنظر تعمق دیکھیں گے تو ہم پر ظاہر ہو جائے گا کہ حقیقت حال یہی ہے۔

اول۔ وفاقی کونسل۔ یہ جماعت جسے ہم 'انگلستان' میں وزارت کے نام سے موسوم کرتے ہیں، سات اشخاص سے مرکب ہوتی ہے، انکا انتخاب اپنے پہلے اجلاس میں جو اسی غرض سے منعقد ہوتا ہے، وہ وہ ایوان کرتے ہیں جسپر 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی مجلس یا کانگرس مشتمل ہے۔ یہ وزرا تین سال کے لئے مقرر ہوتے ہیں، اور مجلس کے پہلے اجلاس میں جسکے قیام کی مدت بھی تین ہی سال کی ہوتی ہے، منتخب ہوکر اس وقت تک اپنی خدمت پر بحال رہتے ہیں جب تک کہ دوسری وفاقی مجلس اجلاس کرے، اور جدید انتخابات عمل میں آئیں۔ اگرچہ یہ لازمی نہیں ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ وفاقی مجلس کے ارکین ہی میں سے وزرا کا انتخاب عمل میں آتا ہے، اور اگرچہ وہ بعد انتخاب اپنے عہدوں پر قایم نہیں رہتے؛ تاہم چونکہ وہ ہر ایوان کے مباحث میں شریک ہو سکتے ہیں، اسلئے وہ عملی طور سے مجلس یا پارلیمنٹ کے ارکان متصور ہو سکتے ہیں۔ کونسل کے اختیارات بہت وسیع ہیں، وہی وفاقی حکومت کا سررشتہ انتظامی ہے اور قومی حکومت کو فطری طور سے جو اختیارات ہوتے ہیں وہ سب اسے حاصل ہیں۔ انگلینڈ اور امریکہ کے باشندے اگرچہ اسے تعجب کی نظر سے دیکھیں مگر وہ اکثر عدالتی کام

519

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی انجام دیتی ہے۔ انتظامی قانون کے مسائل اور نیز اس قسم کے مسائل جنھیں انگریز اور امریکہ کے باشندے محض قانونی تصور کرتے ہیں، اکثر صورتوں میں کونسل میں تصفیہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر چند سال ہوے کہ کونسل نے یہ طے کیا کہ مکتی فوج کو عام مقامات میں جلسوں کے منعقد کرنے کے کیا حقوق ہیں اور آیا اضلاع کی مجالس وضع قانون کو انکے ممنوع قرار دینے یا انکے انتظام کرنیکا کوئی حق ہے۔ اسکے علاوہ اضلاع کے دستوروں یا انمیں تبدیلیوں کی مطلوبہ منظوری کونسل دیتی ہے اور اسکا فیصلہ کرتی ہے کہ آیا اس قسم کے دستوروں کے احکام وفاقی دستور کے مطابق ہیں یا نہیں۔ فی الحقیقت یہی کونسل سوئٹزرلینڈ کے تمام وفاقی نظام کی مرکز ہے؛ اور اسکے فرایض میں داخل ہے کہ وہ اضلاع اور وفاقی یا قومی حکومت میں عمدہ تعلقات قایم رکھے، اور عام طور سے امن کا تحفظ، اور تمام ملک میں قانون کے برقرار رہنے کا انتظام کرے۔ بیرونی ممالک کے تمام معاملات کا انتظام بھی اسی کے ذمہ ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے حالات کے لحاظ سے اسکے بیرونی تعلقات کا انتظام حکومت کا ایک اہم اور نہایت مشکل فریضہ ہے۔

اگرچہ وزرا کا تقرر مجالس سے ہوتا ہے، مگر مجالس انکی موقوفی کی مجاز نہیں ہے، پس ایک نقطۂ نظر سے کونسل بالکل خود مختار اور دوسرے نقطۂ نظر سے خود مختار نہیں ہے۔ کونسل سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ مجلس اور قوم کی مرضی کا اتباع کریگی اور وہ اس توقع کو پورا کرتی ہے، جسطرح ایک اچھے کاروباری آدمی سے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کریگا۔ بہت سے ایسے معاملات جو عملی طور سے کونسل سے طے ہوتے ہیں بلحاظ دستور خود مجالس سے بھی طے ہو سکتے ہیں، مگر عام طور سے مجلس ایسے معاملات کے تصفیہ کو کونسل ہی پر چھوڑ دیتی ہے؛ مگر کونسل اپنے فیصلہ کی اطلاع مجالس کو دیتی ہے اور اگر مجلس کسی مضمون کے متعلق کوئی خاص تجویز منظور کرتی ہے تو اس کی تعمیل کیجاتی ہے۔ اس امر کی توقع نہیں کیجاتی کہ کونسل یا کوئی وزیر اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بنا پر مستعفی ہو جائے کہ اسکی پیشکردہ کسی تجویز یا قانون کو مجلس نے نامنظور کر دیا ہے، یا جس قانون کو مجلس نے بہ سفارش کونسل منظور کیا تھا وہ قوم کے سامنے پیش ہو کر منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ کونسل اس لحاظ سے کہ اس کے ارکان وفاقی مجلس کے منتخبہ ہوتے ہیں عام طور سے مجلس کی آرا سے متفق ہوتی ہے، مگر انگلستان یا فرانس کی وزارت کی طرح یہ لازم نہیں ہے کہ وہ پارلیمنٹ کی جماعت کثیر کی نمایندہ ہو۔ وزرا اگرچہ صرف تین سال 520
کے لئے منتخب ہوتے ہیں، مگر وہ دوبارہ بھی منتخب ہو سکتے اور عام طور سے ہوتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ایک شخص سولہ سولہ سال بلکہ اس سے زیادہ مدت تک اپنے عہدہ پر قایم رہتا ہے، اور کونسل کا کینڈا بتدریج تبدیل ہوتا ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ ایسی صورتیں پیش آچکی ہیں جنمیں پارلیمنٹ کی کثیر جماعت کا تعلق ایک سیاسی فرقہ سے، اور کونسل کی کثیر جماعت کا تعلق دوسرے سیاسی فرقہ سے تھا؛ اور پارلیمنٹ اور حکومت میں یہ عام سیاسی آرا کا اختلاف کسی زحمت کا باعث نہ ہوا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اس کونسل کی حیثیت کابینہ کی نہیں ہے، بلکہ وہ کاروباری انتظام کے لئے ایک بورڈ ہے۔ جو شخص وفاق کے پریسیڈنٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور جسکا سالانہ انتخاب کونسل کے ارکان سے ہوتا ہے وہ اس بورڈ کا صرف صدر نشین ہوتا ہے۔ اسکی تشبیہ اس ڈائرکٹروں کے بورڈ سے دینا بیجا نہ ہوگا جسے ایک مشترکہ سرمایہ داروں کی بڑی کمپنی منتخب کرتی ہے۔ ایک لحاظ سے یہ بورڈ خود مختارانہ کارروائی نہیں کر سکتا، کیونکہ شرکا کمپنی کی غالب جماعت کو ہمیشہ یہ اختیار رہتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ڈائرکٹروں کی کارروائی میں دخل دے یا انکے طرز عمل کو بدل دے۔ دوسرے نقطۂ نظر سے، جیسا کہ سب جانتے ہیں بورڈ تقریباً نگرانی سے آزاد ہے؛ کیونکہ جبتک کاروبار ٹھیک یا قابل برداشت طور سے چلتا رہتا ہے شرکا کمپنی نہ بورڈ کی کارروائیوں کو دخل دینا چاہتے ہیں اور نہ انکو عملی طور سے اسکا اقتدار ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ڈائرکٹروں کو علم اور تجربہ ہے جس سے شرکا کمپنی بے بہرہ ہیں، اور بورڈ کے انتظام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں دخل دہی سے کمپنی کے فوائد میں خلل پڑ جائے گا۔ یہی حال وفاقی کونسل کا ہے، اور اسکا خود مختار نہ ہونا اسکی قوت کا ایک ذریعہ ہے۔ وہ مجلس سے اختلاف نہیں کرتی، اور اس وجہ سے ایک ایسی مستقل جماعت ہے جو حکومت کا انتظامی کام نہایت کامیابی کے ساتھ چلاتی رہتی ہے؛ اسے کاروباری آدمیوں کی ایک جماعت سمجھنا چاہئے جو حکومت کے کام کی انجام دہی میں مصروف رہتی ہے۔

'سوئٹزرلینڈ' کی کونسل یا بورڈ کی ترکیب اور نوعیت سے کسی قدر تفصیل کے ساتھ بحث کرنا فایدہ سے خالی نہیں، کیونکہ اس سے ہمکو ایک ایسے سررشتہ انتظامی کے متعلق بصیرت حاصل ہوتی ہے جو 'انگلستان' اور 'فرانس' کی حکومتوں کی کابینہ اور 'امریکہ' کی پریسیڈنسی حکومت سے مختلف ہے۔ انگلستان کی کابینہ کی طرح 'سوئٹزرلینڈ' کی کونسل براہ راست اور بلا واسطہ کسی سیاسی غالب فرقہ کی نمایندہ نہیں ہوتی؛ اور نہ وہ فوراً اپنے عہدہ سے ہٹائی جاسکتی ہے اسکے ارکان اتنی مدت تک اپنے عہدوں پر قایم رہتے ہیں جسکی توقع 'انگلستان' کے وزرا یا 'امریکہ' کے پریسیڈنٹ نہیں کرسکتے۔ اگرچہ یہ کونسل کابینہ سے اسقدر مختلف ہے مگر باوجود اسکے وہ پارلیمنٹی یا نیم پارلیمنٹی سررشتہ انتظامی ہے[1]۔ اسے 'امریکہ' کے پریسیڈنٹ کی طرح اپنے خود مختارانہ اختیارات حاصل نہیں ہیں، جو عوام کے انتخاب کی بنا پر واضعان قانون کے اختیارات سے مقابلہ کریں یا اسے بڑھجائیں۔

521 ۱۸۴۸ء سے 'سوئٹزرلینڈ' کی دستوری تاریخ سررشتہ انتظامی اور مجلس وضع قوانین کے ان نزاعات سے بالکل پاک وصاف ہے جو چند مرتبہ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ میں پیش آچکی ہیں۔ اس کونسل کی حیثیت کی مثال، اگر تاریخی طور سے تلاش کیجائے، تو اس کونسل آف اسٹیٹ میں پائیجاتی ہے جو 'کرامول' کے عہد میں قانون حکومت کی رو سے قایم ہوئی

[1] دیکھو نوٹ ۳ صفحہ 480 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی، اور اسکی تقریباً وہی حالت ہے جو (انگلستان کی) کونسل آف اسٹیٹ کی ہوتی، بشرطیکہ قانون حکومت اسی طرح مرتب ہوتا جیساکہ پارلیمنٹ کی مخالف جماعت چاہتی تھی، جسمیں پارلیمنٹ کو ارکان کونسل کے وقتاً فوقتاً تبدیل کرنے کا اختیار رہتا[1] اگر زمانہ حال کی تشکیل مطلوب ہو تو وہ غالباً انگلستان، کی سول سروس سے مل سکتی ہے۔ کونسل مذکور کے ارکان انگلستان کی حکومت کے مستقل افسران سررشتہ کی طرح ہیں، جنکے عہدے مستقل ہوتے ہیں، اور جو فی الحقیقت حکومت کے ملازم ہیں، اور جن سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ ان تمام احکام کے پابند رہیں گے جو خود انکے مجوزہ نہ ہوں اور ایسے طرز عمل کی پابندی کرینگے جسے ممکن ہے کہ وہ ناپسند کرتے ہوں؛ اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ تمثیل اسوجہ سے اور زیادہ موزوں ہے کہ سوئٹزرلینڈ میں سول سروس کے اعلیٰ پیمانہ پر نہ موجود ہونے کی وجہ سے ارکان کونسل بجائے وزارت کے زیادہ تر مستقل ملازمین سول کے فرائض ادا کرتے ہیں۔

دوم - وفاقی مجلس۔ اسمیں شک نہیں کہ پارلیمنٹ ایک حد تک امریکہ کی کانگرس کے نمونہ پر قایم کی گئی ہے۔ پارلیمنٹ جو دو ایوانوں سے مرکب ہے۔ بعض مقاصد کیلئے کیجائی اجلاس کرتی ہے۔ ایسے ہی مشترکہ اجلاسوں میں، جیساکہ پہلے بیان ہوچکا، وفاقی کونسل یا وزارت کا انتخاب ہوتا ہے۔ یہ مجلس بعض انتظامی معاملات میں کونسل کے احکام کی آخری عدالت مرافعہ ہے، اسی نمایندہ مجلس سے 'انگلستان' کے لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔ مجلس کا خاص کام یہ ہے کہ وہ کونسل کی رپورٹوں کو دیکھے اور قانون وضع کرے۔ مجلس کا اجلاس سال میں بہت تھوڑے زمانہ کیلئے ہوتا ہے، اور وہ مشغولیت کے ساتھ اپنا کام انجام دیتی ہے۔ جو قوانین وہ وضع کرتی ہے وہ ممکن ہے کہ عامہ خلایق کے سامنے رائے کے لئے پیش ہوکر منسوخ ہوجائیں۔ اسکے ارکان عموماً برابر تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اور وہ منجملہ

[1] دیکھو پہلا دستوری مسودہ 'کرامول' کے عہد کا فصل ۳۹، اور 'گارڈنر' کی کتاب موسومہ دستوری نوشتہ جات عہد انقلاب تا رکان کلیسا، صفحات ۳۶۶ - ۳۶۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسری پارلیمنٹوں کے بظاہر نہایت باترتیب اور کاروباری وضع کی پارلیمنٹ ہے۔ یہ مجلس دو ایوانوں سے مرکب ہے۔

کونسل آف اسٹیٹ جسے ہم بغرض آسانی سینیٹ کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اضلاع کے نمایندوں سے مرکب ہوتی ہے، ہر ضلع دو نمایندے بھیجتا ہے۔

قومی کونسل، امریکہ، کے ایوان نمایندگان کیطرح براہ راست اہل ملک کی نمایندہ ہوتی ہے۔ اسکے ارکان کی تعداد میں بلحاظ ترقی 522
آبادی تبدیلی ہوتی رہتی ہے، ہر ضلع کی نمایندگی بلحاظ آبادی کے ہوتی ہے۔

وفاقی مجلس ایک اہم لحاظ سے امریکہ کی کانگرس سے مختلف ہے۔ امریکہ، کی ریاستہائے متفقہ میں سینیٹ اسوقت تک ہر دو ایوانوں سے زیادہ با اثر رہی ہے۔ سوئٹزرلینڈ، میں بانیان دستور کو یہ توقع تھی کہ کونسل آف اسٹیٹ کو وہ اختیارات رہیں گے جو امریکہ، کی سینیٹ کو حاصل ہیں، مگر ان کی یہ توقع پوری نہ ہوی۔ دستوری کارروائیوں میں کونسل آف اسٹیٹ کا دوسرا مرتبہ رہا، قومی کونسل سے اسکے اختیارات بہت گھٹے ہوے ہیں۔ اسکے مختلف وجوہ بیان کئے جاتے ہیں۔ کونسل کے ارکان کو جو تنخواہیں ملتی ہیں وہ انہیں اخلاق سے دبجاتی ہیں جنکی وہ نمایندگی کرتے ہیں۔ انکے عہدوں پر قایم رہنے کی مدت ہر ضلع خود مقرر کرتا ہے، اور وہ عام طور سے بہت قلیل ہوتا ہے جسطرح امریکہ، کی سینیٹ کے متعلق خاص فرایض ہیں اسطرح اس کونسل کے متعلق کوئی مخصوص فرایض نہیں کئے گئے ہیں، اور اسکا عام نتیجہ یہ ہے کہ سرکردہ اور وہ مدبرین بجاے کونسل آف اسٹیٹ کے قومی کونسل میں منتخب کئے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کونسل آف اسٹیٹ سے بانیوں کے توقعات کے نہ پورا ہونے کی ایک وجہ ایسی ہے جسپر اہل سوئٹزرلینڈ، کی توجہ مبذول نہیں ہوی ہے اور وہ یہ ہے کہ وفاقی کونسل یا وزارت کی حیثیت اور اسکے فرایض، اور اسکا استقلال اور وفاقی پارلیمنٹ کے ساتھ اسکے تعلقات نے اس ایوان کے لیے جو اضلاع کی نمایندگی کرتا

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے یہ امر ناممکن کر دیا ہے کہ وہ 'امریکہ' کے اس ایوان کا قایم مقام ہوسکے جو ریاستوں کا نمایندہ ہے۔

'سوئٹزرلینڈ' کی کونسل آف اسٹیٹ کی ادنی حیثیت بطور خاص قابل لحاظ ہے۔ منجملہ دستور کے دوسرے اجزا کے یہ جزو وہ ہے جو ممالک غیر کے تجربات سے اخذ کیا گیا تھا، اور بظاہر یہی سبب ہے کہ وہ 'سوئٹزرلینڈ' کے ملکی ادارات میں کھپ نہ سکا۔

سوم۔ وفاقی عدالت[1]۔ اس عدالت کو ان مدبرین نے قایم کیا تھا جو 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کی اعلیٰ عدالت کی وقعت اور اختیارات سے واقف تھے، مگر 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی عدالت ابتدا سے اسوقت تک 'امریکہ' کی اعلیٰ عدالت سے بالکل مختلف اور بہت کم قوت رہی ہے۔ وفاقی عدالت چودہ ججوں، اور اسیقدر قایم مقاموں سے مرکب ہوتی ہے جنھیں چھ سال کے لئے وفاقی مجلس مقرر کرتی ہے، اور وہی ہر مرتبہ دو سال کے لئے اسکے صدر نشین اور نائب صدر نشین کو نامزد کرنیکی مجاز ہے۔ بغاوت با سرکار کے مقدمات، اور ان مقدمات میں جنھیں ہم بمقابلہ سرکار سنگین اور خفیف جرایم سے موسوم کرسکتے ہیں، اسے فوجداری اختیارات حاصل ہیں اگرچہ یہ فوجداری اختیارات بہت کم کام میں لائے جاتے ہیں۔ اسے ایسے مقدمات میں بھی اختیارات حاصل ہیں جو وفاق اور اضلاع، اور اضلاع اور اضلاع، میں پیش آتے ہیں۔ اور نیز ایسے مقدمات میں 523
جنمیں وفاق یا کوئی ضلع فریق ہوتا ہے۔ عام قانون کے تمام معاملات کے تصفیہ کا تعلق بھی اسی سے ہے، اور وہ وفاقی وضع قانون کی بدولت رفتہ رفتہ عام عدالت مرافعہ ہوگئی ہے۔ اضلاع کی عدالتوں کے تمام ایسے مقدمات کے مرافعے جو وفاقی قانون کے تحت میں دایر ہوتے ہیں اور جنمیں رقم متدعویہ تین ہزار فرنک سے زیادہ ہوتی ہے یہیں پیش کئے جاتے ہیں۔ مزید براں یہ عدالت ان

[1] 'لوول' ج ۲ صفحہ ۲۱۴، اور یکی صفحات ۳۸ - ۴۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکایات کی بھی سماعت کرتی ہے جو اہل ملک اپنے دستوری حقوق کی خلاف ورزی کئے جانے کے متعلق پیش کرتے ہیں؛ خواہ وہ حق مبینہ جسکی خلاف ورزی کیگئی ہے وفاقی دستور سے پیدا ہوا ہو یا اضلاع کے دستور سے۔ اس عدالت کے قیام کا ابتدائی مقصد یہ تھا کہ جب عام قانون کے مسائل میں کوئی بحث ہو تو یہ عدالت انکا تصفیہ یا زیادہ تر مناسب یہ کہنا ہوگا کہ انکے متعلق اپنی قانونی رائے کا اظہار کرے، مگر ایسے حالات پیش آتے گئے کہ اس کے دیوانی اختیارات ان حدود سے بڑھ گئے جنہیں "سوئٹزرلینڈ" کے بانیان دستور انکو محدود کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ وفاقی عدالت کو وسیع اور ایک حد تک غیر محدود اختیارات حاصل ہیں؛ مگر وہ ان اختیارات کو نہیں پہنچتے جو "امریکہ" کی ریاستہائے متفقہ کی اعلیٰ عدالت کو حاصل ہیں۔ اس عدالت کو ان مباحث اور نزاعات کے متعلق کوئی اختیار نہیں ہے جو انتظامی قانون کے متعلق پیش آتی ہیں؛ انکا تصفیہ وفاقی کونسل، اور بالآخر وفاقی مجلس کیلئے مخصوص ہے؛ لفظ "انتظامی مباحث" کا مفہوم بہت وسیع کر دیا گیا ہے جسکی وجہ سے یہ عدالت کثیر مضامین کی سماعت سے ممنوع ہوگئی ہے مثلاً کسی تجارت کے کرنے کا حق، تجارتی معاہدات، اشیا خوردنی پر محصول، قوانین شکار، صداقت نامجات قابلیت پیشہ، کارخانوں کے ایکٹ، بینک کے نوٹ، اوزان و پیمانہ جات، ابتدائی مدارس عام، کو توالی متعلقہ حفظان صحت، اور اضلاع کے انتخابات کا جواز وغیرہ[2]، جو امور بادی النظری طور سے اسکے حدود اختیارات میں داخل ہوتے ہیں۔ علاوہ اسکے اگرچہ یہ عدالت اضلاع کے قوانین کو غیر دستوری اور اس بنا پر باطل قرار دینے کی مجاز ہے، مگر دستور کے لحاظ سے اسپر مجبور ہے کہ تمام وفاقی قوانین کو نافذ اور جائز تصور کرے[3]۔

---

[1] دیکھو "سوئٹزرلینڈ" کا دستور عنوان ۵ دفعہ ۱۲ و عنوان ۱۱۳۔

[2] لوول، صفحہ ۲۱۸۔

[3] دیکھو "سوئٹزرلینڈ" کا دستور عنوان ۱۱۳۔ اور برٹن کاکس کی کتاب "عدالتی اختیارات اور غیر دستوری وضع قانون"، صفحہ ۸۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وفاقی عدالت کے جج وفاقی مجلس سے مقرر ہوتے ہیں اور وہ بھی قلیل مدت کے لئے۔ یہ عدالت بجائے اسکے کہ قوم کے جملہ عدالتی نظام کی افسر ہو بجائے خود تنہا اور منفرد ہے؛ اسکے علاوہ اسکے پاس خود اسکے ایسے عہدہ دار نہیں ہیں جو اسکے فیصلہ جات کی تعمیل کرائیں۔ ابتداءً انکی تعمیل اضلاع کے حکام کے ذریعہ سے کرائیجاتی ہے، اور اگر اضلاع کے حکام اپنا فرض نہیں ادا کرتے تو بالآخر وفاقی کونسل انکی تعمیل کراتی ہے[1]۔ وفاقی عدالت کو جو اختیارات وفاقی عہدہ داروں کے افعال پر نگرانی کے ہیں وہ بھی ناتمام ہیں۔ ملک کا ہر باشندہ مجاز ہے کہ وہ کسی سرکاری عہدہ دار کے مقابلہ میں دعویٰ دایر کرے، مگر جیساکہ پہلے بیان ہوچکا انتظامی نزاعات اس عدالت کے حدود اختیار سے خارج ہیں، اور وفاقی کونسل اور وفاقی عدالت میں جب کبھی حدود اختیارات کی بحث پیش آتی ہے تو اس کا فیصلہ کسی عدالت سے نہیں، بلکہ وفاقی مجلس سے ہوتا ہے جس سے بظاہر یہی توقع کیجاسکتی ہے کہ وہ کونسل کی تائید کریگی؛ بہرحال وفاقی عدالت ایسے مباحث میں خود اپنے حدود اختیارات کے تعین کی مجاز نہیں ہے[2]۔ ان حالات میں اسکا، امریکہ، کی اعلیٰ عدالت کے برابر با اختیار نہ ہونا کچھ تعجب انگیز نہیں سمجھا جاسکتا۔ جو امر کسیقدر تعجب انگیز ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ وفاق کی نوعیت پر لحاظ کرکے اس وفاقی عدالت کے حدود اختیارات میں، باوجود ان تمام نقائص کے جو ہمیں پائے جاتے ہیں، سال بسال اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ۱۸۹۳ء تک مذہبی آزادی، اور مختلف فرقوں کے حقوق کے مسایل کا تصفیہ وفاقی مجالس سے ہوا کرتا تھا؛ مگر اسکے بعد سے ان مسایل کے تصفیہ کے اختیارات بھی وفاقی عدالت کی طرف منتقل کردیئے گئے ہیں۔ اس انتقال اور وفاقی عدالت اور کونسل اور مجلس کے باہم دیگر تعلقات سے، ایسے مسائل

524

---

[1] دیکھو اڈمس کی کتاب "سوئٹزرلینڈ کا وفاق" صفحات ۷۴، ۷۵۔

[2] دیکھو لوول، صفحہ ۲۲۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے متعلق جو 'انگلستان' یا 'امریکہ' میں لازمی طور سے قانونی عدالت میں تصفیہ پاتے، قارئین کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ 'سوئٹزرلینڈ' میں حسب مفہوم 'انگلستان'، 'قانونی حکومت' اور حسب مفہوم ممالک یورپ، تفریق اختیارات کا مسئلہ کسقدر ناتمام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے[۱]

چوتھے - عامہ خلایق سے رائے لینے کا طریقہ[۲] - اگر 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی عدالت اور کونسل آف اسٹیٹ کی ترکیب میں ہم کو 'امریکہ' کے اثرات کے آثار نظر آتے ہیں، مگر عامہ خلایق سے رائے لینے کا طریقہ' [جو 'رفرنڈم' (Referendum) کے نام سے موسوم ہے بترجمہ] جس ہیئت میں کہ وہ 'سوئٹزرلینڈ' میں پایا جاتا ہے، بالکل مقامی طریقہ ہے اور اسکا نشو و نما وہیں ہوا ہے، اور اسکی تکمیل اور ترقی جیسی وہاں ہوی کسی دوسرے ملک میں نہیں ہوی - اگر ہم تمام تفصیلات سے قطع نظر کرکے صرف اسی طریقہ سے بحث کریں جو فی الحقیقت 'سوئٹزرلینڈ' کے وفاق میں پایا جاتا ہے، تو ہم اس کو اسطرح بیان کرسکتے ہیں کہ وہ ایک ایسا انتظام ہے جسکی وجہ سے دستور میں کوئی تبدیلی یا اضافہ نہیں ہوسکتا، اور نہ کوئی وفاقی قانون، جسے باشندگان ملک کی ایک کثیر جماعت اہم تصور کرتی ہے نافذ ہوسکتا ہے، جبتک کہ وہ اہل ملک کی رائے کیلئے پیش ہوکر، ان لوگوں کے غلبہ رائے سے، جو فی الحقیقت رائے دیں منظور نہ ہوجائے - یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ جو دستوری تبدیلی اسطور سے عامہ خلایق کے سامنے اسکی رائے کے لئے پیش کیجاتی ہے وہ اسوقت تک نافذ نہیں ہوسکتی جب تک کہ ان باشندگان ملک کا بڑا حصہ جو رائے

---

[۱] لوول، صفحات ۲۱۸، ۲۱۹ -

[۲] دیکھو لوول، ج ۲ فصل ۱۲؛ 'اڈمس کی کتاب 'سوئٹزرلینڈ' کا وفاق فصل ۶ - یہ طریقہ مختلف مقاصد کیلئے 'امریکہ' کی مختلف ریاستوں میں رائج ہے اگرچہ اسکا نام 'رفرنڈم' نہیں ہے امریکہ کے دستور میں ایسے یا اسکے مماثل کسی طریقہ کا ذکر نہیں پایا جاتا بمقابلہ کروڈاور ہولٹزر' کی کتاب 'امریکہ میں 'رفرنڈم' کے ساتھ -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیتے ہیں، اور ساتھ ہی اسکے اضلاع کا غالب حصہ اسے منظور نہ کرے۔
یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ طریقہ 'سوئٹزرلینڈ' کے تمام اضلاع میں
بجز ایک ضلع کے مختلف شکلوں میں رائج ہے۔ اور اس لحاظ سے اسے 525
سوئٹزرلینڈ' کے وفاق کی ایک اہم خصوصیت سمجھنا چاہئے؛ فی الحقیقت وہ
قوم کا اختیار تنسیخ ہے؛ جس سے باشندگان 'سوئٹزرلینڈ' کو وضع قانون
کے رول دینے کا ویسا ہی اختیار حاصل ہے جیسا کہ اسوقت اصولاً اور ملکہ الزبتھ
کے زمانہ میں حقیقتاً 'انگلستان' کے بادشاہوں کو حاصل تھا۔ کوئی مسودہ
قانون اس وقت تک قانون نہیں ہوسکتا جبتک کہ بادشاہ سے اسکی منظوری
نہ ہوجائے۔ اگر بادشاہ کسی مسودہ کو نامنظور کردے تو عام زبان میں
یہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اسے منسوخ کردیا۔ بادشاہ کے اس عمل کو
اسطرح بیان کرنا اور زیادہ صحیح ہوگا کہ بادشاہ نے اسے خارج یا رد
کردیا ہے، جسطرح کہ دارالامرا یا دارالعوام کسی مسودہ قانون کی نسبت عمل
کرتا ہے جبکہ وہ اسکی منظوری سے انکار کردیتا ہے۔ جب کوئی قانون
وفاقی مجالس سے منظور ہوکر 'سوئٹزرلینڈ' کے باشندوں کے سامنے منظوری
یا نامنظوری کے لئے پیش ہوتا ہے تو انکی بعینہ وہی حیثیت ہوتی ہے جو
اوپر بیان کیجاچکی ہے۔ اگر وہ مسودہ کی منظوری دیتے ہیں تو وہ ملک
کا قانون ہوجاتا ہے، اگر وہ انکار کرتے ہیں تو وہ منسوخ ہوجاتا ہے؛ یا اگر
زیادہ ترصحت کے ساتھ کہا جائے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجوزہ قانون
نامنظور ہوجاتا ہے۔ یعنی اسے فی الحقیقت قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔

اس طریقہ کا اثر مطلقاً منفی ہے۔ اکثر اضلاع کے دستوروں
اور ایک حد تک خود وفاق کے دستور میں اس طریقہ کی جگہ ایک
دوسرا طریقہ لیا جاتا ہے جو 'انیشیاٹیو' (Initiative) کے نام
سے موسوم کیا جاتا ہے:۔ اس کے ذریعہ سے اہالی ملک کی ایک
مخصوص تعداد ایک قانون تجویز کرکے اسکے متعلق عام رائے
لے سکتی ہے کہ وضعان قانون ان کی رائے کے ساتھ اتفاق کرنے سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انکار کردیں[1]۔ وفاقی دستور میں ہنوز اسکا بہت کم تجربہ ہوا ہے، اس کا وضع قانون کے لئے کسی حال میں بھی کامیاب ثابت ہونا بہت مشتبہ ہے۔ اس موقع پر جو امر قابل لحاظ ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ یہ جدّت، نہ اصولاً اور نہ عملاً 'رفرنڈم' کا کوئی نتیجہ ہے، تاہم یہ دونوں طریقے اس امر کی مثال ہیں کہ 'سوئٹزرلینڈ' کے باشندے کسطرح براہ راست اور بلا توسط اپنے ملک کے وضع قانون میں حصہ لیتے ہیں۔

'رفرنڈم' یعنی اخذ رائے عامہ کا طریقہ۔ دستور کے دوسرے احکام، اور 'سوئٹزرلینڈ' کے وفاق کی عام خصوصیات کے ساتھ مل کر، کہا جاتا ہے کہ، وہ اثرات کی پیدایش کیطرف راجع ہوتا ہے۔

اول یہ کہ وہ واضعان قانون اور عہدہ داران انتظامی کی حیثیت کو بدلدیتا ہے؛ اور وفاقی مجلس اور وفاقی کونسل بظاہر 'سوئٹزرلینڈ' کے باشندونکی صرف مختار رہجاتی ہے۔ اس حیثیت سے اگرچہ ان کے اختیارات گھٹ جاتے ہیں، مگر 'سوئٹزرلینڈ' کے مدبرین کی آزادی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ کونسل کا ایک رکن، یا خود کونسل ایک قانون تجویز کرتی ہے جسے واضعان قانون منظور کرلیتے ہیں، اب فرض کرو کہ قانون مذکور جیساکہ بارہا ہوچکا ہے، منظوری کے لئے عامہ رعایا کے سامنے پیش ہو کر
526 نامنظور ہوجاتا ہے؛ اور کونسل اور مجلس بغیر کسی قسم کی بے توقیری کے عام رائے کے سامنے سر جھکا دیتی ہے۔ اس صورتمیں کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ کونسل یا واضعان قانون کی مجلس کا کوئی رکن اپنے عہدے سے مستعفی ہو؛ بارہا ایسا ہوا ہے کہ انتخاب کنندگان نے بعض قوانین کو نامنظور کرکے جو انکی منظوری کیلئے وفاقی مجلس کی طرف سے پیش ہوے تھے انھیں لوگوں کو دوبارہ منتخب کیا ہے جنکے مجوزہ قانون کی منظوری دینے سے وہ انکار کرچکے تھے۔ اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ جو مدبر کوئی تجویز پیش کرتا ہے وہ

[1] لوول، صفحہ ۲۸۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس وجہ سے کہ اس تجویز کی نامنظوری سے استعفا یا عہدے سے علیحدگی لازم نہیں آتی علانیہ طور سے اپنی ذاتی سیاسی رائے کا اظہار کرسکتا ہے اگرچہ وہ عوام کی رائے کے مخالف ہو۔ دوسرے 'رفرنڈم' یعنی اخذ رائے عامہ کا طریقہ فرقہ واری حکومت کے نشو ونما کا مانع ہوتا ہے۔ انتخاب کنندگان اس امر کو ضروری نہیں تصور کرتے کہ کونسل یا مجلس خاص طور سے کسی ایک فریق کی نمایندہ رہے۔ جب خود اہل ملک اسکے مجاز ہیں کہ وہ ایسے قوانین کو جنھیں وہ پسند نہیں کرتے منسوخ کردیں تو انکو اسکی زیادہ پروا نہیں ہوتی کہ انکے بعض نمایندے ایسے سیاسی آرا کے پابند ہوں جنھیں اکثر انتخاب کنندگان اسوقت پسند نہ کرتے ہوں۔ وضع قوانین کے کام میں شریک رہنے کی وجہ سے بقیاس غالب 'سوئٹزرلینڈ' کے لوگونکو مجوزہ قوانین کی بھلائی برائی کے متعلق رائے قائم کرنے کا کم وبیش ملکہ حاصل ہوگیا ہوگا؛ بہرحال اتنا ضرور ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے رائے دہندگان کی نسبت ایسی فرقہ واری تجاویز کی تائید کی طرف کمتر مائل ہوتے ہونگے جسکے جملہ مضامین کے ساتھ کسی ایک رائے دہندہ کو بھی اتفاق نہیں ہوتا۔ اسکے خلاف میں بیشک یہ کہا جاسکتا ہے کہ 'سوئٹزرلینڈ' میں فرقہ واری حکومت کے خیال کو پورا نشو ونما نہیں ہوا ہے۔ جسکی وجہ سے ابتک 'رفرنڈم' یعنی اخذ رائے عامہ کا طریقہ پسندیدہ نظر سے دیکھا جارہا ہے۔ بہرحال واقعہ خواہ کچھ ہو' اسمیں شک نہیں کیا جاسکتا کہ سوئٹزرلینڈ کے ادارات کی بیحد نادر خصوصیات کا وہاں کے فرقہ نجی حالت کے ساتھ قریبی تعلق ہے۔

ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ 'سوئٹزرلینڈ' کے وفاق پر 'امریکہ' کے وفاق کا بیحد اثر ہے' اسلئے ایک طباع طالب علم کے لئے ناممکن ہے کہ وہ نئی دنیا کی کامیاب ترین وفاقی اور عمومی حکومت کا مقابلہ یورپ کی کامیاب وفاقی اور عمومی حکومت کے ساتھ کرنے سے باز رہے' کیونکہ 'امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' کی تاریخ اور انکے ادارات میں اس قسم کی مماثلت اور غیر مماثلت پائیجاتی ہے' جس سے خود بخود دونوں کے باہم مقابلہ کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

'امریکہ' کی متفقہ ریاستیں اور 'سوئٹزرلینڈ' دونوں ممالک فطری طور سے وفاقی ہیں' اور یہ ظاہر ہے کہ انمیں سے کوئی ایک ملک بھی بغیر وفاق کے پھل پھول نہیں سکتا' دونوں ممالک' کم از کم اسوقت' فطری طور سے عمومیت پسند واقع ہوے ہیں۔ دونوں ممالک میں قیام وفاق سے پہلے ریاستوں یا اضلاع کا وجود پایا جاتا تھا۔ ہر ملک میں مقامی حب الوطنی کا جذبہ' قومی اتحاد سے قوی تر تھا۔ 'امریکہ' اور نیز 'سوئٹزرلینڈ' میں قومی اتحاد کی 527
پیدائش کا سبب ضرورت ہوی ہے' اور قیاس غالب یہی ہے کہ قومی اتحاد کا جو احساس انمیں پیدا ہوگیا ہے وہ بالآخر مقامی حقوق یا مقامی حکومت کے احساسات پر غالب آجائے گا۔ علاوہ اسکے دونوں ممالک کے حالات میں جنھیں ہم وفاق کی تاریخ سے موسوم کرسکتے ہیں ایک سرسری قسم کی مشابہت پائیجاتی ہے۔ 'امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' میں ایک مدت دراز تک ایسے حالات رہے ہیں جو قطعاً قومی اتحاد کی ترقی کے سدراہ تھے۔ 'امریکہ' کی ریاستہاے متفقہ میں غلامی تقریباً وہی عمل کر رہی تھی جو 'سوئٹزرلینڈ' کی تاریخ میں مذہبی تفریق کا تھا۔ 'امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' دونوں ممالک کی کم ترقی یافتہ' مگر متفقہ اور جنگجو' قلیل ریاستیں' زیادہ تر دولتمند' اور مہذب' مگر کم متفق ریاستوں کے اثرات کو ایک مدت دراز تک روکتی رہیں۔ بقیہ غلامی کے متعلق جو نزاعیں متواتر پیش آتی رہتی تھیں وہ کم از کم ان نزاعوں سے مشابہ تھیں جو ملک کے ان مشترک حصوں کے متعلق پیش آتی رہتی تھیں' جو ایک زمانہ میں 'رومن کیتھولک' اور 'پروٹسٹنٹ' فرقوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتے تھے۔ ضلع 'سونڈربنڈ' نے پہلے ہی سے علیحدگی کا ارادہ کرلیا تھا' 'گرانٹ' کی کامیابی 'ڈوفور' کی کامیابی سے زیادہ تر کامل نہ تھی۔ یہ امر بھی یقینی نہیں ہے کہ 'امریکہ' کے جنرل کی فوجی ہوشیاری 'سوئٹزرلینڈ' کے جنرل کی ہوشیاری سے بڑھی ہوی تھی۔ 'امریکہ' کے انحراف اور علیحدگی کی لڑائی اور سونڈربنڈ کی لڑائی دونوں ممالک میں مزید مماثلت اور اشتراک کا موجب ہوئی۔ ان دونوں لڑائیوں نے ان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مباحث یا نزاعات کا خاتمہ کر دیا جو ان لڑائیوں کا باعث ہوئی تھیں، اور دونوں کا انجام اسطرح ہوا کہ فاتح اور مفتوح دونوں بہت جلد ایک ہی جمہوریت کی وفادار رعایا بن گئے۔ آخر امر یہ ہے کہ انمیں سے ہر ایک ملک اپنی خوشحالی کو صحیح طور سے اپنے ادارات پر محمول کر سکتا ہے، اور یہ ادارات عام خصوصیات میں ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں۔

'امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' کی غیر مماثلت بھی انکی مماثلت کی طرح نمایاں ہے۔ جسطرح 'سوئٹزرلینڈ' تمام وفاقوں میں چھوٹا ہے اسی طرح 'امریکہ' سب سے بڑا وفاق ہے۔ 'امریکہ' میں ایک سے زیادہ ریاستیں ایسی ہیں جو رقبہ اور آبادی میں 'سوئٹزرلینڈ' کے تمام وفاق سے بڑھی ہوئی ہیں۔ 'امریکہ' کا اتحاد ہر لحاظ سے زمانہ حال کا ادارہ ہے، اور 'سوئٹزرلینڈ' کا عہد فتوحات اس زمانہ سے قبل ختم ہو چکا تھا جبکہ کسی ایک یورپ کے باشندے نے بھی 'امریکہ' کی زمین پر قدم رکھا تھا، اور 'سوئٹزرلینڈ' کی آزادی یورپ ایک صدی اس سے پہلے تسلیم کر چکا تھا کہ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ اپنی سیاسی زندگی شروع کریں۔ 'امریکہ' کے تمام ادارات کے نشو ونما کی بنیاد انگریزی خیالات اور خصوصاً وہ انگریزی خیالات ہیں جو سترہویں صدی کی عمومی تحریک کے زمانہ میں 'انگلستان' میں رائج اور شایع تھے۔ 'امریکہ' کے لوگوں کبھی جاگیری نظام کے زیر اثر رہنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ برخلاف اسکے 'سوئٹزرلینڈ' کی عمومیت میں اکثر یورپی حکومت کے خیالات دایر وسایر ہیں، اور 'فرانس' کے انقلاب عظیم کے زمانہ تک وہاں کے تمدن میں وہ غیر مساوات یعنے تفریق پائجاتی تھی جو نظام جاگیری کا لازمی نتیجہ ہے۔ 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ ایسی ریاستوں سے مرکب ہیں۔ جو ہمیشہ سے نمایندہ ادارات کی عادی تھیں؛ اور 'سوئٹزرلینڈ' کے اضلاع میں عام طور سے غیر نمایندہ اور امرائی اور عمومی حکومتوں کا رواج تھا۔ ان حالات میں فطری طور سے یہ ہونا چاہئے کہ وہ ادارات بھی جنمیں صورۃً مشابہت پائجائے، اپنے اہم خصوصیات میں مختلف رہیں خصوصاً ایسے ممالک میں۔ جو 'امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' کی طرح ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔

528

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان اختلافات کا سرسری خلاصہ یہ ہوسکتا ہے کہ 'امریکہ' کا وفاق قوی، اور 'سوئٹزرلینڈ' کا وفاق کمزور ہے؛ اور جن معاملات میں 'امریکہ' کا وفاق کمزور ہے انمیں 'سوئٹزرلینڈ' کا وفاق زوردار ہے۔

'امریکہ' کا سینیٹ اور عدالتی نظام وہاں کے تمام ادارات سے زیادہ تر قابل تعریف قرار پاتا ہے، اور اس تعریف کا وہ صحیح طور سے مستحق بھی ہے 'سوئٹزرلینڈ' کی موجودہ جمہوریت کے بانیوں نے ان دونوں اداروں کی ایک حد تک نقل کی ہے، مگر ان دونوں میں وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے۔ 'سوئٹزرلینڈ' کی کونسل آف اسٹیٹ کو وہ اختیارات حاصل نہیں ہیں جو 'امریکہ' کی سینیٹ کو حاصل ہیں، اور وفاقی عدالت کے اختیارات اگرچہ بڑھ رہے ہیں مگر اسکا مقابلہ 'امریکہ' کی اعلیٰ عدالت سے نہیں کیا جاسکتا۔ ملک غیر کے ایک تقریظ کرنے والے ناقد کو 'سوئٹزرلینڈ' کے تمام ادارات میں عدالتی نظام ہی سب سے زیادہ غیر قابل اطمینان نظر آتا ہے، اور وفاقی مجلس اور وفاقی کونسل کا عدالتی اختیارات کو کام میں لانا ان خیالات کے مطابق نہیں ہے جو زمانہ حال میں طریقہ دادرسی اور انصاف رسانی کے متعلق شایع ہیں۔

'امریکہ' کے ادارات کی خصوصیات میں جن امور کو اسکے طرفدار سے طرفدار ناقد بھی اگر فی الحقیقت حقارت کی نظر سے نہیں تاہم کم از کم ناپسندیدگی کی نظر سے ضرور دیکھتے ہیں، وہ پریسیڈنٹ کے انتخاب کا طریقہ سررشتہ انتظامی کی کانگرس کے ساتھ تعلقات، فرقہ واری خیالات کی مضرت بخش ترقی، اور وہ تضیع یا بددیانتی ہے جو فرقہ واری منتظمین یا انکے درپردہ کام کرنے والوں کے غلبہ کا لازمی نتیجہ ہے۔

برخلاف اسکے وفاقی کونسل ایک ایسا انتظامی سررشتہ ہے جسکی مثال شاید ہی کسی دوسرے ملک میں مل سکے۔ بیرون ملک کے ایک دیکھنے والے کو (اگرچہ ایسے معاملات میں بیرون ملک کے ناقد کو بہت زیادہ دھوکا کھا جانے کی گنجایش ہوتی ہے) یہی معلوم ہوتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ کونسل مذکور ایک غیر معمولی حد تک پارلیمنٹی اور غیر پارلیمنٹی حکومتوں کے
فوائد کو مشترک اور شامل کئے ہوئے ہے۔ وہ رعایا کے منتخبہ نمایندوں
کے ساتھ پورے اتحاد سے کام کرتی ہے، اور اگرچہ اسکا تقرر و اضمحلال قانون
کرتے ہیں مگر اسکے عہدے مستقل ہوتے ہیں، جس سے پارلیمنٹی کابینے، اور منتخبہ
پریسیڈنٹ بے بہرہ ہیں۔ 'سوئٹزرلینڈ' میں اگرچہ سیاسی فرقوں کا وجود ہے
اور بعض اوقات انمیں یہ فرقہ واری خیالات بیحد پرجوش ہوتے ہیں،
مگر باوجود اسکے وہاں فرقہ واری حکومت ضروری نہیں قرار پاتی ہے، 529
اور ان خرابیوں میں جو فرقہ واری حکومت کی طرف منسوب کیجاتی ہیں یا تو
بیحد کمی ہے یا وہ کلیتہً زائل کردیگئی ہیں۔ 'کاکس'[1] (Caucus)
اور 'مشین'[2] (Machine) کا وجود مطلق نہیں پایا جاتا۔ ملک اس
غیر مفید جوش و خروش سے آزاد ہے جو پریسیڈنٹ کے انتخاب یا ان عام
انتخابات کے وقت عارض ہوتا ہے جن کے ذریعہ سے جیسا کہ 'انگلستان'
میں ہے اس امر کا تصفیہ ہوتا ہے کہ حکومت کس فرقہ کے ہاتھ میں رہے گی۔
لوٹ مار کا کسی کو خیال بھی نہیں ہوتا، اور بظاہر کوئی شخص رشوت یا ناجایز
فواید کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتا۔

نوٹ ۹

آسٹریلیا کا وفاق[3]

'آسٹریلیا' کے مدبرین کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے وفاق کے دستور

---

[1] و [2] 'امریکہ' کی اصطلاح ہے اور اس سے مراد عام طور پر کسی فرقہ کے سیاسی رہنماؤں کی وہ مجلس ہوتی ہے جو اس تصفیہ کی غرض سے منعقد ہوتی ہے کہ فلاں معاملہ میں اسکے متبعین کا کیا طرز عمل رہیگا اور وہ کس امیدوار کو منتخب کرینگے۔ 'انگلستان' میں اس سے مراد سیاسی فرقہ کی وہ مجلس ہوتی ہے جو اسغرض سے منتخب کیجاتی ہو کہ وہ فریق مذکور کے طرز عمل کی وقتاً فوقتاً لحاظ حالات نگرانی کرتی رہے۔ مترجم۔ [3] جمہوریت آسٹریلیا کا دستوری ایکٹ ۶۲ و ۶۴ وکٹوریا فصل ۱۲۔ کیوٹیک اور گرین کی کتاب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں زیادہ تر امریکہ کی ریاستہائے متفقہ کی وفاقیت کے وفاقی اور عمومی خیالات، اور کمتر سوئٹزرلینڈ، کے ان خیالات کا اتباع کریں جو 'انگلستان' کے مرکزی[1] (Unitarian) اور شاہی وفاقیت سے اخذ کئے گئے ہیں۔ انھوں نے وفاق، اور اسکی مختلف ریاستوں میں وہی تعلقات قایم رکھے ہیں جو سالہاسال سے 'انگلستان' اور اسکی آسٹریلیا کی خودمختار نوآبادیوں میں قایم تھے۔

اسی وجہ سے اس عمومی حکومت میں چار مختلف خصوصیات پائیجاتی ہیں۔ اول حکومت کی وفاقی شکل۔ دوسرے، پارلمنٹی سررشتہ انتظامی۔ تیسرے، دستور کی ترمیم کا ایک موثر طریقہ۔ چوتھے، ان تعلقات کو برقرار رکھنا جو 'انگلستان' اور اسکی خودمختار نوآبادیوں میں پائے جاتے ہیں۔

الف۔ وفاقی حکومت۔

یہ عمومی یا جمہوری حکومت صحیح معنی میں وفاقی ہے۔ اسکے قایم ہونے کی وجہ قومی اتحاد کی وہ خواہش ہے جو تمام آسٹریلیا میں پھیلی ہوی ہے اور اسکے ساتھ وہ مصمم قصد ہے[2] جو مختلف ریاستوں میں اس امر کے متعلق پایا جاتا ہے کہ وہ جمہوریت کی ریاستوں کی حیثیت سے اسقدر آزاد رہیں جتنا
630 آسٹریلیا کی قومیت کے برقرار رکھنے کے ساتھ ممکن ہو۔ حقیقی وفاقی حکومت کے قیام میں امریکہ کی وفاقیت کے اہم اصول کا اتباع کیا گیا ہے، مگر یہ اتباع غلامانہ اتباع نہیں ہے۔ بادشاہی پارلمنٹ کے شاہی اقتدارات کی پابندی کے ساتھ آسٹریلیا میں بھی 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کی طرح دستور ملک کا اعلیٰ ترین قانون ہے[3]۔ آسٹریلیا میں بھی امریکہ کی ریاستوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جمہوریت آسٹریلیا کا مشرحہ دستور، اور تورکی جمہوریت آسٹریلیا، اور برائس کے تاریخی اور اصول قانون کے مضامین مضمون ۸۔

[1] دیکھو صفحہ (135) گزشتہ۔

[2] دیکھو صفحات 136-139 گزشتہ۔

[3] دستور دفعات ۵۱، ۱۰۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرح دستور ہی سے وفاقی یا قومی حکومت اور ریاستوں کے حدود اختیارات معین اور محدود ہوتے ہیں، اور یہ تعین اس اصول پر ہوتا ہے کہ قومی یا وفاقی حکومت (جسمیں سررشتہ انتظامی اور وفاقی پارلیمنٹ دونوں شریک ہیں) کے اختیارات اگرچہ وسیع ہیں مگر وہ محدود اور متعین ہیں، برخلاف اسکے ریاستوں کے اختیارات غیر متعین ہیں، اس لحاظ سے جو اختیارات ازروئے دستور وفاقی حکومت کے سپرد نہیں کر دیئے گئے ہیں وہ ہر ریاست، یا، زیادہ تر صحت کے ساتھ یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہر ریاست کی پارلیمنٹ کو حاصل رہتے ہیں[1]۔ اس معاملہ میں آسٹریلیا نے کنیڈا کا نہیں بلکہ 'امریکہ' اور 'سوئٹزرلینڈ' کا اتباع کیا ہے۔ جو طریقہ قومی اور ریاستی حکومتوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھنے کا اختیار کیا گیا ہے وہ زیادہ تر امریکہ کے تجربوں کا نتیجہ ہے۔ وفاقی پارلیمنٹ اسطرح مرتب کی گئی ہے کہ وہ ایک معقول حد تک ریاستوں کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ دار رہے۔ ایوان نمایندگان سے رعایا کی نمایندگی ہوتی ہے، اور سنیٹ ریاستوں کی نمایندگی کرتی ہے؛ ہر ابتدائی اور اصلی ریاست، بلا لحاظ اپنے رقبہ اور آبادی کے سنیٹ میں مساوی ارکان[2] بھیجنے کی مجاز ہے۔ دستور اسطرح مرتب ہوا ہے کہ سنیٹ موقر رہے؛ ارکین سنیٹ کا بڑی مدتوں کے لئے منتخب کیا جانا، اور انکی باری باری سے علاحدگی کی تجویز، جو عام طور سے انھیں (دفعۃً اور یکبارگی) برخاست سے محفوظ رکھتی ہے، اس غرض سے ہے کہ انھیں بہ نسبت ایوان نمایندگان کے زیادہ تر استقلال اور اسکی وجہ سے زیادہ تر تجربہ حاصل ہوسکے۔ ایوان نمایندگان کی عمر کسی حالتیں تین سال سے زیادہ نہیں ہوسکتی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس مدت

---

[1] دستور دفعات ۱۰۶ - ۱۰۷۔

[2] دستور دفعہ ۷۔ آٹھ سال گزشتہ کے تجربوں سے جس امر کا دریافت ہونا بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سنیٹ ریاستوں کے حقوق کے قایم رکھنے کے بالکل خلاف ہے، ایوان نمایندگان سے بھی زیادہ یہ امر اسکے پیش نظر ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے قبل برخاست ہو جائے؛ اس حالتمیں بھی ارکین سنیٹ موجودہ دستور کے مطابق، ان ریاستوں کے پورے نمایندے متصور ہونگے جنکی طرف سے وہ بھیجے گئے ہیں[1]۔ یہ بھی قابل بیان ہے کہ ریاستوں کو وضع قانون میں بڑی حد تک آزادی حاصل ہے۔ جمہوری حکومت کا نہ سررشتہ انتظامی اور نہ پارلیمنٹ اسکی مجاز ہے کہ وہ بواسطہ یا بلا واسطہ مثلاً ریاست 'وکٹوریا' کی پارلیمنٹ کے وضع کردہ کسی قانون کو منسوخ کردے۔ آخری امر یہ ہے کہ قانونی عدالتیں، اور خصوصاً وفاقی اعلیٰ عدالت، امریکہ، کی ریاستہائے متفقہ کیطرح، دستور کی محافظ ہے، کیونکہ یہ امر عدالتوں کے فرایض میں داخل ہے کہ وہ، اگر کوئی بحث دستوری جواز یعنی اس امر کے متعلق کہ جو ایکٹ حکومت جمہوری یا کسی ریاست مثلاً وکٹوریا نے نافذ کیا ہے وہ از روئے دستور جایز ہے یا نہیں، پیش آئے تو اسکے متعلق وہ تجویز کریں۔ یہ درست ہے کہ امریکہ کے دستور کیطرح جمہوری دستور میں بھی عدالت کے اس فرض کا بصراحت ذکر نہیں ہے، لیکن 'انگلستان' کا کوئی مقنن اسمیں شبہ نہیں کرسکتا کہ عدالتیں اور خصوصاً وفاقی اعلیٰ عدالت دستور کی تعبیر کنندہ اور اسطور سے اسکی محافظ نہیں ہے۔ یہ عدالتیں 'سوئٹزرلینڈ' کی وفاقی عدالتوں کی طرح اس امر کے فرض کرنے پر مجبور نہیں ہیں کہ جو قانون وفاق کے واضعان قانون نافذ کرتے ہیں وہ دستور کے مطابق یعنی جایز ہیں۔ پس یہ کہنا نادرست نہ ہوگا کہ اس جمہوریت کے بانیوں نے ریاستہائے امریکہ کا زیادہ تر تتبع کرکے ایک صحیح وفاقی حکومت قایم کرلی ہے، مگر ہم کو آگے چلکر معلوم ہوگا کہ انھوں نے اپنے دستور میں 'انگلستان' کے ان خیالات سے مدد لی ہے جو وہاں شایع تھے، یا جو انکو وراثتہً پہنچتے تھے، جہانتک کہ انکا تطابق وفاق کے وجود کے ساتھ ممکن تھا۔ اسکا اظہار خصوصیت کیساتھ مفصلہ ذیل امور سے ہوتا ہے۔

531

ب - پارلیمنٹی سررشتہ انتظامی

اس جمہوری حکومت کا سررشتہ انتظامی ایک پارلیمنٹی کابینہ ہے۔

[1] دیکھو دستور کی دفعہ (۷)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسکا وجود انگلستان میں ایک مدت دراز سے پایا جاتا ہے، اور جو تمام خود مختار انگریزی نوآبادیوں میں موجود ہے۔ آسٹریلیا کے بانیان دستور نے بہ اتباع نظیر انگلستان دستور میں کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ سررشتہ انتظامی کے عہدہ دار ایسے وزرا ہونگے جو وفاقی پارلیمنٹ کے پاس ذمہ دار قرار پائیں گے؛ لیکن کوئی ایسا شخص جسے انگلستان کے دستور کی تاریخ سے تھوڑی سی بھی واقفیت ہے، یا جو ان دستوروں کی کارروائیوں سے واقف ہے، جو آسٹریلیا کی خود مختار ریاستوں کو عطا کئے گئے ہیں، اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ وفاقی سررشتہ انتظامی اصولاً اور حقیقتاً ایک پارلیمنٹی وزارت ہے، جسے اگرچہ برائے نام گورنر جنرل مقرر کرتا ہے، مگر اسکی تمام قوت کا دارومدار پارلیمنٹ کی غالب جماعت کی تائید پر ہوتا ہے، اور اسوجہ سے عام طور پر وہ اس زمانہ کی پارلیمنٹ کی غالب جماعت کے رہنماؤں سے مرکب ہوتی ہے۔ انگلستان کی وزارت کی عجیب خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ کابینہ بھی متصف ہے یعنی کم از کم اکثر صورتوں میں اسے یہ اختیار حاصل 532
ہے کہ وہ پارلیمنٹ کو برخاست کردے، اور اسطور سے اس جماعت کے مقابلہ میں جس نے اُسے مقرر کیا تھا تمام رعایا یا دوسرے الفاظ میں حکومت جمہوری کے انتخاب کرنے والوں کے سامنے مرافعہ پیش کرے۔ ہمیں اس موقع پر یہ بھی بتادینا ضرور ہے کہ آسٹریلیا کا سررشتہ انتظامی ایک لحاظ سے انگلستان کی وزارت سے زیادہ تر با اختیار ہے؛ انگلستان کی کابینہ اکثر صورتوں میں دارالعوام کو برخاست کرسکتی ہے مگر دارالامرا کے برخاست کردینے کی وہ مجاز نہیں ہے۔ برخلاف اسکے آسٹریلیا کی کابینہ بعض صورتوں میں کم از کم بواسطہ سینیٹ کے برخاست کرادینے کا اختیار رکھتی ہے۔ اس جمہوری حکومت کے دستور پر غور کرتے وقت پارلیمنٹ کے برخاست کردینے کے اختیار یا حق پر پوری توجہ مبذول ہونی چاہئے، یہ وہ اختیار ہے جو امریکہ کے پریسیڈنٹ یا سوئٹزرلینڈ کی انتظامی کونسل کو مطلق حاصل نہیں، البتہ فرانس کی موجودہ جمہوریت کے دستور میں وہ فرانس کے پریسیڈنٹ کو بہت محدود طور سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیا گیا ہے، مگر یہ امر یقینی نہیں ہے کہ پریسیڈنٹ سینیٹ کی اس مرضی کے معلوم کرنیکے بعد کہ ایسے نمایندگان کے برخاست کردینے کا اختیار حاصل ہے، وزارت کی درخواست پر اپنے اختیارات کو کام میں لانے پر آمادہ ہو جائے گا[1] جو امر خاص طور سے قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ 'آسٹریلیا' کے وفاقیوں نے حقیقتاً تمام انتظامی اختیارات ایک پارلیمنٹی کابینہ کے ہاتھ میں دیدیئے گئے، انھوں نے نہ 'امریکہ' کی تجویز انتخابی پریسیڈنٹ کی اختیار کی ہے، جسکی وجہ سے تمام کاروبار ایک غیر پارلیمنٹی سررشتہ انتظامی کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے، اور نہ انھوں نے ایسے نیم پارلیمنٹی سررشتہ انتظامی کی تجویز کو اختیار کیا ہے جسے وفاقی پارلیمنٹ منتخب تو کرتی ہے مگر موقوف نہیں کرسکتی۔ اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ ایک غیر پارلیمنٹی یا نیم پارلیمنٹی سررشتہ انتظامی اور 'انگلستان' کے کابینہ یا شاہی پارلیمنٹ کے تعلقات کو باہم صحیح طور سے ربط دینا مشکل تھا، لیکن یہ مشکل ایسی نہ تھی جو کسی طرح حل نہ ہوسکتی ہو۔ قیاس غالب یہ ہے کہ 'آسٹریلیا' کے کابینی نظام حکومت کے دیدہ و دانستہ اختیار کرنیکی اصلی وجہ یہ ہے کہ 'آسٹریلیا' اور 'انگلستان' کے مدبرین صرف اسی نوعیت کے سررشتہ انتظامی سے آشنا اور مانوس ہیں: 'آسٹریلیا' کا سررشتہ انتظامی ایک امر میں 'انگلستان' کے کابینہ سے بھی زیادہ تر پارلیمنٹی نظر آتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کم از کم از روئے اصول 'انگلستان' کا ایک سیاسی شخص باوجود پارلیمنٹ کے کسی ایوان کے رکن نہ ہونے کے بھی 'انگلستان' کی وزارت کا ایک رکن ہوسکتا ہے، مگر 'آسٹریلیا' کا کوئی وزیر تین مہینے سے زیادہ کے لئے اپنے عہدہ پر قایم نہیں رہ سکتا۔ یعنی کابینہ کا رکن نہیں رہ سکتا اگر وہ اس عرصہ مدت میں سینیٹ یا ایوان نمایندگان کا رکن نہو جائے[2]

[1] آئین کا مجموعہ قوانین دستور صفحات ۵۵۵-۵۶۲۔

[2] دستور دفعہ ۶۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن 'آسٹریلیا' کے مدبرین نے بجائے 'انگلستان' کے دستوری قانون کے وہاں کے رسم و رواج کا اتباع کیا ہے، کیونکہ عملدرآمد یہ ہے کہ 'انگلستان' کی کابینہ ہمیشہ ان لوگوں سے مرتب ہوتی ہے جو دارالامرا یا دارالعوام کے ارکان ہیں یا ہونے والے ہیں۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ جس جگہ 'آسٹریلیا' کے دستور میں 'انگلستان' کے دستور سے اختلاف کیا گیا ہے، وہاں یہ امر مدنظر رہا ہے کہ 'انگلستان' کے موجودہ زمانہ کی دستوریت کا منشا ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ اس خیال سے کہ دونوں ایوانوں کے اختلاف کی حالت میں پارلیمنٹ کا کام بند نہ ہونے پائے جو طول طویل اور دانشمندانہ تجویز کی گئی ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ انتخاب کنندگان کی رائے کی جو وقعت ہے وہ قانون کے ذریعہ سے موثق کردیجائے۔ جو 'انگلستان' کے دستوری مراسم کے لحاظ سے بالآخر شاہی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں پر واجب العمل ہوتی ہے۔ 533

ج۔ دستور کی ترمیم

وفاقی دستور کا 'سخت' ہونا ایک لازمی امر ہے، لیکن 'آسٹریلیا' کی خودمختار نوآبادیوں مثلاً 'وکٹوریا' وغیرہ کا دستور 'نرم اور لچکدار' ہے، اسلئے کہ نوآبادیوں کی پارلیمنٹیں دستور میں تقریباً اسی آسانی کے ساتھ تبدیلی کرسکتی ہیں جسطرح وہ دوسرے قوانین کو بدل سکتی ہیں۔ یہ امر بآسانی فرض کیا جاسکتا ہے کہ 'آسٹریلیا' کے باشندے نرم اور لچکدار دستور کے فوائد سے دست بردار ہونا نہیں چاہتے، اور نہ ایسا وفاق اختیار کرنا چاہتے ہیں جو 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے دستور کی طرح عسیر التغیر یا حکومت 'کینیڈا' کے دستور کی طرح تبدیلی کے لئے شاہی پارلیمنٹ کی منظوری کا محتاج ہو۔ یہی وجہ ہے کہ 'آسٹریلیا' کے وفاقی اس مسئلہ کو اسطرح حل کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ انھوں نے جمہوریت کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دستور کو اتنا سخت کیا جتنا کہ وفاقی حکومت کی نوعیت کے لحاظ سے ضرور تھا، اور ساتھ ہی اسکے اسقدر نرم رکھا کہ خود 'آسٹریلیا' کے باشندوں کو وضع قانون کے آزادانہ اختیارات دستور کے احکام کے متعلق بھی حاصل رہیں۔

انھوں نے اس مسئلہ کو جس دانشمندانہ ترکیب سے حل کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔

اگر اس جمہوری حکومت کے دستور پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالیجائے تو وہ ایک سخت دستور ہے، کیونکہ اسمیں پارلیمنٹ کے معمولی وضع قوانین کے اختیارات سے کوئی اہم تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

اس سختی میں انھوں نے تین مختلف طریقوں سے نرمی پیدا کی ہے

اوّل۔ اس جمہوری حکومت کی پارلیمنٹ کو وضع قوانین کے وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں؛ اسطور سے وہ بہت سے ایسے مضامین کے متعلق وضع قانون کی مجاز ہے جو 'امریکہ' کی ریاستہائے متفقہ کے اختیارات سے خارج ہیں؛ اور بعض ایسے مضامین بھی ہیں جو حکومت 'کینیڈا' کی پارلیمنٹ 534
کے دائرہ اقتدار میں بھی نہیں آتے[1] یہاں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس جمہوری حکومت کی پارلیمنٹ کے توسیع اختیارات میں اس واقعہ سے بہت مدد ملی ہے کہ اکثر مضامین کے متعلق وضع قانون کا اختیار وفاقی و اضعان قانون اور ریاستوں کی پارلیمنٹوں کو ساتھ ساتھ حاصل ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جہاں جمہوری حکومت کا قانون کسی ایک ریاست کے وضع کردہ قانون سے مخالف ہوتا ہے وہاں وفاق کا قانون، بشرطیکہ وہ جمہوری پارلیمنٹ کے حدود اختیارات کے اندر ہو، غالب یعنی نافذ العمل رہتا ہے[2]

---

[1] مقابلہ کرو اس جمہوریت کے دستور کی دفعات ۵۱ اور ۵۲ کا 'امریکہ' کے دستور کے قلم ادفعات ۱ اور ۸، اور برٹش شمالی 'امریکہ' کے ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء (۳۰، ۲۱ وکٹوریا فصل ۳ دفعات ۹۱، ۹۲)۔

[2] دیکھو دستور کی دفعہ ۱۰۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرے۔ دستوری احکام کا بڑا حصّہ صرف اسوقت تک کے لئے نافذالعمل رکھا گیا ہے، جب تک کہ پارلیمنٹ اسکے خلاف حکم نہ دے، اسلئے وہ احکام دوسرے قوانین کی طرح بذریعہ اجرائے ایکٹ معمولی طور سے تبدیل ہوسکتے ہیں، دوسرے الفاظ میں دستور بہت سے مضامین میں نرم ہے۔

تیسرے۔ دستور میں خود ایسے ذرایع موجود ہیں جن سے اس کا تبدیل ہونا ممکن ہے[1]۔ دستور میں وہ اصول موجود ہے، اگرچہ بصراحت اسکا نام نہیں لیا گیا ہے، جو 'سوئٹزرلینڈ' کے ادارات میں 'رفرنڈم' (اخذ رائے عامہ) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دستور کی تبدیلی کا عام اور معمولی طریقہ یہ ہے کہ جس قانون سے دستور میں تبدیلی عاید ہوتی ہو وہ پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان کے غلبہ آرا سے نافذ ہونا چاہئے، اور بعد، حکومت جمہوری کے انتخاب کنندگان کے سامنے انکی منظوری کے لئے پیش کیا جائے، اگر ریاستوں کے غلبہ آرا کے ساتھ موجودہ انتخاب کرنیوالوں کا کثیر مجمع اس قانون کو پسند کرتا ہے تو وہ بادشاہ کی منظوری کے لئے گورنر جنرل کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اور بادشاہ کی باضابطہ منظوری کے بعد دوسرے مسودات کی طرح پارلیمنٹ کا ایک ایکٹ ہوجاتا ہے۔ تمام کارروائی کا اصول یہ ہے کہ دستور میں تبدیلی وفاقی پارلیمنٹ کی اس رائے سے ہوتی ہے جسے حکومت جمہوری کی ریاستیں، اور انتخاب کنندگان کی کثیر جماعت پسند کرتی ہے۔

یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ ایک قانون بغرض تبدیل دستور پارلیمنٹ کے ایک ایوان میں قطعی غلبہ آرا سے منظور ہوجاتا ہے، اور جب وہ دوسرے ایوان میں پیش ہوتا ہے تو نامنظور کردیا جاتا ہے یا قطعی غلبہ آرا کے ساتھ منظور نہیں ہوتا، اس صورت میں لازم ہے کہ وہ پسند کیلئے انتخاب کنندگان کے سامنے

[1] دیکھو دستور کی دفعہ ۱۵ ضمن ۳۶۔ اور مقابلہ کرو دفعات ۳، ۲۹، ۳۱ سے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیش کیا جائے، اگر انھوں نے بطریق متذکرہ بالا پسند کرلیا تو بادشاہ کی باضابطہ منظوری کے بعد وہ پارلیمنٹ کا ایکٹ ہو جاتا ہے۔

انکے علاوہ بعض تبدیلیاں ایسی ہیں، مثلاً پارلیمنٹ کے کسی ایوان میں کسی ریاست کے نمایندوں کی متناسب تعداد میں کمی کرنا، جو اسوقت تک عمل میں نہیں آسکتی جب تک کہ اس ریاست کے رائے دہندہ (یعنی موجودہ جلسہ) انتخاب کنندگان کا غالب حصہ انھیں پسند نہ کرلے[1]۔ 535

یہ جدید ادارہ آیندہ کس طرح چلے گا کوئی شخص یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، مگر دستور کے ایک ناقد کو یہ امید کرنے کا موقع ہے کہ آسٹریلیا کے مدبرین نے ایک ایسا عمدہ نظام حکومت قایم کیا ہے جسمیں سختی اور نرمی دونوں چیزیں پائیجاتی ہیں، اور وہ اگرچہ جلد تبدیل نہیں ہوسکتا، مگر قوم کی سوچی سمجھی تبدیل یا اصلاح کی درخواست پر انمیں بآسانی ترمیم ممکن ہے۔

۵۔ انگلستان کی سلطنتہائے متحدہ کے ساتھ تعلقات کا قایم رکھنا

اس جمہوری سلطنت کے بانی ایک ساتھ دو مختلف احساسات کے زیر اثر تھے، یعنی انھیں آسٹریلیا کی قومیت کی روزافزوں ترقی، اور مادر وطن کے ساتھ مستقل اور روزافزوں وفاشعاری کا پورا احساس تھا، انمیں سے ایک احساس اور خواہش کی تکمیل اسطرح ہوی کہ آسٹریلیا کی مختلف ریاستیں متحد ہوکر ایک وفاقی حکومت کے تحت میں آگئیں جس سے آسٹریلیا کے

---

[1] دیکھو دستور کی دفعہ ۲۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باشندونکو اس حد تک کامل آزادانہ حکومت کے اختیارات حاصل ہوگئے جسقدر ایک ایسی نوآبادی کو حاصل ہوسکتے ہیں جو 'انگلستان' کی حکومت کا ایک جز رہنا چاہتی ہے۔ دوسری خواہش اسطرح پوری ہوی کہ خود یہ جمہوری حکومت مادر وطن کے ماتحت ہوکر اسکی ایک خود مختار نوآبادی بن گئی، مگر اس نے ان تعلقات میں، جو ہر ریاست کو 'انگلستان' کی سلطنتہائے متحدہ کے ساتھ تھے جہاں تک کہ 'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت کے قیام کے ساتھ ممکن ہوسکتا تھا، کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ یہ دونوں امور قابل لحاظ ہیں۔

'آسٹریلیا' کی جمہوری حکومت کی حیثیت بجائے خود بلحاظ بادشاہ اور شاہی پارلیمنٹ کے تعلقات کے ایک خود مختار نوآبادی سے زیادہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کا گورنر جنرل، بادشاہ یعنی 'انگلستان' کی وزارت کی طرف سے مقرر ہوتا ہے، اور اسکی وہی حیثیت ہوتی ہے جو حکومت جمہوری کے قیام سے پہلے مثلاً 'وکٹوریا' کے گورنر کی ہوتی تھی۔ جمہوری حکومت کی پارلیمنٹ جو مسودہ منظور کرتی ہے، خواہ وہ معمولی قانون ہو، یا دستور پر موثر ہونے کی وجہ سے انتخاب کنندگان کے سامنے پیش ہوکر پسند کرلیا گیا ہو، ایکٹ کی حیثیت حاصل کرنے کے لئے اسکا محتاج ہے کہ بادشاہ اسکی منظوری دے[1] اور بادشاہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اگر چاہے تو اس مسودہ کو نامنظور یا منسوخ کردے جسطرح وہ مثلاً 'وکٹوریا' کی پارلیمنٹ کے منظورہ مسودات کو نامنظور کرسکتا اور کرتا ہے۔ علاوہ اسکے شاہی پارلیمنٹ کو یہ مسلمہ حق حاصل ہے کہ وہ 'آسٹریلیا' کیلئے قانون وضع کرے، یا وہاں کی جمہوری حکومت کے دستور کو بدل دے؛ اگرچہ یہ ایک ایسا حق ہے کہ جب تک خود باشندگان 'آسٹریلیا' کی استدعا نہیں ہوتی وہ بہت کم کام میں لایا جاتا ہے۔ 536

[1] دیکھو دستور کی دفعات ۱، ۵۸، ۵۹، ۱۲۸۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علاوہ اسکے اکثر مضامین کے متعلق وفاقی اعلیٰ عدالت کے فیصلہ جات کا مرافعہ 'انگلستان' کی پرایوی کونسل میں ہوتا ہے۔ ایسے مرافعوں پر، جن کا تعلق جمہوریت کے دستور کے بعض مضامین سے ہوتا ہے جو قیود قایم کئے گئے ہیں وہ بجائے خود محدود ہیں[1]؛ اسلئے جو عام نتیجہ مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس جمہوری حکومت کا تعلق 'انگلستان' کی سلطنتہائے متحدہ سے بدستور قایم ہے اور شاہی پارلیمنٹ کی بادشاہت یعنی اعلیٰ حکومت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

اس جمہوری حکومت کی ہر ریاست کا تعلق 'انگلستان' کی سلطنتہائے متحدہ کے ساتھ اسیطرح کا ہے جسطرح کا اس زمانہ میں تھا جبکہ ہر ریاست جیسے 'وکٹوریا' خود مختارانہ حیثیت رکھتی تھی۔ 'وکٹوریا' کا گورنر اب بھی حسب سابق بادشاہ یعنی 'انگلستان' کی وزارت کی طرف سے مقرر ہوتا ہے، اور 'وکٹوریا' کی پارلیمنٹ کا مسودہ ابھی تک ایکٹ ہونے کے لئے بادشاہ کی منظوری کا محتاج ہے۔ 'جمہوری' حکومت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ایسے مسودات کو منسوخ کردے جسے 'وکٹوریا' کی پارلیمنٹ منظور کرچکی ہو۔ 'وکٹوریا' کی عدالت کے فیصلہ جات کا 'انگلستان' کی پرایوی کونسل میں مرافعہ کرنے کا حق اکثر معاملات میں اب بھی موجود ہے، اور وہ تقریباً وہی ہے جو 'آسٹریلیا' کی جمہوریت کے ایکٹ کے نفاذ سے قبل تھا۔ اتنا ضرور ہوا ہے کہ خود 'آسٹریلیا' کی اعلیٰ عدالت میں بھی مرافعہ کرنے کا حق پیدا ہوگیا ہے، کیونکہ دستور ریاستونکی عدالتوں کے فیصلہ جات سے جمہوریت حکومت کی اعلیٰ عدالت میں مرافعہ کرنے کا جدید حق بھی دیتا ہے، لیکن اس سے "وہ حق جو عدالتہائے ریاست کے احکام کا پرایوی کونسل میں مرافعہ کرنیکا موجود ہے زایل نہیں ہوجاتا، اور اسلئے وہ بدستور قایم ہے[2]۔"

---

[1] دیکھو دستور کی دفعات ۷۱، ۷۳، ۷۴۔

[2] دیکھو کوئیک، وگارن، کا 'دستور' صفحہ ۳۸۰۔ اسطرح سے ہر ریاست کی اعلیٰ عدالت کے فیصلے کا مرافعہ پرایوی کونسل میں ہوسکتا ہے، ان حالات میں جن کی تصریح ان مختلف وثایق میں موجود

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آسٹریلیا، کے وفاق کی خصوصیات کا اظہار اسوقت ہوتا ہے جبکہ
کینیڈا[1] اور جمہوریت آسٹریلیا، کے ادارات کا باہم مقابلہ کیا جاتا ہے۔ 537
ممالک کینیڈا، بہ نسبت جمہوریت آسٹریلیا، کے ایک لحاظ سے کم اور ایک
لحاظ سے زیادہ، شاہی پارلیمنٹ کے بلاواسطہ ماتحت اور تابع ہیں۔ ممالک
کینیڈا، بہ نسبت آسٹریلیا، کی جمہوری حکومت کے اس لحاظ سے زیادہ تر
ماتحت ہیں کہ وہاں کے دستور کا بڑا حصہ صرف شاہی پارلیمنٹ کے ایک
ایکٹ سے تبدیل ہوسکتا ہے[2]؛ برخلاف اسکے آسٹریلیا، کے دستور کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہے جنکی بنا پر وہ عدالتیں قایم ہوئی ہیں، یہ تو بطور حق کے ہے لیکن
پرایوی کونسل کی اجازت خاص سے ہر مقدمہ میں بلا استثنا مرافعہ ہوسکتا ہے۔ یہ قاعدہ ان تمام
اختیارات کے استعمال سے متعلق ہے، خواہ وہ ریاستی ہوں یا وفاقی، جو ریاستونکی عدالتونکو حاصل ہیں،
لیکن ریاست کی عدالتوں کو پورے وفاقی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ انکے حدود اختیارات
سے تمام ایسے مقدمات خارج ہیں جو مختلف ریاستوں کے باہمی تعلقات، اور ریاستوں اور جمہوری
حکومت کے تعلقات سے متعلق ہوتے ہیں۔

ریاستی اور وفاقی معاملات میں ریاستونکی عدالتوں کے فیصلہ جات کا مرافعہ آسٹریلیا، کی
ہائی کورٹ (اعلیٰ عدالت) میں بھی ان شرایط کے ساتھ ہوسکیگا جو جمہوری پارلیمنٹ کے ایکٹ عدالت
بابتہ ۱۹۰۳ء میں مندرج ہیں۔ مرافع ان دونوں شکلوں میں سے کسی ایک شکل کے اختیار کرنے کا
مجاز ہے۔ اگر کوئی مرافعہ ان عدالتوں سے پیش ہو تو ہمیں اس امر کا فیصلہ کرنے میں کوئی امر مانع نہیں کہ
آیا فلاں مقدمہ دستور کی دفعہ ۷۴ میں داخل ہوتا ہے یا نہیں، اور نہ کوئی ایسا طریقہ معین ہے جو متضاد
فیصلوں کے صدور کا مانع ہو خصوصاً ان معاملات کے علاوہ جنکے متعلق جمہوری حکومت اور ریاستوں میں
مباحث پیش آئیں جو پرایوی کونسل تک نہیں پہنچ سکتے۔ علاوہ اسکے ہائی کورٹ حکومت جمہور پر لازم
نہیں ہے کہ وہ بطور اپنی بالاعدالت کے پرایوی کونسل کے فیصلونکو تسلیم کرے جب تک انکا تعلق
اس حقیقی مرافعہ سے نہ ہو جو نہ ریاست کی اعلیٰ عدالت بلکہ جمہوریت کی اعلیٰ عدالت سے صادر ہوا ہو۔

[1] دیکھو "منرو" کا دستور کینیڈا،

[2] خود دستور کی رو سے بعض اہم اگرچہ محدود اختیارات مثلاً برٹش شمالی امریکہ کے ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء سے
(کینیڈا) کی پارلیمنٹ اور صوبہ جات کے وضعان قانون کو دیئے گئے ہیں جسکے ذریعہ سے وہ وقتاً فوقتاً دستور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خود حکومت جمہوری کے لوگ بدلنے کے مجاز ہیں۔ یہاں یہ کہدینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرق درحقیقت ایسا اہم نہیں ہے جیسا کہ وہ بظاہر معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ اخلاقی طور سے یہ امر مسلمہ ہے کہ شاہی پارلیمنٹ کو 'کینیڈا' کے دستور میں ایسی تبدیلی کرنے میں مطلق تامل نہ ہوگا جسے باشندگان ملک اور وہاں کی ریاستوں کا غالب حصہ چاہے گا۔ 'کینیڈا' کا بہ نسبت آسٹریلیا کے شاہی پارلیمنٹ کا ایک معنی میں کم ماتحت ہونا اس بنا پر ہے کہ 'کینیڈا' کے صوبہ جات کو بہ نسبت 'آسٹریلیا' کی ریاستوں کے شاہی حکومت اور پارلیمنٹ سے براہ راست بہت کم تعلق ہے۔

'کینیڈا' اور 'آسٹریلیا' کی وفاقیت میں جو سب سے بڑا امتیاز ہے وہ یہی ہے کہ جو تعلق 'آسٹریلیا' کی ریاستوں' یا 'کینیڈا' کے صوبہ جات کو (وہاں بجائے ریاستوں کے صوبہ جات ہی کی اصطلاح مستعمل ہوتی ہے) وفاق کے ساتھ ہے وہ مختلف ہے۔ 'کینیڈا' میں وہ تمام باقیماندہ اختیارات جو ازروئے دستور بصراحت تمام صوبہ جات کو نہیں دیئے گئے ہیں وہ وفاق کو حاصل ہیں' برخلاف اسکے 'آسٹریلیا' کے وفاق کو صرف وہی اختیارات حاصل ہیں جو اسے دستور کے ذریعہ سے ملے ہیں' باقیماندہ تمام اختیارات جو وفاق کو نہیں دیئے گئے ہیں وہ سب ریاستوں کو حاصل ہیں۔

علاوہ اسکے 'کینیڈا' کی حکومت بڑی حد تک صوبہ جات کے واضعان قانون' اور وہاں کے انتظامات کی نگرانی کی مجاز ہے' اسے اختیار ہے کہ وہ صوبہ جات کی پارلیمنٹوں کے وضع کردہ قوانین کو منسوخ کردے صوبہ جات کی عدالتوں کے ججوں کے تقرر کا بھی اسی کو اختیار ہے' وہ ہر صوبہ کے لفٹنٹ گورنر کو بھی مقرر اور موقوف کرسکتی ہے' جو اس بناء پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ میں تبدیلی کرنے کے مجاز ہیں (سنرو' کا دستور کینیڈا' صفحہ ۲۲۹)۔ دیکھو مثال کے طور سے برٹش نارتھ امریکہ کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۷ء دفعات ۳۵' ۴۱' ۴۵' ۷۸' ۸۳' ۸۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شاہی یا صوبہ کا ملازم نہیں متصور ہوتا ہے بلکہ صرف حکومت کا ملازم سمجھا جاتا ہے۔

نوٹ ۱۰

538

انگلستان میں قانون حربی جنگ یا بغاوت کے زمانہ میں [1]

جو سوال اسوقت پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ 'انگلستان' میں بمقابلہ ان لوگوں کے جو مسلح ہو کر شاہی اقتدار کے مزاحم ہوں، خواہ وہ حملہ آور دشمن ہوں، یا باغی، یا بلوائی، کس اصول پر اور کس حد تک بادشاہ، اسکے ملازم یا وفاشعار رعایا کے لئے ان افعال کا عمل میں لانا قانوناً جایز ہوسکتا ہے جو جنگ یا بغاوت کی عدم موجودگی میں قانون کی خلاف ورزی متصور ہوتے؟

[1] دیکھو لاکوارٹرلی ریویو، ۱۸؛ ہولڈس ورتھ کی کتاب 'قانون حربی کی تاریخ' صفحات ۱۱-۱۲۲؛ 'ریچرڈ کا قانون حربی' صفحات ۱۲۲-۱۴۲؛ 'پولک' کی کتاب موسومہ 'قانون حربی کیا ہے' صفحات ۱۵۲-۱۵۸؛ 'ڈاڈ' کا مقدمہ میریس، صفحات ۱۴۳-۱۵۱-مقدمہ زرجہاز ۳ ایس ٹی آر ۸۲۶؛ وال کا مقدمہ ۲۸ ایس ٹی ٹی آر ۱۵۱-مقدمہ یکطرفہ میریس [۱۹۰۲] اے سی ۱۰۹؛ 'فورسٹھ' کی کتاب 'مقدمات اور آرا' فصل ۶ صفحہ ۱۸۸؛ 'کلوڈ' کی کتاب 'بادشاہ کی فوجی قوت' ج ۲ فصل ۱۸۔

مقدمہ یکطرفہ ملیگان (اوس) ۴، وال ۲، 'ڈیسی' کی کتاب 'دستوری قانون کے مقدمات' صفحہ ۲۳۶، یہ اور دوسرے 'امریکہ' کے مقدمات متعلقہ قانون حربی اگرچہ انگریزی عدالتوں میں قابل استناد نہیں ہیں، مگر انسے عمومی قانون کی بہ تعلق قانون حرب ایسی توضیح ہوتی ہے جو بیحد توجہ کے قابل ہے۔ نیز دیکھو نوٹ ۴۔ حق حفاظت خود اختیاری، نوٹ ۵۔ حق اجتماع عام، و نوٹ ۶۔ سپاہی اور مجمع خلاف قانون۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس سوال پر غور کرتے وقت دو تمہیدی بیانات قابل لحاظ ہیں۔
پہلا امر یہ ہے کہ اس نوٹ میں ان تمام مضامین سے بحث نہیں کیجاتی ہے جو عموماً قانون حربی (martial Law) کی مجمل اصطلاح میں داخل کر لئے جاتے ہیں۔ اور نہ اس نوٹ کو (military Law) قانون جنگ، یعنی ان قواعد سے جو فوجی ایکٹ یا جنگی آئین میں فوج یا ان لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے درج ہوتے ہیں جو 'اشخاص تابع قانون فوج' کے تحت میں داخل ہوتے ہیں؛ اور نہ اسے ان قوانین سے کوئی تعلق ہے جنکا پابند 'انگلستان' کا ایک جنرل اور اسکے سپاہی ہوتے ہیں، جبکہ وہ ملک غیر میں لڑائی پر ہوتے ہیں، یا 'انگلستان' پر حملہ آوروں کے ساتھ کوئی معاملہ کرتے ہیں؛ اور نہ اسے ان معاملات سے کوئی تعلق ہے جو 'انگلستان' کے باہر عمل میں لائے جاتے ہیں، اور نہ بجز 'انگلستان' کے قانون کے اور کسی ملک کے قانون سے کوئی بحث ہے؛ یہاں تک کہ اسکا تعلق 'اسکاٹ لینڈ' اور 'جرسی' کے قوانین سے بھی نہیں ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ اس نوٹ کے مضمون کے متعلق ہمیشہ 'انگلستان' کے قانون کا یہ وسیع اور اہم اصول پیش نظر رکھنا چاہئے کہ 'انگلستان' کے ہر باشندہ کی نسبت یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اسے 'انگلستان' میں ہر وقت عمومی قانون کے تمام معمولی حقوق اور خصوصاً ذاتی آزادی کا حق، حاصل رہتا ہے، جبتک کہ صراحت کے ساتھ یہ نہ ظاہر کیا جائے کہ وہ مخصوص حالات میں پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ یا قانون کے کسی مسلمہ اصول کی رو سے ان حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے، جیسا کہ بعض اوقات وقوع میں آسکتا ہے۔
539 یہ مفروضہ قانونیت کی تائید میں اس قانونی قاعدہ[1] کا ایک اہم جز ہے جو 'انگلستان' کے ادارات کا ایک نمایاں نشان امتیاز ہے؛ اسلئے اگر کوئی شخص یہ بیان کرتا ہے کہ 'انگلستان' میں جنگ کے موجود ہونیکی

[1] دیکھو فصل ۴ گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وجہ سے 'انگلستان' کے کسی باشندہ کے عمومی قانون کے عطیہ حقوق زائل ہوگئے مثلاً قانون حربی کا اعلان کردیا گیا، یا فوجی افسروں پر دیوانی عدالتوں کا اختیار باقی نہیں رہا تو اسکا بارثبوت صراحتہً اسی شخص پر ڈالا جاتا ہے جو ایسا بیان کرتا ہے۔

ہم اس مضمون کے متعلق تین عنوانوں میں بحث کرینگے۔ اول قانون حربی کی نوعیت، دوسرے وہ نتائج جو قانون حربی سے اخذ کئے جاسکتے ہیں؛ تیسرے بعض اصول متعلقہ قانون حربی جو ان نظریات کے مطابق نہیں ہیں جو اس نوٹ میں پیش کئے گئے ہیں۔

الف۔ قانون حربی کی نوعیت

قانون حربی سے، جن معنوں میں وہ یہاں مستعمل ہوا ہے، بادشاہ اور اسکے ملازمین یعنی حکومت کا وہ اختیار، حق، یا فرض مراد ہے جسکے ذریعہ سے وہ ملک کا انتظام، یا اصطلاحی زبان میں، شاہی امن قایم رکھ سکے، اگرچہ اسکے قایم رکھنے میں لابدی اور ضروری خونریزی اور اتلاف جائداد عمل میں آئے؛ اسلئے قانون حربی حملہ یا بغاوت کے وقت ایسی حالت اور ایسے مقام میں نافذ کیا جاتا ہے جہاں شاہی امن معمولی طریقہ سے قایم نہیں رہ سکتا، اسکی بنیاد اشد اور اہم ضرورت ہے[1] ایسے جبر کے ساتھ جو قطعاً ضروری ہو امن قایم رکھنے کی جو کوشش کیجاتی ہے وہ بعض اوقات شاہی مرافق یا حق کے نام سے موسوم کیجاتی ہے؛ مگر اسے نہ صرف ایک لازمی شاہی اختیار، بلکہ ہر ایک وفاشعار باشندۂ ملک کا اختیار، حق یا فرض کہنا زیادہ تر صحیح ہوگا، تاکہ وہ حملہ، یا بغاوت، یا عام طور سے قانون کی مسلح مخالفت

[1] دیکھو کنٹ کی شرح ج ۱ صفحہ ۲۴۱، اور سرجان کیمبل اور سرآر۔ ایم رولف کی رائے اور نورتھ کی کتاب دستوری قانون کے متعلق آرا، صفحات ۱۹۸، ۱۹۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے وقت ضروری جبر کام میں لاکر امن قایم رکھے یا اسے دوبارہ قایم کرادے۔ یہ اختیار یا حق خود نوعیت معاملہ کے لحاظ سے پیدا ہوتا ہے۔

مرافق (شاہی) کے حدود کے متعلق خواہ کسی شخص کی رائے کچھ ہو، مگر وہ اسپر معترض نہیں ہوسکتا کہ وفاشعار رعایا کا فرض ہے کہ وہ بادشاہ کے زیر حکم ہر ممکنہ طریقہ سے ایک حملہ آور فوج کا مقابلہ کرے[۱]، اور نہ کوئی شخص اس سے انکار کرسکتا ہے کہ وہ افعال جو دوسری صورتمیں 540
مستوجب ہرجہ ہوتے وہ حملہ آوروں[۲] کے مقابلہ کے وقت جایز اور قانونی ہوجاتے ہیں۔

"جب دشمن ملک کے محاذی سمندر کے کنارے تک آجائے، تو یہ امر جایز ہے کہ میری اس اراضی پر جو سمندر کے اس کنارہ کے قریب واقع ہے لوگ داخل ہوکر ملک کی حفاظت کیلئے خندقیں یا مدمے بنائیں، کیونکہ اسمیں تمام ملک کا فائدہ ہے؛ اسطور سے عمومی قانون کی رو سے ہر شخص ملک کی حفاظت کیلئے میری اراضی داخل ہوسکتا ہے، جیسا کہ ۸۔ ایڈورڈ چہارم کے ایکٹ ۲۳ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی حالت اور ایسی انتہائی ضرورت کے وقت وہ لوگ مدمے بنانے کے لئے اس اراضی سے کنکر کھودنے کے بھی مجاز ہیں، کیونکہ اس کا فائدہ ہر شخص کو پہنچتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس صورتمیں یہ اصول بالکل صحیح ہے کہ 'مملکت کو اختیار ہے کہ عذر معقول کی حالت میں وہ میری مملوکہ اشیاء میرے قبضہ سے لے لے[۳]"۔

اسیطرح مقدمہ 'شپ منی' میں وکیل فریق ثانی نے کہا کہ

حضور! میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس جنگ کے زمانہ میں نہ صرف بادشاہ بلکہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملک کے کسی شخص کا سامان لے لے، اسکا گھر گرادے، اسکے خرمن جلادے کہ دشمن کو رسد نہ پہنچ سکے اور بلالحاظ کسی شخص

---

[۱] دیکھو مقدمہ 'شپ منی' ۳ ایس ٹی ٹی آر ۸۶۰، ۹۰۵، ۹۷۴، ۹۷۵، ۱۰۱۱-۱۰۱۳، ۱۱۳۴، ۱۱۴۹، ۱۱۶۲، ۱۲۱۴۔

[۲] دیکھو (۱) ڈائیر ۳۶ (ب)

[۳] ۱۲، آر ای پی ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی ملکیت کے تمام ایسے افعال کرے جو ملک کی حفاظت کیلئے ضرور ہوں ۔ ۔ ۔ [1]

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اگرچہ یہ انتخابات ذاتی آزادی میں نہیں بلکہ حق ملکیت میں دست اندازی سے بحث کرتے ہیں اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے، مگر میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کوئی شخص اس سے انکار نہ کریگا کہ ملک پر حملہ ہونے کی حالت میں ایک جنرل اور اسکے سپاہی جو بادشاہ کے زیر حکم کام کرتے ہوں بطور جایز ایسے افعال کے مرتکب ہوسکتے ہیں جو دوسری حالتمیں ذاتی آزادی میں خلل انداز متصور ہوتے، یا بعض صورتوں میں جو خیال میں آسکتی ہیں، 'انگلستان' کی رعایا کی موت کے باعث ہوتے، بشرطیکہ افعال مذکور فوجی عمل کے ضروری اجزا ہوں ۔ یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ قانون حربی کا استعمال جو امریکہ کی عدالتوں میں 'جنگی اقتدار' کے مناسب ترنام سے موسوم کیا جاتا ہے جسطرح بلحاظ ضرورت پیدا ہوتا ہے اسیطرح حالات کی ضرورت کے لحاظ سے محدود بھی ہے [2]

اس مبحث میں سر جسٹس رکیمبل، اور سر آر، ایم رولف، کی یہ رائے قابل لحاظ ہے کہ 'قانون حربی، محض بربنائے ضرورت، تمام ملکی قوانین کے التوا کا نام ہے، اور جو امر ضرورت چاہتی ہے اسے وہ جایز بھی کر دیتی ہے' [3] اور وہی حالات جو قانون حربی کو جایز قرار دیتے ہیں ان حدود کو بھی بتاتے ہیں جنکے اندر رہکر وہ جایز ہیں؛ انکو سر جیمس میکنٹاش نے صحت کیساتھ بیان کیا ہے، اگرچہ اسمیں قانونی مباحث کی احتیاط ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔ 541

---

[1] مقدمہ رشب منی، ۳، ایس ٹی، ٹی آر، ۸۲۶، ۹۰۶ ۔ مقابلہ کرو خاص طور سے ان الفاظ سے جو 'ہالبرن' نے استعمال کئے ہیں، اسی مقدمہ میں صفحہ ۹۷۵ ۔ اور جسٹس بلر نے بمقدمہ آہنگران بنام مرڈکنہ، آر، ٹی صفحہ ۷۹ ۔

[2] دیکھو خاص طور سے 'سینیلے' اور 'یارک' کی رائے فورستھ، صفحہ ۱۸۸، ۱۸۹ و آرائے 'ہارگیریو' ایضاً صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ و آرائے سر جان کیمبل، و سر آر، ایم رولف، ایضاً صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹ ۔

[3] فورستھ صفحہ ۲۰۱ ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"جس اصول پر انگلستان کے قانون نے اس عمل کو جو قانون حربی کے نام سے موسوم ہے جایز رکھا ہے وہ محض ضرورت ہے۔ اسکا نفاذ اور قیام دونوں صرف ضرورت کی بنا پر جایز رکھے جاسکتے ہیں؛ اور اگر اس ضرورت کے رفع ہوجانیکے بعد جسپر اسکی بنیاد قایم ہے ایک لحظہ کے لئے بھی جاری رہے تو وہ دفعتاً قطعی ناجایز دست درازی ہوجاتا ہے۔ جس وقت بیرونی حملہ یا خانہ جنگی کی وجہ سے قانونی عدالتوں کا اجلاس، یا انکے فیصلوں کی تعمیل ناممکن ہوجاتی ہے اسوقت انکی جگہ ایک نامناسب طریقہ اختیار کرکے فوج سے کام لینا لازم ہوجاتا ہے جو اسوقت قوم کی باقیماندہ اور واحد قوت ہوتی ہے۔ جب قانون کی آواز اسلحہ کے شور وغل سے دب جائے، تو مسلح جماعت کے حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ ان جرایم کے متعلق جن سے انکی اور خلایق عسامہ کی عافیت میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو، جہانتک ممکن ہو نصفت کے ساتھ سزا صادر کریں، لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک یہ اندیشہ باقی رہے، اسکے بعد نہیں[1]"

قانون حربی کا وجود ان معنوں میں، جب اس فرض کے ساتھ ملا لیا جاتا ہے جو عمومی قانون کی رو سے ملک کی وفاشعار رعایا پر عاید ہوتا ہے، تو انگلستان، میں ان سب لوگوں کے، اور خصوصاً اس جنرل کے اختیارات بیحد وسیع ہوجاتے ہیں جو حملہ کے رفع کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ تمام مسلح جماعتوں پر اسی کو کلی اختیار ہوتا ہے، اور وہ سب جماعتیں فوجی قوانین کی پابند ہوتی ہیں[2]، یہی جماعتیں نہیں بلکہ باشندگان شہر بھی جو صحیح طور سے سپاہیوں کی تعریف میں داخل نہیں ہوتے، فوجی قانون کے تابع ہوجاتے ہیں[3]؛ اس ضمن میں یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حملہ کو روکنے کے لئے بادشاہ اور اسکے ملازمین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر وفاشعار رعایا سے مدد کے طالب ہوں، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فوجی قانون کے متبعین کی تعداد

---

[1] دیکھو کلاڈ کی بادشاہ کی جنگی فوجیں، ج ۲ صفحہ ۴۸۶۔

[2] دیکھو فصل ۸ و ۹ گزشتہ۔

[3] دیکھو مقدمہ شپ منی۔ ۳۔ ایس ٹی ٹی آر، ۸۲۶، ۹۷۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں اضافے اور بیحد اضافے کا امکان ہے جنرل بصراحت اسکا مجاز ہے کہ اسے فوجی کارروائی کے لئے جس اراضی کی ضرورت ہو اسکو کام میں لائے یا اسمیں داخل ہو، اور اگر وہ مناسب تصور کرے اسپر قلعہ بندی کا انتظام عمل میں لائے، اور عام طور سے وہ مجاز ہے کہ جس اراضی یا کسی دوسری قسم کی جائداد کی جنگی اغراض کے لئے ضرورت ہو اسے کام میں لائے۔ اسکا نہ صرف حق بلکہ فرض ہے کہ وہ ضرورت کے وقت ایسے لوگوں کو جو دشمن کی مدد کر رہے ہوں یا اسکے اقدام میں مصروف ہوں، یا انگریزی فوج کو ایسی مدد دینے سے انکار کریں جو بطریق معقول انسے چاہی جاتی ہو فوراً سزا دے یا اگر اسکی ضرورت ہو تو انکو قتل کرادے۔

اسکا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ جو کچھ ایک جنرل کی نسبت کہا گیا ہے وہ ہر ایک وفاشعار رعایا پر بھی صادق آتا ہے بشرطیکہ اسکی حیثیت مثلاً ماتحت افسری، مجسٹریٹی، یا دفع حملہ میں بطور ایک فرد رعایا کے شرکت، اسے ایسے اختیار کے استعمال کی اجازت دیتی ہو۔ اس صورتمیں حقیقی اور صریح ضرورت ان افعال کے ارتکاب پر نہ صرف مجبور کرتی ہے بلکہ انھیں جایز بھی کر دیتی ہے جو دوسری صورتمیں ناجایز اور مجرمانہ ہوتے۔ اسکے علاوہ ان امور پر بھی غور کرنا چاہئے جنکی طرف مختلف قابل اور لایق اشخاص نے بطور خاص توجہ دلائی ہے، اور وہ یہ ہیں کہ موجودہ زمانہ کی لڑائیوں کے حالات مثلاً ٹلگراف کے وجود نے (جسکے ذریعہ سے لندن کی کارروائیوں کا نارتھ ہمبرلینڈ کی فوجی کارروائیوں پر اثر پڑسکتا ہے) ضرورت کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے؛ اور جب جنگ یا مسلح بغاوت 'انگلستان' کے شمال میں ہو رہی ہو تو ممکن ہے کہ 'لندن' یا 'برسٹل' کے باشندوں کی آزادی میں سرسری طور سے اور بغیر قانونی عمل کے انتظار کے دخل دینے کی ضرورت عاید ہو، اور ایسی دخل دہی ان حالات میں قانوناً جایز ہو جائے گی۔ بہرحال یہ امر صاف ہے کہ وہ ضرورت جسکی بنا پر قانون حربی کا استعمال جایز سمجھا جاتا ہے وہ ہر مقدمہ کی صورت حال پر منحصر ہوتی ہے۔ 542

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ واقعہ کہ قانون حربی کے جواز کی بنا صرف ضرورت ہے، یا دوسرے الفاظ میں زمانہ جنگ یا بغاوت میں 'انگلستان' کے باشندوں کے معمولی حقوق عارضی طور سے معرض التوا میں آجاتے ہیں، خود بادشاہ اور اسکے ملازمین کے جایز جبر کے استعمال پر حقیقی قیود قایم کر دیتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ 'انگلستان' کے شمال میں ایک بیرونی دشمن کی فوج یا بغاوت کی موجودگی تمام ملک کی حالت پر موثر ہو جسکی وجہ سے ملک کے ہر حصہ میں ایسے انتظامات کی ضرورت واقع ہو جو ماورائے قانون ہوں، لیکن بادی النظری طور سے ملک کے ایک حصہ میں لڑائی یا بغاوت اسکی مستلزم نہیں ہے کہ اسکے دوسرے حصوں میں بھی قانونی عمل دخل موقوف کر دیا جائے۔

جسوقت 'پرٹینڈر' (مدعی سلطنت) کی فوج متواتر کامیابیاں حاصل کرتی ہوی 'ڈربی' تک پہنچ گئی تھی، اسوقت 'لندن' کے باشندوں کے وہ حقوق جو انھیں بحیثیت رعایاے 'انگلستان' حاصل تھے زایل نہیں ہوگئے تھے۔ کسی شخص نے کبھی یہ رائے نہیں دی ہے کہ 'انگلستان' کا جو باشندہ 'ٹائیبرن' میں بغاوت کا مجرم پایا جائے اسے فوجی عدالت سرسری طور سے مار ڈالنے کی مجاز تھی، نہ اسپر بآسانی یقین کیا جا سکتا ہے کہ 'انگلستان' کے ایک ایسے باشندہ کو جو بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے کے الزام میں 'لندن' میں قید تھا، بغیر خلاف ورزی قانون ملک کے ایسے حصے میں لے جانا ممکن تھا جہاں ۱۷۴۵ء میں لڑائی ہو رہی تھی۔ اس غرض سے کہ وہاں اسکی تحقیقات فوجی عدالت[1]

[1] جسٹس 'بلیکبرن' نے بمقدمہ سرکار بنام آیر، جو الفاظ اپنے خطبے میں استعمال کئے اگر وہ ایسے معاملہ کے جواز کی تائید میں لئے جائیں تو اس امر کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ 'بلیکبرن' کی گورنر آیر، سے مشروط عذر خواہی ان چند قوانین پر مبنی تھی جو 'جمیکا' کے وضعان قوانین نے نافذ کئے تھے، اور جسٹس 'کاکبرن' نے جو خطبہ بمقدمہ سرکار بنام نلسن دیا تھا اسکا تمام تر رجحان اسطرف تھا کہ گارڈن کا قتل ناجایز تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ہوکر اسکے قتل کا حکم ہو جائے ۔ یہ خیال کہ ایسے باغیوں کے سرسری قتل سے، جنکے جرایم کی سزا معمولی ضابطہ قانونی سے ہوسکتی ہے، بغاوت کا پھیلنا موقوف ہو جائے گا، انکے قتل کو ضروری یا جایز نہیں قرار دیتا ۔ ہمیں اس بحث میں صرف سزاؤں تک محدود نہ رہنا چاہیئے ۔ 543
بہت سی ایسی صورتیں ذہن میں آسکتی ہیں جنمیں بربنائے شبہہ ایسے لوگونکو جو مجرم نہیں ہیں، یا جنکے متعلق جرم ثابت نہیں کیا جاسکتا گرفتار اور قید کر دینا مناسب اور مفید معلوم ہوتا ہے، لیکن ایسی گرفتاری یا قید اسوقت تک قانوناً جایز نہیں متصور ہوسکتی جب تک کہ اس کی ضرورت پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ جائے[1] اگر یہ کہا جائے کہ انگلستان میں معمولی قوانین ملک کی جو وقعت کیجاتی ہے اسکی وجہ سے بادشاہ اور اسکے ملازمین کو اپنے اختیارات کے کام میں لانے میں بیحد مزاحمتیں پیش آتی ہیں تو یہ قول قابل قبول ہوگا ۔ اسکے دو جواب ہیں ۔ اول یہ کہ باشندگان ملک کے قانونی حقوق کی حفاظت ہی بجائے خود ایک اہم فرض ہے ۔ دوسرے یہ کہ جب کسی قومی خطرہ کے وقت قانون کی خلاف ورزی نہ بربنائے قطعی ضرورت بلکہ بربنائے مصلحت چاہی جاتی ہے تو ایسے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو، خواہ وہ فوج کا جنرل ہو یا بادشاہ کا کوئی دوسرا ملازم، جس نے دیانت کے ساتھ اور فائدہ عام کیلئے کام کیا ہے، اسپر پورا بھروسا رہتا ہے کہ وہ معافی کے ایکٹ کی تحت میں آکر محفوظ ہو جائے گا ۔

ایک شخص حفاظت خود اختیاری کے لئے اس جبر کے استعمال کا مجاز ہے جو جان لینے کی حد تک پہنچتا ہے، اسی طرح ایک جنرل یا دوسری وفاشعار رعایا بھی جبریہ کارروائی کرسکتی ہے، جبکہ ملک کی حفاظت کے لئے اسکی ضرورت ہو ۔ دونوں صورتوں میں ایک گونہ

---

[1] دیکھو ہالبورن کے مخصوص الفاظ جو مقدمہ شپ منی میں استعمال ہوئے تھے، ایس ٹی آر صفحہ ۴۸۹ ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مشابہت پائیجاتی ہے جس سے اغماض ممکن نہیں، اور دونوں صورتوں میں یہ حق ضرورت سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر شخص اسکا مجاز ہے کہ وہ موت یا سخت ضرر جسمانی سے محفوظ رہنے کے لئے اسقدر جبر استعمال کرے جو خاطی کے حملے[1] سے بچنے کے لئے ضرور ہو؛ لیکن اگر وہ کسی بدمعاش کو مار ڈالتا ہے تو اسے اپنے عمل کے جواز کے ثبوت کے لئے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ جو جبر استعمال کیا گیا وہ حفاظت خود اختیاری کے لئے ضرور تھا؛ اسیطرح ایک ایسے جنرل کو جو قانون حربی کے تحت میں 'انگلستان' میں کسی انگریزی رعایا کو قید یا قتل کرتا ہے، سزا سے بچنے کے لئے یہ ثابت کرنا لازم ہوگا کہ جو کچھ اس نے کیا وہ ضروری تھا۔ ان دونوں میں جو مشابہت پائی جاتی ہے وہ مشابہت تامہ نہیں ہے بلکہ تمثیلی اور مطلب خیز ہے

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جس اصول پر قانون حربی کے حدود متعین ہوتے ہیں اسی اصول سے عموماً مجسٹریٹوں، جوانان کوتوالی، اور اس وفاشعار رعایا کے حقوق اور فرایض کا تعین ہوتا ہے جو مجمع ناجایز کو روکنے یا منتشر کرنے یا کوئی بلوہ فرو کرنے کے لئے طلب کیجاتی ہے انمیں شک نہیں کہ ایک جنرل کے اختیارات کی مقدار اور اسکی وسعت، جبکہ وہ ایک حملہ آور فوج کا مقابلہ کر رہا ہو، ایک امیر بلدیہ، ایک مجسٹریٹ، یا جوان کوتوالی کے اختیارات کی مقدار اور وسعت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے جبکہ وہ کسی ایسے شہر میں امن قایم کرنے کے لئے طلب کئے جائیں جو بلوے سے درہم برہم ہو رہا ہو، ان دونوں اختیارات میں بلحاظ مقدار گو فرق ہو، مگر دونوں کا مقصد اور ماخذ ایک ہی ہے، اور دونوں سے
544 امن عامہ کے قایم کرنے میں کام لیا جاتا ہے، اور ضرورت سے انکا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اسکی صحت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جب تمھیں قانون حربی

[1] دیکھو ضمیمہ نوٹ ۲۔ حق حفاظت خود اختیاری صفحہ 489 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے حدود متعین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو تمھیں مجبوراً مقدمہ سرکار بنام پینی[1] دیکھنا پڑتا ہے جسمیں ایک فوج کے جنرل کے اقتدار سے بحث نہیں کی گئی ہے بلکہ 'برسٹل' کے امیر بلدیہ کے ان فرایض سے بحث ہے جو بلوے کے فرو کرنے میں اسپر عاید ہوتے ہیں۔

ہر صورتمیں جسمیں بذریعہ استعمال جبر امن عامہ قایم رکھنے کے متعلق قانونی حقوق یا فرایض پیدا ہوتے ہیں وہاں دو مشترکہ خصوصیات پائے جاتے ہیں۔

اول۔ قانونی حق (مثلاً ایک جنرل یا امیر بلدیہ کا) ملک کے معمولی قانون کے خلاف عمل کرنے کا جو انکے قانونی فرایض کے ساتھ مستلزم ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حقوق اور فرایض صرف اسی وقت تک قایم رہتے ہیں جب تک وہ حالات موجود رہتے ہیں جنکی بنا پر جبر کا استعمال ضروری ہو جاتا ہے، اور قانون حربی اسی وقت تک نافذ رہتا ہے جب تک جنگ قایم رہتی ہے، اور امیر بلدیہ کا بجبر بلوہ فرو کرنے کا حق بلوے کے ختم ہو جانے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے، جسطرح وہ نقض امن کے اندیشہ یا وقوع کے ساتھ ہی شروع ہوا تھا۔ انگلستان میں غیر معمولی یا ماوراء قانونی اختیارات کے استعمال کا جواز اور ماخذ ہمیشہ امن عام کے قیام کی ضرورت سے پیدا ہوتا ہے۔

ب۔ خاتمہ

قانون حربی[2] کی نوعیت سے چار نتائج مستخرج ہوتے ہیں۔

---

[1] ۲ ایس ٹی، ٹی آر (این، ایس) ۱۱، اور اسکے ساتھ مقابلہ کرو 'بلیکبرن' کی ہدایت کا بمقدمہ سرکار بنام آیر صفحات ۵۸، ۵۹۔

[2] دیکھو 'کاکبرن' کی ہدایت مقدمہ سرکار بنام نلسن میں صفحہ ۸۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اول ۔ یہ کہ حالت امن میں قانون حربی نافذ نہیں ہوسکتا ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو بہر وجوہ مسلمہ ہے[1]۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امر کے تعین کا کیا معیار ہے کہ آیا انگلستان کے کسی حصہ مثلاً لندن، میں اسوقت امن ہے یا نہیں ؟ ۔

اسکا جواب یہ ہے کہ کوئی ایسا معیار جو تمام حالتوں پر حاوی ہو نہیں قرار دیا جاسکتا ۔ حالت امن ایک واقعاتی سوال ہے جس کا تصفیہ ہر مقدمہ میں عدالت سے ہونا چاہیے جسطرح اور اسی قسم کے سوالات کا تصفیہ ہوتا ہے[2]۔

یہ امر مسلم ہے کہ بعض قدیم اور معتبر اسناد کے لحاظ سے اسوقت تک حالت جنگ نہیں سمجھی جاسکتی، یا یوں کہو کہ حالت امن قایم رہتی ہے جب تک اور جہاں معمولی عدالتیں کھلی رہتی ہیں، مگر بظاہر یہ قاعدہ قطعی قانونی اصول نہیں قرار دیا جاسکتا، کیونکہ بعض اضلاع میں جہاں قانون حربی نافذ ہوچکا ہو بعض عدالتوں کو بعض اغراض سے اپنی معمولی کارروائی جاری رکھنے کی اجازت دینا اس امر کا قطعی ثبوت نہیں ہے کہ وہاں جنگ جاری نہیں ہے[3]۔ گو یہ قدیم اصول بطور حاوی قاعدہ کے تسلیم نہ کیا جائے تاہم اس سے معتبر اور مضبوط اصول مستنبط ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا جس زمانے اور مقام میں معمولی دیوانی عدالتیں کھلی ہوئی ہوں، اور اپنے کامل معمولی اختیارات آزادی کے ساتھ کام میں لارہی ہوں، وہاں بظاہر امن قایم ہے، اور جہاں امن قایم ہے وہاں قانون حربی کا وجود 545

---

[1] مقابلہ کرو مقدمہ یکطرفہ ڈی، الیف، میراس، [۱۹۰۲] اے سی ۱۰۹؛ و مقدمہ یکطرفہ میلیگن، ۴۷ ڈال ۲ (اے ایم) ۔

[2] کیا عدالتیں اسکی مجاز نہیں ہیں کہ وہ حالت جنگ کو بحیثیت اپنے منصب کے بلا پیشی ثبوت تسلیم کرلیں ۔

[3] مقدمہ یکطرفہ میراس حوالہ حسب سابق ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں پایا جاسکتا۔

"اگر بیرونی یا اندرونی جنگ کے اثنا میں عدالتیں فی الحقیقت بند ہوجائیں، اور حسب قانون مجرمین فوجداری کو سزا دینا ناممکن ہوجائے، اسوقت اس حصہ ملک میں جہاں میدان کارزار درحقیقت گرم ہو، فوج اور عامہ خلایق کی حفاظت کے لئے اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ ملکی عہدہ داروں کے ان اختیارات کی جگہ جو جنگ کی وجہ سے زایل ہوگئے ہیں دوسرے اختیارات قایم کئے جائیں؛ اور چونکہ اس موقع پر بجز فوج کے کوئی اور شخص موجود نہیں ہوتا اسلئے اپنے فوجی قاعدہ کے مطابق حکومت کرنے کی اسوقت تک کے لئے اجازت دیجاتی ہے جب تک کہ پھر قانون کا استعمال آزادی کے ساتھ نہ ہونے لگے۔ جسطرح ضرورت اس حکومت کے قیام کی باعث ہوتی ہے اسی طرح وہ اسکی مدت قیام کا بھی تعین کرتی ہے، اگر عدالتوں کے دوبارہ قایم ہوجانے کے بعد بھی یہ حکومت باقی رہے تو وہ غاصب اقتدار متصور ہوگی۔ جہاں عدالتیں کھلی ہوی ہیں، اور اپنے اختیارات بطریق مناسب بلا کسی روک ٹوک کے کام میں لارہی ہیں وہاں کسی طرح فوجی حکومت کا وجود نہیں پایا جاسکتا۔ علاوہ اسکے یہ حکومت صرف ان حدود کے لئے ہے جنمیں حقیقی طور سے جنگ ہورہی ہو[1]"

دوسرے یہ کہ قانون حربی کا نفاذ کسی طور سے قانون حربی کے اعلان پر منحصر نہیں ہے۔

قانون حربی کے اعلان سے، جب تک کہ وہ کسی قانون میں محکوم نہ ہو، حکومت کے اس اختیار، یا ذاتی حق میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا جو اسے جبر کے ساتھ ہنگامہ فرو کرنے یا حملہ روکنے کے متعلق حاصل ہے۔ اعلان مذکور کے ذریعہ سے حکومت کو کوئی ایسا اختیار نہیں ملجاتا جو بغیر اسکے نہ مل سکتا تھا۔ اعلان کا مقصد اور منشا صرف اتنا ہے کہ اس

---

[1] مقدمہ یکطرفہ "سلیگن" ۴ وال ۲، "تہیر" کے مقدمات دستوری قانون کے متعلق حصہ ۴ صفحہ ۲۳۹۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقام کے باشندونکو اطلاع ہو جائے اور یہ عمل ملک کی حفاظت یا امن قایم رکھنے کے لئے حکومت پر لازم ہے[1]

تیسرے یہ کہ جنگ کی حالت میں عہدہ داران فوج یا دوسرے لوگوں نے جو کارروائیاں کی ہوں انکے متعلق، کم از کم زمانہ امن میں عدالتوں کو اختیار سماعت حاصل ہے[2]

546 جنگ کی حالتمیں جو فعل کیا جائے اسکی تحقیقات بالآخر معمولی عدالتوں میں ہو سکے گی، اور یہ ابتدائی سوال کہ آیا فلاں مقام میں اور فلاں وقت جنگ کیحالت تھی یا نہیں ایک واقعاتی سوال ہوگا[3]

قانون میں جو کچھہ بیان کیا گیا ہے اسکی صداقت خود ظاہر ہے۔ 'زید' ہائی کورٹ میں یہ استغاثہ دایر کرتا ہے کہ 'عمرو' نے اسپر حملہ کیا اور حبس بیجا میں رکھا۔ عمرو مبینہ حملہ کی جوابدہی یہ کرتا ہے کہ اس حملہ کے وقت جسکے متعلق استغاثہ ہوا ہے وہ ایک رجمنٹ کا کرنل تھا، اور جو واقعہ حملہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے 'زید' کو کمانڈران چیف کے حکم سے گرفتار اور قید کر دیا تھا ایسے وقتمیں کہ جنگ جاری تھی اور قانون حربی کا اعلان ہو چکا تھا۔ یہ جواب ممکن ہے کہ صحیح ہو یا غلط، مگر یہ امر یقینی ہے کہ عدالتوں کو کم از کم امن قایم ہو جانے کے بعد یہ اختیار ہے کہ وہ مقدمہ کے واقعات کی تحقیقات کرے، اور منجملہ امور تحقیق طلب کے ایک ضروری امر تحقیقات طلب یہ ہوگا کہ آیا 'زید' کی گرفتاری کے وقت حالت جنگ قایم تھی، یا نہیں، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ جنگ کے قیام کی

---

[1] دیکھو 'کیمبل'، رولف' اور 'فورستھ' کی آر صفحہ ۱۹۸۔

[2] دیکھو 'کاکبرن' کی ہدایت بمقدمہ سرکار بنام نلسن؛ اور 'بلیکبرن' کی ہدایت بمقدمہ سرکار بنام آیر' و مقدمہ یکطرفہ میلیگن ۴ وال ۲' اور مقابلہ کرو 'وال' کے مقدمہ سے ۲۸ ایس ٹی' ٹی آر ۵۱۔ و مقدمہ رائٹ بنام فنز لاجرلڈ ۲۷ سی ٹی' ٹی آر' ۷۵۹۔

[3] سر ایف 'پالک' کی کتاب 'قانون حربی کیا ہے'۔ ایل کیو آر ۱۸ صفحات ۱۵۵، ۱۵۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حالت ایسا واقعہ ہو جسے عدالت اپنے علم کی بنا پر وجہ ثبوت میں تسلیم کرسکتی ہو - ایک حال کے مقدمہ میں یقیناً ایسے الفاظ استعمال ہوے ہیں جو اگر سب سے الگ کر کے دیکھے جائیں تو انسے ظاہر ہوتا ہے کہ معمولی عدالتوں کو ان افعال کے متعلق جو فوجی عہدہ داروں سے بحالت جنگ واقع ہوں کوئی اختیار سماعت نہیں ہے؛ مگر الفاظ کے معنی میں جو وسعت پرایوی کونسل نے بمقدمہ یکطرفہ ڈی' ایف' میرس' ملحوظ رکھی ہے وہ ہمیں متنبہ کرتی ہے کہ اسے مخصوص مقدمہ کے حالات تک محدود رکھنا چاہیئے؛ اس سے زیادہ اسکا لازمی طور سے کوئی اور مفہوم نہیں ہوسکتا' اور انگلستان کی کارروائیوں کے متعلق اسکا مقصد اس سے زیادہ نہیں ہے کہ عدالتیں حقیقی فوجی کارروائیوں میں کوئی دخل نہ دینگی' جنمیں دخل دہی کی وہ فی الحقیقت مجاز نہیں ہیں' اور نہ بحالت قیام جنگ فوجی یا دوسرے اشخاص کے ایسے افعال کے متعلق کوئی استغاثہ لیں گی جو قانون حربی کے تحت کئے جائینگے خلاصہ یہ ہے کہ پرایوی کونسل کے فیصلہ میں خواہ اسکا اصول کسی حد تک بھی 'انگلستان' سے متعلق ہوسکتا ہو' کوئی امر ایسا نہیں ہے جسکی نسبت یہ کہا جاسکے کہ وہ قیام امن کے بعد فوجی کارروائیوں کی تحقیقات کے متعلق ہے' بعض مشہور مقننین کی یہ رائے ہے کہ بحالت جنگ معمولی عدالتوں کے اختیارات ناممکن ہوجاتے ہیں وہ ملتوی نہیں کئے جاتے ہیں - یہ سوال کہ قانون حربی بحالت نفاذ کس حد تک معمولی عدالتوں کی کارروائیوں کو باطل کردیتا ہے پیدا ہی . . . نہیں ہوسکتا' لارڈ ہیل' کہتے ہیں کہ قانون حربی فی الحقیقت کوئی قانون ہی نہیں ہے بلکہ وہ رعایتہً بطور قانون کے مان لیا جاتا ہے' اور اسکے مان لئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ علانیہ بغاوت کی وجہ سے کسی دوسرے قانون پر عمل کرنا ناممکن ہوجاتا ہے - پس قانون حربی کے متعلق صحیح طور سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ معمولی عدالتونکی کارروائیوں کو باطل کردیتا ہے اور انکا قایم مقام ہوجاتا ہے کیونکہ خود وہ اسوقت معرض وجود میں آتا ہے جبکہ معمولی عدالتیں عملی طور سے بیکار اور باطل

547

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو چکتی ہیں[1]۔

چوتھے یہ کہ فوجی اور دوسرے اشخاص سے جو افعال نیک نیتی کیساتھ اور ملک کیخدمت میں خلاف قانون عمل میں آتے ہیں انکے متعلق کارروائیوں اور استغاثوں سے محفوظ رکھنے کیلئے، معافی کا ایکٹ (Act of Indemnity) ہے[2]۔

معافی کا ایکٹ وہ قانون ہے جسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ افعال جو بروقت ارتکاب خلاف قانون تھے قانون کے مطابق ہو جائیں، یا اشخاص متعلقہ قانون کی خلاف ورزی کی ذمہ داری سے بری رہیں۔ ایسے قوانین تقریباً ہمیشہ خانہ جنگی اور بدامنی کے ختم ہو جانے کے بعد نافذ ہوتے رہے ہیں۔ ۱۷۱۵ء اور ۱۷۴۵ء کی بغاوتوں کے بعد انکا اجرا ہوا، اور انکا مقصد یہی تھا کہ ان عہدہ داروں وغیرہ کی حفاظت کیجاے جنھوں نے ملک کے فایدہ کے لئے خوف کی حالتمیں ایسا عمل کیا جو خلاف قانون تھا مثلاً بعض باشندگان ملک کو قید کر دیا جنھیں قید کرنے کا انھیں کوئی اختیار نہ تھا۔ ہمارے موجودہ مقصد کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ ہم ایکٹ معافی کی نوعیت کو پوری طرح سمجھ لیں۔ اس قانون کو ان افعال سے کوئی تعلق نہیں، جو خواہ کیسے ہی سخت کیوں نہ ہوں، مگر قانونی یعنی جایز ہوں۔ ایک مجسٹریٹ جو مناسب حالات میں بذریعہ جبر ایک مجمع خلاف کو منتشر کرا دیتا ہے، یا ایک افسر جو مناسب حالات میں بلوائیوں کی ایک جماعت پر گولی چلانے کا حکم دیتا ہے اور اسکے منتشر کرنے کے اثنا میں اس جماعت کے بعض اشخاص کو مجروح یا قتل کرا دیتا ہے، معافی کا محتاج نہیں ہے۔

---

[1] سر جے کیمبل، اور سر آر، ایف، رولف، کی مشترکہ رائے جسکا حوالہ فورسٹھ نے دیا صفحہ ۱۹۹۔

[2] دیکھو صفحات 147 228 گزشتہ۔

[3] دیکھو کلاڈ، کی کتاب شاہی افواج، ج ۲ صفحات ۱۶۴، ۱۶۵ اور ۱، جارج ایس، ٹی ۲، فصل ۳۹، اور ۱۹، جارج دوم فصل ۲۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قانون عمومی ان دونوں کی کافی طور سے حفاظت کرتا ہے کیونکہ انھوں نے
اپنے فرایض کی انجام دہی میں جبر کا استعمال کیا، اور جبر مذکور اس سے
زیادہ نہ تھا جو امن عامہ کے قایم رکھنے کے لئے ضرور تھا۔ برخلاف اسکے
اگر ایک جنرل، یا افسر، یا مجسٹریٹ، یا جوان کو توالی جنگ یا امن کی حالتیں
بغیر صریح قانونی اجازت کے کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو جس سے انگلستان
کے کسی باشندہ کی جائداد کو نقصان پہنچتا ہو یا اسکی آزادی میں خلل واقع
ہوتا ہو تو وہ اسی سزا کا مستوجب ہوگا جس کا کوئی دوسرا شخص جو قانون کی
خلاف ورزی کرتا مستوجب ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ قانون کی خلاف ورزی
کرنیوالے کا منشا بیحد حب الوطنی پر مبنی ہو، اور اسکا عمل سیاسی لحاظ سے بہت
دانشمندانہ ہو، اور اس سے عامہ خلایق کو بڑا نفع پہنچا ہو، مگر یہ سب امور بغیر
قانونی جواز کے اسے کسی دعوی کی ذمہ داری یا کسی استغاثہ کی جوابدہی سے
محفوظ نہیں رکھ سکتے، ایسے شخص کو ایکٹ معافی کی حفاظت کی ضرورت ہے۔
اس معاملہ میں ایک ایسے مشہور جج کے الفاظ قابل توجہ ہیں جو بادشاہ اور اسکے
ملازمین کے اختیارات کی تقلیل کی طرف کسی طرح سے بھی مائل نہ تھا۔

548 "جب تحقیقات طلب یہ امر ہو کہ آیا ایک افسر اپنے فرایض میں حد سے متجاوز ہو کر کسی
جرم کا مرتکب ہوا یا نہیں، تو جو اصول مقدمہ سرکار بنام پنی میں قایم کیا گیا ہے تقریباً
وہی اصول یا اسکا تکملہ اس سے متعلق ہوگا۔ اگر افسر مذکور کسی فعل کا مرتکب ہوتا ہے
جو قطعاً ان اختیارات سے خارج ہے جو اسے از روئے قانون حاصل ہیں، اور
کسی حالتیں بھی اسکے فرایض میں نہیں داخل ہو سکتا تھا تو وہ اس فعل کی نوعیت کے
لحاظ سے اسکا ذمہ دار ہے، اگرچہ وہ ناجایز فعل ملک کے لئے موجب نجات ہو،
اور واضعان قانون ایکٹ معافی کے نفاذ کے لئے بعدہ اسے کافی وجہ قرار دیں،
مگر یہ امور قانونی طور سے اسی استغاثہ فوجداری سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ مگر اسی
حالتیں کہ وہ کسی ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہو جو صریحاً اسکے اختیار سے خارج تھا۔
اگر وہ فعل جسکا وہ مرتکب ہوا ہے ایسا تھا جس کے بحالات مناسب عمل میں لانیکا
وہ مجاز تھا، تو اس اصول کی انتہائی صورتیں جو مقدمہ پنی میں قایم ہو چکا ہے اسے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترک فعل فرض کرکے اسکے بجالانے کی بابت فوجداری سزا دیجا سکتی ہے ایسی حالت میں معاملہ کی صورت بالکل دگرگوں ہو جائے گی[1]"

"بلیکبرن" کی ہدایت (جوری) سے یہ فقرہ لیا گیا ہے، اس سے اس اعتراض کا معقول جواب بھی ملجاتا ہے جو اس نظریہ پر کیا جاتا ہے جو قانون حربی کے متعلق اس کتاب میں قایم کیا گیا ہے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ یہ امر کسطرح معقول متصور ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایسے فعل کی بابت مستوجب سزا قرار پائے اور اس لحاظ سے اسے ایکٹ معافی کی ضرورت ہو جسکا کرنا (مثلاً ایک مجمع خلاف قانون کو بہ جبر منتشر کر دینا) اسکے فرایض میں داخل تھا، اور جسکے ترک پر وہ سخت سزا کا مستوجب ہو سکتا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو مشکل یا کشمکش پیش کیجاتی ہے اس کا فی الحقیقت کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ قانون کی جو ظاہری غیر معقولیت بتائی جاتی ہے وہ لفظ "فرض" کے ابہام اور "قانونی فرض" اور "اخلاقی فرض" کے مخلوط کر دینے سے پیدا ہوتی ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ ایک شخص اپنے قانونی فرایض کے ترک پر مستوجب سزا ہو سکتا ہے، مگر قانونی فرایض کے ادا کرنے کی حالتیں اسے معافی کے ایکٹ کی مطلق ضرورت نہیں۔ برخلاف اسکے ایک ایسے اخلاقی فرض کے ادا کرنے میں جو قانونی فرض نہیں ہے اگر وہ اپنے معاصرین کے حقوق میں دست انداز ہوتا ہے تو وہ اپنے آپکو کسی نہ کسی سزا کا مستوجب قرار دیتا ہے، اور اس لحاظ سے اسے معافی کے ایکٹ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اس فعل کے نتایج سے محفوظ رہے جو قانوناً ناجائز تھا، گو کہ مخصوص حالات کے لحاظ سے اخلاقاً درست تھا۔ ساتھ ہی اسکے یہ بھی صحیح ہے کہ اخلاقی فرض کے ترک پر اسے کسی سزا کا خطرہ نہیں ہو سکتا۔ اگر

[1] "بلیکبرن" کی ہدایت بمقدمہ سرکار بنام آیر صفحہ ۵۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

'برسٹل' کا امیر بلدیہ جبر کام میں لاکر ایک بلوے کو فرو نہیں کرتا ہے تو بیشک
وہ سزا کا مستوجب ہوجاتا ہے' کیونکہ وہ اپنے قانونی فرض کے ادا کرنے 549
میں غفلت کرتا ہے' لیکن اگر وہ اپنا فرض ادا کرتا ہے اور مناسب جبر عمل میں لاکر بلوہ
فرد کردیتا ہے تو وہ قانوناً کسی سزا کا مستوجب نہیں ہوتا' اور اسے کسی معافی کے ایکٹ کی
ضرورت نہیں ہے۔ برخلاف اسکے اگر ایک مجسٹریٹ حملہ یا بلوے کے خطرے
کے وقت بغیر قانونی اختیار کے کچھ لوگوں کو جن پر وہ غداری کا شبہ
کرتا ہے گرفتار اور قید کردیتا ہے' تو ممکن ہے کہ وہ ایک اخلاقی فرض
ادا کر رہا ہو' اور جو حالت اس نے قیاس کی تھی اسکے صحیح ثابت ہونے
پر یہ معلوم ہو کہ اس نے جو کچھ کیا وہ ملک کے لئے بیحد مفید تھا'
تاہم اسے یقیناً معافی کے ایکٹ کی ضرورت ہے تاکہ وہ بس بیجا کے
الزام سے محفوظ رہ سکے۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر ہمارے
مجسٹریٹ میں بہ نسبت جوش کے احتیاط کا مادہ بڑھا ہوا ہوتا اور ان
لوگوں کو گرفتار نہ کرتا جنھیں گرفتار کرنے کا فرض کرو کہ' اسے قانوناً اختیار نہیں
ہے' تو ممکن ہے کہ محبان وطن اسکے اس طرز عمل کو قابل الزام قرار دیتے
لیکن اسپر کوئی عدالتی الزام نہیں قایم کیا جاسکتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک
شخص کو ایسے فعل کے ترک پر سزا دیجاسکتی ہے جسکا کرنا اس کا قانونی فرض تھا'
مگر اپنے فرض قانونی کے ادا کرنے میں اسے کسی معافی کے ایکٹ کی ضرورت
نہیں ہے' برخلاف اسکے ایسے شخص کی حفاظت کیلئے' جو ایک ایسے اخلاقی
کام کرنے میں جو اسکا قانونی فرض نہیں ہے' کسی غیر قانونی فعل کا ارتکاب
کرتا ہے' یقیناً معافی کے ایکٹ کی ضرورت ہے' مگر ایسے فعل کے ترک
کرنے سے جو محض اخلاقی ہو کوئی شخص مستوجب سزا نہیں قرار پاسکتا۔

ج۔ قانون حربی کے متعلق دوسرے اصول

قانون حربی کے متعلق جو نظریہ اس کتاب میں اختیار کیا گیا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور جو بنظر آسانی 'اصول ضرورت عاجلہ' (Doctrine of immediate necessity) کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے' اسکے خلاف تین اور اصول قائم اور رائج ہیں۔ انمیں سے پہلا اصول قانون حربی کے نفاذ کو شاہی مرافق پر مبنی کرتا ہے؛ دوسرا اس امر پر کہ سپاہی جو فوجی کارروائی دانشمندی کے ساتھ کریں اسکی بابتہ وہ ملکی (سول) عدالتوں میں بخلاف فوجی عدالتوں کے، مستوجب بازپرس نہیں ہوتے؛ تیسرا اصول (جسمیں لفظ ضرورت کے معنی میں بیحد وسعت پیدا کردیگئی ہے) اسے سیاسی ضرورت یا مصلحت پر مبنی کرتا ہے۔

(۱) **شاہی مرافق کا اصول**۔ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے، یا اسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ بادشاہ بربناء مرافق اسکا مجاز ہے کہ جنگ کے زمانہ میں قانون حربی کا نفاذ کرے، اور ملک کے معمولی قانون کو ملتوی یا موقوف رکھے؛ اس اصول کی نسبت فرض کیا جاتا ہے کہ اسکی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ 'پٹیشن آف رائٹ' میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس سے قانون حربی کا نفاذ جنگ کے زمانہ میں ممنوع قرار پاتا ہو۔

اگر اس سے مراد اسکے علاوہ کچھ اور ہے کہ بادشاہ اور اسکے ملازمین کو مسلم طور سے یہ حق ہے کہ وہ قیام امن یا دفع حملہ کے لئے جسقدر جبر کی ضرورت ہے اسے کام میں لائیں، تو اسپر یہ سخت اعتراض عائد ہوتا ہے کہ اسکے لئے کوئی قانونی وثیقہ موجود نہیں ہے؛ 'پٹیشن آف رائٹ' کے الفاظ سے جو استنباط کیا جاتا ہے اسکا کوئی جواب 'بلیکبرن' کے ان الفاظ سے بہتر نہیں ہوسکتا "یہ فرض کرنا بالکل غلط ہوگا کہ 'پٹیشن آف رائٹ' کا جنگ کے زمانے میں قانون حربی کے اجرا کو صراحتہً ممنوع قرار نہ دینا اسکی منظوری ہے[1]"۔ 550

[1] 'بلیکبرن' کی ہدایت بمقدمہ سرکار بنام آیر صفحہ ۳۰۷، اسکے ساتھ صفحات ۳۰۶۹ بھی ملاحظہ ہوں جنمیں وہ وجوہ بیان ہوے ہیں جنکی بنا پر 'پٹیشن آف رائٹ' میں جنگ کے زمانہ میں قانون حربی کے نفاذ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۲) اصول برائت[1] (از بازپرس) یہ اصول جہاں تک سمجھا گیا ہے اسطرح بیان ہوسکتا ہے کہ ایک فوج کا افسر جو حملہ آوروں کے مقابلہ میں فوجی کارروائی کرتا ہے وہ ضرورۃً عوام کے معمولی حقوق کی پروا نہیں کرسکتا خواہ وہ حقوق جائداد کے متعلق ہوں یا ذاتی آزادی کے متعلق ہوں۔ اس امر کی تائید میں کہ وہ بطریق جایز حقوق جائداد کی خلاف ورزی کرسکتا ہے، مثلاً بغیر مستوجب ذمہ داری ہونے کے ایسے افعال کا مرتکب ہوسکتا ہے جو مداخلت بجا کی حد تک پہنچتے ہوں، معتبر وثایق اور اسناد پیش کئے جاسکتے ہیں[2] تمام قانونی حقوق کا درجہ مساوی ہے: اس صورت میں اگر کوئی افسر قانوناً اسکا مجاز ہے کہ وہ کسی 'انگلستان' کے باشندے کی اراضی پر داخل ہو یا اسکی جائداد کو تباہ کردے، تو وہ ایسی حالتیں کہ دیانتداری کے ساتھ ملک کے دشمن سے لڑرہا ہو قانوناً اس کا بھی مجاز ہوسکتا ہے کہ 'انگلستان' کے باشندوں کو قید کرے، سزادے یا مار ڈالے؛ خلاصہ یہ کہ انکے تمام حقوق میں اس حد تک دست اندازی کرے جسقدر فوجی کارروائی کے لئے ضروری ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اس رائے کی صحت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ ملکی (سول) عدالتوں کی نسبت یہ تسلیم شدہ ہے کہ وہ فوجی فرایض کے صحیح طور سے ادا ہونے یا نہ ہونے کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی ہیں، اور نیز اس سے کہ جنگ کے زمانہ میں کوئی عدالت نہ اس پر راضی ہوسکتی ہے اور نہ ایسا کرسکتی ہے کہ وہ ایک جنرل کی فوجی کارروائی کے اجرا، یا ان کاموں میں جو وہ کررہا ہو یا جو کام سپاہی اسکے زیر حکم کررہے ہیں، انمیں کوئی دست اندازی کرے؛ اس سے جو نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جو افعال دیانتداری کے ساتھ فوجی کارروائی کے ضمن میں

---

[1] جس اصول سے یہاں بحث کیجارہی ہے اسے ایچ، ارل ریچرڈ نے اپنی کتاب 'قانون حربی' میں نہایت قابلیت کے ساتھ بیان کیا ہے ایل، کیو، آر، ۱۸ صفحہ ۱۳۲۔

[2] دیکھو صفحات 540,541 گزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیے جاتے ہیں وہ نہ صرف جنگ کے زمانہ میں، بلکہ امن قایم ہو جانے کے بعد بھی، معمولی عدالتوں کے حدود اختیارات سے خارج ہیں۔ یہ برائٹ کا اصول میرے خیال میں جس بہتر سے بہتر صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جنگ کے شروع ہو جانے کے بعد کم سے کم فوج کے ان افسروں کے متعلق جو حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہے ہیں، یہ سمجھا جاتا ہے کہ ملک کا معمولی قانون ملتوی اور معطل ہو گیا، جب معاملہ پر اسطور سے نظر ڈالی جاتی ہے تو ایک جنرل کی حیثیت دوران جنگ میں وہی ہو جاتی ہے جو ادائے فرایض عدالتی کی انجام دہی کے وقت ایک جج کی ہوتی ہے، اور ایک افسر پر ان افعال کی بابتہ جو وہ فوجی کارروائی میں دیانتداری کے ساتھ کرتا ہے کوئی دعوی یا کارروائی معمولی قانونی عدالتوں میں نہیں ہو سکتی، جسطرح ایک جج پر کوئی دعوی ان افعال کی بابتہ نہیں ہو سکتا جو وہ اپنے فرایض منصبی کی انجام دہی میں کرتا ہے۔

551 اصول برائٹ پر بہت سے سخت اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں۔ اکثر وہ غیر مشتبہ واقعات جنپر اصول مذکور مبنی ہے، مثلاً ایسے جنرل کا جو حملہ آور دشمن کا مقابلہ کر رہا ہو یہ حق کہ وہ 'انگلستان' کے کسی باشندے کی اراضی یا جائداد کو آزادی کے ساتھ کام میں لائے، صرف اس اصول کے استعمال کی صورتیں ہیں کہ ایک وفاشعار رعایا امن عامہ قایم رکھنے اور خصوصاً ایک حملہ آور فوج کو شکست دینے کے لئے ہر ضروری عمل کرنے کی مجاز ہے؛ لیکن اس یا اس قسم کے دوسرے واقعات سے وسیع نتایج مستنبط کرنے کے لئے کوئی کافی وجہ نہیں نظر آتی۔

اس اصول کی تائید میں کوئی بلاواسطہ سند موجود نہیں ہے، اور یہ اصول نہ صرف چیف جسٹس 'کاکبرن' کی اس ہدایت سے بالکل مختلف ہے جو انھوں نے مقدمہ سرکار بنام نیلسن' میں دی تھی، بلکہ ان اصول یا مفروضات

ل دیکھو ایل کیو آر ۱۰ صفحہ ۱۴۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(مفروضات) سے بھی مختلف ہے جو جسٹس بلیکبرن نے مقدمہ سرکار بنام آیر میں قایم کئے تھے۔ مزید برایں یہ اصول ان معافی کے ایکٹوں سے بھی مطابق نہیں ہوتا جو ان افعال سے چشم پوشی کے لئے متواتر نافذ ہوتے رہے ہیں جو خانہ جنگی یا بغاوت کے زمانہ میں عمل میں آئے۔ ان دلایل کا سمجھنا بھی کچھ آسان نہیں معلوم ہوتا جنکی بنا پر یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ اگر عدالتیں ایک جنرل یا اسکے سپاہیوں کی کارروائی میں بحالت جنگ دخل نہیں دے سکتیں، تو انکو قیام امن کے بعد بھی ایسے افعال کے متعلق کارروائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ جو زمانہ جنگ میں انسے سرزد ہوئے ہوں۔ اس موقع پر پہنچکر ہمیں ایسے مخالف واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو قانونی تاریخ میں مشہور و معروف ہیں۔ انگلستان، اور امریکہ، دونوں جگہ کی عدالتوں نے کبھی اس امر کے متعلق ذرا سا بھی شبہ نہیں کیا ہے کہ انھیں ان افعال کی نوعیت کی تحقیقات کا اختیار نہیں ہے جو جنگ کی حالتیں کئے گئے ہیں اور جو بادی النظری طور سے قانونکی خلاف ورزی معلوم ہوتے ہیں۔

(۳) **سیاسی ضرورت یا مصلحت**[1]۔ وہ سربرآوردہ مقننین جن کی رائے بیحد وقعت کے قابل ہے، اسکے قایل ہیں کہ جنگ یا حملہ کے موقع پر قانون حربی کا استعمال ایک حد تک جایز ہے، مثلاً اس حد تک کہ حملہ کی حالتیں ایک جنرل، امیر بلدیہ، مجسٹریٹ یا ہر وفاشعار باشندہ ملک کسی ایسے فعل کے عمل میں لانیکا قانوناً مجاز ہے جسکی نسبت وہ جوری کو یہ اطمینان دلاسکتا ہے کہ وہ دیانتداری کے ساتھ عام فائدہ، اور معقول اور قرین قیاس وجہ سے کیا گیا تھا، گو بادی النظر میں وہ فعل قابل ہرجہ یا جرم معلوم ہوتا

[1] دیکھو ویولک، کی کتاب 'قانون حربی کیا ہے' ایل کیو آر ۵ صفحہ ۱۶۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو - یہ اصول جسے بنظر آسانی میں نے اصول مصالح سیاسی کے نام سے موسوم کیا ہے قانونی نقطہ نظر سے بظاہر بہت سے ایسے افعال کو جایز قرار دیتا ہے جو فوری اور عاجلانہ ضرورت کی بنا پر مطلوب نہیں ہوتے - اس کا مفہوم اور منشا اس مثال سے بخوبی سمجھ میں آجائیگا جو میں سُپرفیڈرک پولک، ہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں جو اس اصول کے قایل اور فاضل مؤید ہیں :-

552 "دشمن کی ایک فوج کثیر تعداد میں شمال کی طرف اُترآئی ہے، اور یارک کی طرف بڑھ رہی ہے، لندن، اور برسٹل، میں امن قایم ہے اور رعایتیں کھلی ہوئی ہیں - یہ معلوم ہے کہ کچھ بدخواہ لوگوں نے یہ منصوبہ کیا ہے کہ وہ مختلف بندرگاہوں سے اتر کر دشمن کے ساتھ جاملیں گے اور اسے قیمتی مدد اور اطلاعیں دینگے - برسٹل، منجملہ مشتبہ بندرگاہوں کے ہے - اس صورتمیں برسٹل، کے امیر بلدیہ کو کیا کرنا چاہیے؟ میرے نزدیک بحیثیت ایک وفاشعار رعایا کے اسکا یہ فرض ہے (صحیح قانون سے تھوڑی دیر کیلئے قطع نظر کرکے) کہ وہ مشتبہ اشخاص کو وہاں اُترنے نہ دے یا اگر وہ اُتر آئے ہوں تو انھیں قید کردے یا روکے رکھے، اور ریلوے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لے، اور مشتبہ مسافروں کو شمال کیطرف نہ جانے دے، خطوط اور تاروں پر سخت نگرانی رکھے، اور انکے معائنہ کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے - انمیں سے ہر فعل (غالبا ملک غیر کے لوگوں کو اُترنے سے روکنے کے سوائے) بجائے خود مداخلت بیجا ہے ممکن ہے کہ انمیں سے بعض ان اختیارات کی بنا پر جو پوسٹ ماسٹر جنرل (اعلیٰ حاکم پٹہ) کو بردے قانون حاصل ہیں جایز قرار پائیں، مگر روک تھام کے لئے جو سرسری انتظامات کئے گئے ہیں اگر وہ کسی طور سے جایز ہوسکتے تو عمومی قانون سے بربنائے ضرورت جایز قرار پاسکتے ہیں - اسکا خیال رکھو کہ میں اس موقع پر تحقیقات یا سزا کے متعلق نہیں کہتا ہوں - عوام (اور بعض اوقات عہدہ داروں) کا یہ تصور کہ قانون حربی کے لازمی طور سے یہ معنی ہیں کہ کورٹ مارشل (عدالت فوجی) کے ذریعہ سے تحقیقات ہو، بیحد غلط فہمی کا باعث ہوا ہے - سرسری سزاؤں کا دینا ضرور ہو یا نہو - اس صورتمیں امیر بلدیہ کے اختیارات ایک جہاز کے ناخدا کے اختیارات کے مماثل ہیں -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اب اگر برسٹل کا امیر بلدیہ امور متذکرہ بالا عمل میں نہ لایا تو وہ یقیناً انھیں مشکلات میں پھنس جائیگا جنمیں برسٹل کے بلوہ کے وقت اسکا پیشرو (مسٹر پنی) پھنس گیا تھا؛ اور میرے نزدیک اسکی جوابدہی کو اس بیان سے کوئی تقویت نہیں ہوگی کہ برسٹل میں اسوقت تک امن تھا، عدالتیں کھلی ہوئی تھیں، اور اسلئے اسے بجز معمولی قانونی کارروائی کے اور کوئی اختیار نہ تھا، نہ اس کو اس جواب سے کوئی فائدہ پہنچے گا کہ وہ کونسل کے حکم کے انتظار میں تھا جو جاری نہیں ہوا، یا اسکے علم میں نہیں آیا، بہرحال یہ سب مباحث لاطایل قرار پائینگے[1]

اس اصول پر، جو اس اصول سے جسے میں نے 'عاجلانہ ضرورت' کے نام سے موسوم کیا ہے بالکل مختلف ہے، جو اعتراضات عاید ہو سکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اصول زیر بحث کی کوئی قانونی بنیاد بجز مقدمہ سرکار بنام پنی کے نہیں ہے[2]، اور جب اس مقدمہ کے حالات پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو نتائج اسپر مبنی کئے گئے ہیں ان نتائج کا اس سے اخذ کیا جانا درست نہیں ہو سکتا۔ مسٹر پنی پر جو الزام تھا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے باوجود مجسٹریٹ اور بطور خاص برسٹل میں قیام امن کا ذمہ دار ہونے کے بلوے کے انسداد کے متعلق کوئی مناسب انتظام نہ کیا، اور جبکہ بلوائی علانیہ طور سے امن عامہ میں خلل انداز ہوے، قید خانے توڑ ڈالے، اور اسقف اعظم کا محل اور دوسرے مکانات جلا دیئے، اسوقت بھی اس نے بلوائیوں کی گرفتاری یا امن قایم کرنے کا کافی انتظام نہیں کیا۔ کسی ایسی حالت کا خیال کرنا بھی محال ہے جسمیں امن قائم کرنے کے لئے اس سے زیادہ جبر کے استعمال کی ضرورت ہو۔ اگر وہ الزامات جو سرکار کی طرف سے 'مسٹر پنی' پر لگائے گئے تھے ثابت ہو جاتے تو وہ ایسے صریح ترک فرایض کا مجرم قرار پاتا جسکا کوئی سرکار اعلیٰ درجہ کا عہدہ دار قرار پا سکتا تھا۔ اس نے

553

---

[1] 'پولک' کی کتاب 'قانون حربی کیا ہے' ایل کیو آر ۱۰ صفحات ۱۵۵، ۱۵۶۔

[2] ۳ ایس ٹی ٹی آر (این ایس) ۱۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہایت کم دلی سے کام لیا، اسمیں کوئی شک نہیں ہوسکتا، مگر باوجود اسکے، بظاہر جج کے اتفاق رائے کے ساتھ وہ بے قصور قرار پایا۔ یہاں جو امر بطور خاص قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ 'پنی' کے مقدمہ میں ان افعال کے امکانی جواز کے متعلق کوئی سوال ہی پیش نہ تھا جو اگرچہ بادی النظر ہی طور سے قابل ہرجہ معلوم ہوتے تھے مگر وہ مصلحت عامہ کے معقول وجوہ پر ایک مجسٹریٹ سے عمل میں آئے تھے، گو کہ وہ اسکے معمولی حد اختیارات سے خارج تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس امر کا سمجھنا اکثر مقننین کے لئے دشواری سے خالی نہ ہوگا کہ مسٹر 'پنی' کے مقدمہ سے، جس سے زیادہ سے زیادہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مجسٹریٹ امن قایم رکھنے کی معقول کوشش نہیں کرتا وہ ایک جرم کا مرتکب سمجھا جاتا ہے، کسطرح 'برٹل' کے اس فرضی امیر بلدیہ کی کارروائی کا جواز ثابت ہوتا ہے جو اس بنا پر کہ ایک حملہ ہو رہا ہے ایسے مقام میں جہاں امن قایم ہے معمولی قوانین کے قواعد کی خلاف ورزی کو اپنا حق یا فرض تصور کرتا ہے۔ مقننین مذکور کو اسکے اظہار میں اس سے زیادہ وقت پیش آئیگی کہ ان حالات میں جن کی تصویر نہایت خوبی سے 'سر فریڈرک پولک' نے کھینچی ہے، ایک امیر بلدیہ کو کیوں اس امر سے خوف کرنا چاہئے کہ اسکا خود مختارانہ اختیارات کا کام میں نہ لانا اسپر وہ قانونی الزامات عاید کرے گا جو مسٹر 'پنی' پر لگائے گئے تھے۔ اگر مسٹر 'پنی' کے مقدمہ سے سیاسی مصلحت کے اصول کی تائید نہیں ہوتی تو میرے خیال میں کوئی دوسرا ایسا مقدمہ نہیں ہے جو اسکی تائید میں پیش ہوسکتا ہے۔

علاوہ اسکے اس اصول پر ایک دوسرا اعتراض وارد ہوتا ہے جسے اسکے قابل موید بھی تسلیم کرتے ہیں یعنی یہ کہ اسکا ایکٹہائے معافی کے وجود کے ساتھ تطابق نہیں ہوسکتا۔ 'سر فریڈرک پولک' لکھتے ہیں کہ

> اسپر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جو اصول اسوقت بیان کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہے تو معافی کے ایکٹوں کا وجود بیکار محض ہے، لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معافی کا ایکٹ ایک دانشمندانہ اور کریمانہ انتظام ہے، اسکا کام یہ نہیں ہے کہ جو ناجایز افعال قبل ازیں عمل میں آچکے ہیں انکو جایز کردے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو شبہات ہوں وہ رفع ہو جائیں، اور افعال جایز سے بھی جو ہرجہ بے قصور لوگونکو پہنچا ہو اور جسکی تائید قانونی دعوی سے نہ ہوسکتی ہو[1] اس کا معاوضہ انکو مل سکے"

اس اعتراض کے دور کرنے کی کوشش نہایت ذکاوت کے ساتھ کی گئی ہے، مگر وہ کوشش ایکٹ معافی کی صحیح کیفیت کے اظہار پر مبنی نہیں ہے۔ اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ ایسے ایکٹ ایک حد تک دانشمندانہ اور کریمانہ ہوتے ہیں، مگر عام طور سے انکے علاوہ بھی انکا کچھہ اور مقصد ہوتا ہے۔ معافی کے وہ ایکٹ، خواہ انکے باضابطہ الفاظ کچھہ ہوں، جو باضابطہ کلیسا سے انحراف کرنیوالی جماعت کو ٹسٹ اور کارپوریشن کے ایکٹوں، کی دیدہ و دانستہ سالہا سال کی خلاف ورزی کی سزاؤں سے تقریباً ایک صدی تک بچاتے رہے؛ اور جو معافی کے ایکٹ ۱۷۱۵ء اور ۱۷۴۵ء کی بغاوتوں کے بعد جاری ہوے؛ اور وہ ایکٹ معافی جو آئرلینڈ، کی پارلیمنٹ نے ۱۷۹۸ء کی بغاوت کے بعد جاری کیا، اور جو مسٹر ٹی جڈکن فٹز جرلڈ[2]، کو ان بیرحمانہ افعال سے بچانے کے لئے کافی نہ تھا جو انسے بغاوت کے فرو کرنے میں عمل میں آئے تھے، اور وہ دوسرا حاوی ایکٹ جو اسغرض سے جاری کیا گیا تھا کہ وہ تمام سزاؤں سے محفوظ ہو جائیں؛ اور جمیکا، کی مجلس وضعان قانون کا وہ ایکٹ جس سے مقدمہ فلپ بنام آیر میں ملزم نے اپنی جوابدہی میں کامیابی کے ساتھ استدلال کیا؛ ان سب ایکٹوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگوں کو قانون کی خلاف ورزی کے نتائج سے محفوظ رکھیں۔

554

[1] پولک، کی کتاب، قانون حربی کیا ہے، ایل کیو آر، ۱۸ صفحہ ۱۵۷۔

[2] مقدمہ رائٹ بنام فٹز جرلڈ، ۲۷ ایس ٹی ٹی ار، ۷۵۹، لیکی کی تاریخ انگلستان، اٹھارہویں صدی میں ج ۸ صفحات ۲۲-۲۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مختصر یہ ہے کہ ایکٹ معافی، جیسا کہ اس کتاب میں متواتر زور دیا جاتا رہا ہے، بے ضابطگی کے متعلق قانون کا وضع کیا جانا ہے، اور اس کا ہمیشہ یہی مقصد ہوتا ہے کہ وہ ان لوگونکو قانونی سزاوں سے محفوظ کر دے، جنھوں نے حقیقی یا خیالی سیاسی فرایض کے ادا کرنے میں قانون ملک کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہ وہ امر ہے جسے پوری طرح ذہن نشین رکھنا چاہیئے، کیونکہ جو بحث 'فوری ضرورت' اور 'سیاسی ضرورت' کے اصول کے طرفداروں میں ہے اسکا فیصلہ اسی سوال کے جواب پر منحصر ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایکٹ معافی کی صحیح نوعیت کیا ہے؟۔ اگر ایسے ایکٹ کا تعلق خاص بے ضابطگیوں کے متعلق وضع قانون سے ہے، تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ سیاسی ضرورت یا مصلحت کا اصول بالکل بے سروپا ہے۔

سیاسی مصلحت کے اصول کو دو حالات سے ظاہری اور محض ظاہری مدد ملتی ہے۔ اول یہ بعید القیاس حجت ہے کہ حکومت کے افعال جو اخلاقی نقطۂ نظر سے صحیح ہوں وہ قانونی نقطۂ نظر سے غلط ہو سکتے ہیں اور اسلئے وہ ایکٹ معافی کے صحیح موضوع قرار پا سکتے ہیں۔ یہ بعید القیاس حجت (Paradox) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا صرف ایک ظاہری حجت ہے، اور اس کا مفہوم اس سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے کہ ہر شخص کا معمولی فرض ہے کہ وہ قانون کے دایرہ میں رہے، اور اگر وہ عامہ خلایق کے فائدہ کی نظر سے کسی وقت ان حدود سے باہر ہو جائے تو اسے شاہی اقتدار یعنی بادشاہ یا جلاس پارلیمنٹ کی طرف سے معافی ملنی چاہیئے۔ دوسرا عام خیال یہ ہے کہ سخت مشکل کے وقت جسقدر جوش وخروش کا اظہار کیا جائے کم ہے۔

مگر یہ عام خیال بھی محض غلط ہے۔ اگر سیکڑوں گڑبڑ کرنے والے امیران بلدیہ ملکر عامہ خلایق کے فائدہ کے لئے خود مختارانہ کارروائیاں کرنے لگیں 555
تو ملک پر جو مصیبت اور خطرات جنگ سے عاید ہوتے ہیں ان میں وہ گونہ اضافہ ہو جائے گا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نوٹ ۱۱

عدالت اختلاف[1] (Tribunal Des Conflits)

کا دستور

عدالت اختلاف مفصلۂ ذیل اشخاص سے مرکب ہوتی ہے:-

۱- ایک صدر نشین، جو وزیر عدالت ہوتا ہے[2]۔ یہ شاذ طور سے شریک جلسہ ہوتا ہے اگرچہ اسے اجازت ہے کہ وہ شریک جلسہ ہو، صدارت کرے، اور رائے دے۔

۲- آٹھ منتخبہ جج یعنی

(الف) تین عدالت کاسیشن (اعلیٰ ترین عدالت ملک فرانس) کے جج جنھیں تین سال کے لئے اسی عدالت کے جج منتخب کرتے ہیں۔

(ب) تین رکن کونسل آف اسٹیٹ کے جنھیں تین سال کیلئے اسی کونسل کے مستقل ارکان کونسل منتخب کرتے ہیں[3]۔

---

[1] 'فرانس' کی ایک عدالت کا نام ہے، جو مقدمات کا فیصلہ نہیں کرتی، بلکہ صرف ان مباحث کو طے کرتی ہے کہ فلاں مسئلہ کی تحقیقات سرکاری سررشتۂ انتظامی سے ہونی چاہئے یا عدالت سے۔ مترجم

دیکھو 'برتھلمی' کی کتاب اصول قانون انتظامی (طبع ۵) صفحات ۸۸۰، ۸۸۱؛ اور 'چارلٹن' کی کتاب 'انتظام فرانس' صفحہ ۲۱۱۔

[2] ایک نائب صدر نشین جو عام طور سے صدارت کا کام کرتا ہے اور اس عدالت کے آٹھ ججوں میں سے منتخب کیا جاتا ہے۔

[3] اس کونسل میں عارضی ارکان بھی کسی خاص کام کی انجام دہی کے لئے مقرر کر لئے جاتے ہیں۔ دیکھو 'برتھلمی' صفحہ ۱۲۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ج) دوسرے دو اشخاص جنہیں چھ ججان عدالت اختلاف متذکرہ ضمن (الف) و (ب) منتخب کریں۔

ان دو اشخاص کے متعلق صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ وہ نہ عدالت کا زیشن کے جج، اور نہ کونسل آف اسٹیٹ کے ارکان ہونے چاہئیں، مگر عموماً انہیں سے ایک عدالت کا زیشن اور دوسرا کونسل آف اسٹیٹ سے لیا جاتا ہے۔

عدالت اختلاف ان آٹھ اور بشمول صدر نشین ان نو آدمیوں سے مرکب ہوتی ہے، انکا دوبارہ انتخاب ہوسکتا ہے اور عموماً وہ بار بار منتخب ہوتے رہتے ہیں۔

انکے علاوہ دو قائمقام بھی ہوتے ہیں جنہیں ججان متذکرۂ ضمن (الف) و (ب) منتخب کرتے ہیں، یہ قائم مقام اسوقت کام کرتے ہیں جبکہ عدالت اختلاف کے جج کسی وجہ سے کام نہیں کرسکتے

انکے علاوہ دو اور اشخاص ہوتے ہیں جو سرکاری کمشنر[1] کہلاتے ہیں، انمیں سے ایک شخص ایک سال کے لئے حکومت جمہوری کے 556
پریسیڈنٹ کی طرف سے مقرر ہوتا ہے جو ماسٹر آف ریکویسٹس (Master of requests) کے طبقہ سے ہوتا ہے جسکا تعلق کونسل آف اسٹیٹ سے ہے؛ اور دوسرا سرکاری وکلا کے طبقہ سے جس کا تعلق عدالت کا زیشن سے ہوتا ہے۔

[1] اس نام سے غلط فہمی کا امکان ہے۔ ان کمشنروں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مطلق حکومت کے زیر اثر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ قانون کی نمایندگی کرتے ہیں، انکی حیثیت ججوں کی حیثیت نہیں ہوتی، انکی آرا عموماً نمایندگان سرکار کی آرا سے مختلف ہوتی ہیں، یعنی 'پرلیکیٹ' کی رائے سے جس نے مثلاً اس عدالت کے سامنے یہ سوال پیش کیا ہے کہ آیا قانونی عدالت فلاں انتظامی قانونی کے مسئلہ میں اپنے حدود اختیارات سے بڑھ گئی ہے یا نہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نوٹ ۱۲

حکومت کے مقابلہ میں کارروائی

اصطلاحی طور سے قانون انگلستان کی رو سے کوئی دعویٰ بادشاہ پر نہیں ہوسکتا، اسکی بنیاد اس اصول پر مبنی بیان کی جاتی ہے کہ بادشاہ کوئی ظلم نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے ملک غیر کے دیعلم ناقد، اور غالباً بعض انگلستان، کے باشندے بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ فی الحقیقت بادشاہ یا دوسرے الفاظ میں حکومت کے مقابلہ میں کوئی چارہ کار ان مفرات کے متعلق حاصل نہیں ہوسکتا جو کسی شخص کو

(۱) نقض معاہدات سے جو بادشاہ یا حکومت سے کئے گئے ہوں؛

(۲) یا بادشاہ یا اسکے ملازمین کے ارتکاب افعال ناجائز سے پہنچی ہوں؛ مگر یہ خیال بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔

متعلقہ نقض معاہدہ

جو معاہدہ کسی سرکاری سررشتہ سے منجانب سرکار کیا جاتا ہے اسکی خلاف ورزی کے متعلق عموماً درخواست استحقاقی (Petition of Right) پیش کیجاتی ہے؛ اگرچہ اس کی شکل درخواست کی ہوتی ہے اور اسمیں حاکم فی جنرل کی منظوری چاہی جاتی ہے (جس سے کبھی انکار نہیں کیا جاتا) مگر فی الحقیقت وہ دعویٰ ہی ہوتا ہے۔

علاوہ اسکے حکومت کے اکثر سررشتے مثلاً کمشنران تعمیر جو تمام سرکاری عمارات کے انچارج ہوتے ہیں، جماعت ہائے متحدہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وسند یافتہ متصور ہوتے ہیں اور اس حیثیت سے انپر نالش ہوسکتی ہے۔
جو معاہدے سرکاری سررشتوں یا انکے نمایندوں سے کئے جاتے ہیں وہ اس صریح یا معنوی قرارداد کے ساتھ ہوتے ہیں کہ انکی ادائی کا انتظام اس رقم سے کیا جائے گا جو پارلیمنٹ مہیا کریگی؛ پارلیمنٹ کا کوئی رقم نہ مہیا کرنا ایسا خطرہ ہے جسکا کوئی ٹھیکہ دار لحاظ نہیں کرتا۔

متعلقہ مضرات

جو مضرت بادشاہ (حکومت) کے کسی ملازم سے پہنچے اسکے متعلق بادشاہ (حکومت) پر نہ کوئی دعوی ہوسکے گا اور نہ کوئی درخواست استحقاقی پیش ہوسکے گی۔

جس شخص کو حکومت کے کسی ملازم سے اسکے اثنائے خدمت میں
557 کوئی مضرت پہنچے اسکے لئے چارہ کار کھلا ہوا ہے یعنی وہ ایسے ملازم پر دعوی کرسکتا ہے جو فی الحقیقت فعل قابل ہرجہ کا مرتکب ہوا ہے یا جو اسمیں شریک رہا ہے۔ اس سے عموماً کسی بے انصافی کا اندیشہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ عام طور سے حکومت ان ہرجوں کو ادا کرتی ہے جو ملازمین سرکار سے ان افعال کی بابتہ دلائے جاتے ہیں جنکے مرتکب وہ اثنائے خدمت میں ہوتے ہیں، مثلاً شاہی بیڑے کے جہازوں کے افسروں پر بربنائے تصادم جہازات متواتر دعوے ہرجہ کے ہوتے رہتے ہیں جو ان افسروں کی غفلت کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں، جو ہرجہ افسران جہاز سے دلایا جاتا ہے وہ عموماً سررشتہ امیرالبحری سے ادا ہوتا ہے۔

یہ حکم دینا کہ ان افعال قابل ہرجہ کی بابتہ جنکے مرتکب سرکاری ملازم اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہوں درخواست استحقاقی پیش ہوسکے گی قانون کا ترمیم کرنا ہوگا۔ اس قسم کے ہرجوں سے حکومت کا اصطلاحی طور سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

محفوظ رہنا ایسا امر نہیں ہے جسکے متعلق کوئی عام شکایت ہو، اور عملاً اس سے کوئی بے انصافی نہیں ہوتی۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اکثر کاروبار جو حکومت کے ملازم ممالک غیر میں کرتے وہ 'انگلستان' میں بذریعہ جماعتہائے متحدہ دستہ یافتہ انجام پاتے ہیں مثلاً ریل کی کمپنیاں یا میونسپل جماعتیں وغیرہ، یہ ان معاہدات کی جو انکی طرف سے کئے جاتے ہیں، یا ان افعال قابل ہرجہ کے جو انکے افسروں یا ملازمین سے واقع ہوتے ہیں قانوناً پورے طور سے ذمہ دار ہوتی ہیں[1]۔

نوٹ ۱۳

پارلیمنٹ کا ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۱۱ء

۱ و ۲ جارج پنجم فصل ۱۳

ایک ایکٹ اس غرض سے کہ دارالامرا کے اختیارات کا تعلق دارالعوام کے اختیارات کے ساتھ متعین کیا جائے، اور پارلیمنٹ کی مدت قیام کی حدبندی ہو جائے۔

۱۸ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

چونکہ یہ امر قرین مصلحت ہے کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے باہمی تعلقات کا انتظام کیا جائے؛ اور

چونکہ یہ امر پیش نظر ہے کہ بجائے موجودہ ترکیب کے دارالامرا کے ایک

---

[1] دیکھو لوول کی کتاب 'حکومت انگلستان' ج ۲ صفحات ۴۹۰-۴۹۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرا ایوان امرا قایم کیا جائے جو بجائے موروثی اصول کے عام اصول پر مبنی ہو، مگر یہ تبدیلی دفعتہً عمل میں نہیں لائی جاسکتی۔ اور چونکہ پارلیمنٹ کو آیندہ اس جدید دوسرے ایوان کے اقتدارات کے متعلق تعریف اور حد بندی وغیرہ کا انتظام کرنا ہوگا، اسلئے بالفعل یہی قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ اس ایکٹ کے ذریعہ سے موجودہ دارالامرا کے اقتدارات 558
کی حد مقرر کردیجائے۔

بناءً علیہ بہ مشورہ و رضامندی امرائے مذہبی و ملکی و عوام جو اس پارلیمنٹ میں موجود ہیں اور انھی کے اقتدار سے پیشگاہ اعلیحضرت بادشاہ سے حسب ذیل احکام صادر ہوتے ہیں:

۱- (۱) اگر کوئی مسودہ متعلقہ رقم، دارالعوام سے منظور ہوکر کم ازکم برخاست پارلیمنٹ سے ایک ماہ قبل، دارالامرا کو بھیجدیا جائے اور وہ بعد وصول ایک مہینے کے اندر بلاکسی قسم کی ترمیم کے منظور نہ کیا جائے، تو مسودہ مذکور، اگر دارالعوام اسکے خلاف کوئی دوسری ہدایت نہ دے، اعلیحضرت کے ملاحظہ میں پیش کردیا جائے گا، اور اعلیحضرت کی منظوری کے بعد پارلیمنٹ کا ایکٹ متصور ہوگا، اگرچہ دارالامرا نے اسکے متعلق اپنی رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔

(۲) مسودہ متعلقہ رقم سے مراد وہ مسودہ عام ہے جسکا دارالعوام کے صدر (اسپیکر) کی رائے میں صرف مفصلۂ ذیل (جملہ یا انمیں سے بعض) مضامین کے انتظام سے تعلق ہو یعنی ٹیکس کے عاید، منسوخ، معاف، تبدیل، یا انتظام کرنے، یا قرض کے ادا کرنے یا دوسرے مالی مقاصد کے لئے رقوم مجتمعہ یا رقوم منظورہ پارلیمنٹ پر خرچ ڈالنے، یا ایسے اخراجات کو تبدیل یا منسوخ کرنے، رقوم کی منظوری دینے اور انکو خاص کاموں کے لئے مخصوص کرنے، سرکاری رقوم کی آمد، حفاظت، اجرا، یا اسکے حسابات کی تنقیح کرنے، کسی قرضہ کے لینے، یا اسکی ضمانت، یا اسکو ادا کرنے، یا ایسے ضمنی معاملات سے ہو جنکا تعلق ان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مضامین یا انمیں سے کسی ایک سے پایا جائے۔ اس دفعہ کی ضمن کے الفاظ ٹیکس، سرکاری رقم، اور قرضہ کسی ایسے ٹیکس، رقم، یا قرضہ پر حاوی نہ ہونگے جو مقامی مقتدر لوگ یا جماعتیں مقامی مقاصد کے لئے لیں۔

(۳) ہر رقمی مسودہ پر جبکہ وہ دارالامرا میں بھیجا جائے گا، یا جب منظوری کے لئے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش ہوگا، دارالعوام کے (اسپیکر) کی دستخطی تصدیق اس مضمون کی رہے گی کہ مسودہ مذکور رقمی مسودہ ہے۔ ایسی تصدیق کرنے سے پہلے صدر دارالعوام اگر ممکن ہوگا تو ان دو ارکان سے مشورہ کرے گا جنھیں ہر میقات کے آغاز پر مجلس انتخاب، صدر نشین کی منتخبہ فہرست سے نامزد کرتی ہے۔

۲۔(۱) اگر کوئی دوسرا مسودہ قانون (جو رقمی مسودہ یا ایسے مسودہ کے علاوہ ہو جسکے ذریعہ سے پارلیمنٹ کی انتہائی مدت قیام پانچ سال میں اضافہ کا انتظام کیا گیا ہو) دارالعوام سے تین مسلسل اجلاسوں میں منظور کرکے (خواہ وہ اجلاس ایک ہی پارلیمنٹ کے ہوں یا نہ ہوں) میقات کے ختم ہونے سے ایکماہ قبل بھیجدیا جائے، اور دارالامرا اسے ہر اجلاس میں نامنظور کرے، تو مسودہ مذکور تیسری مرتبہ کی نامنظوری پر، اگر دارالعوام اسکے خلاف کوئی ہدایت نکرے، اعلیحضرت کی پیشگاہ میں گزرانا جائیگا، اور شاہی منظوری کے بعد پارلیمنٹ کا ایکٹ ہوجائیگا اگرچہ دارالامرا نے اس سے اتفاق نہ کیا ہو مگر شرط یہ ہے کہ ایسا عمل اسوقت تک نہ ہوسکیگا جب تک کہ دارالعوام کے پہلے اجلاس کی دوسری خواندگی کی تاریخ سے لے کر مسودہ کے دارالعوام کے تیسرے اجلاس سے نکل جانے کی تاریخ تک دو سال کی کامل مدت نہ گزر جائے گی۔ 559

(۲) جب اس دفعہ کے مضمون کے لحاظ سے کوئی مسودہ اعلیحضرت کی منظوری کے لئے پیش ہو تو اسپر دارالعوام کے صدر کی یہ تصدیق ہونی چاہئیے کہ اس دفعہ کے تمام مراتب کی پوری طور سے تکمیل ہوچکی ہے۔

(۳) دارالامرا سے مسودہ کا نامنظور ہونا اسوقت متصور ہوگا جبکہ دارالامرا بغیر ترمیم، یا ایسی ترمیمات کے ساتھ جس سے دونوں ایوان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متفق ہوں، اسکی منظوری دینے سے انکار کردے۔

(۴) ہر مسودہ وہی سابق مسودہ متصور ہوگا جو دارالامرا کو اس سے قبل کے اجلاس میں بھیجا گیا تھا اگر وہ دارالامرا میں بھیجے جانے کے وقت سابق مسودہ کے مطابق ہوگا یا اسمیں صرف ایسی تبدیلیاں شریک ہونگی جنکی نسبت دارالعوام کا صدر یہ تصدیق کریگا کہ سابق مسودہ کی تاریخ پر مدت گزرنے کی وجہ سے ضروری ہیں، یا ان ترمیمات پر مشتمل ہوگا جو دارالامرا پہلے مسودہ میں اس سے قبل کے اجلاس میں کرچکا ہوگا اور نیز ایسی تمام ترمیمیں جنکی نسبت دارالعوام کا صدر یہ تصدیق کریگا کہ وہ دارالامرا کے تیسرے اجلاس میں عمل میں آئیں اور انسے دارالعوام متفق ہے وہ سب اس مسودہ میں درج کردیجائیں گی جو حسب دفعہ ہذا اعلیحضرت کی منظوری کے لئے پیش کیا جائیگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ دارالعوام کو اسکا اختیار رہے گا کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو اس مسودہ کے دوران کارروائی میں اسے دوسرے یا تیسرے اجلاس میں بغیر ترمیمات کو درج مسودہ کئے مزید ترمیمات پیش کرے، اور ایسی مجوزہ ترمیمات پر دارالامرا غور کرے گا، اور اگر ایوان مذکور انسے اتفاق کرے گا تو وہ دارالامرا کی ایسی ترمیمات متصور ہونگی جن کے ساتھ دارالعوام کو اتفاق ہے؛ لیکن دارالعوام کا اس دفعہ کے اختیار سے فائدہ اٹھانا دارالامرا کے نامنظوری مسودہ کی حالتمیں دفعہ ہذا کے عمل پر موثر نہ ہوگا۔

۳۔ دارالعوام کے صدر کا صداقت نامہ جو اس ایکٹ کے تحت میں دیا جائے وہ تمام مقاصد کے لئے قطعی ہوگا، اور کسی قانونی عدالت میں اسکے متعلق کوئی اعتراض نہ ہوسکے گا۔

۴۔ (۱) ہر مسودہ میں جو اعلیحضرت کے ملاحظہ میں اس ایکٹ کے احکام متذکرہ سابق کی رو سے پیش ہوگا اسکے الفاظ حسب ذیل ہونگے:-

560 "اعلیحضرت، موجودہ پارلیمنٹ کے ارکان دارالعوام کے مشورہ اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رضامندی کے ساتھ، پارلیمنٹ کے ایکٹ سنہ ۱۹۱۱ء کے مراتب کے مطابق
اور اسی کے اختیارات کے لحاظ سے حسب ذیل حکم فرماتے ہیں"

(۲) مسودہ قانون میں جو تبدیلی اس دفعہ کے لحاظ سے ضرور ہوگی وہ مسودہ کی ترمیم نہیں متصور ہوگی۔

۵۔ اس ایکٹ میں جو الفاظ "مسودہ عام" (Public bill) کے استعمال ہوئے ہیں وہ کسی ایسے مسودہ پر حاوی نہیں ہیں جو کسی مشروطی حکم کی توثیق کے لئے ہو۔

۶۔ اس ایکٹ کا کوئی مضمون دارالعوام کے موجودہ حقوق اور اختیارات کو نہ گھٹا سکیگا اور نہ محدود کر سکے گا۔

۷۔ ہفت سالہ ایکٹ بابتہ سنہ ۱۷۱۵ء میں پارلیمنٹ کی زیادہ سے زیادہ میقات ۷ سال کی قرار پائی ہے اس کی جگہ اب (۵) سال کی مدت قرار دیجاتی ہے۔

۸۔ یہ ایکٹ بغرض حوالہ پارلیمنٹ کے ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۱۱ء سے موسوم کیا جاسکے گا۔

تمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قانون دستوری

اشاریہ

الف

آزاد پسندیکی دشواریاں
۹۰ مع حاشیہ XCI, Note 2.

آزاد تجارت کے حامی
۶۶ LXXI

آزادی شخصی انگلستان میں
۲۹۱-۲۹۴ 193-196

بلجیم میں
۲۹۴ 196

مطابع اسکے متعلق ممالک غیر اور انگلستان کے خیالات
۳۳۴ 235

قانون ازالہ حیثیت عرفی
۳۳۵-۳۴۶ 236-247

فرانسیسی حکومت میں اسکی نگرانی
۳۵۰ 251

اوکوک کی رائے فرانس کے قانون انتظامی کے متعلق
۴۳۰، ۴۳۱ مع حاشیہ 328 Note

آمدنی
۴۰۹ 308

اسکے ذرایع
۴۰۹ 308

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موروثی بادشاہ

309 ۴۱۰
مستقل اور سالانہ ایکٹوں کے تحت

310 ۴۱۱
کے مصارف کے اختیارات

311-312 ۴۱۲-۴۱۳
سرمایۂ مجتمعہ

313 ۴۱۴
صحیح مصارف کی ضمانت

314-315 ۴۱۵-۴۱۶
اسکے متعلق کنٹرولر جنرل کی حیثیت

316 ۴۱۷
۱۸۱۱ء میں لارڈ گرین ویلی اور پارلیمنٹ کا اختلاف

317 ۴۱۸
پبلک اکونٹ کمیٹی

318 ۴۱۹
کی نگرانی اور تنقیح کی اہم خصوصیات

319, Note ۴۱۹-۴۲۰ مع حاشیہ

بربنائے قانون

320 ۴۲۱
آوازہ خلق نقارۂ خدا کی مثل کی تحدید

LXII ۵۵-۵۶
آیرلینڈ کی حکومت کا ایکٹ اور ہوم رول

LXXXVII ۸۵
وایکٹ اتحاد کلیسا

63 ۱۹۸
۱۸۸۱ء کا "کوارشن ایکٹ"

227 ۳۲۶
ایکٹ انسداد جرایم بابتہ ۱۸۸۲ء

227 ۳۲۶
کے کلیسا کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۹ء

64, 170 ۱۶۹ ،۳۶۸
کی پارلیمنٹ ۱۸۸۲ء کی جو حقیقی شاہی واضع قانون تھی

482 ۵۸۴-۵۸۳
انگلستان کی وزارت کو عہدہ دار انتظامی پر اختیارات

482 ۵۸۴-۵۸۳
انتقاد۔ منصفانہ و مزیل حیثیت عرفی

238 ۳۳۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اتحاد کے ایکٹ

42 ۱۴۷-۱۴۸

اسکاٹلینڈ کی پوسٹوریٹیاں

63 ۱۶۸

پانچویں دفعہ آئرلینڈ کے اتحادی ایکٹ کی

64 , 433 ۱۶۸، ۵۳۰

کا ایکٹ

LXI ۵۴، ۵۵

بحیثیت ممکن الانفساخ ہونیکے (اسکاٹلینڈ)

141 ۲۴۱

جنوبی افریقہ کا

480, Note 1. ۵۸۰ مع حاشیہ ۱

احکام شاہی

48 ۱۵۳-۱۵۴

اخبارات کے مدیروں اور لکھنے والوں کی حیثیت

244 ۳۴۴

معمولی عدالتوں کو ان جرائم کی سماعت کا اختیار

246, Note ۳۴۵، ۳۴۶ مع حاشیہ

سلطنت سابق میں

252 ۳۵۱، ۳۵۲

۱۶۴۸ء کی جمہوریت کے زمانہ میں

253 ۳۵۲، ۳۵۳

اخلاقی قوانین کے متعلق پارلیمنٹ کے ایکٹ

59 ۱۶۴

بلیک اسٹون کی رائے

59 ۱۶۴

اور ازالۂ حیثیت عرفی

240 ۳۳۹-۳۴۰

اخلاقی فلسفہ۔ پیلے کا انتخاب

9, Note ۱۱۶ مع حاشیہ

22, Note ۱۲۸-۱۲۹ "

ارٹن - ارتھر

LXXII ۶۸

ارکان پارلیمنٹ کی تنخواہوں کا اثر

LIII ۴۴

ارکان پارلیمنٹ میں بولنے والوں کا اضافہ

LVI ۴۸

کے اختیارات

LVI ۴۹

اسٹار چیمبر کی نگرانی مطابع پر

256 ۳۵۵، ۳۵۶

اسکی تنسیخ ۱۶۴۱ء میں

263 , 375 ۳۶۲، ۴۷۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسٹبس ڈاکٹر اکسفورڈ کے
بڑے پادری بحیثیت
دستوری مورخ کے
12,16 ۱۱۹، ۱۲۳

آسٹریلیا مغربی
XXIV, Note 1. ۱۰ ع حاشیہ
کی جمہوریت کے
اختیارات دستوری
احکام کی تبدیلی کے متعلق
196, Note ۲۰۹ ع حاشیہ
533-535 ۶۶۴-۶۶۷
ایکٹ ترک وطن
109,114, Note ۲۱۲، ۲۱۸ ع حاشیہ
بتعلق شاہی پارلیمنٹ
117, 535-537 ۲۲۱، ۶۶۷-۶۷۱
وفاقیت کی ایک مثال
134, Note ۲۳۵ ع حاشیہ
اسکے خصوصیات
529-537 ضمیمہ نوٹ ۹ ۶۵۸-۶۷۲
آسٹن کا اصول پارلیمنٹ
کی شاہی کے متعلق
68-70,72 ۱۷۲-۱۷۵، ۱۷۷
اسٹوری کی شرح امریکہ کے
دستور پر
4 ۱۱۲

طرق کارروائی
5 ۱۱۳
شرح اختلاف قوانین
370 ۴۷۲
'اسٹیٹیوٹ' یا 'قانون مکتوبہ'
27 ۱۳۳
اعلان کی تحت میں وضع قانون
48 ۱۵۴
اسکی تنسیخ
49 ۱۵۴-۱۵۵
اسٹیشنر کی کمپنی کا قیام
256 ۳۵۶
اسٹیفن کی شرح
8,370 ۱۱۵ و ۴۷۲
جسٹس اسٹیفن کی رائے پارلیمنٹ
کے رزولیوشن اور عدالتوں کے
فیصلہ جات پر
53 ۱۵۸
اور سپاہیوں اور انکے افسروں کے
تعلقات پر
300 ۴۰۲
لزے کی رائے پارلیمنٹ کے
حدود پر
78 ۱۸۲-۱۸۳
کی سوانح فاسٹ
463 ۵۵۸

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسٹیفن ہوپ۔ لارڈ کی مولفہ سوانح پر ۱۱۰ مع حاشیہ ۲ 2, Note 2.

کی رائے سٹیپنل ایکٹ پر، ۱۴۶ 43

اصولی اور دستوری قوانین ۱۹۰، ۲۴۱ 85,141, Note مع حاشیہ

اظہار ناپسندیدگی کی کارروائی ہائے پارلیمنٹ ۵۴۲، ۵۴۲ 435,445

اعلانات کا قانون ۱۵۳-۱۵۴ 48

اسکی تنسیخ ۱۵۵ 49

شاہی بہ تعلق عمومی قانون کے ۱۵۶ 51

کی زمانۂ حال کی مثالیں ۱۵۶-۱۵۷ مع حاشیہ 51, Note

اعلان حقوق انسانی، آزادی بحث اور آزادی مطابع ۳۳۳ 234

اعلان، حالت محاصرہ، ۳۰۳ 283

اسکے متعلق فرانس کا قانون ۳۰۸، ۳۰۹ 288

فرانس کی جمہوریت کے زمانہ میں ۳۰۹، ۳۱۰ 289

اسکاٹلینڈ کی یونیورسٹیاں متعلق ایکٹ اتحاد ۱۶۸ 63

والوں کا اعتراض لفظ انگلستان، کے استعمال پر بجائے برطانیہ عظمیٰ کے LXXXIX ۸۷-۸۸

اسکاٹ جنرل ۷۶ LXXIX

اسکاٹ۔ سر والٹر ۷۷ LXXX

امرا کے طبقہ میں بحالت ضرورت اضافہ ۴۴ Lii

وارد الامرا کے رزولیوشن قانون نہیں ہیں ۱۵۶-۱۵۸ 52

کے اختیارات ۱۵۹ 54

اور عوام میں اختلاف کی حالتیں جدید امرا کا بنایا جانا ۵۲۵ 427

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور عہدہ داران انتظامی
۲۷ مع حاشیہ ۱ XXXVIII, Note 2.
۳۳، ۳۴، ۲ XLIII, Note 2.
۴۷، ۴۸ مع حاشیہ ۱ LV, Note 1.

امریکہ کے ساتھ صلح
۱۲ مع حاشیہ ۱ XXVI, Note 1.

وہاں کا دستور
۱۱۲ 4

اسپیکر کنیٹ اور اسٹوری کی شرح
۱۱۲ 4

براس
۲۳۵ مع حاشیہ 134, Note

میں سیاسی معاہدات کا اختیار پریسیڈنٹ اور سنیٹ کو
۵۵۶ 461

انتخاب کنندگاں حقیقی شاہی قوت ہیں
۴۰ - ۴۱ XLIX

انکے اختیارات
۴۷ - ۴۸ LV

مملکت کی سیاسی قوت ہیں
۵۲۱ - ۵۲۲ 423, 424

پارلیمنٹ کی برخاست کے متعلق
۵۲۶ 428

امریکہ میں اسکی حیثیت
۱۳۴ 28

اسکی پارلیمنٹی حیثیت
۱۶۲ 57

اور عدالتیں
۱۷۶ 71

سیاسی اختیارات
۱۷۷ 73

انسداد جرایم کا ایکٹ (آیرلینڈ) بابتہ ۱۸۸۲ء
۳۲۶ 227

اسکے تحت میں آیرلینڈ کے انتظامی عہدہ دارونکے اختیارات
۳۲۶ 227

انتظامی قانون (فرانس کا) انکا مقابلہ انگلستان کے عہدہ دارونکے قانون سے
۳۳ XLIII

اس کی تنقید
۳۶ XLVI

اسکا مقابلہ قانونی حکومت سے
۴۲۶ 324

کی اصطلاح
۴۲۸ 326

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسپرٹاک ویل کی رائے
326,327, Note ۴۲۸،۴۲۹ حاشیہ
352,353, Note ۴۵۴-۴۵۶ "

اسکی تعریف
328 ۴۳۰

اسکے تحت میں عہدداروں
اور دوسرے اشخاص
کی حیثیت
329,337-344 ۴۳۱-۴۳۲
349-352 ۴۳۷-۴۴۷
354,380 ۴۵۱-۴۵۵
۴۵۶-۴۵۷
۴۸۱-۴۸۲

اسکے نسبت اہم اور مستقل خیالات
329 ۴۳۱

انتظامی قانون کا تاریخی
نشوونما
330 ۴۳۲-۴۳۳

اسکے اہم اصول
332 ۴۳۵

وی ویان کی رائے
332, Note ۴۳۵ حاشیہ

اسکے خصوصیات
334 ۴۳۷

اسکا بانی نپولین ہے
335 - 337 ۴۳۸-۴۴۰

اختیارات کا تصادم
339 ۴۴۲

عہدہ داروں کی حفاظت
۴۴۴،۴۴۵،۴۵۱-۴۵۲
341,242,349

کونسل آف اسٹیٹ نپولین کے زمانہ میں
344 ۴۴۷

شاہی زمانہ (۱۸۳۰ تا ۱۸۷۰) میں
346 ۴۴۸-۴۴۹

اور تیسری جمہوری حکومت میں
355 ۴۵۷

کونسل آف اسٹیٹ کے فیصلے
تجویزیں (عدالتی) متصور ہوتی ہیں
360 ۴۶۳

خود مختار عدالت اختلاف کا قیام
360 ۴۶۳

ترقی
362-364 ۴۶۴-۴۶۷
371 ۴۷۳

اسکا قانونی حکومت کے ساتھ
مقابلہ
364 ۴۶۶-۴۶۷

سولھویں اور سترہویں صدی میں
جو خیالات انگلستان میں شایع
تھے ان سے یہ مختلف نہیں ہے
364 ۴۶۶-۴۶۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نظامی یا ججوں کا بنایا ہوا قانون 369,378 ۴۷۱، ۴۷۹-۴۸۰

کونسل "ڈسی ایٹ" حقیقی انتظامی عدالت ہے 372 ۴۷۴

اہل فرانس اسے مفید تصور کرتے ہیں 377 ۴۷۹

۱۸۰۰ء اور ۱۹۰۰ء کے درمیان میں ترقی 379 ۴۸۰-۴۸۱

انتظامی قانون انگلستان کے قانون کے کسی جز کے مطابق نہیں ہے 380 ۴۸۱

وہ سول سروس کا قانون نہیں ہے 380,381 ۴۸۱، ۴۸۲

اس کا مقابلہ قانون نصفت کے ساتھ 381 ۴۸۲

اسکی بنیاد ان خیالات پر ہے جس سے انگلستان نامانوس ہے 383 ۴۸۴

قانون انگلستان میں نہیں لیا گیا 383 ۴۸۴

انگلستان اس سے جز نہیں پکڑی 385 ۴۸۶

اسکی خوبیاں 389,393 ۴۹۴، ۴۹۰

اسکی خرابیاں 389,396 ۴۹۷، ۴۹۰

انقلاب عظیم سنہ ۱۸۴۸ء کا 253 ۳۵۴

انجمن ٹیکس (محصول آمدنی) کے ایکٹ کی تنسیخ 311 ۴۱۲

انگریزی حکومت کی برکتیں XXXV ۲۳

کی رعایا کی پائندگی XXVIII ۲۴، ۱۵
XXXVI
XXXVII ۲۹، ۳۵

LXXXI, Note 1. ۷۸-۷۹ حاشیہ ۱
LXXXV ۸۳
XCi Note 1. ۹۰ حاشیہ ۱

سے برطانیہ عظمیٰ اور اسکی نوآبادیوں میں امن قایم ہے LXXX ۷۷

خرچ شاہی حفاظت کا LXXX ۷۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسپر تفاخر

۷۸-۷۹ LXXXI

انگلستان کا طریقہ حکومت

۴۸ مع حاشیہ ۱ LV, Note 1.

۹۰ مع حاشیہ ۲ XCI, Note 2.

انگلستان کی حکومت

۴۸ مع حاشیہ ۱ LV, Note 1.

۲ " ۹۰ XCI, Note 2.

۱ " ۱۰۱ C, Note 1.

انگلستان کے بادشاہ کے
اختیارات پر بلیک اسٹون
کی رائے

۱۱۴، ۱۱۶ 7, 9

انگلستان میں قانون
کی وقعت کے
متعلق ٹاک ویل کی رائے
بہ تقابل ۱۸۳۶ء کے سوئٹزرلینڈ
کے قوانین مطابق

۲۷۹ 180

۳۴۵ 286

۳۴۲-۳۴۴ 243

۳۴۶-۳۴۸ 247, 248

میں عام جلسوں کے
انعقاد کا حق

۳۶۵ 266

کی کابینہ

۱۱۵ 8

کا دستور

۶۴ مع حاشیہ ۱ LXIX, Note 1.

۱۰۳، ۱۰۵ CII, CIV

کے دستور کے پڑھنے کے متعلق
برک اور ہیلم کی رائے گزشتہ
تصورات اور خیالات

۱۱۰ 2

زمانہ حال کے خیالات اور اس پر عبور

۱۱۱ 3

اسمیں مشکلات

۱۱۲-۱۱۴ 4, 6

پیلی کا انتخاب متعلقہ حالات
حقیقی و اصول حکومت

۱۱۶ مع حاشیہ 9 Note

دستور کے متعلق ٹاک ویل
کی رائے

۱۲۷، ۱۸۹ 21, 84

اسکی غیر مکتوبی حیثیت

۱۹۱ 86

سترہویں صدی میں شاہی مراعات
کے متعلق خیالات

۴۶۷ 365

کے دستوری قانون کی تقسیم
بوٹمی کی رائے کے مطابق

۱۱۳، ۱۱۴ مع حاشیہ 6, Note

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکے ماخذ
6 ۱۱۳، ۱۱۴
بلیک اسٹون نے
اسپر کسطرح بحث کی ہے
7,141 ۱۱۴، ۲۴۱
کی پارلیمنٹ کے
خصوصیات
402,403 Note ۵۰۲، ۵۰۳ مع حاشیہ
وزیر اعظم کا تقرر
404 ۵۰۴
کا وزیر اعظم انگلستانکی
کابینہ کا اعلیٰ عہدہ دار ہے
8 ,404 ۱۱۵، ۵۰۴
کے بادشاہوں کی
انگلستانکی رعایا کیساتھ کمزوری
L ۴۱، ۴۲
کے دستور کا نشو ونما
دستوری قانون کے
متعلق فریمین کی رائے
12 ۱۱۹
اسکا انتخاب
17 ۱۲۴
باشندگان سوئٹزرلینڈ کے
دستور کے حقوق کی
ضمانت
150 ۲۵۰

ان لینڈ ریونیو آفس
آمدنی کے متعلق روزانہ کارروائی
312 ۴۱۳
اوڈگرس کی کتاب ازالہ حیثیت عرفی
کا انتخاب
236 ۳۳۵
اور سنہ ۱۹۱۴ء میں
XXIX ۱۶
اور آئلیز آف مین میں
XXVII, Note ۱۳ مع حاشیہ
اور نیوزلینڈ میں
XXVII ۱۳
اوکانل اور تنسیخ خواہ
LXX ۶۵-۶۶
LXXI Note. 1. ۶۶ مع حاشیہ ۱
اور وفاقیت
XC ۸۹
ایڈورڈ ششم کے عہد میں وضع قانون
ذریعہ اعلان کا موقوف ہونا
49 ۱۵۴-۱۵۵
ایرمی گورنر اور جمیکا کی بغاوت
سنہ ۱۸۶۵ء کی
233 ۳۳۲
542, Note ۶۷۸، ۶۷۹ مع حاشیہ
ایسکوتھہ مسٹر کی رائے
سلطنت کے متعلق
XXXI, Note. XXXIII. ۲۱۰ ۱۹ مع حاشیہ ۲۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور پارلیمنٹ و حکومت
انگلستان کے متعلق
LXXXV ۸۳
وزارت سے
اعتبار کا اٹھا لیا
جانا
452 ۵۴۸
ایکٹ آف سٹلمنٹ (قانون
وراثت)
27 ۱۱۴
تخت نشینی
41,42 ۱۴۷، ۱۴۸
دیوالیہ بابتہ ۱۸۸۳ء
XXVIII ۱۵
جمہوریت آسٹریلیا کے
دستور کا
113, Note ۲۱۷ مع حاشیہ
150, Note ۲۵۰ "
فیمیہ نوٹ ۹
529 537 ۶۵۸-۶۷۲
متوفی شوہر کے بھائی کے
متعلق بابتہ ۱۹۰۰ء (نیوزیلینڈ)
115, Note 2. ۲۱۹ مع حاشیہ ۲
ترک اوطان کی
روک تھام کا
بابتہ ۱۹۰۷ء (ٹرانسوال)
116, Note ۲۲۰ مع حاشیہ
کانگرس کا بابتہ ۲۷ ستمبر
۱۷۸۹ء
157 ۲۵۶
امریکہ کی سپریم کورٹ کا
157, 159 ۲۵۶/۲۵۸
اسکے قیام کا
160 ۲۵۹
غیر دستوری کی مثالیں
161 ۲۶۰
برٹش نارتھ امریکہ بابتہ ۱۸۶۷ء
161-163, Note ۲۵۹-۲۶۲ مع حاشیہ
کینیڈا صوبجات کا
163 ۲۶۲
تحویل ملزمین اور اسکے تحت میں
ملک غیر کے مجرمین
220, Note ۳۱۹ مع حاشیہ
باشندگان ملک غیر بابتہ ۱۸۴۸ء
228 ۳۲۷
مطابع کی اجازت کا . . .
موقوف ہو گیا
257 ۳۵۷
بغاوت کا . . . بابتہ ۱۶۸۹ء
294 ۳۹۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکی تمہید
۳۹۶ 295
فوج کا بابتہ سنہ ۱۸۸۱ء
295,296, Note ۳۹۶-۳۹۷ مع حاشیہ
298, Note ۳۹۹ مع حاشیہ
آمدنی
۴۱۰ 309
متعلقہ ٹیکس
۴۱۱ 310
قومی اور مقامی قرضہ جات
بابتہ سنہ ۱۸۸۷ء
۴۱۴ 313
عہدہ داروں کی
حفاظت کا
بابتہ سنہ ۱۸۹۳ء
۴۸۵ 384
تخصیص کا
۴۱۴ 313
تجارتی اخبارات کا
بابتہ سنہ ۱۸۷۶ء
۴۹۳ 392
باشندگان ملک غیر
۵۰۸ 408
ملک غیر کی
بھرتی کا
۵۰۸ 408
تحویل مجرمین
۵۰۸ 408
اختیار توطن
۵۱۷ 419
سپٹینیل
۵۳۰ 433
پارلیمنٹ کا بابتہ سنہ ۱۹۱۱ء
۷۰۴ 557
مقامی اور خانگی
۱۵۳،۱۵۲ 47
مقاصد . . . معافی
۱۵۴،۱۵۳،۱۵۲ 47,51
۶۹۱ — ۶۸۶ 547-549
۶۹۹ — ۶۹۷ 553,554
بہ تعلق ہیبیوس کارپس کے التوا کے
۳۳۲-۳۳۰،۳۲۷ 228, 231-233
پارلیمنٹ کے . . . کی تحت میں
قواعد
۱۵۶،۱۵۵ 50
جو اخلاقی یا بین الاقوامی قانون کے خلاف ہوں .
۱۶۴ 59
پارلیمنٹ کا اختیار انکے متعلق
۱۶۶ 61

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریلوے کمپنیاں اسکی پابند ہیں
۱۹۶ 91

اسکا عملی فائدہ
۵۰۳ 403

برطانیہ عظمی کا اتحاد
۱۶۷ 62

اسکی پانچویں دفعہ
۱۶۹ 64

ممکن الانفساخ
۲۴۱ 141

بابتہ ۱۸۴۵ء ممالک غیر کے باشندوں کے متعلق اس کے تحت میں وزراء کے اختیارات
۳۲۷، ۵۰۸ 228, 408

بابتہ تخصیص رقوم
۴۳۴ 331

اسکی تحت میں ادائی
۴۱۵ 314

ایلزبتھ ملکہ انگلستان
91 XCII

ایلیس برو انگلستان میں
۳۴۳، ۳۴۴ 244

این سن سر ولیم کی کتاب قانون و رسم و رواج دستور
۱۴۰ مع حاشیہ 34, Note

ب

باٹمی دستور پر
۱۱۳ مع حاشیہ 6, Note

دستور انگلستان کی تقسیم پر
۱۱۳ مع حاشیہ 6, Note

کے اصول قانون دستوری
۱۱۳ مع حاشیہ 6, Note

باشندگان ملک کے فرائض بلوہ میں
۳۸۴ 284

کی حیثیت تمام سلطنت میں
۱۵، ۲۴ XXVIII, XXXVI
۲۵ XXXVII
۷۸ مع حاشیہ ۱ LXXXI, Note 1.
۸۳ LXXXV
۹۰ مع حاشیہ ۱ XCI, Note 1.

باشندگان ممالک غیر کی قید کے متعلق
۳۰۴، ۳۱۹ 206, 220

انکی حیثیت انگلستان میں
۳۱۹ مع حاشیہ 220, Note

سنہ ۱۸۴۵ء کا ایکٹ انکے متعلق
۳۲۷ 228

انکی حیثیت انگلستان میں
۵۰۷ 407

ٹیلر بڑے اصلاحی قانون کا نفاذ
۵۴، ۵۵ مع حاشیہ ۱ LXI, Note 1.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برانڈ جنوبی افریقہ کا اتحاد
۵۸۰ مع حاشیہ 480, Note 1.

برائٹ
۴۸ LVI

برائس، پروفیسر
۱۹۲-۱۹۱ 87
امریکہ کی جمہوریت پر
۲۲۵ مع حاشیہ 134, Note
۲۵۰-۲۵۱ مع حاشیہ 151, Note

برٹش شمالی امریکہ کا ایکٹ
بابتہ ۱۸۶۷ء
۲۵-۲۶۲ مع حاشیہ 161-163, Note
حکومت اور اسکے سمندر پار
اختیارات پر سر ایچ جنکس
کی رائے
۱۵۴، ۱۵۷ مع حاشیہ 51, Note
۲۰۴ مع حاشیہ 100, Note
رعایا کے سیاسی حقوق
۲۵ مع حاشیہ XXXVII, Note

برخاست پارلیمنٹ کے قواعد
۵۲۵-۵۲۶ 428
بابتہ ۱۶۸۴ء، ۱۸۳۴ء
۵۲۶-۵۲۷ 429
کا حق بضمن پارلیمنٹ کے
شاہی اختیارات کے
۵۳۰ 433

کا حق بہ تعلق اخذ رائے عوام
۵۳۱، ۵۴۸ 434,452

برک
۴۵، ۶۰ LIII,LXVI
خط موسومہ شریف (امیر بلدیہ)
برسٹل
۸، ۹ مع حاشیہ XXIII, Note 1.
امریکہ کے ساتھ تفہیم
وصلح
۱۲ مع حاشیہ XXVI, Note 1.
خط وکتابت
۶۰، ۶۱ مع حاشیہ LXVI, Note 1.
انگلستان کے دستور
کے مطالعہ کی ضرورت
۱۰۹، ۱۱۱ 1,3
دارالعوام پر
۱۸۶ 82
جمہوریت سے اختلاف
۵۲۸ 431

بریڈلا چارلس کے متعلق مقدمات
۱۳۸ 32

بغاوت باسرکار زیر ایکٹ
ہیبوس کارپس
۳۲۳، ۳۲۴ مع حاشیہ
225, Note

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زیرکوارشن ایکٹ،
(آئرلینڈ) بابتہ
سنہ ۱۸۸۱ء
227 ۳۲۶
بغاوت کے ایکٹ
بابتہ سنہ ۱۶۸۹ء کی تمہید
295 ۳۹۶
سالانہ ایکٹ
305 ۴۰۶، ۴۰۷
بسلسلہ سالانہ اجلاس
پارلیمنٹ
443, Note ۵۲۹، ۵۴۰ مع حاشیہ
بغاوت کے ایکٹ کا
خلاصہ مضمون
286 ۳۸۶، ۳۸۷
بغاوت کیحالت میں باشندگان
ملک کا فرض
284 ۳۸۴
سنہ ۱۸۳۱ء کی اصلاحیں
285 ۳۸۵
سنہ ۱۷۸۰ء میں گارڈن
کے بلوے
286 ۳۸۶، ۳۸۷
بلا تشدد مقابلہ
کرنے والے
XLI ۴۱
بل آف رائٹس
27 ۱۳۳
بلجیم کے دستور کا مقابلہ انگلستان
کے دستور کیساتھ
4,86,122 Note ۱۱۲، ۱۹۱
124,131 ۲۲۵ مع حاشیہ ۲۲۷، ۲۳۳
کی عدالتیں اور ایکٹ
153 ۲۵۲
میں شخصی حقوق
192,196 ۲۹۱، ۲۹۴-۲۹۵
کے دستور کے احکام
200 ۲۹۸
کے دستور کے تحت میں شخصی آزادی
202 ۳۰۰
کا قانون متعلقہ آزادی مطابع
234,243 ۳۲۳، ۳۴۲-۳۴۳
کے قواعد دستور انعقاد جلسہ عام
266 ۳۶۵
کا انتظامی قانون
335, Note ۴۳۸ مع حاشیہ
بلیک اسٹون
5,6 ۱۱۳-۱۱۴
اسنے دستور کی تعریف نہیں کی
7 ۱۱۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شاہی مرافق کے متعلق
7 ۱۱۴

غلط بیانات
9 ۱۱۶

اخلاقی قانون پر
59 ۱۶۴

کی شرح میں اصطلاحات
کا اختلاط
7 ۱۱۴

پارلیمنٹ کے متعلق اسکی
رائے کا انتخاب
39 ۱۴۵

بلیکبرن قانون حربی پر
547, 548 ۶۸۶-۶۸۹

نبتھم اور اسکے متبعین
LXII ۵۶

بے ایمنی (خلاف ورزی
قانون)
XLI ۳۰، ۳۱

کا نیا اصول
XLI ۳۰، ۳۱

اور انگلستان کے
پادری
XLI ۳۰، ۳۱

اور بلا جبر و تشدد
مقابلہ کرنیوالے
XLI ۳۰، ۳۱

اور بربنائے ضمیر متعرض
XLI ۳۰، ۳۱

اور عورتوں کی آزادی کے جنگجو
طرفدار
XLI ۳۰، ۳۱

طرفداری کی توضیح
XLI ۳۰، ۳۱

اور عمومیت پسندی کے خیالات
XLII ۳۲، ۳۳

بیوٹ لارڈ
453 ۵۵۰

بیکن
16 ۱۲۳

پارلیمنٹ کی کوشش کہ وہ اپنے
جانشین آیندہ کو پابند کردے
62, Note. ۱۶۷ مع حاشیہ

جج اور اقتدارات شاہی
(مرافق)
366 ۴۶۸

اجراء حکم امتناعی متعلقہ (مرافق)
شاہی
367 ۴۶۹

بیکنسفیلڈ لارڈ
XLIX, Note 1. ۴۰، ۴۱ مع حاشیہ ۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیگھاٹ (بے جھٹ)
۷۲، ۷۰ LXXIV, LXXVI, 6. ۱۱۳
انگلستان کا دستور
۶۴ مع حاشیہ LXIX note.1.CIV ۱۰۵
اسکی رائے کا انتخاب
۱۰۳ CII
سیاسی اہل الرائے
۱۲۶ 19
کا انگریزی دستور
۱۲۶ 19
کی رائے ان اختیارات کے متعلق جو بادشاہ استعمال کرتا ہے
۵۵۸ 463
کی رائے کابینہ اور پریسیڈنٹی حکومتوں کے متعلق
۵۸۴، ۵۸۵ 483
بورڈ تجارت تجارتی جہازوں کے ایکٹ ۱۸۷۶ء کی تحت میں
۴۹۳-۴۹۴ 392-393
بھرتی (فوج) کے متعلق سول عدالتوں کے اختیارات
۴۰۴-۴۰۶ مع حاشیہ 303-304, Note
ملک غیر کا ایکٹ
۵۰۸ 408

پ

پادری اور بیقاعدگی
۳۱ XLI
تابع عدالت
۴۰۷ مع حاشیہ 306, Note.

پادشاہ
۱۱۵ 8
اسکے ساتھ وفاداری اور شاہی حیثیت
۲۲ XXXV
۹۰ مع حاشیہ XCI, Note
۱۰۲، ۴۲ L, CI.
اسکا حق تنسیخ
۷، ۸ مع حاشیہ XXII, Note 1.
وہ تمام مملکت کا نمایندہ ہے
۴۳ LI
اسکے اختیار کے متعلق ملبک اسٹون کی رائے
۱۱۴، ۱۱۶ 6, 9
اسکے آئین اور اعلانات
۱۵۳، ۱۵۴ 48
وزارت ۵۲۰ 422
۵۸۴، ۵۸۵ 483
اسکی ذاتی رائے اور اسکا اثر
۵۵۴، ۵۵۵ 458, 459

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باجلاس پارلیمنٹ
37, 424 ۵۲۲، ۱۴۳

کی تقریر
L, Note 2. ۴۲ مع حاشیہ ۱

(یعنی کراؤن) کے مرافق
61 ۱۶۶

اس اصطلاح کے معنی
420 ۵۱۸

کے اختیارات دارالعوام کے اختیارات سے قبل کے ہیں
421 ۵۱۹

باقیماندہ
459 ۵۵۴

کے اختیارات بہ تعلق کابینہ کے
460 ۵۵۵

دارالعوام کے اختیارات میں بطور اضافہ
461 ۵۵۶

پارلیمنٹ کا اقتدار اعلیٰ
Xviii ۳، ۲
37 ۱۴۳
176, note ۲۷۴ مع حاشیہ

اسمیں تبدیلی
XIX ۴

بادشاہ کا اقتدار اعلیٰ
XXIV ۱۰

کے رقبہ میں تبدیلی
XXIV ۱۰

بہ تعلق نوآبادیونکے ایکٹونکے
100-104, 113 ۲۰۴-۲۰۸، ۲۱۷
465, Note ۵۶۰ مع حاشیہ

وہ کس پر مشتمل
XVIII ۳، ۲

اسکے اختیارات
XVIII, XIX ۴، ۳، ۲

دستوری قانون کی تحت میں
30 ۱۳۶

اسکی ترکیب
37 ۱۴۳

اختیارات وضع قوانین
38 ۱۴۴

کے ایکٹ اور قانونی عدالتیں
38 ۱۴۴

غیر محدود اختیارات وضع قوانین
39 ۱۴۵

ڈومی نیوم کی رائے حد اختیارات وضع قانون پر
41 ۱۴۷

سپٹینیل ایکٹ کا اجرا
42 ۱۴۷، ۱۴۸

شخصی حقوق کے متعلق اسکی حیثیت
46 ۱۵۱، ۱۵۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ایکٹوں کی بحث میں
قواعد
50, Note ۱۵۵، ۱۵۶ مع حاشیہ
کے رزولیوشن بضمن عدالت
52 ۱۵۷
کے وضع قوانین کے اختیار
58 ۱۶۳
اور قدیم ایکٹ
62 ۱۶۷
اور اتحاد کے ایکٹ
62 ۱۶۷
اور نوآبادیوں کے ایکٹ
78 ۱۸۳
ہر قانون کی تبدیلی کا
اختیار
84 ۱۸۹
دوسری مجلس بہ تعلق ہذا
87 ۱۹۱، ۱۹۲
ہندوستان کی مجلس
وضع قوانین اس کی
ماتحت ہے
95 ۱۹۹-۲۰۰
اور نیوزیلینڈ کی بھی
99 ۲۰۳
اسکے اختیارات
99 ۲۰۳

اسکے ایکٹوں کے لئے بادشاہ
کی منظوری
100 ۲۰۴
نوآبادیوں کے قوانین کے
جواز کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۵ء
101 ۲۰۵
جائز اور ناجائز ایکٹ
103 ۲۰۶-۲۰۷
کی قانونی برتری نوآبادیوں کے
وضع قانون میں
108 ۲۱۱
پارلیمنٹ .. کا مقابلہ فرانس
کی قومی مجلس سے
120 ۲۲۳، ۲۲۴
اور عدالتوں کے تعلقات
152 ۲۵۱-۲۵۲
وزارت زیر رضامندی دارالعوام
152 ۲۵۱-۲۵۲
کی برخاست کے قواعد
428 ۵۲۵، ۵۲۶
۱۷۸۴ء اور ۱۸۳۴ء کی پارلیمنٹ
کی برخاست
429 ۵۲۷
کا عدم اجتماع، دستوری عمل درآمد کی
خلاف ورزی
442 ۵۳۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوجی ایکٹ بہ تعلق سالانہ
اجلاس کے
۵۳۹ 442
عدم منظوری رقم
۵۴۶ 450, Note مع حاشیہ
ہر دو ایوان میں اختلاف
بعہد ملکہ وکٹوریا ۱۸۷۸ء
۱۸۷۹ء میں
۵۵۲ 456
شاہی مجلس
۵۸۳ 482
فرانس کی اور اسکی مدت قیام
۴۵ LIII
کا ایکٹ
۴ مع حاشیہ ۲ XIX, Note 3.
ضمیمہ نوٹ ۱۳
۷۰۴ 557
اسکے اجرا کے قبل کیحالت
۵ XX
اسکے بلا واسطہ اثرات
۶-۱۰ XXI-XXIV
اسکے بالواسطہ اثرات
۴۳ LI
ایک مکتوبی دستور کا قیام
۴۳ LI
سخت ضرورت کے وقت امرا
کے طبقہ میں اضافہ کی تنسیخ
۴۴ LII
کی مدت قیام
۴۴ LII
انتخاب کنندگاں کی مرضی کے
خلاف عمل کا اختیار
۴۵ LIII
صدر ایوان پر اثر
۴۶، ۳۸ XXXVIII, LIV
کثرت اور کابینہ کے اختیارات
میں اضافہ
۴۶-۴۸ LV
کے اختیار کی تمثیل سٹیٹنیل ایکٹ
میں
۱۵۰-۱۵۱ 44,45
اور عدالتوں کے اختیارات
۱۶۴-۱۶۵ 59,60
پارلیمنٹی انتظامی عہدہ دار
اور غیر پارلیمنٹی انتظامی عہدہ دار
میں فرق
ضمیمہ نوٹ ۳
۵۸۰-۵۹۱ 480-488
کے بادیو نکے اختیارات
۴۶-۴۸ LV
کے اختیارات کی مثال معافی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ایکٹوں سے
51 ۱۵۶
بہ تعلق عدالتہائے قانونی
54 ۱۵۹
اور انتخاب کنندگاں
57 ۱۶۲
کے مرافق اور دستوری
مفروضات (مفرضات)
423 ۵۲۱
کا ضابطہ مثل مفروضہ
قانون کے
27 ۱۳۳
کے اقتدار اعلیٰ کی نوعیت
37 ۱۴۳
وہ اقتدار قانون کے مسلمہ ہیں
39 ۱۴۵
کا ایکٹ آف سٹلمنٹ
41 ۱۴۶
کے اقتدار کا ثبوت
سپٹینیل ایکٹ ہے
45,73 ۱۵۱، ۱۷۸
433 ۵۳۱-۵۱۰
کے اقتدار اور قانونی عدالتیں
58 ۱۶۳
اپر حدود
58 ۱۶۳

۱۸۶۹ء کا آئرلینڈ کے کلیسا
کا ایکٹ
64 ۱۶۹
نوآبادیوں کے متعلق حدود
64,65. Note ۱۶۹، ۱۷۰
کے اقتدار پر آسٹن کی رائے
مع حاشیہ
68 ۱۷۱-۱۷۴
کے اقتدار کا سیاسی اور
قانونی مفہوم
70 ۱۷۵
بیرونی حد انکے استعمال پر
75 ۱۸۰
79 ۱۸۲-۱۸۴
اندرونی حد
81 ۱۸۵
اسکی خصوصیات
83,85 ۱۸۸، ۱۹۰
پیر ٹاک ویل کی رائے
84,85 ۱۸۹-۱۹۰
اور وفاقیت
134, Note ۲۳۵ مع حاشیہ
اور وفاقیت کا مقابلہ
167 ۲۶۵، ۲۶۶
اور قانونی حکومت
402,406 ۵۰۲، ۵۰۶
کے متعلق جارج سوم کے خیالات
430 ۵۲۷-۵۲۸

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی برخاست کا اختیار
433 ۵۳۰
کو اپنی توہین اور تحقیر میں قید کا اختیار اور اسکی مثالیں
54,56, Note ۱۶۱، ۱۶۲ مع حاشیہ
پارلمنٹ اور آئرلینڈ بطور قوم کے
XC ۸۹
پامرراد ٹڈیل
LVI ۴۸-۴۹
پامرسٹن - لارڈ
L ۴۲
اسکا زمانہ عہدہ داری
CI ۱۰۲
اظہار نارضامندی کی حالتیں انکا طرز عمل
435 ۵۳۲
پانیکار - فرانس پر حکومت کسطرح کیجاتی ہے
XLIV, Note 3 ۳۵ مع حاشیہ ۲
پبلک اکاونٹ کمیٹی
318 ۴۱۹
" " بل
XXI ۶

پیٹ
L ۴۲
اور ۱۷۸۴ء کی برخاست
429 ۵۲۷
اظہار نارضامندی سنہ ۱۷۸۲ء
445 ۵۴۲
اور مشترکہ وزارت
449-450 ۵۴۵-۵۴۷
کی سوانح عمری
2 Note 2. ۱۱۰ مع حاشیہ
پرائوی کونسل کے اختیارات پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے متعلق
50 Note ۱۵۵، ۱۵۶ مع حاشیہ
کے حدود اختیارات سولھویں اور سترھویں صدی میں
374,375 ۴۷۶-۴۷۷
پرسٹلی کی رائے سیڈیشنل ایکٹ کے متعلق
45 ۱۵۱
پریسڈنٹ اور کابینہ کی حکومتوں کی شکلیں
482 ۵۸۳
متقدم الذکر برائے نام فرانس میں اب بھی موجود ہے
486 ۵۸۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پولاک کے مضامین اصول
قانون اور اخلاقیات پر
38, Note ۱۴۴ مع حاشیہ
نظائری قانون کا فن
58 ۱۶۳
سر ایف، قانون حربی پر
546, ۶۸۵، ۶۸۶
552,553 ۶۹۵-۶۹۸
پیل
L ۴۲
اور ۱۸۳۳ء کی برخاست
کا اثر
429 ۵۲۷
پیلے کا اخلاقی فلسفہ - حقیقی
حالت حکومت اور
اصول حکومت پر بحث
9, Note ۱۱۶ مع حاشیہ
اسکا انتخاب
22, Note ۱۲۸-۱۲۹ مع حاشیہ

ت

تاجروں کی متحدہ مجلسیں
اور جج
XL ۳۰
باقاعدہ اور اس کے ساتھ
پہرونکا قائم کرنا
XL ۳۰
تجارت کی مجلس، تجارتی جہاز وغیرہ
ایکٹ ۱۸۷۴ء کی تحت میں
392 ۴۹۳
تجارتی جہازوں کا ایکٹ بابتہ ۱۸۷۶ء
392,393 ۴۹۳-۴۹۴
تحقیقات بذریعہ جوری
397 ۴۹۸
تحویل مجرمین کے ایکٹ کی
تحت میں ممالک غیر کے
مجرمین
220, Note ۳۱۹ مع حاشیہ
اور انکی تحت میں
اختیارات
408 ۵۰۸
ترکِ وطن کو مقید کرنیکا ایکٹ
بابتہ ۱۹۰۷ء (ٹرانسوال)
116, Note ۲۲۰ مع حاشیہ
تکمیل ایکٹ کیلئے مواہیر کی ضرورت
322 ۴۲۳
تنسیخ شاہی اور نوآبادیات
کے وضع کردہ قانون کی
XXVIII,XXX ۱۵، ۱۷، ۱۸
اسکے معنی
25 Note ۱۳۱ مع حاشیہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکا حق بہ تعلق بادشاہ
و واضعان قوانین نوآبادیات
110-113, Note ۲۱۳-۲۱۷ مع حاشیہ

آسٹریلیا اور کینیڈا میں مثالیں
114 ۲۱۸

فرانس کے چیمبر میں اسکی
عدم موجودگی
120 ۲۲۴

تھیرز - ایم
350 ۴۵۲

ٹارنگ کے قوانین متعلقہ نوآبادیات
104, Note ۲۰۷-۲۰۸ مع حاشیہ

ٹ

ٹاک ویل اے ڈی کی رائے
انگلستان کے دستور پر
21 ۱۲۷، ۱۲۸

انگلستان کی پارلیمنٹ
کے متعلق
84,85 ۱۸۹، ۱۹۰

فرانس کے دستور پر
118,119 Note, ۲۲۲، ۲۲۳ مع حاشیہ

قانون کا اثر سوئٹزرلینڈ
اور انگلستان پر
176 180 ۲۷۴، ۲۷۹

فرانس کے انتظامی قانون اور
اتحاد کے ادارات پر
327, Note.331, Note. ۴۲۹، ۴۳۰ مع حاشیہ
352,353, Note ۴۵۴، ۴۵۵ مع حاشیہ
387,388. ۴۸۸، ۴۸۹

دفعہ ۷۵ سال ہشتم جمہوریت پر
351-352 ۴۵۳-۴۵۵

ٹرانسوال کے واضعان قوانین
ترک وطن پر قیود بابتہ ۱۹۰۷ء
116 Note ۲۲۰ مع حاشیہ

ٹارڈی کی 'لوی ڈی لیمٹیشن'
کا تذکرہ
378 ۴۷۹-۴۸۰

ٹوری اور وگ (قدامت پسند اور
جدت پسند)
LXX ۶۵، ۶۶

ٹون ولف کی تحقیقات ۱۷۹۸ء
میں
289,290 ۳۹۰، ۳۹۱

ٹیکس کسطرح عائد کیا جاتا ہے
310 ۴۱۱

مستقل اور سالانہ ایکٹ
310 ۴۱۱

آمدنی
311 ۴۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ج

جارج دوم
459 ۵۵۴،۵۵۵

جارج سوم
۱۰۹، ۱۱۰
1, 2, 9
۱۱۶
اسکے عہد حکومت میں
سرکاری مصارف کا
اندراج
312 ۴۱۳
اسکا پارلیمنٹ کو برخاست
کر دینا حسب دستور تھا
429 ۵۲۶-۵۲۷
پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کے
متعلق رائے
431 ۵۲۸-۵۲۹
ذاتی رائے کا حکمت عملی
کے معاملات میں دخل
458 ۵۵۴
جارج پنجم اور امرا کی
جماعت میں اضافہ
LIi ۴۴
جانسن - ڈاکٹر
LXXXIX ۸۸

ججز - انگلستان کے بہ تعلق شاہی
اہمیت کے
152 ۲۵۱-۲۵۲
بلجیم اور فرانس کے
153 ۲۵۲-۲۵۳
امریکہ کے بہ تعلق دستور
154,155,174 ۲۵۳-۲۵۵، ۲۷۲
اور ہیبیوس کارپس ایکٹ
218 ۳۱۷
کی سترہویں صدی میں حیثیت
223,224, Note ۳۲۲، ۳۲۳ مع حاشیہ
اسکے اختیارات کی تشکیل
بمقدمہ ولف ٹون
289 290 ۳۰۹-۳۹۱
کی تنخواہیں جارج سوم کے
عہد میں
312 ۴۱۳
انکی حیثیت فرانس میں بحری
کاروبار کے متعلق
335 ۴۳۸
انگلستان کی پارلیمنٹ کے
ایکٹوں کے متعلق
403 ۵۰۳
بہ تعلق ایوانہائے پارلیمنٹ
405 ۵۰۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہ تعلق قوانین پارلیمنٹ
۵۰۹ 409

اور عدالتوں پر عوام کا عدم اعتبار
۳۰، ۲۹ XL

اور انجمن ہائے متحدہ تجارت
۳۰، ۲۹ XL

جزایر چنیل وایکھٹائے پارلیمنٹ
۱۵۶، ۱۵۵ 51, Note

جرمنی کا امپیراطور سررشتہ انتظامی کا حقیقی اعلیٰ عہدہ دار ہے مع حاشیہ
۵۸۵، ۵۸۴ 483

اسکی خود مختارانہ کارروائی
۵۸۶ 485

کی مملکت کا دستور
۲۴۳ مع حاشیہ 143, Note.

۲۴۴ مع حاشیہ 144, Note.

۵۲۷، ۵۲۶ 429.

وفاقی حکومت کی ایک مثال
۲۳۵ 134

وہاں کا سررشتہ انتظامی
۵۸۵-۵۸۴ 482, 483

جماعتہائے متحدہ وسندیافتہ کی قانون سازی شاہی قانون سازی نہیں ہے
۱۹۵، ۱۹۴ 90

میونسپلٹی
۲۴۷ مع حاشیہ 147, Note

جمہوریت فرانس کی
۲۲۳، ۲۲۴ 120

پریسیڈنٹ کی حیثیت
۲۲۳، ۲۲۴ 120

موجودہ زمانہ کا دستور
۲۳۱ 129

دفعہ ۵، سال ہشتم کی
۴۵۴، ۴۵۳ 351

جمہوریت کے انتخاب کنندگان امریکہ میں
۱۳۴ 28

جمہوریت کا ایکٹ
۲، ۳، ضمیمہ نمبر ۸ XVIII. Note, 8.

جمیکا کی بغاوت سنہ ۱۸۶۵ کی
۳۳۳ 233

جنکس کی کتاب حکومت وکٹوریا
۲۰۹ مع حاشیہ 106, Note.

جنکنس، سر ایچ کی کتاب انگریزی حکومت اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکے حدود اقتدار سمندر پار
۱۵۶ 51, Note ۱۵۶ مع حاشیہ
100, Note ۲۰۴-۲۰۵ مع حاشیہ

جنگ علیحدگی اور غلامی کی موقوفی
79 ۱۸۳-۱۸۴

اسکا عذر
142 ۲۴۲

جنوبی افریقہ میں جنگ
XXXVI ۲۴

کے اتحاد پر کمیٹہ کی رائے
480 ۵۸۰

جیکسن پریسیڈنٹ
173 ۲۷۱

جیمس دوم شاہی اقتدار کے محدود کرنے کی مثال
76 ۱۸۱

چ

چارلس اوّل
16 ۱۲۳

ذاتی اور قانونی رضامندی بادشاہ کی
16 ۱۲۳

چارلس دوم رعایا کے جزائر زیر فرمان بادشاہ مذکور
161 ۲۶۰

چیتہم، لارڈ، کوشش وضع قانون ذریعہ اعلان
51 ۱۵۶

430, 431 ۵۲۷-۵۲۹

ح

حفاظت خود اختیاری کا حق
ضمیمہ نوٹ (۴)
489-497 ۵۹۳-۶۰۷

حق آزادی بحث
234 ۳۳۳

زیر دستور ممالک غیر
234 ۳۴۳

حسب قانون انگریزی
235 ۳۴۴
242, note ۳۴۱-۳۴۲ مع حاشیہ

حکمنامہ ہیبیس کارپس
209, 210 Note ۳۰۷-۳۰۸ مع حاشیہ

اسکا اجرا
210 ۳۰۸

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکے تحت میں اختیار
کی مثال
216 ۳۱۴-۳۱۵
اسکے تحت میں ججوں کے
اختیارات
218 ۳۱۸
باشندگان ملک غیر
اسکے تحت میں
320 ۴۲۱
حکومت قانونی کی
نوعیت اور اسکا استعمال
179-201 ۲۷۸-۲۹۹
کے متعلق ٹاک ویل کا
مقابلہ انگلستان اور
بلجیم میں
180 ۲۷۹
کے تین معنی
183 ۲۸۸
میں شخصی حفاظت
183 ۲۸۸
کے تحت میں یورپ کے
دوسرے ممالک کے اختیارات
184,185 Note. ۲۸۲-۲۸۴
ح حاشیہ
انگلستان کی خصوصیت
189 ۲۸۸
انگلستان اور فرانس کا مقابلہ
190 ۲۸۹
امریکہ میں
195 ۲۹۳-۲۹۴
میں مساوات
198 ۲۹۶-۲۹۷
اور دستور کے اہم احکام
199 ۲۹۷
قانونی حکومت میں شخصی آزادی
202-233 ۳۰۰-۳۳۲
میں بحث کی آزادی
234-265 ۳۳۳-۳۶۴
جلسہ عام کا حق
266-279 ۳۶۵-۳۷۴
قانون حربی
280-290 ۳۸۰-۳۹۱
فوج
291-307 ۳۹۲-۴۰۸
آمدنی
308-320 ۴۰۹ تا ۴۲۱
وزرا کی ذمہ داری
321-323 ۴۲۲-۴۲۵
وزرا اسکے پابند ہیں
323 ۴۲۴
کا مقابلہ قانون انتظامی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرانس سے
324-401 ۴۲۶-۵۰۱
کی خوبیاں
389 ۴۹۰
اسکے نقایص
390 ۴۹۱
بہ تعلق شاہی پارلیمنٹ
402,409 ۵۰۲، ۵۰۹
بیرونی ممالک کی مجلسونکا
رجحان اسکی تائید میں
405 ۵۰۵
حکومت کے عہدہ داروں کی
حیثیت المتوائے
ہیبیوس کارپس ایکٹ کی
تحت میں
229,230 ۳۲۸-۳۲۹
سنہ ۱۸۰۱ کے ایکٹ معافی
کے تحت میں
231-232 ۳۳۰-۳۳۱
حکومت کے متعلق مزید
حیثیت عرفی بیانات
مشتہر کرنیوالے
239 ۳۳۸
بہ تعلق مطابع
243 ۳۴۲
حق انعقاد جلسہ عام
277 ۳۷۳
خود مختاری کی مثالیں
188, Note. ۲۸۷ مع حاشیہ

ل

دارالامرا - اسکے اختیارات
XX, XXI, XXII, ۵، ۶، ۷ مع حواشی
Note 1. 2.
XXIV ۱۰
مسودات رقمی
XX ۵
کی نامنظوری
XX ۵
اور وضع قوانین کو معرض تعویق
میں ڈالنا
XX, XXI ۵، ۶
بہ تعلق دارالعوام کے
427,454 ۵۲۵، ۵۵۰
دارالعوام سے مقابلہ کی مثالیں
454,455 ۵۵۰-۵۵۱
دارالعوام کا رزولیوشن قانون
نہیں ہے
52 ۱۵۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسپرچٹس اسٹیفن کی رائے
۱۵۸ 53

کے اختیارات
۱۵۹ 54

کی عدالتی مداخلت کی ناپسندیدگی
۲۸ XXXIX

کی کارروائی میں کاوٹ
۴۳ Li

بحث کی آزادی
۴۹ Lvi

بحث کی مجلس نہیں ہے
۶۴ Lxix

کی جماعتیں
۶۷ Lxxi

کے متعلق برک کی رائے
۱۸۶ 82

کے اختیارات متعلقہ وزرا
۲۵۲-۲۵۱ 152,429
۵۲۶

اور لائسنس (اجازت ناموں) کا ایکٹ
۵۵۳ 257

بہ تعلق دارالامرا
۵۵۰ 454

میں تحقیقات جرایم
۵۲۵ 438

اسکا متروک ہوجانا
۵۴۶،۵۴۷ 450

دستاویزات پر دستخط کرنیکا طریقہ
۴۲۳ 322

دستور کی تقسیم تاریخ اور قانون میں
۱۲۸ 22

کے حقوق اجزائے قانون ہیں
۱۳۱ 25

کے مفروضات کے متعلق قواعد
۱۳۳-۱۳۲ 26

کے قانونی تحصیل کے لئے تین اصول کا علم
۱۴۰ 34

کے تحت وفاقی ریاستیں
۲۴۲،۲۴۰ مع حاشیہ 140,142, Note

کی پانچویں دفعہ امریکہ میں
۲۴۳ 143

کی تحت میں وفاقی حکومتیں
۲۴۳ مع حاشیہ 143, Note

کی تحت میں واضعان قانون
۲۴۷،۲۴۵ ۲۶۳ 145,147,165

کے قوانین اور مفروضات
۴۰،۳۹ ۵۱۲ XLVIII, 413

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی اغلب ترمیمات
XLVIII ۳۹، ۴۰

کے قانونی اور مفروضی اجزا
414 ۵۱۳

جو قانون ملک پر مبنی ہیں
466 ۵۶۱

جمہوریت اسٹریلیا کا
135, Note ۲۳۶ مع حاشیہ
136, Note ۲۳۷ "
148 Note ۲۴۸ "
150, Note ۲۵۰ "
529-537 ضمیمہ نوٹ ۹ ۶۷۲-۶۵۸

اسکی ترمیم
533 ۶۰۴

جرمنی کا
143, Note ۲۴۳ مع حاشیہ
144, Note ۲۴۴ "

فرانس کا
118 ۲۲۲

ٹاک ویل کی رائے
118 ۲۲۲

اسکی سختی
122 ۲۲۵

کے عہد میں عظیم تغیرات کی مثالیں
129 ۲۳۱

موجودہ
129 ۲۳۱

امریکہ کا اور اسکے احکام
4 ۱۱۲

انگلستان کے ساتھ مقابلہ
4, 134 ۲۳۵، ۱۱۲

اسکے متعلق کیبنٹ اور اسٹوری کی تصنیفات
5 ۱۱۳-۱۱۲

امور تمہیدی
139 ۲۴۰-۲۳۹

اسکے متعلق جج
154 ۲۵۳

اسکا مقابلہ کینیڈا کے ساتھ
162, Note ۲۶۰، ۲۶۱ مع حاشیہ

دستور کے متعلق فریمین کی کتاب، انگلستان کے دستور کی نشوونما
414 ۵۱۳

اسکی مثالیں
415 ۵۱۵

مشترکہ خصوصیات
418 ۵۱۶

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے قواعد کی تعمیل عدالتوں سے نہیں کرائیجاتی		
435	۵۳۲	
اسکی خلاف ورزی کسطرح ہوتی ہے		
436	۵۳۳	
اسکی تبدیلیاں		
451	۵۴۷	
سوئٹزرلینڈ کا اور حقوق محفوظ		
150	۲۵۰	
کے مفروضات		
XLVIII	۶۳	
جدید اہم تبدیلیاں		
XLVIII	۶۳	
متعلقین بہ تعلق دستور		
29	۱۳۵	
وزارت بہ تعلق دستور		
30	۱۳۶	
وزراء زیر دستور		
321	۴۲۲	
دستوری آزادی کی ابتدا کے متعلق اختلاف		
17	۱۲۴	
مورخین کا مقابلہ قانونی دستوریوں کے ساتھ		
15	۱۲۲	
تاریخ کی تحقیقات بسلسلہ موجودہ دستوری قانون کے		
14	۱۲۱	
خیالات کا نشو ونما		
LVIII	۵۱	
قانون کی حقیقی نوعیت		
1	۱۰۹	
اس اصطلاح کا موجودہ ماخذ		
6	۱۱۳-۱۱۴	
تقسیم انگلستان میں حسب آرائے باٹمی		
6-8, Note	۱۱۳، ۱۱۴-۱۱۶ مع حاشیہ	
تصنیفات کا ماخذ		
6	۱۱۳-۱۱۴	
بلیک اسٹون کی رائے کے مطابق		
7	۱۱۴	
مورخین پر نظر بلحاظ دستور کے		
11	۱۱۸	
علم کے حصول کیلئے قدیم زمانہ کے دستورات پر غور کرنا		

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لازم نہیں ہے

14 ۱۲۱

قانون کا غیر محدود ہونا

21 ۱۲۷، ۱۲۸

قواعد کی نوعیت

23 ۱۲۹

قواعد جن پر عمل کرایا جاتا ہے

23 ۱۲۹

قواعد مفروضہ

23 ۱۲۹

قانون کے قانونی اور مفروضی اجزا

27، 28 ۱۳۳، ۱۳۴

قانون کی متعین کو ضرورت

29 ۱۳۵

قواعد کی نوعیت کا اختلاف

30 ۱۳۶

عام طور پر معمولی قانون کے نتائج

191 ۲۹۰

قوانین

84 ۱۸۹

اور دوسرے قوانین میں کوئی قانونی فرق نہیں

87 ۱۹۲

اصول کا لحاظ

451 ۵۴۷

حکومت لوی فلپ کی

118 ۲۲۲

مفہومات

414 ۵۱۳

اختلاف انگلستان اور فرانس میں

121, Note ۲۲۴ مع حاشیہ

قانون کے علم کے حصول کیلئے مقابلہ کی ضرورت

201 ۲۹۹

متعین کا مقابلہ دستوری مورخین کے ساتھ

15 ۱۲۲

قانون انگلستان کی تحصیل پر برک اور تیلیم کی رائے

1 ۱۰۹

قانون کے متعلق قدیم خیالات

2 ۱۱۰

زمانہ حال کی خیالات

3 ۱۱۱

مشکلات

4، 6 ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حکومت اور اصول میں
تفاوت
9,note ۱۱۶ مع حاشیہ
قانون انگلستان اور
فرانس کا مقابلہ
4,118 ۱۱۲، ۲۲۲
186 ۲۸۵
اسکی نرمی
122 ۲۲۵، ۲۲۶
سختی
123, 124 Note.169. ۲۲۶، ۲۲۷ مع حاشیہ ۲۶۶
ممالک غیر کے دستور کی ترکیب
192 ۲۹۱
امریکہ کی
195, Note ۲۹۳، ۲۹۴ مع حاشیہ
انگریزی دستور کے
خاص احکام
199 ۲۹۷
فرانس کے دستور کی سختی
ضمیمہ نوٹ ۱
469-476 ۵۶۳-۵۷۳
اسکی تقسیم
480 ۵۸۰
بلجیم کا بہ تعلق دستور انگلستان
4 ۱۱۲

بہ مقابلہ انگلستان
86 ۱۹۱
نرم اور سخت ہے
87 ۱۹۲
123, Note ۲۲۶، ۲۲۷ مع حاشیہ
قانون
413 ۵۱۲
مفروضات کی نوعیت
413 ۵۱۲
مرافق کا استعمال
419 ۵۱۷
پارلیمنٹ کے حقوق
423 ۵۲۱
جنکی تعمیل سختی کیساتھ ہوتی ہے
437 ۵۳۴
تعمیل کا انتظام
440 ۵۳۷
قانون کے ذریعہ سے تعمیل
کرائی جاتی ہے
441 ۵۳۸
مفروضات کا ایکٹ کی
شکل میں آنا
1 ۱۰۹
پارلیمنٹ پر ان کا لحاظ لازم ہے
LVII ۵۰

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

محض مفروضات

XLIX ۴۱

موثر ڈیزی ریلے اور گلیڈ اسٹون اور پیل پر

XLIX ۴۱

افسروں اور جماعتوں پر اثر

1 ۱۰۹

اسکی خلاف ورزی کی دقتیں اور خطرات

LVIII ۵۱

دستوری قانون کے قانونی قواعد

30 ۱۳۶

طریقہ تعمیل

23 ۱۲۹

بطور مفروضات کے

23, 25 ۱۲۹، ۱۳۱

دغاباز

XL ۲۹، ۳۰

دفعہ ۷۵ دستور سال ہشتم پر ٹاکویل کی رائے

351-352 ۴۵۳-۴۵۵

اسکی تنسیخ 355 ۴۵۷، ۴۵۸

دندانسازی کا ایکٹ

141 ۲۴۱

دیوگی کی کتاب موسومہ

Traide de Droit Constitutionnel

XLV. Note 1 ۳۵، ۳۶ مع حاشیہ

XLVI ۳۶، ۳۷

3 ۱۱۱

253 ۳۵۲، ۳۵۳

کتاب دستور العمل عہدہ داران فرانس

50, Note ۱۵۵، ۱۵۶ مع حاشیہ

119, Note ۲۲۳ مع حاشیہ

قانون انتظامی کی تحت میں عہدہ داروں کی حیثیت

399, Note ۵۰۰ مع حاشیہ

ڈ

ڈاکٹر ڈاڈ کا قتل

459 ۵۵۴، ۵۵۵

ڈاکٹر ڈبس کی رائے سوئٹزرلینڈ کی وفاقی عدالت کے متعلق

165 ۲۶۳، ۲۶۴

ڈچیز ڈی بری کی کوشش

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاوندی میں بغاوت برپا کرانے کی 349 ۴۵۱، ۴۵۲

ڈومینین کے معنی XXIV, XXV ۱۰، ۱۱

ہر ایک خود مختار نوآبادی ہے XXIX ۱۰

شاہی پارلیمنٹ کے ایکٹ XXIX ۱۶

معاہدات XXIX ۱۶

جنگ XXIX ۱۶

اختیار وضع قانون XXIX ۱۶

حد خود مختاری XXX ۱۷

بحری اور بری فوج کی بھرتی کا اختیار XXX ۱۷، ۱۸

حق مرافعہ XXXI ۱۸، ۱۹

مادری ملک کیساتھ مشورہ کا اخلاقی حق XXXI ۱۸، ۱۹

کا انگلستان کے ساتھ تعلق ۱۸۸۴ء اور ۱۹۱۴ء میں XXXII ۲۰

انگلستان وکٹوریہ کے ابتدائی عہد میں XXXII, XXXIII ۲۰، ۲۱

کی رضامندی بابتہ شرکت مصارف مملکت XXXVI ۲۴، ۲۵

ڈی رینان کا ویلیر 187 ۲۸۶

ڈی لال مو انگلستان کی پارلیمنٹ کے اختیار کے تعین کے متعلق 41, 83 ۱۴۷، ۱۸۸

ڈیلاسویلی 326 ۴۲۸

ڈیوس کی رائے امریکہ کے دستور کے متعلق 173, Note ۱۷۱ مع حاشیہ

د

ذات ہندوستانیں اسکی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بقا کے اسباب
LX ۵۳، ۵۴

ذمہ دار حکومت ڈومینین میں
XXIX, Note 2 ۱۶ مع حاشیہ
XXX, Note 1, 3. ۱۷ " ۱ و ۲

ر

رازہائے سرکاری کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۹ء
391 ۴۹۲

رزولیوشن پارلیمنٹ کے متعلق جسٹس اسٹیفن کی رائے
53 ۱۵۸، ۱۵۹

رسل لارڈ جان
L ۴۲

رعایا بنجانے کا ایکٹ بابتہ ۱۸۷۰ء
419 ۵۱۷

رفرنڈم (عوام سے رائے کا لیا جانا)
XCI ۹۰

اسکی تعریف بلحاظ استعمال انگلستان
XCI ۹۰

عامہ خلایق کی نامنظوری
XCII ۹۱

اسکا استعمال کس پر ہو سکتا ہے
XCII, Note 1 ۹۱ مع حاشیہ ۲

اسکی طلبی کے وجوہ
XCII ۹۱

اسپر اہم اعتراض
XCIV ۹۳

سوشلسٹ کے نقطہ نظر سے
XCV ۹۴، ۹۵

اختیار تنسیخ سے فوائد اور نقائص دونوں متصور ہیں
XCVI ۹۵، ۹۶

خاص دلیل اسکی تائید میں
XCVII ۹۷

اسکی قوت
XCVII ۹۷

اس سے فرقہ واری نظام کے نقائص کا کم ہو جانا
XCVIII ۹۸

رقمی مسودات قانون
XX, XXI ۵، ۶

روبک
LVI ۴۸، ۴۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روڈ کے جزائر
چارلس دوم کے منشور
کے تحت میں
۲۶۰ 161

رولف سرآر، ایم
کی رائے قانون حربی پر
۶۷۵، ۶۷۶ 540
۶۸۵، ۶۸۶ 546

رولینڈ میڈم
LXII Note, 3 ۵۶ ح حاشیہ

روما اور یونان کی
سلطنت
LXXXIX ۸۷، ۸۸

ریاستہائے ماتحت کیساتھ
مشورہ
XXXI ۱۸، ۱۹

ریاستہائے متحدہ امریکہ
کا دستور بمقابلہ انگریزی
دستور کے
4 ۱۱۲

کینٹ اور اسٹوری
کی رائے انپر
4 ۱۱۲

مورخین اور مصنفین دستور
کے تعلقات کی ایک مثال
15 ۱۲۲

قانون دستور اور مفروضہ قواعد
امریکہ میں
28 ۱۳۴، ۱۳۵

میں انتخاب کنندگاں
28 ۱۳۴، ۱۳۵

میں دستور کی عمل آوری
71, Note ۱۷۶ ح حاشیہ

میں موقوفی غلامی
79 ۱۸۳، ۱۸۴

میں واضعان قانون کے محدود
اختیارات
132 ۲۳۴

کی وفاقیت
134, Note ۲۳۵ ح حاشیہ

کے دستور کا مقابلہ انگلستان
کے دستور سے
135, ۲۳۶

اور انگلستان میں دستوری خیالات
کی یکسانی
136 ۲۳۷

کے دستور کی تمہید
139 ۲۳۹، ۲۴۰

میں دستور کی برتری
140 ۲۴۰

میں جنگ علیحدگی
142, Note ۲۴۲ ح حاشیہ ۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دستور کی پانچویں دفعہ
143 ۲۴۳

کے دستور کی بادشاہی
145 ۲۴۵

کے واضعان قانون
146 ۲۴۶

کانگرس کا ایکٹ
146, 157 ۲۴۶، ۲۵۶

کا پریسیڈنٹ
148 ۲۴۸

کی وفاقی عدالتیں
148 ۲۴۸

حد اختیارات منصفہ دریاستوں میں
149 ۲۴۹

میں عدالتوں کے اختیارات
154 ۲۵۳
170 ۲۶۸

کی سپریم کورٹ
155-158 ۲۵۴-۲۵۷
172-173 ۲۷۱-۲۷۳

کا دستور بمقابلہ کینیڈا
162 ۲۶۰، ۲۶۱

میں نظام وفاق کی کامیابی
175 ۲۷۳

کے دستور کی قانونی حفاظت
195, Note ۲۹۲، ۲۹۴ مع حاشیہ

حکومت قانونی
196 ۲۹۴، ۲۹۵

کے ادارات بمقابلہ قانون انتظامی فرانس
326 ۴۲۸

کا پریسیڈنٹ بتعلق سینیٹ
461 ۵۵۶

کا دستور انگلستان کے دستور کی نقل میں ناکامیابی
467 ۵۶۲ مع حاشیہ

میں قانونی حکومت
467 ۵۶۲

ریفارم بل (قانون اصلاح) بابتہ ۱۸۸۲ء
LVI ۴۸، ۴۹
126 ۲۲۹

ریفارم کے متعلق بغاوتیں ۱۸۳۱ء کی
285 ۳۸۵، ۳۸۶

ریلوے کمپنیاں بحیثیت غیر مقتدر واضعان قوانین کے
90 ۱۹۴، ۱۹۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ذیلی قواعد بنانیکا اختیار
91 ۱۹۶
عدالتوں کا کام ان معاملات میں
92 ۱۹۷
خلاف قانون ذیلی قواعد کی مثالیں
93 ۱۹۷، ۱۹۸
ریوا ز مصنف 'تاریخ قانون انگلستان' پر مقدمہ
420 ۵۱۸

س

سپاہی کی ذمہ داری بحیثیت باشندۂ ملک
282 ۳۸۲
بغاوت کے ایکٹ کے تحت میں
294 ۳۹۵
کے حقوق بطور باشندگان ملک
295 ۳۹۶
کی دیوانی ذمہ داری
297-298 ۳۹۸-۴۰۰
کی فوجداری ذمہ داری
208, Note ۳۰۶ مع حاشیہ
مسٹر جسٹس سٹیفن کی رائے پتعلق افسران فوج
300 ۴۰۱، ۴۰۲
کی ذمہ داری فوجی قانون کی تحت میں
302 ۴۰۳، ۴۰۴
کے فرائض جبکہ وہ مجمع ناجائز منتشر کرنے کیلئے طلب کیا جائے
ضمیمہ نوٹ ۶
512-516 ۴۳۱-۴۳۸
سپریم کورٹ (عدالت اعلیٰ) امریکہ کی اور اسکی توقیر
LXXVIII ۷۴، ۷۵
اسکی ترکیب اور اختیارات
154-158 ۲۵۳-۲۵۷
میں ماربری بنام میڈیسن کے مقدمہ کا تصفیہ
161 ۲۵۹، ۲۶۰
دستور پر قادر ہے
171, Note ۲۶۹ مع حاشیہ
اسپر قیود
171, Note ۲۶۹ مع حاشیہ
میں مقدمہ من بنام ایلونیس
173 ۲۷۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکی بنیہ کمزوری
173 ۲۷۱

ذریعہ اقتدار
174 ۲۷۲

سنتی
LX ۵۳، ۵۴

سبجکٹ پروفیسر کی
مبادیات سیاسیات،
68, Note ۱۷۲-۱۷۴ مع حاشیہ
" 171, Note ۲۶۹

سخت دستور پلجم اور
فرانس کے انکی مثالیں
123,note.124 ۲۲۶، ۲۲۷ مع حاشیہ
142,169 ۲۴۲، ۲۶۷، ۲۶۸
فرانس کے ضمیمہ کا نوٹ ۱

469-476 ۵۶۳-۵۷۳
اسٹریلیا کی جمہوریت کا
533 ۶۶۴

سررشتہ انتظامی میں پارلیمنٹی
اور غیر پارلیمنٹی کا فرق
ضمیمہ نوٹ ۳
480-488 ۵۸۰-۵۹۳

سرمایہ مجتمعہ
313 ۴۱۴

سکرٹری آف اسٹیٹ کی
حیثیت معمولی قانون کی
تحت میں
281 ۳۸۱

سمرسٹ جیمس کے مقدمہ
کا حوالہ
216 ۳۱۴، ۳۱۵

سوئٹزرلینڈ کا اتحاد
71, Note ۱۷۶ مع حاشیہ

وفاقیت کی ایک مثال
Note,134 ,135. ۲۳۵ حاشیہ، ۲۳۶
164, 165 ۲۶۲-۲۶۴

اسکا بیان
487, 488 ۵۹۰-۵۹۳

کا دستور
140, Note ۲۴۰، ۲۴۱ مع حاشیہ
148 ۲۴۸

کے محفوظ حقوق
150 ۲۵۰

اسکے اہم نقایص
166 ۲۶۴، ۲۶۵

کی وفاقیت
ضمیمہ نوٹ ۹
517-529 ۶۲۹-۶۵۸

کے انتخاب کنندگاں
57 ۱۶۲

وفاقی مجلس اور عدالتوں کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعلقات
165 ۲۶۳، ۲۶۴
172 ۲۷۰، ۲۷۱
کی وفاقیت کی کمزوریاں
167,168 ۲۶۵-۲۶۷
176 ۲۷۴
ٹاکویل کا مقابلہ انکے
قانون اور انگلستان کے
۱۸۳۶ء کے قانون کیساتھ
180 ۲۷۹
کی وفاقی کونسل
487 ۵۹۰، ۵۹۱
سیاسی اصول داں بگہاٹ
(بیجہٹ) اور پروفیسر ہرتن
19 ۱۲۵، ۱۲۶
انکے مباحث
20 ۱۲۶، ۱۲۷
سیاسی اور قانونی
بادشاہت کا فرق
425 ۵۲۳

ش

شاہ پسندوں کا مقصد کیا ہے
LXXXII ۷۹، ۸۰
انھیں کیا پیش نظر
رکھنا چاہیئے
LXXXVI ۸۴، ۸۵
شاہ پسندی کا نشو و نما
نو آبادیوں میں
XXXIV ۲۳
اس اصطلاح کی تعریف
XXXIV ۲۳
اسکے فوائد
XXXVI ۲۴
اسکے متعلق مایوسی
XXXVII ۲۵، ۲۶
شاہی اختیارات تنسیخ نو آبادیوں کے
معاملات میں
XXX ۱۷، ۱۸
ان کا اخلاقی اثر
CI ۱۰۱-۱۰۳
۱۸۸۵ء کے مرافق کا اصول
9, Note ۱۱۶ مع حاشیہ
اسکے متعلق جو الفاظ استعمال
ہوتے ہیں انکا غیر حقیقی ہونا
11 ۱۱۸، ۱۱۹
وزرا کی ذمہ داری
24 ۱۳۰، ۱۳۱
قانون وراثت
27 ۱۳۳، ۱۳۴
توریث ایکٹ آف سٹلمنٹ سے
متعین ہوتی ہے
41 ۱۴۶، ۱۴۷
وضع قانون ذریعۂ اعلان
48 ۱۵۳، ۱۵۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بسلسلۂ اعلان

51 ۱۵۶
نوآبادیوں کے ایکٹوں کی منظوری

100 ۴۰۴، ۴۰۵
انکے تنسیخ کا اختیار

110, Note ۲۱۴ مع حاشیہ
موروثی آمدنی

308 ۴۰۹
ایکٹوں کے متعلق وزراء کی ذمہ داری

321 ۴۲۲
مرافق، دارالعوام کے اختیارات سے مقدم ہیں

421 ۵۱۹
حیثیت بحالت اختلاف دارالامراء و دارالعوام

427 ۵۲۵
ذاتی اثر غیر یقینی ہے

457 ۵۵۳
مرافق کا باقیماندہ حصہ

459 ۵۵۴، ۵۵۵
باضابطہ اختیارات کے استعمال پر بیجہاٹ (بیجہٹ) کی رائے

463 ۵۵۸
کارروائی بمقابلہ بادشاہ

ضمیمہ نمبر ۱

556-557 ۷۰۲-۷۰۴
ملازمین کے اختیارات انگلستان میں

382 ۴۸۳، ۴۸۴
پرتھیوم کی رائے

75 ۱۸۰

اسکے حدود و خود مختار بادشاہت میں

75-77 ۱۸۰-۱۸۲
حدود کی مثالیں

75 ۱۸۰
وفاقیت میں

145 ۲۴۵
حکومت کا حق تنسیخ قوانین مجریہ نوآبادیات

113 ۲۱۷، ۲۱۸
کی کارروائی متعلق بہ نوآبادیات

115 ۲۱۹
پارلیمنٹ اور خود مختار نوآبادیاں

XXV ۱۱
اوریٹیکس

XXVI ۱۲
کو وضع قوانین کے اختیارات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے فوائد

XXVII ۱۳، ۱۴

کے تعلقات نوآبادیونکے ساتھ ۱۸۸۴ء میں

XXVII ۱۳، ۱۴

شایع کنندگاں۔ بیانات ازالہ حیثیت عرفی کی حیثیت

238 ۳۳۷، ۳۳۸

متعلق بہ حکومت

239 ۳۳۸، ۳۳۹

شخصی آزادی کا حق

202 ۳۰۰

بلجیم کے دستور میں

202 ۳۰۰

کسطرح انگلستان میں ملا

202 ۳۰۰

قید کا چارۂ کار

204 ۳۰۲

قید ناجائز

208 ۳۰۶

ہیبوس کارپس ایکٹ

209 ۳۰۷

اس کی ضمانتیں

216 ۳۱۴، ۳۱۵

حقوق اور پارلیمنٹ

46 ۱۵۱، ۱۵۲

اسکے متعلق کوک کی رائے

46 ۱۵۱، ۱۵۲

شرف (امیر بلدیہ) برسٹل کے نام خط

XXIII, Note 1. ۸، ۹ مع حاشیہ

ص

صدر۔ دار العوام کا پارلیمنٹ کے ایکٹ کا اثر

XXXVIII, LIV ۲۷، ۴۶، ۴۷

وہ کسی جماعت کا ملازم نہیں ہے

LIV ۴۶، ۴۷

امریکہ کے ایوان نمائندگاں کا

LV ۴۷، ۴۸

(پریسیڈنٹ) امریکہ کا اور اسکا انتخاب

28 ۱۳۴، ۱۳۵

175 ۲۷۳

483 ۵۸۴-۵۸۵

اسکے تعلق میں وفاقیت کی عدالتیں

152 ۲۵۱، ۲۵۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی خود مختارانہ کارروائی
485 ۵۸۵، ۵۸۸

فرانس کی جمہوریت کا
انتخاب اور اسکے
اختیارات
486, 487 ۵۸۸-۵۹۲

بتعلق قومی مجلس کے
487 ۵۹۰-۵۹۱

ض

ضمیر کی بنا پر اعتراض
کرنے والے اور
بدنظمی
XLI ۳۱

ط

طالبان آزادی زناں
اور قانون کی عدم تعمیل
XLI ۳۱

طلب رائے
LI ۴۲، ۴۳

ع

عام جلسوں کا حق
32, Note ۱۳۷، ۱۳۸ حاشیہ ضمیمہ نوٹ ۵
497-512 ۶۰۷-۶۳۱

اسکے متعلق مباحث
32 ۱۳۷، ۱۳۸
266 ۳۶۵

بلجیم اور انگلستان میں
266 ۳۶۵

اور انگلستان کی عدالتیں
267 ۳۶۶

مجمع خلاف قانون
268-269 ۳۶۷-۳۶۹

ایسے مقدمات میں فیصلے
270-272 ۳۶۹-۳۷۱

اس حق پر حدود
273-276 ۳۷۲-۳۷۵

اسکے متعلق حکومت کے
اختیارات
277 ۳۷۶

اسکے شرائط
497-512 ۶۰۷-۶۳۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عام رائے اور عمومی حکومت
XLII Note 1 ۳۲ مع حاشیہ
LXVI, Note 2. ۶۰، ۶۱ مع حاشیہ
XCI, Note 2. ۹۰ " ۲
C Note 1 " ۱۰۱
عام جلسوں کے انعقاد کے حق پر قیود
273 ۳۷۲
جو درحقیقت شخصی آزادی پر قیود ہیں
275 ۳۷۴
عام دستاویزات پر دستخطوں کی ضرورت
322 ۴۲۳
عدالت اختلاف اسکے نسائف
359, 360 ۴۶۱-۴۶۳
ضمیمہ نوٹ ۱۱
555-556 ۶۰۰-۶۰۱
فرانس کی
XLIV, XLV ۳۴-۳۶
360 ۴۶۲-۴۶۳
ضمیمہ نوٹ ۱۱
555-556 ۶۰۰-۶۰۱

عدالت اور پارلیمنٹ کے ایکٹ
38 ۱۴۴
اور پارلیمنٹ کے رزولیوشن
52 ۱۵۷، ۱۵۸
پریسٹر جسٹس سٹیفن کی رائے
53 ۱۵۸، ۱۵۹
اور پارلیمنٹ کے اختیارات
58-61 ۱۶۳-۱۶۶
اور انتخاب کنندگان
71 ۱۷۶
اور ریلوے کمپنی کے ذیلی قواعد
92 ۱۹۶
نوآبادیوں کے ایکٹ
104 ۲۰۷، ۲۰۸
شاہی پارلیمنٹ وفاقی پارلیمنٹ کے تحت میں
152 ۲۵۱، ۲۵۲
کے اختیارات
153 ۲۵۲، ۲۵۳
بلجیم اور فرانس کی
153 ۲۵۲، ۲۵۳
امریکہ کی
154, 155, 157. ۲۵۳-۲۵۶
کینیڈا کی
164 ۲۶۲-۲۶۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوئٹزرلینڈ
165 ۲۶۳-۲۶۴

امریکہ کی
170 171, Note ۲۶۸-۲۶۹ مع حاشیہ
۲۷۰ 172

کے تحت میں عہدہ داروں کی
حیثیت
۲۸۸ 189

جو انگریزی دستور کی
بنیاد ہے
۲۹۱، ۲۹۲ 193

اور ہیبیس کارپس ایکٹ،
212, 215 ۳۱۰، ۳۱۱
218 ۳۱۴
219 ۳۱۶ - ۳۱۸
۳۲۳ 224

اور مطابع
۳۴۵، ۳۴۶ 246

اور عام جلسوں کا انعقاد
271, 272, 274, Note ۳۷۰-۳۷۴ مع حاشیہ

کورٹ مارشل
۳۹۹، ۴۰۰ 298

اور قانون فوجی
۴۰۴، ۴۰۵ 303
544-547 ۶۸۲-۶۸۸

اور معاملات حکومت

فرانس میں
۴۳۸ 335
359-361 ۴۶۱-۴۶۴

اور قانون انتظامی
347, 395 ۴۴۹، ۴۵۰
399 ۴۹۶، ۵۰۰

انگلستان کے شاہی ملازم عدالت
کے تابع ہیں
391, 392 ۴۹۱-۴۹۳

اور پارلیمنٹ بھی
405, Note ۵۰۵ مع حاشیہ

عدالتیں وفاقی
148 ۲۴۸

آسٹریلیا کی جمہوریت کے
دستور کی تعبیر کرنیوالی ہیں
531 ۶۶۱، ۶۶۲

ہندوستانی اور مجلس واضعان
قانون کے ایکٹ
95 ۱۹۹، ۲۰۰
97 ۲۰۱، ۲۰۲

کونسل کے نافذکردہ قوانین کے
متعلق اختیارات
98 ۲۰۲، ۲۰۳

کے متعلق شاہی اختیارات کی
نسبت بلیک اسٹون کی رائے
9 ۱۱۶

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور کورٹ مارشل
۳۹۹-۴۰۱ 298
۴۰۴-۴۰۶ 303, 304

عمومی حکومت
LXXIV ۱۷۹
XCV, Note, 1. ۱۹۹، ۲۰۰ مع حاشیہ
یا غیر مکتوبہ قانون
27 ۱۳۳

عورتوں کا حق رائے دہی
LXII ۵۶
اسکا دعویٰ
LXII ۵۶
اس تحریک کی تقویت کی وجہ
LXIII ۵۷
اسکی تائید اور تردید میں دلائل
LXIV ۵۸، ۵۹
اور متناسب نمائندگی
LXVI ۶۰، ۶۱
جان مل کی حجت اسکی تائید میں
LXIX ۶۴، ۶۵
عورتوں کے حقوق کی حفاظت
LXII Note 3 ۵۶ مع حاشیہ ۳

عہدہ داران سرکاری، انکے فرایض
XXXIX ۲۸، ۲۹
انکی حیثیت ہیوس کارپس کے التوا کے ایکٹوں کی تحت
229 ۳۲۸
انکی حفاظت معافی کے ایکٹ سے
230-232 ۳۲۹-۳۳۱
سنہ ۱۷ کے ایکٹ سے محدود حفاظت
232 ۳۳۱
معمولی قانون میں اس کی حیثیت
281 ۲۸۱
فرانس کے انتظامی قانون کی تحت میں انکی حیثیت
329 ۴۳۱، ۴۳۲
337-344 ۴۳۹-۴۴۷
349-352 ۴۵۱-۴۵۵
354 ۴۵۶، ۴۵۷
انگلستان کے بادشاہ کا اختیار
382 ۴۸۳، ۴۸۴
انگلستان کے وزیر اعظم اور کابینہ کا تقرر
404 ۵۰۴، ۵۰۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حفاظت کا ایکٹ بابتہ
سنہ ۱۸۹۳
384, Note ۴۸۵ مع حاشیہ
۴۸۶

غ

غربا کا قانون بابتہ
سنہ ۱۸۳۴
LXI ۵۵

غلامی ۔ جنگ علیحدگی کی بنا
79 ۱۸۳، ۱۸۴

غیر دستوری قانون کے
معنی
ضمیمہ نوٹ ۷
516 ۶۳۸ - ۶۳۹

غیر سرکاری ارکان
کی عجلت مسودات قانون
کے منظور کرانے میں
LVI ۴۸، ۴۹

غیر شاہی واضع قوانین
مجلس بمقابلہ حقیقی واضعان
قوانین مجلسوں کے
83 ۱۸۸

انکی خصوصیات
87 ۱۹۱، ۱۹۲

اس اصطلاح کے معنی
88, Note ۱۹۲، ۱۹۳
مع حاشیہ

ہندوستانکی کونسل
95 ۱۹۹، ۲۰۰

نیوزیلینڈ کی پارلیمنٹ
105-107 ۲۰۸-۲۱۱

ملک غیر کی
117 ۲۲۱

ف

فرانس کا چیمبر
120,121 ۲۲۳، ۲۲۴

فاکس کی تائید پارلیمنٹ کی
شاہی کے متعلق
430 ۵۲۷-۵۲۸

فرانس کا دستور بمقابلہ دستور
انگلستان کے
4 ۱۱۲

ٹاک ویل کی رائے
118 ۲۲۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۸۴۸ء کی جمہوری حکومت
120 ۲۲۳، ۲۲۴
موجودہ جمہوری حکومت کا اختیار
120 ۲۲۳، ۲۲۴
۱۸۵۱ء کی فوجی کارروائی اور اسکی کامیابی
125 ۲۲۸
485 ۵۸۷، ۵۸۸
تغیر عظیم کے عہد کا دستور
129 ۲۳۱
موجودہ دستور
129 ۲۳۱
عدالتیں بہ تعلق قومی مجلس کے
153 ۲۵۲، ۲۵۳
گزشتہ حکومتوں میں بے ائینی
187, Note ۲۸۶ مع حاشیہ
قانون مطالبع
248, Note ۳۴۷، ۳۴۸ مع حاشیہ
قدیم زمانہ کے ادبیات
251 ۳۵۱
تغیر عظیم کے زمانہیں
252 ۳۵۲
پہلی شاہی اور جمہوری حکومت میں
252, 254, Note ۳۵۲، ۳۵۴ مع حاشیہ
کا قانون بابتہ اعلان حالت محاصرہ
287, 288 ۳۸۷-۳۸۹
میں قانون انتظامی
324 ۴۲۶
میں تفریق اختیارات
333 ۴۳۶
میں قانونی عدالتوں کے اختیارات کی حد
335 ۴۳۸
قانونی اور انتظامی عدالتونکا قیام نپولین کی طرف سے
335-336, Note ۴۳۸-۴۳۹ مع حاشیہ
حکومت کے ایکٹ
341, 386 ۴۴۴، ۴۸۷
کے دستور سال ہشتم کی دفعہ ۷۵ کی تحت میں عہدہ داروں کی حیثیت
343, 351 ۴۴۶، ۴۵۳، ۴۵۴
کی عدالت اختلاف
359 ۴۶۱، ۴۶۲
ضمیمہ نوٹ ۱۱
555-556 ۷۰۰-۷۰۱
کونسل دی اٹے
371, 372 ۴۷۳، ۴۷۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قومی مجلس
405 ۵۰۵
486 ،487 ۵۸۸-۵۹۱
کی ڈائرکٹری کے زمانہ
کا دستور
485، 486 ۵۸۷-۵۹۰
کی جمہوری حکومت کا
پریسیڈنٹ اسکا انتخاب
اور اسکے اختیارات
486,487 ۵۸۸-۵۹۱
بضمن قومی مجلس کے
487 ۵۹۰، ۵۹۱
کی قومی مجلس ۱۸۷۱ء کی
76 ۱۸۱
کے باشندے کینیڈا میں
انکی وفاداری
LXXIX ۷۶
کے دستور کی سختی
ضمیمہ نوٹ ۱
469-476 ۵۶۳-۵۷۳
کی حکومت کا طرز
XLIV, Note 3. ۳۴، ۳۵ ح حاشیہ
فرقہ کی کتاب کراموں کی
فوج
293, Note ۲۹۴ ح حاشیہ

نرم دستور انگلستان کا
122، 123, Note ۲۲۵-۲۲۷ ح حاشیہ
فرقہ واری حکومت کی خرابیاں
XCIII ۹۲
نظام انگلستانیں
LV ۴۷، ۴۸
فرڈیرک اعظم
80 ۱۸۴، ۱۸۵
فریمین - ای، اے
6,16 ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۳
اسکی کتاب موسومہ انگلستان کے
دستور کا نشو ونما،
12 ۱۱۹
دستوری مفہومات کے ضمن،
اسکا انتخاب
414 ۵۱۳
بہ تائید نظایر
18 ۱۲۵
فوج - زیر حکومت قانونی
291 ۳۹۲
سپاہیونکی ذمہ داری بطور
باشندگان ملک
282 ،296 ۳۸۲، ۳۸۳
۳۹۷
جمعیت
291 ۳۹۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پارلیمنٹ کے ایکٹ
59 ۱۶۴
قانون کی حکومت
xxxvii ۲۵، ۲۶
اسکی وقعت میں کمی
xxxviii ۲۶-۲۸
انگریزی تہذیب کی بنیاد ہے
18 ۱۲۵
دستوری
21 ۱۲۶-۱۲۸
اسکی حکومت
23 ۱۲۹، ۱۳۰
غیر دستوری کے معنی
ضمیمہ نوٹ نمبر ۷
516 ۶۳۸-۶۳۹
دستوری کے تحت میں وزارت
کی حیثیت
30 ۱۳۶
اسکے تین اصول
34 ۱۴۰
دستوری کے مفروضات
413 ۵۱۲
کی عدالتوں کی وقعت میں حالیہ
ایکٹوں کی بنا پر کمی
xxxviii ۲۶-۲۸

بہ تعلق قانون انگلستان
292 ۳۹۳
مستقل فوج
293 ۳۹۴
سپاہی زیر قانون سول
و فوج
302, 303 ۴۰۳-۴۰۵
ملکی فوج
305-307 ۴۰۶-۴۰۸
میں خرید و فروخت
کی ممانعت
463, Note ۵۵۸ مع حاشیہ
کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۱ء
295, 296, Note ۳۹۶، ۳۹۸ مع حاشیہ
بہ تعلق سالانہ اجلاس
پارلیمنٹ
442-443 ۵۳۹، ۵۴۰
فیلڈ جسٹس کی رائے
عام طبسونکے متعلق
271 ۳۷۰
قانون بہ تعلق معاہدات
21 ۱۲۷، ۱۲۸

ق

قانون بین الاقوام اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی عدالتیں اور رسول ملازم
XLVIII ۳۹، ۴۰
اور وزیر اعظم کے اختیارات
20 ۱۲۶، ۱۲۷
اور پارلیمنٹ کے اختیارات
38 ۱۳۴، ۱۳۵
مطابع، نشر و اشتہاران
236, Note ۳۳۵ مع حاشیہ
ومعاہدات
21 ۱۲۷، ۱۲۸
دستوری اور اصولی
85 ۱۹۰
اصولی
141, Note ۲۴۱ مع حاشیہ
قانون داں بمقابلہ مورخین کے
16 ۱۲۲، ۱۲۳
دستوری کے قواعد
30 ۱۳۶
قانون کے تحت میں امرا اور عوام
30-31 ۱۳۶-۱۳۷
قانون کی بادشاہت کی حد
76 ۱۸۱
امریکہ میں
145 ۲۴۵
اسمیں اور سیاسی بادشاہت میں فرق
425 ۵۲۳
قانون ازالہ حیثیت عرفی
236, Note ۳۳۵ مع حاشیہ
اسکے تحت میں شخصی حیثیت
236-239 ۳۳۵-۳۳۹
حکومت کے متعلق
239 ۳۳۹
اس قانون کے تحت میں اتحاد
240 ۳۳۹، ۳۴۰
انگلستان میں
241 ۳۴۰، ۳۴۱
بلجیم کے دستور کی تحت میں
243 ۳۴۲، ۳۴۳
حربی
82, Note ۱۲۷-۱۳۰ مع حاشیہ
280 ۳۸۰
اسکے تحت میں سپاہی بحیثیت باشندۂ ملک
282 ۳۸۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اعلان حالت محصوری
283 ۳۸۳

انگلستان میں کسطرح تسلیم کیا جاتا ہے
284 ۳۸۴

اسکا اعلان
287 ۳۸۸

ولف ٹون کے مقدمہ کی تحقیقات
289, 290 ۳۸۹-۳۹۱

انگلستان میں جنگ یا بغاوت کے زمانہ میں
ضمیمہ نوٹ ۱۲
538-555 ۶۷۲-۶۹۹

قانونی عہدہ دار بحالت تجاوز مستوجب نالش ہیں
33 ۱۳۹

قدامت پسندی کی تعریف
169 ۲۶۶، ۲۶۸

قدیم حکومت میں ادبیات
251, Note 251 ۳۵۱ مع حاشیہ

میں قانون انتظامی
331 ۴۳۴

قومی خطرہ قومی عظمت کا معیار ہے
CIV ۱۰۵، ۱۰۶

قرضہ اور مقامی قرضہ جات کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۷ء
313 ۴۱۴

ان پر سود
313 ۴۱۴

بیمہ کے ایکٹ
XVIII, Note 8 ۲، ۳ مع حاشیہ ۴

آمدنی
309 ۴۱۰

قید کے متعلق چارہ کار
204 ۳۰۲

ممالک غیر کے باشندوں کے متعلق
206, 220 ۳۰۴
۳۱۸، ۳۱۹

اسکے متعلق مقولے
206 ۳۰۴

زیر ایکٹ التوائے ہیبیس کارپس
229 ۳۲۸

قیود پارلیمنٹ کی بادشاہت پر
58, 59, note ۱۶۳-۱۶۵ مع حاشیہ
68 ۱۷۱-۱۷۴

نوآبادیوں میں
64 ۱۶۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسپیرٹاڈ کی رائے
65, Note ۱۷۰ مع حاشیہ

حقیقی کے قائم کرنے کی دشواریاں
69, 74 ۱۷۴
۱۷۵، ۱۷۹

بیرونی
۱۷۹، ۱۸۰
74, 75, 79 ۱۸۳، ۱۸۴

اندرونی
77, 79 ۱۸۳، ۱۸۴

پرلزلے اسٹیفن کی رائے
78 ۱۸۲، ۱۸۳

وفاقیت پر
147, 149 ۲۴۷، ۲۴۹

ک

کابڈن
LVI ۴۸، ۴۹

اور آزادی تجارت کے طرفدار
LXXI ۶۶، ۶۷

کابینہ انگلستان کی
8 ۱۱۵

پارلیمنٹ کے ایکٹ سے اسکے اختیارات میں اضافہ
LV ۴۷، ۴۸

دارالعوام کی رائے کی تابع
152 ۲۵۱، ۲۵۲

باقیماندہ مرافق کیوجہ سے اسکا متاثر ہونا
459 ۵۵۴، ۵۵۵

ایک پارلیمنٹی جماعت انتظامی ہے
481-482 ۵۸۱-۵۸۴

اسکے نقایص اور خوبیاں
483, 484 ۵۸۴-۵۸۷

اسکی نوعیت میں تبدیلی کا امکان
483 ۵۸۴، ۵۸۵

کی حکومت اور پریسیڈنسی حکومت کی شکلیں
483 ۵۸۴، ۵۸۵

کے ارکان اور ان کا جماعتوں سے متعلق ہونا
LVII, Note ۴۹، ۵۰ مع حاشیہ ۱

کارخانوں کا قانون انگلستان میں
381 ۴۸۲، ۴۸۳

فیڈرراسٹون کے کمیشن کی

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رپورسٹ ۳۸۵، ۳۸۶ مع حاشیہ
ضمیمہ نوٹ 284 Note
۶۳۱ - ۶۳۸ 512-516

کانگرس (امریکہ) کے ایکٹ
۲۴۶ 146
اسکے اختیارات کا مقابلہ انگلستان کی ریلوے کمپنیوں کے اختیارات کے ساتھ
۲۴۷ 147
کے محدود اختیارات
۲۴۸ 148
کا ایکٹ بابتہ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۸۹ء
۲۵۶ 157
اور امریکہ کی اعلیٰ عدالتیں
۲۵۶-۲۵۸ 157, 159

کانگرو
۴۲، ۴۳ Li
کینٹ کی شرح امریکہ کے دستور پر
۱۱۲ 4

طریقہ شرح دستور
۱۱۲، ۱۱۳ 5.
کتابیں (ادب) انگلستان اور فرانس میں
۳۴۸ - ۳۵۰ 249, 250
ممنوع کتابوں کی اشاعت کی سزا
۳۵۰ 250
قدیم زمانہ میں
۳۵۱ مع حاشیہ 251, Note
سنہ ۱۸۴۸ء کی جمہوری حکومت میں
۳۵۲، ۳۵۴ 253
اجازت اور سزا اسٹار چیمبر کے عہد میں
۳۵۵، ۳۵۶ 256
کچنر لارڈ کی تقریر بروقت تقرر
حاشیہ ۵۰۰ Note I. LVII
کرکشن ایکٹ آئرلینڈ کا بابتہ سنہ ۱۸۸۱ء اسکے تحت آئرلینڈ کے سررشتہ انتظامی کے اختیارات
۳۲۶ 227
کلیسا و ایکٹ اتحاد
۱۶۸، ۱۶۹ 63
آئرلینڈ کا ایکٹ بابتہ سنہ ۱۸۶۹ء
۱۶۹ 64

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پادریوں کی حیثیت عدالتوں میں
۴۰۷، ۴۰۸ مع حاشیہ 306, Note

کنٹرولر اور آڈیٹر جنرل کی حیثیت اور انکے اختیارات
۴۱۶ 315

انکے اختیارات کی تشکیل سلسلہ میں
۴۱۸ 317

کنیڈا کی حکومت
۱۹۷، ۱۹۸ 94

دستور کی تبدیلی کیساتھ پارلیمنٹ کا تعلق
۲۰۹ مع حاشیہ 106, Note

ایکٹ منظورہ پارلیمنٹ کی تنسیخ
۲۱۸ 114

بہ تعلق شاہی پارلیمنٹ
۲۲۱ 117

یہ حکومت وفاقیت کی ایک مثال ہے
۲۳۵ 134

۲۴۸ مع حاشیہ 148, Note

برٹش شمالی امریکہ کا ایکٹ مابتہ ۱۸۶۷ء
۲۵۹ مع حاشیہ 161-163, Note

کا دستور
۲۶۰، ۲۶۱ مع حاشیہ 162, Note

اسکا مقابلہ اسٹریلیا کی جمہوریت سے
537

ماتحت حکومت کے اختیارات
۲۹۱-۲۹۲ 163, 164

نظیری قانون
۴۷۱، ۴۷۲ 369

اسکی فوری ترقی
۴۷۹، ۴۸۰ 378

کوک، سر ایڈورڈ
۱۲۲، ۱۲۵ 16, 18

۴۶۶-۴۶۹ 365, 366

پارلیمنٹ کے اختیارات اور اسکے حدود دار اضی پر
۱۲۵ 39

خانگی حقوق اور پارلیمنٹ کے اختیارات پر
۱۵۰، ۱۵۱ 46

کونسل ڈی اٹے
۳۴، ۳۵، ۴۳۴ xLiv'331.

اسکے فرائض
۴۷۳ 371

وہ فی الحقیقت ایک انتظامی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت ہے
372 ۴۷۴
کوئین این کا امرا بنانا
LII ۴۴
کیتھ کی کتاب
ذمہ دارانہ حکومت
ڈومینین، کی
XXIX, Note 2. ۱۶-۱۸ معہ حواشی
XXX, Note 1, 3
جنوبی افریقہ کے اتحاد پر
480 ۵۸۰، ۵۸۱
کیمبل سر جے فاؤلن
حربی پر
540-546 ۶۷۵-۶۸۵
کینی کی کتاب مبادیات
قانون تعزیرات،
279, Note ۳۷۸، ۳۷۹ مع حاشیہ

گ

گارکان کا مجموعہ
تعزیرات
345 Note ۴۴۶ مع حاشیہ
گارڈنر اور اس کی
رائے بیکن کے ایجاد کردہ حکم
امتناعی کے متعلق
16 ۱۲۳
367 ۴۶۹، ۴۷۰
گارڈن کے بلوے
بابتہ سنہ ۱۷۸۰ء
286 ۳۸۶، ۳۸۷
گراگری کی رائے کا
انتخاب
350, Note ۴۵۰ مع حاشیہ
گرانٹ، جنرل کی تیسرے
مرتبہ کی امیدواری برائے
عہدہ پریسیڈنٹ
28 ۱۲۴، ۱۳۵
گرانٹن کا دستور
482 ۵۸۳، ۵۸۴
گریٹ ریفارم ایکٹ
XX ۴-۶
گریٹ ریفارم بل کا اجرا
LXI, Note ۵۴، ۵۵ مع حاشیہ
گرین ویلی، لارڈ کی کارروائی
بمقابلہ سنہ ۱۱ء کی پارلیمنٹ کے
317 ۴۱۸
گلوٹین آلۂ قتل
LI ۴۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گلیڈ اسٹون
XLIX ۴۰، ۴۱
L, Note ۴۲ مع حاشیہ
گولڈ اسمتھ کی کتاب
باشندگان عالم
2, Note ۱۱۰ مع حاشیہ

ل

لینڈ ڈس جھینڈن
یوری کا
14 ۱۲۱
لینڈ ہرسٹ بمخالفت
تجاویز دار العوام
455 ۵۵۱
لو کی کتاب انگلستان
کی حکومت
LV, Note 1. ۴۷، ۴۸ مع حاشیہ
XCI, Note 2. ۹۰ مع حاشیہ ۲
لوول کی کتاب عام
رائے اور عمومی حکومت
XLII, Note 1. ۳۳، ۳۴ مع حاشیہ
LXVI, Note 2. ۶۰، ۶۱ مع حاشیہ
XCI, Note 2. ۹۰ مع حاشیہ ۲
C, Note 1. ۱۰۱-۱۰۳ مع حاشیہ
حکومت انگلستان
LV, Note 1. ۴۷، ۴۸ مع حاشیہ
XCI, Note 2. ۹۰ مع حاشیہ ۲
C, Note 1. ۱۰۰، ۱۰۱ مع حاشیہ
لوئی چہاردہم، شاہی اختیارات
کے محدود ہونے کی تمثیل
76 ۱۸۱
78 ۱۸۲-۱۸۳
پانزدہم
187 ۲۸۶
شانزدہم
187 ۲۸۶
لوئی فلپ کی دستوری ہدایات
118 ۲۲۲
125 ۲۲۷، ۲۲۸
347 ۴۴۹، ۴۵۰
لوئی نپولین
80 ۱۸۴، ۱۸۵
125 485 ۲۲۸، ۵۸۷، ۵۸۸
لی جسرل
LXXIX ۷۶

م

مارلی کی حیات ڈیڈیرائٹ،
186 ۲۸۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مانٹیگ کی کتاب اسپرٹ دی لوی کا حوالہ
185 ۲۸۳، ۲۸۴
333 ۴۳۶

متناسب نمایندگی کی بحث
LXVI ۶۰، ۶۱

ناجایز طریقوں سے کام لینے کی ترغیب
LXX ۶۵، ۶۶
LXXII ۶۷، ۶۸

۱۸۷۰ء اور ۱۹۱۴ء میں
LXXIII, Note 1. ۶۸، ۶۹ مع حاشیہ

اور انگلستان کے سیاسیات
LXVI, Note 2. ۶۰، ۶۱ مع حاشیہ
LXVIII Note 1, 2 ۶۲، ۶۳ مع حواشی

خواہنوں کا مقصد
LXXI ۶۶، ۶۷

مجمع خلاف قانون
269 ‘272 ۳۶۸، ۳۷۱
273 ‘274 ۳۷۲، ۳۷۳

کے منتشر کرنے کے متعلق جب سپاہی طلب کئے جائیں تو انکے فرایض ضمیمہ نوٹ ۶
512-516 ۶۳۱-۶۳۸

مختلف جماعتوں کی کابینہ اور پیٹ
449 ۵۴۵، ۵۴۶

مدبرین ملک پر صرف سفر وضات کا اثر
L ۴۱، ۴۲

مذہب کے متعلق قانون ازالہ حیثیت عرفی
240 ۳۳۹، ۳۴۰

مرافق شاہی کے متعلق خیالات سترہویں صدی میں
365 ۴۶۷
368 ۴۷۰، ۴۷۱

مستقل (باقاعدہ) فوج انگلستان کی بمقابلہ مقامی فوج کے
292 ۳۹۳

فوج کا اوارہ
292 ۳۹۳

فوج کے متعلق وضع قانون
297 ۳۹۸، ۳۹۹

مسلح بغاوت
XLIII ۳۳، ۳۴

مسودات (قانون) کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متعلق کارروائی
XXI XXII ۶ - ۸
انکی تبدیل میں دقتیں
زیر ایکٹ پارلیمنٹ
XXII ۷ ، ۸
مطابع کی نگرانی اسکا
عدم وجود انگلستان میں
244 ۳۴۳، ۳۴۴
248 ۳۴۷، ۳۴۸
فرانس میں
252 ،253 ۳۵۱-۳۵۳
261 ،262 ۳۶۰-۳۶۲
264 ۳۶۳
اسٹار چیمبرز جمہوریت
اور اعادہ سلطنت کے
عہد میں
256 ۳۵۵، ۳۵۶
اجازتی ایکٹ کی موقوفی
257 , 259 ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹
کے متعلق انگلستان
اور فرانس میں فرق
264 ،265 ۳۶۳، ۳۶۴
مطابع کے اجازت نامونکا
ایکٹ
257 ۳۵۶، ۳۵۷
انکی موقوفی کے اسباب
257,264 ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۶۳
کے متعلق جرایم کے انسداد
کا ایکٹ بابتہ ۱۸۸۱ء (آرلینڈ)
228 ۳۲۷
اعلان حقوق انسانی کے
تحت میں آزادی
234 ۳۳۳
کے متعلق بلجیم کا قانون
234 ۳۳۳
ازالہ حیثیت عرفی کا قانون
236 ۳۳۵
اور حکومت کے تعلقات
243 ۳۴۲، ۳۴۳
کی موجودہ حالت انگلستان میں
243 ۳۴۲، ۳۴۳
کی انگلستان دیکھ بھال
کا قاعدہ جاری نہیں ہے
244 ۳۴۳، ۳۴۴
اور عدالتیں
246 ۳۴۵، ۳۴۶
زیر حکومتہائے جمہوری
246, Note ۳۴۵، ۳۴۶ مع حاشیہ
کا قانون فرانس میں بمقابلہ
انگلستانکے
248 ۳۴۷، ۳۴۸
فرانس کے قانون کی تحت میں
250 ۳۴۹، ۳۵۰

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سترہویں اور سولھویں صدی میں انگلستان میں
255 ۳۵۴، ۳۵۵

انگلستان میں اسٹار چیمبر کے تحت میں
256 ۳۵۵، ۳۵۶

کے قانون انگلستان اور فرانس کا مقابلہ
257 ۳۵۶، ۳۵۷
259 ۳۵۸، ۳۵۹

عطائے اجازت ناموں کے ایکٹ کا خاتمہ
257 ۳۵۶، ۳۵۷

اور یونیورسٹی
256 ۳۵۵، ۳۵۶

معافی کے ایکٹ اور انکے مقاصد
47 ۱۵۲، ۱۵۳
547-549 ۶۸۷-۶۹۰
553 '554 ۶۹۶-۶۹۹

پارلیمنٹی اختیارات کی تشریحیں
51 ۱۵۶، ۱۵۷

اور ہیبوس کارپس ایکٹ کی التوا کے قوانین
228-230 ۳۲۶، ۳۲۸
231 ۳۲۹، ۳۳۰

عہدہ دار زیر ایکٹ سنہ ۱۸۰۱ء
232 ۳۳۱

وزارت زیر ایکٹ مذکور
408 ۵۰۸

معاہدات کے متعلق نوآبادیوں کے اختیارات
115 ۲۱۹

معاہدہ اتحاد کی شرائط
15 ۱۲۲

مقامی افواج
305-307 ۴۰۶-۴۰۸

مقامی اور شخصی ایکٹ
47 ۱۵۲، ۱۵۳

مقولہ جات دستوری مفروضات کے متعلق
25, 26, Note ۱۳۱-۱۳۳ مع حاشیہ

قانون نہیں ہیں
26 ۱۳۲، ۱۳۳

حسب دستور
452 ۵۴۸

مگنٹ کی کتاب انقلاب عظیم فرانس کا انتخاب
486 ۵۸۹، ۵۹۰

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مل کا انتخاب سیاسی
ادارات پر
LXIII, LXIX, 191 ۵۷، ۶۴، ۶۵
ملازم (سول) اور قانونی
عدالتیں
۲۹۰
XLVIII ۳۹، ۴۰
ملازمت میں تفریق
مرکزیت
XLVI ۳۷
ملک غیر کی بھرتی کے
ایکٹ کی تحت
میں وزرا کا اختیار
408 ۵۰۸
ملک غیر کے وضعان
قانون غیر شاہی میں
117 ۲۲۱
ملول - لارڈ
439 ۵۳۶
ملیشیا (فوج مقامی) بمقابلہ
باقاعدہ فوج کے
292 ۳۹۳
موازنہ پر اثر دارالامرا
کی نامنظوری کا
LVIII ۵۱، ۵۲
مورخین اور مقننین
کا مقابلہ
16 ۱۲۳
میکالے کی رائے مطابع کے
اجازت ناموں کے ایکٹ
کی بابت
257-258 ۳۵۶ - ۳۵۸
مینسفیلڈ، لارڈ
439 ۵۳۶، ۵۳۷
میکنٹاش، سر جیمس کی رائے
قانون حربی پر
541 ۹۷۶-۹۷۸
مین - سر ہنری
LXXIV ۷۰، ۷۱
کی رائے عمومیت پر
XCV ۹۴، ۹۵
عمومی حکومت پر
XCV, Note 1. ۹۵ مع حاشیہ
مے - سر تامس دستوری مورخ کی
حیثیت سے
12 ۱۱۹
میور، رامزے
LV ۴۷، ۴۸
امرا اور عہدہ داروں کی حکومت
XXXVIII, Note 2. ۲۶-۲۸ مع حاشیہ
XLIII, Note 2. ۳۲، ۳۴ "
LV, Note 1. ۴۷، ۴۸ "

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میونسپل کارپوریشن (انجمن متحدہ و سندیافتہ بلدیہ)
147, Note ۲۴۷ مع حاشیہ

ن

ناپسندیدگی کے اظہار کی حالتیں وزرا کی کارروائی
435 ۵۳۲
445 ۵۴۱، ۵۴۲
نامنظوری رقوم
450 ۵۴۶، ۵۴۷
نائیٹ انگیل، فلارنس
LXV ۵۹، ۶۰
نائنگھام، لارڈ
376 ۴۷۸
نصفت کا قانون انگلستان میں
376 ۴۷۸
378 ۴۷۹، ۴۸۰
اسکا مقابلہ فرانس کے انتظامی قانون سے
381 ۴۸۲
نظائر سے مدد کا لیا جانا انگلستان کی تاریخ میں
18 ۱۲۴، ۱۲۵
نظائر کا حوالہ انگلستان کی تاریخ میں ستواتر دیا جاتا ہے
18 ۱۲۵
نمایندہ حکومت اسکے قیام کے اسباب
81 ۱۸۵، ۱۸۶
اسکی دو مختلف شکلیں
480 ۵۸۰
نوآبادیوں کے ایکٹ کیلئے بادشاہ کی منظوری
99 ۲۰۳، ۲۰۴
حد اختیارات
99 ۲۰۳، ۲۰۴
Note, 117 حاشیہ ۲۲۱
کے مسودات قانون۔ حق تنسیخ جسے گورنر کام میں لاتا ہے
111 ۲۱۵-۲۱۷
کے قانون کی توثیق کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۵ء اسکے متون
101, 105 ۲۰۵، ۲۰۸، ۲۰۹
کے واضعان قانون اور حق تنسیخ
109, Note ۲۱۲، ۲۱۳ مع حاشیہ
111, 112, 113 ۲۱۵-۲۱۸
کی پارلیمنٹیں انکے حدود اختیارات
99, Note ۲۰۳، ۲۰۴ مع حاشیہ
بحیثیت اجرائی جماعتوں کے
105 ۲۰۸، ۲۰۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انکے اختیارات
نسبت تبدیل احکام
دستور
106,Note ۲۰۹ سح حاشیہ
شاہی پارلیمنٹ کے
زیر اختیار
108 ۲۱۱، ۲۱۲
انکی آزادی بہ تعلق شاہی
اختیارات کے
108 ۲۱۱، ۲۱۲
مسودہ قانون کے
متعلق گورنر کی رضامندی
اور اتفاق
111 ۲۱۵ - ۲۱۷
کے متعلق طرز عمل ۱۹۱۴ء
میں
XXXII ۱۹، ۲۰
۱۸۸۴ء میں
XXXIV ۲۲
بادشاہت کا نشو و نما
XXXIV ۲۲
ایکٹ ۱۸۷۸ء جسکی رو سے
ان پر ٹیکس ایک حد سے
زیادہ نہیں عاید کیا جا سکتا
64 ۱۶۹
78 ۱۸۲، ۱۸۳

معاہدات کے متعلق اختیارات
115 ۲۱۹
شاہی حکومت کا برتاؤ
115 ۲۱۹
کے قوانین خاص خاص مضامین
کے متعلق وضع و نافذ نہیں ہو سکتے
104, Note ۲۰۷، ۲۰۸ سح حاشیہ
نپولین بوناپارٹ زمانہ حال
کے فرانس کے قانون انتظامی
کا بانی
330 ۴۳۲، ۴۳۳
335-337 ۴۳۰ - ۴۴۰
اور معمولی جج
337 ۴۴۰
'کونسل آف اسٹیٹ' اسکے
زمانہ میں
344 ۴۴۶، ۴۴۷
لوئی
80 ۱۸۴، ۱۸۵
125 ۲۲۸
485 ۵۸۶، ۵۸۷
نیٹال
XXIV, Note 1. ۱۰ سح حاشیہ
نیسٹ
83 ۱۸۸
نیوزیلینڈ کی سپریم عدالت اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملک غیر کے مجرموں کی گرفتاری کا ایکٹ بابتہ ۱۸۶۳ء
100, Note ۲۰۴، ۲۰۵ مع حاشیہ

متوفی شوہر کے بھائی کا ایکٹ بابتہ ۱۹۰۱ء
115, Note ۲۱۹ مع حاشیہ

کی پارلیمنٹ
99, Note ۲۰۲، ۲۰۴ مع حاشیہ

ایک غیر مقتدر واضع قانون مجلس
100, Note ۲۰۴، ۲۰۵ مع حاشیہ

ملالتوں اور شاہی پارلیمنٹ کے ماتحت
100 ۲۰۴، ۲۰۵

کے قوانین مخالف قوانین انگلستان
103, Note ۲۰۶، ۲۰۷ مع حاشیہ

کے جایز اور ناجایز ایکٹ
103، 104 ۲۰۶-۲۰۸

کے وہ قوانین جو دوسری نوآبادیوں کے قوانین پر موثر ہوں
104 ۲۰۷، ۲۰۸

کا اختیار متعلقہ تبدیل احکام دستور
106, Note ۲۰۹ مع حاشیہ

163 ۲۴۱، ۲۴۲

گورنر کا اختیار بابتہ منظوری ایکٹ
111, 112 ۲۱۵-۲۱۷

نیو کاسل کاڈیوک
453 ۵۴۹

و

واحد حکومت اور وفاقیت
151, Note ۲۵۰، ۲۵۱ مع حاشیہ

اسکے معنی
153 ۲۵۲، ۲۵۳

بمقابلہ وفاقیت کے
144 ۲۴۴

وارڈ، مسٹر جوزف اور انکی تجویز شاہی کونسل کے متعلق
LXXIV, Note 1. ۷۰ مع حاشیہ

وارن ہیسٹنگ
439 ۵۳۶

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واشنگٹن بہ تعلق دفعات دستور امریکہ ۱۲۲ 15

وال پول اور سبسٹینل ایکٹ کا نفاذ ۱۵۰، ۱۵۱ 45

والٹیر پر انگلستان کا اثر ۲۷۹ 180

کی قید اور جلاوطنی ۲۸۳-۲۸۶ 185-186

وائیوں فرانس کے قانون انتظامی پر ۴۳۴، ۴۳۵ 332

وٹنا گیمٹ ۱۲۱ 14

وزارت استعفا دینے پر کسطرح مجبور کیجاتی ہے ۵۴۲، ۵۴۳ 446

وزرا کی ذمہ داری قانونی حکومت میں ۴۲۲ 321

اسکی ماتحتی پر ۴۲۴ 323

کی حیثیت بحالت شکست ۱۳۰۶ 30

کے اختیارات متعلق بہ ہیبیس کارپس ایکٹ ۳۲۵ 226

کے اختیارات باشندگان ممالک غیر کے ایکٹ بابت ۱۸۴۸ء کی متعلق ۳۲۷ 228

کی کارروائی بلوہ یا حملہ کے وقت ۵۰۸ 408

بادشاہ کا اختیار موقوفی ۵۲۶، ۵۲۷ 429

۵۲۸، ۵۲۹ 431

انکا استعفا بحالت اظہار ناراضامندی ۵۳۲ 435

۵۴۱، ۵۴۲ 445

ایکٹ بغاوت ۵۴۴، ۵۴۵ 448

وزیر اعظم انگلستان کابینہ کا اعلیٰ افسر ۱۱۵، ۱۱۶ 8

اسکا تقرر ۵۰۴ 404

کا اختیار برخاست پارلیمنٹ کا ۴۴۵، ۴۴۶ LIII

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا اختیار بابتہ اختصار بحث LVI ۴۶، ۴۷
اور قانونی عدالتیں 20 ۱۲۶، ۱۲۷
وضع قوانین کا مقصد LX ۵۳، ۵۴
کے متعلق قانونی اور پارلیمنٹ کے اعلیٰ اختیارات 58 ۱۶۳
غیر دستوری وضع قوانین سے حفاظت کی تدابیر 126 ۲۲۹
کے اختیارات پارلیمنٹ کو 48 ۱۵۳، ۱۵۴
67, 68 ۱۷۱-۱۷۴
فرانس میں 50 ۱۵۵، ۱۵۶
کی مجلس کو امریکہ میں محدود اختیارات 132 ۲۳۴
کی مجلس غیر شاہی ممالک غیر میں 117 ۲۲۱
وفاقی مجالس سوئٹزرلینڈ کی 57 ۱۴۲
کے دستور کے تحت میں واضعان قانون 145, 147 ۲۴۵، ۲۴۷
165 ۲۶۳، ۲۶۴
وفاقی حکومت کے اہم خصوصیات LXXV ۷۱، ۷۲
کے لوازم کامیابی LXXV ۷۱، ۷۲
امریکہ میں LXXVI ۷۲، ۷۳
سوئٹزرلینڈ میں LXXVI ۷۲، ۷۳
اسکا کیا مقصد ہے LXXIX ۷۵، ۷۶
بہ تعلق شاہی وفاق کے LXXX ۷۷
اسکے خصوصیات بہ تعلق ہوم رول کے LXXXVII ۸۵، ۸۶
اسکی مثالیں 34 ۱۴۰
اسکے مقاصد 136 ۲۳۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اعتراضات

LXXXI ۷۸، ۷۹
انگریزی حکومت کے لئے
ایک خطرہ

LXXXII ۷۹، ۸۰
امریکہ میں

LXXXII ۷۹، ۸۰
اگر اس سے انگلستان میں
کام لیا جائے گا تو اسکا کیا
اثر ہوگا

LXXXII ۷۹، ۸۰

LXXXVI ۸۴، ۸۵
وقدیم پارلیمنٹ کا کیا حشر ہوگا

LXXXIV ۸۱، ۸۲
سے جدید اختیارات کا حصول

LXXXVII ۸۵، ۸۶
امریکہ کی اور منقسم وفاداری

XC ۸۹
انگلستان کی دستوریت سے
غیر مانوس ہے

XC ۸۹
نوآبادیوں کی وفاداری پر موثر
ہوگا

XCI, Note 1. ۹۰، ۹۱ مع حاشیہ
اور پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ پر

134, Note ۲۳۵ مع حاشیہ
اسکے قیام کی ضروری
شرائط

136, Note ۲۳۷ مع حاشیہ
حکومتوں میں اختیارات
کی تقسیم

476-480 ۵۷۳-۵۸۰ ضمیمہ نوٹ ۲

وفاقیت

LXXIII ۶۸، ۶۹

اور قومیت

LXXVI ۷۲، ۷۳
حکومت کی ایک ضعیف
شکل ہے

LXXVII ۷۳، ۷۴
انگریزی خیالات سے
غیر مطابق ہے

LXXVIII ۷۴، ۷۵
میں وفاداری تقسیم
ہو جاتی ہے

LXXVIII ۷۴، ۷۵
کو قومیت کے ساتھ
مخلوط نہ کر دینا چاہئے

LXXIX ۷۵، ۷۶
انگریزوں کی ہوم رول امید

LXXX ۷۷
اس رائے پر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوئٹزرلینڈ کے باشندوں پر 135, Note ۲۳۶ مع حاشیہ ضمیمہ نوٹ ۸

517-529 ۴۳۹-۴۵۸ کی بنیاد

136 ۲۳۷ اسکے جذبات

137 ۲۳۸ اسکا مقصد

139 ۲۳۹، ۲۴۰ امریکہ کا

139 ۲۳۹، ۲۴۰ اسکی خصوصیات

140 ۲۴۰، ۲۴۱ بضمن دستور

140 ۲۴۰، ۲۴۱ کی بحث میں شاہی

144 ۲۴۴ کی بحث میں تقسیم اختیارات

147 ۲۴۷ کے حدود

148, Note ۲۴۸ مع حاشیہ

149 ۲۴۹ کا مقابلہ یکجائی حکومت کے ساتھ

151, Note ۲۵۰، ۲۵۱ مع حاشیہ کی تحت میں قانونی عدالتیں

152 ۲۵۱، ۲۵۲ کے معنی

153 ۲۵۲، ۲۵۳ سوئٹزرلینڈ کی انفرادی خصوصیات

164 ۲۶۲، ۲۶۳ بمقابلہ پارلیمنٹ کی شاہی کے

167 ۲۶۵، ۲۶۶ باشندگان سوئٹزرلینڈ

167, Note ۲۶۵، ۲۶۶ مع حاشیہ ۲۷۴

176 اور قدامت پسندی

169 ۲۶۷، ۲۶۸ کی قانونی فطرت

170 ۲۶۸، ۲۶۹ امریکہ میں کامیابی

175 ۲۷۳ آسٹریلیا کی ضمیمہ نوٹ ۹

529-587 ۴۵۸-۴۷۲ کینیڈا اور آسٹریلیا کے وفاق میں فرق

537 ۴۷۱ کا قانونی رجحان

170 ۲۶۸، ۲۶۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وکٹوریا - ملکہ
L ۴۱، ۴۲
451 ۵۴۸، ۵۴۷
کی نوآبادی کی پارلیمنٹ
اور قوانین جن سے
دستور تبدیل ہو جاتا ہے
106, Note ۲۰۹ مع حاشیہ
کی پارلیمنٹ کے اعلیٰ
اور ادنیٰ ایوانوں میں
نزاع ۱۸۶۵ء اور
۱۸۷۹ء میں
456 ۵۵۲
وک ولٹوری
LXX ۹۵، ۹۶
ولکس، جان
32 ۱۳۸
430 ۵۲۷، ۵۲۸
ولیم سوم
459 ۵۵۴، ۵۵۵
چہارم اور طبقہ امرا
میں اضافہ
LII ۴۴، ۴۵
اور ۱۸۳۴ء کی برخاست
431 ۵۲۸، ۵۲۹
فشر تناسب نمایندگی
اور انگریزی سیاسات
LXVI, Note 2. ۶۰ مع حاشیہ ۶۱
LXVIII, Note 1, 2. ۶۲، ۶۳ مع حواشی
ولنگٹن اور ۱۸۳۴ء کی پارلیمنٹ
برخاست
429 ۵۲۶، ۵۲۷
وول اسٹون کرافٹ -
میری کی حفاظت حقوق
زناں
LXII, Note 8. ۵۶ مع حاشیہ
ویسٹ لیک کا قانون
مشخصی بین الاقوام
370 ۴۷۲

ھ

ہالم - قرون وسطیٰ
2, Note ۱۱۰ مع حاشیہ
کی رائے میں انگلستان
کی خوشحالی کا باعث اسکے
قوانین ہیں
1, 3 ۱۰۹، ۱۱۱
6 ۱۱۳، ۱۱۴
12 ۱۱۹
سٹینیل ایکٹ
43 ۱۴۸، ۱۴۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہابسن جے اے کی
کتاب 'آزادی پسند
جماعت کی مشکلات
XCI, Note 2. ۹۵، ۹۶

ہالینڈ کی جورس پروڈنس
مع حاشیہ
22 Note ۱۲۸، ۱۲۹
مع حاشیہ

ہمفرے کی مناسب
نمایندگی
LXVI ۵۸، ۵۹

ہملٹین کی رائے امریکہ
کے دستور کے متعلق
15 ۱۲۲

ہندوستان (برٹش)
کی مجلس وضع قوانین انگلستان
کی پارلیمنٹ کے ماتحت ہے
95 ۱۹۹/ ۲۰۰
مجلس مذکور کے ایکٹ اور
ہندوستان کی عدالتیں
96 '97 '98 ۲۰۰-۲۰۳

ہنری ہشتم کے زمانہ
میں قانون اعلان
48 ۱۵۳، ۱۵۴

ہوم رول ایمس دلچسپی
کے اضافہ کے کیا اسباب ہوئے
LXXXVII ۸۵، ۸۶

اس سے فائدہ کی اُمید
اگر وہ عام کر دیا جائے
LXXXVII ۸۵، ۸۶

ہل کی تاریخ
XXII ۷، ۸

اسکے متعلق انتخاب کنندگاں
کا نقطۂ نظر
LIII ۴۵، ۴۶

ہیبوس کارپس ایکٹ
27 ۱۳۴، ۱۳۳
193 ۲۹۱، ۲۹۲
195 ۲۹۳، ۲۹۴
اسکا التوا بمقابلہ ممالک غیر
کی رضامندیوں کی التوا کے
197 ۲۹۵، ۲۹۶
200 ۲۹۸
کا حکمنامہ
209 ۳۰۷، ۳۰۸
اسکا اجرا
211 ۳۰۹، ۳۱۰
اسکے متعلق عدالتوں کے
اختیارات
212 ۳۱۰، ۳۱۱
چارلس دوم اور جارج سوم
کے ایکٹ
212 ۳۱۰، ۳۱۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے تحت شخصی حقوق
213 ۳۱۱، ۳۱۲
کے مضامین
214 ۳۱۲، ۳۱۳
216 ۳۱۴، ۳۱۵
ججونکے اختیارات
اسکے تحت میں
218 ۳۱۶، ۳۱۷
ممالک غیر کے باشندے
اسکے تحت میں
220 ۳۱۸، ۳۱۹
کی التوا
224, Note ۳۲۳ مع حاشیہ
اسکے تحت میں بغاوت
باسرکار
225, Note ۳۲۳، ۳۲۴ مع حاشیہ
ایکٹ التوا سالانہ
ایکٹ ہے
226 ۳۲۵
اور وزارت
226 ۳۲۵
ایکٹ معافی
228 ۳۲۷، ۳۲۸
232 ۳۳۱
کے تحت عہدہ داروں
کی حیثیت
229 ۳۲۸
کے تحت میں قید
229 ۳۲۸
ہیرن، پروفیسر
6 ۱۱۳، ۱۱۴
اسکی کتاب حکومت انگلستان
18 ۱۲۴، ۱۲۵
25 ۱۳۱، ۱۳۲
427, Note ۵۲۴، ۵۲۵ مع حاشیہ
بحیثیت ایک سیاسی اصولی کے
19 ۱۲۵، ۱۲۶
ہیریون کی رائے عہدہ داروں کی
حیثیت کے متعلق زیر قانون
انتظامی فرانس
400, Note ۵۰۱ مع حاشیہ
ہیوم کی رائے شاہی اختیارات پر
75 ۱۸۰

ی

یونیورسٹیاں۔ پارلیمنٹ
کا وضع قوانین انکے متعلق
170 ۲۶۸، ۲۶۹
انمیں قیام مطابع
256 ۳۵۵، ۳۵۶

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صحت اغلاط

مقدمہ حصول علم

قانون دستوری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ورق		علم حصول	حصول علم	۳۵۸	۱۶	سنہ ۱۸۷۹	سنہ ۱۷۸۹
۶۷	۱۰	نہیں جو	نہیں کہ جو	۴۰۱ حاشیہ	۲۴	قومی	فوجی
۷۶	۸	سمجھنا	سمجھا	۴۰۳	۱۸	ناجبی	ناواجبی
۹۸	۱۶	منتخبہ جماعت کی قوم کی	منتخبہ جماعت، قوم کی	۴۰۶	۱۵	خاتمہ یہ	خاتمہ پر یہ
۹۹	۱۳	مراعبیت	مراجعیت	۴۰۸	۱۰	ہوے	ہوتے
۱۰۱	۱۲	میں	ہیں	۴۰۸	۱۳	معمولی نوتی	معمولی قانونی
۱۲۰	۴	اوارات تمام	ادارات کا تمام	۴۵۹ حاشیہ	۲۰	اہم	امر
۲۰۴ حاشیہ	۱۹	عام سے	عام طور سے	۴۹۲ حاشیہ	۲۵	سنہ ۱۸۵۸	سنہ ۱۸۷۸
۲۰۹ حاشیہ	۱۹	جنکنس	جنکس	۵۶۹	۱۷	منشور ہوسکے	منشور کی راے سے ہوسکے
۲۴۵ حاشیہ	۲۴	برائس	برائس	۵۷۳	۹	کہ ذہانت	کہ انکی ذہانت
۲۶۷	۲۳	ہم کہ معلوم	ہم کو معلوم	۶۲۰	۷	متصور	تصور
۲۷۱	۱۹	ثابت کرتا مقصود	ثابت کرنا مقصود	۶۴۵	۱۶	اپنے خود مختارانہ	ایسے خود مختارانہ
۲۷۹	۱۶	سوئٹزرلینڈ[1]	سوئٹزرلینڈ[2]	۶۶۳	۲	ایسے	اسے
۳۱۵	۱۶	ایکٹ میں	ایکٹ ہیں	۶۸۷	۱۷	خلاف کو	خلاف قانون کو
۳۲۳	۸	پارلیمنٹ سواے	پارلیمنٹ کے سواے	۶۸۷	۲۳	288. 147	288, 47
۳۴۲ حاشیہ	۲۵	۱۷۵	۶۷۵	۶۸۸	۲۲	اسی	اسے
۳۴۴	۲۱	کاغذات	کاغذات پر	۶۹۶	۲۲	سرکار	سرکاری

تمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय, हरिद्वार

वर्ग संख्या... .. आगत संख्या .. ..

पुस्तक— वितरण की तिथि नीचे अंकित है। इस तिथि सहित २० वें दिन तक यह पुस्तक पुस्तकालय में वापिस आ जानी चाहिए। अन्यथा १० पैसे के हिसाब से विलम्ब-दण्ड लगेगा।

In Database
Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय
कृपया पुस्तक के ऊपर कोई निशान आदि
न लगायें।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar